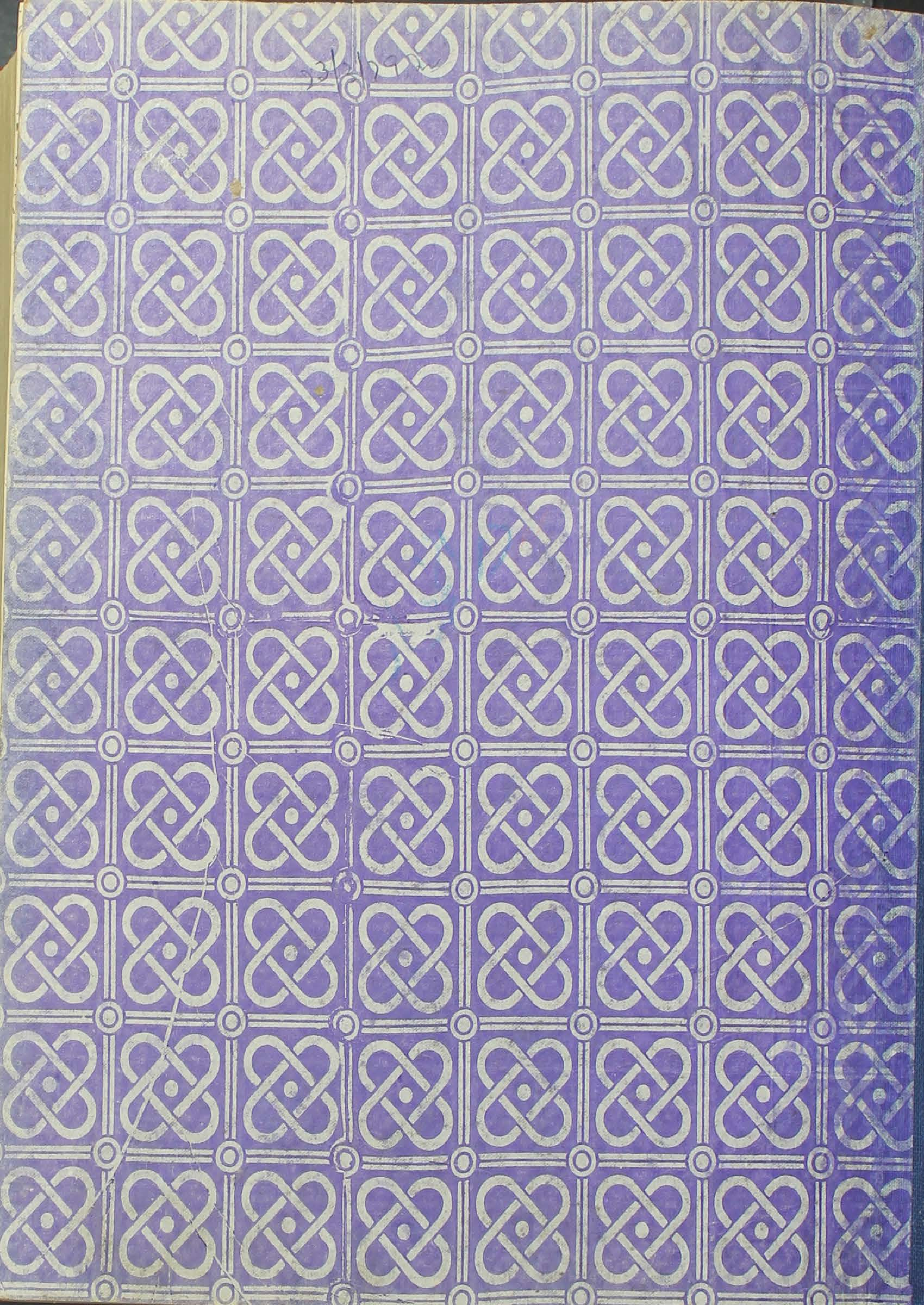




نام کتاب	قیمت
تمام حق ـ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ـ	۶ پائی
مائۃ مسائل ـ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ـ	۴؍۳ پائی
شرح وقایہ فارسی ـ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی	۴؍۶ پائی
مسلک المتقین ـ مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان ـ	عہ ۴
فتاوی برہنہ ـ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ـ	عہ ؍۸
قدوری ـ	۶
شرح فارسی مختصر وقایہ ـ از عبد الرحمن جامی ـ	۱۵
کنز فارسی ـ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ـ	۶
مالا بد منہ ـ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ـ	۵؍۳ پائی
شرح مختصر وقایہ کو رمیری ـ از مولانا جلال الدین سمرقندی ـ	عہ ۴
رسالہ تنبیہ الانسان ـ در حلت و حرمت جانوران ـ	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب ـ ذکر ایمان و ارکان	۳ پائی

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم ـ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف ـ	عکا؍ پ
مبادی الاصول ـ مصنفہ مولانا	

نام کتاب	قیمت
ابی المنصور الحسن بن یوسف ـ	ا؍۹ پائی
برجندی ـ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ہے ـ	عہ؍ پ
کنز الدقائق ـ	
جامع الرموز ـ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول ـ	عا؍ پ
فتح القدیر ـ بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل ـ کاغذ سفید گندہ ـ	عہ ؍ مجلدات
ایضاً ـ کاغذ حنائی ـ	عہ ؍ مجلدات
ہدایہ ـ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل ـ	عہ ۵؍ پ
۱ ـ جلدین اولین عبادات ـ	صہ؍ پ
۲ ـ جلدین آخرین معاملات ـ	حہ؍ پ
ہدایہ مع شرح الکفایہ ـ از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدین اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہین کاغذ سفید کامل و بتفصیل ذیل ـ	عہ ؍ پ
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح ـ	؍۱۲ پ
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ـ	؍۱۲ پ

نام کتاب	قیمت
فتاوائے عالمگیری ـ ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید ـ	عہ ؍ مجلدات
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ ـ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل ـ	صہ؍ پ
شرح وقایہ ـ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبے از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح کاغذ سفید ـ	عکا؍ پ
ایضاً ـ کاغذ حنائی ـ	عہ ۱۴؍ پ
شرح وقایہ خرد ـ مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم ـ	۸؍۶ پائی
ذخیرۃ العقبی ـ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف ـ	عکا ۴؍ پ
اشباہ و النظائر ـ مع شرح حموی معروف مستند متداول ـ	سے؍ پ
ملا مسکین ـ از بیوع تا وصایا تحشی جدید ـ	عہ؍ پ
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب ـ	۸؍
مستخلص الحقائق ـ شرح کنز الدقائق مشہور متداول ـ	عہ
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین ـ	؍۲ سے
(۱) جلدین اولین عبادات مین ـ	عہ ۸؍
(۲) جلدین آخرین معاملات مین	عہ ۱۰؍
شرح الیاس ـ شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کمل یکجائی ـ	؍۴ پ

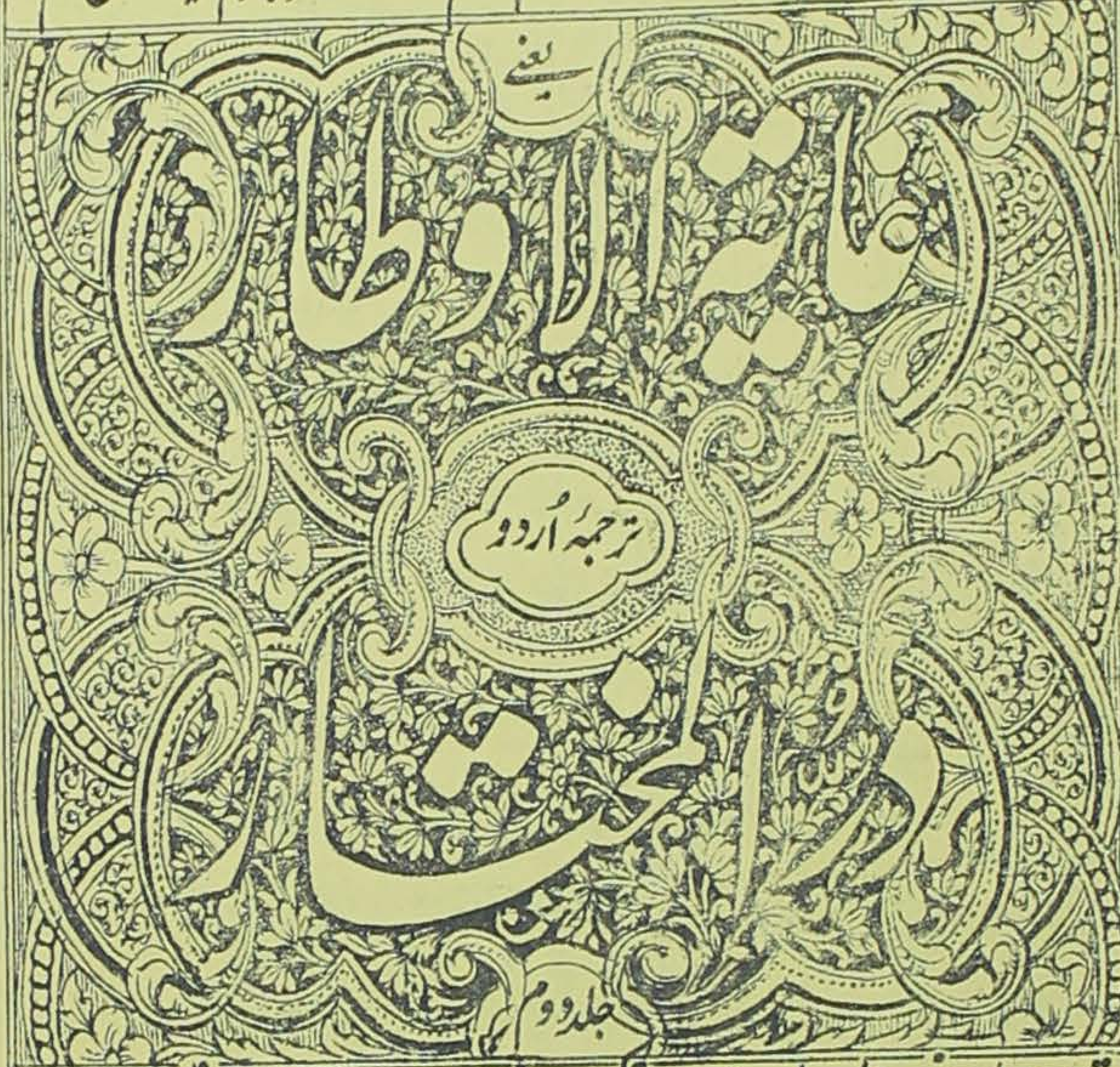
نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی سند اول۔	۹/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعات مولوی تراب علی مرحوم۔	۹ پائی
قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسن درسی سند اول۔	۸/
کتب حدیث اردو	
مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہر حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین کاغذ سفید گندہ۔	عہ/ پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی و سفید معمولی۔	لعہ/ پ
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ کاغذ سفید و حنائی۔	۱۲/ پ
ترجمۂ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید و حنائی۔	۷/ پ
ایضاً۔ جلد دوم کاغذ سفید و حنائی۔	۶/ پ
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ۔ کاغذ سفید و حنائی۔	لعہ/ پ
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔	۷/ پ
جامع ترمذی۔ از امام ابو عیسےٰ صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید	۷/ پ
قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمّی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین یہ شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ۔	لعہ/ پ
سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع۔	۷/ پ
دلائل الخیرات۔ با ترجمۂ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمار حسنٰے معروف۔	۶/
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل۔ ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحیٰی۔	۴/
عناصر الخیرات۔ با ترجمۂ اُردو از حکیم ناصر علی صاحب آردی بے نقط درود کا مجموعہ۔	۱۱/
کتب تفسیر اردو	
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمٰن۔	۸/ پ
تفسیر مواہب الرحمٰن۔ پارۂ اول مولفۂ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ دوم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ سوم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ چہارم۔	صہ/ پ

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمن۔ پارۂ پنجم	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ششم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہفتم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہشتم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ نہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ دہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ یازدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ دوازدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ سیزدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ چہاردہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ پانزدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ شانزدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہفدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہشتدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ نوزدہم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بستم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و یکم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و دوم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و سوم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و چہارم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و پنجم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و ششم۔	صہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و ہفتم۔	صہ/ پ
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔	۱۲/

بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام فرگا



مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ذیل ہیچ کے ہین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ و حدیث و تفاسیر اُردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اُردو	
ہدایة الاسلام۔ مصنفہ مولوی امانت اللہ صاحب غازی پوری۔	۲/۲
عین الہدایہ۔ ترجمہ کامل ہدایہ ہر چہار جلد حامل المتن مترجمہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوات عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید۔	لعہ عہ/ب
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیے موجود ہین۔	معہ عہ/پ
جلد اول۔	ے/ب
جلد دوم۔	للعہ/ب
جلد سوم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/ب
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ/ب
جلد چہارم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/ب
ایضاً۔ کاغذ حنائی	ے/ب
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ	ا/
مفتاح الجنة۔ از مولوی کرامت علی جونپوری۔	سہ/۳
حقیقة الصلوٰة مع رسالہ بے نمازان	۹ پائی
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمہ	

نام کتاب	قیمت
مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی صاحب کاغذ سفید و حنائی۔	عمہ/پ
کشف الحاجات۔ ترجمہ اُردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین۔	۳/
رسالہ خلاصة المسائل۔ نماز روزے کے مسائل اور زکوٰة اور نکاح و طلاق و عتاق کے احکام اور خرید و فروخت و وکالت و ضمانت وغیرہ کے جواز و عدم جواز کی صورتین۔ اُردو مین مفصل بیان کیا ہی مع حواشی مفیدہ از جناب مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاویٰ عالمگیری و ہدایہ و مصنف تفسیر مواہب الرحمن۔	۵/
نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اُردو۔ ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی کاغذ سفید	عکا/ب
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبداللہ بن عبد السلام۔	۲/
شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔	۳/

نام کتاب	قیمت
تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔	۸/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	ا/
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔	ا/۶ پائی
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔	۱۴/
چہل مسائل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۳ پائی
اشرف المسائل۔ مصنفۂ مولوی اشرف علی خان۔	۱۰/
رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عصمت	ا/
کتب فقہ فارسی	
ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جودت سے متداول ہی دو مجلد کامل کاغذ سفید و حنائی۔	عہ/پ
شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی معروف۔	ے/ب
حجج الحجج مسمیٰ بہ غایة الشعور از ملا محمد شاہ	۱۱/
تذکرة الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام	۹ پائی
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح۔	۲/

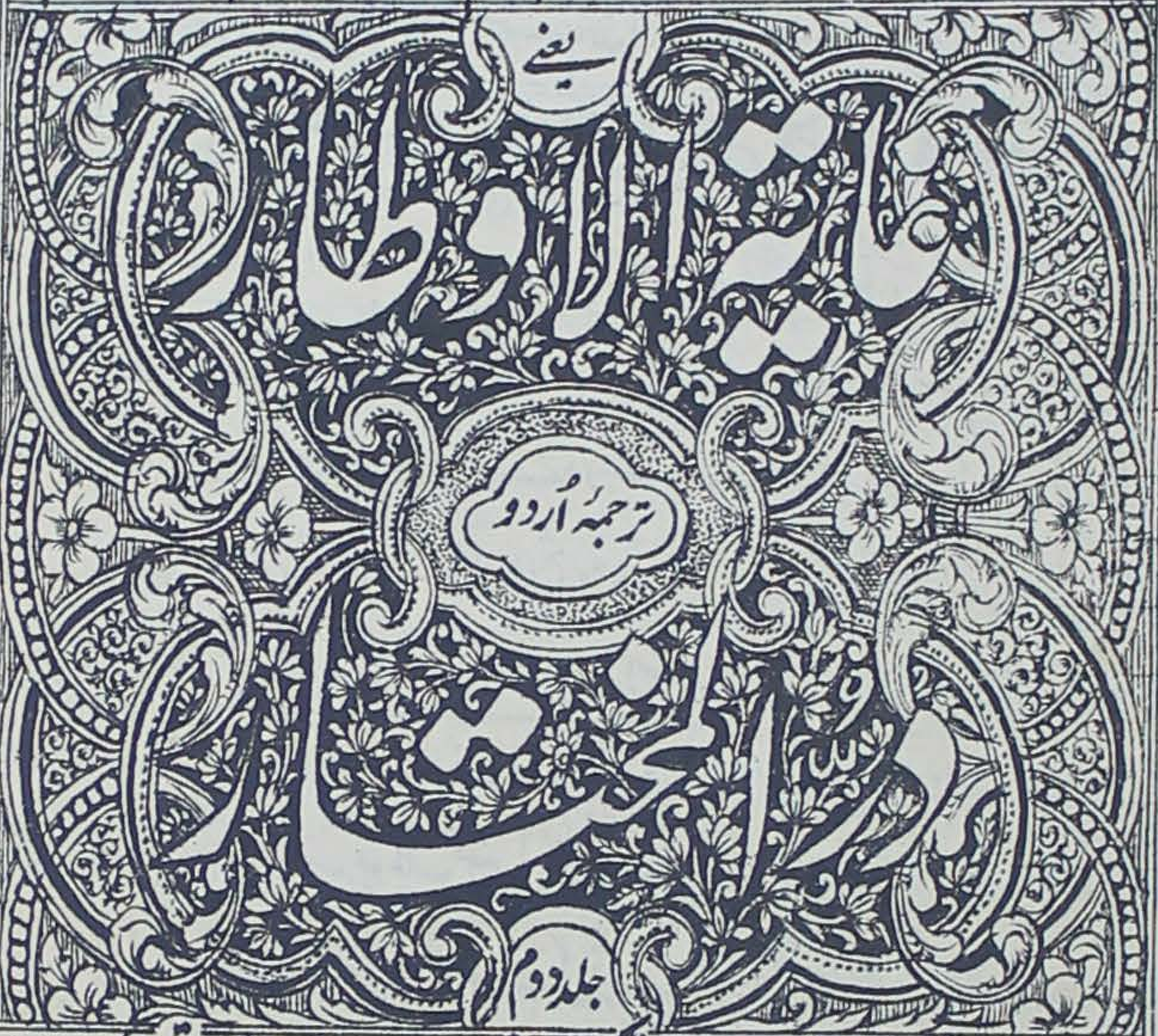
فہرست جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار

تمت

بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام فرنگا

یعنی



ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؞

کتاب النکاح لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہ کتاب ہی مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے ابتک پھر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہین انہین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونون مین مال کی حاجت ہی ہو عند الفقہاء عقد تفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکورتیہ وانوثتیہ والمحارم والجنیۃ والنسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیۃ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہی یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی لینے حلال ہو نفع لینا مرد کا اُس عورت سے کہ نہین روکتا اُسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکلگیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گیئن اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہی اور جائز رکھا ہی حسن بصری نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیہ قصداً خرج ما یفید الحل ضمناً کشراء امۃ للتسری یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشے اُسکا نام نکاح ہی نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمناً جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کیواسطے یعنی وطی کے لیے تو یہان اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہی اور قربت کرنا ضمناً ثابت ہی تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین و عند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجرداً عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجاً غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازاً اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہی یعنے جماع مین اور مجاز ہی عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنی اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہی مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنی نہ جماع کرو تم جنکو تمھارے باپون نے جماع کیا جماع

عام ہی حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی عورت مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کو
حلال نہین تا وقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہو اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہین بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے
یعنی اسناد نکاح کی عورت کی طرف یہ قرینہ ہی کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہی نہ فاعل اور ممکن اس
سے عقد ہی نہ جماع کرنا مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہہ نہ کرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہی کہ شوہر ثانی اُس سے جماع کرے اور اس آیت سے
فقط نکاح کافی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہی نہ اس آیت سے ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض
نہایہ وہذا اذا ملک المہر والنفقہ والا فلا اثم بترکہ بدائع اور ہوتا ہی نکاح واجب وقت غلبۂ شہوت کے پس اگر یقین ہو جائے زنا کا بدون نکاح کے تو
نکاح فرض ہی کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اُسوقت ہی کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اسکے
ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنۃ موکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا او ولدا حال الاعتدال ای القدرۃ علے
وطی ومہر ونفقہ ورجح فی النہر وجوبہ لثبوت المواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ اور ہوتا ہی نکاح سنت موکدہ بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار
ہوگا اُسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہی حالت اعتدال مین یعنی جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر
اور اگر قادر نہ ہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اُسکا نکاح بھی سنت موکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی
نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اُسپر جو نکاح
سے اعراض کرے صحیحین مین وارد ہی حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے جو میری سنت کی رغبت نرکھے وہ میرے طریق پر نہین
لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہوسکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہی اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ بے
رغبت پر ہی اور واجب وہ ہی جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروہا لخوف الجور وان تیقنہ حرم اور نکاح مکروہ ہی بسبب خوف
ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اُسوقت نکاح حرام ہی محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنی نکاح
مباح کو نکاح مباح اُسوقت ہوتا ہی جب خوف عجز کا ہو ادائے حقوق سے کذا فی المجتبی وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہی نکاح کو ظاہر
کرنا اور شہرت دنیا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور
کرو نکاح کو مسجدون مین اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہی اور اخفا خاصہ زنا ہی وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول
والاستدانۃ لہ والنظر الیہا قبلہ اور مستحب ہی ہونا نکاح کا مسجد مین اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہی اور نکاح از قسم عبادت ہی مستحب ہی جمعہ کے دن بواسطہ عاقد
ہوشیار اور متقی گواہون کے تا کہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو اسواسطے کہ گواہون کی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہی
اور مستحب ہی قرض لینا نکاح کے واسطے یعنی تو انگر بھی قرض لے اسواسطے کہ حقتعالی اُسکے ادا کا ضامن ہی کذا فی البحر اور مستحب ہی نظر کر لینا عورت کی طرف نکاح سے پہلے
تا کہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھ لیگا تو شاید افسوس کرے سوائے چہرہ اور دونون ہتھیلیون کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اُسوقت درست ہی جب طرف ثانی سے
اسید نکاح کر دینے کی ہو تو خاکروب وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہین کہ ظاہر مین نکاح ہونا متصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہا
دونہ سنا وحسبا وعزا ومالا اور مستحب ہی ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین حسب فضائل آبائی کا نام ہی کذا فی القاموس
جیسے علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اُسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقہ خلقا وادبا وورعا وجمالا
اور مستحب ہی ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ مرد نکاح کرے

اُس عورت سے جو نسب اور حسب اور دینداری مین مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد مین اکثر منتقل ہوتے ہین اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح
نکرے اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لنبی دُبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور نہ بدخُلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے
با وجود قدرت حُرّہ کے اور نہ حُرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیکبخت سخی مقدور والے کو اختیار
کرے اور فاسق سے نکاح نکرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڑھے مرد کے نکاح مین نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ للمدنی وھل یکرہ الزفاف
المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہی زفاف یعنی عورت کا پہونچانا اُسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہ ہے کہ مکروہ نہین جب کوئی مفسدہ
دینی نہو جیسے اختلاط مردون کا عورتون سے اور خوش طبعی سے کسی کو ذلیل کرنا یا بڑائی مارنا مرنا فقط زفاف لائق اختلاف کے نہین کہ کوئی جائز رکھے
اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہان عورتون کا اجتماع ہی اسواسطے کہ شب زفاف مین عورتون کا جمع ہونا عرف مین لازم ہی اور بعضون نے کہا کہ مراد
زفاف باعلان دف بجانے کے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان مین رواج ہی کہ شب زفاف مین دولہن کو دولھا کے پاس پردے مین پہونچا
کر عورتین جھانکا کرتی ہین سو بلا شبہہ مکروہ بلکہ حرام ہی وینعقد متلبسا بایجاب من احدھما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی اول علی التحقیق کزوجت
نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت اور نکاح منعقد اور بندھتا ہی یعنی گٹھتا ہی جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے
قبول سے دران حالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہون فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوب تر دلالت کرتا ہی تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ
حال کی کچھ حقیقت نہین کہ وہ مرکب ہی ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہی اسواسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ
ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا مین نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہین مرد کہے یا عورت اور
دوسرا کہے مین نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہین خواہ مرد کہے خواہ
عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور سوا اسکے ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدھما له ای للمضی والاخری
للاستقبال او الحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی اور یہی منعقد ہوتا ہی نکاح ایسے دو لفظون سے کہ انمین ایک تو موضوع ہو ماضی
کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنی استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہی جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے
کہ میرا نکاح کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے یا یون کہے کہ تو میری جورو ہو جا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال
فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہین بلکہ ضمنا دوسرے کو وکیل کرنا ہی اپنے نکاح کیواسطے
یعنی جب یہ زوجنی کہا تو درضمن امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو کر میرا نکاح کر دے پھر جب دوسرے شخص نے کہا اسی مجلس مین کہ مین نے
نکاح کر دیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت (رضا و رغبت) تو یہ قبول قائم ہو گیا بجائے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہو گیا وقیل ہو ایجاب ورجحہ فی البحر
اور بعضون نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہی توکیل نہین اور ترجیح دی ہی اس قول ثانی کو بحرالرائق مین
والثانی المضارع المبدو بھمزۃ او نون او بتاء کتزوجک او نزوجک او تزوجنی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا
مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اُسوقت نکاح منعقد ہو گا جب متکلم استقبال کے معنی کا
ارادہ نکرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہو گا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان
المساومۃ فی النکاح اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہی اسم فاعل یعنی حال سے جیسے کہ کہے مین اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہون یا یون کہے کہ
مین آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اسواسطے نکاح صحیح ہو گا کہ مول چکانا نکاح مین جاری اور مروج نہین بخلاف بیع کے کہ وہان فقط انا مشتری
مین خرید رہا ہون

یا جبتک مشتری یا سے اور بعد اسکے بائع کے یون کہنے سے کہ بعتک بیع منعقد نہین ہوئی جبتک اُسکے بعد اشتریت نہ کہے اسواسطے کہ بیع مین مول چکانا اور
(تیرے پاس خریدار ہوکر آیا ہون ۱۲) (مین نے تیرے ہاتھ بیچا ۱۲) (مین نے خریدا ۱۲)
قیمت ٹھہرانا مروج ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او قال اعطنیہا ان المجلس للنکاح وان الوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہی نکاح اس طرح بھی جب کہ مرد کہے عورت کے باپ سے کہ کیا تو نے
وہ عورت مجھکو دی اور اسکا باپ کہے اعطیت یعنی دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال نافع ہوئی استفہامی معنی کو یا مُساوَمت کو اور اگر
مجلس وعدہ کرنے کی ہی تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت مین نکاح منعقد نہوگا ولو قال لہا یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی المذہب
اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ ای میری جورو سو اُسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہوگیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام
انا تزوجتک کے ہی اور لبیک بمعنی اُجیبک اجابۃ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغۂ ماضی سے ہوا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی
حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر حسب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ
قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہ کہ مثلاً باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اُسنے مہر اُسکو حوالہ کیا شاہدون کے روبرو
بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہین منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے
لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہی بشرطیکہ شاہدون کو مضمون خط سے آگاہ کردیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی مالم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فتح
غائب کی تحریر پر اعلام شاہدون کا اُسوقت ضرور ہی جب خط مین صیغۂ امر کا نہو یعنی لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو
کہ زوجنی نفسک یعنے میرا نکاح اپنی ذات سے کردے تو اس صورت توکیل مین عورت دونون طرف کی متولی اور متصرف ہوگی کذا فی فتح القدیر
تو اس صورت مین عورت کا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنے مین نے اپنا نکاح اُسکے ساتھ کردیا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگا اسوقت مین خط کا
مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سنانا کافی ہو بالاقرار علی المختار خلاصہ کقولہ ہی امرأتی لان الاقرار اظہار بما ہو ثابت ولیس
بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہی اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا کہ
اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہی اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیے وقیل ان کان بحضرۃ الشہود صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون
نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنے اس صورت مین اقرار کو انشاء نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح
ہوتا ہی جعل کے لفظ سے م منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہون کے
ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہوئے نکاح کا
اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اُسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلتما ہذا نکاحا یعنے تمنے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر دونون
نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرہ اور اقرار انشا کر ڈالا گیا اور یہی اصح ہی
کذا فی الذخیرہ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہی اور نکاح جملہ انشائیہ ہی منعقد ہوتا ہی اسواسطے اُسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد تزوجت نصفک فی الاصح احتیاطا
خانیہ بل لابد ان یضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرہ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہین منعقد ہوتا
نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ
حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطاً حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہی صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام
بدن کی طرف یا اُس عضو کی طرف جو بجاے کل بدن کے بولا جاتا ہی جیسے پشت اور شکم بنا بر شبہ مذہب کے کذا فی الذخیرہ اور ترجیح دی ہی فقہا نے
طلاق مین بر خلاف اسکے یعنے یون کہا ہی کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت اصح طلاق نہین واقع ہوتی

تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی **واذا وصل الایجاب بالتسمیۃ للمہر کان من تمامہ**
اسی الایجاب **فلو قبل الآخر قبلہ لم یصح** لتوقف اول الکلام علی آخرہ ولو فیہ ما یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے
سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگر آخر کلام مین وہ مضمون ہو جو
مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ مین نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح
صحیح نہوگا **ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ** اور شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہی اگر دونون
حاضر ہون اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس مین قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نہی اور اگر کوئی غائب ہو
اور اُسنے خط مین ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہین ایجاب اور قبول مین اتحاد مجلس ایسا شرط ہی جیسے عورت مخیرہ مین شرط ہی مخیرہ سے وہ عورت
مراد ہی جسکے شوہر نے اُس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنے اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ اختیار مجلس کا کلم تک مقید ہی مجلس بدلی
اختیار گیا **وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المہر** اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہی کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ
مین نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح
خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغایر ہین تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
نعم یصح الحط ہان صحیح ہی مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے
پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اُسمین سے پانچ سو کم کر ڈالے اس صورت مین مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط
نہین اسواسطے کہ یہ اسقاط اور ابراء ہی **کزیادۃ قبلتہا فی المجلس** مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہی جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہی جسکو عورت نے اسی مجلس مین قبول کر لیا مثلاً عورت
نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہی بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس مین قبول کر لیا ہو
ان لا یکون مضافا ولا معلقا کما سیجی اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہی کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کی طرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھ
نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین قبول کرونگا کل اور شرط یہ ہی کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی
ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا **ولا المنکوحۃ مجہولۃ** اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہی کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہین اور اُسنے ایک بیٹی کا نکاح
بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے **ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیہ الجد والہزل اذلم یحتج الی نیۃ بہ یفتی** اور نہین
شرط ہی دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اُس عقد مین جسمین قصد کرنا اور نہ کرنا یکسان ہی اسواسطے کہ اس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی
پر فتوے ہی مترجم اسمین فقہا کو اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہی کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا
قضاءً ضرور نہین دیانۃً علم ضرور ہی کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ مین روایت ہی کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا ہے صحیح
ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین قصد کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اسمین علم
ضرور نہین اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہی اور حالانکہ اسمین قصد اور غیر قصد دونون برابر ہین مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا
طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اسکا قصد متعلق نہین اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہین
کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم **وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانہما صریح ما عداہما کنایۃ وہو کل لفظ وضع لتملیک العین** کاملۃ فلا یصح
بالشرکۃ اور البتہ نکاح صحیح ہی تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونون لفظ صریحاً اسکے واسطے موضوع ہین اور جو لفظ ان دو کے سوا ہی

سو کنایہ ہی یعنی غیر صریح ہی اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہی جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے
اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین **فی الحال** خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اُس سے نکل گئی وصیت جسمین
بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول
کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعلی مین نکاح صحیح ہوگا کہبۃ وتملیک صدقۃ وعطیۃ تملیک بالفعلی جیسے ہبہ اور تملیک
اور صدقہ اور عطا مثلاً اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح
صحیح ہوگا وسلم واستیجار اور نکاح صحیح ہی بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سوا اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہی جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک
برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درم کے بدلے تو صحیح یہ ہی کہ نکاح نہوگا کہ اُسمین تملیک دائمی
نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وقرض وصلح وصرف وکلما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہی
بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور جو لفظ کہ گردنون کی ملکیت کا فائدہ بخشتے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو
یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہی کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت
اسواسطے ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہین نکاح کے صریحاً نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون **لا** الصحیح **بلفظ اجارۃ** برار او بزار نہ
صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے اجارہ برار مہملہ ہو یا بزا معجمہ ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اُسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی
موقتہ ہی اور نکاح مین دوام شروط ہی بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا اور اجازت سے اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا
تملیک عین کے واسطے موضوع نہین **واعارۃ ووصیۃ ورہن** ووديعۃ ونحوہا مما لا یفید الملک لکن یثبت بہ الشبہۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل اور نہین صحیح ہی
نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند اُن الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سے شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی تو
حد نماری جاویگی اُسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورت مین عورت کو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر مسمی سے
جسپر دونون راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمی کم ہی مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وکذا تثبت بکل لفظ
لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ اور اسی طرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اُس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ظاہر یہ
مضمون مکرر ہوگیا **و بالفاظ مصحفۃ کتجوزت** لصدورہ لا عن قصد صحیح بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ اصلا
تلویح اور نہین منعقد ہوتا نکاح اُن الفاظ سے جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجاے تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور
یہان مطلق خطا مراد ہی تصحیف ہو یا تحریف لفظون کی غلطی تصحیف ہی جیسے زوج بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہین جیسے
سلیم بروزن کریم کو سلیم بروزن حسین بولنا تصحیف اور تحریف سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اُسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور
تغییر ہی نہ تو حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا
لازم ہی بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو اُنکا کچھ اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم علی النطق بہذہ الغلطۃ وصدرت عن قصد کان ذلک
وضعاً جدیداً فیصح بہ افتی ابو السعود ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور انکا بالقصد ہو تو ہوگا یہ اجماعی
حکم وضع جدید تو اسوقت مین غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوے دیا شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے واما الطلاق فیقع بہا قضاءً
کما فی اوائل الاشباہ اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے روبرو نہ بنا بردیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ ونظائر کے

اوائل مین اسکی تصریح ہی جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا ابتعاط احترا ما للفروج اور نہ منعقد ہوگا
نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہین کہ ایجاب و قبول لفظی اسمین مشروط نہو تعاطی کے
معنے سابق ہو چکے وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لتحقق رضاہما اور صحت نکاح مین شرط ہی سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے
لفظ کو واسطے ثبوت رضاء طرفین کے وشرط حضور شاہدین اور شرط ہی صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدون کا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہی کہ
زانی عورتین وہ ہین کہ اپنے نکاح بدون شاہدون کے کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعاً روایت کیا کہ لانکاح الا بشہود یعنی نکاح صحیح نہین بدون
شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو نکاح ہوا تو ادنیٰ رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سر اور نکاح مخفی اسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سے
زیادہ اعلان شرط نہین اور اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہی
امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے نزدیک تاکہ جہالت نہ رہے سو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اسکی طرف کفایت کرتا ہی اور چہرہ کھول کر
دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہی پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب و قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہی اور اگر اسکے
ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہوئی اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہی
اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہون اور اسکو پہچانتے ہون تو فقط اسکا نام لینا
کفایت کرتا ہی اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہون تو اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہی کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ
جو بعضے لوگون مین معمول ہی کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتون کی کثرت ہوتی ہی
تو جائز نہین اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسے مقام مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سواے اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجیے
کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی حرین او حر و حرتین گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون
اور فقط عورتون کی گواہی سے نکاح نہوگا مکلفین دونون عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانون کی گواہی سے نکاح نہوگا سامعین معاً قولہما
علی الاصح دونون ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری
مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر
دونون گواہ سمجھتے ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہی بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب
اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونے کا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہوگیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مسلمین فی نکاح مسلمۃ ولو
فاسقین دونون گواہون کا مسلمان ہونا شرط ہی عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست
نہین او محدودین فی قذف او اعمیین یا دونون گواہون پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونون اندھے ہون تو بھی گواہی درست ہی
او ابنی الزوجین یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا ابنین
زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہ دوسری صورت اسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پھر دونون
نکاح ثانی کا ارادہ کرین او ابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بہما ای بالابنین ان ادعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے
گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹون کی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے
ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہو جائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہو اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی

تو اسکے بیٹون کی گواہی سے قاضی کے روبرو اُسکا دعوی ثابت نہ ہوگا اور اس صورت مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹون کی گواہی سے
اُسکا دعوی ثابت ہو جائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعوی ثابت نہوگا اور عورت کا دعوی ثابت ہو جائیگا
اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہے (کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین) ولو مخالفین لدینہا (وان لم تثبت النکاح
بہما مع انکارہ) جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگرچہ
عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیون کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ
کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیون کی گواہی سے دعوی اُسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست
نہین والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادت مین یہ ہے کہ جو شخص
مالک ہو سکتا ہے قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اُسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو انکا گواہ
ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتون کا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین (امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ
فزوجہا عند رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانہ یجعل عاقدا حکما امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اُسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اُس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا
حکماً یعنی جب باپ موجود ہوا اسی مجلس مین تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نہ رہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور
دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہو گئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے
روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح
نہین ہوتا (ولو زوج ابنتہ البالغۃ) العاقلۃ بحضرۃ شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ لانہا تجعل عاقدۃ والا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان
عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اُسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقدہ قرار دی جائیگی اور باپ اور
دوسرا مرد شاہد ہو جائینگے اور اگر اُسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہے شاہد نہین تو ایک
شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الآمر متی حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہ ہے کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور
عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہو جائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہو سکیگا ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقدہ
لئلا یشہد علی فعل نفسہ پھر شہادت مامور کی اسی صورت مین مقبول ہوگی جب تک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تا کہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات
کے فعل پر یعنی جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اُسوقت مین اُسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوج
المولی عبدہ البالغ بحضرتہ وواحد لم یجز علی الظاہر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اُسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز
ہوگا بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے ولو اذن لہ
فعقد بحضرۃ المولی ورجل صح والفرق لا یخفی اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین
تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہو گئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونون صورتون
مین ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہو چکا (ولو قال) رجل لآخر زوجتنی ابنتک فقال الآخر زوجت او قال نعم) مجیبا لہ لم یکن نکاحا ما لم یقل الموجب بعدہ
قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا

یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہ نکاح نہو گا جب تک ایجاب کرنے والا اُسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتنی کا استخبار اور استفہام ہی اور عقد نہین سابق مین ہو چکا کہ ہل اعطیتنیہا اور اعطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہی کہ قبلت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونون صورتون مین ہی اسکا جواب یہ ہی کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیۃ المدنی

بخلاف زوجنی فانہ توکیل برخلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کردے اور اُسنے کہا کہ مین نے نکاح کردیا تو بعد اسکے قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہی یعنے جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے تو اُسنے اسکو اپنے نکاح کا وکیل کردیا تو اب وجہت کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہی بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہی (غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ) عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین بدون حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہو گا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح نہو گا اور اگر عورت وہان موجود ہی تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اُسکے موجود ہونے اور اُسی کی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہی وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ

الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو

اور اُسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہی نام سے ولو لہ بنتان

اراد تزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیان ہون اور اُسنے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا کذا فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اُسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی و

لو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب الولی بحضرتہم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کردیا باپ نے یا اور ولی نے اُنکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہو جائینگے اسی روایت پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض

قبل النکاح ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے اس شرط پر کہ اسکی طلاق تیرے ہاتھ مین ہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا

اختیار نہوگا اور نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہی نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہین وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ اسکا نکاح فلانی عورت سے کردے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلا دو ہزار کا مہر مقرر

کردیا تو یہ نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہوجاوے ولو لم یعلم حتی دخل بہا

بقی الخیار بین اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہانتک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے مین اور باطل کردینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے ملیگا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح

موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کے برابر ہی تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہی کہ اسمین کمتر مہر ملتا ہی تزوج بشہادۃ

اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم صفار نے اُسکے کفر کا فتوے دیا ہی کفر اسکا دو دلیلون سے منقول ہی اول یہ کہ اُس نے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیون

پر مخصوص کی ہر اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہ ہر کہ جب اُسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حقتعالی کو خاص ہر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی فصل فی المحرمات اس فصل مین بیان ہر محرمات کا یعنے وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنے نو ہین قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہر یعنے نسبی سات عورتین حرام ہین ماں بیٹی۔ بہن۔ عمہ۔ خالا۔ بھتیجی۔ بھانجی۔ مصاہرۃ دوسری حرمت سُسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اُسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنون کو یا عورت اور اسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی حرمت مشترک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا او خال امۃ علی حرۃ ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنے زوجہ حُرّہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فہی سبعۃ ذکرہا المصنف بہذا الترتیب یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقیت التطلیق ثلثا و تعلق حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرہا فی الرجعۃ باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہر اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہر ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جابجا سے سب معلوم ہو سکتے ہین (حرم) علی المتزوج ذکرا کان او انثی نکاح (اصلہ و فرعہ) علا او نزل حرام ہر نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہر اگرچہ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتن ناتی پرناتن پرناتی وعلی ہذا القیاس (و بنت اخیہ) اور حرام ہر اپنی بھتیجی سے سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی (و اختہ) اور حرام ہر اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی (و بنتہا) اور حرام ہر اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنے اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے (و عمتہ) اور اپنی پھوپھی حرام ہر نکاح سے ہو یا زنا سے (و خالتہ) اور اپنی خالا حرام ہر نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا فہذہ السبعۃ مذکورۃ فی اٰیۃ حرمت علیکم امہاتکم سو یہ ساتون رشتے محرمات کے حرمت علیکم امہاتکم کی آیت مین مذکور ہین ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتہما الاشقاء وغیرہن اور داخل ہر عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی کی عمہ اور ان دونون کی خالہ سوائے اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اُسکا بیان ترجمہ مین مفصل ہو چکا واما عمۃ امہ و خالۃ خالۃ ابیہ فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہر اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہر تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہر تو عمہ کی عمہ حرام ہر اسواسطے کہ عمہ یہان عبارت ہر باپ کی بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہر ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہر اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہر تو اُسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہین اور اُسکی خالہ یا مادری خالہ ہر تو اس صورت مین خالہ کی خالہ حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا شارح کا یون کہنا

مناسب تھا وامّا عمّۃ العمّۃ لام تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مراد واضح ہوجاتا کبنت عمّۃ وعمّتہ وخالۃ وخالتہ واحل لکم ما وراء ذالکم
چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حقتعالی کے کہ حلال کردیا گیا تمپر سواے اسکے اول حقتعالی نے
محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سواے ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بٹیاں اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی
خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی (و) حَرُم) بالمصاهرۃ (بنت زوجتہ الموطوءۃ) اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی
زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہے (و ام زوجتہ) جدّاتها مطلقًا بمجرد العقد
الصحیح (وان لم توطأ زوجتہ) اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ
زوجہ سے جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی جبتک جماع یا مساس غیرہ نہو اہو لما تقرر ان وطی الامہات
یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلاقید اسواسطے ہے کہ ثابت ہوچکا ہے شرع میں
کہ ماؤں کا جماع بیٹیوں کو حرام کردیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کردیتا ہے ماؤں کو چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف
مصرح ہیں ویدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ اور ربیب کی بیٹیوں کی حرمت (وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول
عند ابی حنیفۃ رح واقرہ المصنف اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمۃ اللہ کے تو فقط
مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہوگی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہے (و زوجۃ اصلہ) اور حرام ہے
اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع انسے کیا ہو یا نہ کیا (و فرعہ) مطلقًا ولو بعیدًا دخل بہا اولا اور
حرام ہے مطلقًا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنی بیٹے اور
پوتے کی زوجہ باپ اور دادے پر حرام ہے جماع یہاں مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیے واما بنت زوجۃ ابیہ وابنہ فحلال اور اپنے باپ کی
زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں سو حلال ہے اسواسطے کہ دونوں میں
خون کا میل نہیں (و حرم الکل مما مر تحریمہ نسبا و مصاهرۃ رضاعا) الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہیں سب شے جنکی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہوئی شیرخوارگی سے
مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنی ہے چنانچہ انکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں خلاصہ یہ کہ دایہ کی
سب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہیں اور شیرخوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت میں موجود ہے بیت
از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند * وز جانب شیرخوار زوجان و فروع * فروع تقع مغالطۃ چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہے جنکے جواب دینے میں خطا
کا احتمال ہے طلق امرأتہ تطلیقتین ولها منہ لبن فاعتدت فنکحت صغیرا فارضعتہ فحرمت علیہ فنکحت آخر فدخل بها فابانها فهل تعود للاول واحدۃ ام بثلث الجواب
لا تعود الیہ ابدا لصیرورتها علیہ ابنہ رضاعا ایک مرد ہے جسنے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اس مرد کے نطفے سے پھر عدت کے بعد اسنے
نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اسنے اسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی اسپر پھر اسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اسنے عورت سے جماع کیا پھر اسنے
اسکو طلاق بائن دی سو یہ عورت کیا پھر نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے یعنی شوہر اول دو بار طلاق دے چکا تھا
سو دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی
شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہیں ہوسکتی شری امۃ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ وطیها خرید کی
اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اسکی وطی حلال نہیں اگر اسکو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی تزوج بکرا فوجدها ثیبا وقالت ابوک فضنی

صدّقہا بانت بلا مہرٍ والا لا شمنے نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اُسکو باکرہ نہ پایا پھر اُسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالۂ بکارت کیا اُسنے جواب دیا کہ تیرے
باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اُسنے اول
کیوں نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اُسکو رکھے چاہے چھوڑ دے و حرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ اور بھی حرام ہی
سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اُسکی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہین اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے
حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفسا کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی تو
اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی و اصل ممسوستہ لشہوۃ ولو لشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارۃ اور حرام ہی اصل
اُس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوئے بالوں کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان مین حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول
کی مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالوں کا مساس حرمت کا سبب نہین اور اسی طرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہی ممسوسہ
کی اصول کو حرام نہین کرتا و اصل ماستہ و ناظرۃ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدوّر الداخل ولو نظرہ من زجاج او من ماہی فیہ اور حرام
ہی اصل اُس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلۂ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اُس عورت کی اصل حرام ہی جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو
مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اُس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہی سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ مین دیکھی یا عورت
حوض پر بیٹھی ہو اور اُسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اُسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہین ہوتی و فروعہن
مطلقاً اور فروع اُن محرمات مذکورہ کے حرام ہین مطلقاً یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہین ویسے فروع
بھی حرام ہین اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہون اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہون والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدہما
اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہی نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہو گی تو حرمت مذکورہ ثابت ہو گی
اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی اور مقدار شہوت کی
مساس اور نظر مین یہ ہی کہ آلۂ تناسل جنبش مین آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جائے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی
روایت پر فتویٰ ہی کذا فی بحر الرائق وفی امراۃ ونحو شیخ کبیر تحرک القلب او زیادتہ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے مرد مین یہ ہی کہ دل مین
جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جائے شیخ کے مانند مین عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے وفی الجوہرۃ
لا یشترط فی نظر الفرج تحریک آلتہ بہ یفتی اور جوہرہ مین یہ روایت ہی کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے مین جنبش آلۂ تناسل کی شرط نہین اسی پر
فتوے ہی ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمتہ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ یہ حرمت مساس اور نظر کی اُسوقت تک ہی جب تک انزال
نہین ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہین اسی پر فتوے دیا ہی ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب
حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جب تک انزال نہین ہوا تو جماع کی خواہش ہی اسواسطے اسکو قائم مقام جماع کے کر دیا ہی بخلاف انزال کے کہ اُسوقت
مطلق خواہش جماع کی نہین ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیتہ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی الخلاصۃ وطی اخت امراتہ لا تحرم علیہ
امراتہ اور خلاصہ مین یہ ہی جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اُسکی زوجہ کو اُسپر حرام نہین کر دیتا یعنی مصاہرت کی حرمت سواے فروع اور اصول کے
اور کہین ثابت نہین ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہو گئی لیکن اگر وطی بالشبہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہی
اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہی کذا فی حاشیتہ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل من مراٰۃ او ماء لان المرئی مثالہ

بالانعکاس لاھو حرام نہین اصول اور فروع اس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی
انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہین ہوتی ہذا اذا کانت حیۃ مشتہاۃ ولو ماضیا اما غیرہا
یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوطی وبر مطلقا یہ حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہی کہ عورت زندہ لائق
شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی مین لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڑھی بدشکل اور اگر سوائے اسکے ہو یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے
چھوٹی ہو تو اسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہین ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہین اگر کوئی
سوال کرے کہ یہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمین بھی مساس کامل موجود ہے اسکا
جواب بحر الرائق مین یون دیا ہے کہ واقع مین علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس
جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام مین اُسکا مطلق احتمال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکما لو افضاہا العدم تیقن کونہ فی الفرج مالم تحبل منہ اور اسی طرح
اگر مرد نے اُس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر کا پردہ پھٹ کر ایک ہو گئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہین اس بات
کا کہ جماع قبل مین واقع ہوا یعنی جب دونون مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل مین ہوا دبر مین نہوا اس صورت مین حرمت اسوقت
ہوگی جب عورت اُس سے حاملہ ہو جائے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا ونکاح یعنے میت اور صغیرہ کے جماع حرمت سے
ثابت نہین اسمین زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہین فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا وانقضت عدتہا وتزوجت باٰخر جاز لہ
ای للاول التزوج بنتہا لعدم الاشتہاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہین پھر اُس سے صحبت کی پھر اسکو طلاق
دی اور اُسکی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونے کے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اُس عورت کی بیٹی سے
نکاح کر لے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون اشتہا کے ثابت نہین ہوتی لیکن اُس عورت کی
مان شوہر اول پر بلا شبہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا۔ وکذا تشترط الشہوۃ فے الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح
اور اسی طرح حرمت مصاہرت مین شرط ہے کہ شہوت ہو مرد مین بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہین تو باپ کی زوجہ
باپ پر حرام نہو گی کذا فی فتح القدیر یعنے لسبب عدم شہوت کے بہو نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جائے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشہوۃ
بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ اور مسائل مذکورہ مین کچھ فرق نہین مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوکنے
اور زبردستی کے یعنے ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہان سب برابر ہین فلو ایقظ زوجتہ
او ایقظتہ ہی لجماعہا فمست یدہ بنتہا المشتہاۃ او یدہا ابنہ حرمت الام ابداً فتح سو اگر جگا یا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے
پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اسی عورت سے بیٹا ہو یا
اور سے تو مان ہمیشہ کو حرام باپ پر ہو جائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمداً در خطاء دونون برابر ہین
قبل ام امراتہ فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرہ حرمت علیہ امراتہ مالم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی
زوجہ کی مان کا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائیگی اُسپر زوجہ اُسکی جب تک شہوت نہونا ظاہر نہو گو بوسہ منھ پر لیا ہو
چنانچہ ذخیرہ مین اُسکا مصنف یون ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہو گی تو زوجہ حرام نہو گی اگرچہ منھ پر بوسہ لیا ہو
محشیون نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمین شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ مین عموم مذکور نہین اگرچہ عموم اور معتبر کتابون مین

مثل بحرالرائق وغیرہ کے موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المس لاتحرم مالم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف المس اور خوشدامن
کے مساس کرنے مین مرد پر زوجہ حرام نہین ہوتی جب تک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کے مساس سے زوجہ
حرام ہوگی تقبیل مین شہوت شرط نہوئی اور مساس مین ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل مین شہوت ہی یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہی بخلاف مساس کے کہ
اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہی والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص والعض لشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہی
یعنی معانقہ مین بھی اصل شہوت ہی تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جب تک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح ہی شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے
کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اسکو گلے لگایا یا اُسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اُسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجائیگی اور اگر ان
امور کے ساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت ثابت نہوگی اور کفایت کرتی ہی شہوت اِن امور مین دو مین سے ایک کی یعنے اِن امور مین عورت مرد
دونون کو شہوت ہونا ضرور نہین ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیۃ اور اِن امور مین
قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہی کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ قبل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ مین ہی کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو ماں
اُسکی اُسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لایکون زنا اور حرمت
مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہین جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہین بدون چھوڑدینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت
گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہی اور قربت کرنا اس حرمت مین زنا نہوگا یعنے زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اُسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر لفرج ابنتہ لشہوۃ یوجب حرمۃ امراتہ خانیہ مین ہی کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اُسکی زوجہ کو اُسپر
حرام کردیتا ہی وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسی طرح اگر بیٹی ڈری ور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے
مین پھر باپ کو اُس سے شہوت ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اُس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہین کیا تو فقط گھس جانے
سے حرمت ثابت نہین ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اُسکی نو برس سے کم ہی
وہ مشتہاۃ نہین یعنے لائق شہوت کے نہین اسی روایت پر فتوے ہی موٹی اور دُبلی ہونے کا کچھ فرق نہین وان ادعت الشہوۃ فی
تقبیلہ او تقبیلہا ابنتہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لاہی اور اگر دعوے کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے مین یا اپنے بوسہ لینے مین شوہر کے
بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہان شوہر کی تصدیق کی جائیگی نہ عورت کی یعنے اگر زوجہ نے دعوے کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا
بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یون دعوی کیا کہ مین نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہو تو شوہر کے
قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنے اس صورت مین حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا منتشرا آلتہ فیعانقہا القرینۃ کذبہ
او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اُسوقت نہوگی جب شوہر اُٹھے زوجہ
کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی مین پھر اُسکو گلے لگاوے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہ ہوگی کہ اُسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہی یا مرد عورت
کی چھاتی پکڑلے یا اُسکے ساتھ سوار ہو یا اُسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اُسکے منھ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے جوہرہ مین یعنے ان صورتون مین
اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہ تھی تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی وفی الفتح یترای الحاق الخدین بالفم اور
فتح القدیر مین ہی کہ رائے مین آتا ہی ملانا دونون رخسارون کا منھ کے ساتھ یعنے قیاس مین یون آتا ہی کہ رخسارون کا بوسہ لینا اور لبون کا
بوسہ لینا حکم مین برابر ہی وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امراتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ہازلا اور خلاصہ

ہین ہی کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تونے اپنی خوشدامن سے کیا سو اُسنے کہا کہ مین نے اُس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جاییگی اور اُسکے کاذب
ہونے کی تصدیق نہ کیجاییگی اگرچہ اُسنے ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشہادۃ علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے
اور بوسہ لینے کے اقرار پر یعنی مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب وجہ نے اُسکا دعوی
کیا تو مرد منکر ہو گیا تو اس صورت مین اُسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جاییگی وکذا تقبل علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکرہ او
فرجہا عن شہوۃ فی المختار تجنیس لان الشہوۃ مما یوقف علیہا فی الجملۃ بانتشار او آثار - اور اسی طرح سے مقبول ہی گواہی خود چھونے اور بوسہ
لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنا بر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہی جسپر فی الجملہ
اطلاع ہو سکتی ہی آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا اور حرام ہی جمع کرنا محرم عورتون کا
نکاح مین یعنی عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی
ہون یا رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اُسکی بہن سے
نکاح صحیح کیا تو درست ہی اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وعدۃ ولو من طلاق بائن اور حرام ہی جمع کرنا محارم کا
عدت مین اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جبتک عدت نہو چکے تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا
درست نہین وحرم الجمع وطیا بملک یمین اور حرام ہی جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اُسکی بہن یا
خالہ پھوپھی کو ساتھ تصرف مین نہ لائے بین امرأتین ایتہما فرضت ذکرا لم تحل لہ الاخری ابدا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے
جمع کرنا اُن دو عورتون مین حرام ہی کہ اُن دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اُسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اُسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے
تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہ ہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہ ہوگا اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کا حال ہی لحدیث مسلم
لا تنکح المرأۃ علی عمتہا وہو مشہور یصلح مخصصا للکتاب جمع کرنا دو عورتون کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہی صلاحیت رکھتی ہی کہ قرآن کی مخصص ہو جاوے یعنی ہرچند
قرآن مجید مین سواے جمع بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لکم ما وراء ذلکم سے حلت معلوم ہوتی ہی لیکن عموم آیت
کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہو چکا ہی کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہی تیسیر الاصول مین
صحاح ستہ سے ابوہریرہ رض کی روایت موجود ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور عورت کا اُسکی
خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہی چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فجاز الجمع بین امرأۃ
وبنت زوجہا او امرأۃ ابنہا وامۃ ثم سیدتہا لانہ لو فرضت المرأۃ او امرأۃ الابن او السیدۃ ذکرا لم یحرم بخلاف عکسہ تو جائز ہی جمع کرنا عورت
مین اور اُسکے شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہی جمع عورت مین اور اُسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہی جمع کرنا لونڈی مین پھر اُسکے مالک کی بی بی مین
اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اُسکے برخلاف مین حرمت ہی یعنے جمع کرنا
اُن دو عورتون کا حرام ہی جنکے مرد فرض کرنے سے دونون طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہی دوسری طرف سے
نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اُسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد
فرض کیجیے تو البتہ اُسپر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت مین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اُسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد کیجیے

تو البتہ بہو حرام ہو گی اور تیسری صورت مین اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائیے تو البتہ بی بی حرام ہو گی فان
تزوج بنکاح صحیح اخت امتہ قد وطیہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم حل استمتاع احدہما علیہ بسبب ما پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی
کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین لا چکا ہو تو نکاح اُسکی بہن کا صحیح ہو گا لیکن دونون مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر
کسی سبب سے حرام نہ کرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان للعقد حکم الوطی
حتی لو نکح مشرقی مغربیۃ یثبت نسب اولادہا منہ لثبوت الوطی حکما لونڈی یا اُسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہو یہان تک
کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اُسکے ولی نے مشرق مین نکاح کر دیا تو ثابت ہو گا اُس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے
واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہو دلو لم یکن وطی الامۃ لہ
وطی المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہو کہ اُسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین ودواعی الوطی کالوطی
ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے ساتھ یا تقبیل بشہوت کیا پھر اُسکی بہن سے نکاح کیا
تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہ ہو گی وان تزوجہما معاً ای الاختین او من بمعناہما او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق
بینہ وبینہما ویکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھ ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کے مانند
ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنے ہر ایک سے ایجاب و قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کی جائیگی درمیان مرد
اور دونون عورتون کے اور یہ جدائی طلاق ہو ویگی نہ فسخ یعنے اسمین طلاق کے احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولہما نصف المہر یعنی فی مسئلۃ
النسیان اذ الحکم فی تزوجہما معاً البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ اور واجب ہو گا اُن دونون بہنون کے واسطے آدھا مہر
یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہو جہان دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونون کے ساتھ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ
واجب ہونے مہر کا حکم ہو مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہو گا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ مین مصرح ہو سو اس مقام مین آگاہ ہنا ہو کا نہ کہا ناوہذا ان کان مہراہما
متساویین قدرا وجنسا وہو مسمی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول او ادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما اور یہ وجوب نصف مہر کا
اُسوقت ہو کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار مین اور ایک جنس ہونے مین اور مہر معین ہو گیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک
عورت دعوے کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے گواہ نہون فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمیین
سو اگر مختلف ہون دونون کے مہر پھر اگر دونون کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اُسکا چوتھائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا
مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہ معلوم ہو کہ ایک کا مثلاً ہزار ہو اور دوسری کا دو ہزار تو اس صورت مین ہر ایک عورت کو دونون مہر سے جو کمتر ہو
اُسکا نصف نصف ملیگا مثلاً ہزار دو ہزار سے کم ہو تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر
مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہو دونون کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل
لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونون بہنون کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہو گا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ
یعلم حکم دخولہ بواحدۃ اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہو گیا یعنے اگر دونون عورتون کی جدائی ایک عورت سے
مدخول ہونے کے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاویگی وکذا الحکم فیما جمعہما من المحارم فی نکاح یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہو ویسا ہی
حکم جمع بین المحارم ہو نکاح مین اسی تفصیل سے جسکا بیان ہو چکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہو نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی

ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہی اور یہان حرمت سے یہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہی کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آوینگے **والعبد بسیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ** اور حرام ہی نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک ہونا مخالف ہی مالک ہونے کے یعنے غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہی اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہی پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونے کا مقتضی ہی سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے **نعم لو فعلہ المولی احتیاطاً کان حسناً وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ وکونہا محل** ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرّہ یعنے آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہو جاتا ہی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہ ہی کہ اس لونڈی کو پانچوین یا مثل اُسکے نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرے یعنی اگر بالفرض اسکے نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہون تو ئی کو پانچوین نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حُرّہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہی کہ مولے کے لیے احتیاط یہی ہی کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نہ کرے اور فتاوے عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے روایت یون ہی کہ علما نے کہا ہی کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہی کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرے تاکہ اگر حرّہ ہو تو جماع اُسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور بزازیہ مین ہی کہ اگر لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہی کہ اُس سے نکاح کرے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حُرّہ ہی تو نکاح سے حرمت وطی کی جلائی رہی اور اگر لونڈی ہی تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولی پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع** اور حرام ہی نکاح عورت مشرک بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہی کہ آفتاب پرست بت پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہی کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام اُن سب کو شامل ہی اور بحر الرائق مین بھی اس قسم کا مضمون ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا** اور صحیح ہی نکاح کتاب والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہی بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہی لیکن بہتر یہی کہ نہ کرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہی تاکہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جاوین کذا فی حاشیۃ المدنی **مومنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقد والمسیح الٰہا** کتابیہ سے مراد وہ عورت ہی جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصارے اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا (لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین) اسواسطے کہ عطف دلیل ہی مغایرت کی **وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر** یعنے جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہی ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہی بنا بر مذہب قوی کے کذا فی بحر الرائق **وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لانکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث** اور صاحب نہر الفائق نے نہر مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہوگئی ہی تکفیر اُنکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام کا کہ قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الٰہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیون کے سب فرقے اور معتزلیون کے سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہی اور مرد کافر ہی حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقاً ناجائز کہا تو رافضی اُنکے برابر ہونگے یا اُنسے بھی بدتر فاضل رملی نے انکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اُنکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے

ناجائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہی اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اُنکے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا تو اہل کتاب عیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہ ہی کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہو اور جو شبہات سے بچا اُسنے اپنا دین بچایا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہین صحیح ہی نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہی کفار کا اُنکے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہی صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہی اگر انکو کسی نبی کا ایمان ہو اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطے کہ مشرک ہین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہی نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اُسکی وطی حلال ہی ملک یمین سے اسی پر اجماع ہی چارون امامون کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہ ہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن و ہو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہی اور متن کے نسخون مین ثابت ہی اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہی تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین والمحرمۃ بحج او عمرۃ ولو بمحرم عطف علی کتابیۃ فتنبہ اور صحیح ہی نکاح اُس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہی لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہی تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہی کتاب کے لکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اُلٹا ہو جائے والامۃ ولو کانت کتابیۃ او مع طول الحرۃ اور صحیح ہی نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور رہو یعنی اُسکے مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہی والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہی کہ جو وطی حلال ہی ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہی اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہی تو نکاح سے بھی حلال ہی اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہی تو نکاح سے بھی جائز ہی اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہی اسواسطے کہ اُنکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہی اور حلت کراہت تحریمی کے مبائن ہی اور صحاح ستہ مین ابن عباس رض کی روایت سے ثابت ہی کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے حضرت میمونہ رض سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اُسکے تابع شارح کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلاً وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہی نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہی لا یصح عکسہ اور اُسکا عکس صحیح نہین یعنے اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث ہی کہ منع کیا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہی اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اُسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہی اسواسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہ ہوگئی تو حرہ پر ادخال امۃ نلازم آیا کہ نادرست ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اور اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ

حرہ سے ایک عقد مین تو صحیح ہو گیا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈیون کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ
اور لونڈی کا ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیون کا نکاح صحیح ہو گیا **وصح نكاح اربع
من الحرائر والاماء فقط للحر لا اكثر** اور صحیح ہی نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حُر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین **وله التسري بما شاء
من الاماء** اور جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کے واسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنی لونڈیون کی مقدار مقرر نہین فلو له اربع من الحرائر والف سرية واراد شراء
اخرى فلامه رجل خيف عليه الكفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اسکو
کوئی مرد ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہی اسواسطے کہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر گنتی ہی نہین ملامت نہین تو اسکا ملامت
کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسري فقالت امرأته اقتل نفسي لا يمتنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے
لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع مین
حلال ہی یعنی باز رہنا اسپر واجب نہین لكن لو ترك لئلا يغمها يوجر لحديث من رق لامتي رق الله له بزازية لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے
ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالی اُسپر رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابوداود مین موجود ہی حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر
رحمن رحم کرتا ہی زمین والون پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر سے حدیث قدسی نوع نقل کی حق تعالی فرماتا ہی
کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو **ونصفها للعبد ولو مدبرا ويمنع عليه غير ذلك فلا تحل له التسري لانه لا يملك الا الطلاق**
اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اُسکے نصف کا غلام کو صحیح ہی یعنے دو حرہ کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اسپر اسکے سوا تو حلال
نہین اُسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سواے طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام و مدبر اُسکو کہتے ہین جسکو
مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی **وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره** اى الزنا لثبوت نسبه ولو من حربي او سيدها المقر به اور صحیح ہی
نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہی زنا کے سواے اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے
ایسے مالک سے جو اُسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہی اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی
دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشية المدنی **وان حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع** متصل بالمسألة الاولى اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ
حرام ہی لڑکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہی یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہی وطی درست نہین اسکے سواے اور حاملہ کا نہ نکاح
درست نہ وطی لئلا يسقي ماءه زرع غيره اى الشعر ينبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہی کہ نہ سینچے اسکا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی کھیتی مین اس
کہ بال اس سے جمتے ہین یعنے زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشية المدنی **فرع** لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا والولد له ولزمه
النفقة یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اسکو اُس سے وطی کرنا باتفاق حنفی رح اور شافعی رح کے حلال
اور بیٹا اُسی کا ہوگا اور اُسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اسکو حلال ہی بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت
جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگرچہ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو ثابت النسب نہوگا ولو زوج امته او ام ولده الحامل
بعد علمه قبل اقراره به جاز وكان نفيا للولد نهر عن التوشيح اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل
اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود اُسکے علم نفی کے ہی ولد کے اپنے نسب سے کذا فی النہر عن التوشیح

نکاح الموطوءۃ بملک یمین ادر صحیح ہی نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اُسکے تصرف مین رہا کرتی تھی پھر اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کردیا تو درست ہی بشرطیکہ حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی توی فراش مالک کی نہین یہانتک کہ اگر اُسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولی کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے ولا یستبرئہا زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اُسکا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہی اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہی اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہی کہ بدون ایکبار حیض ہونے کے صحبت نکرنا بل سیدہا وجوبا علی الصحیح ذخیرۃ بلکہ اُسکے مالک پر واجب ہی استبرا نکاح کردینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرۃ او الموطوءۃ بزنا ای جاز نکاح الزانیۃ وان رآہا تزنی ولہ وطیہا بلا استبراء یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اسکا نکاح صحیح ہی یعنے زانیہ کا نکاح جائز ہی اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اسکو جائز ہی وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا واما قولہ تعالے الزانیۃ لا ینکحہا الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم) اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا یعنے نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہ ہی کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی یعنی زانیہ ہی حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اُسکو اُسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہی مین اُسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اُس سے یعنی نہ طلاق دے اور اسکو صحبت مین رکھ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اس مضمون کی حدیث ابو داؤد اور نسائی مین موجود ہی ابن عباس کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا یجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسط المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر مین ہی کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اُسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی کی نہ کرسکینگے تو کچھ مضائقہ نہین دونون کی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ مین ہی کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہی بدون حیض ہو جانے کے تو وہ روایت ضعیف ہی چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وصح نکاح المضمومۃ الی محرمۃ اور صحیح ہی نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہی اور دوسری حرام ہو اُن دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا اور محرم کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنی دونون کا مہر اُسی کو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اُسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہی نکاح متعہ کا متعہ اُسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھ سے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون مین قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہوگیا چنانچہ صحیح مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ اے لوگو مین نے تمکو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اُسکو حرام کردیا قیامت کے دن تک ابن عباس رض اول حلت متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہی تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہی چنانچہ مضمرات مین موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وموقت اور باطل ہی نکاح موقت یعنی مدت مقرر کرنا نکاح مین اُسکو نکاح موقت کہتے ہین نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہی متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہی اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہی اور متعہ مین تعیین مقدار

مہر کی لازم ہو موقت مین نہین اور متعہ مین گواہ شرط نہین بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہو اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہین اگر نکاح کیا عورت سے
اس شرط پر کہ اسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہو نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع مین ہوئی نہ نکاح مین تو شرط باطل ہو گی اور
نکاح صحیح ہو گا بخلاف نکاح موقت کے کہ اسمین خود نکاح مشروط ہو او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین
تک رہنے کی یعنی یہ بھی نکاح موقت مین داخل نہین ولا باس بتزوج النہاریات عینی اور کچھ مضائقہ نہین نہاریات کے نکاح مین کذا فی العینی نہاریات
وہ عورتین جنکے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو ویحل لہ وطی امراۃ ادعت علیہ عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای الحال انہا محل
للانشاء ای لانشاء النکاح خلیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہو مرد کو وطی اس عورت
کی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہو وجود نکاح کی حلال ہو محرم نہین خالی ہو موانع نکاح
سے یعنی مثلا غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہین اور حکم کر دیا قاضی نے اسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی ان گواہون کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت
مرد نے اس سے نہین نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونون جھوٹے سو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہو گا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن مین بھی نزدیک
امام اعظم رح کے نافذ ہو گا یعنی بلا تردد وطی حلال ہو گی امام اعظم رح کی یہ دلیل ہو کہ ایک مرد نے گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی کے روبرو
حضرت نے اسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوے اسکا جھوٹھا ہو چارونا چار اگر یہی حکم منظور ہو تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علی رض نے
فرمایا کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا یعنے اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح نہ تھا تو بھی بہ شہادت شہود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافا لہما اور اسی طرح سے حلال ہو وطی مرد کو اگر خود اسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور
گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت مین دعوی باطل سے عورت گنہگار ہو گی اور صورت ثانی مین مرد ہو گا اور یہ قول حلت وطی کا خلاف ہو
صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ انکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ مین
بروایت مواہب صاحبین رح کے قول پر فتوی ہو احتیاط اسی مین ہے کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا
شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت زور ہو قضا نافذ ہو گی اور حلال ہو گا عورت کا نکاح کر لینا دوسرے مرد سے
عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہو کہ اس نے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقینا جانتی ہو
کہ اسکے شوہر نے طلاق نہین دی وحل للشاہد زورا تزوجہا وحرمت علی الاول اور حلال ہو شاہد زور کو نکاح کر لینا اس عورت کا اسواسطے
کہ قضا نافذ ہو گئی ظاہر اور باطن مین اور حرام ہوئی عورت پہلے شوہر پر وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وہی من
فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجی اور نزدیک ابو یوسف رحمہ اللہ کے دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد رح کے
شوہر اول پر حلال ہو جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہو گی بسبب وجوب عدت کے اور یہ مسئلہ نکاح اور
طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہو چنانچہ آگے کتاب القضاء مین آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا معلق
کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہو جو حلف واقع ہوتے ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح
ان مین سے نہین کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا

اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہی کہ شرط واقع ہو
یا نہ ہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوا اسکے مین موجود ہی چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ
اور فتاوی ابو اللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ مین مصرح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وما فی الدرر ففیہ نظر اور جو روایت درر مین ہی سو اسمین بحث
اور نظر ہی یعنے مخالف ہی فقہا کے لائق اسناد کے نہین صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر مین جائیگی تو فلانے
سے تیرا نکاح کردونگا اور فلانے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہی اور نکاح صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافۃ الی المستقبل کتزوجتک
غداً او بعد غد لم تصح اور نہین صحیح ہی اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسون تو نہ
صحیح ہوگا ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے
کہ مہر نہ دونگا یا اپنا گھر مجھکو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل
الشرط بخلاف ما لو علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہی نہ نکاح یعنے اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے کہ
اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہے اس مقام مین فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہی کہ ناواقفون
کو حیرانی نرہے معلق علی الشرط سے یہ مراد ہی کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحصل الوجود جیسے کسیکی دل کی خوشی یا دخول دار یا ہوا چلنا یا پانی
کا برسنا یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اُسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہی کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح
کے مخالف ہی جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان یعلقہ بشرط ماض کائن لا محالۃ مگر نکاح معلق اُسوقت درست ہی جب اُسکی تعلیق کرے
شرط ماضی موجود بلا تردد پر یعنے سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب وقبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کردیا
بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فوراً زید آگیا تو نکاح منعقد ہوجائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون تحقیقاً فینعقد للحال
کائن خطب بنتا لابنہ فقال ابوہا زوجتہا قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتہا من فلان فقد زوجتہا لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلیقہ بموجود
یعنے جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہوگیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہوجائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے
کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اُسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجھسے پہلے اُسکا نکاح کرچکا ہون فلانے شخص سے سو اُسنے اُسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے
باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانے شخص سے نہین نکاح کردیا تو البتہ اُسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اُسے قبول کیا پھر اُسکا کذب معلوم ہوگیا خود
اُسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہوگیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح
نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ محقق ہوگیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا
ذکرہ جوی زادہ وعمہ المصنف بحثاً اور اسی طرح نکاح صحیح ہو جاویگا جب معلق علیہ یعنی جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین پایا
جاوے جیسا کہ اُسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخون مین جوی زادہ کے مقام پر خواہرزادہ مرقوم ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو عام
رکھا ہی بحث کرکے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہو اور وہ شخص
مجلس مین حاضر تھا سو بولا کہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر یون کہا کہ مین
نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہی اور نکاح تعلیق کا احتمال
نہین رکھتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جبتک کہ وہ راضی نہو

اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب والحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق میں کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہاہی کہ حق یہ ہی کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہیں خواہ باپ مجلس مین حاضر ہوکر راضی ہویا نہ راضی ہوا اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہیں اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہی کہ قاضی خان اسکی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الولی

یہ باب ہی تعریف اور احکام ولی مین ہو لغۃً خلاف العدو وعرفاً العارف باللہ تعالی وشرعاً البالغ العاقل الوارث ولو فاسقاً علی المذہب مالم یکن متہتکا ولی لغت مین بمعنے دوست ہی خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنابر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ درحرمت کھونے والا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک اور عبد داخل نہیں اسواسطے کہ وارث نہیں تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ اُنکو تعریف مین داخل کرتے فخرج نحو صبی ووصی مطلقاً علی المذہب تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقاً بنابر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقاً ولایت نکاح کی نہیں خواہ اسکو نکاح کردینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرۃ کا ولی نہیں والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہی جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اسکا قول نافذ ہوجائے فتثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ سو ثابت ہی ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کردے دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کردے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کردے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی کردے شاء اوابی الغیر راضی ہو یا ناراضی یعنی ولی کا قول بہر صورت غیر پر نافذ ہی وہ خوش ہو یا ناخوش ہی وہی نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکراً اور ولایت بیان نکاح مین دو قسم ہی ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہیں پہونچتا نکاح مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہی کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا ومعتوہۃ ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہی چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری ہو اور ولایت جبری ہو بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہی گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ النکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنے اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنے ولی شرط ہی صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون اولیاء کے صحیح نہیں فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین اسواسطے کہ اُسپر ولایت استحبابی ہی جبری نہیں اور یہی مذہب ہی امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا اور محمدؒ نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک عورتون کو بدون اولیاء کے نکاح کا اختیار نہیں اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی لانکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہ ہی کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہی کما قال تعالی (لاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن) اور حدیث لانکاح الا بولی صحیح نہیں بلکہ مضطرب ہی بخاری اور یحیے بن معین نے کہا کہ اسباب مین یعنے اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث نہیں ثابت چنانچہ زیلعی نے

اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہی نہ جواز کی توفیقا بین الادلۃ اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان
نہین ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہی چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہی خود اپنی ولایت سے اور
صحیح مسلم مین حدیث مرفوع موجود ہی کہ (الایم احق بنفسہا من ولیہا) یعنے عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہی بنسبت اپنے ولی کے ایم کہتے ہین
عورت بے شوہر کو انہین باکرہ اور غیر باکرہ دونون شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہین اسکو خود اختیار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل ان
کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو اپنے مال مین تصرف کر سکتا ہی وہ اپنی ذات مین بھی تصرف کر سکتا ہی اور جسکو اپنے مال مین
تصرف نہین اسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہین سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہی تو اپنے نکاح مین بھی اختیار ہی اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال مین اختیار
نہین تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہین ولہ ای للولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی الاعتراض
فی غیر الکفو اور جائز ہی ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جا کر نکاح
کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئے عصبہ کی قید سے ذوی الارحام اور مان اور قاضی یعنی انکو اعتراض کا حق نہین وتتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے
تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا پھر عورت نے اسکو پھیر کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہان بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے
کہ نکاح اول کی رضا سے لازم نہین آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی مالم لیسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کردے قاضی بشرطیکہ
سکوت نہ کیا ہو ولی نے یہان تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہو تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا تا کہ لڑکا نہ ضایع ہو معلوم ہوا کہ بدون
قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہین اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہینگے سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو
عورت کو مہر معین ملیگا اور اسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کی طرف سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن الخانیۃ وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہی حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنے اگر ولی ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہوگئی تو حق فسخ کا ساقط
ہو گیا اور یہ تجویز ہی صاحب درر کی ویفتی ای غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وہو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو
سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلا جائز نہین اور یہی روایت پسندیدہ ہی فتوے دینے کے واسطے اور یہی روایت کی ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح
سے کہ اگر زوج کفو ہی تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہی تو ہرگز نافذ نہ ہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین مختار فتوی ہونے
کے واسطے حسن کی روایت ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہی لفساد الزمان عدم جواز پر فتوے ہوا بسبب فساد زمانہ کے
نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا ہی کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہی نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہی فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفۃ
ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کی حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جس نے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو سو اسکو
یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر غیر کفو مین کثیر الوقوع ہی یعنے جب فتوے ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلاثہ نہ
حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی
کے اور نہر الفائق مین بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی امام اعظم رح کے قول پر ہی بسبب قوت دلیل کے یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون
مرضی ولی کے تو جائز ہی باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ مین فتوی مختلف ہی سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناء علی الاول ہو ظاہر الروایۃ
فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ لکل کملا او بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد
کے سب کے راضی ہونے کے برابر ہی اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہی یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض نسب کو لحاظ کرنا نہین دقوددہ

مستحقه فی الوقعة مانند ولایت امان اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانون کو اسکا تعرض نہین پہونچتا اور یہی طرح اگر ایک ولی نے قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نہ رہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجة والا فللاقرب منهم حق الفسخ ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہو اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا البعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہو فسخ کا یعنے اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہو وان لم یکن لها ولی فهو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقاً اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہو مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک وقبضه ای ولی له حق الاعتراض المهر ونحوه ممایدل علی الرضا رضا دلالة ان کان عدم الکفاءة ثابتاً عند القاضی قبل مخاصمة والا لایکون رضا اور قبض کرنا اُس ولی کا جسکو حق اعتراض ہو مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہو باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفارت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفارت قاضی کے نزدیک ثابت نہین نالش سے پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لایکون سکوته رضا مالم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہ مسئلہ سابق ہو چکا واما تصدیقه بانه کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہو ساقط نہین کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا فی المبسوط ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہونچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بواسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونے سے فان استاذنها هو ای الولی وهو السنة او وکیله او رسوله او زوجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسکتت عن رده مختارة پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہو یا ولی کے وکیل نے یا اسکی پیغامی نے اجازت مانگی یا اُسکا نکاح کر دیا اُسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے اُسنے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہو گیا ایسا سکوت عذر بے اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے سکوت مین قید عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا کلام سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی رد نکاح نہین تو اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستهزئة یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سوا اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذناً ولا رداً حتی لو رضیت بعده انعقد سراج وغیرہ فما فی الوقایة والملتقی فیه نظر یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہو گی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی مین ہو اُسمین نظر اور اعتراض ہو یعنے صحیح نہین وقایة الروایت اور ملتقی الابحر مین یون ہو کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہو اور آواز سے رد ہی شارح نے اس اعتراض مین صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہو اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہین اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور انکی شروح سو کیونکر کہا جاوے کہ انکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہو کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین کذا فی حاشیة المدنی فهو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی تو یہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہو نکاح کا یعنی اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہو ولی کو اول صورت مین یعنی استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہو فلو تعدد الاولیاء لم یکن سکوتها اذناً سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کثیر ہون تو اسکا سکوت اذن نہ ہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہین ایک بھائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون اور دونون کے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازة فی الثانی ان بقی النکاح لالو بطل بموته اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہو دوسری صورت مین یعنے ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا پھر بعد خبر ہونے کے اُسنے سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہو نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا

بلکہ دونون نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونون کو جائز رکھا تو دونون نکاح باطل ہونگے کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہو خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہونچی تو اسوقت مین اُسکا سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لہا فترث وتعتد اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کردیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورت مین شوہر کے وارثون کا قول معتمد ہوگا تو اُسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث لیکن اگر اُسکو صحت نکاح کا علم ہو تو اُسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یون بولنا کہ غیر اسکا بہتر ہے اُس سے یہ رد ہے قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح مین اور اُسنے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہے تو اگر یہ قول عقد سے پہلے ہے تو اجازت نہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونون صورتون مین یہ قول انکار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجہا لنفسہ فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اُسکا رد ہے بعد عقد کے نہ قبل عقد کے یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اُسکے اذن کے پھر جب بالغہ کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے اور متولی عقد طرفین مین یہ شرط ہے کہ فضولی نہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اُسکا رضا ہو جائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ ابن العم اس صورت مین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اُسکو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اُسنے رد کیا تھا پھر بعد اسکے نکاح کردیا اُسی شخص مذکور سے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اُسنے انکار کیا پھر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہو جانے نکاح اول کے انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسیواسطے بہتر جانا ہے فقہا نے تجدید نکاح کو زفاف کے وقت اسواسطے کہ غالب عادت کنواری عورتون کی اظہار نفرت ہے ناگہان سماعت نکاح کے وقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کے وقت نکاح سے نفرت کی ہو اور نکاح باطل ہوگیا ہو بسبب عدم رضا کے پھر جب بعد اسکے نکاح جدید کرلیا تو یہ اشتباہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرف الزوج والمہر کما فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اُسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کردے اُس سے جسکا نام لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہے عورت بھی اُسکو جان گئی ہو اور وکیل بھی جان گیا ہو تا کہ دوسرے سے نہ عقد کردے اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہے چنانچہ ماتن آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز واما استثناؤہ اور مشکل جانا ہے مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اسطرح ہے کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہے عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اُسکا وکیل ٹھہرا پھر اُسکو وکیل کرنے کا اختیار نہین کہ ولی کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہیے کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنی ہے یعنے ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ نکاح

ف تجدید نکاح عند زفاف کے وقت مستحب ہے ۱۲

کی وکالت حقیقی وکالت نہین بلکہ بیان سفیر محض اور معتبر ہوتا ہو اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہین کرتے اور رباب الوکالت مین آویگا کہ اگر موکل
نے قیمت معین کردی ہو تو وکیل کو اختیار ہو کہ دوسرے کو وکیل کردے اسیطرح یہان بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نرہا
کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی ولو یحصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو
شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اسمین شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا درضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایون سے یا اپنے چچا کے بیٹون
مین سے ایک مرد کے ساتھ بشرطیکہ وہ غیر متناہی ہون تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہو سکے والا لا الا ان تفوض لہ الامر اور اگر متناہی نہونگے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک
ولی کو اپنا امر سپرد نہ کرے مثلاً اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کردے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل
یشترط وہو قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر عن الکافی ردہ الکمال شرط نہین مہر کا علم یعنے استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور
نہین اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہین کذا فی الھدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہو اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہو اور
یہی ہو قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہو شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہو درر مین بروایت کافی
کے اسکو رد کیا ہو کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہو تو ذکر شوہر کا کافی ہو مہر کا ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہو تو مہر کا تسمیہ
ضرور ہو محقق نے اسکو یون کہا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہو اسواسطے کہ باپ دادا مین اور انکے سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنے کا محل تزویج صغیرہ ہو کہ
جہان ولایت اجبار ثابت ہو اور یہان گفتگو بالغہ مین ہو اسمین باپ اجنبی کے برابر ہو بدون اسکی رضا کچھ نہین کر سکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای
بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمت کما مر اور اسی طرح جب نکاح کردیا بالغہ کا ولی نے اسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین
بشرطیکہ شوہر کو اسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو گیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہو
سینتیس ۳۷ مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہو کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارھوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین
سکوت مانند نطق کے ہو ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اسکا اپنے قبض مہر کے وقت ۳ سکوت باکرہ کا
اپنے بالغ ہونے کے وقت اپنے خیار نفس مین جب کہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنے کی قسم کھائی ہو پھر اسکے
باپ نے اسکا نکاح کردیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنی قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہو نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ
اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین داخل ہو ۷ سکوت وکیل کا قبول ہو اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہو ۸ سکوت مقر لہ کا
قبول ہو ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھ سپرد کیجیے اسکا چپ رہنا قبول ہو اور رد ہوتا ہو رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جب کوئی چیز وقف کیجیے
قبول ہو اور رد ہوتا ہو رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲
غانمین مین تقسیم مال کے وقت یا ملک قدیم کا سکوت رضا مندی ہو ۱۳ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط
کرتا ہو ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع مین اختیار تھا اجازت ہو قبضہ کرنے کی ۱۵ بیع معلوم ہونے کے
وقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہو ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولی کا سکوت اجازت ہو تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو
تجارت کا اذن نہ دونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت اور القیا و بیع اور رہن کے وقت اقرار ہو غلامی کا ۱۹ ایک
شخص نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اترنے دونگا پھر اسکو اپنے گھر مین اترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی
ولادت کیوقت یا مبارکباد دینے کیوقت اقرار ہو ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہین ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہو ولد کا ۲۲ قبل بیع کے

مبیع کا عیب سنکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہی بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونے کے وقت رضا ہی نکاح کی ۲۴ زوجہ نے یا اور
کسی قریب نے زمین بیچی اور اُسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہی اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین اسی پر فتوی ہی مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا
کے اور اسی طرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہی اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اُسکا اسباب مالگزسی نے بیچا پھر مدت تک مشتری
اُسپر تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ ہی تو اُسکا سکوت اُسکے دعوی کا مسقط ہی ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک مین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی
کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو اُسمین دونون کی شراکت نہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو مین خاص اپنے واسطے
خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی ۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اسکے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک
پھاڑتے دیکھا یا مشک کہ بہ گیا جو اُسمین تھا تو یہ سکوت رضا ہی ۳۰ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لونگا پھر وہ بدون اُسکے امر او رنہی کے خدمت کرنے
لگا اور یہ ساکت ہی تو حانث ہوا یہ تیس مسئلہ جامع الفصولین وغیرہ مین تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے ۳۱ مان نے بیٹی کے جہیز مین کچھ
اسباب باپ کا دیا اور باپ ساکت ہی تو اُسکو پھیر لینا نہین پہونچتا ۳۲ مان نے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہی اور باپ ساکت تھا تو مان اُسکی ضامن
نہوگی ۳۳ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اُسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہی
زیور کا مالک مشتری ہوگا ۳۴ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہی قول اصح مین ۳۵ بے عذر مدعا علیہ
کا ساکت رہنا انکار ہی اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذافی القضاء الخلاصة ۳۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر ۳۷
قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اُسنے سکوت کیا تو اُسکا سکوت تعدیل ہی شاہد کی اور یہ ۱ مسئلہ حموی نے اشباہ کے حاشیہ مین زیادہ کیے تو سب
کا ون مسئلے ہوتے جنمین سکوت برابر نطق کے ہی خوف طوالت سے اُنکا مذکور کرنا ضرور نجانا فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی اوولی بعید فلا عبرة لسکوتہا سو اگر اذن
چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اُسکے سکوت کا اُسوقت مین کچھ اعتبار نہین بل لابد من القول
کالثیب البالغة بلکہ اسوقت مین بولنا ضرور ہی مثل ثیب بالغہ کے ثیب اُس عورت کو کہتے ہین جسکا ایک بار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی پھر شوہر کی موت سے
یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لافرق بینہما الا فی السکوت نہین فرق دونون مین مگر سکوت مین یعنے باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین سوائے سکوت اور کچھ فرق نہین مثلاً
باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہی رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون رضای قولی کے لان رضاہما یکون بالدلالة کما
ذکرہ بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضاء کطلب مہرہا و نفقتہا و تمکینہا من الوطی و دخولہ بہا برضاہا ظہیریة اسواسطے کہ دونون کی رضا
دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہی چنانچہ مصنف رح نے اپنے اس قول مین بیان کیا یعنی ضرور ہی رضاے قولی یا جو قول کے مانند ہی یعنے وہ فعل جو رضا پر
دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذافی الظہیریة مراد دخول سے خلوت ہی نہ وطی اسواسطے
کہ وطی کا ذکر اول ہوچکا و قبول التہنیة والضحک سرورا ونحو ذلک بخلاف خدمته او قبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان
افعال کے رضامندی پر دلیل ہین جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اُسکے تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہین
من زالت بکارتہا بوثبة ای نطة او درور حیض او حصول جراحة او تعنیس ای کبر بکر حقیقة کتفریق یجب او عنة او طلاق او موت بعد خلوة قبل
وطی جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنے شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اُچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہان زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو
وہ عورت حقیقی باکرہ ہی کہ مطلق مرد سے خبر نہین مانند اُس عورت کے جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر و خصیتین ہونے سے یا اُسکے نامرد ہونے سے یا
طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا و ہذہ فقط بکر حکما ان لم تتکرر ولم تحد بہ یا بکارت زائل ہوئی ہی زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہی

یعنی بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہ ہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اسپر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت اسیتذان
ولی کے بجائے نطق کے ہے بولنا اسکا شرط نہین والافثیب کموطوئۃ الشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اسپر زنا کی حد ماری گئی تو وہ
باکرہ نہین ثیب ہے مانند اس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکتت و
قالت بل رددت النکاح ولا بینۃ لہما علی ذلک ولم یکن دخل بہا طوعا فی الاصح فالقول قولہا بیمینہا علی المفتی بہ کہا زوج نے
باکرہ بالغہ سے کہ تجھکو خبر پہونچی نکاح کی سو تو ساکت رہی اور اُسنے کہا بلکہ مین نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونون کے گواہ نہین اپنے اس دعوی پر
اور دخول بھی رضامندی سے نہوا قول اصح مین تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اسکی قسم کھانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم
کھائیگی تو نکاح نہ ثابت ہوگا وتقبل بینۃ علی سکوتہا لانہ وجودی لضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی
ہے بسبب ملانے دونون لبون کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے جواب
دیا کہ سکوت دونون لبون کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا او اجازتہا اور اگر دونون گواہ
لائے تو عورت کے گواہ اولی ہین لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورت کی رضامندی پر یا اسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجہا ابوہا مثلا
زاعما عدم بلوغہا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وہی مراہقۃ قال الاب او الزوج بل ہی صغیرۃ فان قولہا ان ثبت ان سنہا تسع چنانچہ اگر نکاح
کردیا عورت کا مثلا اُسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ مین تو بالغہ ہون اور نکاح صحیح نہین اور حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ یا زوج نے بلکہ
یہ صغیرہ ہے اس صورت مین بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ اور اسی طرح اگر دعوی کیا بھی
قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا یعنی باپ نے اپنے بیٹے کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ مین بالغ ہون بدون میری مرضی بیع صحیح نہین اور باپ یا مشتری نے
کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برہنا فبینۃ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونون نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح
قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح کے اور غیر اصح مین قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ
زوال ملکہ بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ مین نے نکاح رد کیا جب مین بالغ ہوئی اور زوج اسکی تکذیب کرتا ہو تو یہان معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ
زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر ہے اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا لو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ
فالقول قولہا شرح وہبانیۃ فلیحفظ لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے اگر صغیرہ اور زوج مین اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف
ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شہرا
اور واسطے اُس ولی کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کردینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے
جسکا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا
وکذا المولی وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہین ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم
کردیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کردیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بنات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسی طرح مولا بھی
جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کرکے آزاد کیا اور اسیطرح مجنون کا بیٹا ولم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا
ایسے باپ یا دادا کا نکاح کردینا لازم ہے جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہین اور اگر اُنکی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہین بہ اتفاق
امام اور صاحبین کے وکذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ اور اسی طرح

بالاتفاق نکاح صحیح نہین اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کردے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہین یا ذلیل کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور جلاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اُسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی اُسکی بدتدبیری کی یعنے ان صورتون مین ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہوگیا وان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب ابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثا لو عین لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کردینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ مان ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق مین بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کردی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب و جد سے نکاح صحیح نہین غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخہ وہم اور جو کہ کتاب صدر الشریعۃ مین ہی کہ غیر اب و جد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کردینا صحیح ہی اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہی سو یہ قول خطا ہی ہرگز یہ نکاح صحیح نہین کذا فی فتح القدیر و غایۃ البیان و ان کان من کفو وبمہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعد لقصور الشفقۃ اور اگر تزویج غیر اب و جد کی کفو سے ہی اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہی ولیکن ان دونون کو یعنے صغیر اور صغیرہ اور اُنکے ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہی نکاح فسخ کردینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہی بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کے وقت اختیار ہی اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہی بسبب کم مہری کے یعنی باپ دادا کے برابر اور اولیا کو مہربانی نہین ہوتی تو اسواسطے صغیر اور صغیرہ کے وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہین نکاح رکھین چاہین توڑدین ویغنی عنہ خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے بے پروا کرتا ہی مثلاً صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کردیا پھر اُسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اُسمین دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی صورت مین کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہین بسبب قوی ہونے خیار عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہین ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہی کہ اس صورت مین خیار بلوغ مطلق نہین اسواسطے کہ تزویج مولی کی برابر تزویج اب اور جد کے ہی اور حالانکہ وہان بلوغ کے وقت پر فسخ کا اختیار نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بلغت وہو صغیر فرق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہی اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جائیگی دونون صغیر کے باپ کے روبرو یا اُسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونون باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح مین اور لازم ہوگا تمام مہر یعنے وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا یہانتک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہی مہر پورا کرنے مین ثم الفرقۃ ان من قبلہا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہی تو فسخ ہی نکاح کا کم نہین کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر حرہ سے بعد فسخ کے بخوشی اُسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہی جو غیر ہی خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہی طلاق کا اُسمین احتمال نہین ولا یلحقہا طلاق الا فی الردۃ اور نہین لاحق ہوتی طلاق اُس عورت کو جو فسخ کی عدت مین ہو مگر مرتد ہو جانے مین طلاق لاحق ہوتی ہی یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہی لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑسکتی ہی وان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب زوج سے ہی تو طلاق ہی فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہی جو عورت کی طرف سے نہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہی کیونکہ عورت اور مرد دونون کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہی فقط مرد ہی کو خاص نہین الا بملک اور ردۃ او خیار عتق مرد کی طرف فرقت طلاق ہی لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہ ہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہی طلاق نہین اور ذکر خیار عتق مین

شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق اور نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تھا کہ بجاے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہو چکا یعنے زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سواے خیار بلوغ کے کہ اسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط الکل قضاء الا ثمانیۃ اور شرط ہی سب جدائیون کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی نہر الفائق مین سولون کہا اسکے مصنف نے سے فرق النکاح اتتک جمیعا فخذہا بفسخ طلاق ہذا الدر یحکیہا * جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہو کر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کے مانند ہی انکو بیان کرتی ہی - بتائن الدار مع نقصان مہر کذا - فساد عقد وفقد الکفو یتبعہا اول فرقت مین تبائن دار و دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو ضرموت کی سنا تا ہی تبائن دار مثلاً عورت دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام مین آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر تو اپنے شوہر سے جدا ہو گئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کر لیا تو ولی دونون مین تفریق کروائیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرۃ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کر لیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہی - تقبیل سبی اسلام المحارب * او ارضاع ضرتہا قد عدوا فیہا * پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھ پلانے کی اسلام اور ارضاع بھی انھین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلاً عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہو گیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید ہو کر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تبائن دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی مع تبائن دار مراد لیجیے تو فقط تبائن دار فرقت مین کافی ہی سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہو چکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہی ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو دونون کا نکاح فسخ ہو گیا - خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا - ملک لبعض وتلک الفسخ یحصیہا * نوین فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارھوین فرقت ارتداد کی بارھوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ کرنا ہی یعنی یہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہی نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونون طرف سے ہوتی ہی ملک بعض کی فرقت یعنے زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نرہیگا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے بیان کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی - اما الطلاق مجبوب عنہ کذا - ایلاء ولعان ذاک تیلوہا * اور جو جدائیان کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہ حکم مین ماقبل کا تابع ہی مجبوب ہونے کی جدائی یعنے عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسی طرح عنین یعنے نامرد پانے کی جدائی اور ایلاء کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنے مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونون مین جدائی ہو گئی یہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین ان مین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق - قضاء قاض الی شرط الجمیع خلا * عتق وملک و اسلام اتی فیہا * حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہی سواے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھین مین اگلی چیزین ہین - تقبیل سبی

مع الایلار یا الملی* وتباین مع فساد العقد مدنہا* اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلار کے ای میری امیدگاہ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہ فساد عقد

عورت کو اُسکے مرتبہ سے اُتارتا ہی یعنے کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہی لیکن ان آٹھ

جدائیون مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین ۱ فرقت خیار عتق کی ۲ ملک کی ۳ فرقت اسلام حربی کی ۴ فرقت تقبیل وغیرہ کی ۵ فرقت سبی کی ۶ فرقت

ایلار کی ۷ فرقت تباین دارین کی ۸ فرقت فساد عقد کی و بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح اور باطل ہوتا ہی اختیار باکرہ کا

بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے مُنہ بند کر لینے سے بول نسکے تو یہ سکوت

عذر ہی مبطل خیار کا نہین اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین و لو سالت عن قدر المہر

قبل الخلوۃ او عن الزوج او سلمت علی شہود لم یبطل خیارہا نہر بحثا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا

شاہدون کو تو ایسے کلام سے اُسکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق مین ہی بحث کے ساتھ و لا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعۃ

اور خیار بلوغ کا دراز نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہی یعنے جس مجلس مین عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو

فوراً اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہو گی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہی و لو اجتمعت مع تقول اطلب الحقین ثم تبدأ

بخیار البلوغ لانہ دینی و تشہد قائلۃ بلغت الآن ضرورۃ احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون

پھر بیان مین ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہی اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق

کی ضرورت کے سبب سے ہی بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ

کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہی صبح کو یہ کہنا کہ مین نے اب دیکھا کذب نہین

علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق ایسا کذب بھی روا ہی چنانچہ امام محمد رحمہ سے مروی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی و ان جہلت بہ لتفرغہا للعلم بخلاف خیار المعتقۃ فانہ یمتد

لشغلہا بالمولی یعنے سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہی اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت

کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اسکو امتداد ہی دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولیٰ مین یعنی

دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیون نہ اُسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہی اسواسطے کہ

مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی و خیار الصغیر و الثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ و

لمس و دفع مہر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہون باطل نہین ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت

کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی انکا نکاح غیر اب و جد نے کر دیا تو انکا خیار بمجرد بالغ ہونے کے

باطل نہین ہوتا و لا یبطل بقیامہما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہین ہوتا دونون کے کھڑے ہونے سے

مجلس مین سے اسواسطے کہ انکے اختیار کا وقت تمام عمر ہی سو باقی رہیگا اختیار جب تک رضامندی پائی جاوے و لو ادعت التمکین کرہا صدقت اور اگر

شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعویٰ کیا کہ قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر

حال اُسکا مصدق ہی و مفادہ ان القول لمدعی الاکراہ و لو فی جنس الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہی کہ جو دعویٰ کرے زبردستی کا اُسکا

قول لائق اعتبار کے ہی اگرچہ مدعی حاکم کی قید مین ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ ولی نکاح مین

نہ مال مین وہ ہی جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہی نکاح کے ولی کے مال کی ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہو وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقة بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہی جو لگاو رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہو ما قبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہین کہ باپ کا اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہین شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ مین میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح مین میت سے کیا علاقہ ہو بلکہ لائق تھا کہ یون تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہو جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے کذا فی حاشیة المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونة علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب وراثت اور حجب کے ہو تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہو باپ کا حجب نقصان کر اگر بیٹا نہوتا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریة وتکلیف واسلام فی حق مسلمة ترید التزوج وولد مسلم لعدم الولایة عصبہ بنفسہ ولی ہو بشرط حرہ ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق مین کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہو اور اسلام شرط ہو ولد مسلم کے حق مین اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہین اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہین فی کذا الا ولایة فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرة الا بالسبب العام بان یکون المسلم سید امتہ کافرة او سلطانا او نائبہ او شاہدا یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہین ویسے ہی مسلم کو نکاح اور مال مین کافرہ پر ولایت نہین مگر عام سبب سے التبہ ولایت ہو سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اسکا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو وللکافر ولایة علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت ہو اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر مین ملتان ثلث چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہو فان لم یکن عصبة فالولایة للام ثم لام الاب وفی القنیة عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہو پھر دادی کو اور قنیہ مین اسکے برعکس ہو یعنے اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہو بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر ناتن کو پھر پروتی کو پھر پراتن کو اسی طرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم الاخت لاب وام ثم الاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت ہو سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو انمین مرد عورت برابر ہین پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہو بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیون کو پھر ماموؤن کو پھر خالاؤن کو پھر چچا کی بیٹیون کو اور اسی ترکیب سے انکی اولاد کو ولایت ہو یعنے پھوپھیون کی اولاد کو پھر ماموؤن کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالات پھر ولایت ہو مولی موالات کو مولی موالات اسکو کہتے ہین کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا اور وہ مرگیا اور وہ اسکی بیٹی صغیرہ ہو سو اسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاض نص لہ علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ ان فوض لہ ذلک والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا مین تصریح کردی گئی ہو نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبون کو اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کی طرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہین ولیس للوصی من حیث ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذہب اور جائز نہین وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسی طرح اگرچہ اسکو باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایة کما لا یخفے ہان اگر وصی قرابتدار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ یہ مخفی نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرة من نفسہ ولا ممن لا تقبل شہادتہ لہ کما فی معین الحکام جائز نہین قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اس سے کہ جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین جیسے باپ

اور بیٹا کما فی معین الحکام واقرہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی اور ثابت رکھا ہو مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہو اگرچہ خالی ہو دعوی سے صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ مجیزا وہو السلطان صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہاں کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہیں تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہیں بلکہ موقوف ہو اسواسطے کہ اسکا اجازت دینے والا موجود ہو اور وہ بادشاہ ہو یہ جواب ہو سوال مقدر کا کہ یہ نکاح موقوف نہیں بلکہ باطل ہو اسواسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہو شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہیں کہ اسکا مجیز بادشاہ ہو ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معاً بطلا اور اگر اسکا نکاح دو برابر کے ولیوں نے کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر معلوم نہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہو یا دونوں نکاح ساتھ ہی ہوئے تو دونوں باطل ہونگے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہو ولی ابعد کو نکاح کردینا ولی اقرب کے غائب ہونے میں سو اگر نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے میں تو نکاح موقوف رہیگا اسکی اجازت پر مثلاً سوتیلے بھائی نے نکاح کردیا سگے بھائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کردے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازۃ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ اور اگر پھر آئی ولایت ابعد کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کردیا پھر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر پھر آئی تو بھی وہ نکاح جائز نہوگا بدون اسوقت کی اجازت کے مسافۃ القصر واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ تزویج ابعد کی جائز ہو جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور تبیین میں ہو کہ اسی پر فتوی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی میں کہ غیبت کی مقدار یہانتک ہو کہ کفو منگنی کرنیوالا ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہو بحر الرائق میں کہا کہ تعریف غیبت میں تصحیح مختلف ہو تو اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہو کہ جسپر اکثر مشائخ ہیں یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی وثمرۃ الخلاف فیمن اختفی فی المدینۃ ہل تکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اس ولی اقرب میں ظاہر ہوگا جو چھپ جاوے شہر میں اس طرح کہ معلوم نہیں ہوسکتا آیا یہ اختفا غیبت منقطعہ ہو یا نہیں تو بموجب روایت متن کے اس صورت میں ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہیں اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہو اگر کفو انتظار نہ کرسکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی القول الظاہر ظہیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا ولی اقرب نے جہاں کہ وہ ہو یعنی اپنے محل غیبت میں تو یہ نکاح جائز ہوگا بنابر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق میں کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہوگئی چنانچہ محیط اور مبسوط میں ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وتثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ لکن فی القہستانی عن الغیاثیۃ لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہو ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی میں غیاثیۃ المفتین سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کردے ولی اقرب تو قاضی نکاح کردے جب خوف ہو کفو کے نہ ملنے کا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعاً خلاصۃ یعنی ثابت ہو ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اسکے امتناع تزویج سے ابعد کو نکاح کردینا ثابت ہو بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت میں ابعد قائم مقام اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب میں تزویج ابعد کی جو سابق ہوچکی اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضاً فی النکاح اما التصرف

فی المال ولا ب اتفاقا ابنہا وان سفل دون ابیہا کما مر اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح مین بیٹا ہی امام اور ابو یوسف کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف مین پوتا باپ ولی ہو بالاتفاق شیخین اور محمد رح کے والاولی ان یامر الاب بہ لیصح اتفاقا اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح مین باپ امر کرے بیٹے کو کہ اسکا نکاح کردے تاکہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امراۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میان نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہو گا اسواسطے کہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہی نہ غیر پر فی فتح القدیر مین کہا کہ صغیر اور صغیرہ جب کہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہون اسوقت مین ولی کا اقرار نافذ نہین اور اگر ولی نے انکی حالت صغر مین اقرار نکاح کا کیا اور دونون نے بعد بلوغ کے اسکا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع بضعہا ملکہ بخلاف لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اسکا اقرار نافذ ہی اجماعا اس سبب سے کہ منافع اسکے قربت کے مولی کی ملک ہین یعنی ایک مرد نے لونڈی کے نکاح کا دعوی کیا اور گواہ اسکے نہین اور اس لونڈی کے میان نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیہ مگر اسوقت اقرار ولی کا نافذ ہو گا جب گواہی دین گواہ نکاح اس طرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے پھر اسپر گواہ قائم ہون یہان سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینہ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہوگی او یدرک الصغیر والصغیرۃ فیصدقہ ای الولی المقر یا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر انکی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند ابی حنیفۃ رح وقالا یصدق فی ذلک یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میان کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ رح کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہو گی وہذہ المسئلۃ مخرجۃ مما تعلم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر اور یہ مسئلہ اقرار کا خارج ہی فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہی انشا کا وہ مالک ہی اسکے اقرار کرنے کا یعنی باوجودیکہ ولی انشا کا مالک ہی لیکن اقرار نکاح کا مالک نہین تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بھی مثالین ہین جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اسکے انشا کا مالک ہی اور اسکے اقرار کا مالک نہین یعنی اسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ہی للولی مجنون ومعتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومنعہ الشافعی رح وجوزہ فی الصبی للحاجۃ آیا درست ہی مجنون اور احمق بدتدبیر کے ولی کو اسکا نکاح کردینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہی کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب مین مین نے نہین دیکھا اور اسکو امام شافعی رح نے منع کیا ہی اور اسکو صبی کے حق مین جائز رکھا ہی بسبب حاجت کے

باب الکفاءۃ

من کافاہ اذا ساواہ والمراد ہنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المراۃ ادون یہ باب ہی کفارت کا عرب بولتے ہین کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح مین کفارت سے مراد مخصوص برابری ہی جسکا آگے مذکور ہو گا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہان ولی کو حق تفریق نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولی کو مقام ننگ نہین الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ برابری معتبر ہی شروع نکاح مین تو اگر نکاح کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کمتر ہو گیا یعنی مثلا فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہین ہوتا کفارت معتبر ہی لزوم نکاح کے واسطے یعنے ہر چند نکاح بدون کفارت کے بھی صحیح ہی لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہی پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہی یعنی نکاح بدون کفارت کے صحیح نہین ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی کفارت کا اعتبار ہی مرد کی جانب سے اسواسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہی کمتر کے فراش ہونے سے یعنی مرد کے نیچے رہنا قبول نہین کرتی ولذا لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش اسلیے برابری ہنر نہین عورت کی

طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہی فراش کا تو اسکو رنج نہین آتا کمتری مفروش سے وہذا عند الکل فی الصحیح کما فی الجنازیة لکن فی الظہیریة وغیرہا عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضا اور یہ یعنے کفارت کا اعتبار مرد کی جانب مین نہ عورت کی جانب مین امام اور صاحبین کے نزدیک ہی قول صحیح مین کما فی الجنازیة لیکن ظہیریہ وغیرہا مین یہ یعنی عورت کی کفارت کا اسقاط امام کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک کفاءۃ بہتر و معتبر ہی عورت کی جانب مین بھی والکفارة ہی حق الولی لا حقہا فلو نکحت رجلاً ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد لا اخیار لہا بل للاولیاء اور کفارت حق ہی ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو اختیار نہوگا عورت کو بلکہ اُسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہی ولو زوجوہا

برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءة ثم علموا لا اخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءة او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیة فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا اُسکی رضامندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفارت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہین تو کسی کو اختیار فسخ کا نہین نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اُسوقت کہ جب شرط کر لی ہو اولیا نے کفارت کی اور خبر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے اسی شرط پر اُسکا نکاح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہی تو اولیا کو اختیار رہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفاءة للزوم النکاح خلافا لمالک اور معتبر ہی کفارت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ اُنکے نزدیک کفارت کا کچھ اعتبار نہین نسباً اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہی اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہین فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین قریش اُنکو کہتے ہین جو اولاد ہین نصر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھوین پشت ہین اور چارون خلفاء راشدین قریش ہین قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہین تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہین اور اسیواسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہین اور عمر فاروق عدوی ہین وبقیة العرب بعضہم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین تو عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہین واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایة بنی باہلة لخستہم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ولیعقد الطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی مین ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہی بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب اُنکی خست اور دنارت کے اور حق یہ ہی کہ انکو عرب سے نکالنا صحیح نہین بلکہ مطلق عرب برابر ہین یہی کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسی کی تائید کرتا ہی مصنف کا مطلق کہنا اس متن مین مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریة واسلاماً اور یہ یعنے کفارت نسب کا اعتبار فقط عرب مین ہی اسواسطے کہ عجمی لوگون نے اپنے نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگون مین برابری معتبر ہی حر ہونے مین اور مسلمان ہونے مین فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہا مسلم او حر او معتق وامہا حرة الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہین اُس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہی یا حر ہی یا باپ اُسکا آزاد ہی اور مان اُسکی حرکا اصلی ہی ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہی یا حرہ ہی وہ برابر نہین اُس عورت کے جسکا باپ اور دادا دونون مسلمان ہین وابوان فیہما کالاباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہی چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہی بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد مکافاة مسلم بنفسہ لمعتق بنفسہ اور فتح القدیر مین ہی کہ بعید نہین ہی برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہین اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہین تو عیب سے دونون خالی نہین واما معتق الوضیع فلا یکافی معتقة الشریف اور جو مرد آزاد ہی کم ذات کا سو برابر نہین اُس عورت کے جسکا آزاد کرنے والا شریف ہی واما مرتد اسلم فکفو لمن لم یرتد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہی اُس مسلمان کے جو مرتد نہین ہوا واما الکفارة بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنة اور کفارت درمیان دو ذمیون کے سو معتبر نہین مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجا اور چمار دونون برابر ہین

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دیگا نہ بخیال عدم کفارت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ
ای تقوی فلیس فاسق کفوا الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہی عرب اور عجم مین کفارت دینداری کی یعنے
پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہین عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا
بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہی کفارت مال مین اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج
کے اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہ ہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اسوقت
ضرور ہو اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو والا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہی کما فی الذخیرۃ وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہی
پیشہ مین سو مان جولاہے کی برابر نہین مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہی ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاض اور
نہ درزی برابر ہی بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونون ہمسر ہین عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب
پیشہ ورون سے خسیس تر اور بدتر ہین اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہون اسواسطے کہ اُنکے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہین واما الوظائف فمن الحرف
فصاحبہا کفو للتاجر لو غیر دنیئۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفون مین داخل ہین جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہی تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہ ہو جیسے دربانی اور فراشی وذو تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہی امیر کی بیٹی کا مصر مین
کذا فی البحر والکفارۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفارت کا نزدیک شروع عقد کے ہی سو ضرر نہین کرتا زوال ہمسری
کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہوگا واما لو کان دباغا ثم صار تاجرا
فان بقی عارہا لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہی تو ہمسر نہ ہوگا اور اگر اسکی عار باقی نہین تو
برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب کے العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وہو الاصح
فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر فی الروایۃ واقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہین عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہی
چنانچہ فتح القدیر مین ہی ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین ولکن فی
النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی الینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال
وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب ودرجاہ کی کیجیے تو حسیب والا ہمسر
علویہ کا نہین کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہی علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہی بزرگی نسب و مال سے چنانچہ اسی کا
یقین کیا ہی بزازی نے اور پسند کیا ہی کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہی بسبب اشرفیت علم کے اور اسی واسطے کہا گیا ہی کہ عائشہ صدیقہ افضل ہین
فاطمہ زہرا سے یعنے بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ثم برجندی مین تصریح ہی کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہین تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق
کی نفی ہوتی ہی اور قول اصح وہی ہی جو متن مین ہی بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہی شافعی مذہب
کی بیٹی کا ظاہر یون کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہی حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے مین شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہین لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ
بعضے حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہین حالانکہ امام شافعی رہ رکن اعظم ہین ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہین رحمۃ اللہ علیہ تو انکے مقلد بھی برحق
ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومتی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب
دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکی تفصیل بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی مین یون ہی کہ باکرہ

بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اُسکا راضی نہ تھا تو نکاح صحیح ہی اور اسی طرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پھر ہمسے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح مذہب شافعی مین صحیح ہی یا نہین تو ہم یہی جواب دینگے کہ نکاح صحیح ہی ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہی اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفارۃ سے کچھ تعلق نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیۃ ولا بالعقل ولا العیوب لفسخ بہا البیع خلافا للشافعی رح اور گانؤن کا رہنے والا کفو ہی شہر کے رہنے والے کا تو کفایت مین شہر کا کچھ اعتبار نہین جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الخانیۃ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہی یعنی مجنون کفو ہی عاقل کا اور نہ اُن عیبون کا اعتبار ہی جنسے بیع فسخ ہو جاتی جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی رح کے لکن فی النہر عن المرغینانی المجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہر الفائق مین منقول ہی مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہین

وکذا الصبی کفو بغناء ابیہ او امہ او جدہ نہر بالنسبۃ الی مہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الآباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ ذخیرۃ اور اسی طرح لڑکا کفو ہی بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہی بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہ ہی کہ باپ اُٹھا لیتے ہین اپنے بیٹون کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہی ولی عصبہ کو روک دینا یہان تک کہ مہر مثل اُسکا پورا ہو جاوے یا جدائی کردے قاضی دونون مین ولی کو حق اعتراض اسواسطے دفع عار کے ہی ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اُسکو آدھا مہر معین ملیگا ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا و ان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کردی ولی نے دونون مین قبل دخول کے تو اُسکا کچھ مہر نہین اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اُسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسی طرح مہر معین ملیگا اگر دونون مین سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کے مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ نہین بواسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی

امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ نفذ وقالا لا ان الاصح وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایۃ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہین یعنی نافذ نہین اور یہ قول استحسان یعنی قیاس حنفی ہی یہ روایت ملتقی مین ہی ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہی تو وکیل کرنے سے عمدہ غرض یہ ہوتی ہی کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی قولہما احسن للفتوی واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی مین ہی کہ قول صاحبین کا بہتر ہی فتوی کے واسطے اور پسند کیا اسکو فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت کہا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین واجمعوا انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او مولیتہ لم یجز کما لو امرہ بمعینۃ او بحرۃ او امۃ فخالف او امرتہ بتزویجہا ولم تعین فزوجہا غیر کفو لم یجز اتفاقا اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد لونڈی ہو اُسکی یا بھتیجی تو جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہین کہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوج کو معین نہ کر دیا سو وکیل نے اُسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہ نکاح بالاتفاق جائز نہوگا ولو زوجہ المامور بنکاح امرأۃ امرأتین فی عقد واحد لا ینفذ للمخالفۃ اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اُسنے دو عورتون سے نکاح کر دیا ایک عقد مین تو یہ نکاح نافذ نہوگا بسبب مخالفت امر کے ولہ ان یخیر ہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہی موکل کو کہ دونون عورتون کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا اور اگر دونون کا نکاح دو عقد مین ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقد فزوجہ واحدۃ او ثنتین فی عقدتین جاز الا اذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقد او عقدتین لم یجز المخالفۃ اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو

دو عورتون کے نکاح کا ایک عقد مین سو نکاح کر دیا اُسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقد مین تو جائز ہی مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی
عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقد مین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد مین سو وکیل نے دو عورتون سے
ایک عقد مین کر دیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہوگی **ولا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود** من نکاح بیع وغیرہما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ
الاجازۃ اتفاقا اور نہین موقوف رہتا ایجاب اُسکے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہی حاضر نہین تمام عقودمین یعنی معاوضہ کے عقودمین از قسم نکاح اور بیع
اور ان دونون کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہی اور نہین لاحق ہو سکتی اُسکو اجازت بالاتفاق **ویتولی طرفی النکاح واحد** بایجاب
یقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنی ایجاب و قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہی قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے
دونون کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہی کہ قبول کے معنی اُسمین موجود ہین اب اُسکے بعد قبول جدا گانہ کی حاجت نہین فی خمس صور کان ولیا او وکیلا من الجانبین
او اصیلا من جانب و وکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب و وکیلا من آخر زوجت بنتی من موکلی ایجاب و قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ
صورتون مین منحصر ہی (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی نواسی کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا (۲) یا ایک شخص
وکیل ہو دونون طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل
ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا
نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا **لیس** ذلک الواحد
بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح اذ قبولہ غیر معتبر شرعا لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہی طرفین کا فضولی
نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے
زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یون کہے کہ مین نے کریمہ کی طرف سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعا اسواسطے کہ ثابت
ہو چکا ہی کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر **و نکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی** اور نکاح کرنا
غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہی میان کی اجازت پر جس طرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہی زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ جو غیر کے
واسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہی نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہی محمود کی اجازت
پر اگر محمود نے اسکو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہو گیا یجی فی البیوع **توقف عقودہ کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل** عنقریب آویگا کتاب
البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اُن عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین انکا مجیز نہین تو عقود باطل
ہین **ولابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ** اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو
تزوجہا بلا استیذان فسکتت او فصحت بالرضا ولا یجوز عندہما وقال ابو یوسف رح یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنی بخلاف الصغیرۃ لما مر
فیجوز سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہی استیذان سے یہان تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی
یا رضامندی کی تصریح کر دی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظم رح اور محمد رح کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسی طرح مولی آزاد کرنے
والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہی بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطے
کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہ سابق مذکور ہو چکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو
بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے **من نفسہ** فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہی نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسی طرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح مین اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کی طرف سے کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہی عورت کے وکیل کو کہ اُسکا نکاح کہدے اپنی ذات سے سو اُسکو یہ نکاح کر لینا درست ہی تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے بخلاف مالو وکلتہ' تتزوجہا من رجل فزوجہا من نفسہ لانہا نصبتہ مزوجاً لا متزوجاً بر خلاف اُسکے یہ ہی کہ اگر عورت نے اُسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اُسکا نکاح اپنے ساتھ کر لیا تو جائز نہین ہو اسواسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا او وکلتہ ان تیصرف فی امرہا او قالت لہ زوج نفسی ممن شئت لم یصح تزوجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اُسکو کہ تصرف کرے اُسکے امر مین یا کہا اس سے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اُسکا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنی معین ہو گیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہو گیا اور عورت نے وکالت مین زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہی کہ معین غیر معین مین داخل نہین ہوتا ولو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما سیجیء اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہی یعنے زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح مین اجازت کے وقت شرط ہی قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہین اسواسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہی بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین اسواسطے کہ بیع فضولی کی صحت مین چار چیز کا قیام شرط ہی یعنی مبیع اور دونون عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع مین فروع یہ چند مسائل ہین شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہین نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اُسکو توڑ سکتا ہی یشترط للزوم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہی واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی مین تو عدم موافقت مین نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرے یا نکرے وحکم رسول کوکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہی مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسی کو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی مین مخالفت نہ کی ہو

باب المہر

ومن اسماء الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یہ باب ہی مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہ سب مہر کے نام ہین اور اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی استیلاء الجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشرہا الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد مین ہی کہ بیبیون مین عقر مہر مثل ہی اور لونڈیون مین دسوان حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسوان حصہ ثیب کا عقر ہی اقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہین بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہین ہی مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہو گئی ہی تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النہر وروایۃ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت اقل دس درم کی محمول ہی مہر معجل پر مثلاً بخاری اور مسلم مین سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کے واسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابو داؤد مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر مین دو لپ بھر کر ستو یا کھجور کو دیا تو اُسنے وطی کو حلال کر لیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور اسیطرح ستو اور کجھور دس درم سے نہایت کم ہین تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہی اسواسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر مین سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہین کہ سوائے انگوٹھی اور

ستو سے کہ اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث جابرؓ کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اسکو یاد تھیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکا نکاح ایک عورت سے کردیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھکو عورت کا مالک کردیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ
ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسیواسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کردیا اور
اغلب یہ ہے کہ مہر اُسکا حضرتؐ نے خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کے حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ
چاندی کے دس درم جو وزن میں سات مثقال کے برابر ہیں چنانچہ بیان زکوۃ میں مذکور ہوچکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہیں جسکے ڈیڑھ ماشہ کم
تین روپے ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مضروبۃ کانت او لا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا بالطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار
ہوں یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پتر اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اُسنے نکاح میں اُنہیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی
جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اُسکی قیمت کم ہوجائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق
قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اُسکی بیس
درم ہوگئی تھی سو طلاق دی اُسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہوگیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیئے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جس
دن عورت کے قبضہ میں آیا تو بیس کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المحیط وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب
ہیں دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے
زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیوں نہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک
وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہوگئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنے کے عدت میں صورت
اسکی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس سے نکاح کیا عدت میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ
واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں
نکاح دوسرا نہیں اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و المدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف ازالتہا بدفعۃ فانہ یجب النصف بطلاق
قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے اُنگلی یا بنجی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا
تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثا اور اگر اجنبی کے
ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی
تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمستہ کان
لہا نصفہ و درہمان و نصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اُسکو
طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے
اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اڑھائی درم عورت کو اور ملینگے تا اقل مہر کامل ہوجائے و عاد النصف الی ملک الزوج
بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلماً لہا وان کان مسلماً لہا لم یبطل ملکہا بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی
ملکیت میں بمجرد طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کردیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف
مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کی طرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا الا نفاذ لعتقہ ای الزوج عند المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ

لعدم ملکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہین زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب مالک ہونے زوج کے قبل قضا
یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اُسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا و نفذ تصرف المرأة قبلہ فی الکل لبقاء ملکہا اور نافذ
ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کُل مہر مین بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونے
کے بھی اگر اُسکو آزاد کردے تو یہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہی وعلیہا نصف قیمة الاصل یوم القبض لان زیادة المہر المنفصلة
تتنصف قبل القبض لا بعده اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ مہر کی
جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہی قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنے عورت کو مثلاً لونڈی مہر مین ملی پھر اُسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی
قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اُسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک مین رکھیگی اسواسطے کہ اولاد
زیادتی منفصل ہی اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنے کے بعد نہین ہوتی ووجب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوجہ بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ
الآخر بنتہ او اختہ مثلاً معاوضة بالعقدین اور واجب ہی مہر مثل شغار مین شغار اُسکو کہتے ہین کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے
اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہوجائے تو دونون نکاح مہر سے خالی ہوئے وہو منہی عنہ
لخلوه عن المہر فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہی حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اسمین مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا
یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اسمین مہر نہین ہوتا پھر جب مہر مثل اُسمین واجب قرار دیا تو حقیقت مین شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا و فی خدمة زوج حر سنة للامہار لحرة او امة لان فیہ قلب الموضوع کذا
قالوا اور واجب ہی مہر مثل زوج حر کی خدمت مین ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرة کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے
مین قلب موضوع ہی یعنے الٹا معاملہ ہی یعنے لازم یون ہی کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست
ہوا اور مہر مثل اسمین واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہی قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہی اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہی کذا فی
حاشیة المدنی و مفاده صحة تزویجہا علی ان یخدم سیدہا او ولیہا لقصة شعیب مع موسی علیہما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہی کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر
پر کہ خدمت کرے زوج اُسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اُسکے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسی علیہما السلام کے اسواسطے
کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریان چرانا مہر مقرر کر لیا اُسنے کصحة علی خدمة عبده
او امتہ او عبد الغیر برضاء مولاه او حر آخر برضاه جیسے صحیح ہی نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے
اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے
کہ خدمت حر مین مفاسد بہت ہین جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر و فی تعلیم القرآن لنص بالابتغاء بالمال اور واجب ہی
مہر مثل تعلیم قرآن مین بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف مین فرمایا کہ (ان تبتغوا باموالکم) یعنی نکاح طلب کرو اپنے مالون سے
اور تعلیم قرآن مال نہین اسواسطے تعلیم قرآن مین مہر مثل واجب کیا و باء زوجتکہا بما معک من القرآن للسببیة او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح علی
قول المتاخرین اور بے زوجتکہا بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہی یہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنی حدیث مین آیا ہی کہ
حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ زوجتکہا بما معک من القرآن کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہی تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر
ہوسکتا ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اُسوقت مین پوری ہوتی کہ اس حدیث مین بے کا حرف فقط عوض کے معنی مین مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور

منی اسمین ہوسکتے ہین یعنی بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت ہوا چنانچہ اول باب مین اس حدیث کا بیان ہوچکا لیکن نہر الفائق مین کہا ہی منزاورایہ ہی کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہوسکے بحر الرائق اور نہر الفائق مین کہا ہی کہ متاخرین کا فتوی اسپر ہی کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہی پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہی اسکا مہر ہونا بھی جائز ہی اور فتح القدیر مین ہی قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولہا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک الا الحر فخدمتہ لہا حرام لما فیہ من الاہانۃ والاذلال وکذا استخدامہ نہر عن البدائع اور جائز ہی حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اسکے مالک نے خدمت کرنے کی اجازت دی ہو یعنی اگر غلام باجازت اپنے مولی کے حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہرا دے تو درست ہی اسواسطے کہ خدمت کرنے مین غلام کی ذلت نہین لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہی اسواسطے کہ اسمین ذلت اور اہانت ہی اور اسی طرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہی چنانچہ نہر الفائق مین ہی بدائع سے وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شیء یصلح مہرا والا فذاک الشیء ہو الواجب اور اسی طرح واجب ہی مہر مثل اس صورت مین جبکہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی یعنی یون کہا کہ ہمنے نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون مین سے ایک مر گیا یہ اسوقت ہی جب دونون راضی ہو گئے ہون کسی چیز پر جو مہر ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر راضی ہوگئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہ ہی او سمی خمرا او خنزیرا او ہذا الخل فاذا ہو خمر او ہذا العبد فاذا ہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کی طرف اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہی حالانکہ وہ شراب ہی یا ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہی حالانکہ وہ حر ہی تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہی اسی طرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہی کہ مسلمان کے کام کی نہین او دابۃ او ثوبا او دارا او لم یبین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر مین جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا اور نہ بیان کیا انکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھ امتیاز نہین ہوسکتی لہذا ان صورتون مین مہر مثل واجب ہوگا وتجب متعۃ لمفوضۃ ہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہی متعہ مفوضہ کے واسطے مفوضہ وہ عورت ہی جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وہی درع وخمار وملحفۃ لا یزید علی نصفہ ای نصف مہر المثل لو الزوج غنیا ولا ینقص عن خمسۃ دراہم لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہین ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہو ان تینون کپڑون کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہی اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہی وتعتبر المتعۃ بحالہما کالنفقۃ بہ یفتی اور معتبر ہی متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے اسی کا فتوی بحر الرائق مین ہی کہ اگر دونون محتاج ہین تو واجب کرپاس متوسط ہی اور اگر دونون غنی ہین تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہی اور اگر ایک غنی ہی اور دوسرا محتاج تو ٹسر کا کپڑا متوسط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواہا ای المفوضۃ الا من سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لہا بل للموطوءۃ سمی لہا مہر او لا فالمطلقات اربع اور مستحب ہی متعہ دینا سوائے مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اسکے واسطے متعہ مستحب نہین بلکہ متعہ اس عورت کو مستحب ہی جسکی وطی ہوئی اسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار ٹھہرین ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اسکے واسطے متعہ واجب ہی دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اسکو متعہ دینا مستحب نہین تیسری وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہ ہوا چوتھی وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اسکا معین تھا تو ان دونون کو متعہ دینا مستحب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وما فرض بتراضیہما او بفرض قاض مہر المثل بعد العقد الخالی عن المہر او زید علی المسمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ فی معرفۃ قدرہا وبقاء الزوجیۃ علی الظاہر نہر اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین پر بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کردیا

یا اُسکے ولی نے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہو جاتا ہی بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس مین یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہی اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہین رہی وفی الکافی جدّد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاہر اور کافی مین یون ہی کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے لازم ہوئے کہ ایک ہزار اول نکاح سے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیۃ لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخشدیا پھر اقرار کیا زوج نے اُتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح ہی اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ مین ہی اشبہ بحق یہ ہی کہ یہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے لا ینصف لاختصاص التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص یعنے جو مہر کہ مفروض ہو ا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمٰی پر اسکی تنصیف نہ ہوگی طلاق قبل وطی مین واسطے مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا لازم ہی اور عرف مین مفروض اُسی مہر کو کہتے ہین جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اُسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت مین یعنی مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت مین یعنے زیادت علی المسمی مین وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا ویرتد بالرد بحر اور صحیح ہی ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اُسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پھر تا ہی پھیرنے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے تو صحیح ہی خواہ زوج قبول کرے یا نہ کرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کریگی تو معاف ہو جاویگا لیکن اگر زوج یون کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہی کہ عورت اپنے مرض الموت مین نہ اسقاط کرے اور قنیہ مین ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین لیٹتا جب تک تو مہر سے ابرا نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہو گیا اسواسطے کہ حدیث مین آیا ہی کہ آپسمین تحفہ دیا کرو تا کہ دوست ہو جاؤ تو جب محبت کے واسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر والخلوۃ مبتدا خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہی اور خبر اُسکی مصنف کا آئندہ قول کالوطی ہی یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہی بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہی بلا مانع حسی کمرض لاحدہما یمنع الوطی وطبعی کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہی مانع حسی وہ جو حواس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ مین تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہی تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل مثال نہین ہی وشرعی کاحرام الفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعقل بفتحتین غدۃ وصغر ولو بزوج لا یطیق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہی رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہی یعنے شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن نہ ہو اور مانع حسی سے قرن ہی قرن بالسکون عظم ہی یعنے ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدود غلیظ کہتے ہین اور بعضے گوشت زائد کہتے ہین اور مانع حسی سے عقل بفتحتین غدۃ ہی قاموس مین کہا کہ عقل ایک شی ہی کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہی جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری مرد کو ہوتی ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ عقل ایک شی مدور ہی کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہی یعنے مثل بتوڑی کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہی اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اس حال کے ساتھ جماع کرنے کی وبلا وجود ثالث معہما ولو نائما او اعمی۔ الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما

یکون مبنیا او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریۃ احدہما فلا یمنع بہ یفتی ملتقی اور خلوت مانند وطی
کے ہی بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہی خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان
نہ کرسکے جو دونون مین ہوتا ہی یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہین لیکن بزازیہ مین ہی کہ اگر خلوت رات مین ہی اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو
تو خلوت صحیح ہی اور دن مین خلوت صحیح نہین اسواسطے کہ مجنون کو کبھی اور اک ہوتا ہی اور بیہوش گاہے ہوش مین آتا ہی اور ایسا ہی حال اندھے کا ہی قول
اصح مین یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہین یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الملتقی بحرالرائق مین
کہا کہ جاریہ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہین زوجین کی ہو یا اور کسی کی اور بعضون نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہی خلوت کی بخلاف
جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہی کہ زوج اور زوجہ دونون کی جاریہ ملنع خلوت کی نہین کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوے ہی کذا فی المتبغی اور امام سرخسی نے
مبسوط مین کہا دونون کی جاریہ مانع ہی خلوت کی اور یہی ہی قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہین ہوسکتا
انتہی علی الخصوص زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہین اسواسطے کہ وہ اجنبی ہی زوج سے اور لائق یہ ہی کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار درایت
اور روایت کے قوی ہی اور عجب ہی کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن مین داخل کیجیے حالانکہ کسی طرح لائق ترجیح کے نہین کذا فی
حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی والکلب یمنع ان کان عقورا مطلقا فی الفتح وعندی ان کلبہ لا یمنع مطلقا او کان للزوجۃ والا لکن عقورا او کان
لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہی خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہی زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر مین کہا کہ
کاٹنے والا ۱۲
میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقاً مانع خلوت کا نہین کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہین کاٹتا تو وہ بےخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا
ہو تو اسکا ہونا مانع ہی خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب مین آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہ ہو یا کٹہا
ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہین اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہین کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت مین مذکور ہوچکا وبقی منہ عدم
صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح وما اذا لم یعرفہا اور باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے
نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہین
اور باقی یہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعاً متصور نہین وصوم التطوع والمنذور
والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا کل ما اسقط
الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہین صحت خلوت کا قول اصح مین اسواسطے کہ ان روزون کے توڑنے
مین کفارہ نہین اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہی کہ اگر صائم بھولکر کھا گیا پھر اسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح
ہوگی اسواسطے کہ اسمین کفارہ نہین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم مین ہوچکی اور اسی طرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہین کذا فی النہر
بل المانع صوم رمضان اداء وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہی اداے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور
باقی رہگیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنے زوج نے کہا عورت سے کہ اگر مین تیرے ساتھ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہی پھر اسنے خلوت
کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ مین ہی
کہ اس طلاق مین عدت واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی کالوطی فیما یجی ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ
موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہی چند احکام مین جنکا ذکر آگے آتا ہی اگرچہ زوج مقطوع الذکر و الخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو

بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اُسکا ثابت ہو گیا ہو تب اُسکی خلوت مانند وطی کے ہو گی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہی یا عورت تو اُسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے ہنین وما فی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسطہ فی النہر اور خنثی کا مسئلہ بحرالرائق اور اشباہ مین ہی وہ اپنے ظاہر پر محمول ہنین چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی نہر الفائق مین م اشباہ مین کہا ہی کہ اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح مرد سے کیا پھر مرد نے اُس سے وطی کی تو جائز ہی اور اگر مرد وطی نہ کر سکا تو مجھکو اسکا علم ہنین اور اگر خنثے کے باپ نے اُسکا نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے عورت سے وطی کی تو جائز ہی اور ہنین تو اُسکی مدت مقرر ہو گی عنین کے مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر ہوتا ہی کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے خلوت کرنا اُسکو جائز ہی اور نہر الفائق مین مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اُسکے حال کے موقوف ہی پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہو گا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہی اس عبارت سے صریحاً ثابت ہوتا ہی کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اُسکے حال کے صحیح ہنین وفیہ عن شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق مین ہی شرح وہبانیہ سے اور گاہے ہوتی ہی نامردی بیماری سے یا ضعف پیدائش سے یا درازی عمر سے م یہ جواب اُس سوال کا ہی جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثی بعد بلوغ ہونے کے جماع پر قادر نہ ہوا تو اسکی مدت مقرر ہو گی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہی کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہی بلوغ کے وقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہی اسوقت مین نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف ہنین بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بھی ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہی ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر والخصیتین سے ہو مناسب یون تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہی خلوت پر موقوف ہنین و فی تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی مہر مسمی اور مہر بدون تسمیۃ کے ثابت اور محکم ہو جانے مین یعنی جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہی ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونون لازم ہو جاتے ہین والنفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہی نفقہ اور سکنی لازم ہونے مین یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنے تا عدت لازم ہو گا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وجوب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اسکے سواے چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اُسکی عدت کے اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کرکے اُسکو طلاق دی تو اُسکی عدت مین اُسکی بہن سے نکاح حرام ہی اور اسیطرح سواے اُس عورت کے اور چار عورتون سے نکاح کرنا اُسکی عدت مین حرام ہی وحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی لونڈی کے نکاح حرام ہونے مین یعنے حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اُسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی ومراعات وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے رعایت کرنے مین عورت کے حق مین یعنے وطی جیسے بعد وطی کے مسنون ہی کہ طہر مین طلاق رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری طلاق بائن پڑنے مین بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہو گی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بہ لفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہی علما کے نزدیک احتیاطاً اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی و مدنی مین ہی جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھ لے لاتکون کالوطی فی حق لبقیۃ الاحکام کالغسل ہنین ہی خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے غسل مین یعنے وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہی اور خلوت صحیحہ سے ہنین والاحصان اور ہنین ہی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنے وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہی اور خلوت سے ہنین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے وحرمۃ البنات اور ہنین ہی خلوت

مانند وطی کے بیٹیون کی حرمت مین یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہی اور خلوت سے اُس عورت کی بیٹی حرام نہین و حلہا للاول اور
نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے مین پہلے زوج کے واسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہی اور زوج
ثانی کی خلوت سے اُسکو حلال نہین ہوتی والرجعۃ اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنے وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہی اور خلوت
کے بعد طلاق ہونے سے رجعت درست نہین اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین رہتی بلکہ بائن ہوجاتی ہی چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی
کذا فی حاشیۃ المدنی والمیراث اور نہین خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنے اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث
ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزویجہا کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہی بنابر
قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اُسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوا اسکے اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند
نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہی اور کہا ہے ✽ وخلوۃ الزوج مثل الوطی فی صورہ
دغیرہ وبہذا القدر تحصیل ✽ اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہی چند صورتون مین اور مغائر ہی وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جو کہ موتیون کی لڑی
ہی احکام خلوت کی تحصیل ہی ✽ تکمیل مہر واعداد کذا نسب ✽ الفاق سکنی ومنع الاخت مقبول ✽ خلوت برابر ہی وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت مین اور
اسیطرح نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونے مین مقبول ہی یہ قول علما کے نزدیک مردود نہین ہے ✽ والاربع وکذا فالوا الاماد لقد ✽
راعوا زمان فراق فیہ ترحیل ✽ اور خلوت مانند وطی کے ہی چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اسکی عدت کے اندر اسیطرح علما نے لونڈیون کو کہا ہی اور مقرر رعایت
کی ہی علما نے زمانہ فراق کی جسمین رخصت کرتا ہی یعنے طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے نہ حیض مین ✽ واوقعوا فیہ تطلیقا اذا لحقا ✽ وقیل لا والصواب الاول ابل القبل ✽
اور واقع کی ہی علمانے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست
پہلا ہی قول ہی یعنی واقع ہوتی ہی ✽ اما المغائر فالاحصان یا املی ✽ درجعۃ وکذا التوریث معقول ✽ لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغائر ہی وطی کی
اول انمین سے احصان ہی اے میرے مقصود اور رجعت ہی اور اسی طرح وراثت معقول ہی ✽ سقوط وطی وا حلال لہا وکذا ✽ تحریم بنت نکاح
البکر مبذول ✽ اور ساقط ہونا وطی کا یعنے جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اُسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے
مطالبہ کرنے کا حق ہی اور حلال زوجہ کا یعنے زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی
کے اور اسیطرح حرام ہونا بیٹی کا یعنے اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہین بخلاف وطی کے
اور نکاح باکرہ مبذول ہی یعنے باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنے استیذان ولی مین اُسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہی باکرہ کے مانند ✽
کذلک الفی والتکفیر بافسدت ✽ عبادۃ وکذا بالغسل تکمیل ✽ اسی طرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم
پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ مین وطی کی تو اُسکو فی کہتے ہین یعنے نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا رجوع
وطی کرنے سے ہوتا ہی نہ خلوت سے اور اسی طرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہین ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہی اور اسی طرح
خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہین ہوتی بخلاف وطی کے اور اُسی طرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک
تکمیل ہوئی اُن مسائل کی جنمین خلوت مانند وطی کے نہین ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لہا
لانکارہا سقوط نصف المہر وان انکرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج
نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسی کا قول معتبر ہوگا

اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکرا صحت والا لا لان البکر انما توطأ کرہا کما بحثہ الطرسوسی واقرہ المصنف اور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت مین تو اگر زوجہ باکرہ ہی تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہین تو خلوت صحیحہ نہ ہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہی طرسوسی نے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین **ولو قال ان خلوت بک فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المہر** ولا عدۃ علیہا بزازیۃ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر مین تیرے ساتھ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہی پھر خلوت کی زوجہ سے تو اُسکو طلاق بائن ہو گئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہو گا نصف مہر اور عدت اُس عورت پر واجب نہین کذا فی البزازیۃ پھر جب عدت نہ ہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہ ہو گا اسواسطے کہ یہ چیزین فروع عدت سے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتجب العدۃ فی الکل** ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطا ای استحسانا لتوہم الشغل اور واجب ہوتی ہی عدت کل مین یعنی کل اقسام خلوت مین اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہی احتیاطا یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس وہم سے کہ رحم عورت کا نطفۂ زوج سے مشغول ہو گیا ہر چند سابق مین خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے بیان علیحدہ کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون مین عدت واجب ہی چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کردیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے وقیل قائلہ القدوری واختارہ التمرتاشی وقاضیخان ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حسیا کصغر ومرض مدنف لا تجب والمذہب الاول لاطلاق محمد قالہ المصنف اور کہا گیا ہی اس قول کا قائل قدوری ہی اور پسند کیا ہی اسکو تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہی جیسے روزہ تو عدت واجب ہی اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہی جیسے کم سن ہونا یا مرض دائمی جس نے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہین اور مذہب مختار اول ہی قول ہی یعنے بہر صورت عدت واجب ہی خلوت صحیح ہو یا نہو اسواسطے کہ تصریح کردی ہی امام محمد نے جامع صغیر مین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح مین کہا ہی **وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ والمہر فقط** حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتہا اور مجتبی مین ہی کہ موت بھی مانند وطی کے ہی عدت کے حق مین اور مہر مین فقط یہانتک کہ اگر ماں مر گئی قبل دخول کے تو اُسکی بیٹی حلال ہو گی ماں کے زوج پر **قبضت الف المہر فوہبتہ لہ وطلقت قبل وطی رجع علیہا بنصفہ** لعدم تعیین النقود فی العقود قبض کیے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق ہو گئی زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنے پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اُسکا اعتبار نہین اسواسطے کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہین پہونچا بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب نہ متعین ہونے نقود کے عقود مین مثلاً ایک مرد نے عورت سے نکاح دس درہم پر جو اُسکے پاس موجود تھے کیا پھر مرد کو اختیار ہی کہ اُن درمون کو اپنے پاس رکھے اور اُنکے مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود مین نقود کی تعیین سے نہین **وان لم تقبضہ او قبضت نصفہ فوہبت الکل** فی الصورۃ الاولی **او ما بقی** وہو النصف فی الثانیۃ **او وہبت عرض المہر** کثوب معین او فی الذمۃ **قبل القبض او بعدہ لا** رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت مین یعنے عدم قبض مین یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنے نصف مہر کو دوسری صورت مین یعنی نصف مہر کے قبضہ کرنے مین یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسی کے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چارون صورتون مین نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہین پہونچتا بسبب حصول مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہٖ ملگیا متعین ہو کر **نکحہا بالف علی ان لا یخرجہا من البلد او لا یتزوج علیہا او نکحہا علی الف ان اقام بہا وعلی الفین ان اخرجہا فان وفی** بما شرط فی الصورۃ الاولی **و اقام بہا فی الثانیۃ فلہا**

الا الف لرضاہا بہا فھھنا صورتان الاولی تسمیۃ المہر مع ذکر شرط ینفعہا والثانیۃ تسمیۃ المہر علی تقدیر وغیرہ علی تقدیر و الا یوف ولم یقم فمہر المثل لفقد رضاہا
لفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح
نہ کریگا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اُسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر زوج
نے شرط کو پوری کی پہلی صورت مین یعنے شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم
ملینگے بسبب راضی ہو جانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہو دوسری صورت
یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اُسکے سوا دوسری تقدیر یعنی اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت مین اور اقامت
شہر کی نہ کی دوسری صورت مین تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لا یزاد المہر
فی المسئلۃ الاخیرۃ علی الفین ولا ینقص عن الف لاتفاقہما علی ذلک لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ مین یعنے جسمین شرط
ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہ ہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنی عورت راضی ہو چکی تھی
دو ہزار پر حالت اخراج مین تو اُسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو دو ہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے تو ہزار
سے کم نہ دیے جائینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہو چکا تھا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہو سکے ولو طلقہا قبل الدخول نصف
المسمی فی المسئلتین لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحیحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مہر مسمی دیا جائیگا دونون مسئلون مین بسبب
ساقط ہو جانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونون شرطین صحیح ہین یعنے عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی
اگر اُسکو باہر لیگیا کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا تزوجہا علی الف ان کانت قبیحۃ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقاً
فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ بر خلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونون
شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار
ہو اور اسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونون شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت و اخراج کے کہ اُسکا وجود اور عدم دونون محتمل ہین تو
ایسی شرط صحیح نہین بخلاف مالو ردد فی المہر بین القلۃ والکثرۃ للثیوبۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل والا فمہر المثل لا یزاد علی الاکثر ولا ینقص
عن الاقل فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یون کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار درم
اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے
اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدہا ثیبا لزمہ الکل ورجحہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اُسکو ثیب
پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر شروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کیواسطے
تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین وعلی ہذا
العبد او ہذا العبد او علی احد ہذین و احدہما اوکس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس
والا فمہر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر
یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے کسی پر اور اُن دو چیزون مین ایک
کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتون مین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز

ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کے برابر ہو یا اُس سے بھی کمتر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعۃ المثل لانہا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ مین طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہی فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہی قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہی نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہی نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملیگا اور اگر متعہ مثل برابر ہی نصف کم قیمتی چیز سے تو اُسکو اس صورت مین نصف کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہو گا متعہ سے تو واجب ہو گا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تزوجہا علی فرس او عبد او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس لہ وسط الوسط او قیمتہ اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہو گا متوسط ہر جنس تو سط والی مین یا قیمت متوسط کی واجب ہو گی مرد کو اختیار ہی چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اُسکی قیمت دے وکل ما لم یجبر السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ اور جو چیز کہ جسمین بیع سلم جائز نہین جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اسمین اختیار زوج کا ہی خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اُسکی قیمت کو اور جس چیز مین کہ بیع سلم جائز ہی جیسے مکیل اور موزون تو اُسمین عورت کا اختیار ہی چاہے وہی چیز لے چاہے اُسکی قیمت لے وکذا الحکم وہو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسہ ہو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ہو المقول علی کثیرین متفقین فیہا اور ایسا ہی ہی حکم یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے مین جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اُسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اُسکو کہتے ہین جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام مین مختلف ہون جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونون پر صادق آتا ہی اور دونون کے حکم فقہ مین مختلف ہین مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہی نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہی کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہی فرس غازی کا غنیمت مین حصہ ہی نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اُسکو کہتے ہین جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنے اگر مجہول الجنس کا مہر ہو گا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہو گا اسواسطے کہ مجہول الجنس مین متوسط نہین مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہون جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونون کو شامل ہی جیسے حریر اور غیر حریر پھر ان دونون مین باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہی اور اسی طرح جانور مین بڑا اختلاف ہی بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہین بعضے نہین تو اگر مجہول الجنس کا مہر مین نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہی اسوقت مین مہر مثل واجب ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی ووسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلامون مین متوسط ہمارے زمانے مین حبشی غلام ہی ذخیرہ مین کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے مین سندھی غلام ہی اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر مین صاحب بحر الرائق کے وقت مین حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ غرضکہ اعلی اور ادنی اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانے کے مختلف ہی جو جس ملک مین ہو وہین کے رواج کا اعتبار ہی وان امہرہا العبدین والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراہم والا کمل لہا العشرۃ لان وجوب المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک اُن دو مین کا حُر ہی تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہو گا نزدیک امام اعظم رح کے بشرطیکہ برابر ہو اُس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے اور اگر اُس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائیگا عورت کے واسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم دیکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہی وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبدا ورجحہ الکمال کما لو استحق احدہما اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو حر کی قیمت ملیگی اگر حر غلام ہوتا یعنے جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اُنمین حر نکلا تو عورت

اُس غلام کو لیگی اور حُر کی قیمت لیگی اسطرح کہ حر کی درصورت غلام ہونے کے جو قیمت ہوسکتی وہی وجہ سے طلب کیگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے چنانچہ دو غلاموں مین سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسی طرح ایک کے حُر ہونے مین بھی اُسکو قیمت ملیگی ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد وہو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد مین نکاح فاسد وہ ہے جسمین کوئی شرط شرائط صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہون یعنے بدون گواہون کے زوجین نے ایجاب اور قبول کرلیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح صحیح نہین فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنون سے ساتھی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت مین دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچوین عورت سے جو چوتھی عورت کی عدت مین نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمین نکاح کی فاسد ہین سو اسطے کہ صحت نکاح کی انمین شرط نہین بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمتہ وطیہا مہر مثل واجب ہوتا ہے نکاح فاسد مین فرج مین جماع کرنے سے نہین واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح مین مہر واجب ہوتا ہے اسطرح نکاح فاسد مین خلوت سے مہر واجب نہین ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنی نکاح فاسد مین جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہین ہوسکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی مین شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد مین مہر نہین واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جہل لزم بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد مین مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اُسکی مقدار مجہول اور نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا کتنا ہی کیون نہو م نکاح فاسد مین اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلا پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اُسمین مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جائے کما فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کردینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو تو قول اصح مین ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کے واسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا پھر اُسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہین یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن کو لازم تھا بجائے لکل واحد علی کل واحد بولنا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ مین منافات نہین تو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور نہوتا شارح نے کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کردینی درمیان دونون کے یعنی اگر زوجین فسخ نہ کرین تو قاضی پر تفریق واجب ہے وتجب العدۃ بعد الوطی لا الخلوۃ للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد مین بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنے نکاح فاسد مین بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہے تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح مین ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنا بر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدتہ وہی ستۃ اشہر من الوطی اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہین فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستۃ اشہر فاکثر یثبت النسب والا بان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت ہذا قول محمد وبہ یفتے پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک کم مدت حمل کی یعنے چھ مہینے

ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے ہو اسطرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب ثابت ہوگا یہ قول ہی محمد کا اور اسی پر ہم
فتوی ہی اسواسطے کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا ہنین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہی وقالا ابتدا المدۃ
من وقت العقد کالصحیح رجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدۃ احدوعشرین ونظم منہا العشرۃ التی فی الخلاصۃ فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف
نے کہ ابتدا مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہی مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہی اس قول کو نہر الفائق مین اسطرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہی
اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس[۲۱] ذکر کیے ہین اور انہین سے وہ دس[۱۰] نظم کیے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے
وفاسد من العقود عشر + اجارۃ وحکم ہذا الاجر + وجوب اوفی المثل اوالمسمی + اوکلہ مع فقدک المسمی + اور عقود فاسدہ دس ہین ایک ان مین سے
اجارہ فاسدہ ہی اور حکم اسکا ہی وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہی تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنے اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو
اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنے اگر تسمیہ اجر کا نہ ہوا یا اجر مجہول
ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہی جسمین شروط صحت اجارہ کے نہون ۔ والواجب الاکثر فی الکتابۃ + من الذے
سماہ او من قیمۃ + اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہی وہ واجب ہی ۔ وفی النکاح المثل ان یکن دخل + وخارج البذر المالک اجعل + اور نکاح فاسد
مین مہر مثل واجب ہی اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہی کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہی پھر اگر بیج زمین والے کا ہی تو عامل کو
اجر مثل ہی اور اگر بیج عامل کا ہی تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہی ۔ والصلح والرہن لکل نقیضہ + امانۃ وکالصحیح حکمہ + اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک
کو عاقدین مین سے اختیار ہی توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہی اور اسی طرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہی یا صلح فاسد کا مثل
صلح صحیح کے حکم ہی اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہی ۔ ثم الہبۃ مضمونۃ یوم قبض + وصح بیعہ لعبد قرض + پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہی موہوب لہ
پر جسدن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہی تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہی قرض لینے والے کو اور جس وقت
مین اسکی قیمت کا ضمان دیگا مقرض کو ۔ مضاربۃ وحکمہا الامانۃ + والمثل فی البیع والا القیمۃ + اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہی
مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہی تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہی تو قیمت کا ضمان اور آگے
ان عقود کی خود تصریح آویگی اسواسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا ضرور نہین والحرۃ مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأۃ تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل
شرعی وہ ہی جو اسکے مثل لغوی کا مہر ہی یعنے مہر مثل شرع مین اسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ
کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اسکی ماں کی قوم سے اگر اسکی ماں اسکے باپ کی قوم سے نہ ہو اور اگر ماں بھی
باپ کی قوم سے ہو جیسے اسکے چچا کی بیٹی تو ماں کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہی
نہ ماں کی قوم کا وفی الخلاصۃ یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقۃ وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ مین ہی کہ
مہر مثل مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہونگی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول
خلاصہ کا یہ ہی کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہی اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہی پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر
المماثلۃ فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارۃ وثیوبۃ وعفۃ وعلما وادبا وکمال خلق و
عدم ولد اور معتبر ہی برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر
کے رہنے مین اور ہمعصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم و ادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکے

ہونے مین تو چھوٹی عورت بڑی عورت کے برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہین اور مالدار مفلس کے برابر نہین اور ایک شہر کی رہنے والی دوسرے شہر والی کے برابر نہین اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہین اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور غیر عالمہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہین ویعتبر حال الزوج ایضا ذکرہ الکمال وقال مہر الامثۃ لبقدر الرغبۃ فیہا اور معتبر ہی حال زوج کا بھی مماثلت مین یعنی اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کے برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہی اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہی لونڈی کا مہر مثل بقدر اُسکی خواہش کے ہی یعنی دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنے والا کہانتک مہر دے سکتا ہی وہی سکا مہر مثل ہی اور لونڈی مین اُسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہین بحرالرائق مین کہا کہ مہر مثل واجب ہوتا ہی جہان نکاح صحیح ہو اور مہر کا تسمیہ نہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اُس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعاً حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہی اور وطی بالشبہہ مین جو مہر لازم آتا ہی تو مراد اُس سے یہ مہر مثل مذکور نہین ہوتی بلکہ وہان مہر مثل سے مراد عقر ہی عقر اُسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسیقدر وطی بالشبہہ مین دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ویشترط فیہ ای فی ثبوت مہر مثل بما ذکر اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہی ثبوت مہر مثل مین اشیاء مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردون کا یا ایک مرد اور دو عورتون کا اور شرط ہی لفظ شہادت کا یعنی فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم توجد شہود عدل فالقول للزوج بیمینہ وفی المحیط من ان للقاضی فرض المہر حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نپائے جاوین گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین یہ ہی کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو اُسکو نہر الفائق مین اس صورت پر محمول کیا ہی جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہوگئے ہون فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نپائے جائین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اُسکے باپ کی قوم سے تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا شرح مجمع اور برجندی مین ہی کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جسقدر موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطے کہ ان سب اوصاف کا دو عورتون مین جمع ہونا متعذر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقول لہ ای للزوج فی ذلک بیمینہ کما مر پھر اگر غیر قوم مین بھی مماثلت باپ کی قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولی مہرہا ولو المرأۃ صغیرۃ ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحتہ فلو فی مرض موتہ وہو وارثہ لم یصح والا صح من الثلث و قبول المرأۃ او غیرہا فی مجلس الضمان اور صحیح ہی ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اُسکا ضامن ہونا درست ہی اسواسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہی حقوق نکاح کے اُسپر لازم نہین آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہون یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہی تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت مین اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہی ولی کا ضامن ہونا صحیح نہین اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکے طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن ہو وارث نہین ہی ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہی یا اسکے غیر کا مجلس ضمان مین یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان مین ولی کی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اُسکا ولی قبول کرے تب اُسکی ضمانت صحیح ہوگی نہر الفائق مین ہی کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اُسکا ضامن ہونا قائم مقام ہی عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ای اشاءت من زوجہا البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہین تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج

ان امر کما ہو حکم الکفالۃ پھر اگر ولی ضامن نے مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیر لے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت
کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا نہین پہونچتا و لا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال
نفسہ اور مطالبہ نہو گا باپ سے اُسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہین تو اسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا اس سے مطالبہ نہو گا لیکن فرزند مالدار صغیر
کے مہر کا باپ سے تقاضا ہو گا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یواخذ بہا الا
اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہین جبکہ نکاح کر دیا ہو اُسکا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح
کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم نہین ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے مین مواخذہ باپ سے نہین ہوتا بدون ضمانت کے اور
جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اُسکو پھیر لینا بیٹے سے نہین پہونچتا مگر جس صورت مین کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے
وقت یا ضامن ہونے کے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی و خلوۃ
رضیتہما لان کل وطیۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اُسکے دواعی سے یعنی تقبیل اور
مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد جو اُسکی رضامندی سے ہو چکی
یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کے واسطے وطی اور سفر سے روکنا پہونچتا ہے اگرچہ اُسکی خوشی سے ایک بار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اُسکو منع کرنے کا
حق ثابت ہے اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب نہین تسلیم باقی کی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلا او بعضا
او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یوجل او یعجل کلہ فکما شرط لان الصریح یفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہے
روک دینا وطی کا واسطے لینے اس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہے کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اسقدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہے اُس سے
عورت کو عرف مین اسی کا فتوی ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہو گئی ہو اور اگر کل مہر کی
مدت مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونون نے شرط کیا یعنی مہر موجل مین عورت کو منع کرنا وطی سے نہین پہونچتا اور معجل مین پہونچتا ہے مشروط
مروج پر اسواسطے کہ مقدم ہوا کہ صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہے بخلاف منظومہ کے کہ اُسنے اپنے فتاوی مین عدم صحت مذکور کی
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر موجل مین عورت کو حق منع وطی کا
نہین مگر اسوقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کو جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشائش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون
کا ایک وقت مقرر نہین تو ایسی مدت مین مہر فی الحال واجب ہو گا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اسمین
بھی جہالت فاحشہ ہے کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہین مگر صحیح ہے بسبب رواج کے کذا فی البزازیۃ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک
خوارزم مین عادت ماثورہ اور شریعت معروفہ ہو گئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی م اکثر بلاد ہندوستان مین بھی ایسا مروج ہے بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو
عورت ہرگز نہین لیتی نادانی سے جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاویگا وعن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسفؒ سے منقول
ہے کہ عورت کو منع وطی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو گئی ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر
کی مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہو گیا اسواسطے مہر بدلا ہے استمتاع کا خلاصہ مین ہے کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع
پر ہے اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہے بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ اسمین فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی
مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجل اربعین لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط القضاء مدت معین کے

اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کردیگا تو عورت کو جائز ہی کہ منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درہون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ بعد المنع
اور ثابت ہی عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج
من بیت زوجہا لحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کے
واسطے تب بے حاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا
او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ او لکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پاچکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر
بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اسکا نکلنا درست ہی زوج کی اجازت
ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کے واسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی
جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہی لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہی نہ نکلے انکے سوا مین یعنے سواے فرض اور زیارت والدین
محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کے واسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سواے ان امور کے نکلنے کی اجازت
دیگا تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے والمعتمد جواز الحمام بلا تزئین اشباہ وسیجیئ فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون
آرائش اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقۃ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی
وہان یہی شرط ہی کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین در
باب حمام وارد ہوئی ہین ازانجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے انکو
حمام کہتے ہین تو مرد انمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو انمین نجانے دو سواے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ولیسافر بہا
بعد اداء کلہ موجلا او معجلا اذا کان مامونا علیہا والا لا وکلہ اعلم لکن لا مونا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی الملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف
وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جب کہ زوج پر اطمینان ہو عورت
کی طرف سے یعنے سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہ ہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجائے اور اسی
قول پر فتوے ہی کذا فی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوے مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور اسی
پر فتوے دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فے النہر والذی علیہ العمل فے دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی
وغیرہ وفے المختار علیہ الفتوے وفی الفصول یفتے بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق مین ہی جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنے مصر مین
وہ یہ ہی کہ عورت کو سفر مین نہ لیجاے اسپر زبردستی کرکے یعنے سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہی اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی
وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور فصول مین ہی کہ فتوے دے مفتی جو اسکے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو
اور نہ جانے مین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانے کا فتوی دے والا نہ لیجانے کا فتوے دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلہا فیما دون
مدتہ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ الی قریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فے التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ والملقہ
فے الکافی وعلیہ الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنے تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گانون کی طرف لیجاوے
خواہ گانون سے شہر مین لاوے اور ایک گانون سے دوسرے گانون مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہی فتاوی
تاتارخانیہ مین گانون کی یعنے ایسے گانون تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین

اسکو مطلق رکھا ہے یون کہکر کہ اسی پر فتوے ہے وان اختلفا فی المہر ففی اصلہ حلف منکر التسمیۃ فان نکل تثبت وان حلف یجب مہر المثل اور اگر
اختلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہین حالانکہ دونون گواہ
لانے سے عاجز ہین تو قسم کھاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کھائی تو واجب ہوگا مہر مثل
لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اُسکے دعوے سے زیادہ نہ دیا جائیگا مثلاً عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مثل دو ہزار ہے تو ایک ہزار وہ
پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اُسکے دعوے سے کم نہ کیا جائیگا مثلاً مہر مثل ایک ہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہے تو دو ہی ہزار
اُس سے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع وفی المہر یحلف اجماعاً اور مہر مین منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ
اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اُسنے کہا کہ منکر پر قسم ہے صاحبینؒ کے نزدیک نہ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ امامؒ کے نزدیک نکاح مین قسم نہین
صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وان
اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل بیمینہ اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کے وقت تو قول اُسی کا معتبر
ہے جسکی گواہی دے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے
برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا وای اقام بینۃ قبلت سواء شہد لہ مہر المثل او لہا او لا اور اختلاف مقدار مین زوجین سے جو اپنے شاہد
قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونون کا شاہد نہو یعنی گواہون کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہین
وان اقاما البینۃ فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ مہر المثل وبینتہ مقدمۃ ان شہد لہا مہر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاہر اور اگر دونون نے گواہ
قائم کیے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوے سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے
کہ گواہ مقرر ہوئے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اُسی کا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہو وان کان مہر المثل بینہما تحالفا
اور اگر مہر مثل دونون کے مابین ہو تو دونون سے قسم لیجاوے مثلاً عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسی کے
موافق نہ ہو بلکہ دونون کے درمیان مین پڑا تو دونون پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کھاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کھاوے
کہ واللہ مین نے ایک ہزار پر نکاح نہین کیا فان حلفا او برہنا قضی بہ سو اگر دونون نے قسم کھائی یا دونون گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنی
مہر مثل دلاویگا اسواسطے کہ دونون کی قسم اور گواہ برابر ہین کسی کا دعوی ثابت نہین ہوسکتا وان برہن احدہما قبل برہانہ لانہ نور دعواہ اور اگر
دونون مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا وفی الطلاق قبل الوطی حکم متعۃ المثل
لو المسمی دیناً وان عیناً کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنی اگر
اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوی سے مطابق ہوگا اُسی کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو
جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی شلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی
تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر وای اقام بینۃ قبلت اور
دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے فان اقاما فبینتہا اولی ان شہدت لہ المتعۃ وبینتہ ان شہدت لہا سو اگر دونون گواہ لائے
تو عورت کے گواہ اولے ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے
ہین وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجب متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل دونون کے مابین مین واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور

نصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے قسم کہائی تو مہر مثل کا واجب ہوگا وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرا
لعدم سقوطہ بموت احدہما اور دونون مین کسی کا مرنا اُنکے زندہ ہونے کے برابر ہی حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب ساقط نہونے مہر مثل کے
ایک کی موت سے وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونون کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثون مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے
وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثون
کا اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیۂ مہر کے منکر ہون تو انکا حق ثابت ہوتا ہی لم یقض بشیٔ مالم یبرہن علی التسمیۃ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف
پڑا اصل تسمیۂ مہر مین تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوینگے تسمیہ پر یعنے بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے
اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہی کہ انکی ہمسر عورتین بھی مرگیئن تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذافی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا
کہ مہر مثل کا اعتبار نہ کرنا اُس صورت مین ہی جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذافی حاشیۃ المدنی
والطحطاوی ناقلا عن البحر وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتی اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی
کے اور اسی قول پر فتوی ہی کذافی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین اداے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اُسکے اقرار پر کہ ہم مہر پاچکے تو اس صورت
مین مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہین وہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا اور یہ سب اُس صورت مین ہی جبکہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی
تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات یا دونون کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین درصورت عدم تسلیم ہی فان سلمت
ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدہا لایحکم بمہر المثل لانہا لاتسلم نفسہا الا بعد تعجیل شیٔ عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور
واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنے زندگی مین اور بعد اُسکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد
بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہی تسمیۂ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہ اُس صورت مین ہی جہان عادت ہو مہر تعجیل کی اور
جہان کل مہر کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونون برابر ہین کذافی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القہستانی بل یقال
لہا لابد ان تقرّی بما تعجلت والاقضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج الیصال شیٔ الیہا بحر بلکہ
عورت سے یا اُسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہین تو ہم تجہپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر مین دو
ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہی پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنی مثلاً ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اُسوقت ہی جب زوج نے
کچھ عورت کو دینے کا وعدہ کیا کذافی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اُسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ
نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہی اور یہی قول ہی فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان
کے نزدیک یہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذافی حاشیۃ المدنی ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہتہ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ
من المہر لم یقبل قضاء لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسیوجہ کو جو مغائر ہو جہت
مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا سوا اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کر دیا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ تو
مہر مین تھی تو اُسکا قول مقبول نہوگا کذافی القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہوچکی تو مہر نہوسکیگی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اُسکا بعینہ پھیر لینا درست ہی
کذافی حاشیۃ الطحطاوی فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لہا سو کہا عورت نے
وہ بھیجی چیز ہدیہ ہی اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین ہی یا از قسم لباس ہی یا عاریت ہی تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونون گواہ لاوے ۲۰۶

تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے فان حلف والمبعوث قائم فلها ان ترده وترجع بباقی المہر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہی
تو عورت کو اختیار رہی کہ اُسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضته ثم ادعاه عارية فلها ان تسترد العوض من
جنسه زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض مین عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اسکو جدا کیا پھر دعوی کیا
کہ وہ چیز عاریت ہی تو جائز ہی عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسه کا زیلعی اور بحر الرائق مین ہنین اور فتاوی عالمگیری
مین یون ہی کہ کان للمراة ان تسترد منه ما عوضته علیه کذا فی حاشية المدنی فی غیر المهیا للاكل كثیاب شاة حية وسمن وعسل وما يبقى شهرا اخی زاده اختلاف
زوجین مین زوج کا قول معتبر ہوگا اُسمین جو کھانے کے واسطے مہیا نہین جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینا بھر باقی رہے اور نہ سڑے
کذا ذکرہ اخی زاده والقول لها بیمینها فی المهیا له کخبز ولحم مشوی لان الظاهر یکذبه ولذا قال الفقیه المختار انه یصدق فیما لا یجب علیه کخف وملاءة
فیما یجب کخمار ودرع یعنی مالم یدع انه کسوة لان الظاهر معه اور قول زوجہ کا معتبر ہی قسم کے ساتھ اُسمین جو کھانے کے واسطے مہیا ہی جیسے روٹی اور
بھونا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزون مین اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہی یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر مین نہین دیتا
اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہی کہ زوج کی تصدیق اُسمین ہوگی جو زوج پر واجب نہین جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا نہ
اُسمین تصدیق ہوگی جو اُسپر واجب ہی جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنے جب تک زوج نے اسکا دعوی نہ کیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک مین دیا ہی
اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہین بلکہ ہدیہ ہی تو اس صورت مین زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا
مصدق ہی خطب بنت رجل وبعث الیها اشیاء ولم یزوجها ابوها فما بعث المهر یسترد عینه قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمته هالكا لانه معاوضة
ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نہ کیا تو
جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسی کو پھیر لے نہ اسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت اسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو
اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك لان فيه معنى الهبة اور
اسی طرح اسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیر لے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک
وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے مین معنی ہبہ کے
موجود ہین اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اُسکا پھیر لینا درست نہین ولو ادعت انه ای المبعوث من المهر وقال هو وديعة فان
كان من جنس المهر فالقول لها وان كان من خلافه فالقول له بشهادة الظاهر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہی اور کہا
زوج نے کہ وہ امانت ہی تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی مین روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہی جنس مہر کے
جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونون صورتون مین ظاہر حال دونون کا گواہ ہی انفق رجل
علی معتدة الغیر بشرط ان تتزوجها بعد عدتها ان تزوجته لا رجوع مطلقا وان ابت فله الرجوع ان كان دفع لها وان اكلت
معه فلا مطلقا بحر عن العمادیہ خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اُس
مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقاً نہین خواہ دونون ساتھ کھاتے ہون یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر
لینا پہونچتا ہی اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقاً پھیر لینا نہین خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیہ
وفیه عن المبتغی جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص به وبه یفتی

اور بحر الرائق مین ملتقی سے منقول ہی باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اُسکے قبضہ مین کر دیا تو اُسکو پھیر لینا اس سے نہین پہونچتا اور نہ باپ کے وارثون کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت مین بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور جہیز تسلیم نہین کیا تو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسی طرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق مین درست نہین وکذا لو اشتراه لها فی صغرها ولو اکبیة اور اسی طرح استرداد نہ ہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا نے او لو کبیة اس صورت مین تسلیم کی حاجت نہین اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہی والحیلة ان یشهد عند التسلیم الیها انه انما سلمه عاریة اور حیلہ استرداد کا یہ ہی کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہی والاحوط ان یشتریه منها ثم تبریه درر اور زیادہ تر حیلہ حیلہ استرداد مین یہ ہی کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اهل المراة شیأ عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوة زوجہ کے لوگون نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کے وقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اُسکو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ یہ رشوت ہی جهز ابنته ثم ادعی ان ما دفعه الیها عاریة وقالت هو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتها لیرث منه وقال الاب او ورثته بعده عاریة فالمعتمد ان القول للزوج ولها اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثله جهازا لا عاریة اور جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اسکو تو عاریت ہی دیا ہی اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہی یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تا کہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اُسکے وارثون نے اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہی تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا حسب رواج دائمی عموماً اسی کا ہو کہ باپ تنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ لبطور عاریت کے واما ان کان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجهز به مثلها اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہون اور بعضے عاریت جیسے مصر اور شام مین تو قول باپ کا معتبر ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہی اس سے جو اُس جیسی عورت کو ملا کرتا ہی یعنے رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوائے رواج کے زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا والام کالاب فی تجهیزها وکذا ولی الصغیرة شرح وهبانیة اور مان مثل باپ کے ہی بیٹی کے جہیز مین اور اسی طرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر مان نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہین کر سکتی اور دعوی عاریت مین مان اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہی جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النهر تبعا لقاضیخان ان الاب ان کان من الاشراف لم یقبل قوله انه عاریة اور مستحسن جانا ہی نہر الفائق مین قاضیخان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف مین سے ہی تو اُسکا یہ قول مقبول نہوگا کہ جہیز عاریت ہی ولو دفعت فی تجهیزها لابنتها اشیاء من امتعة الاب بحضرته وعلمه وکان ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد ذلک من ابنته لجریان العرف به اور اگر مان نے بیٹی کے جہیز مین کچھ چیزین دین باپ کے اسباب سے اُسکے حضور اور دانست مین اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہونچائی گئی تو باپ کو نہین پہونچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہی کہ باپ جہیز کو مان پر سپرد کرتا ہی وکذا لو انفقت الام فی جهازها ما هو معتاد والاب ساکت لا تضمن الام وهما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان والاربعین علی ما فی زواهر الجواهر التی السکوت فیها کالنطق اور اسی طرح اگر خرچ کیا مان نے بیٹی کے جہیز مین اُسقدر جسکی عادت ہی اور باپ ساکت ہی تو مان پر ضمان نہین اور یہ دونون مسئلے اُن سینتیس ۳۷ بلکہ اڑتالیس ۴۸ مسئلون مین سے ہین جنمین سکوت برابر نطق کے ہی کذا فی زواهر الجواهر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت الیه بلا جهاز یلیق به فله مطالبة الاب بالنقد قنیه اگر پہونچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہی مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ یہ حکم اس صورت مین مخصوص ہی جہان عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورت مین اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا پہونچتا ہی اور اسی طرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہونچتا ہی کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر زاد فی البحر عن المنتقی الا اذا سکت طویلا

فلا خصومة له اور بحرالرائق مین یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی بنتغی سے مگر جب زوج چپ رہا مطالبہ سے مدت تک تو اُسکو نزاع کرنا نہین پہونچتا اسواسطے کہ
زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہی رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیہ الصحیح انہ لایرجع علی الاب لشئی لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہرالفائق مین
بزازیہ سے منقول ہی کہ صحیح یہ قول ہی کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ مال نکاح مین مقصود نہین کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہی عرف کے
اسواسطے کہ لوگون مین قلت جہیز اور کثرت مہر ننگ و عار ہی اور مال کا بالکل نکاح مین مقصود نہ ہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہین کہ حق تعالی نے طلب
نکاح کی بعوض مال کے مباح کی نکح ذمی او مستامن ذمیة او حربی حربیة ثمة بمیتة او بلا مہر بان سکتا عنہ او نفیاہ وکان ذا جائز
عندہم فوطئت او طلقت قبلہ او مات عنہا فلا مہر لہا و لو اسلما و ترافعا الینا لانا امرنا بترکہم و ما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا
حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دارالحرب مین مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونون بیان مہر سے ساکت رہے یا دونون نے مہر کی
نفی کی اور حالانکہ یہ اُنکے نزدیک جائز ہی پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر ہوگا اور نہ
متعہ طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونون مسلمان ہوگئے ہون اور ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہ ہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ذمیون کے
چھوڑنے پر اور اُنکے دین کے چھوڑنے پر یعنے اُنکے دین اور اعتقاد پر اُنکو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے اُنہین جاری کرنے کا حکم نہین اسیواسطے اُنکو
شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہین پہونچتا وتثبت بقیة احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقة فی النکاح ووقوع
الطلاق ونحوہما کعدة ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمة مطلقة ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے اُنکے حق مین ثابت
ہونگے مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا وارث ہونا
نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اُسوقت اُنہین جاری ہونگے جب اُنکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف
مرافعہ کرین کذا فی حاشیة الطحطاوی وان نکحہا بخمر او خنزیر عین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک فتخلل الخمر وتسیب
الخنزیر ولو طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح
کیا پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک اُنمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنی وہی شراب اور سور پاویگی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو
اور چھوڑدے سور کو اور بہتر یہ ہی کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیة المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین
ملیگا ولہا فی غیر عین قیمة الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذا اخذ قیمة القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملیگی اور
مہر مثل سور مین ملیگا یعنے سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہی جیسے اُسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت
لی تو گویا سور لیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوطی فی دار الاسلام لایخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن وطاوعتہ وبائع امة وطیہا
قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارة والا فلا وطی دار الاسلام مین سواے ملک یمین کے خالی نہین حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلون مین نہ
حد ہی نہ مہر ایک مسئلہ یہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین
تو اس صورت مین نہ حد ہی نہ مہر ہی دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہی نہ مہر ہی اور کم ہوجائیگی
اس صورت مین وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنے ازالۂ بکارت عیب ہوا تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہ تھی تو کچھ قیمت نہ گھٹے گی
تدافعت جاریة مع اخری فازالت بکارتہا لزمہا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اُسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر
مہر مثل اور اسی طرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو اُنپر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی الحاشیة المدنی لاب الصغیرة المطالبة

بالمہر وللزوج المطالبۃ بتسلیمہا ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہونچتا ہی اگرچہ زوج کو منع ہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ
پہونچتا ہی اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی لا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنے اگر زوج اور باپ مین اختلاف ہوا زوج
کہتا ہی کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہی اور باپ کہتا ہی کہ مرد کے لائق نہین تو یہان صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتون کو دکھلاوے اگر
عورتین کہین کہ لائق مرد کے ہی تو زوج کو تسلیم کرے اور نہین تو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمہا فہربت لم یلزمہ طلبہا سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی
پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اسکی طلب اور تلاش لازم نہین اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہین کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسی کے نکاح
مین ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش لازم ہی اسواسطے کہ اُسکے گُم ہونے مین زوج پر ضمان لازم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأۃ فاخرجہا حبس الی ان یاتی
بہا او یعلم موتہا کسی نے فریب یا عورت کو اور اسکو نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جائیگا یہانتک کہ اسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المہر مہر السر وقیل العلانیۃ مہر جو
معتبر ہی جو پوشیدگی کا مہر ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ ظاہر کا مہر معتبر ہی یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایکہزار سے شلا مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کے واسطے لوگون
مین دوہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت مین مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتاجل بمراجعتہا جو مہر کہ مؤجل ہو طلاق تک وہ
معجل ہو جاتا ہی طلاق رجعی سے اور نہین مؤجل ہوتا پھر عورت کی طرف مراجعت کرنے سے ولو وہبتہ المہر علی ان یتزوجہا فابی فالمہر باق نکحہا اولا اگر عورت نے مہر
بخشا اس شرط پر کہ مرد اس سے نکاح کرلے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہی نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق مین یون ہی کہ ایک شخص نے اپنی
مطلقہ سے کہا کہ مین تجھسے نکاح نکرونگا جبتک تو اپنا مہر معاف نکرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور صورت
نکاح پھر نے کے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہی اور نکاح کرنے مین مہر اسواسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہین ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کرچکا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو وہبتہ لاحد ووکلتہ بالقبض صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو ہبہ کیا اور اسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہی اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہی ولو احالت بہ انسانا ثم وہبتہ
للزوج لم یصح وہذہ حیلۃ من یریدان یہب ولا تصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہ حوالہ قبول کیا پھر عورت
نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہو گیا اور حوالہ کرنے کا حیلہ اُس شخص کے واسطے ہی کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

ہو المملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہ باب ہی نکاح رقیق کا رقیق اُس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اُس
غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامۃ ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازۃ المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل
موقوف ہی نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر رد کیا تو باطل ہو گیا مکاتب
وہ غلام ہی جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپے مثلاً کہین سے پیدا کر لا تو تو آزاد ہی اور مدبر وہ غلام ہی جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جو
مالک کے تصرف مین ہے اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا فلو نکح فلم یدخل فیطالب بمہر المثل بعد عتقہ سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس نکاح
مین مہر نہین جبتک وطی نہو اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہین اور مولی پر اسواسطے مہر لازم نہوگا کہ اُسکے
بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من لہ ولایۃ تزویج لامۃ کاب وجد وقاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتولی پھر مولی سے مراد وہ شخص ہی جسکو اختیار ہو لونڈی کے
نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہی
اور اسی طرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن انکو یہ اختیار نہین کہ اپنے غلام سے اُسکا نکاح کر دین اور اسیطرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہی اور اسیطرح شریک
مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہی اور اسی طرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح وہانکے متولی کے اختیار ہی واما العبد فلا یملکہ ۔ درجۃ الاسفل یملک

باب نکاح الرقیق

اعتاقہ اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہین سوائے اُسکے جو مالک ہو اُسکے آزاد کرنے کا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہو وہی غلام کی تزویج کا مالک ہو تو باپ وغیرہ جو سابق مین مذکور ہو چکے وہ نکاح عبد کے مالک نہین کذا فی الدرر فان نکحوا بالاذن فالمہر والنفقۃ علیہم ای علی القن وغیرہ لوجود سبب لوجود منہ سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ اُنپر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اسواسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنے نکاح قن وغیرہ کی طرف سے ہو ویسقطان بموتہم لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہی مہر اور نفقہ غلامون کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفاء کے یعنی نفقہ اور مہر لینے کا مقام نہ رہا ویبیع قن فیہما اور بیچا جاویگا قن نفقہ اور مہر مین یعنے مالک قن کا اُسکو بیچے اور نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لا یباع غیرہ کمدبر بل یسعی نہین بیچا جائیگا سوائے قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہو گی بلکہ محنت مزدوری کروائی جائیگی پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ مین صرف ہوگا ولو مات مولاہ لزمہ جملۃ ان قدر نہر وقنیۃ اور اگر مدبر کا مولی مرگیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اُسکو مقدور رہو اور اگر مقدور نہ ہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذا فی النہر والقنیۃ لکنہ یباع فی النفقۃ مرارًا ان تجددت لیکن قن بیچا جائیگا نفقہ مین بار بار اگر متجدد ہوگا نفقہ یعنی جب غلام پر زوجہ کا نفقہ اتنا ہو گیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے ادائے نفقہ کے بیچا جائیگا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پھر بیچا جائیگا وعلی ہذا القیاس وفی المہر مرۃ ویطالب بالباقی بعد عتقہ الا اذا باعہ منہا خانیۃ اور بیچا جائیگا قن مہر مین ایکبار پھر اگر مہر کچھ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد اُسکے آزاد ہونے کے مگر اس صورت مین باقی مہر کا مطالبہ نہین جب مالک نے غلام کو اُسکی زوجہ کے ہاتھ بیچا کذا فی الخانیہ یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پھر غلام کو ادائے مہر کے واسطے اسی عورت کے ہاتھ نو سو درم کو بیچا بمجرد مول لینے کے نکاح ٹوٹ گیا تو نو سو درم عورت مہر مین لیگی اور ایک سو درم جو مہر باقی رہا تھا سو ساقط ہو گیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہین ولو زوج المولی امتہ من عبدہ لا یجب المہر

فی الاصح ولوالجیۃ قال البزازی بل یسقط وحل الخلاف اذا لم تکن الامۃ ماذونۃ فان کانت بیع الیضا لانہ یثبت لہا ثم ینتقل للمولی نہر اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح مین کذا فی الولوالجیۃ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پھر ساقط ہو جاویگا اور وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف وہان ہی جبکہ لونڈی ماذون اور قرضدار نہ ہو اور اگر مولے کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائیگا ادائے مہر کے واسطے اسواسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہی اول لونڈی کے لیے بعد اسکے اگر لونڈی قرضدار نہو تو پھرتا ہی مولی کی طرف کذا فی النہر اور یہان تو لونڈی قرضدار ہی تو اُسکے مہر سے اول اُسکا قرض ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو باعہ سیدہ لعبد ما زوجہ امراۃ فالمہر برقبتہ یدور معہ این ما دار کدین الاستہلاک پھر اگر غلام کو اُسکے مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اُس عورت کا غلام کی گردن پر ہی پھر اکریگا مہر جہان غلام پھریگا یعنی غلام اگرچہ دس بار بکے اور کسی مالک کے پاس رہے مہر عورت کا اُسپر سوار رہیگا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کردے تو اُسکے دین مین بیچا جائیگا اگرچہ ایک دو بار بک چکا ہو ولکن للمراۃ فسخ البیع لو المہر علیہ لانہ دین فکانت کالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہی مالک کی بیع کو فسخ کردینے کا اگر مہر غلام پر باقی ہو اسواسطے کہ مہر بھی دین ہی تو عورت مثل قرضخواہون کے ہوئی کذا فی المنح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہو اور اُسکا مالک اُسکی بیع کرے تو قرضخواہون کو اختیار ہی چاہین بیع کو جائز رکھین اور اُسکی قیمت قرض مین لین اور چاہین بیع کو فسخ کرین اسی طرح مہر عورت کا بھی دین ہی تو اُسکو بھی فسخ بیع مین اور جائز رکھنے مین اختیار ہی وقولہ لعبدہ طلقہا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف اور یون کہنا مالک کا اپنے غلام سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہ اجازت ہی نکاح موقوف کی اسواسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہین ہوتی لا طلقہا او فارقہا لانہ یستعمل للمتارکۃ حتی لو اجازہ بعد ذلک لا ینفذ بخلاف الفتوی اور یون کہنا مالک کا کہ اُسکو طلاق دے یا اُسکو چھوڑ دے نکاح موقوف کی اجازت نہ ہوگی اسواسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چھوڑ دینے مین بھی مستعمل ہوتا ہی یعنے یہ دونون لفظ اجازت اور دونون مین محتمل ہین اسواسطے عدم اجازت پر محمول کیا

یہانتک کہ اگر مولی لبعد بولے ان لفظون کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ نہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت سے
نکاح کردیا پھر جب اُس مرد کو نکاح کی خبر پہونچی تو اُسنے کہا کہ اُسکو طلاق دے تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دیسکتا ہے
اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہین بخلاف مولی کے کہ اُسکو طلاق کا اختیار نہین واذنہ لعبدہ فی النکاح ینتظم جائزہ وفاسدہ فیباع العبد لمہر
من نکحہا فاسداً لبعد اذنہ فوطیہا خلافاً لہما اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح مین شامل ہے نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اس عورت
کے مہر مین جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پھر اس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہین تو نکاح فاسد مین بعد
وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونے کے اُسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوی المولی الصحیح فقط تقید بہ کما لو نص علیہ ولو نص علی الفاسد صح
وصح الصحیح ایضاً نہر اور اگر مولی نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کردے
اذن مین نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولی نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا
کذا فی النہر ولو نکحہا ثانیاً صحیحاً او نکح اخری بعدہا صحیحاً وقف علی الاجازۃ لانتہاء الاذن بمرۃ وان نوی مراراً اور اگر مطلق اذن دیا مولی نے سو غلام
نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولی
کی اجازت پر اسواسطے کہ مولی کا اذن ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہو چکا اگرچہ مولی نے چند بار نکاح کرنے کی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف ہیگا
ولو مرتین صح لانہا کل نکاح العبد اور اگر مولی نے اپنے اذن مین دو بار دو عورتون سے نکاح کرنے کی نیت کی تو یہ نیت دوبار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری
عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہین وکذا التوکیل بالنکاح اور
اسی طرح وکیل کرنا نکاح مین یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کردے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہین بخلاف التوکیل بہ
فانہ لا یتناول الفاسد فلا ینتہی بہ لفتی یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہین تو وکالت
نکاح فاسد پر منتہی بھی نہوگی اسی قول پر فتوی ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنے سے اُسکی وکالت بھی منقطع نہ ہوئی
اور اگر اُسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کریگا تو نافذ ہوگا والوکیل بنکاح فاسد لا یملک الصحیح بخلاف البیع ابن ملک اور نکاح فاسد
کا وکیل مالک نہین صحیح نکاح کرنے کا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکرہ ابن الملک فی شرح الملتقی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل فی
الکلام الحقیقۃ الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع یتناول الفاسد وبالنکاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ مین کہ اصل ہر کلام مین معنی حقیقی ہین نہ مجازی یون کہا ہے کہ
نکاح اور بیع کے اذن مین اور بیع کی وکالت مین فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت مین نکاح فاسد شامل نہین یعنی اگر مولی غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہ
اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونون کو شامل ہے اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونون کو عام ہے لیکن نکاح وکالت نکاح فاسد کو شامل
نہین والیمین علی نکاح وصلوۃ وصوم وحج وبیع ان کانت علی الماضی تناولہ وان علی المستقبل لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد
کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوائے صحیح کے فاسد کو شامل نہین یعنی اگر یون قسم کھائی کہ مین نے نکاح نہین کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہے
اور اگر قسم کھائی کہ مین نکاح نکرونگا تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ مین نے نماز نہین پڑھی یا حج نہین کیا یا بیع نہین کی
تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ مین نماز نہ پڑھونگا یا حج نہ کرونگا یا بیع نہ کرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح اور حج
صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبداً لہ ماذوناً مدیوناً صح وسکوت المراۃ غرما لا فی مہر مثلہا والاقل والزائد علیہ تطالب بہ بعد استیفاء الغرماء
اور اگر نکاح کیا مولے نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے نہ اپنے مہر مثل مین اور کمتر مین

یعنے جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہین ویساہی عورت بھی حصہ پاویگی مہر مثل مین اور کمتر مین اور جو مہر کہ زائد ہو مہر مثل سے اور افل سے
تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہون کے قرض پلنے کے بعد کدین الصحۃ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص
پر قرض ہی حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منہا المامر مگر جبکہ مولی نے غلام
کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر رہیگا چنانچہ یہ مسئلہ سابق مین مذکور ہوا صورت اسکی یہ ہی کہ مولی نے غلام مدیون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درم
کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرضخواہون کی اجازت سے دو سو درم کو بیچا تو دو سو درم کو قرضخواہ
اور عورت موافق اپنے حصون کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی الحاشیۃ المدنی ولو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا
یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فرد فی الرق فحینئذ یفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر
مولی مرگیا تو نکاح فاسد نہین ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہین ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جبکہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا اسوقت
مین نکاح فاسد ہوگا بسبب مخالف ہونے زوجیت اور ملکیت کے زوج امتہ او ام ولدہ لا یجب علیہ بتوتہا وان شرطہا فی العقد نکاح کردیا مولی نے اپنی لونڈی
کا یا ام ولد کا تو واجب نہین مولی پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح مین شرط کرلی ہو تو بھی واجب نہین اسواسطے کہ مولی کا حق زوج
کے حق پر مقدم ہی اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہی کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوگی اور اگر زوج لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہوجاتی ہی
اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول مین دیا اما لو شرط الحریۃ اولادہا فیہ صح وعتق کل من ولدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ ہو معنی
تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فنح ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کرلیا زوج حر نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد مین تو یہ شرط
صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح مین جنے گی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کردینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی
تعلیق ہی ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یون کہا کہ اگر تو اس نکاح مین اولاد جنے گی تو وہ سب حر ہین تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالفرور
حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمین کچھ اختیار باقی نرہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اسمین تعلیق کے معنے نہین ہوسکتے کذا فی فتح القدیر
اور اس تعلیق سے یہ نکلا کہ اگر مولی کے اس لونڈی کو بیچا یا اسکو چھوڑ کر مرگیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہین صحیح
ہوتی مگر اسوقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کے وقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ لہ حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے
زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اسکے پاس گواہ نہین تو قسم کھاوے مولی کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بہا بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا
لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہین بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہی کہ مولی اسکو اسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے
خدمت نہ لے وتخدم المولی ویطاہا الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطیتہا نہر اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اسکو پاویے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہی لونڈی کی تسلیم مین مولی کا یون کہنا اسکے زوج
سے کہ جب اسکو خالی پاؤ کر تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بوا ہا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت
دی پھر اس سے رجوع کی تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آیندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا اور
گذشتہ کا نفقۃ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد بتوتۃ بلا استخدام او استخدمہا نہارا او احادہا لبیت الزوج لیلا لا یسقط لبقاء البیوتہ
اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولے کے یا مولی نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کو
شوہر کے گھر اسکو پھیر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے ولو ای المولی السفر بہا ای بامتہ وان ابی الزوج ظہیریۃ

اور مولی کو اختیار ہی اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانے کا اگرچہ اُسکا زوج نمانے کذا فی الظہیریۃ وله اجبار قنه وامته ولو ام ولده اور مولی کو اختیار ہی
اپنے قن اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کامل ہی تو اسکو نکاح مین زبردستی کرنا جائز ہی اگرچہ وہ راضی
نہو مگر مارکوٹ کر نکاح نکرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمه الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول فهو ابنه
والنكاح فاسد بحر من الاستيلاد وثبوت النسب اور لازم نہین مولی پر استبرا بلکہ مستحب ہی یعنے جو لونڈی مولے کے تصرف مین ہو اور وہ اُسکا نکاح
کردے تو استبرا مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا بشرطیکہ
قنہ اور مدبرہ مین مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نہ کی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہی
على النكاح وان لم يرضيا لا مكاتبه ومكاتبته بل يتوقف على اجازتهما ولو صغيرين الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنے کا اختیار ہی لونڈی غلام کے
نکاح پر اگرچہ دونون راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا اُن دونون کی اجازت پر موقوف ہی اگرچہ
دونون صغیر ہون بسبب ملادینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا نکاح اُنکی اجازت پر موقوف رہا
یہانتک کہ اگر دونون صغیر بھی ہونگے تو بھی انکا نکاح اُنکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہوگیا مولی کا اختیار نکاح کردینے
مین باقی نرہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا على اجازة المولى لا على اجازتهما لعدم اهليتهما ان لم يكن عصبة غيره پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے
بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف ہو کر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ
صغیرین کا نہو سوائے مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اُنکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہوگا تو اُسکی اجازت پر موقوف
رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی
اجازت پر موقوف رہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب ہی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے
مولی کی ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہی اور یہ مسئلہ عجیب ہی کہ لڑکا جبتک مملوک ہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہو گیا اور مولی کی ملکیت
قبل آزادی کے مکاتب پر تھی تب اُسپر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجز الوقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود مؤن النکاح
علیه اور اگر عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ بواسطے پھر آنے تصرف اور زیر باری نکاح کے مولی پر
یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اُسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیے اور مولی
کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اُسوقت مین مکاتب پر تھا نہ مولی پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اُسکی کمائی مولی کی ہوگئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی
ضرور ہوئی وبطل نكاح المكاتبة لانه طرا حل بات على موقوف فابطله والدليل يعله العجائب وبحث الكمال هنا غير صائب اور باطل ہوگیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری
ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اُسکو باطل کر دیا اور دلیل سے امور عجیب ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹھیک نہین یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون
اُسکی رضا کے کر دیا تو وہ نکاح موقوف تھا اُسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت نے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اُسکی
وطی حلال ہوئی اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو باطل کر دیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہی کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے
اُسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہ ہی کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی کو بسبب
حکم ولا کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اُسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول ہوگیا دلیل
کی یہی صفت ہی کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امته قبل الوطی ولو خطا فسخ وهو

مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المہر لمنعہ المبدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنے عاقل بالغ ہو تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہ ہوگا بنابر قول راجح کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اسکے زوج پر سے بسبب روکنے مولی کے عوض کو یعنے مہر عوض ہو وطی کا پھر جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہو اسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلت ذلک القتل امراۃ ولو امۃ علی الصحیح خانیۃ بنفسہا او قتلہا وارثہا او ارتدت الامۃ او قبلت ابن زوجہا کما رجحہ فی النہر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنابر قول صحیح کے کذا فی الخانیۃ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اسکے وارث نے اسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہو گئی یا اسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق مین اسی قول کو ترجیح دی ہو لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کی طرف سے تفویت اور قصور نہین یعنی مہر کا مالک مولی ہو تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتون مین مہر نہین ساقط ہوتا او فعلہ بعدہ ای الوطی لتقررہ بہ یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو فعلہ بعدہ او مکاتبۃ او ماذونۃ مدیونۃ لم یسقط اتفاقا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتون مین مولی نہین جب مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے لیگی والاذن فی العزل وہو الانزال خارج الفرج لمولی الامۃ لا لہا لان الولد حقہ وہو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل مین عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے ہین اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق مین معراج سے منقول ہو وہ یہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہو کر خارج شرمگاہ سے انزال کرے سو عزل مین اجازت دینا مولی کے اختیار مین ہو نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہو مولی کا اور اس سے یہ نکلتا ہو کہ لونڈی کو بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنی جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی مین اجازت مولی کی حاجت نہین سواسطے کہ صغیرہ کے لڑکا نہین ہوتا جو عزل سے حق مولی کا تلف ہو اور اسی طرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اسکا شوہر اس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہین کذا فی النہر ولیعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ نہر بحثا باذنہا او عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہو مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق مین ہو باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنہا لیکن خانیہ مین ہو کہ عزل حرہ سے بدون اجازت حرہ کے مباح ہو ہمارے زمانے مین بسبب فساد زمانہ کے یعنی اسوقت مین اکثر لڑکے اطاعت نہین کرتے والدین کو رنج پہونچاتے ہین تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن زوج اور کہا ہو فقہانے کہ مباح ہو اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج کے ہو یعنی جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہو ہرچند شارح نے اسقاط ولد مطلقاً جائز کیا لیکن حق یہ ہو کہ بدون ضرورت کے جائز نہین جیسے لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اسکے حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہین تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہو خانیہ کے باب الکراہیت مین ہو کہ مین نہین کہتا کہ اسقاط مطلقاً مباح ہو اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اسپر ضمان ہو اسواسطے کہ انڈا اصل ہو پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو بعذر اسقاط مین کیونکر گناہ نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ بغیر اذنہا بلا کراہیۃ فان ظہر بہا حبل حل نفیہ وان لم یعد قبل البول او عزل کرے اپنی لونڈی سے بدون اسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اسکی نفی کرنا درست ہو یعنی یون کہنا کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہو درست ہو بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے

دو بارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہی کہ بقیہ منی دوسرے عزل مین نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور وہ دوسری شرط نفی کی یہ ہی کہ لونڈی
غیر محصنہ ہو یعنی گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہین اسواسطے کہ عزل کے وقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہی کہ غیر محصنہ ہونے مین ظن
غالب چاہیے کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی و خیرت امۃ ولو ام ولد و مکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ البعض اذا عتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح
برضاہا دفعا لزیادۃ الملک علیہا الطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے مین مختار ہی لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہی اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل
آزاد نہو مثلاً النصف آزاد ہی یا ربع یا اختیار اسوقت ہی جب آزاد ہو جاوے خواہ حُر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اسکو اختیار ہی تاکہ دفع
ہو زیادتی ملک کی اُسپر سے بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چھوٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہین چھوٹتی تو حرہ ہو بہ نسبت
لونڈی ہونے کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہی تو اسواسطے شارح نے اسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فان
اختارت نفسہا فلا مہر لہا او زوجہا فالمہر لسیدہا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے نکاح توڑا تو اُسکا کچھ مہر نہین اگر وطی نہ ہوئی ہو اسواسطے
کہ جدائی اُسی کی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اُسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکھا تو مہر اُسکے مولی کا ہی وطی ہوئی ہو
یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اسوقت مولے ہی کی ملک تھی ولو صغیرۃ تاخر لبلوغہا ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی
صغیرہ ہو تو اُسکی آزادی کا اختیار اُسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہین اور نہین ہی اختیار لونڈی کو
بلوغ کا قول ارجح مین اسواسطے کہ خیار عتق کا مغنی ہی خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولاء مین مذکور ہوگا او کانت الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت
امۃ بان ارتدا و لحقا بدار الحرب ثم سبیا معا فاعتقت خیرت عند الثانی خلافا للثالث مبسوط یا خیار عتق کا اسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت
حرہ تھی پھر لونڈی ہو گئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہو گئے اور دونون دار الحرب مین جا رہے پھر دونون قید ہو آئے دار الاسلام مین
پھر عورت آزاد ہوئی تو اُسکو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسفؒ کے نہ نزدیک محمدؒ کے کذا فی المبسوط والجہل بہذا الخیار خیار العتق
عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا و لحقا فعلمت فنسخت صح اذا قضی باللحاق ولیس ہذا الحکم بل فتوی کاف اور بے علمی اس خیار عتق کی عذر ہی بخلاف خیار بلوغ کے
اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولے کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہین بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہ ہوا اسطرح کہ
لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اسکو آزاد کیا اور اُسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اُسکا شوہر دونون مرتد ہو گئے اور دار الحرب مین
جا ملے پھر دار الاسلام مین گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آ گئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام مین خواہ دار الحرب مین سو نکاح
فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اُسکے حق مین لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا
اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہین ہی بلکہ فتوی ہی یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ تمنے دار الحرب کے
ملنے والون مین یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہی اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہین شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہین بلکہ فتوی ہی یعنے حادثہ کے
سوال کا جواب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار
البلوغ فی الکل خانیۃ اور نہین موقوف ہی خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہین باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہین خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو
تو اسکو خیار عتق حاصل نہین اور منحصر ہی یہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اُٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہی مخیرہ وہ عورت
جسکے زوج نے اس سے کہا کہ تجھکو مین نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اُٹھ گئی تو اختیار اُسکا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ
پانچون حکم مین مخالف ہی خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہی اور سکوت سے باطل ہوتا ہی اور غلام کو بھی ثابت ہی اور آخر مجلس تک

مستد نہین ہوتا اور اُسکین جہل عذر نہین چنانچہ باب الولی مین بتفصیل مذکور ہوچکا نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام نے
بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اُسکو سو مشتری نے اُسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول غلام کا نکاح
مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اُسکی اجازت کی کچھ حاجت نہ رہی کذا حکم الامۃ و لا خیار لہا لکون النفوذ بعد العتق فلم تتحقق
زیادۃ الملک اور ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنی اُسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور یہان نکاح فسخ کرنے مین لونڈی کا اختیار نہین بسبب نافذ
ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقۂ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اقترنا بان زوجہا فضولی و اعتقہا فضولی و اجازہما المولی اور اسی طرح
لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اسطرح پر کہ نکاح کردیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اُسکو دوسرے فضولی نے
اور جائز رکھا ان دونون کو یعنے نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اُس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا
پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان دخل بہا الزوج و الا لم ینفذ لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسی طرح اُس ام ولد کو اختیار فسخ کا
نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اُسکی موت سے نکاح ام ولد کا اُسوقت نافذ ہوگا اگر اُسکے زوج نے
وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نہ کی تو اُسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل
عتق کے زوج وطی کرچکا تو مولی کی عدت معدوم ہوگئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد سے اور ظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی تو
نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای للمولی و بعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکتہا سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی
سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولی کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اُسکی ملک کی منفعت سے
یعنی جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی و من وطی امۃ ابنہ
فولدت فلو لم تلد لزم عقرہا و ارتکب محرما و لا یحد قاذفہ فادعاہ الاب و ہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ اور جسنے
وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اُسنے حرام کام کیا اور جسنے اُسکو زانی کہا اُسپر
حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اُس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اُسکا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی
ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک و بیعہا لاخیہ مثلا لا یضر بحثا اور مثلا بیچ ڈالنا لونڈی کا اپنے بھائی سے ضرر نہین کرتا چنانچہ
نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک مین جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے
اور وہان جنی تو بقاے ملک مین کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ باپ کے دونون بیٹے برابر ہین ولایت مین فصارت ام ولدہ لاستنادہ الملک لوقت العلوق تو بیٹے
کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث مین آیا ہے انت و مالک
لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اُسکی حفاظت ضرور ہے اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ یہان مالک ٹھہرا اور لونڈی
اُسکی ام ولد ہوگئی و علیہ قیمتہا و لو فقیرا لقصور حاجۃ لبقاء نسلہ عن بقاء نفسہ و لذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی و یجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ لتسری
اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقای نسل کے بہ نسبت بقای نفس کے اور اسیواسطے
حلال ہے باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اُسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تا کہ باپ اُسکو حرم
بناوے ص یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ جتنے فقیر باپ پر کیون قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی اور بقای نسل مین مضطر ہے اور باپ اگر اضطرار مین بیٹے کا طعام
کھاوے تو اُسپر ضمان نہین شارح نے جواب دیا کہ طعام مین بقای نفس ہے اور حفظ منی مین بقاے نسل ہے اور بقاے نفس اعظم ہے بقاے نسل سے تو دونون برابر نہوئے اسواسطے حفظ منی مین

قیمت واجب ہوگی نہ طعام مین لاعقرہا ولا قیمۃ ولدہا لکن تجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اسکا مہر مثل اور نہ قیمت اسکا
لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی مین مشترک ہو تو بقدر حصۂ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان
شریکین قدم الاب الا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی مین یعنی باپ نے
کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونون شریک ہون لونڈی کی ملکیت مین تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو جہت سے کہ اپنے حصہ مین ملک
حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ مین ملک حکمی اور اگر دونون شریک نہون تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خاص
ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت مین بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی
ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اسکے مدبرہ کے ولد کا یا اسکی
مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہوگا صحیح
یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی نہ کی تو الحاق اسکے ولد کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہین وجد
صحیح کاب بعد زوال ولایۃ بموت وکفر وجنون ورق فیہ ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے
یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور مین یعنی اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسا نے کو رہ زائل ہوگئی ہو لا یکون
کالاب لا قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل سکے یعنی قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایۃ من حین الوطی الی الدعوۃ
اور صحت دعوی مین شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت مین پھر مثلاً باپ مر گیا اور لونڈی جنی
دادا کی ولایت مین تو دعوی صحیح نہوگا ولو تزوجہا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی
لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب مین اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت مین کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی
جنی تو نہو گی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہین ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدہا حر لملک اخیہ لہ اور واجب
ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اسکا بھائی اسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحیل ان یملک
لطفلہ ثم یتزوجہا اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک مین کر دے خواہ بیع سے
خواہ ہبہ سے پھر اس لونڈی سے نکاح کرے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امراتہ او والدہ او جدہ فولدت و
ادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ وقتا ما ثبت النسب وتجی فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ
کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یون
کہے کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہوگیا عمر بھر مین کسی وقت اور کسی وجہ سے تو
ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد مین آویگا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف او زاد رطل من خمر اذ الفاسد
ہنا کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعتہ منک واعتقتہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کر دے اسکو میری طرف سے
بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یون کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہان یعنی احتمال سقوط قبض مین مانند
صحیح کے ہے پھر مولے نے ایسا ہی کیا یعنے اسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک کے وجہ سے بطریق اقتضاء کلام کے گویا مولے نے کہا کہ مین نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا
اور اسکو مین نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنے آزادی بدون ملکیت کے نہین ہوتی پھر جب اسکی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا لکن لو قال کذلک وقع

العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ وسنفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ مین نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اسکو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے یعنی مولی کی طرف سے واقع ہوگا بسبب پائے جانے قبول کے آمر کی طرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ مین ہے یعنی اس صورت مین فقط مامور کی طرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول امر کا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمر کا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمناً منعقد ہوئی تھی نہ صریحاً اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہے کہ مین نے قبول کیا تو عتق آمر کی طرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف وسقط المہر اور ولا حرہ منکوحہ کے واسطے اور اسپر ہزار درم لازم ہونگے اور مہر اسکا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کی طرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ وہ حق ہے آزاد کرنے والے کا ولا اسکو کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنے والا اُسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالالف لا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت مین حق ولا مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے

باب نکاح الکافر

یشتمل المشرک والکتابی یہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وہہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین اہل الکفر خلافاً لمالک ویردہ قولہ تعالی (وامرأتہ حمالۃ الحطب) وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور بیان یعنی نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانون مین سو صحیح ہے کافرون مین بخلاف امام مالک کے کہ اُنکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالی نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر ناطق ہے اور اسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یجوز فی حقہم اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانون مین بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق مین جبکہ وہ اسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم رح کے اور ثابت رکھے جاوینگے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے اُنکے نکاحون کو دوبارہ نہ کیا اور استفسار نفرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اُنکے حق مین ویساہی نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزاً وقال مشائخ العراق لا بل فاسد والاول اصح وعلیہ فتجب النفقۃ ویحد قاذفہ) اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اُس نکاح والے کے اگر اسکو کوئی زانی کہیگا تو اُسپر حد ماری جاویگی واجمعوا علی انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقاً فیقتصر علیہ ابن ملک اور اتفاق کیا ہے فقہانے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلاً ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مر گیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اُس نکاح مین جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہین ہوتا کماذکرہ ابن ملک وراثت زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونون اجنبی ہین اسلم المتزوجان بلا سماع شہود او فی عدۃ کافر معتقدین ذلک اقرا علیہ لانا امرنا بترکہم

وما یعتقدون اسلام لائے زوج اور زوجہ جنہون نے نکاح بدون ساع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونون حالت کفر مین اُسکے معتقد تھے
یعنی نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین اُنکے ترک پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر دونون
مسلمان ہوئے ہون یا ایک دونون نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا ای المتزوجان الذان ہما محرمین واسلم احدالمحرمین او ترافعا
الینا وہما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماہ بینہما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدہما لا یفرق لبقاء حق الاٰخر بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی
علیہ اور اگر دونون نکاح کرنے والے جو مسلمان ہوے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونون نے ہمے نالش کی اور حالانکہ وہ
کافر ہین تو جدائی کرادے دونون کے درمیان مین قاضی یا جسکو اُنھون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون مین سے ایک کافر کی نالش
سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہی پست نہین ہو سکتا الا اذا طلقہا ثلثا و
طلبت التفریق فانہ یفرق بینہما اجماعًا کما لو خالعہا ثم اقام معہا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم او تزوجہا قبل زوج اٰخر وقد
طلقہا ثلثا فانہ فی ہذہ الثلاثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافًا عن الزیلعی والحاوی من اشتراط المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو
تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو بیان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرادی جاویگی دونون مین بالاتفاق اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع
ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اُسکے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا
کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اسکو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان تینون شکلون مین تفریق کیجائیگی بدون نالش
کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ انمین جدائی کے واسطے نالش شرط ہی واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امراۃ الکتابی عرض الاسلام علی الاٰخر
فان اسلم فیہا والا بان ابی او سکت فرق بینہما ولو کان الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر والاصل ان کل من صح
منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جائیگا
اسلام دوسرے پر یعنی اس سے کہا جائیگا کہ تو بھی مسلمان ہو جا سو اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اُسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کر گیا یا ساکت
رہا تو دونون مین جدائی کرائی جائیگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اُسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہی کہ جب
اسکو ادیان کا تعقل ہو اور بعضون نے سات برس مقرر کیے ہین اور صبیہ مانند صبی کے ہی حکم مذکور مین یعنے اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اُسکی زوجہ صبیہ ہی باتمیز
دینون کا سمجھنا ۱۲
تو اُس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائیگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت اسکی یہ ہی کہ جسکا
مسلمان ہونا صحیح ہی اسلام لانے کے وقت اُسکا انکار بھی صحیح ہی اسلام سے غرض اسلام کے وقت فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہی تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا
وینتظر عقل ای تمیز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نہایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ فایہما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی
عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البہنسی عن روضۃ العلماء للزاہدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنے تمیز کا انتظار کیا جائیگا اور اگر زوج مجنون ہی
تو انتظار نہو گا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے مان باپ پر جو اُن مین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام
مین اُسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اسکا باپ یا مان نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کو پھر اُسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ
اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اُسنے زاہدی کے روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وہی مجوسیۃ فتہودت او تنصرت بقی نکاحہا
کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانہا کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہو گئی یا نصرانیہ تو اُسکا نکاح باقی
رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار

انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہی و التفریق بینہما طلاق ینقص العدد لو ابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونون
مین طلاق بائن ہی کہ کم کرتا ہی عدد طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نرہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر
زوجہ لونڈی ہی تو ایک طلاق کا مالک رہیگا تفریق اسوقت طلاق ہی اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین اسواسطے
کہ طلاق عورتون کی جانب سے نہین ہوتی وابار الممیز واحد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وہی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر ومجنون زیلعی وفیہ
نظر اذ الطلاق من القاضی وہو علیہما لا منہما فلیسا باہل للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی مان یا باپ کا طلاق ہی قول اصح مین اور یہ مسئلہ
نہایت عجیب وغریب ہی اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہی اسواسطے کہ طلاق واقع
ہوتی ہی قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیرہ اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہی نہ کہ اُنکے اختیار سے تو وہ دونون طلاق ڈالنے کے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنے کے
اہل ہین پھر جب طلاق اُنکی طرف سے نہوئی تو اسمین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ ولو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف اذا قال ان
دخلت الدار فدخلہا مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جایگا تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کی طرف
سے اور اسی طرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن تو تجھکو طلاق ہی پھر وہ مجنون ہوگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود
شرط کے واقع ہوتی ہی اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نرہا بخلاف اسکے کہ اگر اسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق
ہی پھر گھر مین مجنون ہو کر داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ معلق ہی دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت مین ایقاع
تھا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہی اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق کیا اسواسطے
تعجب اور غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدہما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب وما لحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او
تمضی ثلثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی
عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنے دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہی جیسے دریاے شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہانتک کہ تین بار اُسکو حیض
آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے یعنی گذر جانا عدت کا بجاے سبب فرقت کے یعنی انکار
اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونون دار الاسلام مین نہوئے ایک انمین سے دار الحرب مین ہی تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہین ہوسکتا
کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہین ہی اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ
بھی اسمین داخل ہی اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیۃ ولو مآلا فہی لہ اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اُسی کی
ہوگی یعنے جدائی دونون مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہی اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا
نصرانیہ ہوگئی چنانچہ سابق مین اسکا مذکور ہو چکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہو جاتی ہی اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے
باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونون شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً
دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پھر جانے کے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا
تو اسکی زوجہ نہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک مین ہی مگر جبکہ ذمی ہو کر رہیگا تو دونون مین جدائی ہو جاویگی لا بالسبی نہین چھوٹتی عورت
اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانے کے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہی امام اعظم رح کے نزدیک نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہی فلو
خرج احدہما الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمیا فی دارنا او اخرج مسبیا او دخل دارنا بامان تباین الدارین اذ اہل الحرب کالموتی ولا نکاح

...مین حی و میت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہو کر یا ذمی ہو کر یا وہ مسلمان ہو گیا یا دار الاسلام مین ذمی ہو گیا یا نکالا گیا دار الحرب سے مقید کر کے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مردہ کے مانند ہین اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا اسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین و ان سبیا او خرج الینا مغاوین او مسلمین او ثم اھلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونون ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونون نکل آئے ہماری طرف ساتھ ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا دونون نکلے مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونون ذمی ہو گئے تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہو گی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہو گی اپنے شوہر سے اسواسطے کہ دونون دار الاسلام مین ہو گئے اختلاف دارین نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمہ ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا و ما فی الفتح عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہو گئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق۔ فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح اس سے کر چکا تھا دار الحرب مین تو وہ جدا ہو گئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکھا تو اُسمین یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب مین نکاح کیا پھر نکلا وہانسے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہو گئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ھاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ غیر حاملۃ بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فمتی تضع علی الاظہر لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر در انحالیکہ وہ حاملہ نہین تو وہ جدا ہو گئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اُسپر عدت واجب نہوئی تو فوراً اُس سے نکاح کر لینا درست ہے لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہے تو اُس سے نکاح کرنا تب درست ہو گا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عدد الطلاق عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین سے بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین ارتداد طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق نہ کم ہو گا سو اگر مرد چند بار مرتد ہو گیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کر لیا امام کے نزدیک عورت حلال ہو گی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتاکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہو گئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہو گا بسبب مستحکم ہو جانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہے خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف لو ھی الا المتعۃ ولو ارتد فعلیہ نفقۃ العدۃ اور جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہو اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہو گا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شئ من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی لو ارتدت لمجئ الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سواے مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اسوقت واجب ہو گا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکھ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحساناً اور اگر عورت مرتدہ مر گئی عدت مین تو وارث ہو گا اُسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہاے نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچہتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہین حلوی مین کہا کہ ابو یوسف کے

قول پر فتوے ہی اور بحرالرائق مین کہاکہ یہی معتمد ہی کذا فی الطحطاوی والمدنی وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوے

ولوالجیہ اور زبردستی کی جاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور بتجدید نکاح پر جھڑکی کے واسطے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتوی ہی کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہی کہ تجدید نکاح کی کردے عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اُسکے نکاح سے راضی نہو یا ساکت رہے تو اسپر جبر نہین اور مرد سے نکاح اُسکا کردے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اس صورت مین ہی جب عورت ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین اسکی تصریح کی ہی کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کے واسطے اور مہر بڑھانے کیواسطے بسبب نکاح جدید کے تو اُسکو زبردستی سلمان کرنا چاہیے اور ہر قاضی اسکا نکاح جدید کردے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال

فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوے دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کی جھڑکی کیواسطے تاکہ شوہر پر اُسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہان قاضی اور حاکم نہ ہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق مین کہاکہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہی نوادر کی روایت کے فتوے سے لکن قال المصنف ومن تفحص احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ

مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا

للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام ان لم تکن مصرفا اویصرفہا الیہ الکانت مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما لم تکن

ولدت منہ فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہاکہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانے کی عورتون کے احوال کو اور جو اُنسے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہین مکرر ہر دن مین تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتاہی مین کہتا ہون کہ نوادر کی روایت مبسوط اور شرح ہی قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحرالرائق مین اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہی کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی ہی اور سلمانون کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہی نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور مول لیوے زوج اُسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اُسکو اپنے صرف مین لادے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اُسپر سلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اُسکا اور اُسکو اسکا بیچ ڈالنا درست ہی جبتک عورت جنی نہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کے مثل ہو جاویگی نقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المومنین قد

سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہذا قال الفقیہ ابوبکر البلخی حین مر نساء علی شط نہر کاشفات الروس والذراع فقیل لہ کیف تمر فقال لا حرمۃ لہن انما الشک

فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب مین کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃً جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اُسکو دُرّے سے مارا یہانتک کہ اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگون نے اُنسے کہا کہ یا امیر المومنین اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہین تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہین اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہی اور گاہے نوحہ گری مرتد بھی کردیتی ہی اور اس جگہ سے فقیہ ابوبکر بلخی نے جب کہ وہ گذرے عورتون پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھین تو اُنسے لوگون نے کہاکہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر اُنکے پاس ہوکر نکلے تو فقیہ موصوف نے کہاکہ اُنکی کچھ عزت اور حرمت نہین اُنکے تو ایمان مین شک ہی گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہین تو اُنکے سر اور ہاتھ واجب الستر نہین م یہ نقل مصنف کی استدلال نہین بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہی اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہی کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویبقی النکاح ان ارتدا معاً بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم سلمنا کذلک استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھی ہی مرتد ہو جاوین پھر اسیطرح ساتھی سلمان ہون ساتھی مرتد ہون جیسے مثلاً دونون یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینک دین یا اس طرح کہ دونون مین سے کسی کے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاوینگے یعنے دو شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہین کہ کون پہلے ڈوبا یا کون پہلے

جلا تو دونون ساتھی غریق اور حریق قرار دیے جاوینگے کوئی اُنمین ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہی نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ جب
ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونون کا ارتداد بطریق اولیٰ منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدہما قبل الآخر ولا مہر قبل الدخول لو المتاخر ہی ولو ہو فنصفہ او متعتہ فاسد
ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہو تو نصف مہر
واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہین تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد
یتبع خیر الابوین دیناً ان اتحدت الدار ولو حکماً بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہو والدین مین سے بہتر دین والے کا یعنی
اگر باپ مسلمان ہی تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین مین اور اگر مان مسلمان ہی تو مان کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح کہ لڑکا ہمارے
ملک مین ہو اور مان اسکی ذمیہ ہی اور باپ وہان یعنی دار الحرب مین اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہان حقیقت مین اختلاف دارین ہی لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام
مین حکماً داخل ہی بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب مین ہو اور باپ دار الاسلام مین مسلمان ہوا ہو تو اس صورت مین لڑکا اسلام مین باپ کا تابع نہ ہوگا
بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃً وحکماً والمجوسی ومثلہ کوثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق
کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذاباً اور مجوسی اور اسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہین وہ بدتر ہین کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا
دین باعتبار دعوے کے آسمانی ہی اسیواسطے انکا ذبیحہ حلال ہی بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہی یہودی
سے دارین مین اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہین بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھوٹ ڈالتا ہی مجوسی کی طرح ہان اگر نصرانی بوجہ مشروع حلال کریگا تو ذبیحہ
حلال ہوگا یہ برائیان دنیاوی ہوئین اور آخرت مین سخت تر عذاب ہی نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاریٰ کا الٰہیات مین ہی اور نزاع یہود کا
نبوت مین لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ
کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوسی اسعد حالاً من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وہؤلاء خالقاً لا عدد لہ بزازیۃ ونہر اور جامع الفصولین
مین ہی اگر کوئی کہے دین نصاریٰ کا بہتر ہی یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اسکو جو دلیل قطعی سے
قبیح ہی یعنی سوائے دین اسلام کے سب دینون سے خیریت اور بہتری مسلوب ہی لیکن حدیث مین وارد ہی کہ مجوسی خوشحال ہی معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق
کو ثابت کرتا ہی اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہین کذا فی البزازیۃ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ مین بروایت صحیح ثابت ہی کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنے قدریہ مجوس ہین اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہی جو منکر ہی قدر (تقدیر) کا اور معتزلہ قائل ہین کہ خدا خالق شر کا نہین بلکہ
شر بندون کا مخلوق ہی تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہین دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہین اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہین ولو تمجس ابو صغیرۃ
نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلاً وکذا عکسہ لم تبن لتناہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیاً او مسلماً او مرتداً فلم تبطل بکفر الآخر
اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہی تو جدا ہو جائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین مین باپ کی
پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی مان نصرانیہ مثلاً یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اسکا مجوسی ہو جاوے اور اسیطرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی
مر چکا ہو اور مان اُسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب تمامی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو تابعداری
باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی مان یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا مان یا باپ
کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہی اسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہین ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط مین ہی کہ اگر
مان باپ صغیرہ کے دونون مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک دونون دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نہ ملین ارتداد والدین سے جدائی اسواسطے نہوئی کہ ہنوز

احکام اسلام کے دونون پر قائم ہین کیونکہ اُنپر جبر کرنا مسلمان ہونے کے واسطے ثابت ہی اور اُنکا کسب ورثہ مسلمین کا ہی اور جب دارالحرب مین صغیرہ کو لیکر جلے تو اُنکا حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہوگئے اور اگر صغیرہ دارالاسلام مین ہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اُسکا اسلام حکمی موجود ہی ذو بلغت

عاقلۃ مسلمۃ تم جنت فارتدالم تبن مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی بالغ ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پھر مجنون ہوگئی پھر اسکے ماں باپ مرتد ہوگئے تو اپنے زوج سے جدا ہوگی کسی طرح خواہ والدین دارالحرب مین جاملے ہون خواہ نہ ملے ہون اسواسطے کہ عورت خود اصلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت والدین کی باقی نہی مسلم تحتہ

نصرانیۃ فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہی پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئے یا نصرانی ہوگئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہوگی نزدیک

ابو یوسف رح کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کی طرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذافی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ

احدا من الناس مطلقا اور نہین صحیح ہی کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقا یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق ہی قتل کا اور چند روز مہلت بضرورت تامل کے ہی کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتد واجب الحبس ہی واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون مین کسی کو حاصل نہین اسلم الکافر

وتحتہ خمس نسوۃ فصاعدا او اختان او ام وبنتہا بطل نکاحہن ان تزوجہن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اسکے نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اُسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اسکی بیٹی ہی تو نکاح اُن عورتون کا باطل ہی اگر اُنسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بترتیب کیا یعنی اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد مین تین سے اور دوسرے عقد مین دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری

سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہوگا یعنی پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیرہ محمد والشافعی رح

بحدیث فیروز اور اختیار دیا ہی اُسکو محمد رح اور شافعی رح نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی رح نے مختار کیا ہی اسلام لانے والے کو چار عورتون کے رکھنے مین کوئی ہون اور دو بہنون مین بھی اختیار ہی کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونون کو چھوڑ دے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اُسکے نیچے دو بہنین تھین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی مین مروی ہی کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اُسکے پاس دس عورتین تھین جاہلیت مین وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذافی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییر

فی التزوج بعد الفرقۃ محمد رح اور شافعی رح کے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے مین ہی بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہوگیا پھر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہین کرلین بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفات عندہا و

تقر بذلک کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اُسکو مہر نہ ملیگا قبل دخول کے اور لائق ہی زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالی کو اُسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اُس سے اُسکا اقرار کراوے کذافی الکافی یعنی اُس سے یون کہلاوے کہ آیا خدا ایسا ہی تو اگر وہ کہے کہ ہان ایسا ہی تو وہ مسلمان ہی نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو بوجھتی ہو اور بیان نکرسکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہی کذافی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہی ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے ہی اور یہان مراد تسویہ منکوحات ہی یجب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ واجب ہی اور ظاہر آیت کا یہ ہی کہ فرض ہی عدل کرنا یعنے جور اور ظلم نہ کرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکھنا چاہیے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور موانست مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت کے یعنے جماع مین برابری ضرور نہین اسواسطے کہ

جماع نشاط خاطر پر موقوف ہی اور اسی طرح محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار مین نہین بل یستحب ویسقط حقہا بمرۃ ویجب
دیانۃ احیانا جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہی اور ساقط ہوتا ہی حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہی جماع باعتبار دیانت کے
گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہونچے چھوڑنا جماع کا ایلاء کی مدت تک یعنی حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک ترک
کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو
لونڈیون کے تصرف کا اسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہے گاہے یعنی اسمین مدت مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع
لامۃ اور ٹھہرائی ہی مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ کے واسطے اور ہر ہفتے مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کے واسطے
ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج
سے تو جائز نہین زیادتی اسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہی جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے
بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہی کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی
روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور نہر الفائق مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسند ہی اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کی
طرف رجوع کرنا چاہیے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہی تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق
بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ وبالغ لم یدخل بحر بحثا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہی بدون فرق کے درمیان
فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کرچکا ہی اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین
مرد جامع ۱۲
کی چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق مین ہی بحث کرکے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے
نکال ڈالے گئے ہون یعنی خصی اور عنین اور مجبوب سے ہرچند جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی اپنی منکوحات کے ساتھ واجب ہی مانند فحل کے واسطے
صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا تخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا
ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور قسم واجب ہی بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے
اور حائض اور نفاس والی کے اور ایسی مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو
لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے
جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنی جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے
تک جماع نہ کرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق انکے مقابلات کے یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسی طرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اسکے ساتھ قصد رجوع
کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اسکے ساتھ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہی واسطے دفع وحشت کے نہ
جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ
لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو
زوج کو دونون کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہوچکا اسکا عوض نہین اگرچہ زوج اسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہی اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویۃ الحق وہذا اذا لم یقل انما
فعلت ذلک لان خیار الدور لی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنی ایک

منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اسکو تعزیر دی جاویگی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہوگی بسبب فوت کردینے زوج کے یعنی حق زوجہ کا فوت کردیا اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہ تعزیر اسوقت ہوگی جب کہ زوج نے نہ کہا ہو کہ مین ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھکو ہی یعنی دوسری زوجہ کی باری مین اسیقدر اسکے پاس بھی رہونگا تو اُسوقت مین قاضی حکم کرے اسیقدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس ہا دوسری کے پاس بھی اتناہی رہے کذا فی النہر **سحبثا والبکر والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ** اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہین بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات مین اور مسند امام احمد مین حدیث مرفوع ہی کہ جسکی دو عورتین ہون اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت مین آویگا اور اُسکا آدھا بدن ٹیڑھا ہوگا یہ حدیث بھی مطلق ہی باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اُسمین کچھ فرق نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اگر باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اُسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اُسکے پاس رہے چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہین تو حدیث مذکور کا یہ مطلب ہی کہ ابتداے نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی **وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف ماللحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معہا اما النفقۃ فبحالہا** اور قسم لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور معضہ کیواسطے بقدر نصف حرہ کے ہی یعنی شب باشی اور اُسکے ساتھ رہنے مین لیکن نفقہ پس معتبر ہی بقدر حال زوجین کے توانگری اور افلاس مین خلاصہ یہ ہی کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اُنکی باری حرہ سے آدھی ہی مثلاً ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس معضہ وہ عورت جو کل آزاد ہو نصف آزاد یا ربع **ولاقسم فی السفر دفعا للحرج فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن** اور سفر مین باری نہین واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہی جسکو چاہے انمین سے سفر مین لیجاوے اور قرعہ کرلینا مستحب ہی ازواج کا دل خوش کرنے کے واسطے اور قرعہ کا یہ طریق ہی کہ ایک پرچہ کاغذ مین سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ مین حضر کا لفظ لکھا پھر آنٹی یا مٹی مین اندر کرکے گولی بنائے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اُسکو ساتھ لے کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القہستانی **ولو ترکت قسمتہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہ ما وجب فما سقط** اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے اپنی سوت کیواسطے تو یہ درست ہی اور اسکو رجوع کرنا یعنی باری دیکر پھیر لینا بھی اسمین جائز ہی زمانہ آیندہ مین اسواسطے کہ زمانہ مستقبل مین حق عورت کا واجب نہین تو اُسکے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہوگا **ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی لا وفی البحر بحثا نعم ونازعہ فی النہر** اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہی کہ اُسکے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے شافعی رح نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہین اور بحرالرائق مین بعد گفتگو کے کہا کہ ہان زوج کو اختیار ہی اور نزاع کیا ہی اُس سے نہر الفائق مین ہم بحرالرائق مین کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ رح نے اس تفصیل شافعیہ رح کو اسواسطے ذکر نہین کیا کہ یہ ہبہ اسقاط ہی زوج سے تو اسمین زوج کا اختیار رہوگا خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق مین کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہوجاوے یہ مسلم نہین اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہی جاہے لے جاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہی قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہی نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولیقیم عند کل واحدۃ منہا یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جار للاولی بعد الغروب وللثانیۃ بعد العشاء فقد ترک القسم** اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتون مین سے ایک دن اور ایک رات اور جو دو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات مین لازم ہی یہانتک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشا کے تو البتہ اُس نے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ کہ عورتون کے پاس رات کے رہنے مین زیادتی کمی نہ کرے اور دن کو اختیار ہی یہانتک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر **ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا ولو نہارا وکذا لا یدخل علیہا بالیل الا لعیادتہا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندہا حتی تشفی او تموت انتہی**

یعنی اذا لم یکن عندہا من یونسہا اور جماع نہ کرے عورت سے اسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسیطرح سواے باری کے رات کو اُسکے پاس نجاوے مگر
اُسکی عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جوہرہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اُسکے پاس یہانتک کہ اُسکو آرام ہو یا مر جاے فقط یعنی اسقدر بیمار
عورت کے پاس ٹھہرنا اس صورت مین ہے جبکہ اُسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض ہو فی بیتہ دعی کلا فی نوبتہا لانہ لو کان صحیحا وارادہ بذلک ینبغی ان یقبل منہ نہر اور
اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اُسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہو اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانے کا تو لائق ہے کہ اسکا امر قبول کیا جاوے
کذا فی النہر وان شاء ثلثا ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیہا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے ولا یقیم عند احدیہما اکثر الا باذن الاخری خلاصۃ
وزاد فی الخانیۃ والرای فی البداءۃ فی القسم الیہ وکذا فی مقدار الدور ہدایۃ تبیین نہ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی
الخلاصۃ اور زیادہ کیا ہے خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کی طرف ہے لیئے مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسی طرح مقدار دور کی زوج کے
اختیار مین ہے چاہے ہر ایک پاس سات سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء او جمعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر
قال المصنف وظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر مین مدت دور کو از رو
بحث کے ساتھ مدت ایلا کے بلکہ ساتھ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہے عموم بحر مین صاحب نہر الفائق نے
کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونون مطلع نہین ہوئے اس روایت پر جو خلاصہ مین ہے یعنی تین
دن کو تقیید سے جیسا کہ ہمنے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک
ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق رکھنا بھی لائق نہین اور جبکہ باری تانیس اور دفع وحشت کے
لیئے واجب ہے تو قریب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہ کہ دونون اسپر راضی ہو جاوین فقط تو معلوم
ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ او بمعنی بل ہے اسیواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا
تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہیگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس
برس ہوئی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مر گیا تو صریح مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے
کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہے تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے
اور بلاشک شروح متون کی ترجیح مین مقدم ہین فتاووں پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا
وہو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اُسکی دو یا تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیون
کا خوب ہے وحقہ علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یامرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہے کہ اُسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے
ظاہر یہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز اور
طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اُسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادائے
مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اُسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اُسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز
ہے اور خدمت باپ کی ضرور ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریۃ وله منعہا من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا سوت
کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اُسکا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اُس چیز کے کھانے سے جسکی بو سے
۲۰ اسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولے اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور سید اسعد مدنی نے

اسنے فتاوے مین مصرح کیا ہو کہ زوج کو اگر مکروہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل ومن الحنار والنقش ان تاذی بہن لکثۃ نہر وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہو کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اُسکی بو سے اُسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ مین ہین سنے بیان کی ہو م بدائع مین ہو کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہو بموجب آیت قرآنی کے یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضون نے یہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے پسند رکھتا ہو اور یہ حسن سلوک دونون طرف سے مستحب ہو اور احکام نکاح سے یہ ہو کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اُسکو نصیحت کرے اگر نصیحت مانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہو مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا صبی عاقل اور اندھے اور اُسکی سوت کے نزدیک اور اسی طرح اپنی لونڈی اور اُسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہ باب ہو رضاع کا یعنی اسمین احکام شیرخوارگی کے مذکور ہین ہو لغۃ بفتح وکسر مص الثدی وشرعا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ والحق بالمص الوجود والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت مین چوسنا ہو چھاتی کا اور شرع مین چوسنا ہو عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کواری ہو یا مردہ یا بڑھی اور چوسنے سے ملحق ہو حلق مین ڈالنا اور ناک سے سڑکنا یہ اشارہ ہو صاحب بحر الرائق کی طرف جنہون نے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہو اور پیٹ مین نہین جاتا اور گاہے رضاع ثابت ہوتا ہو بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط مین شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہو مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ مین جانے کا مص ہوتا ہو اسیواسطے اسکو ذکر کیا نہر الفائق مین کہا کہ مص مستلزم ہو وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رفیق کر تعبیر کیا ہو فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وہو الاصح فتح وبہ یفتے کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص مین وہ وقت اڑھائی برس ہین امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہین صاحبینؒ کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبینؒ کا اصح ہو کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہو کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن عون الدرایۃ وفی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید مین واقع ہو ثابت ہوتا ہو کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہین اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہو لکن فی الجوہرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوے لیکن جوہرہ مین ہو کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوڑانے کے ہو حرمت ثابت کرتا ہو اور اسی روایت پر فتوی ہو (کما فی الولوالجیۃ) اور یہی ظاہر الروایت ہو کما فی الخانیۃ اور فتح القدیر مین واقعات ناطفی سے منقول ہو کہ فتوے ہو ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع مین فتوے مختلف ہو تو اس صورت مین ظاہر الروایت مرجح ہوگی واستدلوا لقول الامام (بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا) اے مدۃ کل منہا ثلثون اور استدلال کیا ہو علمانے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اُسکا تیس مہینے مین ہو یعنی مدت ہر ایک کی دونون مین سے تیس مہینے ہین یعنے حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالی نے دو چیزین ذکر کین اور دونون کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونون مین سے ہر ایک کے واسطے ہوگی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کیواسطے یون کہکر کہ زید کے مجھپر ایکہزار درم اور پانچ من جو ہین مہینہ بھر کے وعدہ سے تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوتی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہوگی اب یہان سوال ہوتا ہو کہ اس تقریر سے لازم آتا ہو کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہین تو اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا غیر ان النقص فی الاول قام بقول عائشہؓ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر مین یعنی حمل مین ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ نہین باقی رہتا ہو لڑکا پیٹ مین زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہین ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنی تعیین مدت مین اجتہاد مجتہد کو دخل نہین تو یقیناً معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اسوقت مین قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہوگیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکی شرح نخبۃ الفکر مین

مشرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہ کا سنن دارقطنی اور بیہقی مین جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی پھر یہان دوسرا سوال وارد ہوا
کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہی اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہین اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا و الاتیۃ
ماؤلۃ لتوزیعہم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن ولالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنی اپنے ظاہری معنی پر محمول نہین لسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت
حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور
فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نرہی ظنی ہو گئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہو گئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول
المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضیخان نے اسکو بیان کیا ہے اپنے
فتاوی مین رسم مفتی کے مقام مین یعنی اگر کوئی لسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہین اسپر تقلید مجتہد کے قول کی
واجب ہے گو اسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کو مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اسپر ضرور نہین لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ
لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر مین یون ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین رح نے امام کے کسی مسئلہ مین تو بعضون نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونون قول مین
جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور اصح یہ ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین مین قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام رح
کی دلیل قوی ہے تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہے تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوائے اہل اجتہاد کے
اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گو نہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہین مصرح کر چکے ہین کہ مدت رضاع مین دلیل صاحبین رح کی قوی ہے کما قال تعالی (والوالدات یرضعن اولادہن
حولین کاملین) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ اختلاف امام
اور صاحبین کا تحریم مین ہے یعنے امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس
کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کیواسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو
دودھ پلائے جائے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ **وتثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء**
بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہے
تحریم مدت رضاع مین فقط یعنی بعد مدت کے شیر خوارگی سے تحریم نہین مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے اور لسبب استغنای
طعام کے ہو بنا بر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پھر پیے گا
تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ مین مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی مین ہے مخالف ہے معتمد
کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام رح سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہو گئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہین ثابت ہوتی اور
اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے
اندر مطلقاً تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولم یبح الارضاع بعد مدتہ** لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہین
دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جز ہے آدمی کا اور نفع لینا جز آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ
یعنی بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ماں کے دودھ کی ضرورت نرہی یہان شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج
کے استعمال اسکا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لایجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول الماکول کما مر اور در
بحر الرائق مین ہے کہ جائز نہین دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب مین اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی ببول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین

قبل فصل بیر کے اسکا مذکور ہو چکا شارح نے وہان کہا کہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہی ظاہر مذہب مین تو منع ہی اور بعضون نے کہا جائز ہی سبب شفا اسمین معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اُسکے سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہی جیسے شراب جائز ہی پیاسے کو وللاب اجبار امتہ علی فطام ولدہا منہ قبل الحولین انہ لم یضرہ اے الولد الفطام کما لہ ایضاً اجبارہا ای امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہی اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اُسکے لڑکے کے دودھ چھوڑانے پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہی دودھ چھوڑانے پر جبر جائز ہی قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھوڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر بھی جائز ہی یعنی لونڈی مال ہی مولی کا تو اُسکو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہی لڑکا مولی کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفے سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط کرلی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذافی حاشیۃ المدنی ولیس لہ ذلک یعنی الاجبار بنوعیہ مع زوجتہ الحرۃ ولو قبلہما لان حق التربیۃ لہا جوہرہ اور باپ کو یہ جائز نہین یعنی دونون قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کیواسطے ہی تو دودھ پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہی کذافی الجوہرہ یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے دودھ چھوڑانے پر اُسکو جبر کرنا درست ہی وثبت بہ لو بین الحربین بزازیۃ وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیہ اور ثابت ہوتا ہی یعنے دائی کا مان ہونا دودھ پینے سے اگرچہ یہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذافی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہونچنا لڑکے کے منہ سے یا اُسکی ناک سے نہ اور طریق سے یعنی کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے سر پستان کو منہ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہی یعنی حلت اصل ہی اور بالیقین ثابت ہی اور مانع حلت مین یعنی دودھ کے اندر جانے مین شک ہی تو شک سے یقین نہین زائل ہوتا کذافی الولوالجیۃ ولو ارضعہا اکثر اہل القریۃ ثم لم یدر فارادو احدہم تزوجہا ان لم تظہر علامۃ ولم یشہد بذلک جاز خانیہ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہ رہا کہ کون کون عورت نے اُسکو دودھ پلایا ہی پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اُس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہی کذافی الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہی کہ علامت کو یون بیان کیجیے کہ مثلاً ایک عورت دودھ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان صبیہ رہتی تھی یا اُسی گھر مین وہ رہتی ہو تو یہ نشان قوی ہی دودھ پلانے پر اور تقوی ایسے مسائل مین یہ ہی کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہی کہ عورتون پر واجب ہی کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاوین بلا ضرورت اور اگر پلاوین تو یاد رکھین بلکہ لکھ رکھین لیئے تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہی کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہی مگر جب ہلاک ہونے کا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور محیط مین ہی کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنے لڑکے کو احمق عورت کا دودھ پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع ہی کہ دودھ کا اثر ہوتا ہی کذافی حاشیۃ المدنی مومیۃ المرضعۃ للرضیع ویثبت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ لہ والا لا کما یجیئ ثابت ہوتا ہی مان ہونا دائی کا شیرخوارگی کے واسطے اور ثابت ہوتا ہی باپ ہونا دائی کے زوج کا جبکہ دودھ دائی کا اُسی زوج سے ہو اور اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آویگی فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ پس حرام ہوتا ہی اُس سے بسبب رضاعت کے جو حرام ہی نسب سے یہ حدیث بالمعنی ہی روایت کیا ہی اُسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہ سے اور ابن عباس رض کی روایت سے ان الفاظ سے کہ (یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب) اور عموم اس حدیث سے بعض علمانے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور انکو اپنی آیندہ قول مین نظم کیا ہی ؎ یفارق النسب الارضاع فی صور ؛ کام نافلۃ او جدۃ الولد ؛ جدا ہی دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتے کی مان یا لڑکے کی نانی یعنی پوتے کی رضاعی مان دادا کو حلال ہی مثلاً زید کا بیٹا محمود ہی اور محمود کا بیٹا خالد ہی سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہی بخلاف نسب کے کہ پوتے کی مان نسبی دادا کو حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی مان زوجہ ہی محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اسطرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو

بکر کی نسبی ماں سے نکاح درست ہی اور اسیطرح بکر کو زوجۂ محمود کے سواے اگر حلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہی اور لڑکے کی نانی حلال ہی اسطرح کہ زید کے بیٹے عبداللہ
کو حمیدہ نے دودھ پلایا تو حمیدہ کی ماں جو نانی ہوئی عبداللہ کی سو زید کو حلال ہی بخلاف نسب کے کہ عبداللہ کی نانی نسبی خوشدامن ہی زید کی تو اسپر حرام ہی اور اسیطرح زید کا بیٹا ہی

رضاعی خالد اسکا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہی ۵ وام اخت اخت ابن ام اخ + دام خال وعمۃ ابن اعمۃ + اور حلال ہی باعتبار رضاعت کے بہن کی
ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں سو اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن
کو حافظہ نے دودھ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہی دوسری صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اسکی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہی تو زید پر رشیدہ کی ماں
نسبی حلال ہی اور تیسری صورت یہ ہی کہ ماں بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہی اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی
یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہی خالد اور اسکی رضاعی بہن ہی فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہی دوسری یہ
کہ بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہی رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہی تو زید پر زینب حلال ہی تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال
سابق میں ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہی اور بھائی کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں چنانچہ اسکی تفصیل بہن کی ماں میں مذکور ہو چکی اور ماموں کی ماں اسکی بھی تین
صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا ... نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہی دوسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال
ہی تیسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہی اور اگر ماموں اور اسکی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہی یا نانا کی
منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہی حسن اُسنے دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہی خالد کی اور خالد کی بہن ہی عظیمہ تو عظیمہ
رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہی دوسری یہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہی قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہی تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے
سواے کریمہ کا دودھ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہی اور اگر بیٹا اور اسکی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اسکی عمہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہی زید کی یہاں تک
اکیس صورتیں جو نظم میں مندرج تھیں مفصلاً بیان ہو چکیں اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتیں نظم کی ہیں اور ہر ایک صورت میں تین تین صورتیں محتمل ہیں تو سب اکیس
ہوئیں الا ام اخیہ واختہ یعنی جو نسب سے حرام ہی وہ رضاعت سے بھی حرام ہی مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اسکے سوا اور معطوفات آیندہ رضاعت سے حلال ہیں
نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام میں قاضی بیضاوی کا اعتراض ہی کہ یہ جو فقہانے حدیث یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہی سو صحیح نہیں
اسواسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہی نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنی مستثنے منہ میں داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب شارح نے آیندہ میں دیا استثنا

منقطع لان حرمۃ من ذکر بالمصاھرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیث متنا ولا لما استثناہ کالفقہاء فلا تخصیص بالعقل کما قیل یہ استثنا منقطع ہی اسواسطے کہ حرمت مذکورات
کی مصاہرت کے سبب سے ہی نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی اُن صورتوں کو جنکو فقہانے استثنا کیا ہی تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا
کہ بعضوں نے کہا یعنی یہ استثنا متصل نہیں جو مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ میں ضرور ہو بلکہ یہ استثنا منقطع ہی اور استثناے منقطع میں مستثنی مستثنی منہ میں داخل نہیں ہوتا
چنانچہ اس قول میں کہ جاء القوم الا الحمار آگیا تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر میں دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب النہایہ
نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہی تو فقہانے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو
فقہانے استثنا کیا ہی انکو حدیث مذکور شامل ہی نہیں تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہی فتح القدیر میں ہی کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہیں
اسواسطے کہ قرآن مجید میں محرمات نسبیہ کی یوں تعبیر ہوئی ہی کہ (حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت)
سو ان الفاظ کے مسمیات جو رضاعت میں متحقق ہیں وہ بھی بلاشبہ حرام ہیں یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے
حرام ہیں ویسے ہی یہ ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں اور جنکو فقہانے استثنا کیا ہی وہ ان سات رشتوں میں داخل نہیں تو تخصیص کیونکر

ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی فان حرمۃ ام اختہ واخیہ نسبا لکونہا امہ او موطوۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی مان کا باعتبار
نسب کے اسواسطے ہی کہ بہن بھائی کی مان خود اپنی مان ہی یا اپنے باپ کی مدخولہ ہی اور یہ امر مفقود ہی رضاعت مین یعنی زید کے بھائی کی رضائی مان زید کی
مان نہین اور نہ اسکے باپ کی مدخولہ ہی چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح مین مذکور ہو چکا پھر جو حلت تھی حرمت کی نسب مین وہ جب رضاعت مین پائی گئی تو
حدیث مذکور مستثنی صورتون کو ہرگز شامل نہ ہوئی تو دعوے تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ و بنتہ و جدۃ ابنہ و بنتہ وام عمہ و عمتہ
ام خالہ و خالتہ اور قیاس کرے بھائی بہن کی مان پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتون مین جو حرمت کا سبب نسب مین ہی وہ امر رضاعت
مین مفقود ہی بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی مان اور ماموں اور خالہ کی مان باعتبار رضاعت کے حلال ہین چنانچہ اسکا بیان شرح نظم
مین مثالون کے ساتھ ہو گیا دوبارہ بیان ضرور نہین لیکن چچا اور عمہ کی مان کی حلت وہان مذکور نہین سو اب بیان دریافت کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ ہین نسبی
انکو ایک اجنبی عورت نے جسکا جمیلہ نام ہی دودھ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہی اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اُسنے حمیدہ کا دودھ پیا ہو
سپھر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہی اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی مان حلال نہین اسواسطے کہ چچا کی نسبی مان یا سگی دادی ہی یا دادا کی
مدخولہ اور یہ دونون حرام ہین وکذا عمۃ ولدہ و بنت عمتہ و بنت اخت ولدہ وام اولاد اولادہ فہو لاء من الرضاع حلال للرجل اور اسیطرح اپنے ولد کی عمہ اور اپنے
ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنے ولد کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتون کی مان سو یہ سب رشتے ام الاخ سے یہانتک رضاعت سے حلال ہین مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ مین
گذرا لیکن دو کا بیان بیان ضرور ہی ایک یہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہی نہ نسب سے اسواسطے کہ بہن[لہ] کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت
سے حلال ہی نہ نسب سے اسواسطے کہ یا وہ اپنی سے ہی یا ربیبہ کی بیٹی سو یہ دونون حرام ہین وکذا اخو ابن المرأۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسیطرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کو
حلال ہی یہ صورت مکرر ہو گئی متن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلاً جب زید کے بھائی کی مان زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی مان پر زید بھی حلال ہوا سو زید اُس عورت کے
بیٹے کا بھائی ٹھہرا شارح کہتا ہی سو دس صورتین ہوئین پہلی صورت بھائی بہن کی مان دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی مان پانچوین ماموں
اور خالہ کی مان چھٹی ولد کی عمہ ساتوین ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھوین ولد کی بہن کی بیٹی نوین پوتے کی مان دسوین عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسوین صورت مکرر ہی اسواسطے
کہ متقابلات سے ہی تو حقیقت مین نو صورتین ہوئین تصل باعتبار المذکورۃ والانوثۃ الی عشرین یہ دس صورتین باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتون
تک پہونچتی ہین سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتون مین مرد فرض کیجیے تو یون ہوگا بھائی کی مان اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی مان اور ماموں کی مان اور بیٹے کی عمہ اور
بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی مان اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجیے تو یون ہوگا بہن کی مان اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی مان
اور خالہ کی مان اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی مان وباعتبار ما یحل لہ او لہا الی اربعین مثلاً یجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا باب
اخیہا اور اس اعتبار سے کہ یہ بیس صورتین مرد کو حلال ہین یا عورت کو حلال ہین تو چالیس صورتون تک نوبت پہونچے گی مثلاً جب مرد کے واسطے حلت ہو تو
تو اول صورت مین یون کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی مان سے نکاح کرنا جائز ہی اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اس صورت مین یون بولینگے
کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہی ہم جو متن اور شرح مین مثالین ہین سو مرد کی حلت کی ہین اور عورت کی حلت مین یون بولینگے
کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور
پوتے کا باپ عورت کو حلال ہی دو مثالون مین خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہین اور بیان
اسکا بیان ہی جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضوں نسخون مین تزوجہا بابی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہی سو غلط ہی کذا فی حاشیۃ
المدنی وکل منہا یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لہ اخت نسبیۃ لہا ام رضاعیۃ او بالمضاف الیہ

لہ یعنی ولد کی عمہ اپنی بہن ہوئی ۱۲

کالاخ کان یکون لہ اخ نسبی لہ ام رضاعیۃ او بہا کان یجتمع مع آخر علی ثدی اجنبیۃ ولاخیہ رضاعا ام اخری رضاعیۃ ہی مایۃ وعشرون وہذا من خواص

کتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتوں سے جائز ہو کہ جار اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے یعنی من الرضاع

مقدر ہو بعد استثنا کے اس قرینہ سے کہ مستثنی منہ میں مذکور ہو تو تقدیر کلام یوں ہو کہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اختہ من الرضاع سو یہ جار مجرور

مضاف سے متعلق ہو جیسے ام اختہ میں ام کا لفظ اسطرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ

سے اسطرح کہ اُسکے بھائی نسبی کی رضاعی ماں ہو اس مثال میں شارح سے خطا ہو گئی یوں کہنا ٹھیک تھا لاخ رضاعی لہ ام نسبیۃ یعنی رضاعی بھائی کی نسبی ماں یا من الرضاع

مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلاً زید خالد کے ساتھ اجنبی عورت کا جسکا زینب نام

ہو دودھ پیے اور اسکے رضاعی بھائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ماں ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہو تو اس صورت میں بھائی بھی رضاعی ہو اور اُسکی ماں بھی رضاعی

ہو یعنی خالد اور کلثوم تو یہ ایکسو بیس صورتیں ہوئیں اسطرح پر کہ چالیس صورتیں ہیں ہر ایک صورت میں تین صورتیں نکلیں باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو تین میں ضرب

دینے سے ایکسو بیس ہوتے ہیں شارح کہتا ہو کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص میں سے ہو یعنی ایکسو بیس صورتیں مسائل رضاعیہ میں نکالنا فقط در المختار کا خاصہ ہو دوسری کتاب

نقہ میں ایسا بیان نہیں سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ میں مسائل استثنائی رضاعت کے کچھ اوپر ستر پہونچائے بحر الرائق میں کہا کہ یہ میری کتاب کا خاصہ ہو پھر صاحب

بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہونچایا اور صاحب نہر الفائق نے ایک سو آٹھ تک پہونچایا اور کہا کہ یہ میری کتاب کے خصائص سے ہو سو شارح نے چاہا کہ ایکسو بیس تک

پہونچاوے سو اُسکا ارادہ پورا ہوا اسواسطے کہ نہر الفائق میں نو صورتیں تو باقی شارح نے دسویں صورت زیادہ کی سو مکرر ہو گئی چنانچہ اسکا بیان سابق میں گذرا تو اس حساب سے

ایکسو بیس سے بارہ صورتیں نکل گئیں تو وہی نہر الفائق والی ایکسو آٹھ صورتیں باقی رہ گئیں اور شیخ عابد سندی مدنی نے دو سو سولہ تک نوبت پہونچائی ہو اور کہا ہو کہ یہ ہماری شرح

کے خصائص سے ہو مترجم نے خوف طوالت کتاب سے انکو ذکر نہ کیا واللہ اعلم الصناعۃ تکامل تبلاحق الافکار کا مطلب اس مقام میں حل ہو گیا وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ

بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبہما وہو ظاہر اور حلال ہو اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح

ہو اتصال رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اُسکے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہو کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اُسکے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی صحیح ہو کہ مضاف

اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہو یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہو مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخلاصۃ

وکذا نسبا بان یکون لاخیہ لابیہ اخت لام فہو متصل بہما لا باحدہما للزوم التکرار کما لا یخفی اور اسیطرح حلال ہو اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے اسطرح کہ سوتیلے بھائی

کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ میں شریک ہوں اور ماں دونوں کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ماں میں شریک اور باپ میں مختلف تو زید کو کریمہ حلال ہو تو لفظ

نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہ چھپا نہیں اسواسطے کہ اگر فقط مضاف سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر

مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہوگا اور یہ دونوں صورتیں مسئلہ سابقہ میں داخل ہیں ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونہما اخوین وان اختلف الزمن والاب اور حلت

نہیں ایک عورت کے دو شیر خواروں میں اسواسطے کہ وہ دونوں بھائی ہیں اگرچہ مختلف ہو زمانہ شیر خوارگی کا اور مختلف ہو دونوں کا باپ رضاعی ولا حل بین الرضیعۃ وولد

مرضعتہا ای التی ارضعتہا وولد ولدہا لانہ ولد الاخ اور حلت نہیں درمیان عورت شیر خوار کے اور اُسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں اگرچہ دائی کے

بیٹے نے اپنی ماں کا مطلق دودھ نہ پیا ہو اور اسیطرح حلت نہیں شیر خوار عورت میں اور اسکی دائی کے پوتے میں اسواسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہو اُسکا ولبن بکر بنت

تسع سنین فاکثر محرم والا لا جوہرہ اور دودھ کنواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہو اور اگر نو برس سے عمر کم ہو تو اُسکے

دودھ سے حرمت نہیں کذا فی الجوہرہ کنواری عورت سے مراد یہ کہ جسکی وطی نہ ہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتۃ ولو محلوبا فیحفر لحاجۃ مالم یثبت فیمہا

وید فنہا اور اسی طرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہو مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن میں دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کا بلا حائل تیمم کرادے

اور اُسکو دفن کرے یعنی ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اُس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہو میت کا یعنی داماد ہوا سو اگر وہاں عورتین نہون
تو زوج صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرادے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہین اور دفن بھی کردے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہی اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ
کیا وجہ ہی کہ میت کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا بخلاف وطیہا والفرق بوجود التغذی
لا اللذة بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اور وطی اور رضاعت مین فرق ثابت کیا ہی بسبب وجود غذا ہونے کے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی
مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہی سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہی اور مقصود وطی سے لذت کاملہ ہی سو میت کے جماع مین حاصل نہین اسواسطے دودھ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن
بیان فرق مین لذت کا ذکر کرنا خوب نہین اسواسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال الشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو اور حالانکہ ایسا نہین تو شارح
کو یون کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب ولد ہی اور جماع میت مین یہ امر حاصل نہین کذا فی حاشیۃ المدنی و تخلط بماء او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ و
کذا اذا استویا اجماعا لعدم الاولویۃ جوہرۃ اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ
عورت کا دودھ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسیطرح جب دو عورتون کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونون عورتون کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا
قیل ہو الاصح اور معلق کیا ہی محمد رح نے حرمت کو دونون عورتون سے مطلقا یعنی دونون عورتون کے مخلوط دودھ سے دونون عورتون کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہی خواہ دونون دودھ
برابر ہون خواہ کم و بیش بعضون نے کہا ہی کہ یہی قول صحیح ہی لا یحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حساہ حسوا وکذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ بحر حرمت ثابت نہین
کرتا وہ دودھ جو مخلوط ہی طعام سے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہین اسواسطے کہ نام رضاعت کا اسپر نہین
واقع ہوتا یعنی پنیر کھانے کو دودھ پینا نہین بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن و احلیل و جائفۃ و آمۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا دودھ سے حقنہ لینا اور کان مین
اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم مین دودھ کا ٹپکانا ولا لبن رجل و خنثی مشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ و الا لا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا مرد
اور خنثی مشکل کا دودھ مگر جبکہ عورتین خنثی مشکل کے دودھ کو کہین کہ اس کثرت کا دودھ بجز عورت کے نہین ہوتا تو البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتین اُسکے دودھ کو
یون نہ کہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ مرد کے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت مین دودھ نہین اسواسطے کہ حقیقت مین دودھ اُسکا ہوتا ہی جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن
شاۃ وغیرہا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہین کرتا بکری کا دودھ اور اُسکے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت و فضیلت
کے باشتباہ جزئیت کے ہی اور آدمی اور بہائم مین جزئیت نہین و لو ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو اوجرہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ
والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اُسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق مین ڈالدیا ہو
تو کبیرہ اور صغیرہ دونون اپنے زوج پر دائمی حرام ہو جاوینگے اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج سے ہے
اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نہ کی ہو اور دودھ زوج سے نہو تو جائز ہی زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح
ہوا کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہی جب اُسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہین اسواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کردیتا ہی دخول
ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پلانے کیوقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نہ رہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہین
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجیئ الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہین زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے اُسکی
طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاویگی لیکن عدت کا نفقہ اُسکو نہ ملیگا ورجع الزوج بہ
علی الکبیرۃ وکذا علی الموجر ان تعمدت الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او ہلاک اور رجوع
کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسی طرح اس مرد پر جسنے اسکا دودھ صغیرہ کی حلق مین ڈالا یعنے نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اُسکو کبیرہ سے بھر لے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کے وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور
دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نہ کیا اسطرح پر کہ وہ اسوقت
مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نہ جانتی تھی یا اسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان صورتوں مین زوج
نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے مین تعدی اور زیادتی شرط ہو اور ان صورتوں مین کبیرہ کی تعدی نہین والقول لہا ان لم یظہر منہا تعمد الفساد معراج اور قول
کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اسکی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہوگا کذا فی سراج الدرایہ طلق ذات لبن فاعتدت و تزوجت باخر فحملت و ارضعت فحکمہ من الاول
لانہ منہ بیقین فلا یزول بالشک و یکون ابنا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دی یا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت مین ہی اور بعد عدت کے اُسنے دوسرے
زوج سے نکاح کیا سو اُسکو حمل رہگیا اور اُسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہیگا اسواسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ہی بالیقین تو یہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیر زوج
اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے
دودھ ثابت ہوگا والوطی بالشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہی حرمت کی رضاعت کے ثبوت مین اور بعضون نے کہا اور اسطرح زنا سے
بھی حرمت ثابت ہوتی ہی اور قول معقول یہ ہی کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہین کذا فی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اُسنے نکاح کیا
بعد اُسکے دودھ پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی نہ اُسکے زوج کا اور اسی طرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجتہ ہذہ رضیعتی ثم رجع عن قولہ
صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہی پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ مین نے غلطی سے کہا تو اسکو
صادق جانین گے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہی کہ مخفی رہ سکتی ہی تو اسمین تناقض قول کا ممنوع نہین ولو ثبت علیہ
بان قال بعدہ ہو حق کما قلت ونحوہ ہذا فسر الثبات فی الہدایہ وغیرہا فرق بینہما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس طرح پر کہ اُسکے بعد بھی
کہے گیا کہ قول اول حق ہی جیسا کہ مین نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ مین ہی تو در صورت ثبات تفریق کرائی جائیگی زوج اور زوجہ مین
خانیہ مین ہی کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأۃ بذلک ثم اکذبت نفسہا وقالت خطات وتزوجہا جاز کما لو تزوجہا
قبل ان تکذب نفسہا وان اصرت علیہ لان الحرمۃ لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یون کہا کہ مرد میرا رضاعی
باپ ہی یا بھائی اور مرد اسکا منکر ہی پھر عورت نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ مین نے خطا کی تھی دعوی رضاعت مین اور اس مرد نے اُس عورت سے نکاح کیا تو درست ہی چنانچہ
مرد کو جائز ہی کہ عورت سے نکاح کرے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہے تو بھی نکاح درست ہی اسواسطے کہ شرع مین حرمت کا اختیار
عورت کو نہین ہی علما نے کہا کہ اسی پر فتوی ہی جمیع اقسام مین کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اُسکے پاس رہنا حلال ہی خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یون کہا
ہو کہ مین نے اس سے خلع کیا ہی اسنے مجھکو طلاق بائن دی ہی سو اسکو میرے پاس رہنا نہ چاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقرارون کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح
پر دلیل ہی کہ وہ دعوی رضاعت مین جھوٹھی ہی یہ فتوی ہی لیکن ایسے مقام مین فتوی تقوی کا یہ ہی کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہی کہ جو شبہات سے بچا اسکا دین سلامت رہا
کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ انہا لو اقرت بثلث من قبل حل لہا تزوجہا اور مفاد تعلیل سابق کا یہ ہی کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہی اس
عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق مین مخفی رہ سکتی ہی تو اسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہی کذا فی النہر عن الصغری لیکن یہ حکم
ظاہر کا ہی اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی ولو اقرا بذلک
جمیعا ثم اکذبا نفسہما وقالا اخطانا ثم تزوجہا جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونون نے پھر دونون نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار
رضاعت مین پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہی اور اگر قیام نکاح کی حالت مین یون کہا تو دونون مین تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وکذا الاقرار بالنسب لیس یلزمہ الا ما ثبت علیہ فلو قال ہذہ اختی او امی ولیس لنسبہا معروف ثم قال وہمت صدق وان ثبت علیہ فرق بینہما اور اسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہین مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا مان ہے اور عورت کا نسب مشہور نہین پھر اس مرد نے کہا کہ مین نے اقرار نسب مین خطا کی تو اسکی تصدیق کیجائیگی یعنی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب مین رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونون مین تفریق کرا دیجائیگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا بہن ہونا یا مان ہونا اس مرد کی عمر کے لائق نہو تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی

والرضاع حجتہ حجۃ المال وہی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتون کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دینگے تو زوجین مین فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہین تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون حکم قاضی کے

وہل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المرأۃ الظاہر لا لتضمنہا حرمۃ الفرج وہو من حقوقہ تعالی اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوی پر ظاہر یہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اسکا موقوف نہین بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہین کما فی الشہادۃ بطلاقہا ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہین جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی مین دعوی کا ضرور نہین اسواسطے کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہین

ولو شہد عندہا عدلان علی الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وہو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہا المقام معہ ولا قتلہ بہ یفتی ولا التزوج باخر وقیل لہا التزوج دیانۃ شرح وہبانیۃ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہون نے دونون کی رضاعت پر یعنی یون گواہی دی کہ وہ عورت اور اسکا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہین یا گواہی دی دو عادلون نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اسکا انکار کرتا ہے پھر دونون شاہد مر گئے یا وہانسے غائب ہوئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہین جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم قاضی کا باقی رہگیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا وہ سے فتوی ہے یہی قول ہے بعضون نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت ہو زوج کے روکنے کی تو اسکو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہین اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے متصل نہین ہوا کہ ثبوت مکمل ہوتا اور یہ بھی عورت کو جائز نہین کہ تین طلاق کی گواہی سنکر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شیخ عابد محشی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت نقل کی اس مضمون کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دین تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کر لینا دیانتاً درست ہے اور بعضون نے کہا کہ عورت کو یہ جائز نہین تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے

فقضی القاضی بالتفریق برضاع بشہادۃ امرأۃ لم ینفذ حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی سے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہین مص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم چوسی ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہین ہوتی

تزوج صغیرتین فارضعت کلا امرأۃ ولبنہما من رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد لعروضہ بالاختیۃ نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور دودھ دونون عورتون کا ایک مرد سے ہے یعنی دونون کا زوج ایک ہے تو دونون عورتین نصف نصف مہر کی ضامن نہونگی اگرچہ دونون نے عمداً فساد کیا ہو اسواسطے کہ فساد نکاح کا بسبب بہن ہوجانے دونون صغیرہ کے ہوگیا یعنی جب دونون عورتون کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونون صغیرہ کا اور دونون صغیرہ آپسمین ایک دوسری کی بہن ہوگئین نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونون کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیون سے نہین لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہین ہوئی جو انپر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہوجانے دونون کے عارض ہوگئی

قبل الابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد غرم المہر لو وطیہا وقال ذلک لا للزوم الحد فلم یلزم المہر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ مین نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ سے وطی کی اور یہی کہا یعنی فساد نکاح کے واسطے عمداً اس نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو مہر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ حد اور مہر دینا جمع نہین ہوتا واللہ اعلم

کتاب الطلاق

هو لغة رفع القيد لكن جعلوه في المرأة طلاقاً وفي غيرها اطلاقاً فلذا كان انت مطلقة بالسكون كناية یہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہے یعنے بند کھولنا لیکن فقہا نے عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسیواسطے انت مطلقة بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اسواسطے کہ مطلقة اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہین شرعاً رفع قيد النكاح في الحال بالبائن او المآل بالرجعي بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق فخرج الفسوخ كخيار عتق وبلوغ وردة فانه فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے اور اگر زوج عدت مین مرجاتا تو زوجہ مطلقہ اسکی وارث ہوگی رفع قید نکاح ہو لیواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکلگئی جیسے خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے درضمن اشعار مفصل بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح مین ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلك وبهذا علم ان عبارة الكنز والملتقى منقوضة طرداً وعكساً بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے باعتبار جمع و منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین عبارت ہے کہ الطلاق رفع القيد الثابت شرعاً بالنكاح یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعاً ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ تفریق ارتداد اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہین سو اسواسطے مصنف نے لفظ آل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل رہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین وايقاعه مباح عند العامة لاطلاق الآيات اكمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابو داؤد و حاکم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے مگر ان وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقيل قائله الكمال الاصح حظره اي منعه الا لحاجة كريبة وكبر والمذهب الاول كما في البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین ابن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنی اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضی مسائل کی تعلیل مین کہا ہے کہ طلاق اصل مین منع ہے حاجت کیواسطے جائز ہے تو اباحت اور منع مین صریحاً تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وقولهم الاصل فيه الحظر معناه ان الشارع ترك هذا الاصل فاباحه بل يستحب لو مؤذية او تاركة صلوٰة غاية اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہے اسکی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کر دیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دونون قولون مین تناقض باقی نہ رہا جبکہ شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوٰۃ ہو كذا في الغاية ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلي اور مفاد تعلیل استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہین بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ويجب لو فات الامساك بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا سحر کا ہو یعنی عورت کو ہاتھ لگانے سے منزل ہو جاے پھر وطی کیواسطے استادگی نہو تو ان صورتون مین طلاق واجب ہے اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ويحرم لو بدعيا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دے یا تین طلاق ایک آن مین دے چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو آپ غضب مین کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمرؓ کی حدیث مین

ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ اگر تین طلاق دے تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھسے جدا ہوگئی کذا فی
حاشیۃ المدنی و من محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیون سے یہ ہی کہ بسبب طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہی یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہی
اور اگر مقدور نہو تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہی اور اگر دو عورتین ہین تو ایک کی طلاق سے فرضیت باری کی کشاکش سے خلاصی سی ہوتی ہی اور ایک دفعہ طلاق پر جدائی نہ مقرر
ہوئی تا اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد واسطے متعین ہوئے کہ اقل جمع ہی و بہ یعلم ان طلاق الدور نحو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا کما حررہ المصنف معزیا
لجواہر الفتاویٰ حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلا اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہی چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہی جواہر الفتاویٰ
کی طرف نسبت کر کے یہانتک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو اسکا حکم ہرگز نجاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہی اجماع کے طلاق دور
یہ ہی کہ جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ مین تجھکو طلاق دون تو طلاق دینے سے پہلے تجھپر تین طلاق ہین سکو طلاق دور سواسطے کہا کہ اسمین مدار ہی درمیان و منافی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہی
کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اس سے پہلے واقع ہوجاوین اور جب تین طلاق پہلے ہوگئین تو لازم آتا ہی کہ یہ طلاق نہ واقع ہوا اور اس مقام مین دور سے مراد نہین جو علم کلام مین مصطلح ہی خلاصہ یہ کہ
طلاق دور واقع ہوتی ہی بسبب لغو ہونے قبلیت کے اسواسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہی سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہ حکمت فوت ہوتی ہی پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اُسنے یون
کہا کہ ان طلقتک فانت طالق ثلثا یعنی اگر تجھکو طلاق دون تو تجھپر تین طلاق ہین پھر جب وہ طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑ گئی پھر اسکے بعد تین طلاق پڑینگی تین مین سے ایک لغو ہوگی کہ اُسکی
گنجائش نہین تو تین طلاق پڑ جاوینگی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن سریج شافعی قائل ہی کہ طلاق دور واقع نہین ہوتی بعض صالحین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور
واقع ہوتی ہی یا نہین فرمایا کہ جو طلاق دور عدم وقوع کا قائل ہی اسنے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی و اقسامہ ثلثۃ حسن و احسن و بدعی یاثم بہ اور اقسام طلاق
کے تین ہین ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی بہت بہتر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہی بدعت سے مراد یہان بدعت محرمہ ہی والفاظہ صریح وملحق بہ
وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہین ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنون مین مستعمل نہو اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق
اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہی نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع طلاق مین عورت کا خطاب شرط ہی تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اسنے کہا
کہ طالق طالق طالق یا یون کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ خطاب عورت کی طرف نہین چنانچہ حموی نے شرح کنز مین اسکی تصریح کردی ہی پھر طلاق صریح کا ہے رجعی
ہوتی ہی جیسے یکبار یا دو بار طلاق دینا اور گاہے بائن ہوتی ہی جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمین بھی نیت کی حاجت نہین اور کنایہ وہ جو طلاق
اور غیر طلاق دونون کا محتمل ہو اسمین بدون نیت کے طلاق نہین پڑتی کذا فی حاشیۃ المدنی ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہی یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہی سو منکوحہ
عورت ہی تو لونڈی محل طلاق کا نہین مولی کے حق مین واہلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہی جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور
مجنون اور صبی اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہین واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خالٍ عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہی جو خالی ہو استثنا سے تو لفظ مخصوص سے
منسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق مین متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہین طلقۃ رجعیۃ فقط فی
طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تنقضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الآخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اس طہر مین جسمین وطی نہین ہوئی اور چھوڑنا اُسکا یعنی دوسری
نہ دینا یہانتک کہ اُسکی عدت گذر جاوے یہ طلاق احسن ہی بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہی نہ یہ کہ فی نفسہ احسن ہی تو اس تقریر سے وہ اعتراض
دفع ہوا جو بعضون نے کہا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہی وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ
اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ وفیمن تحیض وثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو
اگرچہ طلاق حیض مین واقع ہو اور زوجہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین طہر مین جسمین وطی نہو ئی ہو اور نہ اس حیض مین وطی ہوئی ہو جو تین طہر
سے پہلے تھا اور نہ اسمین طلاق ہوئی ہو یہ حیض ہونے والی عورت کے حق مین ہی اور تفریق تین طلاق کی تین مہینے مین اس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آتا یعنی بڑی

عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنی مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولیٰ مسنون ہوگی کہ اسمین
فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر مین عدت تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہین اور یہ مراد نہین کہ اسمین کچھ ثواب ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہین کہ ثواب
کی توقع ہو وحل طلاقهن ای الآئسة والصغیرة والحامل عقب وطی لان الکراهة فیمن تحیض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا انکا یعنی آئسہ اور صغیرہ اور
حاملہ کا بعد وطی کے بھی اسواسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہان یعنی ان عورتون مین مفقود ہے آئسہ وہ عورت ہے
جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آئسہ ہے قول اظہر مین اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے والبدعی ثلث متفرقة
او ثنتان بمرة او مرتين فی طهر واحد لا رجعة فیه او واحدة فی طهر وطئت فیه او واحدة فی حیض موطوءة اور طلاق بدعی یہ کہ تین طلاق دینا
جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر مین جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اس طہر مین جسمین وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا موطوءہ کو
حیض مین یہ سب صورتین طلاق بدعی کی ہین سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولیٰ بدعی ہوگا اور اگر طہر مین طلاق بدعی دے کر رجعت کرلیگا
تو طلاق بدعی باقی رہیگی ظاہر اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینون واقع ہو جاتی ہین اگرچہ
تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم مین مروی ہے اسمین یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے اسپر انکار نفرمایا تو اس حدیث تقریری سے وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیة المدنی لو قال البدعی ما خالفهما لکان اوجز وافید شارح کہتا ہے
کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف مین یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی
آٹھ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر مین دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر مین دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول
طہر مین دینا جسمین رجعت نہین پانچوین حیض مین طلاق دینا چھٹی اس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی ہو چکی ساتوین اس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی نہین ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض
مین وطی ہو چکی آٹھوین نفاس مین طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف کی تعریف مین داخل نہین اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہ دونون قسمین بھی داخل
ہو جاتین کذا فی حاشیة المدنی وتجب رجعتها علی الاصح فیه ای الحیض رفعا للمعصیة فاذا طهرت طلقها ان شاء او امسکها قید بالطلاق لان التخییر والاختیار والخلع فی الحیض
لا یکره مجتبی اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنا بر قول اصح کے حیض مین یعنی حیض مین اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرلے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو
حیض سے تو چاہے اسکو طہر مین طلاق دے یا چاہے اسکو رکھے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض مین مکروہ نہین کذا فی المجتبی
تخییر یہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق مین مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اسکو اپنی ذات
کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کردے اگرچہ اسوقت وہ حیض مین ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض مین مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسیطرح خلع حیض مین مکروہ
نہین قلت والنفاس کالحیض جوهرة اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوهرة یعنی طلاق نفاس مین مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس مین مکروہ نہین قال لموطوءة
وهی حال کونها ممن تحیض انت طالق ثلثا او ثنتین للسنة وقع عند کل طهر طلقة ویقع اولها فی طهر لا وطی فیه کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے درانحالیکہ
وہ حیض آنے والیون مین ہے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو ہین مخصوص بسنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ
کی ہو اور پہلی طلاق ان تینون سے یا دو سے اس طہر مین واقع ہوگی جسمین وطی نہین ہوئی فلو غیر موطوءة او لا تحیض تقع واحدة للحال ثم کلما نکحها او
مضی شهر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ
سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ
گذریگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وان نوی ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند راس کل شهر واحدة صحت نیته لانه محتمل کلامه

اور اگر نیت کی تینون طلاق واقع ہونے کی اسی ساعت مین یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونے کی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسکے کلام مین اسکا بھی احتمال ہی اسواسطے کہ لفظ السنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہو ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہی تو اس صورت مین السنہ کے یہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہی یا واقع ہونا اسکا مذہب ہی اہل سنت کا **ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران** اور واقع ہوتی ہی طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیرا عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیرا کی قید اسواسطے لگائی تا کہ مست عاقل مین داخل رہے یعنی عقل اور نشے مین کوئی تباین نہ سمجھے اسواسطے کہ شارع نے مست کو وقوع طلاق مین قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہی **ولو عبدا او مکرہا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق** اگرچہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسی نے اس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہی اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہین یعنی زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرا دے تو اس اقرار سے طلاق نہین واقع ہوتی **وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال ۵ طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ + نکاح مع الاستیلاد عفو عن العمد +** اور البتہ نظم کیا ہی نہر الفائق مین ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہو جاتے ہین سو کہا کہ طلاق ہی اور ظہار ہی اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہی ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہی قصاص کو **۵ رضاع وایمان وفی ونذرہ + قبول لایداع کذا الصلح عن عمد** رضاع ہی اور خدا کی قسمین کھانا اور ایلاء کر کے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا **۵ طلاق علی جعل یمین بہ اتت + کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد +** اور طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کی طرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یون قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اسکی عورت پر طلاق ہی سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح بجبر آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا **۵ وایجاب احسان وعتق فہذہ + تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد +** اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنی زبردستی یون کہلا دے کہ مین نے اپنے اوپر خدا کیواسطے ایک درم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہ عقود مذکورہ صحیح ہین اکراہ کے ساتھ بیس ہین شمار مین **او ہازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیہا خفیف العقل** یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہی جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو **او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری** یا مست ہو اگرچہ نشا خیساندہ تمر کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزون کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہی واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہین اسی پر فتوی ہی کذا فی تصحیح القدوری زجر اور توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن یا افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اسپر زجر نہین اسواسطے کہ معصیت نہین تو اس صورت مین طلاق بھی نہ واقع ہوگی نہر الفائق مین کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت مین اختلاف ہی اور حق یہ ہی کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہین اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہی تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہی کہ شارع نے مست کو اسکی حالت مستی مین مراد ہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا (یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری) تو معلوم ہوا کہ اسکو بجاے قابل العقل کے احکام شرعیہ مین تنگ پکڑنے کیواسطے قرار دیا اور وقوع طلاق مین حد سکر کی یہ ہی کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہی امام کا اور یہی قول یہان معتمد ہی اور سکر پر حد واجب ہونے مین صاحبین کا قول مختار ہی وہ یہ ہی کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے مین حد سکر یہ ہی کہ جسکی چال ڈانوا ڈول ہو بحر الرائق مین کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علماء شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہی اسواسطے کہ اسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہی اور اسکے بائع پر تعزیر ہی اور جو اسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہی کذا فی الملتقی اور جوہرہ مین حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **ویخالف التصحیح فیمن سکر کرہا او مضطرا** اور مخالف ہی صحیح کہنا علما کا اس شخص کے حق مین جو مست ہو گیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اس نے طلاق دی نہر الفائق مین کہا صحیح یہ ہی کہ اسکی طلاق واقع نہین ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ مین ہی کذا فی الطحطاوی والمدنی **نعم لو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم تقع** ہان اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے **وفی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی** اور قہستانی مین زاہدی سے منقول ہی کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ امتیاز نہ کرے

احکام شرعیہ کو تو اُسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحرالرائق مین کہا کہ یہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع
مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور استثنی کیا ہے اشباہ مین مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل مین مست
ہوشیار کے برابر نہین از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری مین یعنی مثلاً زید نے حالت ہوشیاری مین خالد کو وکیل کیا طلاق کا خالد نے مست ہوکر طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع
ہوگی لیکن فیہ البزازی بکونہ علی مال ام الاوقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح ہوگی
اور اگر طلاق عوض مال کے نہین تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری مین وکیل کیا ہو خواہ مستی مین اور وکیل نے ہوشیاری مین طلاق دی ہو یا مستی مین ولم یوقع الشافعی طلاق
السکران واختارہ الطحاوی والکرخی فی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہین کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی
نے اور تاتارخانیہ مین تفریق سے یہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے مم یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ مین ہرگز اسپر اعتماد نہین فتاوے عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ
طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی و اخرس و لو طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوتی ہے اگرچہ
پیدائشی گونگا نہو بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط کتابتہ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنی اگر
موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اُس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اُسکی کتابت کا
شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھ جانتا ہو تو اُسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع
ہوگی اُسکے اشارۂ معلومہ سے اسواسطے کہ اسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب ہو
حرج کا او مخطئا بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطاء سے طلاق دی اسطرح پر کہ
ارادہ کسی بات کے کہنے کا کیا سوا اُسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اُسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھولکر طلاق بولا ہو بھولنے
کی صورت یہ کہ اُسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو
ان صورتون مین طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء و دیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ
بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ اُسکی طلاق ظاہر اور باطن دونون مین واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے اُسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے
والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجائے واقعی کلام کے ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر و مریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی
کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق مین اُسوقت کریگا جب دونون نے اُسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا او فعلا
فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیۃ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے
اسیطرح طلاق فضولی کی بھی اُسکی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا مجھکو راحت دے جیسے تو نے مجھکو اس عورت سے راحت دی
یا یون کہے کہ تو نے مجھپر بڑا احسان کیا کہ اُس سے چھوڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اُسکا باقی مہر ادا کرے یا اُسکے سوا چار عورتون سے نکاح کرے وبناء علی اعتبار الزوج
المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی طلقہا کلما شئت فقال العبد
قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنابر اعتبار زوج کے جو سابق مین مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع
ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق
کا اختیار اُسکو ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوائے دوسرے کو طلاق کا اختیار نہین مگر جبکہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد مین یون کہا ہو غلام سے
کہ مین اسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ مین ہے اسکو مین طلاق دون جب چاہون پھر غلام کہے کہ مین نے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے

کہا کہ جب مین اس سے نکاح کرون تو اسکا امر تیرے ہاتھ مین ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے ایسا ہی ہوگا یعنی مولی کو طلاق کا اختیار ہوگا کذا فی الخانیۃ **والمجنون** الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت وہو کافر و ابی ابوہ الاسلام وقع الطلاق لشانہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہے اور اسکے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتون مین مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتون مین وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی **والصبی** ولو مراہقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہین واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو یا لڑکپن مین طلاق دی اور اسکو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہوگی لیکن اگر یون کہیگا کہ مینے طلاق کو واقع کردیا تو واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اس کلام مین ابتداء ایقاع ہے یعنے اب بلوغ مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمین طلاق بالفعل نہین واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اسکو اہلیت طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے **والمعتوہ** من العتہ وہو اختلال فی العقل اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہتر بن اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق مین یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نگالی دے بخلاف مجنون کے **والمبرسم** من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہین واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کتب طبیہ مین ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیون کے درمیان والے پردے مین عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہین ہوتی **والمغمی** علیہ ہو لغۃ المغشی اور نہین طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے مغمی لغت مین بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد ہین منح الغفار مین کہا کہ اغماء یہ ہے کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جاوے اور قہستانی مین کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کے برابر ہے بے اختیاری مین کذا فی حاشیۃ المدنی **والمدہوش** فتح وفی القاموس دہش تحیر و دہش بنا ءً للمفعول فہو مدہوش و ادہشہ اللہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہے کذا فی فتح القدیر اور قاموس مین کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہین ادہشہ اللہ یعنی بیہوش یا متحیر کرے اسکو اللہ خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہم شارح کے استاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سوائے مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ کے واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل مین مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہان بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل[12] کے مذکور ہے انتہی خلاصہ کذا فی حاشیۃ **والنائم** لانتفاء الارادۃ ولذا لا یتصف بصدق ولا کذب لا خبر ولا انشاء اور نہین واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق اور کاذب نہین بولتے اور اسکے کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اسکا کلام بالقصد نہین چنانچہ کتب اصول مین یہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوہرہ اور اگر سونے والے سے اسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تونے سوتے ہوئے طلاق دی سو اسنے کہا کہ مین نے اسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسنے ضمیر کو اسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہین یعنے طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اسکو مین نے واقع کردیا تو طلاق پڑ جاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونون مین کیا فرق ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اسکو لغو کردیا بخلاف نائم کے کہ اسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہین اسواسطے کہ اسکا قصد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک الطلاق او جعلتہ طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیداری کے کہ مین نے اس طلاق کو واقع کردیا یا مین نے اسکو طلاق ٹھہرادی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اسوقت مین مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی

[12] عقل سے خارج

اس حبس کی طلاق بیداری مین ہین نے واقع کردی تو یہ طلاق دوسری ہوئی نوم کے سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و اذا ملک احدہما الآخر کلا او بعضہ بطل النکاح اور جبکہ مالک ہوا زوج اور زوجہ مین سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہو یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اسواسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کی ولو قال حرۃ حین ملکتہ فطلقہا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ ثم خرج زوجہا کذلک مسلما فطلقہا فی العدۃ الغاہ الثانی فی المسئلتین واوقعہ الثالث فیہما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت نے اپنے زوج مملوک کو آزاد کردیا جبکہ اسکی مالک ہوئی پھر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت مین یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنی دارالاسلام مین آئی مسلمان ہوکر پھر اسکا زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہوکر پھر اسنے اسکو طلاق دی عدت مین تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہے دونون صورتون مین اور واقع کیا ہے اسکو محمد رح نے دونون مین اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ مالک ہوتے اور دارالاسلام مین آتے جدائی دونون مین ہوگئی پھر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی و اعتبار عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے اور نزدیک امام شافعی رح کے مردون پر ہے فطلاق حرۃ ثلث و طلاق امۃ ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اسکو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اسکو دو بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے نہ مردون پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیۃ او دلالۃ حال لا عکسہ لان ازالۃ الملک اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرط نیت کے یا دلالت حال سے نہ بالعکس یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہین واقع ہوتا ہے صحیح اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہوسکتی ہے اسواسطے کہ عتق اقوی ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف مین قوی نہین آسکتا مثلا زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق

ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہ لکھدیا کہ تجھکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکھی اس چیز پر جس پر نقش ثابت نہین رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو کسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاک کتابی ہذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوہرہ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنے کے چنانچہ یون لکھا کہ اے فلانی جب تیرے پاس میرا یہ خط پہونچے تو تجھکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاویگی بمجرد خط پہونچنے کے کذا فی الجوہرہ وفی البحر کتب لامرأتہ کل امرأۃ لی غیرک وغیر فلانۃ طالق ثم محا اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وہذہ حیلۃ عجیبۃ وسیجی ان المستثنی بالکتابۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہ لکھا جسکا مثلا کریمہ نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہے سوائے تیرے اور سوائے فلانی کے یعنی مثلا سوائے زینب کے سو مطلقہ ہے پھر پچھلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت مستثنی کرلیا تھا گو بعد اسکے مٹا ڈالا ہو مثلا زید کی زوجہ کریمہ تھی پھر وہ دوسرے شہر مین گیا اور وہان زینب سے نکاح کیا یہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اس طرح سے کریمہ کو لکھا تا کہ اسکا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بھی نپڑی شارح کہتا ہے یہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانے کے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق مین عنقریب آویگا جسکو مستثنی کرے کتابت سے

باب الطلاق الصریح

یہ باب ہے طلاق صریح کا الصریح مالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ کطلقتک وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بخطابہا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل نہ ہو مگر اسی مین اگرچہ فارسی زبان مین ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنے طلاق صریح عربی مین منحصر نہین بلکہ ہر بولی مین جو لفظ ایسا ہو کہ سوائے طلاق کے اور معنے مین مستعمل نہ ہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی مین طلقتک بہ تشدید لام طلاق صریح ہے یعنے مین نے تجھکو طلاق دی اور

انت طالق اور مطلقۃ یعنی تو طلاق والی ہی لفظ مطلقہ کا بتشدید لام صریح ہی اور بتخفیف لام صریح نہین کنایہ ہی شارح کہتا ہی مصنف نے طلاق صریح کی مثالون کو عورت کے خطاب سے
مقید کیا پہلی مثال ہین کاف ضمیر ہی اور دوسری و تیسری مثال مین انت ہی اسواسطے کہ اگر بخطاب یون بولے گا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یون کہا کہ نکلنا بدون میرے
حکم کے سو مقرر بنے قسم کھائی ہی طلاق کی پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونون صورتون مین طلاق کو عورت کیطرف
مضاف نہین کیا تو اول صورت مین احتمال ہی کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اسکے غیر کی اور دوسری صورت مین احتمال ہی کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی یا اُسکے غیر کی ہم خطاب
مین بھی یہ شرط ہی کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہو چنانچہ مسئلہ طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع
ہوگی نہ قضا مین نہ دیانۃ مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقع الطلاق بھذہ الالفاظ وما بمعناہا من الصریح اور واقع ہوتی ہی ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو
کہ ان الفاظ کے معنی رکھتا ہو از قسم صریح چنانچہ یون کہا کہ شئت طلاقک یعنی مین نے تیری طلاق چاہی و رضیت طلاقک یعنی مین راضی ہوا تیری طلاق سے و اوقعت علیک

طلاقک یعنی مین نے تجھپر تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک او طال ق وطلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال

تعمدتہ تخویفا لم تصدق قضاء الا اذا اشہد علیہ قبلہ بہ یفتی اور طلاق صریح مین داخل ہین الفاظ محرفہ چنانچہ طلاع عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض طے کے یا طلاک یعنی
کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی تے عوض طوے کے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہین اور تلاک بتشدید لام بھی جہال مین مستعمل ہی یا طال ق یعنی طلاق
کو بطریق ہجی کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو طحطاوی نے طلاق عظیم کر تفسیر کیا اسواسطے کہ صریح عظیم ہی کنایہ سے اور مدنی نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہی یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہو ان
الفاظ محرفہ کے بولنے مین کچھ فرق نہین درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو ان الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ الفاظ
صریح مین داخل ہین نیت کے محتاج نہین اور اگر زوج نے کہا کہ مین نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانے کیواسطے تو ظاہر مین اُسکی تصدیق نکیجاویگی یعنی قاضی اس عذر کو نمانیگا

اگر وہ سچا ہی تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر بظاہر اُسوقت زوج کی تصدیق ہوگی جبکہ اُسنے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتوی ہی ولو قیل لہ طلقت امرأتک

فقال نعم او بلی بالہجاء طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اُسنے کہا نعم یا بلی ہجے کر کے یعنی نعم کے حروف کو علحدہ علحدہ کہا یعنی ن ع م یا ب ل ی کے حروف کو
جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی بحر الرائق یا یہ مطلب ہی کہ ہان مین نے طلاق دی ہجے کر کے یعنی طال ق لیکن اس صورت مین تکرار لازم آتی ہی اسواسطے کہ
طلاق ہجی کی سابق مین ہو چکی واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا من البائن او اکثر خلافا للشافعی او لم ینو شیئا یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہی اگرچہ اسنے ایک
رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف مذہب امام شافعیؒ کے یا طلاق صریح بولکر کچھ ارادہ نہ کیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی
نہین ہم طلاق رجعی وہ کہ جسمین تجدید نکاح کی حاجت نہین اور عورت کی رضامندی رجوع مین ضرور نہین اور اسکی عدت مین ترک زینت نہین اور ایک گھر مین زوج اور زوجہ کا عدت مین رہنا

جائز ہی بخلاف طلاق بائن کے اسیواسطے علمانے کہا ہی کہ طلاق رجعی مانند قطع کے ہی اور طلاق بائن مانند قتل کے ہی ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرہا

صدق قضاء ایضا کما صرح بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اسکی دیانت پر عمل کیا جائیگا یعنی تصدیق اسکی ہوگی طلاق
نہ واقع ہوگی اگر اُسنے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ مذکور کیا یعنی یون نہ کہا کہ تجھکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہی طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا پھر
اُسنے قید سے چھوڑنے کا ارادہ بیان کیا تو اسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کیوقت وثاق یا قید کا لفظ مصرح کریگا تو ظاہر مین بھی اُسکی تصدیق ہوگی
طلاق نہ واقع ہوگی وکذا لو نوی طلاقہا من وجہا الاول علی الصحیح خانیۃ اور اسی طرح ظاہر اور باطن مین تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اُسکے
اول زوج سے ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح مین تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین کذا فی الخانیۃ ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح بہ دین فقط اور
اگر نیت کی زوج نے طلقتک کو بولکر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے مین نے تجھکو چھوڑا تو مطلقا اسکی تصدیق نکیجاویگی نہ دیانت مین نہ قضا مین اسواسطے کہ یہ ایسی
نیت ہی کہ اسکو لفظ محتمل نہین اور اگر لفظ عن العمل کو کھولکر کہا یعنی یون بولا کہ طلقتک عن العمل تو اسکی تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین ہم بحر الرائق مین ہی

ف ۱ عدم وقوع ... ف وقوع طلاق بائن و رجعی

کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہین تو معلوم ہوا کہ اسکے معنی کا علم شرط نہین سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کرکے بولا تو قضا مین
طلاق واقع ہوگی نہ دیانت مین اور مشائخ اوزجندی نے کہا کہ مطلقا طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین تاکہ فریب سے املاک آدمیون کی ضائع ہونے سے محفوظ رہین جیسا جوہرہ
مین اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی انت الطلاق او طلاق وانت طالق الطلاق او انت طالق طلاقا واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی یعنی بالمصدر
لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولا بہا کقولہ انت طالق انت طالق زیلعی واحدۃ او ثنتین لان نہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق
انت طلاق مین یعنی جس ترکیب مین مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک وہ
کی کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک یا دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا مین لفظ طالق سے ایک طلاق
کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے
جدا ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نرہا انت طالق طلاقا قلسے دو طلاق ایسی واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہین یعنی انت طالق انت طالق سے
کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہین رکھتا یعنی مصدر صیغہ ہے واحد کا اسمین کثرت کی گنجائش
نہین فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی ولذا کان الثنتان فی الامۃ وکذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ سو اگر اقوال سابقہ مین مصدر سے
تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہین یعنی تین کل ہے طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہین تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسواسطے دو طلاق لونڈی کے
حق مین بمنزلہ تین طلاق کے ہین حرہ کے حق مین یعنی لونڈی کے حق مین دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طلاق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت
کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اُسکے حق مین فرد حکمی ہے اور اسیطرح اس حرہ کے حق مین جسکو ایک طلاق سابق مین ہو چکی دو طلاق فرد حکمی ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق
مین یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے یعنی دو طلاق حرہ کے حق مین مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام
فیقع بلا نیۃ للعرف ولو لم یکن لہ امراۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہین کہ طلاق مجھکو لازم ہے اگر مین ایسا کرون اور حرام مجھکو لازم
ہوا اگر مین نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہے اگر ایسا کرون اور مجھپر حرام لازم ہے اگر مین ایسا کام کرون تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی
عرف مین طلاق کی قسم کھانا رائج ہو گیا ہے تو انپر جاری ہونا اُسکا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے
سے کذا فی التصحیح القدوری وکذا علی الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی البحر الرائق ثم صاحب بحر نے کہا کہ
بزازیہ مین مصرح ہے کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولی طلاق واقع ہو قضاءً مقدسی
نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ مقیس علیہ مین عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور مدنی کہا کہ یہ
تحقیق لائق ہے قبول کرنے کے ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یون کہا کہ
تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ احتمال بھی اسمین ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنی یون کہا کہ
تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہین بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنے فتاوی مین کہ
قول مختار یہ ہے کہ ہان واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ واجب مین واقع ہوگی سنا در الفاظ مین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ ہل یفتقر لنیتہ قال الکمال الحق نعم اور اگر
یون کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام مین نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہین کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہے کہ ہان نیت کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے
طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق بددعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقا او طلقی او یا مطلقۃ بالتشدید یقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی
ہو جا یا یون کہا کہ او مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم او انت طال بالکسر والا توقف علی النیۃ کما لو تہجی بہ او بالحق

اور اسی طرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طال لام کو زبر کر کے اور پیش دیکر اسواسطے کہ طال ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انت طال زیر دیکر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہو گی اور اگر انت طال مین لام کو زیر دیکر یا پیش دیکر کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اُسکے حرف جدا جدا بولے جیسے انت طا ل ق یا لفظ عتق کو علیحدہ علیحدہ کاٹ کر بولے جیسے انت ح ر یعنی تو حر ہے تو ان دونون صورتون مین بدون نیت کے طلاق نہ ہو گی مگر شارح نے بیان تہجی طلاق کو کنایات مین داخل کیا اور سابق مین اسکو صریح مین شمار کر چکا ہے اسواسطے کہ تہجی طلاق مین روایت مختلف ہے خانیہ مین مصرح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح مین داخل ہے نیت کی حاجت نہین اور بدائع مین مذکور ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات مین داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور بیان بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی والمدنی وفی النهر عن الصحیح الصحیح عدم الوقوع بوهبتک طلاقک ونحوه اور نہر الفائق مین تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع ہونا صحیح قول ہے اس کلام سے کہ مین نے تجھکو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے چنانچہ اودعتک طلاقک یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہین واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا

اضاف الطلاق الیها کانت طالق او الی ما یعبر به عنها کالرقبة والعنق والروح والبدن والجسد لا الاطراف داخلة فی الجسد دون البدن والفرج والوجه والراس وكذا الاست دون البضع والدبر والدم علی المختار خلاصة او اضافه الی جزء شائع منها کنصفها او ثلثها وقع لعدم تجزیه

اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یون کہا کہ تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اُس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر اور اسیطرح است یعنی چوتڑ یعنی یون کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونون کو اسواسطے ذکر کیا کہ ہاتھ پانون صرف جسد مین داخل ہین نہ بدن مین نہ لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصۃ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دبر مرادف ہے است کے لیکن یہ الفاظ کل آدمی کی تعبیر نہین واقع ہوئے یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جز شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینون صورتون مین طلاق واقع ہو گی نصف اور ثلث کی نسبت سے اسواسطے طلاق ہوگی کہ طلاق مین تقسیم نہین کہ اسمین نصف یا ثلث یا عشر کی گنجائش ہو خلاصہ یہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جز معین کیطرف نسبت ہوئی جو جز کہ بجائے کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جز غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کیطرف نسبت ہوئی تو ان صورتون مین طلاق واقع ہو جاویگی

ولو قال نصفک الاعلی طالق واحدة ونصفک الاسفل ثنتین وقعت ثنتان

بحاری خانیہ فی بعضهم بطلقة وبعضهم بثلاث عملا بالاضافتین خلاصة اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق ہین یہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا مین اور متقدمین سے اسمین کچھ روایت نہ تھی تو بعضے فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اسواسطے کہ نصف اعلی مین سر داخل ہے اور سر بجائے کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہو گئی اور نصف اسفل مین اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی مین مندرج ہو چکا تو اسکا کچھ اثر باقی نہ رہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہو گئی اور بعضے فقہا نے تین طلاق کا فتوی دیا دونون نسبتون پر عمل کر کے کذا فی الخلاصہ واذا قال الرقبة منک والوجه

او وضع یده علی الراس او العنق او الوجه وقال هذا العضو طالق لم یقع فی الاصح لانه لم یجعله عبارة عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یده بل قال هذا الراس

طالق واشار الیه وقع فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو فینبغی ان یدین فتح اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ اُسنے گردن اور منہ اور سر کو بجائے کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھ رکھنے کے اور اشارہ کرنے کے بعض کا ارادہ کیا یہانتک کہ اگر ہاتھ نہ رکھتا بلکہ یون کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کیطرف تو طلاق واقع ہو جاتی قول اصح مین اور اگر امثلہ سابقہ یعنی راسک طالق ورقبتک طالق مین تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن یہ اُس صورت مین ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف مین مشہور اور رائج ہو اور اگر رواج اسکا نہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ بحر الرائق سے یہ مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لا یقع لو اضافه الی الید الا بنیة المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق

والفخذ والظہر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والرق والعرق کذا الثدی والدم جوہرہ لانہ لا یعبر بہا عن الجملۃ فلو عبر قوم بہ عنہا وقع خانیہ
طلاق واقع نہین ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہین واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف بازون کے اور دبر کے اور بال کے اور
ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور مُنھ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور بال کے اور پستان کے اور
اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کیطرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل جسم کی تعبیر نہین ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف مین ان
اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وکذا الکل ما کان من اسباب الحرمۃ لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو سبب کہ حرمت کے ہین حلت کے انکا یہی حکم ہے بالاتفاق
جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسے نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت کی مااُس عضو سے کی جو بجاے کل مستعمل ہوتا ہے چنانچہ
سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ پاؤن کیطرف نسبت کرنے سے واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور
نصف کیطرف نسبت کرنے سے صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقۃ ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزاروان
حصہ ہو ایک طلاق دینے کے برابر ہے بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنی طلاق لائق قسمت کے نہین تو اسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجاے کل کے ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ مین نے ایک طلاق کا
ہزاروان یا لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخری ہکذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع
ہوگی اور اسیطرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقۃ وثلثیہا یعنی تجھکو آدھی طلاق ہے اور دو تہائیان
اسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا ما لم یقل نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ فیقع الثلث حکم سابق اُسوقت تک ہے جب تک
یون نہین کہا کہ نصف (آدھی ۱۲) طلقۃ وثلث (تہائی ۱۲) طلقۃ وسدس (چھٹا ۱۲) طلقۃ اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنی ہر چند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوگی زیادتی
اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقۃ کا نکرہ ہے تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقین ٹھہر گئین بخلاف
معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدۃ اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلاً یون کہا کہ انت طالق نصف طلقۃ ثلث طلقۃ
سدس طلقۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر احد بدل واقع ہوگا اپنے ما قبل سے اور مبدل منہ ساقط ہوجاتا ہے نیت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقۃ ونصفہا فثنتان
علی المختار جوہرہ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور نصف اُسکا تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرۃ وکذا لو کان مکان السدس ربعا فثنتان علی المختار وقیل واحدۃ قہستانی
اور اسیطرح اگر مثال سابق مین بجاے سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے
اس مقام مین دو خطائین واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اُسنے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط مین نہین چنانچہ فتاوی ہندی
یعنی عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم مین یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع
ہوئین تو انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وربع طلقۃ مین بطریق اولے تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی ویجی ان استثناء بعض التطلیق لغو
بخلاف ایقاعہ اور عنقریب باب التعلیق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا
نصف طلقۃ تو امام محمدؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ اس مین بعض طلاق لغو نہین ہوتی یعنی اگر یون کہے گا کہ تجھکو ایک طلاق
اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ویقع بقولہ من واحدۃ او ما بین واحدۃ الی ثنتین واحدۃ اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے
دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے ما بین ایک کے دو تک وبقولہ من واحدۃ او ما بین واحدۃ الی ثلث ثنتان الاصل فیما اصلہ الحظر دخول الغایۃ الاولی فقط
عند الامام وفیما مرجعہ الاباحۃ کخذ من مالی من مائۃ الی الف الغایتین اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا ما بین ایک کے
تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ان مسائل کا جنمین اصل منع ہے یعنی ضرورت مباح نہین یہ ہے کہ انمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے

نزدیک امام اعظم ہے کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق مین اصل منع ہر اسواسطے اسمین دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہوا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل
کہ جنکا مرجع اور اصل اباحت ہر جیسا کہ مثال کرے میرے مال سے سوسے ہزار تک تو اسمین دونون حدین یعنی سو اور ہزار داخل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے
و یقع بثلثة انصاف طلقتین ثلثة وقیل ثنتان اور واقع ہوگی دو طلاق کے تین آدھون سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہر کہ دو طلاق واقع ہوگی وبثلثة انصاف
طلقة او نصفی طلقتین طلقتان وقیل ثلث والاول اصح اور واقع ہوگی ایک طلاق کے تین آدھون سے اور دو طلاق کے دو آدھون سے دو طلاق اور قول ضعیف مین تین
طلاق اور پہلا قول صحیح ہر یعنی دو طلاق کا و بواحدة فی ثنتین واحدة وان لم ینوا و نوی الضرب لانہ یکثر الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق ہر دو
طلاق مین ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو مین یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
ضرب اجزا کو بڑھاتی ہر نہ افراد عدد کو فتح القدیر مین اس قول کو مسلم نہین رکھا کذا فی حاشیة المدنی وان نوی واحدة وثنتین فثلث لو مدخولا بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی
یعنی واحدة فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی وفی غیر المدخولہ واحدة کقولہ لہا واحدة وثنتین لانہا لم یبق للثنتین
محل اور زوجہ غیر مدخولہ مین ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول مین کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق ہین تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک
ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہوگئی تو طلاق کا محل باقی نرہا وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدة فی
ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مطلقاً خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہر ویقع بثنتین فی ثنتین
ولو بنیة الضرب ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہین دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو
اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہین نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنے واو یا مع کی نیت کی سو اسکا حکم ویسا ہی جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر طلقتک ثنتین
فی ثنتین مین فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ
اور غیر مدخولہ دونون کو تین طلاق واقع ہونگی و بقولہ من ہنا الی الشام واحدة رجعیة مالم یصفہا بطول او کبر فبائنة اور واقع ہوتی ہر اس قول سے کہ تجھکو
طلاق ہر یہانسے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کے موصوف نہین کیا اور اگر طول اور بزرگی کے متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی و انت
طالق بمکة او فی مکة او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضة او مصلیة او انت مریضة او انت تصلین او
یہ قول کہ انت طالق بمکة او فی مکة یعنی تجھکو طلاق ہر مکہ مین یا گھر مین یا سایہ مین یا دھوپ مین یا ایسے کپڑے مین تنجیز ہر طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق
پڑ جاتی ہر دخول مکہ اور گھر پر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہین چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑ جاتی ہر کہ تجھکو طلاق ہر حالت بیماری در نماز خوانی مین خواہ
بیمار ہو یا نہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اسواسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہین و یصدق فی الکل دیانة اور تصدیق کیجاویگی زوج کی
ان مثالون مین باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت و نحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی سنة او الی راس الشہر
او الی الشتاء اور اگر کہا زوج نے کہ مین نے انت طالق فی الدار مین انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہر و انت طالق فی ثوب مین انت طالق اذا لبست
کا و انت طالق مریضة مین انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسی طرح بعضے اقوال مین تو طلاق معلق ہوگی اسی شرط سے یعنی بدون دخول دار اور بدون مرض وغیرہ کے
طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہ قول کہ تجھکو طلاق ہر ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی بدون سال گذر جانے اور بدون سرما آنے کے طلاق نہ واقع ہوگی و اذا
دخلت مکة تعلیق اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہر جبکہ تو مکہ مین داخل ہوگی یہ تعلیق ہر حقیقت مین یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی دخولک الدار و کذا فی
لبسک ثوب کذا او فی صلوتک و نحو ذلک لان الظرف یشبہ الشرط اور اسیطرح یہ قول تعلیق ہر کہ تجھکو طلاق ہر تیرے گھر داخل ہونے مین اور اسیطرح تجھکو طلاق ہر تیرے ایسے کپڑا پہننے
مین یا تجھکو طلاق ہر تیری نماز مین اور مانند ان اقوال کے تعلیق مین داخل ہین اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہر شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے

نہین ہوتا جیسے شرط بدون شرط کے نہین ہوتا ولو قال لدخولک الدار ولحیضک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہی بسبب داخل ہونے تیرے کے گھر مین یا بسبب
تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہی یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہین ولو بالباء تعلیق ور اگر بجاے لام کے باء موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق
بدخولک الدار وبحیضک تو یہ قول تعلیق ہی یعنی دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک وہی حائض تحتی تحیض اخری ور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہی تیرے
حیض مین اور حالانکہ اسکو حیض موجود ہی تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے وفی حیضتک تحتی تحیض وتطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہی تیرے
حیضہ مین یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہوجاوے اسواسطے کہ حیضہ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض بدون طہر
کے نہین خلاصہ یہ کہ اگر حیض بدون تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تے کو اسمین ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی لذا فی حاشیۃ
المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجی ثلثۃ ایام تعلیق بمجی الیوم الثالث سوی یوم کلمہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہی تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی
اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہی تین دن کے آنے مین تعلیق ہی طلاق کے تیسرے دن کے آنے پر سواے اسدن کے جسدن یہ کلام کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل
مین ہوتا ہی نہ ماضی مین اور آنا دن کا ابتداے یوم سے ہوتا ہی حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت ہوا اسواسطے اُسدن کو شمار سے نکال ڈالا ویوم القیمۃ
لغو اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہی قیامت کے دن لغو ہی یعنی اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین وقبلہ تنجیز اور اس قول
مین کہ تجھکو طلاق ہی روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبہا تعلیق اور اس قول مین کہ انت
طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی
عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی

تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسال الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن + وان تخرقی یا ہند فالخرق اشأم + فانت طلاق
والطلاق عزیمۃ + ثلث ومن یخرق اعق واظلم + کم تقع فقال ان رفع ثلث فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقناہ علی الملتقی اور سوال کیا کسائی
نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہی اور اگر سختی اور بد مزاجی کریگی اے ہند تو سختی
نامبارک ہی سو مطلقہ ہی اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہی یعنے لہو اور لعب نہین تین بار اور جو سختی اور بد مزاجی کرتا ہی وہ نافرمان اور ظالم تر ہی کسائی نے پوچھا کہ اس
کلام سے کی بار طلاق واقع ہوتی ہی تو امام محمد رح نے جواب دیا کہ اگر اسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح
نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب اور ہماری شرح مین ہی جو ملتقی پر ہی ہم جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین
بار ہی اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہی کہ
ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا انکو جواب آیا کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہ حکایت غلط ہی اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط
اجتہاد کی ایک یہ بھی ہی کہ معرفت کامل عزیمت کی ہو اور یہ نقل اہل درایت کے مخالف ہی چنانچہ مبسوط مین مذکور ہی کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد رح سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی
مین بھی یون ہی مذکور ہی چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کردی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا وفی غد یقع عند طلوع
الصبح اور اس قول سے کہ تو طالق ہی کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر اے آخر النہار قضاء وصدق فیہما دیانۃ ومثلہ انت
طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہی قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاویگی متکلم کے دونون قولون
مین باعتبار دیانت کے اور مانند اسکے ہی یہ قول کہ تو طالق ہی شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت نہ کی تو آخر رجب مین بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی
اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاء قول ثانی مین صحیح ہوگی اور دیانۃ دونون مین تصدیق ہوگی وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

اور اس قول مین کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول قول مین آج طلاق ہوگی اور ثانی قول مین کل ہوگی
ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق مین عطف واو کر کے کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق الیوم وغدًا یا انت طالق غدًا والیوم
تو قول اول مین ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغدًا مین اور قول ثانی مین دو طلاق ہونگی یعنی غدًا والیوم مین کقولہ انت طالق باللیل والنہار او اول النہار وآخرہ
وعکسہ او الیوم وراس الشہر چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق باللیل والنہار اگر یہ قول دن کو کہا تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر یون کہا انت طالق بالنہار
واللیل تو ایکبار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یون کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ سو اگر یہ قول اول روز کہا تو ایکبار
طلاق واقع ہوگی اور اگر اول روز یون کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز مین یون کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ
تو دوبار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یون کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسی طرح عکس اسکا یعنی عکس باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور
عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہوچکا یا یون متکلم بولا کہ انت طالق الیوم وراس الشہر تو اگر یہ کلام دن مین کہا تو ایک طلاق
ہوگی اور اگر شروع مہینہ مین کہا تو دوبار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان
بدا بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ مین یہ ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو تو دو وقت کی طرف کہ ایک اُنمین ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور
دونون وقتون کے درمیان مین حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونون وقت متحد ہونگے اس صورت مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی
چنانچہ انت طالق الیوم وغدًا مین اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنے دوبار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غدًا والیوم مین وفی
انت طالق الیوم اذا جاء غد او انت طالق لا بل غدًا طلقت واحدۃ للحال واخری فے الغد اور اس قول مین کہ تو طالق ہے آج اور جب کہ کل آویگا
یا یون کہا کہ تو طالق ہی نہین بلکہ کل طالق ہے تو اُسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی مین متکلم نے تلفظ لا و بل سے نفی کلام سابق کی
ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہین انت طالق واحدۃ او لا او مع موتی او مع موتک لغو اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحالۃ منافیۃ
للایقاع او للوقوع تو طالق ہے ایکبار یا کہ طالق نہین یا یون کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونون قول لغو ہین یعنی ایسے کلام
سے طلاق نہین ہوتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اُسمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اسمین طلاق مضاف ہے اس حالت کی طرف
جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اُس حالت مین اُسکو اہلیت طلاق دینے کی نہین اور موت زوجہ کی منافی
ہے وقوع طلاق کی کہ اُس حالت مین محل طلاق باقی نہین کذا انت طالق قبل ان اتزوجک او امس وقد نکحہا الیوم اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ تو طالق ہے قبل
اسکے کہ مین تیرے ساتھ نکاح کرون یا یون کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اُس عورت سے آج یہ دونون قول اسواسطے لغو ہوئے
کہ طلاق کو اُسوقت کی طرف مضاف کیا جبکہ اُسکو ملکیت طلاق کی نہ تھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل امس
وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسون نکاح کیا تھا اور پھر یون کہا کہ انت طالق امس تو وقت
تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانۂ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعدد او بعکسہ اتحد وقیل بعکسہ اور اگر کہا کہ انت طالق امس
والیوم تو دوبار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنی یون کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علمانے اسکے بالعکس کہا ہے یعنے
اول صورت مین ایکبار اور دوسری صورت مین دوبار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق قاعدۂ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہے استقبال پر تو اتحاد ہوگا اور
استقبال مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی او انت طالق قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک و
صبی او نائم او مجنون وکان معہودًا کان لغوًا یا یون کہا کہ تو طالق ہے قبل میری پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یون کہا کہ مین نے تجھکو

طلاق دی جبکہ مین لڑکا تھا یا جبکہ مین سوتا تھا یا جبکہ مین دیوانہ تھا اور حالانکہ اُسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہین ایقاع طلاق
کے بخلاف قولہ انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس و قد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر لعبد ثم اشتراہ لاقرارہ بحریتہ بخلاف حکم
سابق کے ہی یہ قول کہ تو آزاد ہی قبل اسکے کہ مین تجھکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ آزادی
ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہی کہ اسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسطرح بھی آزاد ہو جاویگا اگر اقرار کیا
ایک شخص نے کسی کے غلام کے حق مین کہ یہ آزاد ہی پھر اسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی بسبب اقرار کرنے قائل کے اسکی آزادی کا انت
طالق قبل موتی بشہرین او اکثر و مات قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط و ان مات بعدہ طلقت مستندا الاول لمدۃ لا عدۃ علیہا و فائدتہ انہ لا
میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلاث حیض تو طالق ہی میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے
تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے
سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہی کہ عورت کو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطے کہ عدت گاہے منقضی ہوجاتی ہی دو مہینے مین تین حیض
ہو کر م مصنف اور شارح نے اس مقام مین قول ضعیف کو پسند کیا ہی باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہی کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک
امام کے اسواسطے کہ حق میراث مین استناد ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اسمین ابطال ہی عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر مین تصریح ہی کہ وجوب عدت نزدیک
امام کے موت سے ہی اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتوے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق کل یوم او کل جمعۃ او راس کل شہر و لا نیۃ لہ تقع واحدۃ فان
نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم تقع ثلث فی ایام ثلث والاصل ان متی ترک کلمۃ الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہی ہر دن یا
ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کی ان اقوال مین کچھ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اُسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اُسنے یون کہا کہ تو
طالق ہی ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ تو طالق ہی ہر دن کے ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہی نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہی ہر بار کہ دن ہو چکے تو ان صورتون مین
تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالون مین یہ ہی کہ جب کلمۂ ظرف کا متروک ہوگا کلام مین تو
ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمۂ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی اور مع اور عند ہی و فی الخلاصۃ انت طالق مع کل
یوم تطلیقۃ یوقع ثلث للحال اور خلاصہ مین ہی کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہی ہر دن کے ساتھ ایک طلاق کر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال م روایت خلاصہ کی
مخالف ہی شارح کے قول کے اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونون
کلامون مین سوائے مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہی کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنی اسمین
لفظ یوم کا نہین تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہی ہر ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ بحر الرائق مین تحریف
واقع ہوگئی اور مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمرا طالق الآن لا تطلق حتی تموت احدیہما فتطلق
الاخری لو جود شرط حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو مین بڑی عمر والی کو طلاق ہی اسوقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک انمین سے مرجاوے
پھر جب ایک مرے گی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اسوقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت
ہوئی م شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر بدون دونون عورتون کے مرجانے کے ثابت نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہی کہ چالیس برس کی ہو اور
جو زندہ ہی شاید اسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع مین لفظ حینئذ کے بعد لفظ مستند اگا بھی مرقوم ہی قال انت طالق قبل قدوم
زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہی زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پھر زید آیا بعد مہینے کے

تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے ص مصنف نے طلاق قبل موت مین استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم مین اقتصار کو مذکور کیا تو اسواسطے شارح نے
استناد اور اقتصار کو اگلے قول مین مصرح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم کر کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے
ہین ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورۃ مالیس بعلۃ علۃ کالتعلیق سو انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہین ہے واقع مین علت
ہو جاوے چنانچہ تعلیق مثلاً یون کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار واقع مین طلاق کی علت نہین وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج
کے علت ہوگیا طلاق کی یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم
فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب و قبول کے بیع
اور نکاح ثابت ہوجاتا ہے والاستناد ثبوتہ فی الحال مستنداً الی ماقبلہ بشرط بقاء المحل کل المدۃ کلزوم الزکوۃ حین الحول مستنداً لوجود النصاب اور استناد عبارت
ہے ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل کی طرف مستند ہوکر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت مین جیسے لازم ہونا زکوۃ کا سال تمام ہونے کے وقت باعتبار
وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوۃ بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ماقبل کے یعنی حولان حول کے بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک گو نصاب
درمیان سال کے کم ہو جاوے والتبیین ان یظہر فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیہا تطلق من حین القول فتعتد منہ
اور تبیین یہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنے اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہ قول کہ اگر زید گھر مین ہوگا تو تجھکو طلاق ہے
اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر مین یعنی دوسرے دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر مین موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اسیوقت سے اسکی
عدت ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہین یعنی زمانہ مستقبل مین ہے یا زمانہ حال مین یا زمانہ ماضی مین تو اگر زمانہ استقبال مین ہے بطور تعلیق کے اسکو
انقلاب کہتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہے بلا استناد و سابق اسکو اقتصار بولتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہے ماقبل سے مستند ہوکر اسکو استناد کہتے ہین اور اگر نسبت
طرف کے زمانہ ماضی مین ہے اسکو تبیین بولتے ہین انت طالق مالم اطلقک او متی لم اطلقک او متی مالم اطلقک وسکت طلقت للحال لسکوتہ اگر زوج نے
کہا کہ تو طالق ہے مادامیکہ تجھکو طلاق نہ دون یا جب تک کہ مین تجھکو طلاق نہ دون یا تا وقتیکہ تجھکو طلاق نہ دون اور یہ کلام کرکے زوج ساکت ہوگیا تو عورت
فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب اسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور اسیطرح کلمہ ما کا مصدریہ ہے قائم مقام ظرف کے اگرچہ معنی شرط کے مستعمل ہے
لیکن فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ یہان بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہ کہ ان مثالون مین طلاق کی اضافت ہوئی اُس زمانہ کی طرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہے پھر جب اُسنے
سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقک لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدہما قبلہ اے
قبل التطلیق فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول مین کہ تو طالق ہے اگر مین تجھکو طلاق نہ دون عورت مطلقہ نہو گی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک
کہ کوئی اُن دونون مین سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجائے پھر جب ایک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب تر بسبب پائے جانے شرط کے یعنی عدم طلاق
کے پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا واذا ما بلانیۃ مثل ان عندہ ومثل متی
عندہما وقد مر حکمہا اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک صاحبین کے اور دونون کا یعنی ان
اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہو چکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تا وقتیکہ کوئی زوجین مین سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہونگے
تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت نیتہ اتفاقاً مالم تقم قرینۃ الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی
زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جب تک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ
قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہ ہوگی قرینہ فے الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقک تو

ف طریق ثبوت احکام شرعیہ کے چار ہیں ۱۲

فی الفور طلاق واقع ہوگی و نے قولہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق مع الوصل بقولہ مالم اطلقک طلقت بالمنجزۃ الا ذخیرۃ فقط استحسانا
اور اس قول مین کہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق یعنے زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملاکر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول
منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہین طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نہ کیا تو منجز اور
معلق دونون واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی عن البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق فحیلتہ ان یطلقہا علی الف ولا
(ای طلقتا کما فی نسخۃ ۱۲)
تقبل المرأۃ فان مضی الیوم لا تطلق بہ یفتی خانیۃ لان التطلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق نہ دون تو تجھکو طلاق
ہی تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہی کہ اُسکو طلاق دی بعوض ہزار کے یعنی یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی
دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہو گی اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ والخلاصۃ والمحیط اسواسطے کہ تطلیق مقید داخل ہی تطلیق مطلق
کے تحت مین یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہی یعنی بعوض مال کے ہی لیکن چونکہ مقید مطلق
مین داخل ہی اسواسطے طلاق نہ واقع ہوگی انت طالق یوم تزوجک فنکحہا لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم تخیر و
ہو نہارا بقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ مین تجھسے نکاح کرون پھر نکاح کیا اُس سے رات مین تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول مین بمعنی مطلق وقت کے ہی جو رات اور دن دونون کو شامل ہی بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
مین ہی یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہی جسدن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہو گا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی
رہیگا اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل یستوعب المدۃ یراد بہ النہار کالامر بالید فانہ یصح جعلہ بیدہا یوما او شہرا ومتی قرن بفعل لا یستوعبہا یراد
مطلق الوقت کایقاع الطلاق فانہ لو قال طلقتک شہرا کان ذکر المدۃ لغوا والطلاق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید مین یہ ہی
کہ یوم جب مقرون ہی ایسے فعل سے کہ پورا بھرے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہی کہ اُسکو عورت کے اختیار مین دینا
ایکدن یا ایک مہینہ درست ہی اور اسی طرح ہی سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین ممتد ہو سکتا ہی اور جب کہ یوم مقرون ہو ایسے فعل سے کہ کل مدت ممتد نہو سکے
تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہی لیل و نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور عتاق سو اگر کہے گا کہ مین نے
تجھکو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منک طالق او
بری لیس لشئ ولو نوی بہ الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہ قول کچھ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی
نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہی نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف ہوئی تو بے موقع ہوئی تو لغو ہوئی وتبین فی البائن
والحرام ای انا منک بائن او انا علیک حرام ان نوی لان الابانۃ لازالۃ الوصلۃ والتحریم لازالۃ الحل وہما مشترکان فیصح الاضافۃ الیہ حتی لو لم یقل منک او علیک لم تقع او
جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت
کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہی واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہی واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونون
یعنی ازالۂ اتصال نکاح اور ازالۂ حلت مشترک ہین درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہانتک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک
اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسمین عورت کی طرف خطاب نہین تو احتمال ہی کہ دوسری وجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث
یقع اذا نوی وان لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنی تو جدا ہی یا کہ تو حرام ہی اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج نیت طلاق
کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نہ کہے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ تو جدا ہی مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اسمین یون ہی

کہ انت بائن سے جدائی نہین ہوتی تا وقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرہا بیدہا لیس شرط قولہا بائن منی ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون
کہنا مشروط ہی کہ بائن منی یعنے تو مجھ سے جدا ہی یعنے وقوع طلاق مین منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہی م بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہی کہ اگر
اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہی تو طلاق واقع ہو گی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہین یعنی یون کہنا کہ تو
حرام ہی مجھپر ضرور نہین اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین
حرام ہون تجھپر یا تو بائن ہی مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونون کی طرف ضرور ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع
بابرأتک عن الزوجیۃ بلا نیۃ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مین نے تجھکو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہ قول صریح ہی ابطال نکاح مین
اور صریح محتاج نیت کا نہین انت طالق ثنتین مع عتق مولاک ایاک فاعتق سیدہا طلقت ثنتین ولہ الرجعۃ لوجوب التطلیق بعد الاعتاق لانہ شرط کہا زوج نے
اپنی زوجہ سے جو لونڈی ہی کسیکی کہ تو طالق ہی دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھکو دو بار طلاق ہی پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کیا تو دو
طلاق کر مطلقہ ہوگی اور اسکے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی
شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہی مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کی درست ہی
اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہی جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجائش رہی اسکا جواب یہ ہی کہ لفظ مع کلمہ ہے یعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہی
چنانچہ ان مع العسر یسرا مین یعنی سختی کے بعد آسانی ہی اور یہ مطلب نہین کہ سختی اور آسانی آنِ واحد مین مقارن ہین ونقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین جنسین
مختلفین تحل محل الشرط اور نقل کیا ہی ابن کمال نے ایضاح مین طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیا جاوے درمیان دو جنسون مختلفہ کے تو قائم مقام ہوتا ہی شرط
کے تو طلاق اور عتاق دو جنسین ہین مختلف انہین کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہو گیا تو گویا تقدیر کلام یون ہوئی کہ ان اعتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر
تیرا مولے تجھے آزاد کردے تو تجھکو دو بار طلاق ہی ولو علق بالبناء للمجہول عتقہا وطلاقہا بمجی الغد فجاء الغد لا رجعۃ لہ التعلیقہما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی
کی اور طلاق اسکی کل کے آنے پر یعنی اسکے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہی اور اسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہی پھر آیا کل کا دن تو
زوج کو رجعت کا اختیار نہوگا واسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونون کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ
سابقہ کے کہ وہان عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ
باقی رہا وعدتہا فی المسئلتین ثلث حیض احتیاطا اور عدت اس عورت کی دونون مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنا بر احتیاط کے
ولو کان الزوج مریضا لا ترث منہ لوقوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اسوقت واقع
ہوئی جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا
کہا عورت سے کہ تو طالق ہی اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کے شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق
اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہی اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہی بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا وقعن والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ فی الصفات
ولذا قال ابو حنیفۃ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل بحر بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہی مثل اسکے اور تین انگلیون سے
اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ مسئلہ سابقہ مین کاف
ہکذا کا موضوع ہی واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اس نے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہی جسکی ذات ان انگلیون کی ذات کے مانند ہی تو اس صورت مین

انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہی واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اُسنے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہی مثل
ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہی ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہی اور جبکہ کاف اور مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا براسی تفرقہ کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنے میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہی مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی
صفات مین کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہی تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان
ہر مومن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی اسواسطے کہ صفات مختلف ہین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور
حق الیقین مین بڑا فرق ہی جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہی وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ کالکف
اور اشارہ کرنے مین معتبر منتشر انگلیان ہین بنا برعرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنی اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اُسکی دیانت
مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتھیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر
عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتمد فی الاشارۃ وفی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کھولنا سب انگلیون کا ہی یعنی اشارہ
کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق ہوگی جبتک سب انگلیون کو علیحدہ علیحدہ نہ کھولے گا اور بعض کو متصل رکھیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا انگلیون
کا قرینہ ہی عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف فہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہی کہ قضا مین اُسکی
تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ
کف سے ایکبار طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہی اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب
فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم یقل طالق لم ارہ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہی انگلیون سے اشارہ کرکے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہی شارح کہتا ہی کہ مین
نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا امام حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح ہی اسواسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہی
نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہی ملفوظ کا سو یہان موجود نہین اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہی اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ شعر
طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعضے علما کے قول سے تصریح کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کیطرف کی اور پیٹ انکا شیر کیطرف تو معتبر بند انگلیان ہونگی
بسبب عرف محاسبین کے یا رواج مین الناس کے ولو کان رؤسہا نحو المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضم عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر ہون سر انگلیون کے
مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہی افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہی اتصال کا چنانچہ ابن کمال
نے اسکو ذکر کیا ہی جبکہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اُسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ وقال الشافعی
یقع رجعیا لو موطوءۃ اور واقع ہوتی ہی طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہی یا یون کہا کہ تو طالق ہی البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہی بمعنی قطع اور جزم
کے اور منصوب ہی بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہی قطعاً اور یقیناً اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح الفاظ
آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل
او کالف او ملاء البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہی افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہی یا طلاق بدعت ہی یا تجھکو بدتر طلاق ہی یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہی
یا تو طالق ہی مانند ہزار کے یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہی او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہی یا چوڑی طلاق یا لنبی

طلاق ہی او اسوء او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلاثا فی الحرۃ

وتمنتین سنے الامۃ فیصح مرایون کہا کہ تجھکو اسور طلاق ہی یعنے بُری طلاق ہی یا اشد طلاق ہی یا اخبث طلاق ہی یا اخشن طلاق ہی اخشن بمعنی اشد ہی یا اکبر طلاق ہی یا اعرض طلاق ہی یا اطول طلاق ہی یا اغلظ طلاق ہی یا اعظم طلاق ہی تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہی ان سب الفاظ مذکورہ مین اسواسطے کہ قائل سنے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کر جسکو طلاق محتمل ہی یعنے صفت بینونت کی ان سب الفاظ مین مندرج ہی مثلاً طلاق بدعت اسواسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی سنی ہی تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین چنانچہ تفصیل اسکی مطولات مین مصرح ہی ایک طلاق بائن ان الفاظ مین اُسوقت ہی کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نہ کی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی اسواسطے کہ باب اول مین مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہی فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی م صیغہ افعل کا ان الفاظ مین بمعنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل وصف مراد ہی یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہی نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا فی حاشیۃ المدنی کما لونوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہی اگر نیت کرے لفظ طلاق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اُسکے مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ البتہ اور جمیع کنایات جو متصل طلاق کے واقع ہون کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال بائن او ثم بائن ولم ینو شیئاً فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اور اگر عطف کیا سو یون کہا کہ انت طالق بائن یا یون کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہی اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اُس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوئی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت ہر طرح سے ثابت ہی یہانتک کہ اُسکی باری واجب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک لہ الرجعۃ وقیل لا جوہرہ ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ طالق ہی اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھپر تو اُسکو رجعت کرنا جائز ہی یعنے شرط عدم رجعت کی لغو ہی اور بعضون نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہی کہ قول ثانی قوی ہی کیونکہ ہدایہ مین کہا ہی کہ جب طلاق کو کسی طرح کی شدت اور زیادت کر موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہی اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہی کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہی تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی وخطأ من افتی بالرجعی سنے التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا ائمہ اوبحر الرائق مین خطاکار کہا ہی اُنکو جنھون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب اس عورت پر دوسرا نکاح کریگا یا اُسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاویگی بسبب اُس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر م موثقین بتشدید ثا مثلثہ وکسرہ وہ لوگ ہین جو عدول ہین دار القضا کے موثقین اسواسطے اُنکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہی کہ اُنکے لکھے شرعی کاغذ لوگون مین معتمد ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہی کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہی رجعی نہین فی البزازیۃ وغیرہا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہی کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہی یا تین بار طلاق ہی پھر زوج نے اُسکو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت کی موصوف پر اسواسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہی ہنوز واقع نہین ہوئی پھر قبل وقوع اُسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدراک کیا تخطیہ صاحب بحر پر

وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فہی بائن اور ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہے تو یہ قول کہ انت
طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولی ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین لیکن تصریح صاحب ہدایہ کی
اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت کر ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ان دخلت الدار فانکذا ثم قبل
دخولہا الدار قال جعلتہ بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین زوج
نے کہا کہ مین نے اس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی تو یہ صحیح نہوگا بسبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین پھر اسکو بائن
وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا انتہی قول البزازیہ طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی
فی متی تزوجت علیک فانت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک اوغایتہ مساواتہ لانت بائن والوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف ہنا وفی الکنایات تعلیل بزازی
سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیرے اوپر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اسکے اپنی ذات
کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ یہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ صفت سبقت
نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق اکثرہ ای الطلاق بالتاء المثناۃ من
فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر لفظ اکثر کا تاء مثناۃ فوقانیہ
سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہوگی ایک طلاق کی نیت مین م عوام عرب بالفعل بجائے
اکثر بثاء مثلثہ کے اکثر بتاء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کر کے مصنف نے تصریح کر دی کہ محرف اور غیر محرف تین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے
کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق مین تصریح ہو چکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل
ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر اکثر یہان بثاء مثلثہ ہے یا یون
کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا ہزارون بار یا یون کہے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ م
لفظ مرار مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہای طلاق
تین ہین اور لا قلیل مین اور لا کثیر مین تین طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اسکے کہا اسنے کہ
لا کثیر تو اسمین کلام سابق کی نفی ہوگی تو مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے
کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئین اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو
اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ
ہے عامہ طلاق کر یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنے دو قسم کی یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین دو بار
طلاق واقع ہوگی م عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے
کہا کہ لفظ اجل یہان تحریف کاتبین سے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین جل الطلاق ہے بضم جیم و تشدید لام اور جل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ
کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کی طرف اور اکثر افراد کے دو ہین کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس
کے اور کبیر الطلاق مین دو اسواسطے ہوئین کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہین تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لا کثیر

ولا قلیل علی الاشبہ مضمرات اور اسی طرح دو طلاق واقع ہین اس قول سے کہ تو طالق ہی نہ قلیل نہ کثیر بنا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اسواسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت ہوا پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہین بخلاف لا قلیل و لا کثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا وفی القنیۃ

طلقتک آخر الثلث تطلیقات فثلث و طالق آخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن اور قنیہ مین ہی کہ اگر عورت سے کہا کہ طلقتک آخر الثلث تطلیقات تو تین طلاق ہونگی اور اگر یون کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہی تین طلاقون کی پچھلی طلاق کر تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق دونون صورتون مین خوب باریک ہی وہ پہلی صورت مین یعنی آخر الثلث مین لفظ آخر مضاف ہی معرف باللام کی طرف اور الف لام اسپر عہد کا ہی تو ثلث کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہین تو تین طلاق ہونگی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اسمین آخر مضاف ہی نکرہ کیطرف اسمین کوئی علامت عہد کی نہین اور قائل نے پچھلی تین واقع کی ہین اور پچھلی صادق نہین مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ و کل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ کل کا جب مضاف ہو معرفہ کیطرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہی اور جب مضاف ہو نکرہ کی طرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہی اسیواسطے کل الرمان ماکول غلط ہی اسواسطے کہ کل اجزا انار کے ماکول نہین اور کل رمان صحیح ہی اسواسطے کہ جمیع افراد انار کے ماکول ہین تو کل التطلیقۃ مین جمیع اجزا ایک طلاق کی مراد ہوئی اور کل تطلیقۃ مین جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے تین سے زیادہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی و عدد التراب احدا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے وہ چیز مراد ہی جو قلیل اور کثیر دونون پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہین اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہین اسکو اسم جنس افرادی کہتے ہین تو جبکہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کیطرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ تشبیہ مقتضی ہی کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی و عدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہین تین طلاق یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہی بقدر عدد رمل یعنی ریگ کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جسکا واحد ممتاز ہو تبار وحدت چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرہ بولتے ہین اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہین اسکو اسم جنس جمعی کہتے ہین و عدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہی بعدد شیطان کے بالون کے یا میری ہتھیلی کے پیٹ کے بالون کی شمار کے برابر تو دونون صورتون مین ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جسکی نفی اور اثبات کچھ نہ معلوم ہو اسواسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہین اور اسپر اطلاع ممکن نہین تو یہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع ہوگی اور اسیطرح باطن کف مین بھی بال نہین تو یہ شرط بھی لغو ہوگی و عدد شعر ظہر کفی او ساقی او ساقک او فرجک او عدد ما فی ہذا الحوض من السمک وقع بعددہ ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی بشمار ہتھیلی کی پیٹھ کے بالون کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالون کے یا بشمار پنڈلی کے بالون کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالون کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیون کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالون یا مچھلیون کے اگر بال اور مچھلیان پائی جاوین اور اگر وہان کوئی بال اور مچھلی نہ پائی جاویگی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست لی بامرأۃ او قالت لہ لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لہما یون کہنا کہ مین تیرا شوہر نہین یا تو میری زوجہ نہین یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج نہین سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہی تو یہ قول طلاق ہی اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کریگا برخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک باوجود نیت کے بھی یہ قول طلاق نہین ولو اکدہ بالقسم او سئل لک امرأۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسوال قرینتان ارادۃ النفی فیہما اور اگر قول سابق کو قسم سے مؤکد کیا یعنی یون کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہین یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہی سو اسنے کہا کہ نہین تو عورت مطلقہ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اسواسطے کہ قسم کھانا پہلی صورت مین اور سوال کرنا دوسری صورت مین دو قرینہ ہین ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونون مسئلون مین یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہی محتمل ہی صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہی واسطے تقویت ایک جانب کے تو قسم سے

ف بیان جنس

جنس افرادی و جمعی ۱۱

خبریت تو ہی ہوگئی اور طلاق واقع نہین ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہی وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا تطلق ببلی لا بنعم او رخلاصہ مین ہی کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنے تونے اپنی عورت کو طلاق کیا نہین دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلے سے نہ نعم سے یعنی اگر اُسنے جواب مین بلے کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلے کا موضوع ہی واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ مین نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہی واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب کہ طلاق نہین دی ہی وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف اور فتح القدیر مین ہی کہ بلے اور نعم مین فرق کرنا نہ چاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہرچند اصل لغت عرب مین بلے اور نعم مین فرق ثابت ہی لیکن طلاق مین دونون مین فرق کرنا لائق نہین اسواسطے کہ عرف مین دونون برابر ہین تو دونون لفظون سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہی نہ اصل لغت پر وفی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعا اور بزازیہ مین ہی کہ کہا عورت نے مرد سے کہ مین تیری جورو ہون سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہی تو مرد کا یہ کلام اقرار ہی نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہی نکاح کو باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم ہی کہ قسم کھائی ہی اور یہ یاد نہین کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کے تو ایسی قسم لغو ہی یعنے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہی یا نہین تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہی اور قاطع نکاح کا مشکوک ہی حالانکہ شک سے یقین نہین ملتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہی یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو مین شک ہو تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو مین اور تین مین شک ہی تو دو کو قائم رکھے وفی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ مین ہی کہ ایک مرد نے اُس عورت کو طلاق دی ہی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہی اس مرد کو کہ اُسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین نقل کیا اور نکاح فاسد یہ کہ مثلاً عورت سے اسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح کرے بدون گواہون کے کرے طلاق نکاح فاسد مین محلل کی اسواسطے حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہین ہوتی مگر نکاح صحیح مین یا عدت مین یا فسخ ارتداد کی عدت مین یا انکار اسلام مین تو نکاح فاسد انہین داخل نہین

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب مین مسائل ہین عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخولۃ بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وہی زوجتہ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہی اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہی قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑجانے تین طلاقون کے حالت زوجیت مین پھر وہ عورت بائن ہوگئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہین اور جبکہ مرد نے اسکو زانیہ کہا تھا تو وہ اسکی زوجہ تھی پھر جب اُسنے تین طلاق کہے تو بائن ہوگئی زوجیت قطع ہوگئی اور لعان نہین ہی تا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ انشاء اللہ لتعلق الاستثناء بالوصف بزازیۃ اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق مین فاصل نہین اسی طرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور متعلک اس مثال مین فاصل نہین کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہی تین بار اے زانیہ اگر خدا نے چاہا تو متعلق ہو استثنا یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیہ تو طلاق اس صورت مین نہ واقع ہوئی اسواسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہین اور اس صورت مین یا زانیہ کہنا موجب ہی لعان کا بہ سبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہی نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقصن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اُسپر تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہی کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہی کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا ہمکو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوچکا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی یہ رد ہی حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ اُنکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہین واقع ہوتین فقط انت طالق سے اُسپر طلاق بائن

ہو گئی لفظ ثلثا کا لسبب نہ باقی رہنے محل کے لغو ہو گیا اُسکے زوج کو جائز ہو کہ اُس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرے اور یہ آیہ شریفہ (فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ) عورت مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی ہو غیر مدخولہ مین زوج ثانی سے نکاح کر لینا شرط نہین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول سے دیا وقیل انہ

لا یقع لنزول الآیۃ فی الموطوۃ باطل محض منشارہ الغفلۃ عما تقرر ان العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب درر یہ جو بعضون نے کہا ہو کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہین واقع ہوتین اور غیر مدخولہ مین محلل شرط نہین بسبب نازل ہونے آیت کے حق مدخولہ مین سو محض قول باطل ہو قابل تاویل کے نہین منشا اس قول باطل کا غفلت ہو اُس قاعدہ سے جو مقرر ہو چکا ہو کہ استدلال اور حدیث مین اعتبار ہو عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہر چند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون کو شامل ہو وحملہ فی غرر الاذکار علی کونہا متفرقۃ فلا یقع الا الاولی فقط اور محمول کیا ہو حسن بصری کے قول کو غرر الاذکار مین متفرق تین طلاق ہونے پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہونگی اس صورت مین مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجتماع یکبارگی تین طلاق کہیگا تو تینون واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع مین صحیح ہو تو حسن بصری اور جمہور مین کچھ اختلاف نہین لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہو واللہ اعلم وان فرق

بوصف او خبر او جمل بعطف او غیرہ بانت بالاولی لا الی عدۃ اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہیگا بہ ذکر وصف یعنی یون کہیگا کہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ یا بذکر خبر تفریق کے چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وطالق وطالق یا بذکر چند اقوال تفریق کے خواہ بعطف چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بدون عطف کے چنانچہ یون کہیگا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینون صورتون مین پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑ جائیگی بدون علت اسواسطے کہ طلاق غیر مدخولہ مین عدت نہین چنانچہ کلام مجید مین مصرح ہو ولذا لم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوۃ حیث یقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن بلا عدت پڑ جاتی ہو اسیواسطے اُسپر طلاق ثانی نہین پڑتی تو ثالث بطریق اولیٰ نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اُسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع ہو جاتی ہین کل امثلہ سابقہ مین وعم التفریق قولہ وکذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقہا واحدۃ وقع واحدۃ اور شامل ہو تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسیطرح ہو یون کہنا کہ تو طالق ہو تین بار جدا جدا یا یون کہنا کہ تو طالق ہو دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھکو پھر طلاق دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونون صورتون مین ایک طلاق اسواسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی مین بمعنی شرط کے ہو اور شرط مقدم ہوتی ہو مشروط پر اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگی تو مشروط کیواسطے یعنی دو طلاق کیواسطے محل نہ باقی رہا اور محطاوی نے کہا کہ مع یہان بمعنی بعد کے ہو چنانچہ ان مع العسر یسرا مین ہو تو غیر مدخولہ مین بعد ایک طلاق پڑنے کے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا بسبب نہونے عدت کے کما لو قال نصفا وواحدۃ علی الصحیح جوہرہ چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہو آدھی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنابر قول صحیح کے کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ نصفا وواحدۃ بولنا مستعمل نہین بلکہ واحدۃ ونصفا بولنا مستعمل ہو پھر جب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہرا متفرق ہوا ولو قال واحدۃ ونصفا فثنتان اتفاقا لانہ جملۃ واحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہو اور آدھی تو دو طلاقین واقع ہونگی بالاتفاق اسواسطے کہ یہ ایک جملہ ہو موافق استعمال کے ولو قال واحدۃ وعشرین او ثلثین فثلث لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدۃ وعشرین یا یون کہا کہ واحدۃ وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہ ایک جملہ ہو طلاق متفرق نہین وفی الطلاق یقع بعدد قرن بہ لا بہ نفسہ عند ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہو عدد سے جو طلاق کے متصل ہو نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر عدد کے یہان مراد عدد سے وہ ہو جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدمہ الوقوع بالصیغۃ اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے خلاصہ یہ ہو کہ جب طلاق کے ساتھ عدد مذکور ہوا چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثنتین وثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہین چنانچہ انت طالق تو بیان وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت یعم الموطوۃ وغیرہا بعد الایقاع قبل تمام العدد لغا ما تقرر تو اگر زوجہ مر گئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہو چکا کہ وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہو نہ صیغہ طلاق سے اور جبکہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب موت کے محل طلاق نہ باقی رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت ہوا اور زوج اپنی زوجہ کا

وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت مرگئی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو مات الزوج او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد وقع واحدۃ عملاً بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بالقصد اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اسکا منھ بند کرلیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنابر عمل صیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہوسکا تو انت طالق باقی رہگیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ عددی ہونے سے وقوع طلاق کو تعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اسکے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ وواحدۃ بعطف او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ ولا تلحقہا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایکبار اور ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اسکو نہ لاحق ہوگی بسبب نہ ہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلہا واحدۃ او مع واحدۃ معہا واحدۃ ثنتان الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہے ایکبار بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو بار طلاق واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ مین طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنے کی مثالون مین تو اول اور ثانی دونون متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃً واقع ہوئین یہ تعلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت مین اور معیت مین تو صاف اقتران علت ہے و یقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقہما بالشرط دفعۃ اور دو واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دو طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے ویقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو شرط پر یعنی اگر یون ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے و یقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلہا لوجود العدۃ اور واقع ہونگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اسکی طلاق مین عدت نہین تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہین ومن مسائل قبل و بعد ما قیل شعر ما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال عندہ الاحسان ✻ فی فتی علق الطلاق بشہر ✻ قبل ما بعد قبلہ رمضان ✻ وینشد علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل و بعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالی اسکی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم نہار ہے اس جوان کے مقدمہ مین کہ اسنے طلاق معلق کی اس مہینہ پر جسکے ما بعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اسکے قبل شوال ہے اور اسکے قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا و بمحض بعد فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظون سے جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہے اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا و بالقبل اولا او وسطا او آخرا فی شوال و بعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ و بعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو

یا درمیان یا آخر شوال مین اور لفظ بعد سے اسی طرح یعنے بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان مین واسطے لغو ہو جانے دو طرفون متقابل کے یعنی قبل اور بعد کے سوا اگر دو قبل ہونگے اور ایک بعد تو لغو ہو جاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہی یعنی شوال اور اگر دو بعد ہونگے اور ایک قبل تو لغو ہو جایگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینے جسکے بعد رمضان ہی یعنی شعبان اسیطرح شرح کی ہی محشیون نے یعنی حلبی اور شیخ رحمتی اور طحطاوی نے اور اسیواسطے اُنھون نے کہاہی کہ شارح کی عبارت منقلب ہوگئی ہی شوال کے مقام پر شعبان چاہیے اسواسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت کے ساقط ہوگئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہی شعبان کے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہیے بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام مین اتباع کیاہی صاحب بحرالرائق کا اور صاحب نہرالفائق نے اُسکے خلاف تحقیق کی ہی یہ مختصر لائق اُس سب بیان کے نہین اور قاعدہ سہل اختلاط قبل اور بعد کے جواب دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جہان دو قبل ہون بعد کے ساتھ کسی طرح وہان شوال جواب ہی اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھ کسیطرح وہان شعبان جواب ہی چنانچہ بعضے علمانے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب مین یون نظم کیاہی اشعار محض قبل حجۃ محض بعد ✤ فالجمادی الاخیر ذا اعلان ✤ مع قبلین کیف ماکان بعد ✤ فہو شوال عکسہ شعبان ✤ ہکذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال امراتی طالق ولہ امراتان اوثلث تطلق واحدۃ منہن ولہ خیار التعیین اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہی اور اُسکی دو عورتین ہین یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت اُنمین سے اور زوج کو بالاتفاق فقہا اختیار ہی کہ جسکو چاہے اُسکو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام مین سوال وارد ہوتاہی کہ شارح نے اس مسئلہ مین اتفاق نقل کیاہی اور علامۂ زیلعی نے ذکر کیاہی کہ خیار تعیین بھی صحیح ہی اور صحیح کہنا مشعر ہی اسمین کہ علما کا خلاف ہی اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا واما تصحیح الزیلعی فانما ہو فی غیر الصحیح کامراتی حرام کما حررہ المصنف وسیجی فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صحیح مین ہی چنانچہ یون کہنا کہ میری عورت حرام ہی اور نقل اتفاق کی طلاق صریح مین ہی چنانچہ اُسکو مصنف نے تحریر کیاہی اور عنقریب باب الایلا مین آویگا قال لنسائہ الاربع بینکن تطلیقۃ طلقت کل واحدۃ تطلیقۃ کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمھارے درمیان مین ایک طلاق ہی تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جائیگی ہو اسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہین اسواسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہوگی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان نوی قسمۃ کل واحدۃ بینہن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اور اسیطرح چار عورتون مین ہر ایک پر ایک ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا اُنسے کہ درمیان تمھارے دو طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ یون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کے مراد رکھے یعنی تین طلاق یا چار طلاق مین ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہو جائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمکو دو طلاق ہین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدۃ طلاقان ہکذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتون سے کہ تمھارے درمیان پانچ طلاق ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسواسطے کہ چار طلاق چارون پر منقسم ہوئین اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہونچا اُس بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہونچے اسیطرح ہر ایک کو دو دو ملینگی آٹھ طلاق تک فان زاد علیہا طلقت کل واحدۃ ثلثا سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی گیارہ تک بعض کو کل کر کے اور بارہ مین تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ مین زائد لغو ہو جاوینگی ومثلہ قولہ اشرکتکن فی تطلیقۃ الخانیۃ او مثل بینکن تطلیقۃ کے ہی اشرکتکن فی تطلیقۃ یعنی تمکو شریک کیا مین نے ایک طلاق مین کذا فی الخانیۃ وفیہا قال لامراتین لم یدخل بواحدۃ منہما امراتی طالق ثم قال اردت واحدۃ منہما لا یصدق ولو مدخولتین ولہ ایقاع الطلاق علی احدیہما لصحۃ تفریق الطلاق علی المدخولۃ ولا علی غیرہا اور خانیہ مین ہی کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طالق ہی میری عورت طالق ہی پھر زوج نے کہا کہ مینے اس طلاق مکرر سے ان دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتون کا تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دونون عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو اُنمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہی بسبب صحت تفریق طلاق

کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہی تو دوسری طلاق واقع ہونے کی اہین گنجایش ہی بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اُسکی عدت نہین تو دوسری طلاق
کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہو گی قاضی کے نزدیک **قال امرأتی طالق وعلم السیم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا** کہا زوج نے کہ میری عورت
طالق ہی اور عورت کا نام نہ لیا اور اُسکی ایک عورت مشہور ہی تو اُسکی وہی عورت مطلقہ ہو گی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہی کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہو طحطاوی نے کہا جبکہ زوج بری
دوسری عورت کا نہو اور ایک ہی اُسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہی اُسکی طلاق کا **فان قال لی امرأة اخری وایاها عنیت لا یقبل قوله الا ببینة ولو کان**
له امرأتان کلتاهما معروفة له صرفه الی ایتهما شاء خانیة ولم یحک خلافا سو جبکہ زوج کی سواے ایک عورت کے مشہور نہین اور اُسنے کہا کہ میری عورت کو طلاق
ہی پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہی اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ مین نے کیا تو اُسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہون کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین
اور دونون مشہور ہین تو اُسکو اختیار ہی طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیة اور خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین منقول کیا **فروع** مسائل
ملحقہ شارح کے کرر لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہو گی پھر
اگر کہیگا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہو گی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمها طالق او حرة
فناداها ان نوی الطلاق او العتاق وقعا والا لاتھا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اُسنے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق اعتاق
کی کی تو طلاق یا عتاق واقع ہونگے اور اگر نیت نہین کی نہ اعتاق واقع ہو گا نہ طلاق قال لامرأته هذه الکلبة طالق طلقت او لعبده هذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہ کتیا مطلقہ ہی
تو وہ مطلقہ ہو جائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہی تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت
مین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی به الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشهد علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہی یا کہا غلام سے کہ تو
حر ہی اور ارادہ ہی واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی مگر جبکہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی
اُسکی تصدیق ہو گی اور باعتبار قضا کے بھی وکذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انه یحلف کاذبا صدق قضاء ودیانة شرح وهبانیة اور اسی طرح
مظلوم جبکہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونون مین تصدیق ہو گی
کذا فی شرح الوهبانیة اور اگر گواہ نہ کر رکھیگا جھوٹی قسم کھانے پر تو قضا مین اسکی تصدیق نہو گی اُسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائیگا علما مین اختلاف ہی کہ قسم مین
قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہی یا قسم لینے والے کی فتوی اسپر ہی کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہی تو اُسکی نیت کا اعتبار ہی اور نہین تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہی
کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الاشباه وفی النهر قال فلانة طالق واسمها کذلک وقال عنیت غیرها دین ولو غیره صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہی کہ کہا فلانی یعنے
زینب طالق ہی اور واقع مین اُس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ مین نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہی ارادہ کیا تو اُسکی
دیانت مین تصدیق ہو گی نہ قضا مین اور اگر اُسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہی تو قضا مین بھی اُسکی تصدیق ہو گی وعلی هذا لو حلف لدائنه بطلاق امرأته فلانة واسمها غیره لم
تطلق اور اسی طرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرضہ ادا کرے اور حالانکہ اُسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہی
مثلاً تو اُسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہو گی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعة مذاهب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعه قضاء ودیانة اور البتہ
بکثرت مستعمل ہی ہمارے زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہی چارون مذہب پر یعنے باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہی کہا مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین کہ لائق ہی یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بھی اور دیانت مین بھی اور فتاوے رملی مین ہی کہ یہ طلاق رجعی ہی نہ بائن اسواسطے
کہ مذاهب اربعہ کا اتفاق ہی کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہی نہ بائن کذا فی حاشیة المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقهاء او فلان القاضی
او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہی فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا فلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہو گی ۱۰

یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا مین تصدیق نہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة او الدار او البیت
کہا مردنے کہ دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ ہین تو اُسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر لیکن اگر نیت
کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتون کے یعنی اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گھر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ ہین
اور اُنمین اُسکی زوجہ بھی داخل ہی تو اُسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف الثانی اور گانون اور شہر کی عورتون مین خلاف ہی
ابو یوسف رح کا یعنی اگر یون کہا کہ گانون کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ ہین تو ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی زوجہ پر طلاق نہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق
کے ہی حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اُسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام
آزاد ہین تو اُسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانون کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اُسکا غلام ابو یوسف رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد رح کے نزدیک آزاد
ہوگا قالت لزوجہا طلقنی قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی
فقال فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اُسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی
فقال طلقت فواحدۃ ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ مین نے
طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یون کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہی واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت اعتبارا بالانشاء وکذا ابنت نفسی لا اذا نوی ثلثا بخلاف الاول ولو اگر
کہا زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اُسکو جائز رکھا تو اُسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق
ہوگئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ہی ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اُسپر طلاق پڑ جائیگی بشرطیکہ زوج نے
نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہی اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت
محتاج نیت کا نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمین صحیح نہین وفی اخترت لا یقع لانہ لم یوضع الا جوابا اور لفظ اخترت مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے
کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنی اگر
زوج کہے کہ مثلاً اختاری نفسک[1] زوجہ اُسکے جواب مین کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہین ہو سکتا وفی البزازیۃ قال من اصحابہ من کانت لہ امرأۃ
علیہ حرام فلیفعل لہذا الامر ففعلوا احدہم فہو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ مین ہی کہا ایک مردنے اپنے ساتھیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اُسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے
یعنی ہاتھ یا پانو اپنے مقام سے اُٹھے کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اُسکی جانب سے اقرار ہی اُسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہا کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہین
اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہی نہ فعلی انتہی قول البزازیۃ وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعۃ کل من لہ امرأۃ مطلقۃ فلیصفق بیدہ فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس
ہو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اُس شخص کے کلام کا کہ اُسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے پھر سب
جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث رح نے کہ سب کی عورتین مطلقہ ہوگئین اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہین روایت بزازیہ مین تمام ہوئی ایک
ہی اور اسمین جماعت شارح نے مزید تاکید کا بیان ارادہ کیا جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان
کلمۃ من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث چند لوگ ہین کہ باتین کر رہے ہین ایک مجلس مین سو ایک مردنے اُنمین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اُسکی جورو
کو طلاق ہی پھر بولا قسم والا تو اُسکی جورو پر طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہی عام ہی متکلم اور غیر متکلم دونون کو شامل ہی اور حالانکہ قسم والا نہین
نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اُسکا حکم بیان نہین کو ظاہر اُسکے تکلم سے طلاق نہوگی
قسم کا توڑنیوالا ۱۲

[1] نفس کو اختیار کر ۱۲ منہ

اسواسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات

یہ باب ہی کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہی فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقہاء
مالم یوضع لہ ای للطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہی جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا
مثلاً لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کے واسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہی اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہی تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو بمعنی
طلاق ہی اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کو ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغۂ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین
کہا کہ ہی الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لاتطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال ہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب سو کنایات
سے طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضاء کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ کہ اسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو شارح نے قضاء
کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہی اُنہین دلالت حال کا کچھ اعتبار نہین اور کنایات سے وقوع طلاق مین نیت یا دلالت
حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونون کے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کر دے اور یہان ایسا
مرجح سوائے نیت یا دلالت حال کے کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی
ہی کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا وغضب ومذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب اولا ولا سو حالات تین ہین ایک رضامندی
کی حالت دوسری رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرۂ طلاق کیحالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین بعضے اُنہین محتمل ہین رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق
کا رد اُن مین سے نکلتا ہی اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے اُنہین صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہین اور محتمل ہین جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال
کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین فنحو اخرجی واذہبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی اعزبی من الغربۃ
او العزوبۃ یحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی
محتمل ہین اور سب و شتم کی صلاحیت نہین رکھتے سو اخرجی بمعنے نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ
نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہی طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنی اپنے کام کو جا یہ رد ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا
اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہی سوال کا اور قومی بمعنی اُٹھ یعنی اپنے ضروری کام کیواسطے اُٹھ یہ رد ہی سوال کا یا اُٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ
جواب ہی سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہی یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہی یعنی اپنا منہ کپڑے سے چھپا لے حیا کر ایسا کام نہ کر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ
رد ہی سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہی سوال کا اور تخمری یعنی اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے
ہین اس لفظ مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ اپنے پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعاً محرم ہی تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ تجھکو تیرا دیکھنا
جائز نہ ہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہی سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بغین معجمہ اور را مہملہ مشتق ہی غربت سے یعنی دور ہو یا اعزبی
بعین مہملہ وزا معجمہ مشتق ہی عزوبت سے بمعنی بُعد اور دوری کے تو مطلب یہ کہ دور ہو ایسا کلام نہ کر یہ رد ہی سوال کا یا دور رہ مجھسے میرے پاس نہ بیٹھ اسواسطے کہ تو مطلقہ
ہوئی یہ جواب ہی سوال کا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفہا کبتۃ بتلۃ تصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ
کے صلاحیت رکھتے ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہی جس سے آبروریزی اور بیحرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن
جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہی خلیہ یعنے تو خالی ہی حسن یا خوبیون سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہی نکاح سے یہ جواب ہی سوال کا اور بریہ یعنی

تو خوبیون سے بری ہی یا نکاح سے بری اور حرام بمعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہی بمعنی صفت کے یا خود صفت ہی اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ مین بلفظ
حرام طلاق بائن واقع ہوتی ہی بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن بمعنی منفصل ہی یعنی تو خوبیون سے منفصل اور منقطع ہی یہ دشنام ہی یا نکاح سے منفصل
ہی یہ جواب سوال کا اور بتہ مشتق ہی بت سے بمعنی قطع کے اور بتلہ مشتق ہی بتل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان دونون لفظون مین بھی احتمال سب اور جواب
کا ظاہر اور باہر ہی **ونحو اعتدی واستبری رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب** اور مانند ان
الفاظ کے نہین احتمال رکھتے ہین رد سوال کا اور نہ سب اور نہ دشنام کا اعتدی یعنے شمار کر اپنے حیضون کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ احتمال ہی سوال کے جواب کا
یا میرے نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبری یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے
رحم کو صاف کر تاکہ مین تجھکو طلاق دون تو یہ وعدہ ہی طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہین ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہی بطلاق واحد یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب
کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری مین ایک ہی ہی خوبیون مین یا برائیون مین بےمثل ہی تو یہ مدح ہی یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہی حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہی مملوکیت نکاح
سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی یہ دونون الفاظ کنایہ ہین تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہوگی جبتک کہ وہ
اپنی ذات کو طلاق نہ دے اور کنایات طلاق مین ان دونون لفظون کو اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمین احتمال موجود ہی چنانچہ اختاری مین یہ احتمال ہی
کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی مین اور امرک بیدک مین یہ احتمال ہی کہ امرک
بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے قابو مین ہی طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق مین حواشی سعدیہ سے منقول ہی کہ ان دونون لفظون کا ذکر کرنا کنایات
طلاق مین مناسب نہین اسواسطے کہ اسکی جہت سے بعضے مفتی خطاء عظیم مین واقع ہو گئے یہ گمان کر کے کہ ان لفظون سے طلاق واقع ہو جاتی ہی بدون ایقاع زوجہ کے
اور شارح نے بھی اسپر آگاہ کر دیا ہی کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہی نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی سرحتک مشتق ہی سرح بالفتح سے بمعنی ارسال کے
یعنی مین نے تجھکو کسی کام کیواسطے بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہی اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے اس مکان مین تجھکو چھوڑا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑا ان الفاظ مین احتمال
رد سوال اور دشنام کا نہین بلکہ یہ مخصوص ہین جواب کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہی اور بعضے محشیون نے کہا ہی کہ انت واحدۃ مین احتمال
دشنام کا موجود ہی یعنی تو بےکامی مین یکتا ہی چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہی اور اعتدی مین بھی احتمال دشنام ہی یعنی شمار کر ان قبائح کو جو تجھسے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ
المدنی **ففی حالۃ الرضا ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال** تو حالت رضامندی مین یعنی سواے حالت خفگی اور مذاکرۂ طلاق
مین تینون قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہی بسبب احتمال کے یعنی اس حالت مین احتمال ہی کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی
موجود نہین تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہین اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کیواسطے مخصوص ہین تو لائق یون ہی کہ رضامندی مین ان سے
طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہو جاوے اسکا جواب یہ ہی کہ یہ مطلب نہین کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کیواسطے موضوع ہین بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہین اور اگر
عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہ حالت مذاکرۂ طلاق کی ہوگی اس حالت مین وقوع طلاق نیت پر موقوف نرہیگا کذا فی حاشیۃ المدنی **والقول له بیمینه**
فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہی عدم نیت مین اور کفایت کرتا ہی قسم لینا عورت
کا زوج سے اسکے گھر مین سو اگر زوج نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اسکی حاکم سے سو اگر زوج وہان بھی قسم نہ کھاوے تو قاضی دونون مین جدائی کرا دے
کذا فی المجتبی لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی مین باعث تفریق کا نہین **وفی الغضب توقف الاولان** ان دونون واقع والا اور خفگی کی حالت مین دونون قسمین
پہلی نیت پر موقوف رہینگی یعنے جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہی اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہی اگر دو پہلی قسمون سے نیت طلاق کی
کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین نہین حالت غضب مین انسے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہوجائیگی

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہی طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت مین فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی

یعنی جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الآخرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا

تقبل بنتیہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بہا عمادیۃ اور واقع ہوتی ہی طلاق دو اخیر قسمون سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور

رد کا محتمل ہو اُنسے طلاق واقع ہوتی ہی اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت

غضب کے مرد کی تصدیق نہ کیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت مین اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہی نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہی شخص کو اسپر اطلاع ممکن ہی

اور نیت امر باطن ہی کہ سواے زوج کے کوئی نہین جان سکتا اور قاضی کو حکم ہی ظاہر پر عمل کرنے کا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہی اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے

گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنے اگر زوج نے اپنی نیت کا کہین اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اسکے

اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع یشترط النیۃ فلو السؤال ہل یقع یقول نعم ان نویت ولو بکم یقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ

بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام مین وقوع طلاق کنایات مین نیت مشروط ہی یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا مین اور قسمین اولین حالت غضب مین اور قسم اول حالت مذاکرہ

مین تامل کرے فتوے دینے والا اسوال سائل مین سو اگر سوال یون ہو یعنی سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہی آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہی تو مفتی جواب دے

کہ ہان طلاق واقع ہوتی ہی اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ مین نے یون کہا ہی اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور

تعرض نہ کرے یہان نیت مشروط ہونے کا کذا فی البزازیۃ اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی مین نیت مشروط ہونے کا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ

چند بار طلاق واقع ہوئی یہ صاف دلیل ہی نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہی انکار نیت کا ویقع رجعیۃ بقولہ اعتدی استبری رحمک انت واحدۃ ان

نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب احدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اعتدی اور استبری رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی

نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہین لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح مین اور بعضون نے کہا کہ انت واحدۃ مین اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع

ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب مین صفت ہی مصدر موصوف محذوف کی اصل مین یون تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی

اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت مین صفت ہوگئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونون احتمال ہین لیکن اصح یہ ہی کہ اعراب احدۃ کا کچھ اعتبار نہین

ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہین جانتے ہین اور خواص بھی اسکا التزام نہین رکھتے یہان عرف پر مدار ہی نہ نحو اور لغت پر ویقع

بباقیہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت

اطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طال ق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہی باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہان

مذکور ہو چکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا واقع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہون تیری طلاق سے وخلیت

سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ مین نے چھوڑدی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہی وانت اطلق من

امرأۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہی مثلاً زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہی وانت طال ق یعنی تو طالق ہی اور طالق

کو بطور تہجی کے کہا اور سواے ان مثالون کے جسکی فقہا نے تصریح کی ہی ہم مصنف نے کہا کہ سواے مثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہی

حالانکہ چند کنایات ایسے ہین کہ اُنسے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہی تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی

مراد ہی یعنے جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہو چکے ہین اُنہین سواے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہی تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے

سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہین خلا اختاری فان نیۃ الثلث لا تصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک مالم تطلق المرأۃ نفسہا کما یأتی

یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہی سوائے لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری مین بھی صحیح نہین
چنانچہ اعتدی او استبری رحمک اور انت واحدۃ مین صحیح نہین چنانچہ باب تفویض طلاق مین اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہین ہوتی اور نہ
امرک بیدک سے ہوتی ہی تا وقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق مین آویگا البائن ان نواها او الثنتین لما تقرر
ان الطلاق مصدر لا یحتمل العدد لفظ بائن فاعل ہی یقع بباقیها کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہی اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو
کی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ لفظ طلاق مصدر ہی محتمل نہین ہی عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن
یہ علت کل الفاظ کنایات مین ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ سرحتک وفارقتک وخلیۃ وبریۃ مین مصدر نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وثلث ان نواه للوحدۃ الجنسیۃ ولذا
صح فی الامۃ نیۃ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقین واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسیواسطے ان الفاظ سے لونڈی کے
حق مین دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہی خلاصہ یہ کہ مصدر موضوع ہی وحدت کے واسطے خواہ وحدت حقیقی ہو جیسا کہ ایک مین یا وحدت جنسی ہو جیسا کہ تین مین تو تین فرد حکمی ہوئی
اسواسطے کہ تین حرہ کے حق مین کل طلاق ہین اور اسیطرح دو لونڈی کے حق مین فرد حکمی ہین اسواسطے کہ کل طلاق ہین قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقا و
بالباقی حیضا صدق قضاء لنیتہ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے
حیض کی تو اسکی تصدیق کیجاویگی قضا مین بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہین اور طلاق مجاز ہی تو حیض والی عورت
مین جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد تلفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلاشبہہ اُسکی قضا مین تصدیق ہوگی اور جب قضا مین تصدیق ہوتی تو دیانت مین بھی ہوگی وان
لم ینو بالباقی شیئا فثلث لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب
نیت کرنے طلاق کے لفظ اول سے یعنی جب اُسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونون لفظون
سے بھی طلاق کا تعین ہو گیا تو اس صورت مین نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی قضا مین لیکن دیانت مین طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی حتی
لو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثالث فواحدۃ ودلالت حال یہانتک معتبر ہی کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی
سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے کہ جب اُسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت
ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول دو لفظون مین حالت مذاکرہ طلاق کی نپائی گئی ولو لم ینو بہ بالکل لم تقع اور اگر زوج نے
کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال مین کوئی قرینہ نہین نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو
ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی واقسامہا اربعۃ وعشرون ذکرها الکمال اور مسئلہ اعتدی کی جب تین بار مکرر ہو چوبیس ۲۴ قسمین ہین فتح القدیر مین کمال الدین نے
انکو ذکر کیا ہی انمین سے چھ قسمون مین ایک طلاق واقع ہوتی ہی اور گیارہ مین دو طلاق واقع ہوتی ہین اور چھ مین تین طلاقین ہوتی ہین اور ایک قسم مین مطلق طلاق نہین ہوتی پہلی
صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی ہو اسمین ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض
کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی پانچوین یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور
ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتون مین ایک طلاق واقع ہوگی ساتوین یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھوین یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے
حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی نوین یہ کہ اول دو لفظون سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نہ کی دسوین یہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے
کچھ نیت نہ کی گیارھوین یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارھوین یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرھوین یہ کہ
اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودھوین یہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرھوین یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے

کچھ نیت نہ کی سولھوین یہ کہ اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی سترھوین یہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت کی ان گیارہ صورتون مین یعنی ساتوین سے سترھوین تک دو طلاقین واقع ہونگی اٹھارھوین یہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسوین یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی بیسوین یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی اکیسوین یہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسوین یہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسوین یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی ان چھ صورتون مین یعنی اٹھارھوین سے تیئیسوین تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نہ کی تو کچھ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنیکا یہ ہی کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو ما بعد اُس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر ما بعد مین حیض کی نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کے عدم نیت صحیح ہی مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت مقبول نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہی اور اول لفظ مین عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہی اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہی اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اسکے قبل طلاق کی نیت نہین تو اُس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اُسکے قبل طلاق کی نیت ہو چکی ہی تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الدر ناقلا عن البحر ویزاد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلاث قضاء اور چوبیس قسمون مذکور پر ایک یہ قسم اور زیادہ کی گئی ہی کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانۃ مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضا مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہی ولو قال انت طالق اعتدی عطفہ بواو او فاء فان نوی واحدۃ فواحدۃ او ثنتین فثنتان واذا لم ینو ففی الواو ثنتان وفی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے کہ انت طالق اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو یا فا سے یعنی یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی) طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو انت طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلقہا واحدۃ بعد الدخول فجعلہا ثلثا صح کما لو طلقہا رجعیا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس ایک طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہی چنانچہ یہ بھی صحیح ہی کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اُسکو قبل رجعت کے بائن کر ڈالا یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ فہو کما قال اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کر دی مین نے اپنی عورت کو تین طلاق اُسی ایک طلاق سے جسکے سبب عدت مین تھی یا یون کہا کہ مین نے اُسکو دو طلاق لازم کر ڈالی اُسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا یعنی وہ عورت اُسپر حرام ہوگئی اور کبھی اُسکو حلال نہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف کما مر فتذکر اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اُسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے بائن یا تین ہونا صفت ہی طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہو چکا اُسکو یاد کرو الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ طلاق صریح لاحق ہوتی ہی طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہی طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق عوض مال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہی صریح کو یا اول یون کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہو جائیگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائن یلحق الصریح اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہی طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یون کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی الصریح ما لا یحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہما طلاق صریح وہ ہی جو محتاج نہو نیت کی خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو

یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح مین داخل ہی تین بار طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونون کو لاحق ہوگی ہم بعضون نے کہا کہ طلاق صریح
وہ ہی جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہوئی چنانچہ بعضون
کا گمان ہی تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونون اسکو لاحق ہوتی ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم
المال کما فی الخلاصۃ اور اسیطرح طلاق عوض مال کے صریح مین داخل ہی تو لاحق ہوگی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی
اور مال دینا اُسمین لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ ہم رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی مین زوج کو اختیار ہی کہ رجوع کرے اور عورت کو نہ چھوڑے تو
عورت نے اپنی جان چھوڑانے کا بدلا دیا اور بائن مین زوج کا عورت پر بدون اُسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نرہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نرہی فالمعتبر فیہ اللفظ
لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کے صریح اور بائن ہونے مین لفظ ہی نہ معنی بنابر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہین تو وہ صریح ہی خواہ طلاق اُس سے بائن پڑے یا
رجعی تو صریح مین طلاق ثلث اور طلاق عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہو وہ بائن مین داخل ہی اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اُسمین طاری ہوگئی ہی بسبب
شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ ولا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء
نہین لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر ڈالنا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن
یا دوسری بار یون کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی مین نے تجھکو ایک طلاق بائن کو جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ اخبار ہی اول سے تو کچھ
ضرورت نہین اسکے انشاء طلاق ٹھہرانے مین یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ اسکا خبر ڈالنا اول سے ممکن ہی یعنی اول
کلام سے طلاق نہ تقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہین ہوتی مراد یہ ہی کہ جو بائن بلفظ کنایات ہی وہ
ملحق نہین ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہین تو وہ واقع ہوتی ہی چنانچہ اگر اول یون کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو
یہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کر کے خوب نہین بلکہ یون کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے
کہ یہان مراد اخبار سے خبر نحوی نہین بلکہ جملہ خبریہ مراد ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر
حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہی کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ مین نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر
کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ مین نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان
تینون صورتون مین دوسری طلاق بھی واقع ہوگی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائیگا ہم
صورت اول مین لفظ اخری کا مانع ہی حمل اخبار کا اور صورت ثانی مین لفظ طلاق کا صریح ہی اور حمل اخبار کا نہین ہوتا مگر کنایہ مین اور لفظ بائن کا
لغو ہی اور صورت ثالث مین بینونت کبری یعنی طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینون صورتون مین بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہو سکا تو خواہ
مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار
فانت بائن ناویا للطلاق ثم ابانہا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسی واسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہی طلاق معلق
چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہین ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت ہو
بعد اسکے منجز بائن یعنے طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے پھر
اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر مین داخل ہوئی تو اُسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہین
خبر واقع ہونے کی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہین ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثلہ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانہا ثم جاء الغد لقیع اخری

اور مانند معلق کے ہی مضاف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہی کل پھر اُسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن
واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہو سکتا وفی البحر عن الوہبانیۃ انت بائن کنایۃ معلقا کان اومنجزا یفتقر الی
النیۃ اور بحر الرائق میں ہی وہبانیہ سے کہ انت بائن یہ کنایہ ہی طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہی نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا
کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہی بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم
کلمت یقع اخری ذخیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہی پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہی پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی
تو ایک طلاق بائن اُسپر ہوئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اُسپر واقع ہوئی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہی دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا
فحلال اللہ علی حرام ثم قال کذا لک لامر اخر ففعل احدہما بانت وکذا لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہی کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر
شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہی پھر اسی طرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوٰۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہی سو زوج نے
کوئی ان دونوں میں سے کیا تو اُسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے
قید بالقبانیۃ لانہ لو ابانہا او لا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح لتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر
مضاف کریگا بائن یا معلق کو تو صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد
بائن کے درست نہیں ویستثنی ما فی البزازیۃ قال کل امرأۃ لہ طالق لم یقع علی المختلعۃ اور اُس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہی وہ روایت جو بزازیہ میں
ہی مستثنی ہی کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اسکی ہی وہ طالق ہی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح
بائن کو اسوقت لاحق ہوتی ہی جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہی نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت
کذا فامرأتہ کذا لم یقع معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اسکی عورت ایسی ہی یعنی طالق ہی نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح
جاتا رہتا ہی تو وہ اسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ یہاں بھی نہیں ولضبط الکل قیل ~ کلا اجز لا بائنا مع مثلہ الا اذا علقہ من قبلہ لا لکل امرأۃ وقد
خلع * والحق الصریح بعد لم یقع * اور جمع کردی ہیں نظم میں بعضے علما نے تمام لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ یعنی
طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس
صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہی مگر اس صورت میں کہ کل امرأۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد
خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع اولی یوں ہی الحقا اجزلا بائنا مع مثلہ یعنی ہر لحوق کو جائز جان بائن بعد بائن کے
کل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ کاسلام وردۃ مع لحاق وخیار بلوغ وعتق لا یقع الطلاق فی عدتہا مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہی ہر طرح سے جیسے
مسلمان ہونا زوجین میں سے کسی کا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اسکی
عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی وکل فرقۃ ہی طلاق یقع الطلاق فی عدتہا علی
نحو ما بینا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہی تو واقع ہوگی طلاق اُسکی عدت میں اسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الخ آخرہ فروع مسائل ملحقہ شارح
کے انما یلحق الطلاق المعتدۃ الطلاق لا المعتدۃ لکوبشبہۃ لا یلحقہا خلاصۃ طلاق تو اُس عورت کو لاحق ہوتی ہی جو طلاق کی عدت میں ہی اور جو عورت بسبب
وطی اشتباہی کے عدت میں ہی اسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ هم اسی طرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہو جاوے تو اسکی عدت میں
بھی طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ زوج امرأتہ من غیرہ لم یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہی کہ زوج نے

نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہین اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح مین داخل ہی نہ کنایہ مین مگر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہر عدم طلاق معتمد ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اذہبی تزوجی یقع واحدۃ بلانیۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کرلے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیۃ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین یون ہی کہ اگر زوج نے کہا کہ اذہبی فتزوجی اور طلاق کی نیت نہ کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہ ہی کہ تو نکاح کرلے اگر تجھکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونون روایتون مین اختلاف ثابت ہوا اور دونون قولون مین او اور ف کا فرق نکالنا نہایت بعید ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وکذا اذہبی الی جہنم یقع ان نوی خلاصۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصۃ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہی وکذا اذہبی عنی اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ جا میرے پاس سے وافلحی اور اسیطرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہی اسواسطے کہ افلحی بمعنی اذہبی کے ہی یعنی جا رخصت کیوقت عرب بولتے ہین افلح بخیر اور یہ بھی محتمل ہی کہ افلحی بمعنی اظفری بمرادک تو بامراد ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق وفسخت النکاح اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ مین نے نکاح کو فسخ کر دیا وقوع طلاق مین اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت وجہ کیطرف نہین یعنی یون نہین کہا کہ مین نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل یہ ہی کہ اس قول کو کہ الفاظ طلاق صریح مین شمار نہین کیا تو یہ مقتضی ہی احتیاج نیت کا بہر صورت یہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی وانت علی کالمیتۃ او لحم الخنزیر او حرام کالماء لانہ تشبیہ بالسرعۃ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کے ہی یا مثل سور کے گوشت کے ہی یا تو مجھپر حرام ہی مثل پانی کے اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہی جلدی اور شتابی مین گویا یون کہا کہ تو مجھپر حرام ہی نہایت جلد جیسے پانی مین جلدی ہوتی ہی یعنی کیوقت ولا یقع بارابعۃ طرق علیک مفتوحۃ وان لو تکلم لقیل خذی ای طریق شئت اور نہین واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چارون رستے تجھپر کھلے ہین اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جب تک یون نہ کہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے فائدہ چند الفاظ کنایا طلاق کا ذکر کرنا یہان شناسب معلوم ہوا واسطے مزید افادہ طالبین کے از انجملہ انت سائبۃ یعنی تو سانڈھ ہی یعنی تو بے قید ہی جیسے سانڈ وحبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر یہ استعارہ ہی تخلیہ سے عرب کا دستور ہی کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہین تو اسکی گردن پر رسی ڈال دیتے ہین والحقی باہلک یعنی اپنے لوگون مین جا مل وہبتک لاہلک اولابیک اوامک یعنی مین نے تجھکو تیرے لوگون کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو یا تیری ماں کو دیا عفوت عنک لاجل اہلک یعنی مین نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے رددتک الیہم یعنی مین نے تجھکو تیرے لوگون پر پھیر دیا اور ان صریح رستون مین انکا قبول کرنا شرط نہین اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو واعتقتک یعنی مین نے تجھکو آزاد کیا وکونی حرۃ یعنی تو آزاد ہو جا واظفری بمرادک یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وخالعتک یعنی مین نے تجھے خلع کیا وتنحی یعنی ہٹ جا ولست لی بامرأۃ یعنی تو میری جورو نہین ولست لک بزوج یعنی مین تیرا زوج نہین ولا نکاح بینی وبینک یعنی میرے اور تیرے درمیان نکاح نہین ولست غیرامرأتی یعنی تو میری جورو نہی قالت لست لی بزوج فقال صدقت یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہین سو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا وابتغی الازواج یعنی اور شوہر تلاش کر البعدی عنی یعنی مجھسے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنی مین تجھکو نہین چاہتا مین تجھسے محبت نہین رکھتا مجھکو تیری خواہش نہین تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیۃ

له یعنی مجھ سے جدا ہو جا ۱۲

ف مسئلہ تحریر طلب ۱۲

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہی تفویض طلاق کا لما ذکر مایوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر مایوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہی جب کہ مصنف ذکر کر چکا اُس طلاق کو جسکو زوج خود واقع کرتا ہی دونون قسمون کے ساتھ یعنے صریح اور کنایۃ تو اب ذکر کیا اُس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہی وانواعہ ثلثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمین ہین ایک تفویض یعنے غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرے توکیل یعنے دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم

رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہ ہی کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہی اور توکیل مین وکیل مامور ہوتا ہی غیر کے واسطے عمل کرتا ہی اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہی والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیئۃ اور الفاظ تفویض کے تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری او امرک بیدک وینوی (اپنی کریمی ۱۲) تفویض الطلاق لانہا کنایۃ فلا یعملان بلا نیۃ او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا به مشافہۃ او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کرلے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی نیت کی ان دونون لفظون مین طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونے مین بدون نیت کے عمل نہ کرینگے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دے لے اپنی ذات کو تو ان تینون صورتون مین زوجہ کو اختیار ہی کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض کی مجلس مین یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہین تک اسکو اختیار حاصل ہی خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر پہونچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر ما لم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہی اگرچہ مجلس دراز ہوگئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل مین وہانتک اختیار ہی جبتک نہ زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہ ہی کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلاً زوج نے کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہی پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہوگئی ما لم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ مما یدل علی اعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہی جب تک مجلس علم سے نہ اٹھے اسواسطے کہ اٹھنے مین اسکی مجلس کا تبدل ہی حقیقت مین یا تبدل مجلس حکما ہو اس طرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہی اختیار کا اس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہی تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہی تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہین حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہی یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ مین اسکو طلاق نہ دونگا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہی اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تھا کہ حتی لو خیرہا کے مقام پر ولو خیرہا کہتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہی تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق بعدہ ای المجلس الا اذا زاد او علی قولہ طلقی نفسک و اخواتہ متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک اور اسکے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ ہر وقت اسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہی کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ لما مر اور نہین صحیح ہی رجوع کرنا زوج کا اس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہی نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض (فا) اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دے اپنی سوت کو یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہی رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اسی مجلس کے نہین اسواسطے کہ یہ قول محض توکیل ہی مطلق تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اسمین عمل غیر کے واسطے کرتا ہی نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہی اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول مین کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہی مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہی اسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانی مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہی اور مخاطبہ کی تخییر مقید مجلس ہی بخلاف اسکی سوت کے

الا اذا علقه بالمشیته فیصیر تملیکا لا توکیلا توکیل مین رجوع کرنا درست ہو مگر جب کہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اسوقت مین توکیل تملیک ہو جاویگی توکیل نہ باقی رہیگی یعنے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہین کیونکہ یہ توکیل نرہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہی وکیل کا دل چاہے یا نچاہے اور جب اُسکی خواہش اور رائے پر رکھا تو اُسکو مالک کردیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہو مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیۃ المدنی والفرق بینهما فی خمسته احکام ففی التملیک لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس لا العقل فیصح تفویضه لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکمون مین ہو سو تملیک مین نہین رجوع کر سکتا زوج اور نہین معزول کر سکتا مملک لہ کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہو تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مملک لہ کی عقل سے تو صحیح ہو تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بیعقل کو بشرطیکہ وہ دونون کلام کر سکتے ہون بخلاف توکیل کے کہ اسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہی اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہی اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہی کذافی بحر الرائق ثم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی ذکر عدم رجوع کافی ہی یعنے جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذافی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی نعم لو جن بعد التفویض لم یقع فهنا لسومح ابتداء لا بقاء بعکس القاعدة فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنے جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اُسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہو گی تو اس مسئلہ مین سامحہ اور تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ ہو کہ یتسامح فی البقاء مالا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہو بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین بالعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہی اور اُسکا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہو اور پھر مجنون ہو جاوے تو اُسکی طلاق درست نہین اور سبب اسکا یہ ہو کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اُسکے ایقاع طلاق پر باوجود اُسکی بیعقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون زوجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہان تفویض تھی اُسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہین وجلوس القائمة واتکاء القاعدة وقعود المتکئة ودعاء الاب اوغیرہ للمشورة بفتح فضم المشاورة ودعاء الشهود للاشهاد علی اختیارها الطلاق اوالم یکن عندها من یدعوهم سواء تحولت عن مکانها اولا فی الاصح خلاصه اور قاطع مجلس کا نہین بیٹھنا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اُٹھنا تکیہ لگانے والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اُسکے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہون کا گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جبکہ عورت کے نزدیک کوئی اُنکا بلا دینے والا نہو خواہ اُس بلانے مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو دونون برابر ہین قول اصح مین کذا فے الخلاصة معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو نہ بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلا دینے والے کے عورت خود گواہون کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اُسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہی یعنی باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہو کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس مین ہو کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہو نہ مفولہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی والیقاف دابته ہی اکبتها لا یقطع المجلس اور ٹھہرانا اُس سواری کا جسپر عورت سوار ہی مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ولو اقامها او جامعها مکرهة بطل لتمکنها من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اُٹھایا یا زبردستی اُس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور حالت جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی پھر جب کہ اُس نے نہ کہا تو اختیار باطل ہو گیا والفلک لها کالبیت وسیر دابتها کسیرها حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک یتبدل بسیر الدابة لاضافة الیها اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہو اور چلنا اُسکی سواری کا

لہ یعنی میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا ۱۲

مانند چلنے عورت کے ہی یہان تک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہی سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کیطرف اسواسطے کہ سواری کے چلانے پر جانور چلتا ہی بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ اوبکونا فی محمل یقودہا الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہی مگر اسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اُٹھے جواب مین زوج کے چپ ہونے کے ساتھ ہی یعنی فوراً اگر جانور کے پانے قدم اُٹھاتے ہی جوب دیا اور اگر پہلے قدم اٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن الہندیۃ یا کہ زوج اور زوجہ دونون ایک کجاوے مین ہون اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اُسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنی اُسکے چلنے سے مجلس نہین بدلتی **وفی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلث**

لعدم تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہی یعنے بینونت صغری اور بینونت کبری تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسی طرح امرک بیدک بھی چند قسم ہی کہ رجوع کو اختیار کرے یا طلاق کو پھر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اسمین تنوع اور تعدد کو گنجائش نہین اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہی اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہی اسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اسکی تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت یہان ادنی مرتبہ ہی بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہی تو بینونت کبری یعنی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او انا اختار نفسی استحسانا بخلاف**

قولہ طلقی نفسک فقالت انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرۃ ما لم یتعارف او تنوی الانشاء بلکہ اختاری نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق کہ اگر یون کہیگی کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی ہون اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک تو عورت نے جواب مین کہا کہ انا طالق یعنی مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہی ایقاع و طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہین کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اس زمانہ مین صیغۂ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ھم قیاس چاہتا ہی کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی خود انشاء طلاق نہین انشا ہوتا ہی ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہی وجہ استحسان کی یہ ہی کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حال کہا تو صدیقہؓ نے کہا کہ انی ارید اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ یعنی مین اللہ اور اُسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری روایت مین یون ہی کہ بل اختار اللہ و رسولہ یعنی بلکہ مین اللہ اور اُسکے رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغۂ مضارع معتبر رکھا **وذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط لصحۃ الوقوع بالاجماع** اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارہ کا زوجین مین سے ایک کے کلام مین شرط ہی واسطے صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیاۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی ھم ذکر نفس اور اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہی وہ بھی انھین دونون لفظون کے برابر ہی **ویشترط ذکرہا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک فیہ الانشاء** اور مشروط ہی ذکر نفس کا یا اختیارۃ کا متصل کلام مین پھر اگر منفصل ہی سو اگر اُسی مجلس مین اُسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارۃ کی بھی مالک ہی **والا لا الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح و ان خلا کلامہما عن ذکر النفس** درر و تاجیہ واقرہ المصنف والباقانی لکن ردہ الکمال ونقلہ الاکمل وبقیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نہ کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین نے

اختیار نفس پر اتفاق کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اُسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونون کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والفوائد التاجیہ اور تتارخانیہ کھا ہی اس قول کو بہنسی اور باقانی نے لیکن رد کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہی اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغہ تمریض یعنی قیل کے لفظ سے تو ضعیف ہونا اس قول کا ٹھیک ہی بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہین کذا فی النہر الفائق فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ او امک وقع لو قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس اذ التاء فیہ للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختار اختیارۃ یا یون کہا اختار طلقۃ یا یون کہا کہ اختار ہی امک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارۃ کا مانند ذکر نفس کے ہی خصوصیت طلاق مین اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ مین تے واسطے وحدت کے ہی اور تا وحدت نشانی ہی اتحاد کی اور ایسے طرح ذکر تطلیقۃ کا وقوع طلاق مین مثل ذکر نفس کے ہی بلکہ اُس سے بھی صریح تر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ابی او امی او اہلی او الازواج لیقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختار کا اور یون کہنا عورت کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی مان کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام ہی ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے کا موجب طلاق کا نہین لیکن اگر عورت کے مان باپ نہون اور اسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والشرط ذکرہا فی کلام احدہما کما افادہ فلم یخص اختیارہ بکلامہ کما ظن اور شرط ہی ذکر کرنا اُسکا یعنی نفس یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام مین خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہمنے مثالون مین مذکور کیا تو نہین مخصوص ہی اُسکا ذکر زوج کے کلام مین جنانچہ بعضون کا گمان ہی ولو قالت اخترت نفسی و زوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یون کہا کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہین بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اُس سے رجوع کرنا درست نہین وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق مذکور ہی سو خطا ہی نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا کما لو عطفتہ باو اور شاہا لتخیارہ فاختارتہ او ما لحقت بنفسی باہلی ہان اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے یعنی یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو نہین بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جسکو اول ذکر کیا اسکا اعتبار ہی اور موخر کا کچھ اعتبار نہین اور باطل ہوگیا اختیار اُسکا چنانچہ باطل ہی اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنے اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو یا اپنے زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اُسکا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی کو اختیار کرے سو اُسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہین اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہی بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہی یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنے مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ولو کررہا ای لفظۃ اختاری ثلثا بالعطف وغیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ التکرار علی ثلث اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری و اختاری و اختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب مین فقط اخترت کہا یعنی مین نے اختیار کیا یا یون کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یون کہا کہ مین نے پہلی یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کے اوپر طلاق کے اور صاحب کنز اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہی اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط نہین کی اور زیادات اور جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہی اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہی بحر الرائق مین کہا کہ

باعتبار روایت اور درایت کے یہی قول معتمد ہو کہ نیت مشروط ہو نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا یقع فی اخترت الاولی الآخرۃ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحطاوی بحر واقرہ المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افادان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط شرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین رح نے کہا کہ اخترت الاولی مین اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرۃ مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے اسکو پسند کیا ہو کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہو اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی مین ہو کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہین تو حاوی قدسی کے کلام نے البتہ اسکا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہو اسواسطے کہ فقہا کا یون کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسی کو لیتے اُن الفاظ سے ہو جنسے اعلام دیا جاتا ہو افتا پر الیسا ہی مرقوم ہو شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقۃ او اخترت الطلقۃ الاولی بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب مین کہ طلاق دی مین نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا مین نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق بائن ہوگی مذہب اصح مین اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہو تو عورت مالک نہین غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہین کر سکتی امرک بیدک فی تطلیقۃ او اختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا طلقت رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمقید للبینونۃ اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہو ایک طلاق مین یا اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہو نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہو جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہو چنانچہ انت طالق بائن مین طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہو سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہو پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہو تو رجعی ہو جاتا ہو اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قید بفی ومثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک وحتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بے بھی ہو مقید کیا بسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے کہ اسمین ایک طلاق بائن ہوتی ہو یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ مین رجعی طلاق ہوتی ہو بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور بے بیان واسطے ظرفیت کے ہو اور ظرف و مظروف کا اتصال صریح ہو بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہو تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یون کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہو طلاق دینے تک کہ اسمین لفظ طلاق کا متصل ہو اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شی سے جدا ہوتی ہو تو جب صریح بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہو اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کی طرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی م نفس الامر سے یہان واقع مراد نہین بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہو فتامل فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال لرجل خیر امرأتی فلا خیار لہا ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہین کر سکتی جب تک وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اسکو نکریگا زوج کا مامور بہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اس مرد کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنی اس قول مین اختیار مقدم ہو خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہو اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

٦

سو کہا زوجہ نے کہ مین نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم وغدًا اتحد کہا زوج نے کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار رہا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدًا تعدد اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنے دو اختیار رہے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطہ عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کا تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہما کہا کہ اختیار کر آج یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے اس مہینے مین تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن مین اور بقیہ مہینے مین یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر مثلاً دسوین تاریخ اختیار دیا تو بیس[20] یا انیس[19] دن تک اختیار رہیگا وان قال یومًا او شہرًا فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یومًا اور اگر زوج نے کہا اختاری یومًا یعنی اختیار کر ایکدن یا یون کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسیوقت تک پہلی صورت مین اور بولنے کے وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت مین عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعلہ لہا راس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی ویومہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینے کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اسکے دن مین ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہین ہوتا معین وقت مجلس عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے

باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا امر بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اسکے زوج نے اسکے تصرف مین کر دیا تخییر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اسمین اختلاف نہین لیکن صحابہ کا اجماع نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کی طرف محتاج ہونے مین اور مجلس تک مقید ہونے مین اور نفس کے ذکر کرنے مین یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے مین اختیار کے مانند نہین ہے اسکے غیر مین یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار مین تین طلاق کی نیت صحیح نہین اور امر بالید مین صحیح ہے باقی امور مین دونون برابر ہین اذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثًا ای تفویضہا فقالت فی مجلسہا اخترت نفسی بواحدۃ او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جبکہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اس طرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین یا تیرے بائین ہاتھ مین ہے یا تیرے منھ مین یا تیری زبان مین ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کر کے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا واحدۃ کر اختیار کیا یا قبول کیا مین نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے یا کہ تو مجھسے بائن ہے یا کہ مین تجھسے بائن ہون یا طالق ہون تو سب صورتون مین تین طلاق واقع ہونگی ام صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یون کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسطرح صغیرہ کے ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصۃ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور مین عورت کے باپ نے کہا کہ مین نے قبول کیا انکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصۃ اور لائق یون ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ کیجیے یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا مگر شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید بائن لفظ لو جعل امرہا بیدہا فقال ابوہا قبلت طلقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ مین ہوا اور پھر اسنے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی وامرتک طلاقک وامرک بید اللہ وبیدک او امری بیدک علی المختار خلاصۃ کامرک بیدک وذکر اسم اللہ تعالی للتبرک وان لم ینو ثلثا فواحدۃ اور یہ اقوال یعنی مین نے تجھکو

تیری طلاق عاریت دی ورامر تیرا اخذ لک کے ہاتھ مین ہی یعنی اختیار مین اور تیرے ہاتھ مین ہی اور امر میرا تیرے ہاتھ مین ہی بنا بر قول مختار کے کذا فی الخانیۃ اور یہ
اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے ہین تین طلاق واقع ہونے مین بشرط نیت کے اور اس قول مین کہ امرک بید اللہ و بیدک ذکر اسم اللہ تعالی کا محض برکت
کیواسطے ہی اور اگر ان اقوال مین تین طلاق کی نیت نہ کریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی ولو طلقت ثلاثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی
الدلالۃ کما مر اور اگر امر بالید وغیرہ مین عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق کر مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ مین نے تخییر مین ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ
دلالت حال اُسوقت موجود نہین تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ دلالت حال برپا
اُسکے اقرار پر چنانچہ یہ مضمون اول باب الکنایات مین مذکور ہوچکا و اتحاد المجلس علمہا وذکر النفس او ما یقوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت
نفسہا لم تطلق لعدم شرطہ خانیۃ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اُسکے قائم مقام کا شرط ہی سو
اگر زوج نے لفظ امر بالید کا عورت کو اختیار دیا اور اُسکو اُسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب پائے جانے شرط وقوع طلاق
کے یعنی علم کے کذا فی الخانیۃ وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت
نفسی وقع بخلاف نحو طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہی ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا
ہی جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہین رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہین رکھتا تو اگر عورت نے
کہا کہ مین طالق ہون یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونون لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہین جانب زوج سے
بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہرچند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہی لیکن عورت کے جواب کے لائق نہین اسواسطے
کہ عورت موصوف ہوتی ہی وقوع طلاق کر نہ مرد کذا فی الاختیار یعنے عورت پر طلاق واقع ہوتی ہی نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من
الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہین اور حالانکہ جواب کے
لائق ہی عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہی مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح
ہونے کا عورت کے قبول کرنے سے اور اُسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب مین عنقریب مذکور ہوچکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوا لفظ
اختیار کے جو لفظ صالح ہی ایقاع کا وہی صالح ہی جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اُسکے باپ کا جواب کا صالح ہی اور ایقاع کا صالح نہین اور جواب مصنف
کیطرف سے یون ہوسکتا ہی کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہی یعنی گویا عورت یون کہتی ہی کہ مین نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونون
کے لائق ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولہا فی جواب طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا
اور یون عورت کے کہنے مین مرد کے جواب امر بالید مین کہ مین نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو
بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے مین تفویض زوج کی ہی نہ ایقاع عورت کا یعنی ہرچند عورت کے جواب مین لفظ
طلاق ہی اور بلفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہی نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اُسکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جبکہ
مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اُسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات
مرد کے اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسون رات اسواسطے داخل نہین کہ اس قول مین دو تملیکین ہین جدا جدا فان ردت الامر فی یومہا بطل الامر
فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد ولو طلقت لیلا لم یصح لان الطلاق الامرۃ سو اگر مثال مذکور مین رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اُسدن کا تو اُسکا اختیار باقی
رہیگا پرسون اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر مین داخل نہین اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایکبار یعنی ہرچند دو تملیکین ہین ان میں جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا

دو طلاق نہیں دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی و یدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغدا وان سوتہ فی یومہا لم یبق فی الغد لانہ تفویض واحد در داخل ہے رات
اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نرہیگا اختیار کل کے دن میں اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی ولو قال
امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فہما امران ولم یذکر خلافا ولا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور امر تیرا
تیرے ہاتھ میں ہے کل تو یہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضیخان میں اس مسئلہ میں اختلاف فقہا کا مذکور نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات نہیں داخل چنانچہ یہ
مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی طرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاہر ما مر انہ یرتد بردہا لکن فی العمادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء
ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہے اُسکے رد کر دینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا
دونوں قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یوں مذکور ہے کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہے قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے
کے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کر سکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کر سکتی مانند ابراء کے یعنی قرض سے بری کرنا ہر چند قرضدار کے
قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اُسکے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے اور مراد قبول سے یہاں مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے
اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وانہ فی المتحد لا یبقی فی الغد
لکن فی الولوالجیۃ امرک بیدک الی راس الشہر فقالت اخترت زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام ووجہہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر
تعلیقا والا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنی امرک بیدک الیوم وغدا میں اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن میں
بھی اختیار عورت کا باقی نرہیگا اور ولوالجیہ میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے
اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اُسکا اُسدن جسدن اُسنے یہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اُسدن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف
کے تو باوجود تخییر متحد ہونے کے ایکدن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہے کہ جب تفویض
کے ساتھ وقت مذکور ہوگا تو اُسکو تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اُسکو تملیک قرار دینگے حلبی نے کہا کہ یہاں دونوں قضیوں میں وقت مذکور ہے تو شارح کی تقریر
سے تناقض نہ دفع ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بیان اثبات تناقض منظور ہے نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقہا بائنا ہل یبطل امرہا ان کان التفویض منجزا
نعم وان کان معلقا کان وخلت الدار فامرک بیدک او موقتا فالاعمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اُسکو طلاق بائن دی کو
آیا باطل ہو اختیار عورت کا جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہ تھی تو ہاں اُسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا
بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے یا تفویض موقت ہو اسطرح کہ امر تیرا
تیرے ہاتھ میں ہے کل تو اختیار عورت کا باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہے چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن
القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہے یعنی دونوں صورتوں میں اختیار
باقی نہیں رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لکھا علی ان امرہا بیدہا صح نکاح کیا مرد و عورت نے اس شرط پر کہ
عورت طلاق کی مختار ہو تو یہ صحیح ہے ہم بحر الرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اسمیں تفصیل مذکور ہے یعنی اگر یہ شرط مرد کی طرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کی
طرف سے ہے تو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعل امرہا بیدہا لم تسمع الا اذا طلقت نفسہا بحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنے
کا عورت کو اس دعوی کی سماعت نہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہو سکینگے
قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اُسکا انکار کیا تو عورت

ہی کا قول معتمد ہوگا جعل لہا امرہا بیدہا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکو بے قصور مارے سو اسکو مارا پھر دونون مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ مین نے تقصیر پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہین بلا تقصیر مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما یجئی اور مقبول ہوتے ہین گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق مین اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اسکو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول ہون ہرچند نفی پر گواہ مقبول نہین لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طلب ولیہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ماترید منی افعل ماترید فخرج فطلقہا ابوہا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیون نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول امین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصۃ لا تدخل نکاح الفضولی مالم یقل ان دخلت امراۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جب تک زوج یون نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر مین تجھپر دوسری عورت سے نکاح کرون تو اسکی طلاق تیرے اختیار مین ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ اولی اسکی طلاق کی مالک ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہین کیا بلکہ دوسرے شخص نے اسکا نکاح کر دیا اور اسنے اسکو جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرہا بید رجلین فطلقہا احدہما لم تطلق زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر انمین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ تھا

فصل فی المشیۃ یہ فصل ہے مشیت مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر قال لہا طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فے الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن قید بخطابہا لانہ لو قال طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ مین پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دو بار خواہ تین بار اور یہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتھ ہون یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اسصورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی ولو قالت فی جوابہ ابنت نفسی طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت کا یون کہنا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک طلاق رجعی اسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا مرزوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونون کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کی طرف اشارہ کیا سو اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی و ان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کی اس قول سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہین ہوتا تو جواب بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ ثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہین زوج تینون قسم کی تفویض سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہین تو تفویض مین بھی نہین وتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہا فلا یتقید لعموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ

مطلقاً یعنی ہر وقت طلاق دے سکیگی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت واذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال لرجل طلق امرأتی فقال لہا
طلقی نفسک لم یتقید بالمجلس لانہ توکیل فلہ الرجوع الا اذا زاد ولو کلما شئت فانت وکیل اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ
طلاق دے اپنی سوت کو تو یہ مقید بمجلس نہوگا تو اسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اس مین لگاؤ نہین پھر جب توکیل ہوئی تو زوج
کو رجوع کرنا بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جسوقت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ مین تجھکو معزول کردون
تو میرا وکیل ہے تو اب زوج وکیل کو معزول نہین کرسکتا امام بحر الرائق مین اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یون بتلائی کہ یون کہے کہ مین نے تجھکو جمیع وکالت سے معزول کیا کذا فی
حاشیۃ المدنی الا اذا زاد ان شئت فیتقید بہ ولا یرجع لصیرورتہ تملیکا توکیل مقید بمجلس نہین ہوتی مگر جبکہ توکیل مین زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون
کہا طلاق دے تو میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت مین مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نکرسکیگا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو
وکالت باقی رہی اسواسطے کہ وکالت مین خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہین وفی الخانیۃ طلقہا ان شاءت لم یصر وکیلا مالم تشاء فاذا شاءت فی مجلس علمہا طلقہا فی مجلسہ لا غیر والوکلاء
عنہ غافلون اور خانیہ مین ہے کہ ایک مرد سے زوج نے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی
اپنی مجلس علم مین تو وکیل اسکو طلاق دے اپنی مجلس مین نہ غیر اس مجلس مین اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسیطرح وکالت اسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل
اس مسئلہ سے غافل ہین یعنے وکلا طلاق نہین جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اس قاعدے سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہین کذا فی حاشیۃ السید الطحطاوی
ناقلا عن النہر قال لہا طلقی نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت لانہ بعض ما فوضہ وکذا الوکیل مالم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات
کو تین بار یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایکبار طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح
وکیل کا حکم ہے جبتک یعنی زوج کہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یون کہا کہ زوجہ کو تین طلاق
دے بعوض ہزار درم کے مثلاً تو اس صورت مین اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شیء فی عکسہ فالا واحدۃ نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس مین یعنے اگر یون کہا
کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین دے لین تو کوئی طلاق واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت
واحدۃ وکذا عکسہ لا یقع فیہما لاشتراط الموافقۃ لفظا لما فی تعلیق الخانیۃ امرہا بالثلث فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفا لم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق
اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنے طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق کر سو عورت نے تین طلاق واقع کین تو ان دونون صورتون مین طلاق
نہ واقع ہوگی کیونکہ شرط ہے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق مین ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر
عورت نے تین طلاق واقع کین یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اسنے نصف طلاق واقع کی تو دونون صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ
مین بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہین بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمین مشیت پر تعلیق نہین امرہا ببائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج بہ
ویلغو وصفہا والاصل ان المخالفۃ فی الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل ہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شیء لانہا ما اتت بمشیئۃ ما
فوض الیہا خانیۃ بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب مین بالعکس کہا یعنی پہلی صورت مین طلاق رجعی اور دوسری صورت مین طلاق بائن واقع
کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو
ہو جائیگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف مین ہے تو یہ مخالفت جواب کو باطل نہین کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے جیسا کہ بائن اور رجعی
کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اسمین جواب ہی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض مین تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور جب
تفویض زوج کے واقع ہونا اسوقت ہے جبکہ طلاق معلق نہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی

اُس امر کو جو اسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیۃ **قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی**
الطلاق او قالت شئت ان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد **کان شاء ابی وان جاء اللیل** وہی فی النہار **بطل الامر** لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے
عورت نے کہا مرد سے کہ مین نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ مین نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب مین یون کہا کہ مین نے چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم
پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہین مثلاً یون کہا عورت نے کہ مین نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یون کہا کہ مین نے چاہا اگر رات آوے
اور حالانکہ عورت وقت تکلم کے دن مین ہے تو ان دونون صورتون مین باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب پائے جانے شرط کے اسواسطے
کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت مین شرط پائی گئی **وان قالت شئت ان کان کذا الامر قد مضی** اراد بالماضی
المحقق وجودہ **کان شاء ان ابی فی الدار** وہو فیہا **او ان کان ہذا لیلا** وہی فیہ مثلا **طلقت** لانہ تنجیز اور اگر تفویض مذکور کے جواب مین عورت نے کہا کہ مین نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا
امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ مین نے چاہا اگر میرا باپ گھر مین ہو اور حالانکہ اُسکا باپ گھر مین موجود ہے یا یون کہا کہ مین نے چاہا اگر یہ وقت رات ہو
اور حالانکہ عورت اسوقت رات ہی مین تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہوگی اُسیوقت اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہین بلکہ تنجیز ہے **قال لہا انت**
طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس و لا تطلق نفسہا الا واحدۃ لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک
التطلیق فی کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جبکہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے
لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے
سکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے کہ یہ الفاظ سب زمانون کو شامل ہین نہ افعال کو تو عورت مالک رہیگی طلاق کی ہر زمانہ مین اور مالک نہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول
کے بسبب عموم افعال کے **ولہا التفریق ثلثا فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی** لانہا للعموم الافرادی اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علحدہ علحدہ دلیا کلما شئت مین
یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس مین یون ہی کہا تیسری مجلس مین یون
ہی کہا تو درست ہے لیکن تین طلاق کو ایک مجلس مین یکجا جمع نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو مین جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح
نہین **ولو طلقت بعد زوج آخر لا یقع** ان کانت طلقت نفسہا ثلثا متفرقۃ والا فلہا التفریق بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد
دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دیچکی ہوگی یعنی اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اُسنے تین طلاق متفرق اپنے
نفس پر واقع کین اور اُسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس مین کر چکی تھی
یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس مین واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار رہیگا بعد دوسرے زوج کے اور یہ مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور
باب الرجعۃ مین آویگا **انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس وان قامت من مجلسہا** قبل مشیتہا **فلا مشیۃ لہا** لانہما للمکان ولا
تعلق للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانہا ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہان تو چاہے یا یون کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے
جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دے سکیگی مگر جبکہ چاہیگی مجلس علم مین اور اگر اٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اُسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ
حیث اور این موضوع ہین واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہین مکان سے تو مکان کو وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق مین علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط مین مناسبت ہے اسواسطے کہ ظرف بدون مظروف کے نہین ہوتا
جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیۃ** او انت طالق کیف شئت مین فقط تو طالق ہے جس طرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنی قبل مشیئت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بدون مشیئت کے طلاق نہوگی دلیل امامؒ کی یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق مین یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے مین عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان شارت بائنۃ او ثلثا وقع ماشارت مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر کیف شئت مین عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد مین اگر مشیئت عورت کی موافق ہو ساتھ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیئت زوجہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت مین دونون کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہیگا اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہین تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیئت کا اور قول زیلعی اور عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہو سو سہو قلم کا ٹھیک یون ہو کہ بعد دخول کے رجعی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ماشئت لہا ان تطلق ما شارت فی مجلسہا ولم یکن بدعیا للضرورۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کم شئت یا ماشئت یعنی تو طالق ہو جتنا کہ تو چاہے یا جی بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہو طلاق دینے مین تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اُسی مجلس مین اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی مین نہ شمار ہوگا بسبب ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہو تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کیواسطے اسواسطے کہ اُسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اُسکو تین طلاق دینا بدعت ہو وان ردت او اتت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یون کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی یا لائی اُس فعل کو کہ جو مفید ہو اعراض کا تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تملیک ہو فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لہا طلقی نفسک من ثلث ماشئت تطلق مادون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ماشئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جسقدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق مین وہ مختار ہو اور مانند اُسی قول کے یہ قول ہو کہ اختیار کر اپنی ذات کے واسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث مین تبعیضیہ ہو اور کہا صاحبینؒ نے کہ من بیانیہ ہو تو اسصورت مین عورت تین طلاق بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہو اسواسطے کہ من اپنے حقیقی معنی مین مستعمل ہو فروع مسائل ملحقہ شارحؒ نے فال انت طالق ان شئت وان لم تشأ طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہو اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہین تو ایک شرط بلاشبہہ ثابت ہو ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لاتحب ولاتبغض ولایجوز ان لیشاء ولا تشاء اور اگر کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہو اور اگر اسکو مبغوض اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہو تو اسصورت مین عورت مطلقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ جائز ہو کہ عورت طلاق کو محبوب نہ رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان مشیئت اور عدم مشیئت عورت سے خالی ہونا جائز نہین ولو قال لہما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق فقالت کل انا اشد حبا لہ لم یقع لدعوے کل ان صاحبتہا اقل حبا منہا فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون سے کہ تم دو مین جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اُسکو طلاق ہو یا یون کہا کہ تم مین جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اُسکو طلاق ہو سو کہا ہر عورت نے کہ مین زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہ ہو کہ اُسکی سوت کو کمتر حب ہو نسبت مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنے کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیئۃ او الارادۃ او الرضا او الہوے او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرہا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیئت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوا یعنی خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہو جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خاص تعلیق ہو تو مقید بمجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

باب التعلیق

یہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق مین جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق اور شرط سے لہذا طلاق مفرد کے بعد مذکور ہوا ہو لغۃ من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہے علقہ تعلیقا سے عرب اس کلام کو اسوقت بولتے ہین جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہ مین تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اسکو تعلیق کہتے ہین چنانچہ انت طالق ان دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے ویسمی یمینا مجازا اور تعلیق کو یمین بھی مجازا کہتے ہین وشرط صحتہ کون الشرط معدوما علی خطر الوجود فالمحقق کان کانت السماء فوقنا تنجیز والمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہین لیکن موجود ہونا اسکا محال نہین تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یہ تنجیز ہے تعلیق نہین یعنی اگر کوئی یون کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے مین داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی وکونہ متصلا الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہوگی مگر بسبب جیسے زکے العبۃ صحیح ہوگی عذر یہ کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو وان لا یقصد بہ المجازاۃ فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک اولا اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کے بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ یعنی او بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر مین ایسا ہی ہون جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنے فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہو وذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اسصورت مین طلاق نہ واقع ہوگی اسی روایت پر فتوی ہے ووجود رابط حیث تاخر الجزاء کما یاتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہان جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا وشرطہ الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا فانت حر او حکما کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان ذہبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حکمی حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگرچہ تو جائیگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہین لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہے تو ملک حکمی کی دو صورتین ہین اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت مین ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکما بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی او الاضافۃ الیہ ای الملک الحقیقی عاما او خاصا کان ملکت عبدا او ان ملکتک لمعین فکذا او الحکمی کذلک کان نکحت امراۃ او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امراۃ یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کیطرف عام ہو یا خاص چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر مین مالک ہونگا تیرا یہ کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین کسی عورت سے نکاح کرون تو وہ مطلقہ ہے یا یون کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امراۃ نکحتہا فہی طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی وکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہین معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہوگئی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہان معنے شرط کے کافی نہین بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق مین شرط صریح ضرور ہے ہم شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی مین تعبیر لو ادھا ہے یعنی باسم و نسب اور تعبیر لو ادنہا

خوب ہے صورت تعیین اسم اور نسب کی یون ہے کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے مین نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب معین ہوچکی اسم اور نسب سے اسکی تعلیق طلاق مین مومی شرط کے کافی نہین بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال المرأۃ التی اتزوجہا طالق تطلق تزوجہا سو اگر مرد کہیگا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اُسکے نکاح کے اسواسطے کہ یہ عورت باسم و نسب اور اشارہ معین نہین تو اسکی صحت تعلیق مین معنے شرط کے کافی ہین ولو قال ہذہ المرأۃ الی آخرہ لتعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یون کہیگا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہ عورت جس سے مین نکاح کرونگا طالق ہے تو اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اُس سے نکاح کریگا اسواسطے کہ وہ معین ہوچکی بسبب اشارہ کرنے کے تو لغو ہوگیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا بیفائدہ ہوگیا اسواسطے کہ وصف معتبر ہوتا ہے غیر معروف مین اور معروف مین وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت مین شرط صحیح ذکر کرنا چاہیے اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو یہ طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یون کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اُس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات کی یہ تعلیق اسواسطے لغو ہوئی کہ تعلیق کیوقت نہ ملک تھی مرد کی عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کے وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فتزوجہا لم تطلق ومثلہ کل جاریۃ اطأہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ جس عورت کے ساتھ مین جمع ہون فرش مین تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو یہ منکوحہ طالق نہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہین کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش نہ ملک ہے نہ اضافت ملک کی اور مانند اسکے یہ قول ہے کہ جس لونڈی سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہے پھر مول لیا اُسنے ایک لونڈی کو پھر اُس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہوگی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لا تکون الا بالطعام معہا یطبخ عند المزور فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق مین یہ کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف مین یعنی مصر کے عرف مین نہین ہوتی مگر جبکہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور اس کھانے کو جسکی زیارت کو گئی ہے اُسکے پاس پکاوے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو بموجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید و فروخت کو گئی تو اسکو زیارت نہ کہینگے طحطاوی نے کہا کہ اب مصر مین یہ عرف باقی نہین ہے کما لغا ایقاعہ للطلاق مقارنا لثبوت ملکہ کانت طالق مع نکاحک یصح مع تزوجی ایاک لتمام الکلام بفاعلہ ومفعولہ جیسا کہ لغو ہے واقع کرنا زوج کا طلاق کو اپنی ملک ثابت ہونے کے متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ ہی اور ایقاع طلاق یون صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھ نکاح کرنے میرے کے تجھکو بسبب تمام ہوجانے کلام کے اپنے فاعل و مفعول پر بحر الرائق مین دونون صورتون مین اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک مین جب لفظ تزوج کا اپنے فاعل و مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو زوج یعنی ملک مجازاً قرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہوا واسطے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک مین فقط مفعول ہے فاعل مذکور نہین تو کلام ناقص ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اس تعلیل مین مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک مین فاعل مذکور نہین لیکن مقدر ہے اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا یہان قیاسی ہے اور جبکہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونون صورتون مین کچھ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی او زوالہ کمع موتی او موتک یا لغو ہے ایقاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا یون کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ہے ایقاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب مین مفصل مذکور ہوچکا فائدہ فی المجتبی عن محمد فی المضافۃ لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی وللحنفی تقلیدہ لفسخ قاض شافعی بل محکم بل افتاء عدل ولو فتوتین فی حادثتین وبہذا العلم والفتی بہ بزازیہ فائدہ ہے مناسب مقام کے مجتبی مین امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ یمین مضاف مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی تعلیق باضافت ملک اسطرح کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون یا جس عورت سے کہ نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنے کے بعد طلاق نہ واقع ہوگی اور اسی روایت پر فتوے دیا ہے علماء خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی مذہب کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کردینے مین یعنی اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اسکو جائز ہے کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اُس عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق مین تقلید محکم یعنی حکم اور پنچ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید محکم شافعی مین خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتوی دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور دو مفتیون کے دو فتوے پر عمل کرنا دو مقدمہ مین جائز ہے یعنی ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتوی دیا اور اُسنے

اس فتوے پر عمل کیا ایک عورت کے حق مین پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتویٰ دیا تو وہ شخص دوسرے فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق مین نہ پہلی عورت مین اور اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے
فتوی اسپر دینا نہ چاہیے۔ کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابوسعود نے کہا فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہو کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا اسکا علم رکھے فتویٰ دے
تاکہ جاہل لوگ ہدم مذہب پر راہ نہ پاوین اور بحر الرائق مین بزازیہ سے منقول ہو کہ ہمارے زمانہ مین فسخ یمین سے نکاح فعلی بہتر ہو اسطرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرے
اپنی احتیاج طرف نکاح فضولی کے بیان کرے سو عالم اسکا نکاح عورت سے کر دے اور یہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہوا کذا فی
حاشیۃ المدنی **ویبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ تعلیقہ للثلث وما دونہا** اور باطل کرتا ہو فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق مین اور دو طلاق لونڈی کے
حق مین تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اُسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ
اعتبار نرہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی **الا المضافۃ الی الملک لما مر** تنجیز تین کی مبطل ہو تعلیق کی مگر
اس تعلیق کو جو ملک کیطرف مضاف ہو مبطل نہین چنانچہ سابق مین یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہو جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنی جو بار کہ مین
تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہو تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہین ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا سو درست
نہین ہوا اسواسطے کہ سابق مین یہ مسئلہ کہین مذکور نہین **لا تنجیز ما دونہا** مبطل تعلیق ثلث کی نہین تین طلاق سے کمتر کی تنجیز **اعلم ان التعلیق یبطل بزوال المحل لا بزوال
الملک** دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہو زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہو بینونت کبری سے یعنی تین طلاق سے حرہ مین اور دو طلاق سے
لونڈی مین پھر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نرہا تو تعلیق بھی باطل ہو گئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے
پیدا ہو گی وہ بالفعل معدوم ہو اور معدوم لائق اعتبار کے نہین **فلو علق الثلث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شئ** تو اگر زوج
نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہوگی تعلیق مذکور تو نہ
واقع ہوگا کچھ عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نرہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اُس تعلیق کو کچھ علاقہ
نہین **ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ** اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو
بالکل معلق واقع ہوگا تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے
مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کر لیتا اس صورت مین تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہو کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہین
ہوتی پھر جبتک علت باقی ہو تو تعلیق بھی باقی ہو پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہوگی
خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو خواہ تین **والوقوع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ** اور واقع کرتے ہین امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی
ہوئی تو جسقدر ملک اول مین عدد طلاق کے باقی رہ گئے اتنے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی
یعنی فی الحال واقع کر دی اور بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح مین عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول مین دو طلاق کی
تنجیز کی تھی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہو جو باب الرجعۃ مین آویگا خلاصہ یہ کہ تنجیز ما دون ثلث مین باتفاق
شیخین اور محمد تعلیق باطل نہین ہوتی لیکن اختلاف ہو وقوع معلق مین شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہو اور محمدؒ کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہو اتنا واقع
ہوتا ہو **وثمرتہ فیمن علق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لم رجعتہا خلافاً لمحمد** اور ثمرہ اختلاف شیخینؒ اور محمدؒ کا ظاہر ہوتا ہو اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک طلاق
کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اُسنے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اُس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار مین داخل ہوئی تو شیخین کے
نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہو اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گو یا اُسکا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو بملک جدید پھر تین طلاق کا اختیار حاصل ہوا پھر جب ایک

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اسکو رجعت کا اختیار ہی بخلاف امام محمد رہ کے کہ اُنکے نزدیک زوج اول رجعت نہین کرسکتا اسواسطے
کہ دو طلاق پہلے واقع ہوچکی تھین اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینون طلاق پوری ہوچکین رجعت کی گنجایش کہان ہی وکذا یبطل بلحاقہ مرتدا بدار الحرب خلافا لہما
اور اسیطرح باطل ہوتی ہی تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہوکر بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی
وبفوت محل البر کان کلمت فلانا او دخلت ہذہ الدار فمات او جعلت بستانا کما بسطناہ فیما علقناہ علی الملتقی وفی مسئلۃ الکوز بفروعہا اور اسی طرح باطل ہوتی ہی
تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پورا کرنے کا مقام نہ باقی رہنے سے مثلا زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اُس
گھر مین تو طالق ہی پھر وہ شخص مرگیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہ تعلیق باطل ہوگئی یعنی اگر عورت اُس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے
شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہی اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا فروع مسئلہ تحتہ امۃ فقال لہا زوجہا
الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت لہ رجعتہا قنیہ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہی تین بار
پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر مین داخل ہوئی تو زوج کو اُس سے رجعت کرنا درست ہی کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے
زیادہ اُسپر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب دو طلاق معلق
واقع ہوئین تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہی والفاظ الشرط ای علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ ولو فتحہا وقع للحال
مالم ینو التعلیق فیدین اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیان وجود جزا کی یعنی یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نہ دیگر وجود شرط کے ایک اُنمین سے ان مکسورہ
ہی اور اگر زوج نے اُسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت نہ کرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق
ہوگی نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ واسمیۃ وبجامد وبما وقد ولن وبالتنفیس کما لخصناہ فی شرح الملتقی اور اسی طرح فی الحال طلاق
واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اُس جملہ مین جو متصل ہی ما اور قد اور لن اور تنفیس سے یا سین سے شروع کہتا ہی
چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہی شرح ملتقی مین ہم جملہ طلبیہ عبارت ہی امر و نہی اور تمنی اور تخصیص اور ندا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبہم فانہم عبادک
اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سألتکم من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ
اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق
کی یون ہی ان دخلت فطلقی او فانت طالق او فعسی ان تطلقی او فما انت لی بزوجۃ بہ نیت طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی بہ نیت طلاق او فسوف اطلقک
مثال طلبیہ۱۲ مثال اسمیہ مثال فعلیہ جامدہ۱۲ مثال ما۱۲ مثال قد۱۲ مثال لن۱۲ مثال سوف۱۲
خلاصہ یہ ہی کہ ان مواقع مین ف کا لانا واجب ہی پھر جب زوج ایسے موقع پر ف نہ لایا تو اُسنے شرط کی شرط نہ ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہوئی جب
تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃً مقبول ہوگی نہ قضاءً کما مر واللہ اعلم واذ واذا واذا ما وکل ولم یسمع کلما
الا منصوبۃ ولو مبتدا لاضافتہا للمبنی اور الفاظ شرط سے اذ ہی اور اذا اور اذا ما اور کل اور مسموع نہین ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو موجب مذہب ابن عصفور
نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد منصوب سے مفتوح ہی بدلیل اضافت الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو کانت طلاق لو دخلت الدار تعلق
بدخولہا اور الفاظ شرط سے متی ہی اور متی ما ہی اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہی اگر داخل ہوگی گھر مین تو طلاق معلق
ہوگی عورت کے دخول پر ومن نحو من دخل منکن الدار فہی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارا طلقت بکل مرۃ لان الدخول اضیف الی جماعۃ فاز واد عموما کذا فی النہایۃ
وہی غریبۃ وجعلہ فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہی چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گھر مین
وہ طالق ہی تو اگر ایک عورت اُنمین سے داخل ہوگی گھر مین چند بار تو اُسپر بقدر ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو

اسکا عموم زیادہ ہو گیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الغایہ اور یہ مسئلہ غریب ہو وجہ غرابت کی یہ ہو کہ تکرار فعل کی فقط کلما مین مشہور ہو نہ اسکے غیر مین اور بحر الرائق
مین روایت غایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہو اور کہا ہو کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا کلما تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا
وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان الفاظ شرط مین سب مین باطل ہو جاتی ہو
یمین بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاے مگر کلما کے لفظ مین ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ کلما مین بعد تین بار کے یمین
باطل ہوتی ہو بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہو لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی
گھر مین تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہوگی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آویگی اور چوتھی بار گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے
اور اگر کہا کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ مین نکاح کرون تو وہ طالق ہو تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح
کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہو نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک
فانت کذا لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج
اول اس سے نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جبکہ مین تجھسے تزوج کرون تو تو طالق ہو تو اس صورت
مین بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہین تو طلاق واقع ہوگی ہر بار
نکاح کرنے سے اگرچہ سو بار نکاح کرے بعد زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جائیگی یعنی تزوج تو بالضرور اسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا
لو قال لموطوءتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہو کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جبکہ مین تجھکو طلاق
دون تو تو طالق ہو پھر اسکو ایکبار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے ولو قال کلما وقع
علیک طلاقی یقع ثلث لتکرر الوقوع لکنہ لا یزید علیہ الثلث اور اس قول مین کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہو پھر
اسکو ایک طلاق دی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی
اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے تنجیز تین کی مبطل ہو
تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمین تکرار وقوع کی نہین تو دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک بنکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ
ثم نکحہا او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہین باطل کرتا تعلیق
کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی
کے یا اس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے کل تعلیق کے مراد محل
تعلیق سے عورت اور غلام ہو اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہین یہ اس صورت مین ہو جبکہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے
ہوا ہو تو بلاشبہہ مبطل ہو تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہو تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق
والا لا اور باطل ہو جاتی ہو تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک مین ہوا ہو یا غیر ملک مین دونون طرح تعلیق باقی نہین رہتی لیکن اگر ملک
مین شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک مین نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر مین مثلا بعد ابانت اور انقضاء عدت کے
قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہین ہوتی غیر ملک مین چنانچہ اسی شارح نے مسئلہ آئندہ کو شروع کیا فحیلۃ من علق الثلث
بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہو کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر جبکہ ہو رہا بائنہ

کہ اُسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر مین داخل ہو تو ٹوٹ جائیگی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہوجاتی ہی پھر اُس عورت سے نکاح
کرے تو اگر عورت پھر اُس گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا یہ اُس صورت مین ہی جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہو اور اگر بکلمہ کلما تعلیق ہو تو ایکبار داخل ہونے سے تعلیق نہ
باطل ہوگی تو وہان بعد عدت کے قبل اعادۂ نکاح کے عورت کو تین بار گھر مین داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہوگی کما مر فی حاشیۃ المدنی فان اختلفا فی
وجود الشرط ای ثبوتہ لیعم العدمی فالقول لہ مع الیمین لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف پڑے زوج اور زوجہ مین وجود شرط مین یعنی ثبوت شرط مین شارح نے وجود
کو ثبوت کر اسواسطے تقریر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل رہے چنانچہ ان لم تدخل الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف مین قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا
بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہی ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاما فادعی الوصول وانکرت کان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ ومفاد
تعلیل مذکور کا یہ ہی کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روزہ خرچ عورت کے نہ پہونچنے پر یعنی یون کہا کہ اگر تجھکو تیر النفقہ مثلًا شہر رجب مین پہونچے تو تو طالق ہی پھر
دعوی کیا زوج نے وصول کا اور انکار کیا اُسکا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہی قنیہ مین بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہی لیکن در پردہ مدعی ہی
طلاق کی اور نفس الامر مین ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہی تو اُسی کا قول معتبر ہوگا لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر وہو یقتضی
تخصیص المتون لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما یفیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب کما لا یخفی لیکن تصحیح کی ہی خلاصہ اور بزازیہ مین اُسکی کہ
مسئلہ سابقہ مین عورت ہی کا قول معتبر ہی اور اسی کو ثابت رکھا ہی بحر الرائق اور نہر الفائق مین اور یہ مقتضی ہی متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون مین مطلقا قول زوج ہی
معتبر ہی اختلاف کے نزدیک خواہ وصول نفقہ مین اختلاف ہو یا اُسکے غیر مین لیکن مصنف نے منح الغفار مین کہا ہی کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا ہے اپنے
فتوی مین موافق متون اور شروح کے اسواسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہین نقل مذہب مین تو بلاشبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی خلاصہ اور بزازیہ
کی روایت پر اسواسطے کہ وہ دونون فتاوے مین داخل ہین چنانچہ یہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہین الا اذا برہنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجی صہرتی
اللیلۃ فامرأتی کذا فشہدا انہا لم تجیء قبلت وطلقت منح مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ شرط نفی کی ہو چنانچہ یون کہا زوج کا کہ اگر
آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آویگی تو میری عورت طالق ہی پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہین آئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور
عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی مسموع نہین لیکن یہان اسواسطے مسموع ہوئی کہ یہ ظاہر مین نفی ہی لیکن حقیقت مین اثبات ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وفی الیتیمین ان لم اجامعک فی حیضک فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء والا لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والآتیۃ لیستا
علی اطلاقہما اور یتیمین مین یون روایت ہی کہ زوج نے کہا کہ اگر مین تجھ سے جماع نہ کرون تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہی موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ مین نے تجھے جماع
حیض مین کیا اگر دعوی جماع کے وقت عورت کو حیض موجود ہی تو زوج ہی کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ مالک ہی انشاء جماع کا یعنی حیض مین جماع کرنا اُسکو ممکن ہی گو شرعًا جائز نہین
اور اگر وقت دعوے جماع کے عورت طاہر ہی حائض نہین تو قول زوج کی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ واقع اُسکے قول کے مخالف ہی اور طلاق سنت کا وقت موجود ہی یعنی طہر شارح
کہتا ہی کہ مسئلہ سابقہ یعنی ان اختلفا فی وجود الشرط فالقول لہ اور مسئلہ آیندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہ دونون مسئلہ اپنے اطلاق پر نہین ہین بلکہ مقید ہین مطلق نہین اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی
یتیمین کی روایت سے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہین اور تقیید مسئلہ آیندہ کی خود دہین مصرح ہی وما لا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی حق نفسہا
خاصۃ استحسانا بلا یمین بحثا اور جو شرط جسکا وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور حب اور بغض تو وہان عورت کے قول کی تصدیق ہوگی فقط اُسکی ذات کے حق مین اُسی کے
حق مین اسواسطے کہ اپنے واسطے وہ امین ہی اور اپنی سوت کے واسطے متہم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہی بدون قسم کے کذا فی النہر الفائق بحثا وجہ استحسان کی یہ ہی کہ یہ شرط
بدون عورت کے معلوم نہین ہو سکتی اور اُسپر حکم شرعی مترتب ہوا تو عورت پر اُسکی خبر دینا واجب ہی تاکہ حرام مین نہ واقع ہو ومراہقۃ کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت
قریب البلوغ بالغہ کی برابر ہی اور احتلام مانند حیض کے ہی قول اصح مین تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجھکو حیض آیا تو اُسکی تصدیق ہوگی

مانند بالغ کے اور اسیطرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کفولہ ان حضت فانت طالق
وفلانۃ وان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر فلو قالت حضت والحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی حدادی او حب طلقت ہی
فقط ان کذبہا الزوج فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی چنانچہ یوں کہنا زوج کا اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یوں کہا کہ
اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اُسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اُس وقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہوگیا تو اُسکا
قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اسکو صریح کیا ہے یا عورت نے یوں کہا مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ میں عذاب خدا کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت بمجرد مطلقہ
ہوگی نہ اُسکی سوت اگر زوج نے اُسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اُسکی تصدیق کی یا زوج کو اُسکے حیض کا ہونا معلوم ہوگیا تو دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی
اور اُسکی سوت کذا صرح الحدادی وفی ان حضت لا یقع برویۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان تم ثلثا وقع من حین رأت کان بدعیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائض
ہوگی تو تو طالق ہے طلاق واقع ہوگی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اُس وقت سے کہ عورت
نے خون کو دیکھا اور طلاق بدعی ہوئی اسواسطے کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ فتزوجت باٰخر فی ثلثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی وتصدق فی حقہا
دون ضرتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے دوسرے زوج سے تین دن میں تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو وراثت اس عورت کی
زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ یہ خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اُسکا وارث ہوگا اور تصدیق
ہوگی عورت کے قول کی اُسی کے حق میں نہ اُسکی سوت کے حق میں کما مر وفی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا العدم تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ
اسم للکامل اور زوج کے اس قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض کر یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کر یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکساں ہے بسبب
عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اُس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا
اور پورا ہونا بدون پاکی کے متصور نہیں ثم انما یقبل قولہا مالم تر حیضۃ اخری جوہرہ پھر جاننا چاہیے کہ قول عورت کا حیض ہونے میں اُسوقت تک مقبول ہے کہ اُسنے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی
الجوہرہ یعنی حالت حیض میں یا بعد پاک ہونے کے حیض کا اظہار کیا تبتک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہوگا وفی ان صمت یوما فانت
طالق تطلق حین غربت الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ یصدق بساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایکدن تو تو طالق ہے تو طلاق
واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اسواسطے
کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول
تلزمہا واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ کہا زوجہ سے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دو بار طلاق ہے سو عورت
لڑکا اور لڑکی ایک کو دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اُسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے
بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شی لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدت
اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ متصل ہوا انقضاء عدت کے اُس سے کچھ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان
علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اُسمیں کچھ کلام کی حاجت نہیں اگر
عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور
عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور مرد نے کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو
تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت میں حصوں سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

لسبب لاولادت کے مقتضی نہین ہوتی اسواسطے کہ ولادت وادین معاشرطا واقع ہوگئی طلاق کی وان ولدت غلاما وجاریتین ولم یدر الاول یقع ثنتان قضاء وثلث تنزہا اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیان اور پہلا ولد معلوم نہین تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنابر احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان مین ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اُسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہونگی پھر باقی دو سے کچھ نہ واقع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النہر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزہا اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہین تو بنابر قضا کے ایک طلاق واقع ہوگی اور بنابر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہین تو ایک طلاق ایک غلام سے دوسرے سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوئی لسبب اول غلام کے اور ولادت جاریہ سے کچھ نہوگا اسواسطے کہ انقضاء عدت اُسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا وسط تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لسبب اول غلام کے اور دو لسبب جاریہ کے تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا مین اقل لازم ہوگا اور بنابر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وہذا بخلاف مالو قال ان کان حملک غلاما فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاما وجاریۃ لم تطلق لان الحمل اسم للکل فمالم یکن الکل غلاما او جاریۃ لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کا مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہین پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جب تک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی لسبب نپائے جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان مافی بطنک غلاما والمسئلۃ بحالہا لعموم ما اور اسی طرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی لسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جب جمیع مافی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جائے حالانکہ ایسا نہین بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالہا فانہ یقع الثلث لعدم اللفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہین پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول مین کوئی عام لفظ نہین کہ جمیع مافی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونون پر صادق آتا ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل پر تو طلاق اُسپر واقع ہوگی یہانتک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت نہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس مین جنے تو طلاق نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی

قال ان ولدت ولدا فانت طالق او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ مطلقہ ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہین قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ فتنقضی بالعدۃ جوہرہ کہا مولٰے نے اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اُسکے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جائیگی کذا فی الجوہرہ م حلبی ور طحطاوی محشیون نے کہا کہ اس مسئلہ مین سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر بعد آزاد ہونے کے اور آزادی ثابت نہین ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے مدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی تو ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی

علق العتاق والطلاق ولو الثلث بشیئین حقیقۃ بتکرار الشرط او لا کان جاء زید او بکر فانت کذا لم یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک الا لا اشتراط الملک حالۃ الحنث وہی مسئلۃ رباعیۃ تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق ہون دو چیز پر فی الحقیقۃ دو پر تعلیق ہو لسبب مکرر لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق دو چیز پر بدون تکرار شرط کے ہو اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق (آزادی ۱۲) اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک مین پائی جاوے اور اگر شرط ثانی ملک مین نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی لسبب مشروط ہونے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک مین حاصل ہوئی تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک مین حاصل ہونا کافی نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتون کا محتمل ہے ایک صورت یہ کہ دونون چیزین ملک مین پائی

جاوین اسمین طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونون چیزین ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہوگی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری تو اسمین طلاق نہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی نہ پہلی اسمین طلاق واقع ہوگی علق الثلاث او العتق لامتہ بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیہ العقر فی اللبث بالکسر لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونون شرمگاہ کے یعنی بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونون صورتون مین بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہین بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سوا ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا معر عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ مین لونڈی مین دسوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ ولذا لم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدون ادخال کے جماع نہین لہذا بسبب ٹھہرنے کے طلاق رجعی مین زوج مراجع نہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو بوجہ اس ٹھہرنے کے رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمد رح کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہین کہتے اور ابویوسف رح کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہین اور مساس مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق مین کہا کہ مذہب ابویوسف رح کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانیا حقیقۃ او حکما بان حرک نفسہ فیصیر مراجعا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونون طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے کم اس قول سے شارح نے سراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اسمین یون مذکور ہے کہ تعلیق عتق مین جبکہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ یہ وطی بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک مین داخل ہوئی نہ شبہ حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہین ہر وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا اے فلانۃ علیک فہی طالق اذا نکح فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے زوج کے کہ اگر مین فلانی سے نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اسکی عدت مین جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہین ہم عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین تو عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین وقیدہ فی النہر بحثا بما اذا اراد رجعتہا والا فلا قسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو دونون صورتون مین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق مین بحث کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہو چکا پھر جب اسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی بسبب عدم شرط کے ہم عنقریب گذرا کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق انشاء اللہ متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق یا زانیۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیۃ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ ملا کر مگر یہ کہ انشاء اللہ کو متصل نہ کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی سے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منھ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو
فاصل تاکیدی کی مثال چنانچہ انت طالقٌ طالقٌ انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انت طالقٌ واحدۃ او ثلثا او بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہو حد
طلاق کا یا ندا کا چنانچہ مفید حد کی مثال انت طالقٌ یا زانیۃ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا
کلثوم انشاء اللہ سو ان سب صورتون مین استثناء صحیح ہو کذا فی الخانیۃ یعنی اسقدر انفصال مانع اتصال استثنا کا نہین بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا
انشاء اللہ وقع بائنا لایقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یون کہنا کہ انت طالقٌ رجعیا انشاء اللہ تو اسمین طلاق واقع ہوگی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہو اسواسطے
کہ لفظ طالق خود موضوع ہو واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہوگا صحت استثنا کو اور اگر یون کہیگا کہ انت طالقٌ بائنا انشاء اللہ تو
طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ فاصل لغو نہین کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہو چنانچہ عنقریب گذرا او لو قال رجعیا او بائنا لایقع بنیۃ البائن لا الرجعی
قنیۃ وقواہ فی النھر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہوگی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فے القنیہ اور
تقویت دی ہو روایت قنیہ کو نہر الفائق مین ہم بحر الرائق مین قنیہ کی روایت کی تضعیف ہو اور نہر الفائق مین اُسکی تقویت ہو اور درالمختار کے محشیون نے
یعنی شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہو بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب ذکر رجعی مسبب ہو طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہوگی اور
جبکہ ذکر بائن سے طلاق نہین ہوتی تو اُسکی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعا بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فیصح استثناء الاصم
خانیۃ استثناء متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منھ کی طرف تو سُن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فے
الخانیۃ یعنی جب سماع کی یہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سُن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہوگا کہ ہر چند وہ خود نہین سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہو
تو یہ قول جو مشہور ہو فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہو جسکو آپ سنے اس سے اصم مستثنی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی لایقع للشک نہ واقع ہوگی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب
شک کے اسواسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہین تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت مین اور نکاح ثابت ہو چکا ہو بالیقین تو
طلاق نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوجہ مرگئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسقدر کہا تھا
کہ انت طالق ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مرگئی تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہو کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہوگا اور اگر طلاق
پڑتی تو زوج اُسکا وارث نہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مرگیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہوگی بسبب عدم استثنا کے ہم استثنائے زوج کا ارادہ
اسطرح معلوم ہوسکتا ہو کہ زوج نے قبل تلفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو مذکور کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہین صحت استثنا مین قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین
طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اُسکی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی ولا التلفظ بھما اور شرط نہین بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق
وکتب الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیۃ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا اسکے بالعکس کیا یعنی طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً
بولا یا طلاق اور استثنا دونون کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینون صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تلفظ شرط نہین کذا فی العمادیۃ ولا العلم بمعناہ حتی
لو اتی بالمشیۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور شرط نہین جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام مین بلا قصد ونادانستہ بولا تو بھی طلاق واقع نہوگی بخلاف
امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک صحت استثنا مین قصد اور اُسکے معنی کا علم شرط ہو وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شیء بالطلاق فاستثنی لہ الغیر ظانا صحتہ بعدم الوقوع انتہی قلت
ولم اره لاحد من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہو شیخ رملی شافعی نے اُس شخص کے حق مین جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانے والے کیواسطے کوئی غیر
شخص نے درحالیکہ قسم کھانے والا صحت استثناء غیر کا گمان رکھتا ہو فتوی دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اسطرح کا اس عالم کے نزدیک صحیح ہو لہذا عدم وقوع کا فتوی
دیا شارح لکھتا ہو کہ ہمنے اپنے علماء حنفیہ سے کسی کو نہین دیکھا جسنے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء حنفیہ کا یہ ہو کہ اتحاد متکلم شرط ہو تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہوگا

۴۱ تو طالق ہو / طالق انشاء / اللہ ۱۲
۴۲ تو طالق / رجعیہ یا بائن / یا طالق / بائن سے / انشاء اللہ
۴۳ ۱۲ تو طالق ہو / زنا کار رجعیہ
۴۴ تو طالق ۱۲ / ہو اور طالق ہو / انشاء اللہ ۱۲
۴۵ تو طالق ہو / ای کلثوم انشاء / اللہ ۱۲
۴۶ تو / طالق ہو طلاق / رجعی انشاء / اللہ ۱۲

واللہ اعلم ولو شہد ابہا وہو لا یذکرہا ان کان بحال لا یدری ما یجری علی لسانہ لغضب جاز لہ الاعتماد علیہما والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہوں نے مشیت کی یعنے
انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہیں اسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اُسکی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد
کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہی اور اگر اُسکو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اُسکو اُنکے قول پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی بحر الرائق ویقبل قولہ ان ادعاہ وانکرتہ
فی ظاہر المروی عن صاحب المذہب وقیل لا یقبل الا ببینۃ وعلیہ الاعتماد والفتوے احتیاطا لغلبۃ الفساد خانیۃ اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ
مدعی ہوا استثنا کا اور منکر ہوا اُسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہی صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہی کہ زوج کا قول مقبول نہیں بدون گواہون کے
اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہی بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیۃ یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہیں تو بدون
گواہون کے قول زوج پر اعتماد نچاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کرین کہ جاہل ایک طرف بعضے علما طمع دنیا سے سائل کو یہ بھی
حیلہ سکھا دیتے ہین تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور انفسنا وقیل ان عرف بالصلاح فالقول لہ اور بعضے علمانے یعنی کمال الدین بن الہمام نے
فتح القدیر مین کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اسیکا قول معتبر ہوگا خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑے
تو ظاہر الروایت کیطرف رجوع کرنا واجب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وحکم من لم یوقف علی مشیتہ فیما ذکر کالانس والجن والملائکۃ لو الجدار والحمار کذلک اور حکم اُس
شخص کا جسکی مشیت نہیں معلوم ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیۃ مین چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہی جیسا مشیت خدا کا حکم ہی
یعنی اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہی اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش
معلوم نہین ہو سکتی اسی طرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدھے مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد
جمیع حیوانات ولو شرک کان شاء اللہ وشاء زید لم یقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اُس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہی مثلاً یون کہا کہ تو مطلقہ ہی اگر
چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما ومالم اور مانند ان شرطیہ کے ہی لفظ الا وان لم واذا اور ما
اور مالم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یون کہا کہ
انت طالق ماشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق مالم یشاء اللہ تو ان سب مثالون مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ انشاء اللہ کہنے سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء
انت طالق لولا ابوک ولولا حسنک ولولا انی احبک فلا یقع خانیۃ اور استثنا مین سے یہ قول ہی کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا باپ نہ ہو اور انت طالق
لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا حسن نہو اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہی اگر مین تیرا محب نہو تا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیۃ یہ قول
استثنا مین اسواسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہی یعنی طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنہ سبحان اللہ ذکرہ ابن الہمام نے فتواہ اور استثنا
مین سے ہی سبحان اللہ بیان کیا ہی اسکو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتوی مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ
سے نہین ہوتی ثم سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہی کہ قتال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ
استثنا کے ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکے متبادر ہوتا ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء اللہ وانت حر وحر
انشاء اللہ طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثانی لغو ولا وجہ لکونہ تاکیدا للفصل بالواو بخلاف قولہ حر حر او حر وعتیق لانہ توکید وعطف
تفسیر فصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہی تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہی اور حر ہی اگر چاہا اللہ تعالی
نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنے ثلثا اور حر لغو ہی لفظ اول سے
کچھ زیادہ فائدہ اسمین نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہو گئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیح

نہو الخلاف اس قول کے کہ انت حر حر ان شاء اللہ تعالیٰ یا انت حر و عتیق ان شاء اللہ تعالیٰ اسواسطے کہ قول اول تاکید ہے اور قول ثانی عطف تفسیری ہے تو استثنا صحیح ہوگا تو غلام نہ آزاد ہوگا **وکذا لایقع الطلاق بقوله ان شاء اللہ انت طالق فانہ تطلیق عندہما تعلیق عند ابی یوسف رح لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع کما لو اخرہ**

صححہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف رح الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدم المشیۃ ولم یات بالفاء اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ انت طالق اسواسطے کہ یہ قول تطلیق ہے امام رح اور محمد رح کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک ابی یوسف کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہے اور ایجاب سے مراد انت طالق ہے سو جبکہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ طلاق نہیں واقع ہوتی اگر استثنا موخر ہو اسطرح کہ انت طالق ان شاء اللہ تعالیٰ اور تصحیح کی ہے بزازی نے ابو یوسف رح کے قول کی اور خانیہ میں ہے کہ ابو یوسف ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنے ان شاء اللہ تعالیٰ انت طالق ابو یوسف رح کے نزدیک تطلیق ہے اور امام رح اور محمد رح کے نزدیک تعلیق اور ہر تقدیر پر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جبکہ مقدم کرے

زوج مشیت کو یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ کو اور فی جزا میں نہ لاوے ہم شارح نے تصریح کی کہ متن اس مقام میں خلاف مفتی بہ ہے وان اتی بہا لم یقع اتفاقا کما فی البحر والشرنبلالیۃ والقہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور میں فی لاویگا یعنی یون کہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ فانت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین رح کے طلاق واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا میں مصرح ہے وثمرتہ فیمن حلف لایحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس اختلاف کا اُس شخص کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جسنے قسم کھائی کہ میں طلاق کی قسم نہ کھاؤنگا اور وہ قول بولا یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ انت طالق اُسکی زبان سے نکلا تو اسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر ہم یہ مسئلہ مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہیں چنانچہ نہر الفائق میں قاضیخان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح نہیں ہے یعنی تعلیق ہے ابو یوسف رح کے نزدیک اور محمد رح کے نزدیک تعلیق نہیں بلکہ ابطال ہے یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی **وبانت طالق بمشیۃ اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ لاتطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط** اور اس قول سے کہ تو طلاق ہے ساتھ مشیت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے یا ساتھ محبت خدا کے یا ساتھ رضاء الٰہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی بے بمعنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق ان شاء اللہ سے طلاق نہیں واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت الٰہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہیں بشر کو اطلاع اُنپر ممکن نہیں تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو **وان اضافہ ای المذکور من المشیۃ وغیرہا الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر علی المجلس** کما مر اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنے مشیت وغیرہا کو بندہ خدا کی طرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیت میں اسکا بیان ہو چکا یعنی اگر یون کہا کہ تو طالق ہے بمشیت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضاء زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے نہ بعد مجلس کے **وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالیٰ او الی العبد اذ یراد بمثلہ التنجیز عرفا** کقولہ انت طالق بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کی طرف منسوب ہوں خواہ بندہ کی طرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف میں تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق تو گویا مطلب یہ ہے کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج کا یون کہنا کہ تو طالق ہے بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی **وان قال ذلک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل** اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیت وغیرہ اور امر وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا یعنی یون کہا کہ انت طالق لمشیۃ اللہ او لامرہ تو سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کیواسطے نفس لامر میں ضرور نہیں **وان کان ذلک بحرف فی ان اضاف الی اللہ تعالیٰ لایقع فی الوجوہ کلہا لان فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز لوجود قدرتہ تعالیٰ قطعا کالعلم** اور اگر امور عشرہ قول مذکور میں متصل ہوں بحرف فی تو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی

ف
مستثنیٰ متصل کا ن
مفتی بہ ہے ۱۲
ط
تو آزاد ہے تو آزاد
مگر خدا چاہے
۱۲ ش
تو آزاد ہو
ضبط کر ان شاء
مشہد ۱۲
ان شاء اللہ
تو طلاق والی
۱۲ ح
تو طلاق ہے
بسبب مشیت
اللہ تعالیٰ کے
یا بوجہ اس کے
ارادے ۱۲

تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتون مین اسواسطے کہ فی بمعنی شرط ہے تو انت طالق فی مشیۃ اللہ بجائے انت طالق ان شاء اللہ کے ہے مگر لفظ علم مین فی الحال طلاق واقع ہوگی
اور اسیطرح قدرت مین اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود ہونے قدرت حقتعالی کے یقینا مانند علم الہی کے یعنی اگر یون کہا کہ
انت طالق فی علم اللہ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الہی اور قدرت الہی قطعی الوجود ہین حقتعالی ورعلیم ہے کسیوقت نفی علم
اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکیم مطلق کبھی
شی کو مقدر کرتا ہے اور گاہے نہین تو اسصورت مین تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما بمعناہا کالہوی والرؤیۃ
وتعلیقا فی غیرہا وہی ستۃ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور مین یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی
ہو چنانچہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رویت یعنی رویت قلبی اور یہ اضافت تعلیق ہوگی ان چارون کے غیر مین اور وہ چھ ہین یعنے امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور
قدرت تو اگر زوج نے یون کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تطلیق کا اختیار ہے اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہے ثم
العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد والعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فہی ستون پھر الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کی طرف یا عبد کی طرف تو بیس ہوئے
اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ اور لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید او لعلم زید او فی علم
زید تو یہ ساٹھ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہین وفی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ مین ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو
اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی بولے دوسرے یہ کہ دونون کو ساتھی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو مین ضرب
کیجیے تو ایک سو بیس ہوتے ہین شارح نے اس سے بھی زیادہ تی کا ارادہ کیا لہذا کہا وعلی ما مر عن العمادیۃ فہی مائۃ وثمانون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے ابھی بیان عنقریب مذکور
ہو چکا تو ایک سو اسی ہوتے ہین عمادیہ مین تین احتمال مذکور ہین ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورا لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا تیسرے یہ کہ
استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین مین ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہین حلبی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا
مضاف ہون خدا کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہوان شرطیہ سے یا بے سے یا لام یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار مین ضرب کرنے سے اور
ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونون ملفوظ ہون دوسرے یہ کہ دونون مکتوب ہون تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب
ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار مین ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے انتھتر ہزار ایک سو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کی ہین وفوق کل
ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر تفاصیل کا ضرور نجانا وفی کیف شاء اللہ تطلق
رجعیۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طلاق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگی
بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہگیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلاثا الا واحدۃ تقع ثنتان اس قول سے کہ تو طلاق ہے
تین بار مگر ایک نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بالاخلاف جائز ہے یہانسے بحث استثنا تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنا تعطیلی کے بحر الرائق مین کہا کہ
استثنا دو قسم ہے ایک استثنای عرفی دوسرا استثنای وضعی استثنای عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنا وضعی اب مذکور ہوتا ہے استثنای وضعی وہ ہے جو ما بعد الا یا اخوات الا
مذکور ہو اور ما بعد الا کا حکم مین مخالف ہوتا ہے ما قبل الا سے ما قبل الا کو مستثنی منہ کہتے ہین اور ما بعد الا کو مستثنی بولتے ہین وفی الا ثنتین تقع واحدۃ اور اس قول مین کہ انت طالق
ثلثا الا ثنتین یعنی تجھکو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا تقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویہ اور اس قول مین کہ انت
طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منہ کے ہو یا مین برابر اسکے معنے ہو استثناء
بلفظ صدر کی مثال متن مین مذکور ہو چکی یعنی ثلث سے ثلث مستثنی ہوا اور مساوی کی یہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ و واحدۃ و واحدۃ وفی نسائی طوالق الا ہولاء ر

او الا زینب و عمرة و ہند و عبیدی احرار الا ہولاء او الا سالما او غانما او راشد او ہم الکل صح کما یجی فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو
چنانچہ نسائی طوالق الا ہولاء یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر یہ یا یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب و عمرہ و ہند یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب اور
عمرہ اور ہند اور چنانچہ عبیدی احرار الا ہولاء یعنی میرے غلام آزاد ہین مگر وہ یا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہین مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اُسکی عورتین
اور غلام اتنے ہی ہین جتنے کہ اُسنے مذکور کیے تو یہ استثنا صحیح ہی اگرچہ استثنائے کل ہی اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہی اگرچہ واقع مین اُسکی کل عورتین اتنی ہی ہین اور
لفظ عبید بھی عام ہی اگرچہ نفس الامر مین اُسکے غلام اتنے ہی ہین چنانچہ کتاب الاقرار مین آویگا و یعتبر فی المستثنی کونہ کلا او بعضا من جملة الکلام لا من جملة
الکلام الذی یحکم بصحتہ و ہو الثلث اور مستثنی مین معتبر ہی ہونا اُسکا کل یا بعض مستثنی منہ کا منجملہ مطلق کلام کے نہ منجملہ اُس کلام کے جسکی صحت پر حکم ہوتا ہی اور وہ
تین ہین یعنی اگر مستثنی منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو اُسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے ففی انت طالق عشرا الا تسعا یقع واحدة تو اس قول مین
کہ تو طالق ہی دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو منجملہ کلام صحیح کے اعتبار کرتے یعنی تین طلاق
سے استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے کہ اکثر اقل سے نہین گر سکتا و الا ثمانیة یقع ثنتان اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا ثمانیة یعنی تو طالق ہی دس بار
مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہین و الا سبعا یقع ثلث اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنے تو
طالق ہی دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہونگی و متی تعدد الاستثناء بلا واو کان کل اسقاطا مما یلیہ اور جبکہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنی کا اسقاط
اپنے متصل سے اور یہی صحیح مذہب نحویون کا ہی اور اگر چند مستثنی بحرف واو ہون تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا و الا ثلثا
و الا واحدة مین ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ خمس اور ثلث اور واحد کا مجموعہ نو ہین جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیة المدنی فیقع ثنتان با
طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیة الا سبعة جب مستثنی متعدد بلا واو کا ضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہی دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات اور
اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ کہ اول مستثنی کو مستثنی منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اُسکو ثانی مستثنی پر بڑھایا اور ثالث مستثنی کو ثانی سے ساقط کیا
وعلی ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنی مراد ہی سو مثال مذکور مین اول مستثنی تسعہ ہی اُسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اُسکو ثانی مستثنی یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو
تسعہ ہوا پھر اُس سے ثالث یعنی سبعہ کو ساقط کیا دو باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنے اخیر کو اُسکے قریب سے
ساقط کیا جو باقی رہا اُسکو اُسکے قریب سے گرایا اسی طرح گراتے گئے مستثنی منہ تک سو مثال مذکور مین اخیر مستثنی سبعہ ہی اُسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے
آٹھ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے اسیواسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیة المدنی و یلزمہ خمسة بلہ علی عشرة الا تسعا الا ثمانیا الا سبعا الا ستا
الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنین الا واحدا اور لازم ہونگی مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلا زید نے کہا کہ خالد کے مجھپر دس درم ہین مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار
مگر تین مگر دو مگر ایک اور وجہ اسکی بموجب قاعدہ اولی کے یہ ہی کہ مستثنی اول یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اُسکو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اس سے سات کو ساقط
کیا دو باقی رہے اُنکو چھ پر بڑھایا آٹھ ہوئے اس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے اُنکو چار پر بڑھایا سات ہوئے اس سے تین کو گرایا چار باقی رہے اُنکو دو پر
بڑھایا چھ ہوئے اُس سے ایک ساقط کیا پانچ باقی رہگئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اُسکو تین سے گرایا دو باقی رہے اُنکو چار سے ساقط
کیا دو باقی رہے اُنکو پانچ سے گرایا تین باقی رہے اُنکو چھ سے گرایا تین باقی رہے اُنکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے اُنکو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے اُنکو نو سے
ساقط کیا پانچ باقی رہے اُنکو دس سے گرایا پانچ باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچ درم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکے دریافت کرنے کا سو اسکو
شارح نے اپنے اگلے قول مین بیان کیا و تقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک و الثانی بیسارک و الثالث بیمینک و الرابع بیسارک و ہکذا ثم تسقط ما بیسارک
مما بیمینک فما بقی فہو الواقع اور تقریب اسکے دریافت کی یہ ہی کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ مین اور عدد ثانی کو اپنے بائین ہاتھ مین اور عدد

ثالث کو اپنے داہنے مین اور عدد رابع کو اپنے بائین مین اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے مین اور ایک بائین مین آخر تک پھر ساقط کر بائین ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہو تو مثال مذکور مین مستثنی اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ مین لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائین مین لیا پھر ثالث یعنے سات کو داہنے مین لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائین مین لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے مین اور سادس یعنی چار کو بائین مین لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے مین اور ثامن یعنی دو کو بائین مین لیا باقی رہا ایک اسکو داہنے مین لیا تو داہنے مین نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائین مین آٹھ اور چھ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا بیس پھر بائین ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہین اخراج بعض التطلیقة لغو بخلاف ایقاعه ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہین بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اوائل باب مین مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہین فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقة وقع الثلث فی المختار عن الثانی قہستانی فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہین مگر آدھی طلاق تو قول مختار مین تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اُنکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے

وفی السراجیة انت طالق الا واحدة تقع ثنتان انتہی فکانه استثنی من ثلث مقدر اور سراجیہ مین ہے کہ اس قول مین کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگے انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہین سالت المراة الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقة فقالت المراة ثلث تکفینی فقال ثلث لک والبواقی لصواحبک وله ثلث نسوة غیرها تطلق المخاطبة لا غیرها اصلا ہو المختار لصیرورة الباقی لغوا فلم یقع بصرفه لصواحبها ایک عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہین سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتون کیواسطے اور حالانکہ اُس مرد کے تین عورتین اور ہین سوا مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہو جانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس میں سے تین کے باطل ہوگئے تو انکی سوتون پر لغو طلاق کے صرف کرنے سے کچھ نہ واقع ہوگا فروع مسائل ملحقة بشارح کے فی ایمان الفتح باللفظ وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث واقرہ المصنف یعنہ فتح القدیر کے باب الایمان مین یہ مسئلہ بالفاظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق مین معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایکہی بار ہو کذا فی حاشیة المدنی اور مصنف نے منح الغفار مین اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان مین ان سکنت ہذه البلدة فامرأته طالق فخرج فوراً فخالع امرأته ثم سکنها قبل العدة لم تطلق بخلاف فانت طالق فلیحفظ کہا اگر مین رہون اس شہر مین تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکلگیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اسی شہر مین آ رہا قبل گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانے کیوقت وہ عورت اُسکی زوجہ نہین کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین اس شہر مین رہون تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اُس سے خلع کیا پھر بعد اُسکے شہر مین آ رہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت مین تعلیق ہو سکتی ہے بتقیید زوجیت نہین بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة المدنی ان تزوجتک فانت کذا لم تقع حتی تتزوجہا مرتین بخلاف ما لو اخر الجزاء فلیحفظ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر نلاوے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان مین لاویگا دونون شرطون کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتک وان تزوجتک اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتک فانت طالق وان تزوجتک کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النہر والہندیہ

ان غبت عنک اربعة اشہر فامرک بیدک ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشہر فلها ان تطلق نفسها ولو اختلعت لا لانه تنجیز والاول تعلیق زوج نے کہا کہ اگر مین تجھسے غائب ہون چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہے پھر اسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ سابق مین مذکور ہو چکا کہ
زوال ملک سے باطل تعلیق نہین اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے
کہ یہ تنجیز ہی نہ تعلیق یعنی تفویض منجز مادام النکاح قائم ہی پھر جب نکاح نہ رہا تو تفویض بھی نہ رہیگی اور مثال اول تعلیق ہی تو زوال نکاح سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وعالما
للوقاع فابت فقال متی یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی ہذا المراد غدا فانت کذا ثم نسیاہ حتی مضی الغد لا یقع بلا یا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا
تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نہ کریگی تو تو ایسی ہی یعنی مطلقہ ہی پھر زوج اور زوجہ دونون بھول گئے یہانتک کہ کل کا
دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقائے تعلیق سو وقت مین امکان بر مین شرط ہی یہان بسبب نسیان کے اسکا وقت باقی نہ رہا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی حلف لا یاتیہا
فاستلقی فجاءت فجامعت ان مستیقظا حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نہ کریگا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اُسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع مین جاگتا ہوگا تو حانث
ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزالہا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھکو آسودہ نہ کردون جماع سے تو تجھکو طلاق ہی تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہی اسواسطے
آسودگی سے مراد کسر شہوت ہی بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہین ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ فہکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ مین زوجہ سے ہزار بار جماع نکرون
تو وہ مطلقہ ہی تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہی نہ اس عدد خاص پر خانیہ مین کہا کہ ستر بار کثیر مین داخل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطیک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس
بالقدم حنث بہ ایضا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تیری وطی کرون تو تو طالق ہی تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہی اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہی اور اگر زوج
وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مرادلیگا تو اس معانی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لامراۃ جنب وحائض ونفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد کی عورت
اسکی جنب ہی جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہی اور تیسری نفاس والی ہی سو اس مرد نے کہا تم عورتون مین سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہی تو نفاس والی
عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی اخبثکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے کہا اُن عورتون سے کہ تم مین سے اخبث کو طلاق ہی تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کرنے مین حیض
اخبث اور معیوب تر ہی نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہ الیک حاجۃ فقال امراتہ طالق ان لم اکن اقضہا فقال ہی ان تطلق امراتک فلہ ان لا یصدقہ مثلا زید نے کہا
خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہی تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر مین تقاضی حاجت نکرون سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہی کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق
دے تو خالد کو جائز ہی کہ زید کی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال روغگوئی زید کا ممکن ہی شاید کہ اُسکی حاجت کچھ اور ہو جب سُننے دیکھا کہ یہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی
کیواسطے یون اظہار کیا علاوہ اسکے جب زوج اور زوجہ مین وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہی تو اجنبی کے ساتھ بطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال
لاصحابہ ان لم اذہب بکم اللیلۃ الی منزلی فامراتہ کذا فذہب بہم بعض الطریق فاخذہم العسس فحبسہم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیون سے کہ اگر مین لیجا ؤن تمکو آجکی رات اپنے گھر
تک تو اُسکی عورت مطلقہ ہی سو اُنکو لیچلا تھوڑی راہ تو پکڑا اُسکو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب کو اُسکے گھر تک نہ پہونچ سکے تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق
لیجانے پر تھی نہ گھر مین داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہی
پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہی خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ٹھگ کا اسواسطے کہ بناے یمین عرف پر ہی اور ایسے مورد عرف مین
یمین سے مستثنے ہوتے ہین حلف لا یرجع ثم رجع لنسی لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹے گا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کیواسطے تو حانث نہوگا ان لم تجی لفلان
او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لاویگی
تو تو طالق ہی یا یون کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہی پھر فلانا شخص خود آگیا دوسری طرف سے یا زوج نے فوراً اپنا کپڑا لے لیا عورت کے دینے
سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی راس الشہر فکذا فابرأتہ قبل الشہر بطل الیمین اسی طرح حانث نہوگا اسی قول مین کہ زوج نے
زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو نہ دون وہ اشرفی جو مجھپر قرض ہی فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہی پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کردی اُس مہینے کے آنے سے پہلے

تو یمین باطل ہوگئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ ضرور نکالیگا اپنے گھر کے
رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اسکے گھر کا مرد ظالم ہی سو اگر گھر والے کو اسکا نکالنا ممکن نہو تو براءۃ یمین یعنی ادائے قسم فقط زبان کے بولنے پر ہی یعنی زبان سے
یون کہے کہ مین نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا یعنی مایکتب فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او براءۃ من کذا او من باقی صداقہا ولو دفع لہا الکل
ہل تبطل الظاہر لا لتصریحہم بصحۃ براءۃ الاسقاط والرجوع بما دفعہ باقی رہا کلام اسمین جو تعالیق مین لکھا جاتا ہی کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا یا اُسپر دوسرا
نکاح کریگا یا کہ زوج زوجہ کو فلانے قرض سے ابرا کرے یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہی سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دے تو آیا تعلیق براءۃ کی
باطل ہوگی یا نہین جواب ظاہر یہ ہی کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اسواسطے کہ فقہا نے صرح کیا ہی کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہی اور جو دیا ہی اُسکا
پھیر لینا درست ہی م تعالیق سے مراد وہ وثائق ہین جو عقد نکاح کیوقت شروط لکھے جاتے ہین براءۃ اسقاط یہ کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کردے اپنا حق اسکی گردن سے ساقط
کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہی اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا اُسکو پھیر سکتا ہی اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ
ہوگیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوتی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ
حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما الصدقۃ او لانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ مین داخل نہین ہوا اُس گھر مین
آج پھر بولا کہ اُسکا غلام آزاد ہی اگر آج اس گھر مین داخل ہوا ہو تو اُسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اُسکا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا بسبب صدق اُس شخص کے
یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہی اور غموس مین گناہ ہی کفارہ نہین اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہین خدا کی قسم مین خلاصہ یہ ہی کہ یہ دونون قسمین متناقض ہین
اگر ایک مین صادق ہوگا تو بالضرور دوسری مین کاذب ہوگا اور آزادی غلام کی ثابت نہوگی جبتک پہلی قسم مین صادق نہو اور پہلی قسم یمین باللہ ہی اور اسمین قاضی کے حکم کو دخل
نہین پھر بدون قاضی کے اُسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہذا اس مسئلہ مین نہ کفارہ ہی نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث بالیمین لدخولہما
فی القضاء یہانتک کہ اگر اُسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونون قسمون مین حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونون یمین کے قاضی کے حکم مین باقی بیان اسکا باب
عتق البعض مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلطتہ اللحام بدراہمہ قال زوجہا ان لم ترد یہ الیوم فانت کذا فالحیلۃ ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج
ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اُس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اُس درم کو اپنے
درمون مین ملا ڈالا اور اسکے زوج نے کہا کہ اگر اُس درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طلاق ہی تو تدبیر اسکی یہ ہی کہ عورت قصاب کی تھیلی جسمین وہ درم داخل ہی لاوے اور زوج کو
دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جب تک یہ معلوم نہو کہ وہ درم پگھلا یا گیا یا دریا مین گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکا پھر ملنا ممکن ہی بخلاف
اذیب او سقوط فی البحر کے حلف ان لم یکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا فحبس او فی بیت حتی یمضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہون مین آج جہان مین یا اس دنیا مین
تو اسکی زوجہ مطلقہ ہی تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر ہی مین قید رہے یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہوگا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ حقتعالیٰ نے قرآن مجید مین حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہی چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض) تو گویا وہ حبس سے دنیا مین موجود نہ رہا اس مسئلہ مین ف کا اعتبار نہین
طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجائے ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہی نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ نفی کا کبا
ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقید ومنع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین نہ ویران کرون فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اُسکے پانون مین بیڑیان
ڈالی گئین اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہوگا یہی قول مختار ہی فتوی کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذ مانع ہمت
منہ ان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا ابوہا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہوگا جسنے یون کہا کہ اگر مین نہ نکلون اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اُسکے بیڑیان ڈالی گئین یا یون کہا
اپنی زوجہ سے کہ اگر مین تجھکو اپنے گھر نہ لیجاؤن تو ایسا ہو پھر اُس عورت کو پکڑا سو وہ اُس سے چھوٹ بھاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہوگی آج کی رات

میرے گھر میں تو ایسا ہو گا پھر اُسکے باپ نے اُسکو نہ جانے دیا تو ان سب صورتوں میں وہ حانث ہو گا قول مختار میں اسواسطے کہ مقید کرنا اور منع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی ہے اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اسمین اکراہ کی تاثیر نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لااسکن فاغلق الباب فیہ لا یحنث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا مین سکونت کرونگا اس گھر مین پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اُس شخص کے پاؤن مین بیڑیان ڈالی گئین تو حانث نہو گا قول مختار مین اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل مین ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہوا شرط حنث سے تو حانث ہو گا امر عدمی مین نہ امر وجودی مین یعنی جب قسم ٹوٹنا مترتب ہو عدم شی پر نہ وجود پر چنانچہ عدم حضور اور عدم فرار باب مسائل سابقہ مین تو عاجز ہونے سے حانث ہو گا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مترتب ہے چنانچہ دخول ان دخلت مین اور سکونت لااسکن مین تو بسبب عاجز ہونے کے حانث نہو گا قال فی النہر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیوفین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقدہ من یقرضہ خلافا للجنۃ فی المجر فتدبر کہا نہر الفائق مین اور مستفاد ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اُس شخص کے حق مین جسنے قسم کھائی کہ مقرر ادا کریگا آج کے دن اپنے دین کو پھر وہ عاجز ہو گیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے اُس شخص کے جو اُسکو قرض دے بخلاف ابن شحنہ کے جو بحرالرائق مین ہے سو غور اور تامل کر اس مقام مین کہ قائل اس کلام کا بسبب عجز کے اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنی عدم ادا دین بحرالرائق مین کہا کہ قنیہ مین ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہوا اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور مین جب ادا دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہو گا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہین بلکہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہان عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہ مقام لائق اہتمام کے ہے تو یہان خبردار رہنا لہذا شارح نے تدبر اور تامل کرنیکو فرمایا

باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام مین جبکہ مصنف نے طلاق تندرست سے اور اقسام طلاق سے یعنی تخییر اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو طلاق مریض کی شروع کی عنون بہ لاصالتہ مصنف نے شروع اس باب کو طلاق مریض کر تعبیر کیا بسبب اُسکی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اسمین احکام مریض ہی کے ہین اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہین ویقال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجی اور طلاق دینے والے مریض کو فار بھی کہتے ہین یعنی بھاگنے والا بسبب اُسکے بھاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنی مرض الموت مین اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہو گا اُسپر ارادہ اُسکا تمامی عدت تک یعنی اُسکے فرار کا کچھ اثر نہو گا عورت عدت تک اُسکی وارث ہو گی اور کبھی فرار عورت کیطرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب مین اُسکا ذکر بھی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیہ جو شخص کہ غالب حال اُسکا ہلاکی ہو مرض سے یا غیر مرض سے اس طرح پر کہ توڑ دیا اور تھکا ڈالا اُسکو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہو گیا اُسکے سبب اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کاروبار ضروری نہین کر سکتا ہے قول تعریف مریض مین اصح ہے چنانچہ عاجز ہو جانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانے سے اور عاجز ہونا دوکاندار کا اپنی دکان کے جانے سے اور عورت کے حق مین حد مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہو جائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنی پکانے اور گھر کے جھاڑنے سے کذا فی البزازیہ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہو گی نہر الفائق مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہے قلت وفی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضنی المبیح لصلوۃ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز شیخ حد التطاول سنۃ انتہی مین کہتا ہون کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر مین یون ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونے مین سو وہ ہے جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھکر اور جسکو بیماری نے بٹھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہووے یعنی آدھا دھڑ رہگیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہے جبکہ وہ بیماری پرانی ہو جاے اور اُسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینون بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہین پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتاوی عالمگیری مین یہ حد تطاول کی شیخ ترتاشی سے منقول ہے اور واقعات مین شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد مادام یزداد کالمریض اور قنیہ مین ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جبتک

یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں مانند مریض کے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جبتک ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہو تو مریض کے مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہو گئی تو مانند
صحیح ہیں او بارز رجلا اقوی منہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع وبقی فی فیہ فار بالطلاق خبر من غلب ہلاکی کا اسطرح
پر ہو کہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار میں یا باقی رہگیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے
یا پکڑا ہو اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال میں متعلق ہو چکا شارح نے
کہا کہ فار بالطلاق خبر ہے من غالب حالہ الہلاک کی یعنی جسپر ظن غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوم کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعہ الا من
الثلث لو صحیح نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کیا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وہی من اہل المیراث علم باہلیتہا ام لا کان ابانت
او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوج اسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو چنانچہ اسکی زوجہ کتابیہ
مسلمان ہو گئی یا اسکی زوجہ لونڈی آزاد ہو گئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہو طائعا بلا رضاہا فلو اکرہ او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی
بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق میں زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہو گئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا
اور یہ مراد نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہے وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید زیادہ
کی ولو اکرہت علی رضاہا او جامعہا ابنہ مکرہۃ ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اسکے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بزبردستی طلاق کا سوال کرا دیا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے
صحبت کی تو عورت ارث ہوگی اسواسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں وہو کذلک بان لک الحال ومات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث اور حالانکہ زوج طلاق دینے والا ایسا ہی
بیمار ہی حال سے بنا رہا اور اسی مرض میں مر گیا تو اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہو گیا پھر زوجہ کی عدت میں مر گیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی اسکی بذلک السبب موتہ او لغیرہ کان قتل
المریض او یموت بجہۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ ورثت ہی منہ لا ہو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو نہ کہ اسکے سوا جیسے مریض قتل کر ڈالا جائے
یا کسی اور جہت سے مر جائے عدت میں عدت کی قید مدخولہ کیواسطے ہے تو مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اول مر گئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے
اسقاط حق سے متن میں لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر جائیگا تو
عورت مطلقہ اسکی وارث ہوگی موت اسکی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکلگئی اسواسطے کہ ہر چند اسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں
ہوتی وعند احمد ترث بعد العدۃ مالم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک وجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح نکرے اور یہی مذہب ہے
اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگرچہ سو ازواج سے نکاح کریگی تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت
بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسی طرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہو گئی ایک طلاق
بائن کر یا تین طلاق کر اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہانتک کہ وطی اسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح یعنی خواہ صحت میں
طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اور اگر عدت منقضی ہو گئی تو نکاح زائل ہوگا ولو اکتفی بالمبنیۃ لادرثت وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہانت عورت کی وراثت کے واسطے
زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اسمیں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہانت وراثت کی شرط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت ابن زوجہا لمجئ الحرمۃ بالبینونۃ اور اسیطرح وارث
ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا خوشی اسکے ہم صحبت ہوئی بواسطے آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کی طرف سے ہوئی
نہ زوجہ کیطرف سے سو تقبیل بلوطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہوگی ومن لاعنہا فی مرضہ او آلی منہا مریضا کذلک ای ترثہ لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری
میں یا ایلا کیا اس سے حالت بیماری میں اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت ارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ مذکور ہو چکی یعنی فرقت زوج کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی
فی صحتہ وبانت بہ ای بالایلاء فی مرضہ او ابانہا فی مرضہ فصح فمات او ابانہا فارتدت فاسلمت فمات لا ترثہ لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا ۱۶۰

فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت مین اور جدا ہوگئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اُسکے مرض مین
تو وارث نہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری مین پھر عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام
لائی پھر زوج مرگیا عدت مین تو عورت وارث نہوگی زوج کی درصورت صحت اسواسطے وارث نہوگی کہ وراثت مطلقہ مین یہ ضرور ہو کہ جس مرض مین زوج نے
اسکو طلاق دی ہو وہ مرض الموت ہو پھر جبکہ بعد مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ مرض جسمین طلاق واقع ہوئی مرض الموت نہ تھا ولابد فی البائن ان تستمر
اہلیتہا للارث من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او عتقت لم ترث اور درصورت ارتداد اسواسطے وارث نہوگی کہ ضرور ہی
طلاق بائن مین کہ اہلیت وراثت کی عورت مین برابر ثابت رہی طلاق کے وقت سے موت کے وقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کیوقت پھر اسلام
لاوے کتابیہ یا آزاد کیجاوے مملوکہ تو وارث نہوگی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہین تو دونون مین اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت ہوئی اسواسطے
کہ کفر اور مملوکیت مانع ہی وراثت کی کما لا ترث لو طلقہا رجعیا او لم یطلقہا فطاوعت او قبلت ابنہ لمجیء الفرقۃ منہا چنانچہ عورت وارث نہین ہوئی اگر زوج نے اُسے
طلاق رجعی دی یا نہ دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اُسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اُسکی طرف سے آئی او ابانہا بامرہا
قید بہ لانہا لو ابانت نفسہا فاجاز ورثت عملا باجازتہ قنیۃ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف نے امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ
اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض مین تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرنے سے کذا فی القنیہ یعنی اسصورت مین زوال نکاح مرد کی اجازت سے
ہوا نہ عورت کی طلاق پر او اختلعت منہ او اختارت نفسہا ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم ترث لرضاہا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا
اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کو مقطوع الذکر ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان صورتون مین عورت
نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج محصورا بالحبس او فی صف القتال او مثلہ حال فشو الطاعون اشباہ او قائما بحوائجہ خارج البیت
مشتکیا من الم او محموما او محبوسا لقصاص او رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال مین ہو اسی حالی ہو کثرت وبا کا کذا فی
الاشباہ یا کہ زوج گھر کے باہر ہو کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت دردمندی یا کہ زوج کو تپ آتی ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان
حالات مین مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی مین گیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات مین والحامل لا تکون فارۃ الا اذا طلبہا المخاض وہو الطلق اما حینئذ کالمریضۃ وعندہما الحامل
اذا اتم لہا ستۃ اشہر اور حاملہ فارہ نہین ہوتی مگر بوقت لاحق ہونے دردزہ کے اسواسطے کہ وہ اسوقت مین مانند مریضہ کے ہی یعنی گھر کا کام نہین کرسکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اسکو چھ مہینے
پورے ہوجاوین تب فارہ ہوتی ہی مخاض معنی طلق ہی یعنی دردزہ اذا علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدہا منہ او بمجیء الوقت والحال ان
التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ وہما فی المرض او الشرط فقط فیہ او علق بفعلہا ولا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین
وہما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جبکہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہی جو زوج اور
زوجہ کے سوا ہو اگرچہ شخص غیر اُس عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلاً ابتدا محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا
اُسکی بیماری مین ہوئی یا معلق کیا اُسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل فرات مرض مین ہوئی یا فقط شرط ہی مرض مین ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے
فعل پر اور حالانکہ اُس فعل سے عورت کو چارہ نہین یعنی ضروری ہی خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ
دونون یعنی تعلیق اور شرط مرض مین ہوئی یا فقط شرط مرض مین ہوئی تو ان سب صورتون مین عورت وارثہ ہوگی بسبب فرار زوج کے ومنہا فی البدائع ان لم اطلقک
او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت ہی لم یرثہا اور از قسم فرار ہی وہ صورت جو بدائع مین ہو کہ اگر مین تجھکو طلاق نہ دون یا
تیرے اوپر دوسرا نکاح نکرون تو تجھکو طلاق ہی تین بار پھر زوج نے اسکو نہ کیا یعنی تطلیق یا تزوج نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اُسکی وارثہ ہوگی اور اگر اس صورت مین

عورت مرگئی تو زوج اسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ بسبب کہ طلاق اور تزوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا وفی غیرها لا ترث وهو ما اذا کان فی الصحة والتعلیق فقط
او بفعلها ولها منه بد اور ان صورتوں کے غیر مین وارث نہوگی اور وہ غیر وہ ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونون صحت مین ہون خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے
پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت مین ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اسکو لابد نہین خواہ تعلیق و شرط دونون مرض مین ہون خواہ تعلیق
صحت مین ہو اور شرط مرض مین وحاصلها ستة عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعله او بفعلها وکل وجه علی اربعة لان التعلیق والشرط اما فی الصحة او فی المرض
او احدهما وقد علم حکمها خلاصہ اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتین ہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے
فعل پر تو یہ چار صورتین ہوئین اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت مین ہین یا مرض مین یا ایک صحت مین اور دوسرا مرض مین یعنی تعلیق
صحت مین اور شرط مرض مین یا شرط صحت مین اور تعلیق مرض مین تو یہ سولہ صورتین ہوگئین چار کو چار مین ضرب کرنے سے اور بالتحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر
صورت کا کہ چہ صورتون مین عورت وارث ہے اور دس صورت مین نہین تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یون ہے پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور
تعلیق اور فعل اجنبی مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق
ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے
آنے پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت
کے آنے پر لیکن تعلیق صحت مین ہوئی اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۹ یہ کہ تعلیق
کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل
پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے
فعل پر اور تعلیق و شرط دونون مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے
فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی کذا فی حاشیة
المدنی قال لها فی صحته ان شئت انا وفلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی
ثم مات الزوج لا ترث کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت مین کہ اگر مین چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے
طلاق کو ساتھ ہی یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مر گیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیة والفرق ان فی
الثانی بمشیئة الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعله فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیة اور فرق دونون صورتون
مین پوشیدہ نہین اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے
کہ اسمین مشیئت زوج کی جزو ہے علت کی نہ تمامی علت کی فتصادقا ای المریض مرض الموت والزوجة علی ثلثه فی الصحة وعلی مضی العدة ثم اقر لها بدین او عین
او اوصی لها بشیء فلها الاقل منه ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتهمة مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر
پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی
اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کم
مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت
وارث کے حق مین صحیح نہین اور احتمال ہے کہ زوجین کی محبت سے زوج اسکے موافق ہوگیا ہو اور قدر میراث مین کچھ تہمت نہین لہذا کمتر مال عورت کیواسطے مقرر ہوگیا فتعین

وقت اقرارہ بہ لفتی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہے ولو مات بعد مضیہا فلہا جمیع ما اقر او اوصی عمادیہ اور اگر مر گیا زوج بعد انقضای عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب اس مال کو پاویگی جسکا زوج نے اقرار کیا یا وصیت کی کذا فی العمادیہ اسواسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نرہی اجنبی ہوگئی تو اقرار یا وصیت اُسکے حق مین صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یکن بمرض موتہ صح اقرارہ ووصیتہ ولو کذبتہ لم یصح اقرارہ شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین زوج کے مرض الموت مین نہو تو صحیح ہوگا اقرار اُسکا اور وصیت اُسکی اور اگر زوج نے صحت مین دعوی طلاق اور انقضاء عدت کا کیا اور عورت نے اُسکی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اُسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی صحیح نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصول ادعت علیہ فی مرضہ انہ ابانہا فجحد واحلفہ القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل موتہ لا لو بعدہ اور فصول مین ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اُسکی بیماری کی حالت مین کہ اُسنے عورت کو طلاق بائن دی ہے زوج نے اُسکا انکار کیا اور قسم لی اُس سے قاضی نے سو اُسنے قسم کھائی طلاق ندینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق مین زوج کی تصدیق کی اور زوج مر گیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اُسنے تصدیق کی زوج کی اُسکے مرنے سے پہلے اور اگر اُسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہو گی کمن طلقت ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا او اقر فان لہا الاقل مسئلہ تصادق کا حکم مانند اُس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق کرانیسے امر سے زوج کی بیماری مین بعد اُسکے زوج نے اُسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملیگا یعنی اگر وصیت کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاویگی قال صحیح لامراتیہ احد کما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ الذی مات فیہ فی احدیہما صار فارا بالبیان فترث منہ کافی ومفادہ انہ لو حلف صحیحا وحنث مریضا فبینہ فی احدیہما صار فارا ولم ارہ نہر کہا ایک تندرست نے اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے طلاق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت مین اپنے مرض کے اندر جسمین گیا تو ہوگیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اُسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اُس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنی تعلیق کی زوج نے صحت مین اور حانث ہوا یعنی شرط وقع ہوئی مرض مین پھر تعلیق مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت مین تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ مین مین نے نہین دیکھا کذا فی النہر الفائق ولا یشترط علمہ ای الزوج باہلیتہا ای المراۃ للمیراث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وقد کان سیدہا اعتقہا قبلہ او کانت کتابیۃ فاسلمت ولم یعلم بہ کان فارا فترث ظہیریہ اور شرط نہین علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین اور حالانکہ عورت کے مالک نے اُسکو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہوگئی اور زوج کو اُسکی آزادی یا اسلام کا علم نہوا تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اُسکی وارث ہوگی کذا فی الظہیریہ بخلاف ما لو قال لامتہ انت حرۃ غدا وقال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا والا لعلم لا ترث خانیہ بخلاف سابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اُس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھکو تین بار طلاق ہے پرسون اگر زوج کو کلام مولی کا علم ہوا تو فار ہوگا یعنی زوجہ وارث ہوگی اور اگر اُسکو کلام مولی کا علم نہوا تو عورت وارث نہو گی کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اُسکو علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اُسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہو چکی تھی قبل نزول طلاق کے ولو علقہ بعتقہا او بمرضہ او وکلہ بہ ولو صحیحا فاوقعہ حال مرضہ وقادرا علی عزلہ کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق پر اپنی حالت صحت مین پھر وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری مین واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج قادر ہوگا تینون صورتون مین عورت وارث ہوگی ولو باشرت المراۃ سبب الفرقۃ وہی ای الحال انہا مریضۃ وماتت قبل انقضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقۃ بینہا باختیارہا نفسہا فی خیار البلوغ والعتق او تقبیلہا او مطاوعتہا ابن زوجہا وہی مریضۃ لانہا من قبلہا ولذا لم یکن طلاقا اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مر گئی قبل اپنے انقضاء عدت کے تو زوج اُسکا وارث ہوگا چنانچہ جبوقت فرقت واقع ہوئی دونون مین بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ مین یا خیار عتق مین یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اُسکی مطاوعت سے اپنی بیماری کی حالت مین زوج باوجود جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل مین فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہ جدائی طلاق نہین کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہین بلکہ یہ جدائی فسخ ہی

بخلاف وقوع الفرقة بينهما بالجب والعنة واللعان فانه لا يرثها على ما في الخانية والفتح عن الجامع وجزم به في الكافي قال في البحر فكان هو المذهب لانها طلاق فكانت مضافة اليه وقيل قائله الزيلعي هو كالاولى ترثه بخلاف واقع ہوئے فرقت کے دونون مین بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتون مین زوج وارث نہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے اور عدم وراثت پر یقین کیا ہی کافی مین بحر الرائق مین کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہ فرقت طلاق ہی تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ فرقت بھی مثل پہلی فرقت کے ہی تو زوج اس فرقت مین بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قایل زیلعی ہی ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب فان كانت الردة في المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جاملی تو اگر ارتداد اسکا مرض مین ہوا تھا تو زوج اسکا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہی عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین والا بان ارتدت في الصحة لا يرثها بخلاف ردته فانها في معنى مرض موته فترثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت هي ورثته والا لا خانية اور اگر عورت بیماری مین مرتد نہین ہوئی اس طرح کہ صحت مین مرتد ہوئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجاے اسکے مرض الموت کے ہی اسواسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہی تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری مین مرتد ہوا خواہ صحت مین اور اگر زوج اور زوجہ دونون ساتھی مرتد ہوئے پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا في الخانية قال آخر امرأة اتزوجها طالق ثلثا فنكح امرأة ثم اخرى ثم مات الزوج طلقت الاخرى عند التزوج ولا يصير فارا خلافا لهما لان الموت معرف والصافة بالآخرية من وقت الشرط فيثبت مستندا اگر کہا ایک مرد نے کہ پچھلی عورت جس سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی تین بار سو اُسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہی یعنی زوج کی موت سے یہ معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہی اور متصف ہونا زوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنی تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہوکر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اُسوقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق نہ واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ابانها في مرضه ثم قال لها اذا تزوجتك فانت طالق ثلثا فتزوجها في العدة ومات في مرضه لم ترث لانها في عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم يكن فرارا خلافا لمحمد خانية زوج نے طلاق باین دی زوجہ کو اپنے مرض موت مین پھر کہا اُس سے کہ جب مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہی تین طلاق کر پھر اُس سے نکاح کیا عدت مین اور مرگیا اپنے مرض مین تو وہ وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ مین ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا في الخانية یعنی طلاق بائن کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت باطل ہوئی تو وراثت کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہی اور یہ ممکن نہین کہ عدت ثانیہ مین وہ وارث ہوسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا كذبها الورثة بعد موته في الطلاق في مرضه فالقول لها كقولها طلقني وهو نائم وقالوا في اليقظة ولو الجية جھٹلایا عورت کو وارثون نے بعد موت زوج کے اسکی بیماری کے طلاق دینے مین یعنی زوج کے وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض مین اُسکو طلاق نہین دی عورت کا دعوی غلط ہی تو اسصورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی مین معتبر ہی کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور وارثون نے کہا کہ جاگتے مین طلاق دی کذا في الولوالجية طلقها في المرض ومات بعد العدة فالمشكل من متاع البيت لوارث الزوج لصيرورتها اجنبية بخلافه في العدة جامع الفصولين طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض مین اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہوجانے عورت مطلقہ کے بعد انقضای عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت مین مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اُسکے قبضہ مین ہوگا تو عورت ہی

کا قول اُسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کے مناسب حال ہو چنانچہ نقد اور توشک اور لحاف خلاصہ یہ کہ جب بعد عدت کے زوج مر گیا تو عورت وارث ہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونون کے مناسب حال ہی اُسی کو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثون کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الرجعۃ

بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہی رجعت کا رجعت کی رکو فتح ہی اور اسکو کسرہ بھی ثابت ہی اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہی اور گاہے بنفسہ متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطہ عن اور الی کے متعدی ہوتا ہی رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہی واسطے رفع طلاق کے اور رفع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض مادامت فی العدۃ ای عدۃ المدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہی طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہی نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہی اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہی فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال ہم رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (فامسکوھن بمعروف) یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہی استدامت ملک قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہی اپنی ملک قائم مین بلکہ اگر رجعت مین کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت مین بقای عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاء عدت کے رجعت نہین بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول انکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ اور بزازیہ مین ہی کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہی اُسکے بالعکس مین یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہو گیا وتصح مع اکراہ وھزل ولعب وخطاء اور صحیح ہی رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوکنے کے ہزل نقیض ہی جد کی اور قاموس مین ہی کہ لعب ضد ہی جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہری اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اُسکے مُنھ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامۃ راجعتک وردتک ومسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہی مانند لفظ راجعتک سے یعنی مین نے تجھ سے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنی مین نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی مین نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہی بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ ہر لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہی رجعت مین بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہ قول ہی کہ (انت عندی کما کنت) کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی جیسی کہ تھی (وانت امرأتی) یعنی تو میری عورت ہی تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراہۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاھرۃ المس ولو منھا اختلاسا او نائما او مکرھا او مجنونا او معتوہا ان صدقھا ھو او ورثتہ بعد موتہ جوھرہ اور صحیح ہی رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اُس فعل سے صحیح ہی جو موجب ہی حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور جھپٹا مارنے کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اُسپر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یون کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین شروط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورجعۃ المجنون بالفعل بزازیۃ اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہی کذا فی البزازیۃ یعنی جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہو گیا تو اُسکی رجعت فعلی صحیح ہی اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہین لائق اعتبار کے نہین وتصح تزوجھا فی العدۃ بہ یفتی جوہرۃ اور صحیح ہی رجعت عورت کے نکاح سے عدت مین

اسی پر فتوی ہی کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہی امام محمدؒ کا خلافاً للشیخین و وطیہا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ لایخلو عن مس بشہوۃ اور صحیح ہی رجعت
مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد مین ہو بنابر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی وطی شہوت کے ساتھ مس سے خالی نہین ان لم الطلاق بائنا فان ابانہا فلا رجعۃ
صحیح ہی اگر زوج نے طلاق بائن نہین دی ہی اور سو اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہین ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے و ان بت او
قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہین دی تو رجعت صحیح ہی اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یون کہے کہ مین نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا
یا یون کہے کہ رجعت میرے واسطے نہین تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہی بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اسکی نفی کرنا خلاف شرع ہی لہذا صحیح
نہو گا ولو سمی الحجل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت مین یعنی یون کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال سمی مہر کی
زیادتی مین قرار دیا جائیگا یا نہین جواب اس سوال کا یہ ہی کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین درست ہی اور دوسرے قول مین نہین و تعجل المؤجل بالرجعی ولا تتاجل
برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہو جاتا ہی بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہین ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اسکی یہ ہی کہ نکاح کیا
عورت سے مہر معجل پر یعنی مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو ان مین قریب ہے ہی پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب بات پائی گئی یعنی طلاق
تو مدت مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل ہو گا یعنی مہر کی
مدت پھر عود نہ کریگی اسواسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہی وہ پھر عود نہین کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی و فی الصیرفیۃ لایکون المؤجل حالا حتی تنقضی
العدۃ اور صیرفیہ مین یون ہی کہ مہر مدت والا فی الحال واجب لادا نہین ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اُسکی عدت نہ منقضی ہو جاوے ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف
ہی خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونون قولون مین یون ہی کہ خلاصہ کی عبارت اُس صورت پر محمول ہی جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اُس صورت پر
محمول ہی جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی و ندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ لبعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی
اور مستحب ہی خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تا کہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے
سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کر دائی جاویگی دونون مین یعنی عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اُسنے وطی
بھی کی ہو کذا ذکرہ الشمنی سو جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہی زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت
بعد عدت کے زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی و ندب الاشہاد بعدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہی گواہ کرنا دو عادل شاہدون کا
اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو و ندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتتاہب ان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہی نہ داخل ہونا زوج کا عورت
کے پاس بدون اسکی اجازت کے تا کہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اسکی رجعت کا قصد رکھتا ہی بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور
ہو چکا مصنف نے ہدایہ مین کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہین شارح نے اسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے مین احتمال ہی کہ عورت برہنہ ہو
اور مرد اسکی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت
راجعتک نے عدتک فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنی اسطرح کہا کہ مین نے
تجھسے رجعت کی تیری عدت مین سو عورت نے اسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نہ کی تو دعوی
رجعت کا صحیح نہو گا و کذا لو اقام بینۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا و تقدم قبولہا علی نفس اللمس و التقبیل فلیحفظ اور اسیطرح
رجعت ثابت ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت مین کہ اپنی اس عورت سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ مین نے اس سے جماع کیا تھا اور
فصل محرمات مین مقدم ہو چکا ہی کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر لمس و تقبیل گواہی سے ثابت ہونگے عدت مین تو بھی رجعت ثابت ہوگی

كان رجعة لان الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينة وهذا من اعجب المسائل حيث لا يثبت اقراره باقراره بل بالبينة یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی باجماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو اُسکے برابر ہی جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہو اور یہ عجیب تر مسئلہ ہی اس سبب سے کہ مرد کا اقرار ثابت نہین ہوتا اُسکے اقرار کرنے سے بلکہ اُسکا اقرار ثابت ہوتا ہی گواہی سے مع بحر الرائق اور نہر الفائق مین یہ اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہی اور حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہین اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مین نے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تھا یہ مجرد دعوی ہی تو بدون گواہون کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشية المدنی كما لو قال فيها كنت راجعتك امس فانها تصح وان كذبته لملكه الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت مین کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اُسکی تکذیب کرے بسبب مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہی وہ اخبار کا بھی مالک ہی بخلاف قوله لها راجعتك يريد الانشاء فقالت على الفور مجيبة له قد مضت عدتي فانها لا تصح عند الامام لمقارنتها الانقضاء العدة حتى لو سكتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون اس قول سے انشاء رجعت کا ارادہ کیا نہ اخبار سو عورت نے بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاے عدت سے یہانتک کہ اگر عورت سکوت کریگی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضاے عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام وصاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہین تو جب بلا سکوت عورت نے انقضاے عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاے عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہان اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اسصورت مین رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضاے عدت کی خبر اُسوقت مقبول ہوگی جبکہ مدت محتمل ہو انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہون اور اگر دو مہینے سے قبل انقضاے عدت کے عورت نے خبر دی تو مقبول نہوگی اور رجعت ثابت ہوجاویگی كذا فی حاشية المدنی كما لو نكلت عن اليمين عن مضي العدة چنانچہ رجعت صحیح ہی اگر قسم لیگئی عورت سے انقضاے عدت پر سو اُسنے انقضاے عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامة بعدها ای العدة راجعتها فيها فصدقه السيد وكذبته الامة ولا بينة او قالت مضت عدتي وانكر الزوج والمولى فالقول لها عند الامام لانها امينة کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ مین نے اُس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اُسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اُسکی کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہین یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ لونڈی بیان عدت مین امین ہی فلو كذبه المولی وصدقته الامة فالقول له ای للمولی علی الصحيح لظهور ملكه فی البضع فلا تملك ابطاله پھر اگر تکذیب کی زوج کے عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنابر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اُسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اُسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت علت وطی مین ظاہر ہوچکی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کر سکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض كان له الرجعة لاخبارها بكذبها فی حق عليها شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اُسنے کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اُس حق مین جو اُسپر واجب تھا كذا ذكره الشمنی ثم انما تعتبر المدة لو بالحيض لا بالسقط وله تحليفها انه مستبين الخلق ولو بالولادة لم تقبل الا ببينة ولو حرة فتح پھر تو اعتبار مدت کا اُسی صورت مین ہی اگر انقضاے عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاے عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا بعد طلاق کے دو مہینے مین تو مسموع ہوگا اور اگر اُس مدت سے کمتر مین دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہین اسقاط حمل مین اسواسطے کہ ممکن ہی کہ بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہو اور عدت منقضی ہو جاے اور در صورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہی کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اُسکے بعضے اعضا مخلوق ہوچکے تھے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہین منقضی ہوتی او قتیکہ کچھ صورت نبنے اور اگر عورت نے انقضاے عدت کا

بسبب ولادت کے تو اسکا قول مقبول ہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر و تنقطع الرجعة اذا طہرت من الحیض الاخیر لتمام الاکثر عشرة
ایام مطلقا و ان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو یا کہ جاری ہو
اگرچہ عورت کتابیہ ہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوة یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے عدت
منقضی ہوگی و لاقل لا تنقطع حتی تغتسل و لو بسور حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی و لا تزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے
کمتر مین تو عدت منقطع نہوگی یہان تک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے
بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاے عدت کے حق مین لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنابر احتیاط کے او یمضی جمیع وقت صلوة
فتصیر دینا فی ذمتہا یا کہ گذر جاے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہوجاے عورت کے ذمے مین مثلاً اشراق کے وقت اقل مدت حیض مین عورت طاہر ہوئی
اور غسل نہ کیا تو ظہر کیوقت اسکی مدت منقضی ہوگی و لو عاودہا و لم یجاوز العشرة فلہ الرجعة اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز
نہ کیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہین ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء و تصلی و لو نفلا
صلوة تامة فی الاصح او یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح مین یعنی اقل حیض مین
عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہین سواے اسکے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی و فی الکتابیة بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم الخطاب قلت مفادہ
ان المجنونة و المعتوہة کذلک اور مطلقہ کتابیہ مین بمجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونے کے یعنی احکام
شرعی کی وہ مخاطب نہین شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسیطرح ہے یعنی انکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے
منقضی ہوگی اسواسطے کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہین و لو اغتسلت و نسیت اقل من عضو تنقطع للتسارع الجفاف فلو
تیقنت عدم الوصول و ترکتہ عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا جیسے ایک
انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی بواسطے احتمال جلد خشک ہوجانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اس ٹکڑے مین یقین ہوا اسنے اسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع
نہوگی و لو نسیت عضوا لا تنقطع اور اگر غسل مین پورے عضو کا پانی پہونچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پانون کے تو عدت منقطع نہوگی و کل واحد من المضمضة و الاستنشاق
کالاقل لانہا عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونون ملکر ایک عضو ہین بنابر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا
بھول گئی غسل مین تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منکرا وطئہا فراجعہا فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر من وقت الطلاق او لستة اشہر فصاعدا
من وقت النکاح صحت رجعتہ السابقة طلاق دی حاملہ کو اسکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی
چھ مہینے سے کمتر مین طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت مین جنی نکاح کیوقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی م
جبکہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی
ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ عین عدت مین واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی تو شرعاً تکذیب زوج کی انکار وطی مین ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل
نکاح کے ہوا تو رجعت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیة المدنی یہان دُرالمختار کے نسخون مین اختلاف ہے بعضے نسخون مین یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر فصاعدا من وقت
النکاح ظاہرا یہ نسخہ صحیح نہین اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے مین ولادت ہونے سے شرعا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا و لو
ظہور صحتہا علی الوضع لا ینافی صحتہا قبلہ فلا مسامحة فی کلام الوقایة اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل وضع
حمل کے مخالف نہین تو کچھ تساہل اور بے تاملی وقایة الروایة کے کلام مین نہین ہے یہ شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعة نے شرح وقایہ مین

اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہی کہ اگر حلالہ کو طلاق دے اسکی وطی سے منکر ہو کر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہی خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا یہ ہی کہ وقت طلاق سے بدون کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہین ہو سکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہو گئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہو گی اور حلت رجعت کی قبل وضع حمل کے مراد نہین ہو سکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہی وطی کا اور بدون ولادت مذکورہ کے شرع اسکی تکذیب نہین کرتی فقط شارح نے وقایہ کی طرف سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہی تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت موقوف ہی نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہی نہ ظہور صحت پر تو اب اس کلام مین کچھ تساہل اور مسامحت باقی نرہا **کما صحت لو طلق من ولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعدہ فلا رجعۃ لمضی العدۃ منکرا وطیہا لان الشرع کذبہ بجعل الولد للفراش فبطل زعمہ حیث لم یتعلق باقرارہ حق الغیر** چنانچہ رجعت صحیح ہی اگر طلاق دی منکر وطی ہو کر اُس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہین اسواسطے کہ بسبب ولادت کے عدت منقضی ہو گئی اور ولادت قبل طلاق مین باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنی تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کی طرف منسوب ہو گا شرعاً تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہو گیا اسوجہ سے کہ اسکے اقرار پر غیر کا حق متعلق نہین **ولو خلا بہا ثم انکرہ ای الوطی ثم طلقہا لا یملک الرجعۃ لان الشرع لم یکذبہ** اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اسکو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہو گا اسواسطے کہ شرع نے اسکی تکذیب نہین کی **ولو اقر بہ وانکرتہ فلہ الرجعۃ** اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اُسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہی اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہی زوج کا **ولو لم یخل بہا فلا رجعۃ لان الظاہر شاہد لہا ولوالجیہ** اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اسکی منکر ہی اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہین کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہی کذا فی الولوالجیہ **فان طلقہا فراجعہا والمسئلۃ بحالہا فجاءت بولد لاقل من حولین من حین الطلاق صحت رجعتہ السابقۃ لصیرورتہ مکذبا کما مر** پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اُس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہی یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کر کے طلاق دی پھر رجعت کی پھر عورت لڑکا جنی دو برس سے کمتر مین وقت طلاق سے تو صحیح ہو گی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہو جانے زوج کے دروغگو شرعاً چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی مین زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہو گی **ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر ببطنین یعنی لبعد ستۃ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین ما لم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لا غایۃ لہ الا الایاس فہو ای الولد الثانی رجعۃ اذ یجعل العلوق بوطی حادث فی العدۃ بخلاف ما لو کان ببطن واحد** اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنے گی تو تو طالق ہی پھر وہ جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اُسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگر ولد ثانی کو دس برس سے زیادہ مین جنی جبتک کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہین سواے بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہو گا اسواسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت مین بخلاف اُس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنی دونون کی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہو گی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہین **وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول کما مر وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث فانہ رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا بکلما وتعتد للطلاق الثالث بالحیض لانہا من ذوات الاقراء ما لم تدخل فی سن الایاس فبالاشہر** اور اس قول مین کہ جب جب تو جنے گی تو تو طالق ہی تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہو گی اور ولد ثانی رجعت ہو گا طلاق اول مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی علوق اسکا عدت مین وطی جدید سے ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہو گی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہی طلاق ثانی مین اور مطلقہ ہو گی

عورت تین طلاق کرولد ثالث کے سبب کلما کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہی عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی
حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنے والی عورتون مین داخل ہی جبتک کہ وہ ناامیدی کے سن مین نہ داخل ہو پھر جب بڑھاپے مین داخل ہوگی تو اسکی
عدت مہینون سے ہوگی ولو کانوا بطنین یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکون سے دو بار طلاق واقع ہوگی
نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت کے اسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوئے ہون خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین
ویحرم ذلک فی البائن والوفات لزوجہا الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل کرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہی سنگار
کرنا طلاق بائن مین اور زوج کی وفات مین مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہی
سو غائب مین حاصل نہین سنگار اوسوقت مستحب ہی جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو مذکور کیا ہی ولا یخرجہا من بیتہا
ولو لما دون سفر للنہی المطلق مالم یشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ
کو اسکے گھر سے نہ نکال لیجاوے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید مین مطلقہ کا مطلقًا اخراج ممنوع ہی بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو
گھر سے نہ نکالے جب تک گواہ نہ کرلے اسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت
کا رجعت نہونا اوسوقت ہی جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر مین مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہی
باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر مین بدلیل مصرح ہی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو مسلم رکھا ہی والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا
للشافعی فلو وطی لا عقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہین کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعیؒ کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا
لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہی یعنی حرام نہین اگرچہ مکروہ ہی اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہی لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ
المراجعۃ والا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہی بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ
نہین ویثبت القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا
اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہی اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہین تو اسکی باری بھی نہین کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحر الرائق
نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہی اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ طلاق رجعی مین
زوجیت تا عدت منقطع نہین وینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کم مین
یعنی اگر ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہی اور بعد عدت کے بھی جائز ہی مم لفظ بالاجماع متعلق ہی فی العدۃ کا تو بہتر یون تھا
کہ بلا فصل اسی کے قریب ہوتا اور یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہی کہ حق تعالی فرماتا ہی ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ یعنی نکاح کا قصد نکرو
تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہ خطاب شامل ہی زوج اور غیر زوج دونون کو پھر زوج کو عدت مین نکاح کرنے کی کیا وجہ ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ زوج اس عموم سے
بدلیل اجماع مخصوص ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدرر والمنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت مین نکاح کرنے سے بسبب
اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ مین نکاح جائز ہوتا اور بعد اسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہی یا ثانی کا م یہ تعلیل صغیرہ
اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہی تو یون کہنا بہتر ہی کہ نص قرآنی سے عدت مین نکاح کرنا عموما منع ہی اور زوج اس سے
بالاجماع مخصوص ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول نہ
نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب مین بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

کرینگے اگر منکوحہ حرہ ہے تو بعد تین طلاق کے نکاح نہین اور اگر لونڈی ہے تو بعد دو طلاق کے نکاح نہین اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہین و مافی المشکلات باطل او ماؤل کما مر اور جو قول مشکلات مین یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہے یا ماؤل ہے باطل اسوجہ سے ہے کہ نص اور اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اُسکی یون ہوسکتی ہے کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت مین اول طلاق سے بلا عدت جدا ہوگئی اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوگئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین شرح ہوچکا حتی یطأها وغیره ولو الغیر مراهقا یجامع مثله وقدره شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیة مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہین یہانتک کہ جماع کرے اُس سے غیر اسکا اگرچہ غیر یعنی زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس تک مقرر کیا ہے یا زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اُسکے فوطے نہین لیکن آلۂ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہوسکتی ہے کہ اُسکا ولی اُسکا نکاح کردے مگر طلاق اُسکی بدون ہوش آنے کے صحیح نہوگی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہے کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے ذمی اُس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اُسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحها عبد بلا اذن سیده ووطیها قبل الاجازة لا یحلها حتی یطأها بعده زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اُس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اُس غلام کی عورت کو زوج اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اُس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہے بدون اجازت کے نافذ نہین ومن لطیف الحیل ان تتزوج بمملوک مراهق بشاهدین فاذا اولج بها ملکه لها فیبطل النکاح ثم تبعثه لبلد آخر فلا یظهر امرها اور زوج اول پر حلال ہونے کی نہایت خوب تدبیر یہ ہے کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدون کے پھر جب وہ دخول کرچکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کردے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے کہ وہان بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نہ کھلے اور یہ حیلہ مبنی ہے ظاہر مذہب پر کہ کفایت نکاح مین شرط نہین لہذا شارح نے آیندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایة الحسن المفتی بها انه لا یحلها لعدم الکفاءة ان لها ولی والا فیحلها اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہوچکا ہے البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب کفاءت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا اور اگر ولی نہوگا تو اُسکو حلال کردیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء الاولیا مین گذر گیا وتمضی عدته اور مطلقہ ثلثہ زوج اول پر اُسوقت حلال ہوگی جبکہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیة المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلها وطی المولی اور حلال نہین کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب مشروط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظ حرام ہوگئی پھر اُس لونڈی کے مالک نے اُس سے وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہوگی اسواسطے کہ نص قرآنی مین حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امة بعد طلقتین اور نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنی جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو دو بار طلاق دی پھر اُس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اُسکی بملکیت مین حلال نہین اسواسطے کہ حلت مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہین یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالی (حتی تنکح زوجا غیره) ثم مسئلة ملک الامة کالا یحلها وطی المولی پر معطوف نہین اسواسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیة المدنی او حرة بعد ثلث وردة وسبی یا ملک حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنی ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہوگئی اور دار الاسلام مین گرفتار ہو آئی پھر اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہے حلت کی نہ ملک یمین کی وطی نظیره

من فرق بینہما لظہار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکہا لم تحل لہ ابدا اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہی کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ مین تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتد ہو گئی اور دار الحرب سے دار الاسلام مین گرفتار ہو آئی پھر زوج اسکا مالک ہو گیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال نہو گی یعنی ظہار مین بدون کفارہ کے اور لعان مین بدون ابطال لعان کے حلال نہو گی تو شارح کے کلام مین یعنی حرمت موبدہ کے ذکر مین سامحت ہی اس اعتماد سے کہ باب ظہار اور لعان مین قیود مقررہ مذکور ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن بہ فلو کانت صغیرۃ لا یوطأ مثلہا لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہی کہ مکان مخصوص مین وطی واقع ہونے کا یقین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہو گی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہین اور اسکی وطی شرعا معتبر نہین تو وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والا حلت وان افضاہا بزازیۃ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہو گی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیۃ مفضاۃ اُس عورت کو کہتے ہین جسکے قبل و دبر کے درمیان کا پردہ پھٹکر ایک ہو جاوین فلو مفضاۃ لا تحل لہ الا اذا حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلہا حسب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہو گی مگر جب کہ وہ حاملہ ہو جاوے تا کہ بالیقین معلوم ہو جاے کہ وطی اسکی قبل ہی مین ہوئی نہ دبر مین اور بدون حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ دونون مکان ملکر ایک ہو گئے ہین بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہان قبل کی وطی مین شبہہ نہین اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے اسکی یہ حالت ہو گئی تو دونون صورتون مین فرق ظاہر ہو گیا کما لو تزوجت بمجبوب فانہا لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب نہر فالاقتصار علی الوطی تصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہو گی تا وقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہو گی تو اول کو حلال ہو گی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنے ہر چند یہان دخول حقیقی متصور نہین اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلۂ تناسل مطلق باقی نہین لیکن حکمی دخول ہی یعنی شرع مین یہ حمل زوج ہی کی طرف سے منسوب ہو گا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اسی دخول حکمی کے اُس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہو گا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر مین فقط وطی پر قصور ہی عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نہ رہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی مین داخل رہیگا والایلاج فی محل البکارۃ یحلہا والموت عنہا لا کما فی القنیۃ واستشکلہ المصنف اور ادخال محل بکارت مین حلال کر دیتا ہی عورت کو زوج اول کیواسطے اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑکر حلال نہین کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیۃ اور مشکل جانا ہی اس احلال کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہی تقریر اشکال کی یہ ہی کہ قنیہ مین کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت مین سبب ہی حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہین اور تحلیل مین وہ ادخال معتبر ہی جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہین وفی النہر وکانہ ضعیف لما فی التبیین لیشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وہو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق مین کہا ہی کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہی اسواسطے کہ تبیین مین یون ثابت ہی کہ تحلیل مین شرط یہ ہی کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہی غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونون شرمگاہون کا ہی بدون حائل ہونے اُس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہی کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد مین محال ہی تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہ عن قوۃ نفسہ فلا یحلہا من لا یقدر علیہ الا بمساعدۃ الید الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حراما وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہی ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پہ حلال نہ کریگا وہ شخص جو قادر نہین ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اُسوقت حلت ثابت ہو گی جبکہ بعد

ادخال

ادخال بمساعدت ید کے اُسکو استادگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنی بلا مساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہو اگرچہ وطی ان
مین حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہی نہ کہ سیری جماع سے قلت وفی المجتبی الصواب
حلہا بدخول الحشفۃ مطلقا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیہا وہی نائمۃ لا یحلہا للاول لعدم ذوق العسیلۃ وینبغی ان یکون الوطی فی حالۃ الاغماء
کذلک شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہی کہ حق یون ہی کہ ثابت ہوتی ہی حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقا خواہ بساعدت ہاتھ کے
ہو خواہ بلا مساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہی کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم
ذوق عسیلہ کے ذوق عسیلہ کنایہ ہی لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونون کیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہی حالانکہ
سوتی عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہی کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح
کا لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ شارح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اُسکی روایت نقل مذہب مین درست ہو اور اطلاق متون اور شروح
کا مشکور وکر تا ہی اور ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہی حکما کیا تو نہین جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اسپر غسل واجب ہی حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب
غسل کا نہین تو نائم کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہی کہ لذت حاصل ہوتی ہی مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی
حاشیۃ المدنی وکرہ التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحۃ النکاح وبطلان
الشرط فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافا لما زعمہ البزازی اور مکروہ تحریمی ہی زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبد اللہ
ابن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنے والے پر اور اوسپر جسکے
واسطے تحلیل ہوتی یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونون پر لعنت ہی شرط تحلیل کا طریقہ یون ہی جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس
شرط پر کہ مین تجھکو طلاق دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہو جانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہو جانے
شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہو سکتا طلاق دینے پر چنانچہ اسکو تحقیق کیا ہی کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل
مین نکاح بھی جائز ہی اور شرط بھی جائز ہی یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اس سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے
اسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہی اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہی جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل
ہو جائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن لطیف الحیل قولہا تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلث مثلا فانت بائن او للتحلیل کے واسطے لطیف حیلہ زوج کا
یون کہنا ہی کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور جماع کردن تو تو بائن ہی یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلاً زیادہ رکھون تو تو بائن ہی تو اگر بعد جماع کے تین رات سے
زیادہ زوج ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہوکر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہو جاویگی ولو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتک نفسی علی ان
امری بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اسکو طلاق ندیگا تو اُسکے واسطے یہ حیلہ ہی کہ عورت ایجاب کے وقت یون
کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح کیا تجھسے اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ مین رہے یعنی طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی
فصول عمادیہ مین ہی اور فصول عمادیہ مین یون ہی کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر
میرے ہاتھ مین رہے اور زوج نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہیگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا
اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین رہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اُسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہ ہی کہ جب زوج نے عورت
کو طلاق تفویض کی تو اُسکے نکاح مین نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونون امر اُسوقت موجود نہین بخلاف پہلی

حیلۂ تحلیل

صورت کے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجورا
لقصد الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل مین رکھا یعنی زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملیگا بسبب
قصد اصلاح کے کہ بعد ازالہ حرمت کے دو بچھڑے سلمان کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہی جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع
صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ہبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا واراد حلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی یقضی به
ببطلان النکاح ای فی القائم والآن لانی المنقضی بزازیۃ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہی یعنی اگر زوج اول کا نکاح
صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلون کی البتہ حاجت ہی سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے
ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہون کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو
اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح مین کرے جو قائم اور اب موجود ہی
نہ نکاح گذشتہ مین کذا فی البزازیہ م شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہین اسواسطے کہ یہ تعبیر اسکو مقتضی ہی کہ نکاح بلا ولی و بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی
مذہب مین صحیح نہین بلکہ فاسد ہی حالانکہ یہ غلط ہی تو عبارت مین قصور ہی یون کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک
صحیح ہو اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ مین تو شافعی رح کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہین کہ اسمین
مفاسد کا دروازہ کھلتا ہی علاوہ اسکے تین طلاق کا وجود گاہے متحقق نہو سکیگا اسواسطے کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے
کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پہ ہو تو نہایت متعسر ہی اسواسطے کہ عدالت شہود نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہی علی الخصوص ہمارے
زمانہ مین اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو ہمان آتش در کاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی فیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ
فالقول لہا ولو قال الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ مین ہی کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یون کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن مینے اس عورت سے
جماع نہین کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور
اگر زوج اول نے یہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو ید خل لم یہدم
اتفاقا قنیہ مادون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہی
چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہی اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اُسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گراویگا بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو
نہین گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہین کی تو بالاتفاق نہ گراویگا کذا فی القنیۃ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وثنتین لو امۃ وعند
محمد رح وباقی الائمۃ بالبقی وہو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو یا اور طلاق دینیوالے زوج کے
نکاح مین پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہی اور اگر لونڈی ہی تو دو طلاق کا اختیار ہوگا
اسواسطے کہ زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمد رح اور باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی
اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمد کا حق ہی کذا فی
فتح القدیر اور اسیکو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور مصنف کے سوا اور علمانے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کا
علی الاطلاق ماخوذ ہی اور ابو یوسف رح کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہی ترجیح کا اور اسیواسطے متون مین یہی ثابت ہی اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کی مخالف
متون کے معتبر نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ لہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب علی

ظنہ صدقہا اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجایش رکھتی ہو
انقضاے عدت کی تو زوج اول کو جائز ہی کہ اُسکی تصدیق کرے یعنی نکاح کرلے اگر اُسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا و اقل مدة عدة عندہ بحیض شہران
ولامة اربعون یوما الم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت نزدیک امام کے حرہ کیواسطے دو مہینے ہین اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہین جب تک
کہ عورت اسقاط ولد کا دعوی نکرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہی ولو تزوجت بعدہ ثم قالت لم تنقض عدتی اوما تزوجت
بآخر لم تصدق لان اقدامها علی التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا تحل تزوجها حتی یستفسرها اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اُس مدت کے کہ
انقضای عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہین منقضی ہوئی یا کہ مین نے زوج ثانی سے نکاح نہین کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ
عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہی حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونی عورت کی دلیل ہی اور سرخسی سے روایت ہی کہ زوج اول کو اُسکا نکاح کرنا حلال
نہین جبتک کہ عورت سے حلت کو دریافت نہ کرلے وفی البزازیة قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزوج نفسها منه لیس لها ذلک اصر علیه او کذبت نفسها اور بزازیہ
مین ہی کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اُسی زوج سے عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہین خواہ عورت
طلاق کے قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اُسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہ اُس صورت مین ہی جبکہ عورت مدعی تھی طلاق کی زوج اُسکا منکر تھا اور اگر زوج نے
بھی طلاق کا اقرار کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اس سے درست نہوگا کذا فی حاشیة المدنی سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر علی منعه من
نفسها الا بقتله لها قتله بدواء لخوف القصاص ولا تقتل نفسها وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینة فالاثم علیه وان قتله فلا شیٔ
علیها والبائن کالثلث بزازیہ عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی یعنی تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہین
سکتی بدون اُسکے مار ڈالنے کے تو عورت کو اُسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہی قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اُسپر لازم آوے اور نہ مار ڈالے
عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اُسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق دینے کی قسم کھا جاے اور عورت کے گواہ نہون تو
اب گناہ اُسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اسصورت مین اگر عورت اُسکو قتل کرڈالے تو اُسپر کچھ گناہ نہین اور طلاق بائن کا انقطاع نکاح مین مانند تین
طلاق کے ہی کذا فی البزازیة وفیها شهدا انه طلقها ثلثا لها التزوج باخر للتحلیل لو غائبا انتهی قلت یعنی دیانة والصحیح عدم الجواز قنیه اور بزازیہ مین ہی کہ دو گواہون نے
گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا جائز ہی تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق
کا انکار کریگا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی کے اُس سے طلاق لے تا کہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اُس سے بعد عدت
زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیة المدنی والعالمگیریہ شارح کہتا ہی کہ مین کہتا ہون کہ مراد بزازیہ کی یہ ہی کہ عورت کو دیانة نکاح جائز ہی
یعنی قضاءً جائز نہین اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور مذہب صحیح یہ ہی کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا جائز نہین دیانة بھی درست نہین جیسے
کہ قضاءً درست نہین کذا فی القنیة وفیها ولم یقدر ہو ان تتخلص عنها ولو غاب سحرته وردته الیها لا تحل له قتلها ویبعد عنها جهده اور قنیہ مین ہی کہ اگر زوج بعد
تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ چھوڑ سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اُس سے تو عورت اُسپر جادو کرے اور پھر لاوے اپنی طرف کو
تو مرد کو اُسکا قتل کرنا حلال نہین اور دور رہے اُس سے اپنے مقدور بھر وقیل لا تقتله قائله الاسبیجابی وبه یفتی کما فی التاتارخانیة وشرح الوهبانیة
عن الملتقط ای والاثم علیه کما مر اور دوسرا قول مطلقہ ثلثہ مین جو مرد کو نہین روک سکتی یہ ہی کہ مرد کو قتل نہ کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہی اور اسی
قول پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہی چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ مین ملتقط سے یہ فتوی موجود ہی یعنی اسصورت مین گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت
مجبور ہی چنانچہ تصریح اسکی قول اوزجندی مین مذکور ہو چکی قال لعدہ ای لعد طلاقه ثلثة کان قبلها طلقت واحدة وانقضت عدتها وصدقته المراة فی

ذلک لا الیصدقان علی المذہب المفتی بہ کما لو لم تصدقہ ہی وقیل یصدقان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے مین نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اسکی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تا مجھکو اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول مین تو مرد اور عورت کی تصدیق نہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے جیسا کہ بصورت مین جبکہ عورت اسکی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا بسلما واحدۃ اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ مین اسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہون غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاوین اسواسطے کہ غیر مدخولہ پہلے ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہو گا تین طلاق کا اسواسطے کہ اقرار زوج کا دو طلاق باطل کرتا ہے لیکن تاہم ثبوت نکاح پر و اللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

یہ باب ہے ایلا کا مناسبتہ البینونۃ مآلا مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی مین عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلا مین بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے لہذا دونون باب متصل مذکور ہوے وہو لغۃ الیمین شرعا الحلف علی ترک قربانہا مدتہ ولو ذمیا ایلاء لغت مین بمعنی قسم کے ہے اور شرع مین ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلاء ذمی کا بیان متن مین آگے مذکور ہو گا والمولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امراتہ الا بشیء شق یلزمہ الا المانع کفر اور مولی بضم میم و کسر لام اسکو کہتے ہین جسکو ممکن نہین اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ یہ لازم ہوتی ہے اسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہین کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہین آتا یعنی کافر اگر ایلا کریگا تو اسکو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے ورکنہ الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطہ محلیۃ المراۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنہ ان تزوجتک فو اللہ لا اقربک اور ایلاء مذکور سے یہ مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول مین وقت ایلا کے منکوحہ نہین لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہو گا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اُسنے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو زاد وانت طالق تم تزوجہا لزمہ کفارۃ و بالقربان وقع با تبرکہ اور اگر مثال مذکور مین وانت طالق زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ ان تزوجتک فو اللہ لا اقربک وانت طالق یعنی اگر مین تجھسے نکاح کرون تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہو گی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہو گی وطی چھوڑنے سے م اس مثال مین کفارہ لازم آویگا وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہے اور طلاق واقع ہو گی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اسمین تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اُسکے دوسری بار اُس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی والہلیۃ الزوج للطلاق وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہے اسکو ایلا کی بھی لیاقت کہی اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اسکا ایلا بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہین اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے مین اختلاف ہے یعنی بنام خدا قسم کھانے مین کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہوا امام کے نزدیک اُسکی ایلا کا کیا فائدہ ہوا تو اُسکا جواب یہ ہے اُسنے اگلے قول مین

و فائدتہ وقوع الطلاق اور ایلاء ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنی اگر بعد ایلاء کے چار مہینے تک قربت نہ کریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطہ عدم النقص عن المدة اور ایلاء کی شرائط سے ہے مدت معینہ سے کم ہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ مین ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلاء ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقة بائنة ان بر ولم یطاء اور حکم ایلاء کا یہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اُسنے قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نہ کی ولزوم الکفارة والجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور کفارہ اور جزاے معلق لازم آویگی اگر اُسنے قسم توڑی بسبب وطی کے ثم والجزاء کا واو بمعنی او ہے یعنی اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہے اور اگر تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم ہے اور گاہے کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جبکہ حلف باللہ اور تعلیق معاً ہو چنانچہ اس مثال مین کہ واللہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کرون تو مجھپر حج ہے والمدة اقلہا للحرة اربعة اشہر وللامة شہران ولا حد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الاقلین اور کمتر مدت ایلاء کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہین اور لونڈی کیواسطے دو مہینے ہین اور اکثر مدت کی کچھ حد نہین تو دونون کمتر مدتون سے کمتر کی قسم کھانے مین ایلاء نہین تو اگر حرہ مین دو یا تین مہینے کی قسم کھائی یا لونڈی مین ایک مہینے کی قسم کی تو ایلاء نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلاء کا مانند اُس سبب کے ہے جو طلاق رجعی مین ہے یعنی چنانچہ اختلاف مزاج اور ناموافقت طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہے ویسے ہی ایلاء کا سبب پڑتا ہے والفاظہ صریح وکنایة اور الفاظ ایلاء کے دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع مین مستعمل ہو اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع دونون مین مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہین بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیة المدنی فمن الصریح لو قال واللہ وکل ما ینعقد بہ الیمین لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافة المنع الی الیمین او منجملہ ایلاء صریح کے یہ مثال ہے کہ اگر زوجہ کو کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ مین تجھسے قربت نکرونگا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنی بعظمة اللہ و بجلالہ و کبریائہ سے ایلاء صحیح ہے اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح نہین اسواسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہے نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلاء مین عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے طرف یمین کے یعنی حالت حیض مین باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطاک لا اغتسل منک من جنابة اربعة اشہر ولو حائض لتعیین المدة یا یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے اگر خطاب حائض سے ہو بسبب معین کردینے مدت کے یعنی تعیین چار مہینے کی یہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک برابر حیض نہین ہوتا بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان قسم مین مدت مذکور نہین وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوة رکعتین فلیس مولیا لعدم مشقتہا اور اگر قربت کرون مین تیری تو مجھپر حج واجب ہے یا مانند اسکے اس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق بخلاف اس قول کے کہ اگر مین قربت کرون تو مجھپر دو رکعت واجب ہین تو اسکا قائل مولی نہین یعنی ایلاء کرنے والا نہین بسبب شاق ہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائة رکعة وقیاسہ ان یکون مولیا بمائة ختمة او اتباع مائة جنازة ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ مین تیری قربت کرون تو مجھپر سو رکعتین لازم ہین اسواسطے کہ اسقدر نماز اکثر لوگون پر شاق ہے اور قیاس شقت کا اُسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اسکو مین نے کتب فقہ مین نہین دیکھا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی ور دفن کرنے کی شرکت مجھپر واجب ہوئی تو ایلاء ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمین غایت مشقت ہے او فانت طالق او عبدہ حر یا یون کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تو مطلقہ ہے یا غلام اُسکا آزاد ہے ہم یہانتک مثالین ایلاء صریح کی تھین ومن الکنایة لا امسک لا آتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ ہین یہ مثالین کہ مین تجھکو نہ چھوونگا تیرے پاس نہ آونگا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاونگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آونگا ثم لا اغشاک بمعنی لا آتیک کے ہے یعنے تیرے پاس نہ آونگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنے اتیان ہے کذا فی المغرب اور صراح مین کہا کہ غشیان بالکسر بمجامعت فرو گرفتن و بیہوش شدن و من المؤبد نحوہ حتی تخرج الدابة او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلاء دائمی کے ہے یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا یہانتک

کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروبگاہ سے طلوع کرے فان قربها فی المدة ولو مجنونا حنث وحینئذ ففی الحلف
باللہ وجبت الکفارة وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء لانتهاء الیمین سو زوج نے وطی کی زوجہ سے مدت کے اندر اگرچہ زوج اُسوقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا
پھر جسوقت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اُسکے سوا یمین یعنی تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ عتاق خواہ سوا اسکے
اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نرہا یعنی بعد چار مہینے گذرنے کے اب طلاق نہ واقع
ہوگی وان لم یقربها بانت بواحدة بمضیها اور اگر مدت میں زوجہ سے وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے ولو ادعاہ بعد مضیها
لم یقبل قوله الا ببینة اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہوں کے وسقط الحلف لو کان مؤقتا ولو مؤبدا تبین اذا
مضت الثانیة بتبین ثانیة وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت اور معین ہوگی اگرچہ توقیت وہ مدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے
عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یون کہا کہ واللہ میں تجھسے آٹھ مہینے صحبت نکرونگا پھر چار مہینے اُسنے صحبت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد
نے اس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نکی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اُسکے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنی اگر تیسری بار اُس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے
تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب باطل ہونے قسم کے لا لو کان مؤبدا او کانت طاهرة کما مر اور قسم ساقط نہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی وابدی ہوگی اور عورت
طاہر ہوگی یعنی اگر بلکہ حائض ہو عورت قسم کھانے کیوقت جنانچہ ذکر اسی قید کا گذر گیا وفرع علیه فلو نکحها ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فیء بانت
باخریین اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن اسپر پڑی اور اُس سے دوسری اور تیسری
بار نکاح کیا اور دو مدتیں بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت پر دو بار طلاق بائن اور پڑینگی یعنی زوج نے یون کہا کہ واللہ میں تجھے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت
نہ کی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے
بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدة من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار نکاح کیوقت سے یعنی اگر
دائمی قسم کھائی اور بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے اُس سے نکاح نہ کیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ
منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں فلو نکحها بعد زوج آخر لم تطلق لانتهاء هذا الملک سو اگر ایلا کرنیوالے نے اُس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے
بعد تو اب اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی
اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت
نہ کی تو اب اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر
واقع ہو بخلاف ما لو بانت بالایلاء بدون ثلاث اولا فانها بتنجیز الطلاق ثم عادت ثلاث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلة الهدم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا
ہوگئی بسبب ایلا کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور شیخین
کے نزدیک زوج اول کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمدؒ کے کہ اُنکے نزدیک بعدد باقی طلاق واقع
ہوگی جنانچہ اسکی تصریح باب الرجعة کے اندر مسئلہ ہدم میں ہوچکی یعنی اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت
نکرونگا اور چار مہینے تک قربت نکی تو اُسپر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دو بار طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے
زوج سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج
ثانی نے طلاق سابق کو منهدم کردیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع

ہوگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہوچکی اور اسیطرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اُسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج اول کے نکاح مین آئی تو مانند سابق کے تین بار پھر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک ایکبار وان وطیہا بعد زوج آخر کفر لبقاء الیمین للحنث اگر قسم والی کھانیوالے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب قسم توڑنے کے یعنی ہرچند بعد تین طلاق بائن پڑجانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑیگی لیکن عدم یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللہ لا اقربک شہرین وشہرین بعد ہذین الشہرین ایلاء لتحقق المدۃ اور یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینون کے تو ایلا ہے بسبب محقق ہونے مدت ایلاء کے اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوئے ولو مکث یوما ازاد بہ مطلق الزمان فی الساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا پھر اُسنے ایکدن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم مین کذا فی بحر الرائق ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال لبعد الشہرین الاولین اولا لنقص المدۃ پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنی اسیقدر بولا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو دونون صورتون مین مولی نہوگا یعنی ایلا نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اُسنے کہا کہ واللہ مین تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اُسنے ایکدن توقف کرکے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونون یمین کے چار مہینے ہوئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہوگیا تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پورے چار مہینے ہین لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی مین نہ مذکور کیا تو دونون یمین متداخل ہونگے مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اسمین بھی نہ پائی گئی لکن ان قالہ اتحدت الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینون مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینون مین وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہین اور دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دوہرا کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونون یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہین او قال واللہ لا اقربک سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا یعنی زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایک سال مگر ایکدن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اُسوقت جبکہ باقی رہگئے ہون ایکسال سے چار مہینے یا زیادہ اُسوقت مولی ہوگا اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین رہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اُسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر مولیا اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرادے الا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منعہ ابدا اور اگر اسنے مثال مذکور مین (الا یوما اقربک فیہ) کو زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو گاہے مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اُسنے ہر ایک اُسدن کو مستثنی کرلیا جسمین عورت سے قربت کرے تو اُسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہین تمام سال او قال وہو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وہی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجہا منہا فیطاہا یا کہ زوج بصرہ مین ہے اور اُسنے یون کہا کہ واللہ مکہ مین نہ جاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اسواسطے

کہ ممکن ہے کہ عورت کو مکہ سے بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے آلی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ وبطل بمضی المدۃ ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلا کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی
کی باقی ہے بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی اقلا عن النہر
م بعض نسخوں میں بمضی العدۃ ہے بجائے بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا اسکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من بائنۃ او اجنبیۃ
نکحہا بعدہ ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لا یصح لفوات محلہ ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے
بعد ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک نہ کیا یعنی نکاح پر تعلیق نہ کی چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی
نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہر چند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے
ولو آلی فابانہا ان مضت مدتہ وہی فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیۃ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ
عورت ہنوز عدت میں ہے تو اُس پر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیۃ عجز عجزا حقیقیا لا
حکمیا کا حرام لکونہ باختیارہ عن وطیہا لمرض احدہما او صغرہا او رتقہا او جبہ او عنۃ او بمسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا
فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ وقولہ لا بحق لم ارہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کر چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا
اعتکاف کے اسواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے
یا بسبب مقطوع الذکر یا نامرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اسکو قطع نہیں کر سکتا اور نہیں پہنچ سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے
زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر نہو عورت کی وطی پر قید خانے میں کما فی البحر الرائق عن الغایۃ شارح کہتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو
اُسکے دریافت کرنے کو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوے عالمگیری میں اسکو پایا منقول غایۃ السروجی سے
کہ حبس واجبی میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہوگیا ولکلامہما
ونشوزہا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاہا بالمنع فیرضیہا بالوعد اور اسی طرح عاجز ہوا وطی
سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اُسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے رجوع
کیا زوجہ کی طرف یا یوں کہا کہ میں پھر اتیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کر دیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اُس سے میں پھرا اور مانند ان
اقوال کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکر سکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی
بسبب منع وطی کے تو اُسکو اب راضی کرے وعدہ کر کے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئۃ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہا کون
فئیا پھر بعد رجوع قول کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اُسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہے سوا اگر غیر
فرج میں وطی کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی الی دہو
صحیح ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنی (فان قدر علی الجماع) سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلا کے وقت
سے اُسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کر دیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہوگیا تو اُسکا رجوع
کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفیٔ باللسان
فلو ابانہا ثم قال بلسانہ بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث کو

بدائع مین ذکر کیا وہ قیام ہی نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہو مانند تو اگر زوج نے بعد ایلاء کے عورت کو طلاق بائن دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہو گا اور ایلا باقی رہیگا قال لامرأتہ انت علی حرام ونحو ذلک کانت معی فی الحرام ایلاء نوی التحریم او لم ینو شیئا وظہار ان نواہ وہدر ان نوی الکذب دیانۃ ولما قضاء فایلاء قہستانی وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث ان نواہا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ لغلبۃ العرف ولذا لا یحلف بہ الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہی اور مانند اس کلام کے کچھ اور بولا جسمین حرام کا لفظ ہو چنانچہ یون کہا کہ تو میرے ساتھ ہی حرام کے اندر تو یہ قول ایلاء ہی اگر اُسنے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہی یا زوج نے اس کلام سے کچھ ارادہ نہ کیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلاء ہی اور یہ کلام ظہار ہوگا اگر اُسنے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اُسنے کذب کا ارادہ کیا اور اُسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہی اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلاء ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی اور یہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اُسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اُسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اُسپر ہی کہ یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہی اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نہ کی ہو بسبب غلبۂ استعمال کے یعنی بالفعل یہ قول طلاق ہی مین اکثر مستعمل ہی ولہذا اس قول سے سوا مردون کے کوئی قسم نہین کھاتا ولو لم یکن لہ امرأۃ وحلف بہ المرأۃ کان یمینا کما لو کانت لہ امرأۃ وباقت لا الی عدۃ ثم وجد الشرط لم تطلق امرأۃ التی تزوجہ بہ یفتی لتصیرہ یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اُسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہی یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کرکر بولی کہ تو مجھپر حرام ہی تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی اگر مین غلام کو مارون پھر زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اُسکی عورت وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہی کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہو جانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہونے محل کے یمین ہوگئی پھر جب تعلیق یمین ہوگئی تو یمین منقلب ہوکر طلاق نہین ہوسکتی ومثلہ انت معی فی الحرام والحرام یلزمنی وحرمتک علی وانت محرمۃ او حرام علی او لم یقل علی وانا علیک حرام او محرم او حرمت نفسی علیک او انت علی حرام کالحمار او الخنزیر بزازیہ اور انت علی حرام کے مانند میہ اقوال ہیں تو میرے ساتھ ہی حرام مین ہی حرام مجھکو لازم ہوا اور مین نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرمہ ہی یا حرام ہی یا کہ اس مثال مین مجھپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ تو حرام ہی یا محرم ہی اور مین تجھپر حرام ہون یا محرم ہون یا کہ مین نے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہی مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ لیکن ان مثالون سے طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کے زوجہ نہوگی تو یہ اقوال یمین ہو جاوینگے تو حانث ہونے سے کفارہ لازم آویگا ولو کان لہ اربع نسوۃ والمسألۃ بحالہا وقع علی کل واحدۃ منہن طلقۃ بائنۃ وقیل تطلق واحدۃ منہن والیہ البیان کما مر فی الصریح وہو الاظہر والاشبہ ذکرہ الزیلعی والبزازی وغیرہما وقال الکمال الاشبہ عندی الاول وبہ جزم صاحب البحر فی فتاواہ وصححہ فی جواہر الفتاوی واقرہ المصنف فی شرحہ اور اگر زوج کی چار عورتین ہون اور یہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو ذکر تحریم مین یعنی چار عورتون کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجھپر حرام ہی تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضون نے کہا کہ ان چار عورتون مین سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہی بیان تعیین مین چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح مین ہوچکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہی چنانچہ زیلعی اور بزازی اور اُنکے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ اور ذخیرہ اور برجندی کے اسکو ذکر کیا ہی اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہی یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسیکا یقین کیا ہی صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے مین اور جواہر الفتاوے مین بھی اسکی تصحیح کی ہی اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح مین قائم رکھا ہی م منح الغفار مین کلام محقق کا فتح القدیر سے یون منقول ہی کہ میرے نزدیک اشبہ بحق وہ ہی جو فتاوی مین ہی اسواسطے کہ یون کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر

حرام ہو یہ ہر زوجہ کو شامل ہو تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین مین ہو
نہ کہ (انت علی حرام) مین اسواسطے کہ خطاب صریحا مانع ہو عموم کا اور نہ امرأتی علی حرام مین ہو اور ظاہر نظر مین بھی معلوم ہوتا ہو کہ یہ گفتگو (انت علی حرام) مین ہو
لہذا شارح نے اگلے قول مین اسکا استدراک کیا لکن فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسألۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدۃ کما فی المتن
بل یجب فیہ ان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر الفائق مین ہو کہ واجب ہو
کہ ہون معنی اس قول زیلعی کے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہو یعنی فقط تحریم مین مثل مسئلہ سابقہ کے ہو نہ کہ بقید خطاب وجہ واحدہ کے جیسا کہ متن مین ہو کر
یعنے کہ متن مین بلکہ یہ واجب ہو انت علی حرام مین کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہو کہ مین کہتا ہون یعنی بخلاف
حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہو چارون عورتون کو شامل ہو اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح
کلام فقہا مین اتفاق حاصل ہوگیا سو اس توفیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنے جو کہتا ہو کہ سب عورتون پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہو کہ حلال اللہ
یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہو کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہو کہ (انت علی حرام) اور شارح کا یہ مطلب نہین کہ نہر الفائق کی تصریح
سے متن تنویر الابصار کے دونون قولون مین اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ ان دونون قولون کا اختلاف (امرأتی علی حرام) پر مبنی ہو سو جو فقہا کہ عموم کے قائل
ہین سو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہین اور جو خصوص کے قائل ہین وہ اضافت عہدی کہتے ہین خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہین قسم اول حلال اللہ یا
حلال المسلمین تو یہ عام ہو اور یہی مراد ہو اصحاب فتاوی کی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح مین قسم ثانی انت علی حرام یہ خاص ہو مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علی
حرام اسمین اختلاف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل لمحق شارح کے انت علی حرام الف مرۃ تقع واحدۃ زوجہ نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی ہزار بار تو ایک طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شی واحد ہو اسمین تعدد کی گنجائش نہین بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت
کو ایک طلاق دی پھر کہا اس سے کہ تو حرام ہو دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کرہ مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دوبار
کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہو قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ
حلال خدا کا حرام ہو مجھپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی یعنی
وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتون سے کہ تم دونون مجھپر حرام ہو اور ایک عورت مین تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری مین ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا
جیسا کہ اُسنے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہو اور پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہو قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا
یخفی کہا کہ تم دونون مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یون کہا کہ واللہ تم دونون سے مین قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونون کی وطی
سے یعنی ایک وطی سے قسم نٹوٹیگی اور وجہ فرق دونون مسئلون کی مخفی نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت
مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت مین دونون کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری جہ فرق کی یہ ہو کہ پہلی صورت
مین ایلاء معنوی ہو باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک مین جدی جدی جمع ہو جو دوسری مین بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر فی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک
ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ مین ہو کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
اسکو تین بار ایک مجلس مین مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلاء اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلاء ہو یعنی اگر
چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہونگے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلسین متعدد ہونگی یعنی ہر مجلس مین
ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم

باب الخلع

ہو لغۃ الازالۃ یہ باب ہی احکام خلع مین اور خلع لغت مین بمعنی ازالہ ہی یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پاؤن سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہی ازالۂ زوجیت مین بضم اول اور ازالۂ زوجیت کے غیر مین بفتح اول مستعمل ہی دشرطہ کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے چنانچہ بحر الرائق مین ہی عبارت ازالۂ ملک نکاح سے ہی ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد مین خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ وہ لغو ہی بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق فانہ یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ ولیسا ازالہ ملک نکاح کا خلع ہی جو موقوف ہی عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے یون کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالۂ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہین وہ خلع نہین بخلاف خالعتک بلفظ المفاعلۃ او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کان قبضت البدل ردتہ خانیۃ بخلاف خالعتک یعنی زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغۂ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اسکے عوض مین کچھ مال مقرر نہ کیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہی مسقط حقوق زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اسکو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیۃ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فتح یعنی ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکلگیا اسواسطے کہ طلاق مذکور زوجیت کو ساقط نہین کرتا کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المباراۃ فانہ تسقط کما مجیئ ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی خلع عبارت ہی اصل ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو معنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع مین داخل ہو جاے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہی چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع اور شرا داخل رہے خلع مین سو اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہی چنانچہ اسکی تصحیح کی ہی فتاوی صغری مین برخلاف خانیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہی ازالہ ملک نکاح سے اور بقاے عدت تک طلاق رجعی مین ملک ثابت ہی لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہی ولا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق لعدم الوفاق اور کچھ مضائقہ نہین خلع کرنے مین وقت ضرورت کے جب آپسمین پھوٹ پڑے نااتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنے کے بدلے جائز ہی بشرطیکہ نااتفاقی مرد کیطرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری مین بروایت عبداللہ بن عباس ثابت ہی کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر مین پایا تھا وہ اپنے زوج سے راضی نہ تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کرلے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہی جامع ترمذی مین بحدیث مرفوع ثابت ہی کہ جو عورت کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اسپر بہشت کی خوشبو حرام ہی لیکن جب کسیطرح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی ید ہا وبطن غنمہا وجوز العینی الانعکاس خلع جائز ہی عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدون عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے یہ کلیہ صحیح نہین بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضہ مین ہی اور بعوض اس بچہ کے جو بکری کے پیٹ مین ہی اور حالانکہ دس درم سے کم مین اور عورت کے مقبوضے سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہین اور علامہ عینی نے انعکاس جائز رکھا ہی ہم کلام عینی مین انعکاس سے مراد شاید انعکاس منطقی ہی اسواسطے کہ منطق مین موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہی سو یہان صحیح ہی عکس لغوی کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا و شرطہ کالطلاق اور شرط

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہی یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین وصفتہ ما ذکر بقولہ ہو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس الی مجلسہ ویقتصر قبولہا علی المجلس علمہا اور خلع
یمین ہو مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہی طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہین زوج
کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہو گا اور موقوف ہی قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر
یعنے جب عورت کو خلع کی خبر ہوا ور وہ مجلس مین نہ قبول کرے اُٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہو گا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فیصح رجوعہا قبل قبولہا ویصح
شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہو عوض مال دینے کے تو صحیح ہی عورت کا رجوع کرنا قبل
قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہی عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہی صحت خلع
کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدہ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ
مشروط ہی عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہند کی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان مین کرا دے تو قول
صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہی اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ اُنمین علم ہونا
ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہی اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہی یعنی فقط قضاءً صحیح ہی نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی
وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہی طلاق مین یعنی اگر
غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہی اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہین سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق
والمباراۃ کبعت نفسک او طلاقک وطلقتک علی کذا وابرأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہی بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے
چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دیدی یا یون کہا کہ مباراۃ کی مین نے
تجھسے یعنی تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہو گیا اور خلع بلفظ شرا کی یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما یجیء
اور حکم خلع یہ ہی کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہی سو طلاق بائن ہی اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا ور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا مقصود
مین ظاہر ہوتا ہی جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہی یعنی جبکہ بدل خلع مین مال باطل
مذکور ہو گا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہی تو طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہی تو طلاق رجعی واقع ہو گی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر
فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہی تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات مین اعتبار ہوتا ہی یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی مین ہی کہ مال مقرر کرنا خلع مین
یہ بھی قرینہ ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہی اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہی نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہو گا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجایش ہی اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہی اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہی کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق
قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کر چکا ہی تو قضاءً

اسکی تصدیق نہوگی چارون صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہی طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ
تصدیق ہوگی لیکن اس صورت مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہی ظاہر پر عمل کرنے مین کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر والاصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمباراۃ لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع وطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی
تصدیق ہوگی اُس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین
بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونون لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ اسمین
حاجت نہین لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہی زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہی وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو
ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات
کی کنایہ ہونے مین اشارہ ہی نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایۃ ہی مگر مشائخ نے کہا ہی کہ نیت
شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہی چنانچہ قہستانی مین یہ مذکور ہی متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا
کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجائے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ لہ تحریما اخذ شئی ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز
اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہی اور اس سے ملحق ہی ابرار دین یعنی اگر عورت کا
دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہی کہ اس حال مین مال لینا
حرام قطعی ہی لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر
نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت
ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہی اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلاً دس درم مہر مین عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی
عوض لیے تو بھی جائز ہی بنابر اس قول کے جسکی وجہ خوبتر ہی کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ
یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہی اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس بہ کے اسکا فائدہ دیتی ہی کہ کراہت تنزیہی
ہی تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونون قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہی سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہی اور جو نفی
کراہت کی کرتا ہی وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہی نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال
وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہی لازم ہونے
مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کرلیا ہی یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا لازم ہوگا
اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدل الخلع فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر
ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا جیسے غلام یا کپڑا تو عورت پر اسکی قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا جیسے کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہین کرتا بخلاف مبیع کے
جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہی خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی
فی غیرہ وقوعا مجانا فیہما لبطلان البدل وہو التمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے اس قسم سے
کہ وہ مسلمان کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونون صورتون مین

طلاق کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہی جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کهذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمہران لم
یعلم والا لاشیٔ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا
تو زوج مہر کو پھیرے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین
بلکہ شراب ہی تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورت مین کخالعنی علی ما فی یدہا ای کیسہا
ولا شیٔ فی یدہا لعدم التسمیۃ چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہی اُس صورت مین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور
حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھ ہی نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف کذا
کذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس مین مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اُسمین کچھ نہین
لکن لو کان فی یدہ جوہرۃ لہا فقبلت فہی لہ علمت او لا لاضرارہا نفسہا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع
قبول کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہوجاویگا عورت کو ہاتھ مین جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اُسکے قبول کرلینے سے
وان زادت من مال او دراہم ردت علیہ فی الاولی مہرہا ان قبضتہ والا لاشیٔ علیہا جوہرۃ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور
مین مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین تو پہلی
صورت مین یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہین یعنی اگر مہر مرد
پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت مین یعنی درصورت ذکر دراہم کے کذا فی الجوہرہ ہم ہاتھ سے مراد ان
دونون صورتون مین ظاہری ہاتھ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہی ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھ مین تین درم سے کم ہون یعنی ایک درم ہو
یا دو مین کو پورا کردے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت
کے ہاتھ مین درم نہین بلکہ دینارین ہین شارح کہتا ہی کہ مین نے اُسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا مم صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم ہی
واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبیت والصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ وبطن
الغنم وثمر الشجر کالید فذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کم مین نہ جنی ہو اور پھر بکری
کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم مین مانند ہاتھ کے ہین تو ذکر ہاتھ کا اسئلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہی کذا فی بحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری
کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اُسکی کوٹھری اور صندوق مین اور
لونڈی اور بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھ نہین تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت مین جنے گی تو
مرد اُسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنے گی تو مرد اُسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم الملک فقال لو
علم انہ لامتاع فی البیت او انہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا ولا یلزمہا شیٔ لانہا لم تطمعہ فلم یصر مغرورا او لو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدمہ ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے
کہا کہ مسائل مذکورہ مین مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہی بقید عدم علم کے یون کہا ہی کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا
خلع بعوض مہر مین وجہ یہ جانتا تھا کہ عورت کا اُسپر کچھ مہر نہین تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہین دلایا تو زوج
کو عورت نے کچھ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اُسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہین ہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دھوکا ہوا مم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آیندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی

خالعت علی عبد ابق لہا علی برائتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا قیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر قادر ہو اُس پر اور اگر غلام نہ ملسکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہین ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہین باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ اے بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا والا مجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اُسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت مین یعنی بالف مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس مین طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین فلہ کل الالف اور خانیہ مین ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دیچکا تھا تو اُسکو پورے ہزار ملینگے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئے عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہوگیا وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ (طلقنی ثلثا علی الف) تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہین ہوتا اجزا شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند بے کے ہے تو جیسے پہلی صورت مین ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شئی لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف بخلاف مامر لرضاہا بالف فبعضہا اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم مین بطریق اولی راضی ہوگی وقولہا انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کما مر ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما یجیٔ الالف لانہ تفویض او تعلیق اور مرد کا عورت سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اُسے قبول کرلیا اپنی مجلس مین تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اُسپر زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہوچکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا بدلائی ہے یا تعلیق ہے یعنی بالف کہنے مین بدلائی ہے اور علی الف مین تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتہ احدکما طالق بالف درہم والاخری بمائۃ دینار فقبلتا طلقتا بغیر شئی اور بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتون سے تم مین سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض سو درم کے سو قبول کرلیا اُسکو دونون نے تو دونون پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھپر لازم نہین دینا مگر سو درم کا انت طالق وعلیک الف طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قولہ وعلیک الف جملۃ تامۃ وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولہما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونون نے ہزار درم دینا قبول بھی نہ کرلیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یون کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہے یعنی ماقبل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اعراب مین خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کرلیا ہے تو طلاق یا اعتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اسکے عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے درحالت وجوب

ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہی کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول لہ بیمینہ بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لہا وکذا لو قال لعبدہ کذلک کقولہ لغیرہ بعت منک ہذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بمال یمین من جانبہ وہی تدعی حنثہ وہو منکر اما البیع فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع فلو برہنا اخذ ببینتہا تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہی یعنی اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے بیچا تھا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہی کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہی جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہی اور زوجہ مدعی ہی زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہی اور قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا اور صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہی کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہی قبول کا اسواسطے کہ بیع عبارت ہی ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہوگیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہی بیع سے تو مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہی اور زوج نافی تو گواہ اثبات کے اولی ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا فیکون القول لہا لانہا تنکر وعکسہ لا یقع کیف ما کان بزازیہ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہی تو طلاق واقع ہو جائیگی بسبب اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہی سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی اور اسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع کرنے کی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیہ یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل لمحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضہ من دینہ او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول لہ زوج نے خلع سے انکار یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنے زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونون مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین زوجہ کہتی ہی کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہی کہ اُسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہونگے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لہا اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہی کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ادعت المہر والنفقۃ العدۃ وانہ طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر ولہ فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا

اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہی اور مرد نے دعوے کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہی اور گواہ کسی کے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر
ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقاے مہر اصلی امر ہی اور لائق اعتبار کے قول اسیکا
ہی جو متمسک ہوا صل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہی بسبب طلاق کے اور زوج اُسکا منکر ہی اور
بحر الرائق مین کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہی اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونون سے نفقہ ثابت ہوتا ہی تو کیونکر
ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خالع امرأتیہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مثلیہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونون
عورتون کے معین مہر دن پر مثلاً قیمت غلام کی ہی تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہی اور دوسری کا ہی سو درم کا تو دو سو درم والی پر بیس درم
لازم ہونگے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اُس صورت مین ہی کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونون عورتون کا ہو اور دونون کے
مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتون کا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونون کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدلہ خلع کا ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبدی وقف علی قبولہا وان لم یعیب شئ بحر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پ
موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہی تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو
اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین **ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق**
ثابت وقتہما لکل منہما علی الآخر مما یتعلق وقتہما بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا برئ عن الثانی لا الاول والمتعۃ کالمہر نزازیہ
اور ساقط کرتا ہی خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہی مبارات یعنی ابراء جانبین
اسطرح کہ عورت کہے کہ تجھکو بری کرا اپنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات
کے ثابت ہی ہر ایک حق دوسرے پر اُس قسم کا حق جو متعلق ہی اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا ہی یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا
مہر ٹھہرا کر پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہی کذا فی البزازیہ ہم یہ جو
کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہی یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے
کے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کیوقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہی جو متعلق ہی نکاح سے تو وہ حق نکلگیا جو بجہت
نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ عورت سے
بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکو مقتضی ہی کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت
کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن جو کہ متعہ عوض ہی مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہی ویسے ہی یہ بھی ساقط ہوگیا کذا فی
حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی السعود وفیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ
مین ہی کہ عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہین کسیکا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اُسکی یعنی میری اتنی روئی ہی عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی
صحیح ہی بسبب مخصوص ہونے برات کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہو جاتے ہین اور حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان
الا اذا نص علیہا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہا بل بعدہما
سب حقوق متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ
عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہی حق تعالی نے فرمایا کہ (لا تخرجوہن من بیوتہن) یعنی نکالو مطلقات کو اُنکے رہنے کے مکان سے تا انقضاے

عدت مگر جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کرلیا یوں بولی کہ میں دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنے مملوک کے گھر میں رہتی ہوں تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقۂ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہو جب ہمارے بیان کے یعنی (قولہ ثابت وقتہما بعد قول المصنف کل حق) کی اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد انکے واجب ہوئے ہیں یعنی اگر مصنف ثابت وقتہما کی قید لگاتا جیسی شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول لیسقط سے مفہوم ہوتی ہے اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ العدۃ استثناے منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی (وقیل الطلاق علی مال سقط للمہر کالخلع والمعتمد کذا ذکرہ البزازی) اور قول نامعتمد یہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ البزازی (ولو ابرأ ابراک اللہ ذکرہ البہنسی) اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر کیا ہے اور اسکا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسی کے قائل ہیں لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور غزی اسکا تابع ہو گیا ہے اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہے کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھکو بری کرے اور میں نے لکھدیا ہے کہ یہ برأت صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسقاطی (شرط البرأۃ من نفقۃ الولد ان وقتا وقتا لکنہ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم) شرط کیا زوج نے خلع میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور اس میں منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلادے دو برس اسواسطے کہ شیر خوار میں قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اسکی پرورش میں مدت مقرر نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کرلینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی (ولو تزوجہا او ہربت او ماتت او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ) اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا کہ عورت نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح کرلینے مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہاں آکر لڑکے کو بھی اسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر مدت بعد عدت باقی رہی ہوگی اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ نہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نہ کیا ہرب سے یا یہ مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنی نافرمانی کرے تا کہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کے اسکے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھرلے کذا فی حاشیۃ المدنی (الا اذا اشترطت براءتہ) در صورت مرنے عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برأت شرط کرلی ہو یعنی خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کرلی ہو کہ میں مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے (ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو فطیما فیصح کالطعام) اور جس صورت میں خلع بعوض نفقہ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اسکے باپ سے طلب کرے مگر اسصورت میں مطالبہ نہ ہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیر خوار ہو تو بھی خلع کرنا بعوض اسکے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارۂ ائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے ہر چند یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث

نہین اسواسطے کہ والدین لسبب کثرت شفقت ولد کے دوائی کے کھانے اور لباس دینے مین تنگی نہین کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ شہرا مثلاً وہی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اُسکے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہی سو اُسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہی کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہی تو ولد کے باپ سے حاکم اسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اُسکو مقدور رہوگا تو مرد کو دیگا وفیہ لو خالعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع بہ علیہا اور فتح القدیر مین ہی کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اُسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق مین نہ پسر کے حق مین اسواسطے کہ لڑکا عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہی اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہون عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہی اسواسطے کہ یہ حق ہی ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ مین یعنے مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو چھ مہینے بھر ولد کو رکھا تو کتنا اسپر خرچ ہوا تو اسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیرے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ہی وہی ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اُسکے مال یا اُسکے مہر کے عوض تو اُسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین چنانچہ طلاق واقع ہوتی ہی اُس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیز دار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہی یعنی فعل غیر ضروری ہی تو معتبر نہو گا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسی طرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کرلیا ہو تو اُسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہین خلع صغیرہ کا مان کی طرف سے جبتک کہ مان اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرلے لسبب عدم ولایتہا علی صغیر اصلا اور صحیح نہین خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ باپ خلع کرسکتا ہی نہ مان خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہین تو مان یا باپ اُسکے نائب بھی نہین ہوسکتے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت بالمرأۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیہا شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مہر کے یا بعوض اپنے مال کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہین یعنی امور دنیاوی مین نادان ہی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اُسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونون صورتون مین یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مہرہا لانہ یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے خلع کیا نہ صغیرہ کی طرف سے کفیل ہوکر لسبب نہ واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہی اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہی بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت مین داخل نہین ومن حیل سقوطہ ان یحیلا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیۃ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہی کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراوین بقدر مہر کے تو اجنبی یون کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اُسکو جسکو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہی یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شئی لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل اولم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اوراگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط
کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اُسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہو کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے
مال جاتا ہو تو اسپر طلاق واقع ہو گی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہین اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اسکو اتنا فہم نہین کہ
نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے نقصان ہوتا ہو تو اسپر طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ اسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اُسکی طرف سے قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اُسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہو گا کذا فی فتح القدیر اور منتقی مین کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہو گا اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہو کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے
کذا فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المراۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المہر المؤجل لو کان علیہ وان لا
یکن علیہ من المؤجل شئی ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لما مر انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مین نے تجھے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہو گی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہو گا مہر مؤجل سے
اگر مہر مؤجل ہنوز اُسپر ہو گا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہو گا تو عورت پھیر دے اسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اُسکو دے چکا ہو اسواسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہو کہ خلع
معاوضہ ہو عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہو گا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا
فالاقل من ارثہ والثلث وان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہو
اُسکے تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہو اور تبرع صحیح نہین مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین سے جو کمتر ہو گا سو زوج اسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہو گا زوج
کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اُس صورت مین ہو جبکہ عورت عدت مین مر گئی
ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مر گئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مر گئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو
تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اِسکا جامع الفصولین مین ہو اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہو گا اُسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اُسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال
دیکر اُسنے اپنی گلو خلاصی نہین کی لہذا اُسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہین ولو امۃ وام الولد ان باذن المولی لزمہا المال للحال فتباع الامۃ
وتسعی ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہو تو ان دونون پر فی الحال مال لازم
ہو گا تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہو
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا اُنپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حرا صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اُسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہو تو خلع صحیح ہو گا مفت اور اگر اُسکا زوج مکاتب ہو یا غلام ہو یا مدبر ہو تو خلع صحیح ہو اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہو تو نکاح قائم رہیگا باطل نہو گا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہو مگر مکاتب مالک ہو گا زوجہ کا لیکن اُسکی ملکیت تام نہین تو نکاح فسخ نہو گا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد
ہو گی اور اگر اولاد نہو گی نکاح فسخ ہو کر اُسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہو کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ اُس صورت مین ہو جبتک

وہ آزاد نہین ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فظاہر لملکہا لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہا اختیا ر اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہو کہ اگر وہ لونڈی کا مالک
ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح مین ابطال
خلع کا ہو گیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہو لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تا کہ یہ قبایح لازم نہ آوین کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے قال خالعتک علی الف فا ثلاثا فقبلت طلقت ثلاثۃ آلاف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے
قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر
تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو مختلعہ ہو ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا تو اخیر مین عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا
عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت
الثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع در ملتقی مین ہو کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہو چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو سہ تین بار طلاق واقع
ہوگی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق مین سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب
تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہو تو جبتک چار
طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاویگی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول وعلی ان تدخل الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل
بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہو بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہوا اور اگر یون کہا کہ
(انت طالق علی ان تدخلی الدار) یعنی تو طالق ہو اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر مین تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہو مین کہتا ہون کہ ان دونون صورتون مین
وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہو تو پہلے مسئلہ مین بھی مصدر ہو یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ مین بھی معنوی مصدر ہو پھر
کیا وجہ کہ پہلی صورت مین تو قبول پر طلاق موقوف ہو اور دوسری صورت مین دخول پر موقوف تو اسکے جواب مین غور و تامل کر مصدر صریح اور مصدر ماول مین البتہ
فرق ثابت ہو چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح الملتقی سے نقل کیا ہو کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہین تو یون کہنا درست نہین کہ (انت اما دخولک الدار واما عدم)
تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہو بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر
صریح مین قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر اول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہو چنانچہ یون کہنا درست ہو کہ (انت اما ان تدخلی واما ان لا تدخلی)
اسواسطے کہ فعل مین ضمیر موجود ہو کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہین تو انت طالق علی ان تدخلی الدار مین حمل صحیح ہو بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر
موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہو اس لفظ کا اور التزام دخول مجازا ہو اور ہوتے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہین کذا فی
حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سألتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور
عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا او
لاجنبی او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہو یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا
یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہو اور یہ شرط باطل ہو اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہو کہ زوجین مین ایک کا حق دوسرے
پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہو مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر
زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعا ثابت ہو تو ساقط کرنے سے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بانت قیل رجعی
عورت نے کہا کہ مین خلع چاہتی ہون تجھسے سو مرد نے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہو اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب مین واقع ہوئی اور

اختلاع سے مقید ہی جدائی کا اور اسی فتوی دیا ہی امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ طلاق رجعی ہو اسواسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہو نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے
بلفظ صریح طلاق دی ہو تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہو قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا رواية لو قالت ابرأتك من المهر بشرط الطلاق الرجعي فطلقها

رجعيا لكن في الزيادات انت طالق اليوم رجعيا وغدا اخرى رجعيا بالف فالبدل لهما وهما بائنان لكن يقع غدا بغير شيء ان لم يعد ملكه اور قنیہ مین کہا کہ کوئی روایت
نہین اس صورت مین کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اُسکو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت
مین بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات مین یون ہو کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہو
اور کل دوسری رجعی طلاق ہو عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونون طلاق کا ہوگا اور دونون طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی
اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نہ کیا تو عورت
پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہین بسبب باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا عوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار
نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی مم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہو تو وہ جو قنیہ مین
کہا کہ مسئلہ مذکور مین روایت نہین سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظهيرية قال الصغيرة ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك بعد ان
تبرئيني من المهر فوجد الشرط فابرأته وطلقت نفسها لا يسقط المهر ويقع الرجعي اور فتاوی ظہیریہ مین ہو کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب رہون
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہو بعد اس امر کے کہ مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو
صغیرہ نے اسکو مہر سے بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اُسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہین پھر
جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفي البزازية اختلعت بمهرها على ان يعطيها عشرين درهما وكذا انا من الارز صح ولا يشترط مكان الايفاء
لان الخلع اوسع من البيع اور بزازیہ مین ہو کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اُسکو بیس درم دے یا اتنے من چاول
دے تو یہ خلع صحیح ہو اور شرط نہین مکان معین کرنا واسطے درم اور چاول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہو بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان
جنس لینے دینے کا شرط ہو ویسا خلع مین شرط نہین قلت ومفاده صحة ايجاب بدل الخلع عليه فليحفظ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ روایات بزازیہ سے
یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن
یہ اُس صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اُسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ
زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہو نتہا مین کذا فی حاشیۃ المدنی وفي القنية اختلعت بشرط الصك او بشرط ان يرد اليها امتعتها فقبل لم يحرم ويشترط
كتبة الصك ورد الامتعة في المجلس اور قنیہ مین ہو کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرارنامہ کے یعنی لکھنا اقرارنامہ کا زوج کے ذمہ پر ہو یا اس
شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کر لیا تو مجرد قبول کرنے کے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام ہونے مین لکھدینا
زوج کا اقرارنامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس مین مشروط ہی طحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہی حقوق کا تو عورت کا حق اُس صورت مین ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہی ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونون غالبا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہی
بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار مین نکاح باقی رہتا ہو ہو لغة مصدر ظاهر من امرأته اذا قال لها انت علي كظهر امي ظہار لغت مین مصدر ہی اہل
عرب (ظاهر من امرأته) اُسوقت بولتے ہین جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسے میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہو واسطے حرمت کے یعنی

باب الظہار

حرام ہی ظہار کے معنی لغت مین ہرچند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسی کو مخصوص کر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع
مین ظہار عبارت ہی تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے
کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہی اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ
تو میری مان ہی ظہار سے نکلگیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہی اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو
کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہکو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد
ہوا ہی اور عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام الولد
در مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہی کما سیجئی اور فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ غیر کی لونڈی
اور مکاتبہ سے جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہی او تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لایمکن زوالہ یا ظہار عبارت
ہی تشبیہ اس عضو سے جس عضو کر عورت کی تعبیر کیجاتی ہی چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہی عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ
حرام ہی ایسے وصف کر کہ ممکن نہین زوال اسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ گاہے زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت
کے ہی خواہ باعتبار رضاعت کے جزء شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہی کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اسکے اس
عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل واقع ہوتا ہی یا جزء شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری مان کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری مان کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری مان کی پیٹھ فخرج تشبیہا باخت امراتہ او مطلقۃ ثلثا وکذا المجوسیۃ لجواز اسلامہا
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہرچند سالی
اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہی لیکن وصف حرمت کا ایسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کے اسکی عدت گذرجائے تو اسکی بہن سے
نکاح جائز ہی اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہی اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اسکے
اسلام کے یعنی ہرچند مجوسیہ مسلم پر حرام ہی لیکن اگر وہ مسلمان ہوجاے مرد پر حلال ہوگی تو اسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر
والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہی شخص مقدر کی جو شامل ہی مرد اور عورت کو
تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہی تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور
اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنی ظہار کا حکم اسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہی نساء سے ہو یا رجال سے مان اور باپ
دونون کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہی اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کرکے اور بحر الرائق مین
اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہی کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ
او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہی بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی
شرائط سے ایک یہ شرط ہی کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار
صحیح نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہی اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہی نہ مردون مین نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر
والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما نوی علی الصحیح ہان بدائع کے قول پر اعتراض وارد
ہوتا ہی خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجہپر ایسی ہی جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا

اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے کہ خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ مین بھی ظہار ہوتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہین جواب اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہین اور یہ مطلب نہین کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہین بلکہ ان امور سے انکی عبارت ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع مین ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ مین کنایات ظہار مذکور ہین تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول انکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوی قاضیخان مین مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمین روایات مختلف ہین اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت نکریگا تو ایلا ہے اور اگر طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہین معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول مین کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے مین اسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو اسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کرکے وصح اضافتہ الی الملک وسببہ کان نکحتک فکذا حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت مین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح تعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا یا ایسا حتی کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرہ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنی اگر عورت ظہار کرے تو اسپر کفارہ یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفاذا الظہار کانت علی کظہر امی وانت کذا لو حذف علی کما فی النہر وہک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل ونصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی وکبطنہا وکفخذہا وکفرجہا او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہ یعنے ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام بدن کی مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند اسکے پیٹ کے ہے یا مانند اسکی ران کے ہے یا مانند اسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند شارح نے کہا کہ اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہے اور اسمین جو تکرار ہے سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخون مین ہے سو بجائے فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہے اور تجھکو اسکا مردود ہونا معلوم ہوچکا ہے نہر الفائق کے کلام سے نقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہین خلاصہ یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی ان اعضا سے جنکو دیکھنا اسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤن کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے لا یعبر بہ ظاہرا بالابانۃ لانہ صریح فیحرم وطیہا علیہ و

ودواعیہ للنہی عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ لا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفرلہ تقبیلہا للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر
ہوجاتا ہی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ صریح ظہار ہی اور صریح محتاج نیت کا نہین پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہی وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی
وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالی من قبل ان یتماسا
اور یہ شامل ہی وطی اور اُسکی دواعی کو سب کو اور محمد رح سے ایک روایت یہ ہی کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہی اُسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت
اور مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحرالرائق مین کہا کہ قید سفر کی روایت مین تحریف ہی اسواسطے کہ تقبیل بلاشہوت سفر اور حضر دونون مین درست ہی
کذا فی حاشیۃ المدنی حتی یکفر وان عادت الیہ بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اُسکے دواعی حرام ہین یہانتک
کہ کفارہ دے یعنی بدون کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے
اور یہی حکم ہی لعان کا مع ملک یمین کی یہ صورت ہی کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا پھر اُسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دارالحرب مین جاملی
پھر وہان سے گرفتار ہوآئی اور زوج اُسکا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہی کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اس سے ظہار کیا پھر اُسکو تین طلاق دی اور اُسنے زوج
ثانی سے نکاح کیا اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہین بدون
کفارہ دینے کے وطی اُس عورت کی حلال نہین فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیہ اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا تو بہ
اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اُسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہی جامع ترمذی اور امام مالک کی مؤطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہی
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یعود لوطیہا ثانیا قبلہا قبل الکفارۃ اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کرچکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز
قائم ہی وعودہ المذکور فی الآیۃ عزمہ عزما مؤکدا فلو عزم ثم بدا لہ ان لا یطأہا لا کفارۃ علیہ علی استباحۃ وطیہا ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود
الرجوع واللام بمعنی عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی مین مذکور ہی یعنی ثم یعودون لما قالوا مین سو مراد اُس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہی عورت کی وطی
کی استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اُسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم مؤکد نہ ہوا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ
پھر پلٹین اپنے قول سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آوین سو ارادہ وطی کا کرین فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہی اور لام لما قالوا مین بمعنی عن ہی حاصل کلام
یہ ہی کہ سبب کفارہ واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہی اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہی جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے
رافع ہی حدث کی وللمرأۃ مطالبتہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہی عورت کو کہ زوج مظاہر مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلاکر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے
ساتھ وطی کے وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور
واجب ہی عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہی لازم کرنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر
دور ہو قاضی پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہی یہانتک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال کفرت صدق ما لم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ
مین کفارہ ظہار کا دےچکا ہون تو اُسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہون کے تصدیق کرنا نچاہیے وبقیدہ
بوقت سقط بعینہ او سا اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کردیا تو ظہار ساقط ہی اُسوقت کے گذر جانے سے مثلاً ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے
اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہی وتعلیقہ بمشیۃ اللہ تعالی تبطلہ بخلاف مشیۃ فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا حق
تعالی کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہی مثلاً یون کہنا کہ انت علی کظہر امی انشاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہی جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہی بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار بمشیت زید یا عمر کریگا تو اُسکی مشیت سے ظہار صحیح ہی وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ

بر ادا طلاقا او ظہارا صحت بنیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہو یا مثل امی کے کا می بولا اور یہ صحیح
ہو اگر علی کا لفظ محذوف کردیا یعنی یون کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہو نیت اسکی
اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہو اور کنایہ محتاج ہو نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت
سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی
سے کچھ نیت نہ کریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یون کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق
نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہو زوج کا یون کہنا اپنی
زوجہ سے کہ تو میری ماں ہو اور یون کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہین ہو اسواسطے
کہ تشبیہ سے خالی ہو لیکن مکروہ تحریمی ہو اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہو اور سنن ابی داؤد مین بحدیث مرفوع ثابت ہو کہ جورو کو بہن کہنا منع اور مکروہ ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق وتمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت الادنی وہو الظہار
فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہو میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہو اور جائز نہین اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا
بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمین تحریم کا لفظ نہین اور اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح مین
وبانت علی کظہر امی ثبت الظہار لاغیرہ لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہو نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے
کہ یہ لفظ صریح ہو ظہار مین تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من امتہ اور ظہار صحیح نہین
اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار مین واقع ہو وہ لونڈی کو شامل نہین اسواسطے کہ عرف مین نساء رجال کی
زوجات کو کہتے ہین نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ وقت الظہار
صحیح نہین اس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اسکے امر کے پھر اس نے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار
کے وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کردیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک واحمد
بکفارۃ واحدۃ کالایلاء اگر مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہو سب عورتون سے باتفاق فقہا کے اور
کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک نے اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتون کی حلت کیواسطے کافی ہو مانند کفارہ
ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ مین اپنی عورتون سے صحبت نکرونگا پھر اسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہو جاوینگی
ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار دون التاکید فان بمجلس صدق قضاء والا لا علی المعتمد وکذا لو علقہ بنکاحہا کما مر عن
التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہو اسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو
اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کرچکا ہو تو قضاءً اسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃ
البتہ تصدیق ہوگی بنابر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہو اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ مین
مذکور ہوچکی ہو مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اسکے استاد کی روایت کے
مخالف ہو یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہو کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ
لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعض کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق

کیا ہی اور معتمد اول ہی قول ہی انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہی اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہی بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری مین بھی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم التجدد لوانی لقی تجدد ولہ قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری مان کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار ہی تو ہر رات اور دن وطی حرام ہی بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور مین فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری مان کی پیٹھ ہر دن مین تو ہر روز جدا گانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اسدن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات مین جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہی اور ظرف مین معنی شرط کے ہوتے ہین تو دن کو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری مان کی پیٹھ ہی آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت مین جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہی بحر الرائق کے اسمین یون ہی کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن عورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات مین زوج کو قربت کا اختیار ہی پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اس صورت مین ہی جب یون کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا نہ ختم ہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر ومتی علق لشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یون کہا جب تو گھر مین داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری مان کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جو بار عورت گھر مین داخل ہو اتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا ویصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان لکن ظاہر واستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا اجاز تاتارخانیۃ وبحر اور یون کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہی جیسی میری مان کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہی باعتبار استحسان کے اور اسیواسطے صحیح ہی کفارہ دینا اس ظہار کا رجب مین نہ شعبان مین اور کفارہ رجب سے ظہار رمضان بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا مین یعنی جمعہ مین تو جائز نہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی فتاوی التاتارخانیۃ والبحر م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ظہار مین یہ شرط ہی کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہین

باب الکفارة

یہ باب ہی کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف علما ہی کفارہ کے سبب مین جمہور علما کا یہ مذہب ہی کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہی یعنی عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہی اور عود اسکی شرط ہی اور بعضون نے اسکے بالعکس کہا ہی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت مین ماخوذ ہی اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اسوقت بولا جاتا ہی جب اللہ تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہی اور حکم کفارہ کا یہ ہی کہ واجب ساقط ہو جاتا ہی گردن سے اور حصول ثواب ہی بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہین بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہی تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع مین عبارت ہی تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہی یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت مین پاکر ادائے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا

خود بخود و بلا نیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہی اور تحریر رقبہ عبارت ہی اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہی اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین اُسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالک نے کفارہ
ظہار مین اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کر دیا تو اُسکے جواز اعتاق مین اختلاف ہی فتح القدیر اور بنایہ مین کہا ہی کہ یہ جائز نہین اور شرح
مبسوط مین کرخی سے منقول ہی کہ یہ اعتاق جائز ہی واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اُسکا آزاد کرنا کفارہ
ظہار مین درست ہی لیکن جسقدر مال پر رہن ہو گا اُتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او ابقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہی یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد و حربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو مالک نے مطلق العنان
کر دیا اختلاف ہی فقہا کا فتح القدیر مین ہی کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب مین مطلق العنان
کر دیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سُنتا ہو تو اُسکے آزاد کرنے
سے کفارہ ادا ہو گا اور اگر شور کرنے سے مطلق د سُنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہو گا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو
جسکی شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارۂ ظہار مین جائز ہی او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونون
کان کٹے ہون او ذاھب الحاجبین و شعر لحیتہ و راس یا غلام کے دونون ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع انف و شفتین ان قدر علی
الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اُسکے دونون لب کٹے ہون بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اعمش او مقطوع احدی
یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چپڑا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن یا
بایان ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤن کٹا ہو گا تو اُسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا
لم یؤد شیئا واعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے
وارث نے یعنے اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مرگیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو
جائز نہین وکذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہی کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ
مثلاً مظاہر کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہو گا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہی بخلاف ارث
کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث مین پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہ
اعتاق نہو گا بلکہ عتق ہو گا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجی اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہی کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اُسکا ذکر آویگا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤن سے
چلنے کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہو گا اسواسطے کہ وہ در حکم میت ہی اور مراد فوت منفعت سے یہ ہی کہ بالکل منفعت فوت
ہو تو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ مین ضرر نکریگا الاعمی و مجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ و مریض لا یرجی برءہ و ساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کبھی ہوش مین آجاتا ہو تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہی ہوشیاری کی حالت مین اور ایسا بیمار
جسکی صحت کی اُمید نہ ہو اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ بوجہ کھانے پر قادر نہین والمقطوع یدیہ او ابہامیہ او ثلث اصابع من کل ید اور جلاہ و یدو رجل من جانب
ور جائز نہین وہ غلام جسکے دونون ہاتھ یا دونون ہاتھ کے انگوٹھے یا تین اُنگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونون پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ ان

صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہو ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یخبری مدبر وام ولد
ومکاتب ادی لبعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداء شیئا اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اُس
مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہین ہو گیا اداے باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اُسکے مالکنے اُسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ
تو جائز ہو اور یہی عاجزی حیلہ ہو اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اسکا مالک بہ نیت کفارہ اُسکو آزاد کیا چاہے
تو اُسکی یہی تدبیر ہی کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا
نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو ازاد کرنا بعد ضامن ہونے اُسکی قیمت کے بوجہ سے جم جانے نقصان کے نصف اخیر مین یعنی ایک غلام کے دو مالک
تھے نصفا نصف سو ایک مالکنے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑ گیا یعنی دوسرا مالک اب اُسکو بیچ نہین سکتا
لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہو گا ہان اول اپنا حصہ آزاد نہ کرتا اور نصف
باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا للامر بہ قبل التماس اور کفایت نہین کرتا اپنے
نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہی
اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاجہ لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد
للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی النقل سو اگر ظہار کرنے والا نہ پاوے اُسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ
محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اُسکو بیچکر اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہی غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین
یون ہی کہ مظاہر کا ایک غلام ہی خدمت کیواسطے اُسکو اداے کفارۂ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اُسی غلام کو آزاد کرے مگر اُسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہی جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نہ سکے انتہی کلام الجوہرۃ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اُسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر
یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام اُسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہی کہ ضمیر یکون کی مولی
کیطرف پھر تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت مین نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنی تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح
اسباب مین ثابت نہوگی احتمال اخیر نامقبول ہی مترجم چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اُسکی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے
ولا یعتبر مسکنہ اور گھر اُسکا معتبر نہین یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمین وہ رہتا ہی تو اُسپر اُسکا بیچنا اُسکی قیمت سے اور کفارۂ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا فرض نہین اسواسطے
کہ مکان ضروریات مین داخل ہی تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو
اور اُسپر اتنا ہی قرض ہی قرض کو ادا کر دے تو اُسکو صوم کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ وہ اعتاق پر اب قادر نہین اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہین کیا تو اُسمین دو قول ہین
ایک قول یہ ہی کہ روزہ رکھنا کافی ہی اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہین ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اُسکا مال غائب ہو یعنی مثلاً سفر مین ہو تو اُسکے
حصول کا منتظر رہے جب آ وے تو غلام خرید کرکے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدیہما ثم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر کفارے
ہون یعنے دو عورتون سے ظہار کیا ہو اور اُسکے ملک مین ایک ہی غلام ہو سو اُس نے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے
غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہین لیکن کفارۂ اعتاق بلاشک صحیح اور بالعکس اسکے جائز ہی یعنی اگر اول
آزاد کرے اور دوسرے کفارے مین روزے رکھے تو درست ہی اسواسطے کہ عدم قدرت مین صوم کافی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین لو بالاہلال والا فستین
یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہون چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ اور دوسرا مہینہ اُنتیس

دن کا ہو تو اٹھا دن ان کے روزے کفایت کرتے ہیں اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الآخر اخیر لزمه العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو بیان پایا نہ گیا تو یہ صوم اسکا نفل ہو گیا اسپر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یومه ندبا ولا قضاء لو افطر وان صار نفلا اور اُس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے تو اسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہ صوم نفل ہو گیا یعنی ہر چند افطار صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہیں اسواسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا اُسکی قضا واجب ہے نہ اتمام لیکن یہ اُس صورت میں ہے جبکہ بمجرد قدرت عتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت عتاق کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہو گیا اب اسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس فیهما رمضان وایام نهی عن صومها دو مہینے پے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو جنمیں رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہے نہ واقع ہوں اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آ جاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح ہوگا اور جسطرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا اسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیه التتابع اور اسیطرح جس صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور ایام خمسہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معین میں تتابع شرط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر بعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض الا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پا سکتی جو حیض سے خالی ہوں مگر جبکہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہو گیا ہو اور اُسنے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اُسکو پھر نئے سر سے روزہ رکھنا پڑیگا م کفارہ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر بیجا خود نہیں اسواسطے کہ یہ کفارہ سوائے مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اُسکو بھی ذکر کر دیا او نحوه او وطیها ای المظاهر منها اما لو وطی غیرها وطیا غیر مفطر لم یضره اتفاقا کالوطی فی کفارة القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اُسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہے وطی کرے لیکن اگر اُس عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کی کفارہ کو مضر نہیں باتفاق طرفین اور ابی یوسف کے نزدیک جیسے کہ وطی کرنا کفارہ قتل میں مضر نہیں فیهما ای الشهرین مطلقا لیلا او نهارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک باللیل بالعمد غلط بحر لکن فی القهستانی ما یخالفه فتنبه اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسی طرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ یہ اطلاق مصرح ہے مختار وغیرہ میں اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب میں ساتھ عمد کے غلط ہے یعنی یہ جو ابن ملک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہے اور سہواً مضر نہیں سو یہ قول غلط ہے بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مضر ہے اور جن کتابوں میں وطی لیل میں عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ میں تصریح ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی میں وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار رہنا قہستانی نے یوں کہا ہے کہ اگر مظاہر منہا سے شب کو عمداً وطی کرے تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ میں اور انکے سوا اور کتابوں میں یوں ہی ہے اور فقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی میں یوں کہا گیا ہے کہ وطی لیل میں عمداً اور نسیان برابر ہے لائق نہیں کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام میں قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ صاحب کفایہ اور اُسکے تابعین نے کیا ہے حالانکہ صاحب عنایہ نے اُسکی طرف التفات نہیں کیا انتہی کلام القهستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی میں ابن ملک کے موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتیں قید اتفاقی پر محمول ہیں اُنسے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے کہ عمد اور نسیان دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور

اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی استانف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ

لاطلاق النص فی الاطعام وتقئیدہ فی تحریر صیام یعنی اگر کفارۂ ظہار مین لعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان اطعام کے اُسی عورت سے وطی کرے بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام مین یعنی حقتعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کی قید نہین لگائی اور وطی مفسد اطعام نہین اور اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہی تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتبا او مستسعے فکذا الحر المحجور علیہ بالسفہ

علی المعتمد اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلا نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی گلو خلاصی کیواسطے اس سے محنت مزدوری کرواتا ہو اور اسیطرح وہ حر ہی جسکے تصرف مالی کو اُسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پی درپی روزے رکھنا کفارۂ ظہار مین واجب ہی غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اُس غلام کو جو پورا آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے اینر اعتاق اور اطعام نہین م اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی قاعدہ یہ ہی کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہی اور کفارہ بھی عقوبت ہی لازم یون تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سے یعنی ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا ولم ینتصف

لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہی یعنی ہرچند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونون ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہی اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارات مین ولیس للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنے کا اسواسطے کہ یہ منجملہ حقوق نکاح کے ہی سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اُسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے ولو وصلیۃ اعتق سید عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قبل ندبا وقیل وجوبا کفارۂ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہین کرتا اگرچہ اُسکا مالک اُسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اُسکو تملیک کرے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہی یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جا سکے تو مولی اسکی طرف سے اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اُسکی طرف سے حرم مین بھیجے کہ وہان ذبح کر کے تصدق ہو بعضے علمانے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولی پر مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ واجب ہی ص اطلاق الطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہی شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہی فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برءہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزی غیر المراہق بدائع سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہین اُسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کر دے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص افی العطف للمغائرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقۂ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کما فی الزکوۃ یعنی اگر گیہون سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کھجور سے دے تو پورا صاع دے یا اُسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کھجور اور جو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہی تو اگر ربع صاع چانول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہی یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہی اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہی مغائرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص مین ہی اور گیہون اور کھجور تو دونون منصوص ہین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وان اراد الاباحۃ غداہم

وعشاہم او غداہم واعطاہم قیمۃ العشاء او عکسہ او اطعمہم غداءین او عشاءین او عشاء وسحورا واشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ دینے والا

محتاجون کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلادے یا دن چڑھتے انکو کھلادے اور دن ڈھلتے
وقت کھانے کی قیمت دے یا اُسکے بالعکس کرے یعنی اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلادے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلادے یا دو روز دن
ڈھلتے کھلادے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلادے اور پیٹ انکا بھر دے خلاصہ یہ ہی کہ اگر ساٹھ محتاجون کو دو وقت آسودہ کرکے کھلادے تو جائز ہی بشرطیکہ
سالن ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہون کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہین کیونکہ اسمین بدون سالن بھی آسودگی ہوتی
ہی بخلاف جو اور جوار کے کہ اسمین بدون سالن کے پیٹ نہین بھرتا تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہ فرق ہی کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہی طعام کا جو چاہے
سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچھ اسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کھانے کا اسکو اختیار ہی اور اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھ مقرر
نہین نصف صاع مین آسودہ ہو جاے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ جیسا کہ یہ بھی جائز ہی کہ اگر
طعام دے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہی بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہی تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب بیان کو ہو چکا
ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کریگا ایکدن مین تو فقط اسی ایک
ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنی مظاہر پر ساٹھ محتاج کا طعام دینا اور واجب ہوا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی
لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چندبار ایکدن مین بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص
کو ساٹھ بار دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان
یطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک صح وہل یرجع ان قال علی ان ترجع رجع وان سکت فعن الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذہب امر کیا
مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارۂ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اُسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہی یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا
اور یہ غیر آدمی بقدر الطعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر مظاہر نے دلانے کیوقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر
چپ ہو رہا تھا تو دین مین یعنی ادا ے قرض مین بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ لے بنا بر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط الشبع فی طعام الکفارات
سوی القتل وفی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہی مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سواے کفارۂ قتل کے اسواسطے کہ کفارۂ قتل مین طعام
کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہی فدیۂ صوم اور فدیۂ جنایت حج مین م فدیہ صوم شیخ فانی پر ہی عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک مین اور بقدر سیری کے حالت
اباحت مین اور جسنے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اسکو پیٹ بھر کھلادے
یا تین روزے رکھے وجاز الجمع بین اباحۃ وتملیک اور جائز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلادے اور دوسرے وقت کے
کھانے کی قیمت دے یا تیس محتاجون کو بطور اباحت کے کھلادے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون تملیک کرے دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر مین
یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک اسمین ضرور ہی والضابط ان ما شرع بلفظ الاطعام والطعام جاز فیہ الاباحۃ وما شرع بلفظ ایتاء وادا شرط فیہ
التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت کا یہ ہی کہ جو بلفظ الطعام اور طعام شروع ہی تو اسمین اباحت جائز ہی اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہی تو اسمین
تملیک شرط ہی تو کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین اور کفارۂ افطار اور کفارۂ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی ممکن کردینے
طعام پر محتاج کو قادر کر دینا خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہی اور ایتا اور ادا معنی دینے کے ہی لہذا اسمین تملیک
شرط ہی اباحت کافی نہین حرر عبدین عن ظہارین من امرأۃ او امرأتین ولم یعین واحدا لواحد صح عنہما ومثلہ فی الصحۃ الصیام اربعۃ اشہر والاطعام مائۃ وعشرین
فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونون ظہار ایک عورت سے کیے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نہ کیا

فرق درمیان اباحت وتملیک ۱۲

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یون تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کیواسطے ہی اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہی تو یہ اعتاق دونون ظہار کی طرف سے صحیح ہی اور اسی کے مثل ہی صحت مین روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور طعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونون ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہین بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہی بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارۂ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارۂ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہو گا جب تک کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کیواسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہ کفارات مختلف الجنس ہین یہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہی ہر چند اسمین بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے کہا کہ یہ متبادر ہوتا ہی کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہی جو مذکور ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہی کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی

وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ ولہ وطی اللتی کفر عنہا دون الاخری

اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہ عتاق اور صوم صحیح ہوگا اس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہی کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اس عورت کی درست ہی جسکے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی

وعن ظہار وقتل لا یصح لما مر مالم یحرر کافرۃ فتصح عن الظہار استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل

اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارۂ قتل سے تو یہ عتاق صحیح نہین کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام کو آزاد نکرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہ عتاق صحیح ہوگا کفارۂ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کے واسطے کفارۂ قتل کے یعنی کفارۂ قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہی تو عتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہوجاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونون کا درست ہی مگر کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل مین اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہ دونون کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہی چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہوچکا

اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین لم یصح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا لمحمد ورجحہ الکمال

طعام دیا ساٹھ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین اور اون متن کے نسخون مین جو شرح سے علیحدہ ہین لم یصح کا لفظ ہی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کیطرف سے صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہی برخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک دونون ظہار کیطرف سے صحیح ہی اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین مترجم مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمد کا ایک صاع گیہون اور دو صاع جو اور کھجور مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہون دو بار کر کے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونون ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دو دن مین دے اسواسطے کہ ایکدن مین چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہین کرتا چنانچہ مذکور ہوچکا

وعن افطار وظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف سببہ مفید

اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہون دیا یکبارگی کفارہ افطار اور کفارۂ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونون کفارون سے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہ ہی کہ جس جنس کا کہ سبب متحد ہی اسمین تعیین کی نیت لغو ہی اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہی اسمین تعیین کی نیت مفید ہی لغو نہین خلاصہ یہ ہی کہ اتحاد جنس عبارت ہی اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہی اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہین اسواسطے کہ انکا سبب ایک ہی ہی یعنے ظہار تو دو کفارہ ظہار مین جب تعیین نیت لغو ہوگئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہی کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہین اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہی تو اسمین تعیین نیت لغو نہین بلکہ مفید اور معتبر ہی لہذا دونون صحیح ہین

فروع مسائل ملحقۃ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور

اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہی یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ کفارہ دینے کیوقت مقدور رہی تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کیوقت مفلس ہی تو روزہ رکھنا درست ہی اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اسکو مقدور تھا اطعم مائۃ وعشرین فی یوم لم یجز الاعن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداء وعشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت نہ کریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلادے انہین سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلادے تو بھی درست ہی اعادۂ اطعام ضرور ہی بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام مین ساٹھ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار لازم ہی تو ساٹھ محتاجون کا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارۂ ظہار مین جائز نہین کھانا کھلانا اُس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہی اور شکم سیر کا یہ مضمون مکرر ہو گیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہو چکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو یہین دودھ چھوڑنے والا لڑکا بھی داخل تھا اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہی کہ محتاجون کا پیٹ بھر دینا مشروط ہی حالانکہ شکم سیر مین یہ حاصل نہین تو اسکا کھلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

یہ باب ہی لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد سمی بہ لا بالغضب للعنہ نفسہ قبلہا والسبق من اسباب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہی لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہی یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہی لعن سے مشتق ہی اور لعن عبارت ہی ہانکنے اور پھٹکارنے اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونون لعان مین مذکور ہوتے ہین وسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہی حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اترا حق تعالیٰ فرماتا ہی سورۂ نور مین کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاوین اور کوئی گواہ نہ ہو سوا اُنکی ذاتون کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہی اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کی لعنت اسپر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے ماریون ٹلتی ہی کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اُسکا زوج جھوٹا ہی اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادات اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہی چار گواہیون سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیان جو موکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدۂ یقینی اور قسم پر محتوی ہی چنانچہ اسکو فقہا نے کتاب الشہادۃ مین مذکور کیا ہی اور در المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہو اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بہ غضب ہو عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہی کہ جس چیز کی عادت ہوئی اُس سے وحشت اور خوف کم ہو جاتا ہی تو غضب کا لفظ اُنکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہاداتہ مقام حد القذف فی حقہ وشہاداتہا مقام حد الزنا فی حقہا ای اذا تلاعنا سقط عنہ حد القذف وعنہا حد الزنا لان الاستشہاد باللہ مہلک کالحد بل اشد مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اُسکے حق مین اور عورت کی گواہیان قائم مقام حد زنا کے اسکے حق مین یعنی جبکہ دونون نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی سیعنے تہمت زنا لگانے کی ساقط ہو گئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہی مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہی اسواسطے کہ صحیح حدیث مین ثابت ہی کہ جھوٹی قسم ملک کو اُجاڑتی ہی بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہی اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہی اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونون مین تکلیف ہی وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح صحیحا لا فاسدا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہی اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ وحکمہ حرمۃ بعد التلاعن ولا یتناہی المقذوف فعلم لہ شروط الاحصان اور سبب

باب اللعان

لعان کا تہمت لگانا ہی مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوی پر گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اُسی پر لگی ہی تو شروط احصان کے اُسکے واسطے پورے چاہیئن ورکنہ شہادات موکدات بالیمین واللعن اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو موکد بقسم ولعن ہون وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن و لو قبل التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لایجتمعان ابدًا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہی باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنے بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہی اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہی اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا افترقا لایجتمعان ابدا یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنے والے جب جدا ہون تو مجتمع نہ ہون حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہین یعنے ہرچند قوی نہین لیکن لائق عمل کے ہی اور حضرت عمر اور علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہو کہ لعان کرنے والے کا ہے مجتمع نہون یعنی جب تک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق انمین اتفاق گاہے نہین ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک باہم نکاح درست ہی اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور اہل لعان کا وہ ہی جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فمن قذف بصریح الزنا فی دار الاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطا حراما ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب سو جسنے عیب لگایا صریح زنا کا دار الاسلام مین اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہی بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہی فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح پر کہ اس سے کسی نے حرام وطی نہ کی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا سطرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہو مع قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہی وصلحا لاداء الشہادۃ علی المسلم فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہو گیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونون اہل ہین اداے شہادت کے او من نفی نسب الولد منہ او من غیرہ یا جسنے نسب ولد کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہی میرا نہین اور نہ اُسکے زوج سابق کا وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد عند القاضی ولو بعد العفو او التقادم فان تقادم الزمان لایبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اُس سے ولد منفی النسب نے اُسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہی یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہی تو عورت کے عفو سے عفو نہین ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہین اسواسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہین کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد مین کذا فی الجوہرہ م لعان مین مطالبہ اسواسطے شروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو لعان ساقط ہی اسواسطے کہ لعان حق ہی عورت کا تا کہ اپنی ذات سے دفع عار کرے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہی عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو پردہ پوشی مناسب ہی تا کہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر و لا بینۃ لم یستحلف وسقط اللعان لفظ لاعن کا خبر ہی من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگا دے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اُسکا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہون تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہو گا چنانچہ کتاب الدعوی مین آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی

ذات کو جھٹلادے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے فان لاعنت لاعنت بعدہ لانہ المدعی فلو بدأ
لعانہا عادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہی تو اسکو تقدم چاہیے
پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرادے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے
دونون مین قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہی بسبب حصول مقصود کے یعنی تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار والا حبست حتی تلاعن او
تصدقہ فیندفع بہ اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق
کریگی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار
تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہین قصداً بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہی کہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے ولا ینتفی النسب لانہ حق الولد فلا
یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب لڑکی کی نفی نہ ہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہی لڑکے کا تو زوجین
کی تصدیق نہوگی اسکے ابطال حق مین تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحملہ فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد نالش کے زوجین نے
لعان سے انکار کیا تو دونون قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہی حبس زوجین کو بحر الرائق مین اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کردیا ہو تو بعد معافی
کے دونون محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہو چکا واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ اور مشکل جانا ہی نہر الفائق مین
حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب نہ واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت مین یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہین تو اسوقت
مین انکی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہی کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ مین مذکور ہی کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمین حبس زوجہ کی کیا وجہ
اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہین شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یون جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہین کہ دونون نے آن واحد
مین امتناع کیا تا دونون کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہی کہ اگر ہر واحد عند الطلب لعان نہ کریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے
بعد قذف کے ہی اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج شاہدا لرقہ او کفرہ وکان اہلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد الاصل ان اللعان اذا سقط
لمعنی من جہتہ فلو القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل
اور بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اسکی یہ ہی کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہی یعنی شروط قذف کی جامع ہی تو مرد پر حد
ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہین چنانچہ زوج صغیر ہی یا دیوانہ ہی یا گونگا ہی تو حد ہی نہ لعان وان صلح شاہدا والحال انہا ممن لا تصلح او ممن لا یحد
قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب وہذا التصریح بما فہم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور
حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہین یعنی صغیرہ ہی یا دیوانی ہی یا عیب لگانے کی ہار کھا چکی ہی اور ایسی زوجہ نہین جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے
یعنی عفیفہ نہین زانیہ ہی تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہین چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اسپر بھی حد نہین اور زوج پر جیسا کہ حد
نہین ویسی لعان بھی نہین اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہی پس جب حد نہین تو اسکا قائم مقام بھی نہین لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے
یعنی تعزیر اسواسطے ہی تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہی یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہی اسکی جو اسکے قول سابق سے مفہوم
ہو چکا تھا یعنی من قذف زوجتہ العفیفۃ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او عتقت فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہی محصنہ
ہونا زوجہ کا زوج کے قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہی
نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہی نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونیکے زوج سے قذف صادر نہین ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان

بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجها بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پھر لعان عود نکریگا اُسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ نہین پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہو گئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اُس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان عود نہ کریگا وکذا یسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود لو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اسکی شبہہ کی وطی سے اور اُسکے مرتد ہونے سے اور عود نہین کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف کی موت سے اور اُسکے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مرجاوین یا غائب ہو جاوین تو لعان ساقط ہے ولا یسقط بعمی الشاہد او فسقہ او ارتدادہ اور ساقط نہین ہوتا لعان اگر اندھا ہو جاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہو جاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لاسنادہ الی حالۃ

اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اُسکا معلوم ہے تو لعان نہین واسطے منسوب ہونے زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنی لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہین جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث یتلاعنان لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلاً بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر سواسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہین نہ حقیقۃً نہ مجازاً تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہگیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہون کہ مین سچا ہون اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ خدا کی لعنت اُسپر اگر وہ جھوٹا ہو اُسکی طرف زنا کی نسبت مین اور ہر بار عورت کیطرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہون کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کیطرف زنا کی نسبت کرنے مین بعد اسکے دریافت کرنا چاہیئے کہ لعنت دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ہونا ایسی لعنت کافرون کو مخصوص ہے مسلمان کے حق مین ہرگز جائز نہین دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ہونا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان مین کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان عندہ ولیفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ ثمنے پھر اگر لعان کیا دونون نے اگرچہ چار بار نہین بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہو گی لہذا دونون باہم وارث ہونگے قبل تفریق اُس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا ہے اور حاکم جدائی کروا دے اگرچہ دونون جدائی سے راضی نہون اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا ہے کہ لعان کرنے والون مین ملاپ نہین کذا ذکرہ الشمنی ولو زالت اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہے کہ اُسکا دور ہونا متوقع ہے چنانچہ جنون تو حاکم دونون کو جدا کر دے اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہین چنانچہ زوج نے اپنے تکذیب کی یا دونون مین سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اُسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین مین سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتون مین حاکم زوجین مین تفریق نکرے بسبب باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیۃ ومفادہ انہ اذا لم یوکل ینتظر اور اگر دونون نے لعان کیا پھر ایک اُنمین سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسی کو اپنا وکیل کیا تفریق کیواسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسی کو وکیل اپنا نکر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اسواسطے کہ قضا علی الغائب

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین وصفتہ ما ذکر لقولہ ہو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولہا علی مجلس علمہا اور خلع
یمین ہے مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہین زوج
کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر
یعنے جب عورت کو خلع کی خبر ہوا اور وہ مجلس مین نہ قبول کرے اُٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فصح رجوعہا قبل قبولہا وصح
شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل
قبول کرے زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع
کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ
شرط ہے عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہندی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان مین کرادے تو قبول
صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ اُنمین علم ہونا
ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہے یعنی فقط قضاءً صحیح ہے نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی
وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہے طلاق مین یعنی اگر
غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض تنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہین سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق
والمباراۃ کبعت نفسک او طلاقک وطلقتک علی کذا وابرأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شراء اور طلاق اور مبارات کے
چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یون کہا کہ مباراۃ کی مین نے
تجھسے یعنی تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا اور خلع بلفظ شرا کی یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال ولو بالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما یجیء
اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اُس صورت
مین ظاہر ہوتا ہے جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنی جبکہ بدل خلع مین مال باطل
مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر
فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہے تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات مین اعتبار ہوتا ہے یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی مین ہے کہ مال مقرر کرنا خلع مین
یہ بھی قرینہ ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجائش ہے اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق
قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کر چکا ہے تو قضاءً

اسکی تصدیق نہ ہوگی چارون صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہو طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن اس صورت مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہو ظاہر پر عمل کرنے مین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والاصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمباراۃ لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع وطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اُس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہو اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اُنمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونون لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ اُنمین حاجت نہین لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہو زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہو وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے مین اشارہ ہو نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایۃ ہو مگر مشائخ نے کہا ہو کہ نیت شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہو چنانچہ قہستانی مین یہ مذکور ہو متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجاے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ تحریما اخذ شئ ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اُسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہو اور اس سے ملحق ہو ابراء دین یعنی اگر عورت کا دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اُسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہو کہ اس حال مین مال لینا حرام قطعی ہو لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہو اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلاً دس درم مہر مین عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی عوض لیے تو بھی جائز ہو بنا بر اُس قول کے جسکی وجہ خوبتر ہو کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہو اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس بہ کے اسکا فائدہ دیتی ہو کہ کراہت تنزیہی ہو تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونون قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہو سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہو اور جو نفی کراہت کی کرتا ہو وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہو نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہو لازم ہونے مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کرلیا ہو یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدلہ فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اُسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اُسکی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اُسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہین کرتا بخلاف مبیع کے جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہوجاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہو خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی فی غیرہ دتوعا مجانا فیہما لبطلان البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اُسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اُسکے اس قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونون صورتون مین

طلاق کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کھذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمھر ان لم
تعلم والا لا شئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا
تو زوج مہر کو پھیرے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین
بلکہ شراب ہے تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورت مین کما لو خالعھا علی ما فی یدھا ای الحسیۃ
ولا شئ فی یدھا لعدم التسمیۃ چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اُس صورت مین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور
حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف نہ
کذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس مین مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اُسمین کچھ نہین
لکن لو کان فی یدہ جوہرۃ لھا فقبلت فھی لہ علمت او لا لاضرارھا نفسھا بقبولھا لیکن اگر زوج کے ہاتھ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع
قبول کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ مین جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اُسکے قبول کر لینے سے
وان زادت من مال او دراہم ردت علیہ فی الاولی مھرھا ان قبضتہ والا لا شئ علیھا جبرا او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور
مین مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین تو پہلی
صورت مین یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہین یعنی اگر مہر مرد
پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت مین یعنی درصورت ذکر دراہم کے کذا فی الجوہرۃ ہاتھ سے مراد ان
دونون صورتون مین ظاہری ہاتھ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہے ولو فی یدھا اقل کملتھا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھ مین تین درم سے کم ہون یعنی ایک درم ہو
یا دو ہین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت
کے ہاتھ مین درم نہین بلکہ دینارین ہین شارح کہتا ہے کہ مین نے اسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم ہی
واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبیت والصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ وبطن
الغنم وثمر الشجر کالید فذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کم مین نہ جنی ہو اور پھر بکری
کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم مین مانند ہاتھ کے ہین تو ذکر ہاتھ کا امثلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہے کذا فی بحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری
کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اُسکی کوٹھری اور صندوق مین اور
لونڈی اور بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھ نہین تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت مین جنے گی تو
مرد اُسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنے گی تو مرد اُسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرھا بعدم الملک فقال لو
علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا مھر لھا علیہ فی خلعھا بمھرھا ولا یلزمھا شئ لانھا لم تطمعہ فلم یصر مغرورا ولو ظن ان علیہ المھر ثم تذکر عدمہ ردت المھر اور صاحب بحر الرائق نے
کہا کہ مسائل مذکورہ مین مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یون کہا ہے کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا
خلع بعوض مہر مین زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اُسپر کچھ مہر نہین تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہین دکھلایا تو زوج
کو عورت نے کچھ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اُسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہین ہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دھوکا ہوا ام طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آیندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ الدر

خالعت علی عبدٍ ابق لها علی برائتها من ضمانه لم تبرأ و علیها تسلیمه ان قدرت و الاقیمته لانه لایبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا
اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اُسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر
قادر ہو اُسپر اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا
بالف او علی الف فطلقها واحدة وقع فی الاولی بائنة بثلثه اے بثلث الالف ان طلقها فی مجلسها و الا فمجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین
طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اُسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت مین یعنی بالف مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی
عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس مین طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیة لو کان طلقها ثنتین فله کل
الالف اور خانیہ مین ہو کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دیچکا تھا تو اُسکو پورے ہزار ملینگے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے
عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئے عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو
حاصل ہوگیا و فی الثانیة رجعیة مجانا لان علی للشرط و قالا کالباء اور دوسری صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ (طلقنی ثلثا
علی الف) تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہو اور مشروط منقسم نہین ہوتا اجزا شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے
ہوئی کہ مال سے خالی ہو اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند بے کے ہو تو جیسے پہلی صورت مین ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی
دوسری صورت مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لها طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسها واحدة لم یقع شیٔ لانه لم یرض بالبینونة
الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاها بالف فبعضها اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی
ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو
مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم مین بطریق اولی
راضی ہوگی و قوله انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسها لزم ان لم تکن مکرهة کمامر ولاسفیهة ولا مریضة کما یجیٔ الالف لانه تعویض او
تعلیق اور مرد کا عورت سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہو عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اُسے قبول کرلیا اپنی مجلس مین تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا
بشرطیکہ اُسپر زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہوچکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا بدلائی ہو
یا تعلیق ہو یعنی بالف کہنے مین بدلائی ہو اور علی الف مین تعلیق ہو و فے البحر عن التاتارخانیة قال لامرأتیه احدا کما طالق بالف درهم والاخری بمائة
دینار فقبلتا طلقتا بغیر شئ اور بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہو کہا اپنی دو عورتون سے تم مین سے ایک مطلقہ ہو بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض
سو درم کے سو قبول کرلیا اُسکو دونون نے تو دونون پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہ سکتی ہو کہ مجھپر لازم
نہین دینا مگر سو درم کا انت طالق و علیک الف او انت حر و علیک الف طلقت و عتق مجانا وان لم یقبلا لان قوله و علیک الف
جملة تامة وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولهما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہو اور تجھپر ہزار درم دینا
لازم ہو یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہو اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہو تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونون نے ہزار درم دینا
قبول بھی نہ کرلیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یون کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہو یعنی ماقبل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اعراب مین خواہ واو عطف کا ہو
خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کرلیا ہو تو طلاق یا عتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اسکے
عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہو تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہو درحالت وجوب

ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہی کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول له بیمینه بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لها وکذا لو قال لعبده کذلک کقوله لغیره بعت منک ہذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بالمال یمین من جانبه وہی تدعی حنثه وہو منکر اما البیع فاقراره به اقرار بالقبول فانکاره رجوع فلا یسمع فلو برہنا اخذ ببینتها تاتارخانیه زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہی یعنی اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے بیچا تھا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہی کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہی جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہی اور زوجہ مدعی ہی زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہی اور قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا اور صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہی کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہی قبول کا اسواسطے کہ بیع عبارت ہی ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہوگیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہی بیع سے تو مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہی اور زوج نافی تو گواہ اثبات کے اولی ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیه ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقراره والدعوی فی المال بحالها فیکون القول لها لانها تنکر وعکسه لا یقع کیف ما کان بزازیه اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہی تو طلاق واقع ہو جائیگی بسبب اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہی سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی اور اسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع کرنے کی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیه یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضه من دینه او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول له زوج نے خلع سے انکار یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اسکے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنے زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونون مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین زوجہ کہتی ہی کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہی کہ اسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہونگے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لها اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہی کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا او ادعت المہر ونفقة العدة وانه طلقها وادعی الخلع ولا بینة فالقول لها فی المہر لا فی النفقة دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا

اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہی اور مرد نے دعوے کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہی اور گواہ کسی کے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقۂ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقاے مہر اصلی امر ہی اور لائق اعتبار کے قول اسیکا ہی جو متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقۂ عدت کے استحقاق کی مدعی ہی بسبب طلاق کے اور زوج اُسکا منکر ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہی اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونون سے نفقہ ثابت ہوتا ہی تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلع امرأتیہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مثلیھما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونون عورتون کے معین مہر دن پر مثلاً قیمت غلام کی ہی تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہی اور دوسری کا ہی سو درم کا تو دو سو درم والی پر بیس درم لازم ہونگے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اُس صورت مین ہی کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونون عورتون کا ہو اور دونون کے مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتون کا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونون کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدلہ خلع کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبدی وقفت علی قبولھا ولم یحب شئ پھر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہی تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین **ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتھما لکل منھما علی الآخر مما یتعلق وقتھما بالنکاح حتی لو ابانھا ثم نکحھا ثانیا بمھر آخر فاختلعت منہ علی مھرھا برئ عن الثانی لا الاول والمتعۃ کالمھر بزازیہ** اور ساقط کرتا ہی خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہی مبارات یعنی ابراء جانبین اسطرح کہ عورت کہے کہ مجھکو بری کر اپنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہی ہر ایک حق دوسرے پر اُس قسم کا حق جو متعلق ہی اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا ہے یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہرا کر پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہی کذا فی البزازیۃ م یہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہی یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کیوقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہی جو متعلق ہی نکاح سے تو وہ حق نکلگیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکو مقتضی ہی کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن جو کہ متعہ عوض ہی مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہی ویسے ہی یہ بھی ساقط ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی سعود وفیھا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہین کیسیکا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اسکی یعنی میری اتنی روئی ہی عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہی بسبب مخصوص ہونے برارت کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہو جاتے ہین اور حقوق **الا نفقۃ العدۃ وسکناھا فلا یسقطان الا اذا نص علیھا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانھا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وھو مستغنی عنہ باذکرنا او النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتھا بل بعدھا** سب حقوق متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہی حق تعالی نے فرمایا کہ (لاتخرجوھن من بیوتھن) یعنی نہ نکالو مطلقات کو اُنکے رہنے کے مکان سے تا انقضاے

عدت مگر جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دونون کرایہ کے مکان مین رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم
کرلیا یون بولی کہ مین دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنے مملوک کے گھر مین رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہین ہوتا لیکن کرایہ سکنی
کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہی شارح کہتا ہی کہ نفقہ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہین بوجب ہمارے بیان کے یعنی (قولہ ثابت وقتہما بعد قول المصنف) کل حق کی
اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہین وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد انکے واجب ہوئے ہین یعنی اگر مصنف ثابت وقتہما کی قید لگاتا جیسی شارح نے لگائی ہی تو استثنا کرنے
کی کچھ حاجت نہین ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہین کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی مین یون ہی کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط
سے مفہوم ہوتی ہی اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہی نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ العدۃ استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال
سقط للمہر کالخلع والمعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول نامعتمد یہ ہی کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہی مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہی کہ ساقط نہین
کرتا کذا ذکرہ البزازی لو لا ابرأ ابراک اللہ ذکرہ البہنسی اور زوج بری نہین ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر کیا ہی اور اسکا
شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسی کے قائل ہین لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہی اور کہا ہی کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا
صحیح ہوگا اور گازرونی اسکا تابع ہوگیا ہی اپنے فتاوے مین اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے مین یہ رائج ہی کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہی سو عورت
کہتی ہی کہ اللہ تجھکو بری کرے اور مین نے لکھدیا ہی کہ یہ برأت صحیح ہی بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسقاطی شرط البراءۃ من نفقۃ الولد ان
وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع
مین اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونون نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہی اور عورت
پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور اسی مین
منتقی وغیرہ سے منقول ہی کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونون نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلادے
دو برس اسواسطے کہ شیر خوار مین قرینہ دلالت کرتا ہی کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہی بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہی کہ اگر اسکی پرورش مین مدت
مقرر نہین ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجہا او ہربت او ماتت
او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا یا کہ عورت
نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح کر لینے
مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہان آکر لڑکے کو بھی اسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر مدت بعد عدت باقی
رہی ہوگی اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہی اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت
نے شرط کو پورا نہ کیا ہرب سے یا یہ مراد ہی کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہی کہ عورت ناشزہ ہو جاوے یعنی نافرمانی کرے تا کہ نفقہ عدت کا ساقط
ہو جاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کے اسکے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھرے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اشترطت براءتہا در صورت مرنے
عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برأت شرط کر لی ہو یعنی خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کر لی ہو کہ مین
مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو مین بری الذمہ ہون نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو نظیما فیصح کالظئر اور جس صورت مین خلع
بعوض نفقہ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہی کہ پوشاک ولد کی اسکے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت مین مطالبہ نہ ہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو
اگرچہ لڑکا شیر خوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اسکے لباس کے صحیح ہی چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہی ہر چند یہ اجارہ مجہول ہی لیکن منازعت کا باعث

نہین اسواسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے وائی کے کہانے اور لباس دینے مین تنگی نہین کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ
شہرا مثلا وہی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اُسکے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت
محتاج ہی سوا اُسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہی کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہی تو ولد کے باپ سے
حاکم اسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اُسکو مقدور ہوگا تو مرد کو دیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح
فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ نہر بحثا علیہا ابن فتح القدیر مین ہی
کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اُسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق مین نہ پسر کے حق مین اسواسطے کہ لڑکا
عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کر کے دوسرے مرد سے
نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہی اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہون عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لے لینا ضرور ہی
اسواسطے کہ یہ حق ہی ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ مین یعنے مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے
کہ باپ نے جو چھ مہینے بھر ولد کو رکھا تو کتنا اسپر خرچ ہوا تو اسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیرے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو
قبلت ہی وہی ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ متبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اُسکے مال یا اُسکے مہر کے عوض تو اُسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین جیسا کہ طلاق
واقع ہوتی ہی اُس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیز دار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع
ہی یعنی فعل غیر ضروری ہی تو معتبر نہو گا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسی طرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم
نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اُسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہین خلع صغیرہ کا مان کی طرف سے
جبتک کہ مان اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرلے بسبب عدم ولایت علی صغیر اصلا اور صحیح نہین خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ باپ
خلع کر سکتا ہی نہ مان خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہین تو مان یا باپ اُسکے نائب بھی نہین ہو سکتے
کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت بالمرأۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا
فیہا شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہین یعنی امور دنیاوی مین نادان ہی تو وہ
مطلقہ ہوگی اور اُسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونون صورتون مین یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی
اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ
کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مہرہا لانہ یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کر کے
خلع کیا نہ صغیرہ کی طرف سے کفیل ہو کر بسبب نہ واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہی اور مال کا دینا باپ
پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہی بغیر سقوط مہر صغیرہ کے
اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت مین داخل نہین وحیل سقوطہ ان یحیلا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیۃ اور
حیلہ سقوط مہر کا یہ ہی کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراوین بقدر مہر کے تو اجنبی یون کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ
کرے اسکو جسکو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہی یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے
تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطا ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شئ لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط
کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اُسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہو کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے
مال جاتا ہو تو اُسپر طلاق واقع ہو گی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہین اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان غ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اُسکو اتنا فہم نہین کہ
نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے نقصان ہوتا ہو تو اُسپر طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ اُسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اُسکی طرف سے قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اُسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہو گا کذا فی فتح القدیر اور منتقی مین کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہو گا اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہو کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے
کذا فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکر المال طلقت لوجود الایجاب والقبول وبری عن المہر الموجل لو کان علیہ والا
یکن علیہ من الموجل شئ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لما مر انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مین نے تجھے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہو گی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہو گا مہر موجل سے
اگر مہر موجل ہنوز اُسپر ہو گا اور اگر مہر موجل سے کچھ نہ باقی رہا ہو گا تو عورت پھیر دے اُسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اُسکو دیچکا ہو اسواسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہو کہ خلع
معاوضہ ہو عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہو گا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا
فالاقل من ارثہ والثلث وان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہو
اُسکے تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہو اور تبرع صحیح نہین مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین سے جو کمتر ہو گا سو زوج اُسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہو گا زوج
کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو وارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اُس صورت مین ہو جبکہ عورت عدت مین مر گئی
ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مر گئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مر گئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو
تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اِسکا جامع الفصولین مین ہو اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہو گا اُسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اُسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال
دیکر اُسنے اپنی گلو خلاصی نہین کی لہذا اُسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہین ولو امۃ و ام الولد ان باذن المولی لزمہا المال للحال فتباع الامۃ
وتسعی ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہو تو ان دونون پر فی الحال مال لازم
ہو گا تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہو
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا اُنپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حرا صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اُسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہو تو خلع صحیح ہو گا مفت اور اگر اُسکا زوج مکاتب ہو یا غلام ہو یا مدبر ہو تو خلع صحیح ہو اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہو تو نکاح قائم رہیگا باطل نہو گا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک ٹھہر کر نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہو مگر مکاتب مالک ہو گا زوجہ کا لیکن اُسکی ملکیت تام نہین تو نکاح فسخ نہو گا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد
ہو گی اور اگر اولاد نہو گی نکاح فسخ ہو کر اُسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہو کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ اُس صورت مین ہو جبتک

وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہا اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہو کہ اگر وہ لونڈی کا مالک ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح مین ابطال خلع کا ہو گیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہو لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قبائح لازم نہ آوین کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال خالعتک علی الف ثلاثا فقبلت طلقت بثلاثۃ الآف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو تو مختلعہ ہو ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا تو اخیر مین عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف و ان قبلت الثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع در ملتقی مین ہو کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہو چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو سہ تین بار طلاق واقع ہوگی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاوے گی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق مین سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہو تو جبتک چار طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاویگی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول وعلی ان تدخلی الدار توقف علی الدخول تلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فقدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہو بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہو اور اگر یون کہا کہ (انت طالق علی ان تدخلی الدار) یعنی تو طالق ہو اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر مین تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہو مین کہتا ہون کہ ان دونون صورتون مین وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہو تو پہلے مسئلہ مین بھی مصدر ہو یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ مین بھی معنوی مصدر ہو پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت مین تو قبول پر طلاق موقوف ہو اور دوسری صورت مین دخول پر موقوف تو اسکے جواب مین غور و تامل کر کہ مصدر صریح اور مصدر ماول مین البتہ فرق ثابت ہو چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح الملتقی سے نقل کیا ہو کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہین تو یون کہنا درست نہین کہ (انت اما دخولک الدار و اما عدم) تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہو بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر صریح مین قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر اول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہو چنانچہ یون کہنا درست ہو کہ (انت اما ان تدخلی و اما ان لا تدخلی) اسواسطے کہ فعل مین ضمیر موجود ہو کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہین تو انت طالق علی ان تدخلی الدار مین حمل صحیح ہو بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہو اس لفظ کا اور التزام دخول مجازاً ہو اور جب ہوتے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سالتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا او لاجنبی او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہو یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہو اور یہ شرط باطل ہو اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہو کہ زوجین مین ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہو مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعاً ثابت ہو تو ساقط کرنے سے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بانت قیل رجعی عورت نے کہا کہ مین خلع چاہتی ہون تجھسے سو مرد نے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہو اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب مین واقع ہوئی اور

اختلاع مقید ہی جدائی کا اور اسی فتوی دیا ہی امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ طلاق رجعی ہی اسواسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہی نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہی تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہی قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا روایۃ لو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہا وہما بائنان لکن یقع غدا بغیر شئی ان لم یعد ملکہ اور قنیہ مین کہا کہ کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اسکو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت مین بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات مین یون ہی کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہی اور کل دوسری رجعی طلاق ہی عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونون طلاق کا ہوگا اور دونون طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نہ کیا تو عورت پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہین بسبب باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی پس زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہی تو وہ جو قنیہ مین کہا کہ مسئلہ مذکورہ مین روایت نہین سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال الصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئنی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ مین ہی کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب رہون تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہی بعد اس امر کے کہ مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اسکو مہر سے بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہین پھر جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازیۃ خلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما او کذا امنا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء لان الخلع اوسع من البیع اور بزازیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اسکو بیس درم دے یا اتنے من چانول دے تو یہ خلع صحیح ہی اور شرط نہین مکان معین کرنا واسطے درم اور چانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہی بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان جنس لینے دینے کا شرط ہی ویسا خلع مین شرط نہین قلت ویستفاد منہ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ روایات بزازیہ سے یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہ اس صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے پا بجملہ زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہی فتامل کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا امتعتہا فقبل لم یحرم ویشترط کتبۃ الصک ورد الامتعۃ فی المجلس اور قنیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرارنامہ کے یعنی لکھنا اقرارنامہ کا زوج کے ذمہ پر ہی یا اس شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کر لیے تو بمجرد قبول کرنے کے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام ہونے مین لکھدینا زوج کا اقرارنامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس مین مشروط ہی شرط دی گئی تھا چونکہ خلع مسقط ہی حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت مین ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہی ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونون غالبا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہی بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار مین نکاح باقی رہتا ہی ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت مین مصدر ہی اہل عرب (ظاہر من امرأتہ) اسوقت بولتے ہین جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسے میری مان کی پیٹھ یہ استعارہ ہی واسطے حرمت کے یعنی

باب الظہار

حرام ہی ظہار کے معنی لغت مین ہر چند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسی کو مخصوص کر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع
مین ظہار عبارت ہی تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے
کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہی اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ
تو میری ماں ہی ظہار سے نکلگیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہی اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو
کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد
ہوا ہی اور عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام الولد
در مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہی کما سیجئی اور فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ غیر کی لونڈی
اور مکاتبہ سے جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہی او تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت
ہی تشبیہ اس عضو سے جس عضو کر عورت کی تعبیر کیجاتی ہی چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہی عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ
حرام ہی ایسے وصف کر کہ ممکن نہین زوال اسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کاہے زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت
کے ہی خواہ باعتبار رضاعت کے جزء شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہی کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اسکے اس
عضو کی تشبیہ دینا جو بجاے کل واقع ہوتا ہی یا جزء شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہ باخت امرأتہ او مطلقۃ ثلاثا وکذا المجوسیۃ لجواز اسلامہا
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی
اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہی لیکن وصف حرمت کا ایسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کے اسکی عدت گذر جائے تو اسکی بہن سے
نکاح جائز ہی اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہی اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اسکے
اسلام کے یعنی ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہی لیکن اگر وہ مسلمان ہو جاو تو مرد پر حلال ہوگی تو اسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر
والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہی شخص مقدر کی جو شامل ہی مرد اور عورت کو
تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہی تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور
اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنی ظہار کا حکم اسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہی نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ
دونون کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہی اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق مین
اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہی کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ
او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہی بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی
شرائط سے ایک یہ شرط ہی کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار
صحیح نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہی اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہی نہ مردون مین نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر
والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا فطلاق او ظہارا فکما نوی علی الصحیح ہان بدائع کے قول پر اعتراض وارد
ہوتا ہی خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا

اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنابر قول صحیح کے م
خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ مین بھی ظہار ہوتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہین جواب
اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہین اور یہ مطلب نہین کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہین بلکہ ان امور سے اسکی عبارت
ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع مین ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ مین کنایات ظہار مذکور ہین تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین
ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی فتاوی قاضیخان مین مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمین روایات مختلف ہین اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت
نکریگا تو ایلا ہے اور اگر طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہین معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق
ہے بدائع کے واللہ علم کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول مین کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری مان اسواسطے کہ مان کے ساتھ تشبیہ دینے مین اسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب مان کے ساتھ
تشبیہ ہوئی تو اسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی الملک وسببہ کان نکحتک فکذا
حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک
کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت مین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح تعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ
یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا ایسا ہے تک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری مان کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے
ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرہ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت
کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسی تیری مان کی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنی اگر عورت ظہار کرے
تو اسپر کفارہ یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وذا انت علی کظہر
وامک کذا لو حذف علی کما فی النہر او راسک کظہر امی ونحوہ کا رقبتہ مما یعبر بہ عن الکل ونصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا
او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور
یہ بھی ظہار کی مثالین ہین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری مان کی پیٹھ یا تیری مان کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ
علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری مان کی پیٹھ کے مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام
بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری مان کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند
اسکے پیٹ کے ہے یا مانند اسکی ران کے ہے یا مانند اسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری مان یا بیٹی کی
شرمگاہ کے مانند فلاح نے کہا کہ اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہے اور اسمین جو تکرار ہے سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخون مین ہے سو بجا
فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہے اور تجھکو اسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے نقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہین خلاصہ
یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی ان اعضا سے جنکو دیکھنا اسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤن کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم
نثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے لیصیر بہ مظاہرا بالنیۃ لانہ صریح فیحرم وطیہا علیہ و

ودواعیہ للمنع عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ لایحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر
ہوجاتا ہی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ صریح ظہار ہی اور صریح محتاج نیت کا نہین پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہی وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی
وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالیٰ من قبل ان یتماسا
اور یہ شامل ہی وطی اور اُسکی دواعی کو سب کو اور محمد رح سے ایک روایت یہ ہی کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہی اُسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت
اور مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحرالرائق مین کہا کہ قید سفر کی روایت مین تحریف ہی اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونون مین درست ہی
کذا فی حاشیۃ المدنی حتی یکفر وان عادت الیہ بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اُسکے دواعی حرام ہین یہانتک
کہ کفارہ دے یعنی بدون کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے
اور یہی حکم ہی لعان کا ملک یمین کی یہ صورت ہی کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا پھر اُسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دارالحرب مین جا ملی
پھر وہانسے گرفتار ہو آئی اور زوج اُسکا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہی کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اُس سے ظہار کیا پھر اُسکو تین بار طلاق دی اور اُسنے زوج
ثانی سے نکاح کیا اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہین بدون
کفارہ دینے کے وطی اُس عورت کی حلال نہین فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیہ اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار رہا تو بہ
اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اُسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہی جامع ترمذی اور امام مالک کی مؤطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہی
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یعود لوطیہا ثانیا قبلہا قبل الکفارۃ اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کرچکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز
قائم ہی وعودہ المذکور فی الآیۃ عزمہ عزما مؤکدا فلو عزم ثم بدا لہ ان لا یطأہا لا کفارۃ علیہ علی استباحۃ وطیہا ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود
الرجوع واللام بمعنی عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی مین مذکور ہی یعنی ثم یعودون لما قالوا مین سو مراد اُس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہی عورت کی وطی
کی استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اُسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم مؤکد نہ رہا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ
پھر پلٹین اپنے قول سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آوین سو ارادہ وطی کا کرین فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہی اور لام لما قالوا مین بمعنی عن ہی حاصل کلام
یہ ہی کہ سبب کفارہ واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہی اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہی جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے
رافع ہی حدث کی وللمرأۃ مطالبتہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہی عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلاکر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے
ساتھ وطی کے وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور
واجب ہی عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہی لازم کرنا زوج کا بجبت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر
دور ہو قاضی پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہی یہانتک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال کفرت صدق ما لم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ
مین کفارہ ظہار کا دے چکا ہون تو اُسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہون کے تصدیق کرنا نچاہیے وبتقییدہ
بوقت سقط بمضیہ اور سو اگر زوج نے ظہار کو کسی مدت پر معین اور مقرر کردیا تو ظہار ساقط ہی اُسوقت کے گذر جانے سے مثلاً ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے
اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہی وتعلیقہ بمشیئۃ اللہ تعالیٰ تبطلہ بخلاف مشیئۃ فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا حق
تعالیٰ کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہی مثلاً یون کہنا کہ انت علی کظہر امی انشاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہی جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہی بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار بمشیت زید یا عمر کریگا تو اُسکی مشیت سے ظہار صحیح ہی وان نوی بانت علی مثل امی او کامی فی کذا لو حذف علی خانیۃ

بر او طلاقا او ظہارا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے یا مجاز مثل امی کے کامی بولا اور اصطلح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یون کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار والا ینوشیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نہ کریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یون کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا بنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہے زوج کا یون کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یون کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد مین بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا منع اور مکروہ ہے کذا فی

حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق وتمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت الادنی وہو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمین تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح مین وبانت علی کظہر امی ثبت الظہار لا غیرہ لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار مین تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من امتہ اور ظہار صحیح نہین اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار مین واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہین اسواسطے کہ عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو کہتے ہین نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ اور ظہار صحیح نہین اس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اسکے امر کے پھر اس نے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار کے وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کر دیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک واحمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتون سے بالاتفاق فقہا کے اور کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک رح اور امام احمد بن حنبل رح نے کہ ایک کفارہ سب عورتون کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ مین اپنی عورتون سے صحبت نکرونگا پھر اُسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہو جاوینگی

ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار دون التاکید فان کان فی مجلس صدق قضاء والا لا کذا فی المعتمد وکذا لو علقہ بنکاحہا کما مر عن التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہے اُسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کر چکا ہے تو قضاءً اسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃً البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ مین مذکور ہو چکی ہم مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اُنکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اُسکے استاد کی روایت کے مخالف ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اُسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق

گیا ہے اور معتمد اول ہی قول ہے انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہے اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری میں بھی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم التجدد ولہ قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری ماں کی بیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار ہے تو ہر رات اور دن وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری ماں کی بیٹھ ہر دن میں تو ہر روز جداگانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اسدن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کے ہوتے ہیں تو دن کو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری ماں کی بیٹھ ہے آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کے اسمین یون ہے کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن عورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوج کو قربت کا اختیار ہے پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اس صورت میں ہے جب یون کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی ہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر متی علق بشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یون کہا جب تو گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی بیٹھ کی مانند ہوگی تو جسقدر بار عورت گھر میں داخل ہوئی اتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا وبصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان لکن ظاہر وستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا اجزء تاتارخانیہ وبحر اور یون کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہی جیسی میری ماں کی بیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہے باعتبار استحسان کے اور اسیواسطے صحیح ہے کفارہ دینا اس ظہار کا رجب میں نہ شعبان میں اور کفارہ رجب سے ظہار رمضان بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا میں یعنی جمعہ میں تو جائز نہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی فتاوی التاتارخانیہ والبحر وفتاوی عالمگیری میں ہے کہ ظہار میں یہ شرط ہے کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہیں

باب الکفارۃ

یہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف علما ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور عود اسکی شرط ہے اور بعضون نے اسکے بالعکس کہا ہے ہی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اسوقت بولا جاتا ہے جب اللہ تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہ ہے کہ واجب ساقط ہو جاتا ہے گردن سے اور حصول ثواب ہے بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادائے کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پاکر ادائے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا

خود بخود و بلا نیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہی اور تحریر رقبہ عبارت ہی اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا و مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہی اگرچہ غلام صغیر شیرخوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین مثلاً اسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالک نے کفارہ
ظہار مین اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کر دیا تو اُسکے جواز اعتاق مین اختلاف ہی فتح القدیر اور نہایہ مین کہا ہی کہ یہ جائز نہین اور شرح
مبسوط مین کرخی سے منقول ہی کہ یہ اعتاق جائز ہی واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اسکا آزاد کرنا کفارہ
ظہار مین درست ہی لیکن جسقدر مال پر رہن ہو گا اُتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او آبقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہی یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد و حربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو مالک نے مطلق العنان
کر دیا اختلاف ہی فقہا کا فتح القدیر مین ہی کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب مین مطلق العنان
کر دیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع و الا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سُنتا ہو تو اُسکے آزاد کرنے
سے کفارہ ادا ہو گا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سُنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہو گا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو
جسکی شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارۂ ظہار مین جائز ہی او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونون
کان کٹے ہون او ذاھب الحاجبین و شعر لحیۃ و راس یا غلام کے دونون ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع انف و شفتین ان قدر علی
الاکل و الا لا یا غلام نکٹا ہو یا اُسکے دونون لب کٹے ہون بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اعمش او مقطوع احدی
یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چپڑا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن یا
بایان ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤن کٹا ہو گا تو اُسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا
لم یؤد شیئا و اعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے
وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مرگیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو
جائز نہین و کذا یقع عنہا شرا قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہی کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ
مثلاً مظاہر کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہو گا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہی بخلاف ارث
کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث مین پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہ
اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجیٔ اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہی کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اُسکا ذکر آویگا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤن سے
چلنے کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہو گا اسواسطے کہ وہ در حکم میت ہی اور مراد فوت منفعت سے یہ ہی کہ بالکل منفعت فوت
ہو تو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ مین ضرر نکریگا الاعمی و مجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ و مریض لا یرجی برءہ و ساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آجاتا ہو تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہی ہوشیاری کی حالت مین و الا یا بیمار
جسکی صحت کی امید نہ ہو اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ بوجہ کھانے پر قادر نہین و المقطوع یداہ او ابھاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ و ید و رجل من جانب
ور جائز نہین وہ غلام جسکے دونون ہاتھ یا دونون ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونون پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ ان

صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہی ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزئ مدبر وام ولد
ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداء شئیا اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اُس
مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہین ہوگیا اداے باقی سے سو اگر عاجز ہوگیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کردیا بہ نیت کفارہ
تو جائز ہو اور یہی عاجزی حیلہ ہو اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اسکا مالک بہ نیت کفارہ اُسکو آزاد کیا چاہے
تو اُسکی یہی تدبیر ہو کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا
نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اُسکی قیمت کے بوجہ جم جانے نقصان کے نصف اخیر مین یعنی ایک غلام کے دو مالک
تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کردیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑ گیا یعنی دوسرا مالک اب اُسکو بیچ نہین سکتا
لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہوکر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہان اول اپنا حصہ آزاد نہ کرتا اور نصف
باقی کا ضامن ہوکر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لان شرط العتق قبل التماس اور کفایت نہین کرتا اپنے
نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کرچکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہی
اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد
للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی نقل سو اگر ظہار کرنے والا نہ پاوے اُسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ
محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اُسکو بیچکر اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہی غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین
یون ہی کہ مظاہر کا ایک غلام ہی خدمت کیواسطے اُسکو اداے کفارۂ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اُسی غلام کو آزاد کرے مگر اُسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہی جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نہ سکے انتہی کلام الجوہرۃ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اُسکا آزاد کرنا درست ہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر
یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تاکہ کلام اُسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہوجاوے اور یہ بھی احتمال ہی کہ ضمیر یکون کی مولی
کیطرف پھیر تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت مین نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنی تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح
اسباب مین ثابت نہو گی احتمال اخیر نامقبول ہی م چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اُسکی توجیہ معقول کردی تا اختلاف مندفع ہوجاوے
ولا المعتبر مسکنہ اور گھر اُسکا معتبر نہین یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمین وہ رہتا ہی تو اُسپر اُسکا بیچنا اُسکی قیمت سے ادر کفارۂ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا فرض نہین اسواسطے
کہ مکان ضروریات مین داخل ہی تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو
اور اُسپر اتنا ہی قرض ہی قرض کو ادا کردے تو اُسکو صوم کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ وہ اعتاق پر اب قادر نہین اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہین کیا تو اسمین دو قول ہین
ایک قول یہ ہی کہ روزہ رکھنا کافی ہی اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہین ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اُسکا مال غائب ہو یعنی مثلا سفر مین ہو تو اُسکے
حصول کا منتظر رہے جب آ وے تو غلام خرید کرکے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدیہما ثم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر کفارے
ہون یعنے دو عورتون سے ظہار کیا ہو اور اُسکے ملک مین ایک ہی غلام ہو سو اُس نے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے
غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہین لیکن کفارۂ عتاق بلاشک صحیح اور برعکس اسکے جائز ہی یعنی اگر اول
آزاد کرے اور دوسرے کفارے مین روزے رکھے تو درست ہی اسواسطے کہ عدم قدرت مین صوم کافی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین لو بالاہلال والا فستین
یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ وہ مہینے کے اٹھاون دن ہون چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ اور دوسرا مہینہ اُنتیس

دن کا ہو تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرتے ہین اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہین کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الآخر
ای اخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن مین تو لازم ہوگا اُسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھوین دن مثلاً ظہر یا عصر کیوقت مظاہر کو مال
ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہی صوم کی سو بیان با یا نہ گیا تو یہ صوم اُسکا نفل ہوگیا اُسپر واجب ہی کہ غلام خرید
کر آزاد کرے واتم یومہ ندبا ولا قضاء لو افطر وان صار نفلا اور مستحب ہی کہ اُس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے
تو اُسپر قضا واجب نہین اگرچہ یہ صوم نفل ہوگیا یعنی ہر چند افطار صوم نفل سے قضا واجب ہی لیکن اس صورت مین باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہین اسواسطے
کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا نہ اُسکی قضا واجب ہی نہ اتمام لیکن یہ اُس صورت مین ہی جبکہ بمجرد قدرت عتاق کے فی الفور صوم کو قطع کردیا اور اگر بعد قدرت عتاق
کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہو گیا اب اُسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم مین مذکور ہو چکا
کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان وایام نہی عنہ صومہا دو مہینے پی درپی لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو
جنمین رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہی نہ واقع ہون اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان مین آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان مین کفارہ کی نیت
سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ مین تتابع نرہا انقطاع ہوگیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح
ہوگا اور جسطرح درمیان مین آنا رمضان کا مانع ہی تتابع کا اسیطرح ایام منہیہ کا درمیان مین پڑنا مانع ہی تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسیطرح جس
صوم مین لگاتار روزہ رکھنا شرط ہی رمضان اور ایام خمسہ کا درمیان مین آنا مانع ہی تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل مین اور کفارہ افطار مین اور کفارہ یمین مین اور نذر معین مین تتابع
شرط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر بعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض الا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس
کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہین کفارہ قتل اور کفارہ افطار مین اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہین پا سکتی جو حیض سے خالی ہو مگر جبکہ عورت کا
بسبب پیری کے حیض منقطع ہوگیا ہو اور اُسنے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اُسکو پھر نئے سر سے روزہ رکھنا پڑیگا
م کفارہ ظہار مین حیض اور نفاس کا ذکر بیجا خود نہین اسواسطے کہ یہ کفارہ سوا مرد کے عورت پر واجب نہین ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اُسکو بھی ذکر کر دیا او نحیرہ او
وطیہا ای المظاہر منہا اما لو وطی غیرہا وطیا غیر مفطر لم یفسد اتفاقا کالوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اُسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہی وطی کرے لیکن اگر
اُس عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات مین یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کی کفارہ کو مضر نہین باتفاق طرفین او
ابی یوسف کے نزدیک جیسے کہ وطی کرنا کفارہ قتل مین مضر نہین فیہما ای الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک اللیل بالعمد
غلط بحر لکن فی القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسی طرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھولکر چنانچہ یہ اطلاق مصرح ہی مختار وغیرہ
مین اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب مین ساتھ عمد کے غلط ہی یعنی یہ جو ابن ملک نے کہا ہی کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہی اور سہواً مضر نہین سو یہ
قول غلط ہی بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مضر ہی اور جن کتابون مین وطی لیل مین عمد کی قید ہی سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی کمافی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ مین
تصریح ہی کہ یہ قید اتفاقی ہی کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی مین وہ قول ہی جو مخالف ہی بحر الرائق کے تو خبردار رہنا قہستانی نے یون کہا ہی کہ اگر مظاہر منہا سے
شب کو عمداً وطی کرے تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ مین اور انکے سوا اور کتابون مین یون ہی ہی اور فقط
اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی مین یون کہا گیا ہی کہ وطی لیل مین عمداً اور نسیان برابر ہی لائق نہین کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام مین قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ
صاحب کفایہ اور اُسکے تابعین نے کیا ہی حالانکہ صاحب ہدایہ نے اُسکی طرف التفات نہین کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی مین ابن ملک کے
موافق ہوگیا اور جن کتب کی عبارتین قید اتفاقی پر محمول ہین اُنسے استدلال کرتا ہی اور حالانکہ کتب معتمدہ مین مصرح ہی کہ عمد اور نسیان دونون برابر ہین چنانچہ مختار اور

اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی استانف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر صیام یعنی اگر کفارۂ ظہار مین لعذر یا بلاعذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان اطعام کے اُسی عورت سے وطی کرے بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام مین یعنی حقتعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کی قید نہین لگائی اور وطی مفسد اطعام نہین اور اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہی تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتبا او مستسعے فکذا الحر المحجور علیہ بالسفہ علی المعتمد اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلا نصف آزاد کردیا ہو اور باقی گلو خلاصی کیواسطے اُس سے محنت مزدوری کرواتا ہو اور اسیطرح وہ حر ہی جسکے تصرف مالی کو اُسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پے درپے روزے رکھنا کفارۂ ظہار مین واجب ہی غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اُس غلام کو جو پورا آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے اُنپر اعتاق اور اطعام نہین ہم اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی قاعدہ یہ ہی کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہی اور کفارہ بھی عقوبت ہی لازم یون تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سے یعنی ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ولم ینتصف لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہی یعنی ہر چند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونون ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہی اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارات مین ولیس للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنے کا اسواسطے کہ یہ منجملہ حقوق نکاح کے ہی سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اُسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کرلیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے ولو وصلیۃ اعتق سید عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قیل نہ باو قیل وجوبا کفارۂ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہین کرتا اگرچہ اُسکا مالک اُسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہوسکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اُسکو تملیک کرے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہی یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جاسکے تو مولی اُسکی طرف سے اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اُسکی طرف سے حرم مین بھیجے کہ وہان ذبح کرکے تصدق ہو بعضے علمانے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولی پر مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ واجب ہی ہم اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہی شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہی فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برءہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزی غیر المراہق بدائع سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہین اُسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کردے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین کالفطرۃ قدرا او مصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کما فی الزکوۃ یعنی اگر گیہون سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کھجور سے دے تو پورا صاع دے یا اُسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کھجور اور جو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہی تو اگر ربع صاع چانول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہی یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہی اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہی مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص مین ہی اور گیہون اور کھجور تو دونون منصوص ہین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وان اراد الاباحۃ عداہم وعشاہم او غداہم وعطاہم قیمۃ العشاء او عکسہ او اطعمہم غدائین او عشائین او عشاء وسحورا او اشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ دینے والا

محتاجون کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلاوے یا دن چڑھتے انکو کھلاوے اور دن ڈھلتے
وقت کھانے کی قیمت دے یا اسکے بالعکس کرے یعنی اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلاوے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلاوے یا دو روز دن
ڈھلتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلاوے اور پیٹ انکا بھروے خلاصہ یہ ہی کہ اگر ساٹھ محتاجون کو دو وقت آسودہ کرکے کھلاوے تو جائز ہی بشرطیکہ
سالن ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہون کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہین کیونکہ اسمین بدون سالن بھی آسودگی ہوتی
ہی بخلاف جو اور جوار کے کہ اسمین بدون سالن کے پیٹ نہین بھرتا تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہ فرق ہی کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہی طعام کا جو چاہے
سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچھ اسمین تصرف نہین کرسکتا فقط کھانے کا اسکو اختیار ہی اور اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھ مقرر
نہین نصف صاع مین آسودہ ہوجاے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ چنانچہ یہ بھی جائز ہی کہ اگر
طعام دیوے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہی بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہی تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب بیان کو ہو چکا
ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کریگا ایکدن مین تو فقط اسی ایک
ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنی مظاہر پر ساٹھ محتاج کا طعام دینا اور واجب ہا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی
لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چندبار ایکدن مین بنابر قول اصح کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص
کو ساٹھ بار دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان
لیطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک صح وہل یرجع ان قال علی ان ترجع رجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذہب امر کیا
مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارۂ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہی یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہوگیا
اور یہ غیر آدمی بقدر الطعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر مظاہر نے دلانے کیوقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر
چپ ہو رہا تھا تو دین مین یعنی ادائے قرض مین بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ لے بنابر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط الشبع فی طعام الکفارات
سوی القتل وفی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہی مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوائے کفارۂ قتل کے اسواسطے کہ کفارۂ قتل مین طعام
کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہی فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین م فدیہ صوم شیخ فانی پر ہی عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک مین اور بقدر سیری کے حالت
اباحت مین اور جسنے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اسکو پیٹ بھر کھلاوے
یا تین روزے رکھے وجاز الجمع بین اباحۃ وتملیک اور جائز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گزرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلاوے اور دوسرے وقت کے
کھانے کی قیمت دے یا تیس محتاجون کو بطور اباحت کے کھلاوے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون تملیک کرے دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر مین

یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک اسمین ضرور ہی والضابط ان ما شرع بلفظ الطعام وطعام جاز فیہ الاباحۃ وما شرع بلفظ ایتاء واداء شرط فیہ
التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت و عدم اباحت کا یہ ہی کہ جو بلفظ الطعام اور طعام شروع ہی تو اسمین اباحت جائز ہی اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہی تو اسمین
تملیک شرط ہی تو کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین مین اور کفارۂ افطار اور کفارۂ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی تمکین سے یعنی
طعام پر محتاج کو قادر کردینا خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہی اور ایتا اور ادا بمعنی دینے کے ہی لہذا اسمین تملیک
شرط ہی اباحت کافی نہین حرر عبدین عن ظہارین من امراۃ او امراتین ولم یعین صح عنہما وکذا لو صام اربعۃ اشہر او اطعم مائۃ وعشرین
فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونون ظہار ایک عورت سے کیے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نہ کیا

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یون تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کیواسطے ہی اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہی تو یہ اعتاق دونون ظہار کی طرف سے صحیح ہی اور اسی کے مثل ہی صحت مین روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونون ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہین بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہی بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین اور کفارۂ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جب تک کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کیواسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہ کفارات مختلف الجنس ہین یہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہی ہر چند یمین بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے کہا کہ یہ متبادر ہوتا ہی کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہی جو مذکور ہوچکی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہی کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی

وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ ولہ وطی اللتی کفر عنہا دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اُس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہی کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اُس عورت کی درست ہی جسکے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا یصح لما مر ما لم یحرر کافرۃ فتصح عن الظہار استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارۂ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہین کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام کو آزاد نکرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارۂ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کے واسطے کفارۂ قتل کے یعنی کفارۂ قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہی تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہوجاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونون کا درست ہی اور کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل مین اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہ دونون کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہی چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہوچکا

اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین لما مر صح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا لمحمد ورجحہ الکمال طعام دیا ساٹھ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین اور اُن متن کے نسخون مین جو شرح سے علیحدہ ہین لم یصح کا لفظ ہی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کیطرف سے صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہی برخلاف امام محمدؒ کے کہ اُنکے نزدیک دونون ظہار کیطرف سے صحیح ہی اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین مترجم مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمد کا ایک صاع گیہون اور دو صاع جو اور کھجور مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہون دو بار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونون ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دو دنون مین دے اسواسطے کہ ایکدن مین چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہین کرتا چنانچہ مذکور ہوچکا

وعن افطار وظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف سببہ مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہون دیا یکبارگی کفارۂ افطار اور کفارۂ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونون کفارون سے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہ ہی کہ جس جنس کا کہ سبب متحد ہی اسمین تعیین کی نیت لغو ہی اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہی اسمین تعیین کی نیت مفید ہی لغو نہین خلاصہ یہ ہی کہ اتحاد جنس عبارت ہی اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہی اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہین اسواسطے کہ انکا سبب ایک ہی ہی یعنے ظہار تو دو کفارہ ظہار مین جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہی کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہین اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہی تو اسمین تعیین نیت لغو نہین بلکہ مفید اور معتبر ہی لہذا دونون صحیح ہین

فروع مسائل ملحقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور

اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہی یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ کفارہ دینے کیوقت مقدور ہی تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس
تھا اور اگر کفارہ دینے کیوقت مفلس ہی تو روزہ رکھنا درست ہی اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اسکو مقدور تھا اطعم مائۃ وعشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین
منہم غدا او عشاء ولوفی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت نہ کریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا
کھلا دے انمین سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلا دے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلا دے تو بھی درست ہی اعادہ اطعام ضرور ہی بسبب لازم ہونے
شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام مین ساٹھ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار لازم ہی تو ساٹھ محتاجون کا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو البتہ
پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ ظہار مین جائز نہین کھانا کھلانا
اُس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہی اور شکم سیر کا یہ مضمون مکرر ہوگیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہوچکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو اسمین دودھ
چھوڑنے والا لڑکا بھی داخل تھا اور یہ بھی مذکور ہوچکا ہی کہ محتاجون کا پیٹ بھر دینا مشروط ہی حالانکہ شکم سیر مین یہ حاصل نہین تو اسکا کھلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

باب اللعان

یہ باب ہی لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد وسمی بہ لا بالغضب للعنۃ نفسہ قبلہا وللسبق من اسباب الترجیح لعان
باعتبار لغت کے مصدر ہی لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہی یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہی لعن سے مشتق ہی اور لعن عبارت ہی ہانکنے اور پھٹکارنے
اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونون لعان مین مذکور
ہوتے ہین وسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہی حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اُترا حق تعالی فرماتا ہی
سورۂ نور مین کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاوین اور کوئی گواہ نہ ہو سوا اُنکی ذاتون کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہی
اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کی لعنت اسپر اگر وہ جھوٹھا ہو اور عورت سے ماریون ٹلتی ہی کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اُسکا زوج جھوٹھا ہی اور پانچوین
باریون کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادات اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہی چار
گواہیون سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیان جو موکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم پر محتوی ہی چنانچہ اسکو فقہانے کتاب الشہادۃ مین مذکور
کیا ہی اور دُر المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا
بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہو اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بہ غضب ہو عورت کو
لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہی کہ جس چیز کی عادت ہوئی اُس سے وحشت اور
خوف کم ہوجاتا ہی تو غضب کا لفظ اُنکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہاداتہ مقام حد القذف فی حقہ وشہاداتہا مقام حد الزنا فی حقہا
ای اذا تلاعنا سقط عنہ حد القذف وعنہا حد الزنا لان الاستشہاد باللہ مہلک کالحد بل اشد مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اُسکے حق مین اور عورت
کی گواہیان قائم مقام حد زنا کے اسکے حق مین یعنی جبکہ دونون نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنے تہمت زنا لگانے کی ساقط ہوگئی اور عورت
سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہی مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہی اسواسطے کہ صحیح حدیث مین ثابت ہی کہ جھوٹی قسم ملک کو اُجاڑتی ہی بلکہ حد سے
بھی زیادہ سخت تر ہی اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہی اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونون مین تکلیف ہی وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح
صحیحا لا فاسدا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہی اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین
بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ خصت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فقدم لہا شروط الاحصان اور سبب

لعان کا تہمت لگانا ہی مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری
سے اور مرد کے دعوی پر گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اُسی پر لگتی ہی تو شروط احصان کے اسکے واسطے پورے
چاہئین ورکنہ شہادات موکدات بالیمین واللعن اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو موکد بقسم ولعن ہون وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل
التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لایجتمعان ابداً اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہی باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنے بعد
تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہی اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہی اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب
نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے المتلاعنان اذا افترقا لایجتمعان یعنی زوجہ اور زوج
لعان کرنے والے جب جدا ہون تو مجتمع نہ ہون حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہین یعنے ہرچند قوی نہین لیکن لائق عمل
کے ہی اور حضرت عمر اور علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہی کہ لعان کرنے والے کا ہے مجتمع نہون یعنی جب
تک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق انمین اتفاق کا ہے نہین ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظمؒ
اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہی اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور
اہل لعان کا وہ ہی جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فمن قذف بصریح الزنا فی
دار الاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطأ حراما ولو مرۃ لشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب سو جسنے عیب
لگایا صریح زنا کا دار الاسلام مین اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہی بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہی فعل زنا سے
اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح پر کہ اس سے کسی نے حرام وطی نہ کی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا بے
باپ کا نہو ۔ قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہی وصلحا لاداء الشہادۃ
علی المسلم فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون حضرت مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر
نکل گیا اور داخل ہو گیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونون اہل ہین اداے شہادت کے او من نفی نسب الولد منہ او من غیرہ یا جسنے نسب ولد
کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہی میرا نہین اور نہ اُسکے زوج سابق کا وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد
عند القاضی ولو بعد العفو او التقادم فان تقادم الزمان لایبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا
مطالبہ کیا ہو اُس سے ولد منفی النسب نے اُسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہی یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد
عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہی تو عورت کے عفو سے عفو نہین ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہین اسواسطے کہ زیادہ
مدت گذر جانا حق کو باطل نہین کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد مین کذا فی الجوہرہ م لعان مین مطالبہ اسواسطے شرط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو
لعان ساقط ہی اسواسطے کہ لعان حق ہی عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع عار کرے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہی عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو
چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو پردہ پوشی مناسب ہی تاکہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکرہ
لا بینۃ لم یستحلف وسقط اللعان لفظ لاعن کا خبر ہی من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگادے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو
یا اُسکا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہون تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہو گا چنانچہ
کتاب الدعوی مین آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی

ذات کو جھٹلادے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسّی کوڑے فان لاعن لاعنت بعده لانه المدعی فلو بدأ
بلعانها عادت فلو فرق قبل الاعادة صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہی تو اسکو تقدیم چاہیے
پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرادے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے
دونون مین قبل عادہ عورت کے تو صحیح ہی بسبب حصول مقصود کے یعنے تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہوچکا کذا فی الاختیار والا حبست حتی تلاعن او
تصدقه فیندفع به اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق
کریگی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقته اربعا لانه لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار
تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہین قصداً بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہی کہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے ولا ینفی النسب لانه حق الولد فلا
یصدقان فی ابطاله اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب لڑکی کی نفی نہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہی لڑکے کا تو زوجین
کی تصدیق نہوگی اُسکے ابطال حق مین تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحمله فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأة اور اگر بعد نالش کے زوجین نے
لعان سے انکار کیا تو دونون قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہی حبس زوجین کو بحر الرائق مین اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کردیا ہو تو بعد معافی
کے دونون محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہوچکا واستشکل فی النہر حبسها بعد امتناعه لعدم وجوبه علیها حینئذ اور مشکل جانا ہی نہر الفائق مین
حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب نہ واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت مین یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہین تو اسوقت
مین اسکی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہی کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ مین مذکور ہی کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمین حبس زوجہ کی کیا وجہ
اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہین شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یون جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہین کہ دونون نے آن احد
مین امتناع کیا تا دونون کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہی کہ اگر ہر واحد عند الطلب لعان نہ کریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے
بعد قذف کے ہی اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج شاهدا لرقه او کفره وکان اهلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد الاصل ان اللعان اذا سقط
لمعنی من جهته فلو القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل
اور بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاویگی اور اصل اسکی یہ ہی کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہی یعنی شروط قذف کی جامع ہی تو مرد پر حد
ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہین چنانچہ زوج صغیر ہی یا دیوانہ ہی یا گونگا ہی تو حد ہی نہ لعان وان صلح شاهدا والحال انها ممن لم تصلح وممن لا یحد
قاذفها فلا حد علیه کما لو قذفها اجنبی ولا لعان لانه خلفه لكنه یعزر حسما لهذا الباب وهذا التصریح بما فهم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور ٦٠
حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہین یعنی صغیرہ ہی یا دیوانی ہی یا عیب لگانے کی لائق رکھا چکی ہی اور ایسی زوجہ نہین جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماریجاوے
یعنی عفیفہ نہین زانیہ ہی تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہین چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اُسپر بھی حد نہین اور زوج پر جیسا کہ حد
نہین ویسی لعان بھی نہین اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہی پس جب حد نہین تو اسکا قائم مقام بھی نہین لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے
یعنی تعزیر اسواسطے ہی تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہوجاوے شارح کہتا ہی یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہی اُسکی جو اُسکے قول سابق سے مفهوم
ہوچکا تھا یعنی من قذف زوجته العفیفة ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفها وهی امة او کافرة ثم اسلمت او عتقت فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہی محصنہ
ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہی
نہ لعان کذا ذکره الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہی نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونیکے زوج سے قذف صادر نہین ہوا کہ حد ہو یا لعان ولیسقط اللعان

بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے
جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پھر لعان عود نکریگا اُسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز
ساقط ہو گئی وہ نہین پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہو گئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اُس سے
نکاح کریگا تو بھی حکم لعان عود نکریگا وکذا یسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود ولو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور
اسکی دھوکے کی وطی سے اور اُسکے مرتد ہونے سے اور عود نہین کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان
شاہد قذف کی موت سے اور اُسکے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاوین یا غائب ہو جاوین تو لعان ساقط ہے ولا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد
اور ساقط نہین ہوتا لعان اگر اندھا ہو جاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہو جاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لانہ اسندہ الی حالۃ منافیۃ لفعلہ
اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ کو کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اُسکا معلوم ہے تو لعان نہین واسطے منسوب ہونے زنا کے بغیر اپنے عمل کے یعنی
لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہین جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث تیلاعنان
لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ
کی چالیس برس سے کم ہے مثلاً بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر سو اسواسطے کہ زنا قبل
ولادت عورت کے متصور نہین نہ حقیقۃً نہ مجازاً تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہگیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما
نطق النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے ہم طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول
زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہون کہ مین سچا ہون اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ خدا کی لعنت
اُسپر اگر وہ جھوٹا ہو اُسکی طرف زنا کی نسبت مین اور ہر بار عورت کیطرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہون کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف
زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کیطرف زنا کی نسبت کرنے مین بعد اسکے دریافت کرنا چاہیئے کہ
لعنت دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ڈالنا ایسی لعنت کافرون کو مخصوص ہے مسلمان کے حق مین ہرگز جائز نہین دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب نیکون سے
دور ڈالنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان مین کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان
عندہ ولیفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ شمنی پھر اگر لعان کیا دونون نے اگرچہ چار بار نہین بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنی نکاح ٹوٹ
جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہو گی لہذا دونون باہم وارث ہونگے قبل تفریق اُس حاکم کے جسکے سامنے لعان
واقع ہوا ہے اور حاکم جدائی کروا دے اگرچہ دونون جدائی سے راضی نہون اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا ہے کہ لعان کرنے والون مین ملاپ نہین کذا ذکرہ الشمنی
ولو زالت اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کالجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے
ہوا ہے کہ اُسکا دور ہونا متوقع ہے چنانچہ جنون تو حاکم دونون کو جدا کر دے اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہین چنانچہ زوج نے اپنے تکذیب کی یا دونون
مین سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اُسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین مین سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتون مین حاکم
زوجین مین تفریق نکرے بسبب باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیۃ ومفادہ انہ اذا لم یوکل
ینتظر اور اگر دونون نے لعان کیا پھر ایک اُنمین سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسی کو اپنا وکیل کیا تفریق کیواسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی
التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسی کو وکیل اپنا نکر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اسواسطے کہ قضا علی الغائب

درست نہین اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبلہ الحاکم الثانی خلافا لمحمد ختیار پھر اگر بعد لعان کے
حاکم نے تفریق نہ کی یہانتک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کراوے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق
کرنا جائز نہین بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہین تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو خطأ الحاکم ففرق بینہما بعد وجود
الاکثر من کل منہما صح ولو بعد الاقل ای مرۃ او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اُسنے تفریق کردی دونون مین بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین
لعان کے بعد حاکم نے تفریق کردی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اُسنے کردی تو یہ
تفریق صحیح نہین اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانہ قبل لعانہا نفذ لانہ مجتہد فیہ تاتارخانیۃ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ہو فلا ینفذ اور اگر تفریق کردی
حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیۃ اسواسطے کہ اس مقام مین اختلاف مجتہدین ہے یعنے ہر چند
امام اعظم کے مذہب مین تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر یہین قید لگائی
ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین حنفی ہون یا شافعی
اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہو گی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہین و حرم وطیہا بعد اللعان قبل التفریق لما مر
لہا نفقۃ العدۃ اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اُس حدیث کے جو مذکور ہوگئی یعنی متلاعنین مین اجتماع نہین اور نفقہ عورت کی عدت
کا مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحۃ النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ
اللعان حتی لو علق وہی امۃ او کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زندہ ولد کی نفی کرکے تو حاکم ولد کے نسب کو
اُسکے باپ سے نفی کرے اور اُسکی مان سے اُسکو ملاوے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال مین جسمین لعان جاری ہوسکتا ہے یہانتک
کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین ولد کی نفی نہو گی بسبب عدم تلاعن کے کہ صحت
نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطین ہین نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد مین نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی بھی نفی نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن النہر والبحر واما شروط النفی فستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع وستجیٔ اور نفی ولد کی شرطین تو چھ ہین تفصیل مذکور ہین بدائع مین اور کچھ شرطین نفی ولد کی اسی
باب مین عنقریب آوینگی جمیع شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃً یا دلالۃً چوتھی حیات لڑکے کی
چنانچہ مسئلہ سابقہ مین اسکی تصریح ہوچکی پانچوین یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل مین دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً نہ حکم ہوگیا ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی فان اکذب نفسہ ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبہ حد القذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃً تکذیب کی
یا دلالۃً کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کرچکا تھا سو مال چھوڑکر مر گیا سو اُسکے نسب کا اُسنے دعوی کیا تو اُسکو حد قذف کی ماری جاویگی وله بعد ما اکذب نفسہ ان ینکحہا
حد او لا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کرلے اُس عورت سے کہ حد قذف کی اُسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے
لعان باقی نہین تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہوگئی و کذا ان قذف غیرہا فحد او صدقتہ او زنت فحدت لزوال العفۃ
والحاصل ان لہ تزوجہا اذا خرجا او احدہما عن اہلیۃ اللعان اور اسیطرح نکاح کرلینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اُسپر حد قذف کی
ماری گئی یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اُسپر حد زنا نہوئی ہو یہ نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح
کرلینا بعد لعان کے جائز ہے جبکہ دونون یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدہما وکذا لو طرأ ذلک الخرس بعدہ ای اللعان
قبل التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئہ بالشبہۃ مع فقد الرکن وہو لفظ اشہد ولذا لا تلاعن بالکتابۃ اور لعان نہین اگر زوجین گونگے ہون یا ایک اُنمین سے

کوئی گونگا ہوا اگرچہ یہ گنگی پیدائشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہوگئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہوگی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہہ کے ساتھ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہی لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہین اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہی لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے جائز نہین ہم جب زوج گونگا ہوگا تو اسکو حد قذف نہ ماری جاویگی اسواسطے کہ اسکی قذف مین شبہہ ہی کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہین حمل کی نفی سے بسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنہ بولادتہ لاقل المدۃ لیصیر کانہ قال ان کنت حاملا فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہوگیا بسبب ولادت کمتر مدت کے یعنی وقت قذف سے کمتر چھ مہینے مین جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہین غایۃ الامر یہ ہی کہ نفی حمل اس صورت مین تعلیق ہوگئی گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھسے نہین حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقولہ زنیت وہذا الحمل منہ للقذف الصریح اور دونون لعان کرین زوج کے یون کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہی لعان کرین بسبب صریح قذف کے یعنی اس مسئلہ مین صریح زنا کی نسبت ہی بخلاف مسئلہ سابقہ کہ اسمین حمل کی نفی ہی نہ زنا کی نسبت ولم ینف الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ کے لعان مین حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اسکی ولادت کے یعنی بدون ولادت کے ثبوت حمل متصور نہین کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر جب ثبوت حمل مین تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ سنن ابی داود مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ سلم نے دونون مین تفریق کردی اور حکم کردیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نہ کہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کردی پھر کیا وجہ کہ حاکم نہ کرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا ونفیہ علیہ الصلوۃ والسلام ولد ہلال لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہوگیا تھا کہ عورت کے پیٹ مین لڑکا ہی تب نفی کی اب بعد ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہین ونفی الولد الحی عند التہنئۃ ومدتہا سبعۃ ایام عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح وبعدہ لا لاقرارہ بہ دلالۃ ولو غائبا فحالۃ علمہ کحال ولادتہ اور مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کیوقت اور مدت مبارکبادی دینے کے سات دن ہین باعتبار عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خریدکرنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہی اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہین بسبب اسکے اقرار کرلینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہی کہ وہ نسب ولد کا مقر ہی تو اب نفی کرنا اسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب ہو اور لڑکا اسکی غیبت مین پیدا ہو تو اسکے علم آنے کی حالت مانند حالت ولادت کے ہی یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہی ویسی ہی غائب کو بعد دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہی نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہی کذا فی الہدایہ ولاعن فیہما فیما اذا صح او لا لوجود القذف فقد تحقق اللعان بنفی الولد ولم ینتف النسب فقولہ فیما مر ونفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونون نفی کی صورتون مین یعنی جسمین کہ نفی صحیح ہی یا نہین صحیح ہی بسبب پائے جانے قذف کے دونون صورتون مین تو حالت عدم صحت نفی مین لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب ولد کا نفی نہوا تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اسکا نسب نفی کردے سو اپنے اطلاق پر نہین بلکہ وہ مقید ہی بقید صحت نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقا نفی اول التوامین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ مرد نے نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توام کا تو اسکو حد قذف ماری جاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے ہم توامان ان دو لڑکون کو کہتے ہین جنکی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی ہو اور ثانی کا اقرار کیا تو اسکی تکذیب نفس لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونون ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہین اسلئے کہ اقل مدت پوری حمل کی چھ مہینے کی ہی تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہین شارح نے حد مین عدم رجوع کی قید لگائی یعنی اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد ماری جاویگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بیموقع ہی اسواسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اسکو تکذیب نفس لازم ہوگئی اسواسطے کہ دونون ایک نطفہ سے ہین تو وہ قاذف ہوچکا

اب رجوع کرنا اُسکا اس قول سے سقط حد نہین اور اسیواسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور دُرر اور منح الغفار اور شرح ملتقی مین اس قید کو ذکر نہین کیا شاید
کہ یہ لفظ کاتب کے اغلاط سے ہو انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بنفیہ اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنی اول توام کے نسب
کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنی جب
اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا والنسب ثابت فیہما لانہما من ماء واحد اور نسب
دونون لڑکونکا دونون صورتون مین ثابت ہی اسواسطے کہ دونون ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہین ولو جاءت بثلثۃ فی
بطن واحد فنفی الثانی واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث ولد کے
نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کے نفی ولد سے اور وہ تینون لڑکے بیٹے ہین مرد کے بحر الرائق مین نوادر سے بروایت فتح القدیر یہان لعان ہی کو ثابت کیا ہی
اور نہر الفائق مین حد کہا ہی کہ یہی حق ہی سو لائق اعتماد کے نہین کہ یہ قول مذہب کے مخالف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی یحد وہم بنوہ
لکون احدہم سمّی اور اگر ولد اول اور ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اسپر حد ماری جاوے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اُسکے
بیٹے ہین مانند مرجانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ الشمنی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مرجاوے تو اُسکا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ نفی مین حیات
شرط ہی پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا بھی ثابت ہوگا مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ الملاعن ان ولد اللعان ذکرا ثبت نسبہ اجماعا وان کان
انثی لا لاستغنائہ بنسب ابیہ خلافا لہما ابن ملک مرگیا ولد لعان کا اور اسکا ایک لڑکا ہی لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے باسیداریث مال ولد لعان کے
نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اُسکا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہر چند میت نسب سے مستغنی ہی لیکن سکا لڑکا البتہ محتاج
ہی نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے اثبات نسب لڑکے میت کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اُسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے
باپ کے نسب کے یعنی ہر چند ماں اُسکی ثابت النسب نہین لیکن اُسکا باپ تو ثابت النسب ہی تو اُسکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اعتبار نسب
کا باپ ہی سے ہی نہ ماں سے بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس صورت مین بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فروع مسائل
ملحقہ شارح کے الاقرار بالولد الذی لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ بجز اقرار کرنا اُس لڑکے کے نسب کا جو اُسکے نطفہ سے نہین حرام ہی مانند سکوت
کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہین تو اُسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اُسکو اُسکا بیٹا کہنے لگین تو یہ اقرار اور سکوت حرام
ہی واسطے ملادینے نسب اُس شخص کے جو اُسکے نطفہ سے نہین کذا فی البحر الرائق یعنی نسب کا خلط ملط جائز نہین تو جو اپنے نطفہ سے نہو اُسکی صاف نفی کرے تاکہ
خلط نسب نہ جاوے م سنن ابی داؤد مین ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم مین اُسکو ملاویگی جو اُس
قوم سے نہین یعنی ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کریگی اُسکو خدا بہشت مین نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کریگا خدا اُسکو اولین و آخرین مین فضیحت کریگا
وفیہ متی سقط اللعان بوجہ ما او ثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدا اور بحر الرائق مین ہی کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو
نسب یکبارگی اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل مین اُسکا نسب کبھی نفی نہین ہو سکتا فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد
ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلک سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہین کیا یہانتک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کے
لڑکے کو عیب لگایا یعنی یون کہا کہ یہ لڑکا اُسکے زوج کا نہین سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب لڑکا عورت کے زوج سے ثابت ہوگیا شرعا تو اب
بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اُس لڑکے کا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنا ثابت ہو گیا م یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہی کہ نفی نسب لتوام مین

ثم مات احدہما عن توامہ وامہ واخ لام فالارث اثلاثا فرضا وردا اللام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم وعلم ان نفیہا یخرجہ عن کونہ عصبتہ اور

بحرالرائق مین شرح تخلیص سے منقول ہو کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک اُنمین سے مرگیا اپنے توام بھائی اور ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑ کر تو
اِن تین وارثون کا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد باردینے کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دونوں بھائیون کا تہائی باقی رہا نصف سو تینون
کو پھیر دیا جاویگا برابر تو ہرایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اُس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونون توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبیت کا نہونے
دیا ہر چند دونون توام ایک نطفہ سے پیدا ہین لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ

المدنی ناقلا عن البحر قال وقد صرحوا ببقاء نسبہ بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقہ الولد
انتہی کہا صاحب بحرالرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہو فقہا نے ولد لعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنی ولد منفی مین جمیع احکام ولدیت
کے ثابت ہین بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر دو حکم مین اُسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنے
نہ مرد ولد کی وراثت پاسکتا ہو نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اسکی ماں پر واجب ہو وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے
ثابت ہین یہانتک کہ نفی کرنے والے کے سوا کسی کو اس ولد کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ ولد اُس غیر کے دعوی کی
تصدیق بھی کرے تو بھی اُسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہ م فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے منقول ہو کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام مین ثابت النسب ہو چنانچہ اسکی
گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اُسکے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہو اور
ولد فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہین اور کسی اجنبی انسان کا دعوی نسب ولد مین صحیح نہین باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام مین ولد ملاعنہ بمثل اجنبی کے ہو یعنے
ارث اور نفقہ مین قلت قال القہستانی الا ان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کہتا ہو قہستانی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین مگر اُس صورت
مین صحیح ہو کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والے کا ویسا ولد پیدا ہوسکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے
کہا کہ قہستانی نے اس قول کو کسی ایسے فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہو تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

باب العنین وغیرہ

یہ باب ہو عنین یعنی نامرد وغیرہ کے احکام مین غیر عنین مین خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہین شکاز بموزن غماز اُسکو کہتے ہین جو
عورت کے کھینچنے سے منزل ہو جاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کرسکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعہ عنن
وہ یعنی عنین بموزن سکین لغت مین اُسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی محبوس اور ممنوع جماع سے اور جمع اُسکی
عنن ہو وشرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع منہ ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لہا للمانع منہا خانیہ اور اصطلاح شرع مین عنین اُسکو
کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص وطی فرج پر قادر نہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہو یعنی عدم قدرت بسبب قصور مرد کے
ہو چنانچہ زیادہ بڑھاپا یا جادو اسواسطے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اُسکو اختیار تفریق کا نہین اسواسطے کہ اس صورت مین
نقصان عورت کی طرف سے ہو نہ مرد کی طرف سے کذا فی الخانیۃ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر فقط او صغیرۃ جدا کالزر ولو قصیرا لا
یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر جبکہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنی مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے
یا زوج کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر پایا جیسے تسبیح کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اُسکو اندرونی فرج مین نہ داخل کرسکے تو عورت
کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحر الرائق اور اسمین بحث اور گفتگو ہو یعنے جب بسبب کوتاہی کے ادخال پر قادر نہو تو وہ شخص مقطوع الذکر کے
برابر ہو پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحرالرائق سے ہو بعد نقل

باب العنین وغیرہ

عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی السئلتین التاجیل ومجی الولد اور بحرالرائق مین ہی کہ مجبوب مانند عنین کے ہی مگر دو مسئلون مین ایک تاجیل مین یعنے عنین کی فرقت مین مدت ہی اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونے مین یعنی مجبوب کی زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہوگی اور عنین مین تفریق باطل ہوجاویگی م بحرالرائق مین یہ بھی مذکور ہی کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب شرط نہین بخلاف عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہی تو جدائی کروا دے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اُس حال پر راضی نہوگئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اسکو نہین بلکہ اُسکے مالک کو ہی اور اگر صغیرہ ہی تو تا بلوغ تفریق نہ ہوگی کہ شاید وہ راضی ہوجاوے اور اگر اسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی طرف سے ہی تو اُسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اسکی زوجہ مین حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کرا دے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنے کے بعد اُسکے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہوگیا عورت سے ایکبار جماع کرنے کے بعد تو دونون صورت مین تفریق نہ کیجاویگی بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہی نہ قضاءً کذا فی البحرالرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع کے ضرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امراۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیہ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اُس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہوجاویگا نسب اُسکا بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اُسکو جدائی مین اختیار ہی کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لا نزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہی بسبب بقاے مجبوبیت کے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کردی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اُسکی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال اُسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اُسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہی تفریق گواہون سے یعنی گواہون نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کرچکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا امام زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہی پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین جواب اس اعتراض کا یہ ہی کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہی اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہی بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہی اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اسمین عورت پر تہمت ہی ابطال قضا کی یعنی احتمال ہی کہ

یعنی

عورت کا جھوٹا اقرار اسواسطے کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اُسکا اقرار لائق سماعت کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وجدتہ عنینا ہو من لا یصل الی النساء لمرض او کبر او سحر ویسمی المعقود وہبانیۃ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہی جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نہ کر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیۃ اور بالفعل عرب مین اُسکو مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی

او خصیا لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر وعلیہ فہو من عطف الخاص علی العام لخفائہ وان کان بالواو لان الفقہاء یتسامحون فی ذلک نہر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین استادگی نہین خصی اُسکو کہتے ہین جسکے آلہ تناسل ہو اور فوطے نہون خواہ ہل ڈالنے سے خواہ قطع کرنے سے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اُسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اُسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلۂ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہی عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم مین داخل ہوتا ہی لیکن بالتخصیص اُسکو ذکر کیا بسبب اُسکے مخفی ہونے کے یعنی شاید کسی کو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہی اور یہان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہی لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا افادہ احکام ہی کذا فی النہر الفائق م نہر الفائق مین یہ جواب ہی اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہی تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او

اجل سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ یعنے اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلون پر تو اگر نامردی بید الشی نہو گی بیماری سے ہو گی تو سال بھر مین بسبب تبدل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کذا فی الہدایہ

ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ اور سوائے قاضی شہر کے اور کسی کا مدت ٹھہرانا معتبر نہین م تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوی قاضیخان قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب وہی ثلثمایۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم مدت عنین کی قمری سال سے بنابر ظاہر روایت مذہب کے ہی اور قمری سال وہ ہی جسکے بارہ مہینون کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہی اور اسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہین کچھ تھوڑا دن اُسمین بھی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیری ناقلا عن الکافی اور واقعات والوالجیہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ صاحب مذہب سے یہی ثابت ہی کذا فی منح الغفار وقیل شمسیۃ بالایام وہی ازید باحدی عشر

یوما قیل ویفتی اور قول ضعیف یہ ہی کہ مدت عنین مین سال شمسی معتبر ہی جسکا شمار ایام سے ہی نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہی بعضون نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہی اور یہ روایت حسن کی ہی امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضیخان اور ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہی بنابر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عنین کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب سوائے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہو گا وہان قمری ہی مراد ہو گا تا وقتیکہ تصریح اُسکی خلاف پر نہ ثابت ہو اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہی تو وہی معتمد ہو گا اور اُسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو

اجل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہو گا باجماع سب علما کے یعنی اختلاف سال قمری یا شمسی کا اُس صورت مین ہی جبکہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دسوین یا پندرھوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب سال کا دنون سے ہو گا نہ مہینون سے یعنے تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورمضان وایام

حیضہا منہا و کذا حجہ و غیبتہ لانہ حجہا و غیبتہا و مرضہ و مرضہا مطلقا و بہ یفتی ولوالجیۃ اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی مین داخل
ہین اور اسی طرح مرد کے ایام حج اور اُسکے سفر کرنے کے ایام بھی سال مین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اُسکے سفر کی مدت
اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی
اتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسی طرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج
اور سفر مرد کے ویؤجل من وقت الخصومۃ مالم یکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغہ و صحتہ و احرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت
سے مقرر کیجاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد
تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہرا لا یقدر علی العتق اجل سنۃ و شہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد
کرنے پر قادر نہو تو اُسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ اُن مین روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ
صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطئ مرۃ فبہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بالجمیع فیعم امرأۃ المجبوب
کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار بھی وطی نہ کر سکا
تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اُسکے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری
درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو
بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے مع درصورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا
امساک بالمعروف سے تو اسپر تسریح بالاحسان واجب ہے پھر جب اُسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اُسکا نائب ہو جاویگا دفع ظلم کے واسطے ولو
مجنونۃ لطلب ولیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اُسکے ولی کی طلب سے یا اُس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے
مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار لمولاہا لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اُسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو
اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اُسکے مالک کی مملوک ہے و ہو ای ہذا الخیار علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل حقہا
وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیۃ اور وہ یعنے یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہے
نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اُس سے جھگڑا نہ کیا تو اس درنگی سے اُس عورت کا حق باطل نہین ہوتا
اور اسیطرح اگر جھگڑا کرے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اُسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنون مین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے
مساس وغیرہ سے دونون منزل بھی ہو جاتے ہون کذا فی الخانیۃ والبحر کما لو رفعتہ الی قاض فلم یؤجلہ حتی عزل فرفعتہ الی قاض آخر فاجلہ سنۃ و مضت السنۃ ولم تخاصم زمانا زیلعی چنانچہ اگر عورت نے
عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایکسال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اُسنے مطالبہ نہ کیا تو بھی عورت کا اختیار
باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا مخ بیضۃ خیرت
فی مجلسہا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اُسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتون کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے
کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اُسکی ران پر بہے تو وہ باکرہ
نہین یا اُسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہین اور داخل نہ ہو تو باکرہ ہے بہر صورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت
کو اختیار دیا جاوے اسی مجلس مین وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوج سے یا کھڑی ہو گئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہو گیا م یہ مسئلہ

مخالف ہی مسئلہ سابق کے کہ وہان تامدت دراز اختیار باقی ہی اور یہان مجلس تک مقصور ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت کے ہی کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے کما فی المحیط الواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قلت ہی ثیب وکانت ثیبا صدق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر منعی عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہی باکرہ نہین یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تھی تو زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتھ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنی قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کیجاویگی اور اگر انتہا مین انکار کیا یعنے بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار رہا جاویگا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہو جاوے وکما یصدق لو وجدت ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر وطیہ کاصبعہ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب آخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بھی تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوا وطی زوج کے یعنی مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال بکارت زوج نے اپنی انگلی سے کردیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہی کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوا ہی نہ انگلی سے اور اصل ور اسباب کا عدم ہی سوائے جماع کے اور قول اُسیکا معتبر ہی جو متمسک با لاصل ہی اور ظاہر حال اُسکا شاہد ہو کذا فی المعراج وان اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعتراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبیل ان یختار شیا نہ مفتی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کرلیا اگرچہ یہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاویگا حق اُسکا چنانچہ اسطرح بھی اُسکا حق باطل ہو جاتا ہی اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنے طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح پر کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اُسکو مددگار قاضی کے کھڑا کرین یا قاضی خود کھڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اسواسطے اُسکا حق باطل ہو گیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اُسکو اختیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہی رضا کی اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کردے تزوج الاولی او امراۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق ماضی کے جدا ہو گئی تھی یا نکاح کیا دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہی کہ اسکی زوجہ مین بسبب نامردی کے جدائی ہو چکی ہی تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہین نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہ قول مفتی بہ مخالف ہی تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور زوجین مین سے کسی کو اختیار جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت دونون کو شامل ہین اور پچھلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب بادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی مین ہی کہ محمدؒ کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہی فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون مضرت کے اُسکے پاس نہ ٹھہر سکے عورت کو اختیار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور خلاف کیا ہی باقی تینون امامون نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ مین اگر یہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کردے تو صحیح ہوگا اُسکا حکم کذا فی فتح القدیر ہم شارح کے اس قول مین چند خلل ہین اول یہ کہ ظاہر کلام شارح اسکو مقتضی ہی کہ آئمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہو نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہی کہ اُنکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونون کو اختیار ہی اور پچھلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہی دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہی کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہی حالانکہ یہ خلاف واقع ہی تیسرا خلل یہ ہی کہ شیخ رحمتی

محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین ہمنے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہی کاتبون کی بلکہ صواب یہ ہی کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا
ای العنین وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونون یعنی عنین اور اُسکی عورت راضی ہو گئے دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح
ہی یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہین جو دائمی حرمت ہو جاوے ولہ شق رتق امتہ وکذا زوجتہ وہل تجبر الظاہر نعم لان التسلیم الواجب علیہا لا یمکن بدونہ نہر
اور مالک کو جائز ہی اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی لسنگی بکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہی اور اسیطرح زوج کو اپنی زوجہ کی لسنگی چیرنا جائز ہی اور
اگر زوجہ نہ مانے تو اسمین کیا زبردستی کرنا درست ہی ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہی کہ درست ہی واللہ اعلم اسواسطے کہ تسلیم نفس کو عورت پر واجب ہی وہ بدون اسکے ممکن نہین کذا فی
النہر الفائق قلت وافادہ البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حرا وسنی وقادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار
فلیحفظ شارح کہتا ہی کہ بہنسی نے بیان کیا ہی کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہی یا سنی مذہب ہی یا قادر ہی مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اسکے برخلاف
ہی یعنی غلام ہی یا رافضی یا خارجی ہی یا محتاج کہ اسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہین یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان بن فلان ہی اور نا گہان وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت
کو ان مسائل مین اختیار ہی فرقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہین پڑا ہوا ور والدین اسکے نہ معلوم ہون م عورت کو ان مسائل مین اختیار فسخ ہوا بسبب
فقدان کفاءت کے اول مین رقیت کے سبب سے اور ثانی مین کفارت دینی نہین اور ثالث مین کفارت مالی نہین اور رابع مین کفارت نسبی نہین
غلام ہونا ۱۲

باب العدۃ

یہ باب ہی احکام عدت کے بیان مین ہی لغۃ بالکسر الاحصار وبالضم الاستعداد للامر لغت مین عدت بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہی اور بضم اول اور
تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہین اور اُس مال و ہتھیار کو بھی کہتے ہین جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص یلزم المراۃ او الرجل عند
وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع مین اُس توقف اور انتظار کو کہتے ہین جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہی نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مرد کے اسباب انتظار سے
وہ مواضع مراد ہین جو موانع ہین وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعاً جائز ہی لیکن اصطلاح فقہا مین عدت مخصوص ہی عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی
فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی ان من امتنع نکاحہا علیہ لمانع لزمہ زوالہ کنکاح اختہا واربع سواہا اور مواضع انتظار مرد
کے بیس ہین خزانۃ الفقہ مین مذکور ہین اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرتا ہی اس قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہی بسبب کسی
مانع شرعی کے تو لازم ہی انتظار کرنا مرد کو اُس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت مین یا چار عورتون سے نکاح کرنا سوائے
اپنی زوجہ کے م فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین بیس مواضع کو یون ضبط کیا ہی کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اسکی عمہ اور خالہ اور اسکی بھانجی اور بھتیجی سے
نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچوین عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پھر اسکی بہن سے
نکاح کرنا یا عورت سے بشبہہ نکاح وطی کر کے پھر اُسکی بہن سے نکاح کرنا چاہے یا چوتھی عورت سے نکاح بنکاح فاسد یا بشبہہ نکاح وطی کر کے پانچوین سے نکاح کرنا بدون
گذرنے عدت کے جائز نہین اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہہ نکاح مین بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہی اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ
ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اس حربیہ سے جو دار الحرب مین مسلمان
ہو کر دار الاسلام مین حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اُس حربیہ سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہین بدون ایکبار حیض ہو جانے کے
یا ایک مہینہ گذرنے کے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجز ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت
بت پرست اور مرتد اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتون مین نکاح یا وطی جائز نہین بدون گذرنے عدت اور رفع موانع کے
کذا فی منح الغفار اور اکیسوین صورت ایک یہ ہی کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہین واصطلاحا تربص یلزم المراۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح

باب العدۃ

فلا عدۃ لزنا او شبہتہ کنکاح فاسد و مزفوفۃ لغیر زوجہا و ینبغی زیادۃ او شبہۃ لیشمل عدۃ ام الولد اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہی اُس انتظار سے جو عورت کو لازم ہی یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہی نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہین لازم ہی واسطے زنا کے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہونچاوین اور کہین کہ یہ تیری زوجہ ہی اور وہ مرد وطی کرے تو اسپر عدت واجب ہی شارح کہتا ہی کہ تعریف عدت مین لائق یہ ہی کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جاوے کہ ام ولد کو مولی آزاد کرے یا اُسکو چھوڑ کر مولی مرجاوے اسواسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہی مانند زوجہ کے بسبب ہم بستری مولی کے کذا فی البحر الرائق م شبہہ بکسر اول اور سکون ثانی اور بفتح اول ثانی بھی صحیح ہی یعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہین تو اسوقت مین صغیرہ کے ولی پر انتظار کرنا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسیواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہی لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہی کہ عدت نام ہی اُس مدت کا کہ واسطے انقضاے بقیۂ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اسمین سب افراد عدت کے داخل ہو گئے یہانتک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہو گئی اور صغیرہ کا اعتراض دفع ہو گیا اسواسطے کہ اس تعریف مین فی کر لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی حکایت عجیبہ قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بھائیون کا جنکا نکاح ہوا تھا دو بہنون سے عورتون نے چوک کر ایکی زوجہ اسکے پاس کر دی اور اُسکی اسکے پاس آخر شب صبح کو یہ حال کھلا اور فقہاے مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علمانے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہی بعد عدت کے ہر عورت اپنے اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہی امام اعظم نے کہا کہ عجب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے آسان تر حکم ہو سکتا ہی علمانے فرمایا کہ وہ کیا ہی بیان کرو امام اعظم نے دونون بھائیون کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونون کو یہ پسند ہی کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونون نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کرے تو اسمین عدت لازم نہوگی کہ طلاق قبل دخول مین عدت نہین سب علمانے اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی و سبب وجوبہا عقد النکاح المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت وخلوۃ صحیحۃ فلا عدۃ بخلوۃ الرتقاء اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہی جو متاکد بتسلیم وطی یا قائم مقام وطی کے ہی قائم مقام وطی عبارت ہی موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت جو بسبب بستگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہین و شرطہا الفرقۃ اور شرط عدت کی جدائی ہی ورکنہا حرمات ثابتۃ بہا کحرمۃ تزوج وخروج وصحۃ الطلاق فیہا ای فی العدۃ اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونے کی صحت عدت کے اندر م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شی کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تھا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ تو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ حکم اسکو کہتے ہین جو شی پر مبنی ہو اور اسیطرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم مین داخل ہی تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہی یعنی جنکو یہان رکن کہا ہی اُنکو حکم عدت مین مذکور کیا ہی وحکمہا حرمۃ نکاح اختہا اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہی عدت کا وانواعہا حیض واشہر ووضع حمل کما افادہ بقولہ اور اقسام عدت کے حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اُسکو مصنف نے آیندہ قول مین مذکور کیا وہی فی حق حرۃ ولو کتابیۃ تحت مسلم تحیض لطلاق ولو رجعیا او فسخ بجمیع اسبابہ ومنہ الفرقۃ بتقبیل ابن الزوج نہر اور عدت حرہ کی حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اس حرہ کی جسکو حیض آیا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو بجمیع اسباب فسخ چنانچہ کتاب النکاح

ہین اسباب فسخ کے بتفصیل مذکور ہوچکے اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہی جو عورت کو حاصل ہوتی ہی اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر منح الغفارین
مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق رکھا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل رہے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین و عدم کفائت
کو بعد الدخول حقیقۃ او حکما اسقطہ فی الشرح وجزم بان قولہ الآتی ان وطئت راجع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی
چنانچہ خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین حقیقۃً او حکما کو ساقط کردیا ہی اور یہ یقین کیا ہی کہ اُسکا آئندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہی یعنے
عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو یہان حقیقۃً اور حکما کہنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہی ثلث حیض کوامل لعدم تجزی الحیضۃ
حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہین بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جب عدت کے تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے
اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اُسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیجاوے لیکن چونکہ اصول مین ثابت ہوچکا ہی کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہین لہذا کل حیض
رابع عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہی فالاولی لتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح والثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ جب معلوم ہوا کہ عدت
تین حیض ہین تو اب اُسکے شروع ہونے کی حکمت دریافت کرنا چاہیے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی رحم کے ہی اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا
حیض واسطے تعظیم نکاح کے یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اُسکو حاصل تھی اور کھانے کپڑے کا کچھ اُسکو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے
اسواسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہین تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہی کہ واسطے احتیاط نسب کے تین حیض کو
مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اسواسطے کہ استحاضہ حمل مین بھی ہوتا ہی اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہی احتمال کا کذا عدۃ ام ولد مات مولاہا او اعتقہا
لان لہا فراشا کالحرۃ مالم تکن حاملا او آئسۃ او محرمۃ علیہ اور اسیطرح عدت اس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہین جسکا مالک مرگیا یا اسکو اُسنے آزاد کردیا اسواسطے کہ ام ولد
کو بھی ہم بستری ثابت ہی مانند حرہ کے یہ عدت ام ولد کی اُسوقت تک ہی جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل اُسکی
عدت ہی اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اُسکی عدت ہی اور اگر مالک پر حرام ہوگئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہین اور مالک پر حرام ہونے کی یہ صورت ہی کہ غیر کے نکاح
یا عدت مین ہو یا مولی کے فرزند نے بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ولو مات مولاہا وزوجہا ولم یدر الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر او بابعد
الاجلین بحر اور اگر موے ام ولد کا اور زوج اُسکا مرگیا اور معلوم نہین کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتون مین بعید تر ہی اُسکو
عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق ص اگر معلوم ہو کہ مولی پہلے مرگیا تو ام ولد پر عدت نہین اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اُسکے دو مہینے پانچ دن عدت
ہین اور اگر مولی زوج کی عدت مین مرگیا تو کچھ عدت نہین اور اگر مولی بعد عدت زوج کے مرگیا تو تین حیض کامل اُسکی عدت ہی اور اگر مولی اور زوج کی موت
کا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اُسکی تفصیل بحر الرائق مین یون ہی کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونون کی موت مین دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہی تو اس
صورت مین ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن کی ہی احتیاطاً بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونون کی موت مین دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا
زیادہ گذر گئی ہی تو اُسکی عدت چار مہینے اور دس دن ہین باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونون کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مرگیا
تو امام کے نزدیک چار مہینے دس دن کی عدت ہی بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہی یعنی چار مہینے اور دس دن باستکمال حیض اور ابعد
الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترث من زوجہا لعدم تحقق حریتہا یوم موتہ اور ام ولد وارث نہوگی اپنے زوج کی سب صورتون مین
بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ ومدبرۃ کان یطاہا لعدم فراش جوہرہ اور عدت نہین لونڈی پر اور
مدبرہ پر جس سے مولے وطی کرتا تھا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ ولہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا بدون اقرار
مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اُسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہی یہانتک کہ اُسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت ہی بدون اقرار کے بھی وکذا موطوءۃ لشبہۃ

کمزوفۃ بغیر بعلہا او نکاح فاسد کموقت فی الموت والفرقۃ یتعلق بالصورتین معًا اور اسی طرح تین حیض کامل کی عدت ہی اُس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوگئی چنانچہ عورت شب زفاف مین اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس پہونچائی گئی یا اندھیری رات مین زوج نے اپنی زوجہ جانکے کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ سے اور نکاح بلا شہود سے عدت مذکور لازم ہی مرد کی موت مین بھی اور جدائی مین بھی شارح کہتا ہی موت اور جدائی دونون صورت سے تعلق ہی یعنی وطی بشبہہ سے موت اور جدائی مین تین حیض کی عدت ہی اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت مین تین ہی حیض کی عدت ہی ان صورتون مین مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے واجب نہوئی کہ عدت وفات واسطے اظہار غم کی ہی کہ زوج کے فوت سے جسکا مرتے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتون کے کہ اسمین اصل زوجیت ثابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ او ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت من الایاس اور عدت اُس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آیا بی بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز نو برس کو نہین پہونچی یا بسبب زیادتی عمر کے کہ نا امیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنی پچاس یا پچپن برس کی ہوئی او بلغت بالسن وخرج بقولہ ولم تحض الشابۃ الممتدۃ بالطہر بان حاضت ثم امتد طہرہا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوہرۃ وغیرہا یا بالغ ہوگئی عورت بسبب عمر کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اُسکو حیض نہین آیا اور حیض نہ آنے کی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہوگئی جوان عورت لنبی طہر والی جسکو حیض ایکبار آیا پھر اُسکا طہر ممتد اور دراز ہوگیا تو اُسکی عدت باعتبار تین مہینے کے نہین بلکہ اُسکی عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہانتک کہ ناامیدی کی حد کو پہونچے یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آویگا تو اُسکی طلاق یا فسخ کی عدت آخر ہوگی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی تب تین مہینے کی اُسکی عدت ہوگی کذا فی الجوہرہ وغیرہا وما فی شرح الوہبانیۃ من انقضائہا بتسعۃ اشہر غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ مین ہی کہ لنبی طہر والی کی عدت نو مہینے مین منقضی ہوجاتی ہی سو نادر روایت ہی مخالف ہی جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی مذہب اُسکا فتوی نہ دے ہم یہ کوئی ظاہر عبارت شارح سے نہ سمجھے کہ اُسکی عدت نو مہینے کی ہی بلکہ مطلب یہ ہی کہ جب جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ اوے تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھ اور تین ملاکر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ اگر جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آیا اور بعد اسکے اُسنے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اُسپر حکم دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی اور یہ یاد رکھنے کے لائق ہی اسواسطے کہ کثیر الوقوع ہی اور بعضون نے کہا اس روایت پر فتوی ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی مین کہا کہ بعضے ہمارے اصحاب اور ہمارے استاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہین اس مسئلہ مین بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ مین بھی انقضاے عدت نو مہینے مین مذکور ہی لیکن بحر الرائق مین یون ہی کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کے مخالف ہی تو لائق فتوی کے نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھ ضرورت نہین بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہی کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے فیصل کردیگا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہی اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکون مین حنفی مذہب ہین مثلاً بخارا اور ہندوستان مین اور وہان قاضی مالکی نہین پھر کسکے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک یہ عین تقلید ہی اور اسکے جواز مین کسیکو نزاع اور گفتگو نہین بشرط عدم تلفیق کے کیف وفی نکاح الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنہر اور کیونکر فتوی دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح مین یون مذکور ہی کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعی کا مذہب ایسے امر مین کیا ہی تو حنفی مذہب پر واجب ہی کہ یون کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس امر مین یون کہا ہی ہان اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کردے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا یعنے حنفی مذہب اُسکو توڑ نہین سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہوجاتا ہی کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق م حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعی کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اسواسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہی کہ تکلم بالصواب کرے نہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد مین غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہی لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہی نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہی اور غیر کے قول کو خطا محتمل الصواب

ف ۹ ہ پندرہ برس کی بیبی لنبی طہر والی تقلید ایک امام کی اور کسیقدر دوسرے کی

اعتقاد کرتا ہی اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہین بلکہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ تقلید مفضول کی جائز ہی باوجود فاضل کے حالانکہ
مفضول کی خطا زیادہ تر ہی فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مین اسکو بیان کیا ہی اور اسیواسطے حموی نے کہا ہی کہ صاحب نہر الفائق
نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہی وہ مسلم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لممتدۃ طہر بتسعۃ اشہر + وفاء عدۃ
بان مالکی یقرر + ومن بعدہ لا وجہ للنقض ہکذا + یقال بلا نقض علیہ ینظر + شارح کہتا ہی اور التبہ نظم کیا ہی اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو
یون فرمایا ہی کہ واسطے اُس عورت کے جسکا طہر ممتد ہی نو مہینے پوری عدت ہی اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرکے ثابت کردے اور بعد حکم قاضی مالکی کے
کوئی وجہ نہین اس حکم توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہین اُٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا ہی وفاء عدۃ اصل مین
وفاء عدۃ ہی لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کردیا اور بعضے نسخون مین یقدر بجاے یقرر کے ہی طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہی سو مذکور
ہوچکا یعنی اکثر ملکون مین مالکی قاضی میسر نہین تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر
للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطاً اور جب عورت کا حیض دراز ہوجاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول
مفتی بہ جو فتح القدیر کے باب الحیض مین مذکور ہی یہ ہی کہ اُسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہین تو اس حساب سے کل عدت اسکی سات مہینے ہین چھ مہینے تین طہر کے اور
ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے ہم اور یہ قول حکم کا ہی اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہی کہ اُسکے نزدیک اُس عورت کی عدت تین مہینے ہین اور اگر عورت
کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجاے ممتدۃ الحیض کے استحاضہ کا لفظ
کہتا تو خوب تھا اسواسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر
حائضہ کے حق مین تین مہینے کی عدت ہی اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر
مہینے کا دنون سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی
ہو جمیع مسائل مذکور مین اگرچہ وطی حقیقی نہین بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین ہوچکا شارح نے خلوت کو مطلق
کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون سے عدت لازم ہوتی ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ابتداے باب العدۃ مین فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کیا موافق قدوری کے
قول کے جو غیر صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیر خوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور
امام محمدؒ کے نزدیک مہر واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیر خوار کی یہ ہی کہ شیر خوار کے باپ نے اُسکا نکاح فاسد کردیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وعدۃ الموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی
موت کی چار مہینے مین بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہوچکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہی بشرط باقی رہنے
نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد مین مرد کی موت سے عدت وفات کی نہین اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کرکے مرگیا تو اسکی زوجہ پر
عدت وفات نہین اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہین بسبب آزاد ہونے مکاتب کے اداے بدل کتابت سے پھر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور
ساتھ ملک کے احد الزوجین سے نکاح باقی نہین رہتا مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہی
[عو]رت کی وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت مین کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن
[سو]اے خالی نہین سواے حاملہ کے کہ اسکی عدت بعد وضع حمل ہی قلت وعم کلامہ ممتدۃ الطہر لم تحض وہی واقعۃ الفتوی لم ارہا فلان فراجعہ شارح کہتا ہی کہ کلام مصنف کا
[عا]م عدت وفات مین ممتدہ طہر کو بھی شامل ہی ممتدہ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اسکو اکثر حیض نہین ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور

مین نے اُسکو کسی کتاب فقہ مین بصرح نہین دیکھا سوا ے دیکھنے والے دُر المختار کے اب اس مسئلہ کو تلاش کیجو کتب فقہ مین م طحطاوی نے کہا جب فقہا تصریح کر چکے
کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہین سوا ے حاملہ کے تو اس قاعدہ کلیہ مین ممتدۃ طہر بھی داخل ہو تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہو وفی حق امۃ
تحیض لطلاق او فسخ حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہو تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اسکے حق مین دو حیض کی عدت ہو بواسطہ عدم
قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہ ہو کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہو یعنی ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض مین نصف اور ثلث متصور
نہین لہذا نصف کو پورا کر دیا وفی امۃ لم تحض لطلاق او فسخ او مات عنہا زوجہا نصف ما للحرۃ لقبول التنصیف اور اُس لونڈی کے حق مین جسکو حیض نہین آتا
بسبب خردی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اُسکا زوج اسکو زندہ چھوڑ کر مر گیا حرہ کی آدھی عدت ہو بسبب لیاقت تنصیف
کے یعنی حرہ کی عدت ایسی صورتون مین آدھی ہو سکتی ہو لہذا لونڈی کی عدت یہان آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آیسہ اور بالغہ بلا حیض کی عدت طلاق یا فسخ مین ڈیڑھ
مہینہ ہو اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہو وفی حق الحامل مطلقا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر
الفتاوی وضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق مین مطلقا اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلاً زید نے
نکاح کیا اُس عورت سے جسکو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مر گیا یا اسکو طلاق دی تو اسکی بھی عدت بوضع حمل ہو گی کذا فی
جواہر الفتاوی وضع جمیع حمل عدت ہو حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہو جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اسکی عدت
پچھلے لڑکے سے منقضی ہو گی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطا اور بحر الرائق مین ہو کہ نکلنا اکثر بدن
ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہو سب احکام مین مگر عورت کے حلال ہونے مین واسطے ازواج کے اکثر بجاے کل نہین بنا بر احتیاط کے یعنی اگر حاملہ کے
پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہو گئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہین بنا بر اس احتیاط کے کہ جمیع حمل کا
وضع نہین ہوا ولا عبرۃ بخروج الراس ولو مع الاقل فلا قصاص بقطعہ اور کچھ اعتبار نہین سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو تو اسقدر نکلنے
سے عدت آخر نہو گی اور قصاص بھی نہو گا اُسکے قطع کرنے مین بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہو گا بلکہ بیسوان حصہ خون بہا کا لازم ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر
حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہون تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہین ہوئی کذا فی العالمگیریہ
ناقلاً عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ او لاقل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہین ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو
برس سے سر نکلا پھر اسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا المیت صغیرا غیر مراہق وولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح
لعموم آیۃ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہو اگرچہ زوج اُسکا جو مر گیا ہو صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے با بتداے
موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہر چند صغیر سے حمل متصور نہین لیکن انقضاے عدت بدون وضع حمل کے نہین بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالی نے
فرمایا کہ حمل والیون کی عدت وضع حمل ہو اسمین خصوصیت بالغ کی نہین فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکسان ہو گئی اور یہ قول امام اور محمد کا ہو بخلاف
ابی یوسف کہ انکے نزدیک موت کی عدت لازم ہو نہ حمل کی وفیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدۃ الموت اجماعا
لعدم الحمل حین الموت اور جس عورت کے حق مین جو حاملہ ہو گئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ مین موت کے بعد سے تو اسکو موت کی عدت لازم
ہو بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی حالیہا اذ لا ماء
للصبی اور نسب ولد کا صغیر سے ثابت نہین دونون صورتون مین اسواسطے کہ صغیر مین منی نہین پھر جب منی نہین تو ولد کہان نعم ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطا
فتح ہان لائق ہو ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے کو کہتے ہین چنانچہ مذکور ہو چکا

ولو مات فی بطنها ینبغی بقاء عدتها الی ان ینزل او تبلغ حد الایاس نہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ مین مرگیا تو اسکی بقاے عدت اُسکے گرنے تک سزاوار ہے
یا کہ عورت ناامیدی تک پہونچے کذا فی النہر الفائق م یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہین یہ تجویز ہے صاحب نہر کی شیخ رحمتی نے کہا کہ سبب عورت
ناامیدی کی عمر کو پہونچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ مخالف ہے عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیون کی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق
نے حد ایاس سے دو برس پورے کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ مین نہین ٹھہرتا زندہ اور مردہ دونون کو
شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و فی حق امراۃ الفار من الطلاق البائن ان مات وھی فی العدۃ ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطاً
بان تتربص اربعۃ اشہر وعشرا من وقت الموت فیہا ثلث حیض من وقت الطلاق شمنی وفیہ تصور لانہا لو لم ترفیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد
طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح اور زوجۂ فار کے حق مین طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت مین تو ابعد الاجلین ہے یعنے عدت
وفات اور عدت طلاق مین جو بعید تر ہے وہ عدت کرنا لازم ہے بنا بر احتیاط کے اسطرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی
چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی گذر جائین شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان مین تصور ہے یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری
نہین کہ سب صورتون کو شامل نہین اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن مین حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت
کرے جتنے دنون مین ہو یہانتک کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اسکی عدت باقی رہیگی ناامیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس
برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی م تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضیخان کے یون ہے کہ اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی گذر جاوین
تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکین اور تین حیض نہو چکین تو جبتک تین بار حیض نہوگا عدت آخر نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے
ہو چکین تو بدون تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہوگی فائدہ عدت ابعد الاجلین چار صورتون مین ہوتی ہے ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی تھا
دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتین ہین اور اُسنے ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونون سے وطی کر چکا ہو اور دونون حیض والیان ہون پھر زوج مرگیا
اور یاد نرہا کہ دونون مین سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہے ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتون مین سے ایک کو بلا تعین تین بار طلاق دی اپنی
صحت مین پھر مرگیا بدون بیان کرنے تعین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی یہ صورت کہ دو عورتون مین سے ایک کو طلاق دی بلا تعین صحت مین پھر
اپنے مرض الموت مین بیان کردیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضاے عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہے گی کذا فی فتاوی قاضیخان اور
پانچوین صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی باب مین مذکور کرچکا یعنی جس ام ولد کا مولی اور زوج دونون مرجاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا و قید
بالبائن لان المطلقۃ الرجعی بالموت اجماعا اور فار کے زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہونے مین مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اسواسطے کہ اسکی مطلقہ رجعی
کی عدت وہی ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اسمین تین حیض ہون یا نہون والعدۃ فیمن عتقت فی عدۃ رجعی
لا عدۃ البائن ولا الموت ان تتم کعدۃ حرۃ اور عدت اُس لونڈی کے حق مین جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت مین نہ طلاق بائن کی عدت مین اور
نہ موت کی عدت مین یہ ہے کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کی عدت کے یعنی لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق رجعی دی تو اسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ لیکن ہنوز
اسکی عدت منقضی نہوئی تھی کہ اُسکے مولی نے اسکو آزاد کردیا تو اب اُسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین
مہینے کی عدت وعتقت فی احدہما ای البائن او الموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا
زوج کی موت مین تو اسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی مین نہ بائن اور موت مین یعنی چونکہ رجعی مین نکاح
قائم ہے لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدۃ سنا کامۃ صغیرۃ منکوحۃ طلقت رجعیا فتعتد بشہر ونصف

فحاضت تصیر حیضتین فاعتقت تصیر ثلثا فامتد طہرہا للایاس تصیر بالاشہر فعادہ دمہا تصیر بالحیض فماتت زوجہا تصیر اربعۃ اشہر و عشرا اور گاہے بدلتی ہی عدت
چہ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اُسکی عدت ہی ڈیڑھ مہینہ پھر اُسکو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت
ہو گئی پھر قبل انقضاے عدت کے وہ آزاد ہو گئی تو اُسکی عدت تین حیض کی ہو گئی پھر قبل تین حیض کے طہر اُسکا دراز ہو گیا یعنی پچاس برس کی
عمر تک حیض آیا تو اب اُسکی عدت تین مہینے کی ہو گئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہو گئی پھر قبل انقضاے
تین حیض کے زوج اُسکا مر گیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہو گی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھ بار کے انتقال کا قائل ہی تو شاید کہ
اُسنے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہی واللہ اعلم الآیسۃ اعتدت بالاشہر ثم عاد دمہا علی جاری عادتہا او حبلت من زوج آخر بطلت عدتہا وفسد نکاحہا

واستانفت بالحیض لان شرط الخلفیۃ تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الدائم الی الموت وہو ظاہر الروایۃ کما فی الغایۃ واختارہ فی الہدایۃ

فتعین المصیر الیہ قالہ فی البحر بعد حکایتہ ستۃ اقوال مصححۃ واقرہ المصنف آئسہ نے مہینون کی عدت کی پھر عود کیا اُسکے حیض نے بکثرت جاری ہو کر موافق
عادت قدیمی کے یا کہ اُسکو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اُسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہو گئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ
ہونے سے مہینون کی عدت باطل ہو گئی اور نکاح ثانی فاسد ہو گیا اسواسطے کہ عین عدت مین ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع
کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلف تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلف ہونے کی یہ ہی کہ اصل سے نا امیدی متحقق ہو اور تحقق نا امیدی بسبب نا امیدی
نائب ۱۲
دائمی کے ہوتا ہی موت تک تو اس صورت مین بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونے کے نا امیدی نرہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہی جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور
استیناف عدت ظاہر الروایۃ ہی کذا فی الغایۃ اور اسیکو پسند کیا ہی ہدایہ مین تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہو گیا ایسا کچھ کہا ہی بحر الرائق مین بعد نقل کرنے چھ قول کے
جنکی تصحیح ہو چکی ہی اس مسئلہ مین اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہی مصنف نے متن اور شرح مین مع آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد مین چند قول ہین لیکن ترجمہ
مین کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق مین مذکور ہی کہ معراج الدرایۃ مین اسی قول پر فتوی ہی لکن اختار البہنسی ما اختارہ الشہید انہا ان رأتہ

قبل تمام الاشہر استانفت لا بعدہا قلت وہو ما اختارہ صدر الشریعۃ وملا خسرو والباقانی واقرہ المصنف فی باب الحیض وعلیہ فالنکاح جائز وتعتد فی المستقبل

بالحیض کما صححہ فی الخلاصۃ وغیرہا وفی الجوہرۃ والمجتبی انہ الصحیح المختار وعلیہ الفتوے وفی تصحیح القدوری وہذا التصحیح اولی من تصحیح الہدایۃ وفی

النہر انہ اعدل الاقوال وتمامہ فیما حققتہ علی الملتقی لیکن اختیار کیا ہی بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہی وہ یہ ہی کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے
تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینون کی باطل ہوئی سرے سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے
حیض دیکھا تو عدت پوری ہو گئی اب استیناف عدت کا نہ کرے شارح کہتا ہی اسی کو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہی
اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض مین ثابت رکھا ہی اور بموجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہی نہ فاسد اور زمان مستقبل
مین اگر زوج ثانی طلاق دیوے عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسی کی تصحیح کی ہی خلاصہ وغیرہا مین اور جوہرہ اور مجتبی مین کہا ہی کہ یہی قول صحیح اور مختار ہی
اور اسی پر فتوی ہی اور تصحیح قدوری مین یون ہی کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہی تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق مین کہا ہی کہ یہی قول سب روایات مین معتدل تر ہی
اور پوری تقریر اسکی شارح کی اُس شرح مین ہی جو ملتقی الابحر پر لکھی والصغیرۃ لو حاضت بعد تمام الاشہر لا تستانف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستانف بالحیض
کما تستانف العدۃ بالشہور من حاضت حیضۃ او ثنتین ثم ائست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین
مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اُسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع کرے چنانچہ
استیناف عدت کا مہینون سے وہ عورت کرتی ہی جسکو ایکبار یا دوبار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہو گئی یعنی پچپن برس کو پہونچ گئی ان صورتون مین پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت

کا حکم اسواسطے ہوا تا کہ جمع ہو جانے اصل اور بدل سے بچا او رہے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہی تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل جائز نہین
والایاس سنۃ للرویۃ وغیرہا خمس وخمسون عند الجمہور وعلیہ الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نہر اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی
رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہی نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ پچاس برس پر فتوی ہی کذا فی
النہر الفائق م محمد سے روایت ہی کہ روم کی عورت مین حد ایاس پچپن برس اور اسکے سوا مین ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہین کذا فی
البحر الرائق وفی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغتہ ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا اور بحر الرائق مین جامع سے منقول ہی کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اسکو حیض نہ آیا

تو اُسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدۃ المنکوحۃ نکاحاً فاسداً فلا عدۃ فی باطلہ وکذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ والنسب
بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہی تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اسمین عدت نہین نکاح باطل یہ کہ غیر کی عورت سے
دانستہ نکاح کرے اور اسی طرح نکاح موقوف مین قبل اجازت کے عدت نہین کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا
لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہی کہ نکاح موقوف مین عدت اور نسب ولد کا ثابت ہی کذا فی البحر الرائق والموطوءۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر

غیر عالم بحالہا کما سیجیئ والموطوءۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما وانما حرم الوطی حتی تلزمہ نفقتہا وکسوتہا بحر یعنی
اذا لم تکن عالمۃ راضیۃ کما سیجیئ اور عدت اُس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہی نادانستہ چنانچہ آخر
باب مین آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہین صریح زنا ہی تو اسمین عدت نہین اور جسکی وطی بشبہہ ہو گئی اسکو اپنے اول
زوج کے پاس رہنا جائز ہی اور نکلنا گھر سے اُسکی اجازت سے عدت مین لازم ہی بسبب قائم رہنے نکاح کے دونون مین اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی
ہی عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہی کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہی کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہی نفقہ زوج اول پر اُسوقت
لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنی دونون قیدین یا ایک قید ضرور ہی وجوب نفقہ مین چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہین
لیکن بجبر اسکو مرد کے پاس شب زفاف مین کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہی اور وقت وطی کے ہر چند عورت نے کہا ہو کہ مین غیر کی زوجہ ہون لیکن
اُسنے اعتبار نہ کیا ہو اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت مین کسی پر حد نہین مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اُسپر واجب ہوگی

اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر الآئسۃ والحامل فان
عدتہما بالاشہر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہین درانحالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی دو مہینون
سے ہی اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہی الحیض للموت ای موت الواطی وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ لان عدۃ ہولاء للتعرف براءۃ الرحم وہو بالحیض ولم یکتف

بحیضۃ احتیاطاً یعنی عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہین وطی کرنے والی کی عدت مین
بھی حیض کی عدت ہی نہ مہینون کی اور غیر موت مین بھی تین حیض ہی کی عدت ہی غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد مین فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار
ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتون کی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہی اور یہ دریافت نہین ہو سکتا
مگر حیض سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہی لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد
بحیض طلقت فیہ اجماعاً اور اُس حیض کا جسمین طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہین عدت مین بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت مین تین حیض
اور حدیث سے لونڈی کی عدت مین دو حیض ثابت ہین تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہی یعنی اُسکے سوا تین اور
حیض حرہ مین اور دو حیض لونڈی مین لازم ہونگے واذا وطئت المعتدۃ بشبہۃ ولو من المطلق وجبت عدۃ اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض منہما

وعلیہا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولی اور جب وطی ہو گئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی تو واجب ہو گی معتدہ پر دوسری عدت بسبب متجدد ہونے سبب عدت کے اور دونون عدتین متداخل ہو جاوینگی یعنی ملجاوینگی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دکھائی دیگا وہ دونون عدتون مین شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہو گئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اسکو ایکبار حیض آیا اور اُسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو اور دو بار حیض آیا تو یہ تینون حیض دونون عدتون مین محسوب ہونگے تو زوج اول کی عدت تو پوری ہو گئی پہلا حیض اور یہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدت مین فقط وہی حیض ہین تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہوگی خلاصہ یہ ہو کہ یہان چار حیض ہین پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہو اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہو اور درمیان کے دو حیض دونون عدتون مین مشترک اور متداخل ہین م معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہو تا کہ زوج مطلق کی وطی داخل ہے وطی بالشبہہ مین اور اگر طلاق رجعی کی عدت مین معتدہ سے زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو بالاشہر او بہا لو معتدۃ وفاۃ اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتین اگر ہر ایک عدت مہینون کی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت مین وطی بالشبہہ ہو گئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوئی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینون سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینون کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنی ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت مین تھی کہ اسکی وطی بالشبہہ ہو گئی تو دوسری عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی ہو گئے تو دونون عدتین منقضی ہو گئین بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت مین حیض جاری نہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہو گی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قولہ والمرئی منہا لعمہما وعم الحامل لو حبلت فعدتہا الوضع لا معتدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل کما مر وصححہ فی البدائع سو جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتون کا جیسا کہ حیض کی عدتون مین ہوتا ہو ویسا ہی مہینون کی عدت مین بھی ہوتا ہو تو اگر مصنف اپنے قول المرئی منہا کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونون قسم کی عدتون کو شامل ہوتا اور اُس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت مین حاملہ ہو گئی تو اُسکی عدت وضع حمل ہو یعنے اُس عورت کو دو عدتین لازم ہین ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونون عدتین وضع حمل سے منقضی ہو جاوینگی اسواسطے کہ حاملہ کو حیض نہین آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہو مگر معتدۂ وفات کی عدت مہینون کے حساب سے ہو سو اسکو تغیر نہین ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اسکا بیان وجہ صغیر مین جبکہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہو جاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی بدائع مین ومبدأ العدۃ بعد الطلاق و بعد الموت علی الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہو فی الفور بلا توقف وتنقضی العدۃ وان جہلت المرأۃ بہما ای بالطلاق والموت لانہا اجل فلا یشترط العلم بمضیہ سواء اعترف بالطلاق او انکر اور آخر ہو جاتی ہو عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنی زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہو گئے یا زوج مرگیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہو گئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہو اسواسطے عدت نام ہو مدت معین کا سو گذر گئی تو اُسکے گذر جانے کا علم مشروط نہین خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأتہ ثم انکر واقیمت علیہ بینۃ وقضی القاضی بالفرقۃ کان اوحنۃ علیہ فی الشوال وقضی بہ فی المحرم فالعدۃ من وقت الطلاق لا من القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہو گیا اور گواہون نے اسکو جھوٹا کیا اور قاضی نے حکم دیا جدائی کا مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو شوال مین طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم مین تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبہم من وقت البیان اور طلاق مبہم مین ابتدائے عدت بیان کے وقت سے ہوگی نہ طلاق سے ولو شہدا بطلاقہا ثم بعد ایام عدلا فقضی بالفرقۃ فالعدۃ من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدون نے گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدون کی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتدائے عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے بخلاف ما لو اقر بطلاقہا منذ زمان ماض فان الفتوی انہا من وقت الاقرار

کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلاً رجب مین کہا کہ مین نے محرم مین طلاق دی تھی تو فتویٰ اسپر ہے کہ ابتداے عدت اقرار کے وقت سے
ہوگی مطلقاً خواہ عورت اسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہین یہ فتویٰ ہوا تا کہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہو جاوے یعنی احتمال ہو کہ خلاف
واقع اظہار انقضاے عدت مین زوج اور زوجہ موافق ہو گئے ہون کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض
ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے مندفع ہونے کے واسطے فتویٰ یہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبتہ فی
الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولہا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ ان وطیہا لزمہ مہران اختیار ولا النفقۃ
ولا السکنی ولا الکسوۃ لہا لقبول قولہا علے نفسہا لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد مین کی یعنی زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کی طرف
منسوب کیا تھا اسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ مین نہین جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنی مرد پر لازم ہوگا اور اگر
عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسی طرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سواے اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی
بعد اسوقت کے جسین ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنی اور
نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر چکی تو اسکا حق ساقط
ہوگیا وفیہا ابانہا ثم اقام معہا زمانا ان مقرا بطلاقہا تنقضی عدتہا لا ان منکرا اور خانیہ مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اسکے پاس رہا مدت تک
اگر مقر ہو اسکی طلاق کا تو عدت اسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہے طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی ابانہا واقام معہا فان اشتہر
طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا وکذا لو خالعہا ان بین الناس واشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجرا انتہی وحینئذ
فمبدأہا من وقت الثبوت والظہور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق مین یون ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اسکے ساتھ رہا کیا
سو اگر اسکا طلاق دینا لوگون مین مشہور ہو گیا تو عدت اسکی منقضی ہو گئی اور اگر طلاق مشہور نہین تو انقضاے عدت نہین اور اسی طرح اگر خلع کیا
عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا لوگون مین اور گواہ کیا لوگون کو اسپر تو عدت منقضی ہو گئی اور نہین تو نہین یہی قول صحیح ہے اور اسی طرح اگر مرد نے
عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنی عدم شہرت طلاق مین ابتداے
عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبدأہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما ثم لو وطیہا حد جوہرہ وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثا بکونہ
بعد العدۃ لعدم الحد بوطی المعتدۃ اور ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد تفریق کر دینے قاضی کے ہے دونون مین پھر اگر مرد وطی اُس عورت سے کریگا تو اسکو
حد ماری جاویگی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق مین دلیل بیان کر کے مخصوص کیا ہے وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اس صورت
مین لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی مین حد نہین او المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک
ونحوہ یا ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد متارکت کے ہے یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ مین نے تجھکو چھوڑا
یا اسیطرح کچھ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار النکاح لو بحضرتہا والا لا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ ولو لا فیکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہے طلاق دینا یا نکاح
فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ نکاح فاسدہ
مدخولہ ہے تو اب فقط عزم ترک سے متارکت نہ جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہین ہے تو فقط تفرق ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اسکے پاس آنے کا ارادہ نہو والخلوۃ
فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد مین خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہین والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرہ ولا تعتد
... عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا سواسطے کہ نکاح

فاسد کی طلاق فسخ ہی طلاق واقعی کذا فی الجوہرۃ اور نکاح فاسد مین عورت زوج کے گھر مین عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع مین وہ زوج ہی نہین کذا
فی البزازیۃ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالفہ الظاہر
اگر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہوچکی اور مدت گنجایش رکھتی ہی انقضاے عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہی تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھ قسم کھانے
عورت کے اور اگر مدت مین انقضاے عدت کا احتمال نہین تو قول عورت کا مقبول نہین اسواسطے کہ ہرچند عورت اس بیان مین امین ہی اور امین کا قول البتہ مقبول
ہوتا ہی لیکن امین کے قول کی اُسوقت تصدیق ہوتی ہی جب ظاہر حال اُسکے بیان کے مخالف نہو اور جب عدت مین گنجایش انقضاے عدت کی نہوے تو ظاہر حال
اُسکا مخالف ہوا لہذا اُسکا قول مقبول نہوگا ثم لو بالشہور فالمقدر بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا لحرۃ ستون یوما ولامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کی مہینون کی ہو جیسے
صغیرہ اور آئسہ کی تو تقدیر اُسکی مذکور ہوچکی یعنی طلاق اور فسخ مین تین مہینے اور موت مین چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اُسکی اور اگر عدت حیضون کی
ہو تو کمتر مدت انقضاے عدت کی حرہ کے حق مین ساٹھ دن ہین اور لونڈی کے حق مین چالیس دن ہم ساٹھ دن اس حساب سے ہوے کہ گویا اول طہر مین طلاق
واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ معتبر طلاق سنی ہی نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مرتبہ کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے
اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہ مذہب امام اعظم کا ہی بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ
کی اُنتالیس دن ہی اس حساب سے کہ گویا اُسکو آخر طہر مین طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن
ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن مجموع اکیس دن ہوئے تو بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہوگئی تو
اُسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم مین مقبول نہوگا مالم تدع السقط کما مر فی الرجعۃ ومالم یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیضم لذلک خمسۃ وعشرین للنفاس
کما مر فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اُسوقت تک ہی جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہین کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ مین مذکور ہوچکی اور
جبتک کہ طلاق عورت کی اُسکی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان
باب الحیض مین ہوچکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھ اعضا بنگئے ہون تو فوراً بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہوجاویگی اور اگر زوج نے
یون تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہی تو اسصورت مین کمتر مدت انقضاے عدت حرہ کے پچاسی دن مین ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے
ہرچند نفاس کی اقل مدت معین نہین لیکن عدت کی تعیین مین پچیس ہی دن مقرر ہوچکے ہین نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب
علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتدأۃ لانہا مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اُسکی نکاح فاسد ہی
کے سبب سے ہو اور طلاق دی اُسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنی بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو
سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور قابو مین ہی بسبب اول وطی کے بواسطے بقاے اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہی عدت سے تو جب اُسنے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول
بجاے قبض ثانی ہوگیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبض مین ہو اور وہ اُسکے مالک سے اُسکو خرید کرے تو بمجرد خرید کے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی حاجت
نہین وہذہ احدی المسائل العشرۃ مبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہی اُن مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہی
کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہی نکاح ثانی کی وطی کے ہم تفصیل ان مسائل عشرہ کی یون ہی کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہوچکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق
ہوئی پھر اُسی عدت مین نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کرچکا ہی
۳ نکاح کیا اور بعد دخول صحت مین طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت مین قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح
کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کردی دونون مین پھر عدت کے اندر اُس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کردی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی

۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک عورت سے نکاح کیا پھر بعد دخول کے اُسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت مین زوج نے اُس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اُس سے عدت مین نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اُسنے اپنی ذات کو اختیار کرکے نکاح فسخ کیا پھر عدت مین اُس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ آزاد ہوگئی اور اُسنے فسخ نکاح کردیا قبل دخول کے سو ان مسائل عشرہ مین دخول نکاح اول بجائے دخول نکاح ثانی کے ہو امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہو نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وقول زفر لا عدۃ علیہا اصلا الخ ابطلہ المصنف بالبطول وجزم بان القاضی

المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو قضی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشہور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وہذا لم یقع بل الواقع خلافہ فلیحفظ اور زفر کا یہ قول ہو کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اُسپر عدت واجب نہین سو اُس قول کو مصنف نے باطل کیا ہو بکلام طویل اور یقین کیا ہو اُسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنے مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اسکا حکم جاری نہوگا قول اصح مین چنانچہ اگر رشوت لیکر حکم کریگا جاری نہوگا مگر یہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا مین غیر مشہور پر عمل کرنے کی تو حکم جاری ہو جاویگا تو اسوقت مین وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز واقع نہین ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہو یعنے قول راجح پر عمل کرنے کا حکم ہو روم اور شام اور حرمین شریفین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑکر ذمی مرگیا تو اُسپر عدت نہین نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہون اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہین اُنسے اور اُنکے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین ولو کانت الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا وقید الولوالجی بما اذا اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اُسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہو کذا فی الہدایہ اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہون اور یہ قول ضعیف ہو اور بطلان اسکا ہو کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اُسکو زندہ چھوڑکر مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہو وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب اور اسیطرح مثل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نہ کرے جو دار الاسلام مین گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہان کہین واجب ہوئی ہو تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہو اور کافر حربی ملحق ہو ساتھ بہائم اور جماد کے سوائے حاملہ حربیہ کے اُس سے نکاح کرنا صحیح نہین یہ عدم صحت اسوجہ سے نہین کہ وہ معتدہ ہو بلکہ اسوجہ سے کہ اُسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہو کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چھوڑکر ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حربی جانور اور پتھر مین داخل ہو سوائے حاملہ کے بدلیل گذشتہ لیکے ہر چند اُسپر عدت نہین لیکن بخیال ولد ثابت النسب اس سے نکاح کرنا صحیح نہین وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطیہا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل بہا ولا بد منہ وبہ یفتی ولہذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا وفی شرح الوہبانیۃ لو زنت المرأۃ لا یقربہا

زوجہا حتی تحیض لاحتمال علوقہا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابتہ اور اسی طرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے
اور وطی کرے اس سے غیر کی منکوحہ جانکر اور متن کے نسخون مین ودخل بہا داخل ہی اور مصنف کی شرح سے ساقط ہی اور حالانکہ قید دخول کی
ضرور ہی اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نہ کریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور اسی قول پر مبنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہی اور چونکہ
منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسواسطے مرد پر حد ماری جاویگی ساتھ ذلت حرمت کے اسواسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی
اور زنا موجب عدت کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون
ہی کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اسکا زوج اس سے قربت نہ کرے یہانتک کہ اسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو
اس روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ مین کچھ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کرچکا ہی کہ روایت
وہبانیہ کی ضعیف ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا لم یعلم
حیث تحرم علی الاول الی ان تنقضی العدۃ و لا نفقۃ لعدتہا علی الاول لانہا صارت ناشزۃ خانیۃ قلت لو عالمۃ راضیۃ کما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو
معلوم نہ ہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی
ہوجاوے اسواسطے کہ یہ زنا نہین شبہہ نکاح ہی اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہی کہ عورت نافرمان
اسوقت ہوگی جبکہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل
اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اسکو غور اور تامل کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے او خلت منیہ فی فرجہا ہل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجہا التعرف براءۃ الرحم وفی النہر
بحثا ان ظہر حملہا نعم والا لا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اسپر عدت لازم ہی بحرالرائق مین بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت
لازم ہی واسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہرالفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت
وضع حمل تک لازم ہی اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین ہم دونون جواب کا ثمرۂ اختلاف یہ ہی کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور
بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہی اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہی
اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہی تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہی اور کہنا صاحب نہر
کی بہ نسبت بھائی یعنی صاحب بحر سے بلاوجہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقہا ومضی سبعۃ اشہر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض فیہا ثلث حیض وان
لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ مین ہی کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے
دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جب تک کہ اس عدت مین تین حیض اسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض
نہین آتا وہ حاملہ نہین ہوتی تو اسکی عدت حیضون کی ہوگی نہ مہینون کی وفیہا طلقہا ثلثا ویقول کنت طلقتہا واحدۃ ومضت عدتہا فلو مضیہا معلوما
عند الناس لم یقع والا تقع اور قنیہ مین ہی طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہی کہ مین اسکو ایک طلاق دے چکا تھا اور
اسکی عدت بھی گذر گئی یعنی تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہی کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم
بقاء محل کے اور بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہونگی
اور اگر لوگون کو انقضاء عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اسکو حلال نہوگی ولو حکم علیہ بوقوع الثلث بالبینۃ بعد
انکارہ فلو برہن انہ طلقہا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونے کا بسبب شہادت کے

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہون سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دے چکا ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی کذا فی
البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہون سے نہین ہو سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرہا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات اوطلقہا ثلثا او تاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق
ان اکبر رأیہا انہ حق فلا باس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہی کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اُسکے غائب زوج نے اُسکو طلاق دی تین بار
یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر اور خط حق ہی تو کچھ مضائقہ نہین کہ
عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتہا لا باس ان ینکحہا اور اسی طرح اگر کسی عورت نے
کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھکو طلاق دی ہی اور اُسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضائقہ نہین کہ مرد اُس سے نکاح کرے م لا باس کی قید سے معلوم ہوا
کہ نکاح نہ کرنا اولی ہی یا تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق مین کافی حاکم سے منقول ہی کہ اگر عورت کو
شک پڑے زوج کی موت کے وقت مین تو عدت کرے اُسوقت سے کہ جسمین یقین ہو جاوے موت کا بنابر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبتہ فی مدۃ تحتمله
لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبرہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا فی الاصح فرع لو مات ذو ن
المعتدۃ اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضاے عدت کی خبر دے چکی ہی اور عورت اُسکی تکذیب کرتی ہی
اُس مدت مین جو انقضاے عدت کی محتمل ہی تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرلینا اُسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے
دونون کی خبرون پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ مین عورتون کی خبر پر عمل کیا اور اُسکی بہن کے جواز نکاح مین مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح مین تو اُسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ

فصل فی الحداد

یہ فصل ہی حداد مین یعنی سوگ مین جار من باب عد ومد وفروردی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہی تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی مروی ہی
بجاے حاے مہملہ بمعنی قطع یعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہی الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت مین
چنانچہ قاموس مین ہی عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی عام ہی معنی شرعی سے
وشرعا ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع مین حداد عبارت ہی ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تحد
بضم الحاء وکسرہا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرہا المطلق والمیت بترکہ لانہ حق الشرع
اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اُسکی وطی کرچکا ہو سوگ اُسوقت واجب
ہی جبکہ زوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت مین ہو بتہ یعنی قطع نکاح عبارت ہی تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی تفریق سے قطع
نکاح اور موت سے سوگ واجب ہی اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کرگیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہی شرع کا واسطے ظاہر کرنے
افسوس کے نعمت نکاح کے فوت ہو جانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم
نہین شارح کہتا ہی کہ نکاح مین دخول کی قید لگائی ہی نے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہی کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب
نہین مگر بعد دخول کے م حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہی لیکن معتدہ موت کیواسطے مفر ہی اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک
زینت واجب ہی مدخولہ ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا
کسب الا فیہ والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

راجع للجمیع اذ الضرورات تبیح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتون کی کنگھی کرنے سے تو کشادہ دانتون کی کنگھی منع نہین اسواسطے کہ وہ سنگار کی چیز نہین واقع تکلیف ہی کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور پیشہ نہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر مین ڈالنا یا بدن مین ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہی زرد رنگ خوشبو دار یمن مین ہوتی ہی اس سے کپڑے رنگتے ہین ان سب چیزون کا استعمال جائز نہین مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کردیتی ہین ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جون کے جائز ہی اور سرمہ لگانا آنکھون کی بیماری مین درست ہی لیکن بہتر یہ ہی کہ شب کو لگا دے اور صبحکو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہی ولا باس باسود وازرق ومعصفر خلق لا رائحۃ لہ اور کچھ مضائقہ نہین سیاہ اور کرنجی کپڑے مین اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے مین جسمین کسم کی خوشبو باقی نہین لا احداد علی سبعۃ کافرۃ وصغیرۃ ومجنونۃ ومعتدۃ عتق کموتہ عن ام ولدہ ومعتدۃ نکاح فاسد اووطی لشبہۃ او طلاق رجعی سوگ نہین سات عورتون پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونے کی عدت والی پر جیسا کہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑکر اور نکاح فاسد اور وطی لشبہہ اور طلاق رجعی کی عدت والیون پر ہم کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہین کہ وہ مکلف نہین اور ام ولد قید مملوکیت سے چھوٹی تو اسکو تاسف کا کیا مقام ہی اور نکاح فاسد اور وطی لشبہہ سے نعمت نکاح کی فوت نہین ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی مین سوگ کا کیا ذکر ہی بلکہ اسکو آرائش و سنگار کرنا چاہیے تاکہ اسکا زوج مائل ہوکر رجعت کرے ویباح الحداد علی ذو قرابۃ ثلثۃ ایام فقط وللزوج منعہا لان الزینۃ حقہ منع ویتبغی حل الزیادۃ علی الثلثۃ اذا رضی الزوج اولم تکن مزوجۃ نہر اور مباح ہی ترک زینت کرنا قرابت والونکی موت مین فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہی کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرایش حق ہی مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یون ہی کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ہم صحیحین مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین اس عورت مسلمان کو جو حقتعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم مین سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر مین اسیقدر ہی کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہی غیر ازواج کی موت مین اور یہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین دن مین بھی منع کردینا زوج کو درست ہی سو یہ وہم پڑ گیا ہی اسکو یہ فتح القدیر کی عبارت نہین بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہی اور یہ جو صاحب نہر نے بشرط رضاے زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والون کیواسطے تجویز کیا سو مخالف ہی اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہی روایت نقہ کے امام محمد نے نوادر مین کہا کہ حلال نہین عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت مین یعنی تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہی زوج کیواسطے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی التاتارخانیہ ولا تعذر فی لبس السواد وہی آثمۃ الا الزوجۃ فی حق زوجہا فتعذر الی ثلثۃ ایام قال فی البحر وظاہرہ منعہا من السواد تاسفا علی موت زوجہا فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہی کہ عورت معذور نہین سیاہ کپڑے پہننے مین بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار ہی مگر زوجہ اپنے زوج کے حق مین سو تین دن تک معذور ہی بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہی اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کرچکا ہی کہ سیاہ پوشش مین کچھ مضائقہ نہین اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز نہین تو مطلب یہ ہی کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہی تو درست ہی اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہین چنانچہ یہ تفصیل تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہی وفی النہر لو بلغت فی العدۃ لزمہا الحداد فیما بقی اور نہر الفائق مین ہی کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہوگئی عدت کے اندر تو اسپر سوگ کرنا لازم ہوگا مابقی عدت مین والمعتدۃ اے معتدۃ کانت علینی فیعم معتدۃ عتق ونکاح فاسد واما انہا لیتہ

فتخطب اذا لم تخطبہا غیرہ ورضی بہ فلو سکتت فقولان تحرم خطبتہا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی
ہو کذا فی العینی تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہے اسوقت جبکہ دوسرے
نے اسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہے
کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہین ہے اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا
کہ لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول یعنی پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول
بھی قائل ہین وصح التعریض کارید التزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد
ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھولکر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہون
یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالی مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہین تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے
کے عداوت کی نوبت پہونچی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بالشبہہ کے اسواسطے
کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینے والا نہین جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی
مین مضمرات سے یون منقول ہے کہ بناء تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جاکر تعریض درست نہین اور سواے معتدہ وفات کے کسی معتدہ
کا گھر سے نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نفقہ سب عدت والیون کا مرد پر فرض ہے سواے معتدہ وفات کے بموجب نکلنا اور عدت والیون کو جائز ہوا التعریض کرنا
کیونکر ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان تکتری
بیت الزوج معراج لو حرۃ او امۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائن کسیطرح سے جدائی ہوگئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت
نے اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح مین کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اسصورت مین
زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے
مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ
وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مکلفۃ من بیتہا اصلا لا لیلا ولا نہارا ولا
الی صحن دار فیہا منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی
اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اُس صحن مین نکلے جسمین غیر زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے
کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اسکو باطل نہین کرسکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لا تخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنی عدت والیون کو اُنکے گھرون
سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف لونڈی کے کہ اسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج
فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور موت زوج
کی عدت والی نکلے دن مین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اسکا اسی پر ہے نہ وارثون پر تو ضرورت ہوئی
اسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہان تک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کے مانند ہو جاوے گی پھر اسکو بھی باہر نکلنا
جائز نہ ہوگا کذا فی فتح القدیر مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح
ما لا بد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کے واسطے جیسے کھیتی کی خبرگیری کے واسطے

اس حالت مین جبکہ کوئی اُسکا کارندہ نہو طلقت اومات وہی زائرۃ فی غیر سکنہا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیہا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ
اپنے رشتہ دارون کے ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان مین اسپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سُنکر فوراً اپنے گھر مین پلٹ آدے اسواسطے کہ عورت پر
پلٹ آنا واجب ہی وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری
کرین اُس مکان مین جسمین عدت واجب ہوئی ہی اور نہ نکالی جاوین اُس سے الا ان تخرج اوینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا
او لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہین مگر اُسوقت
جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ یا گھر منہدم ہوجاوے یا ڈرے گھر کے گر پڑنے سے یا اپنے مال کے تلف ہونے سے ڈرے یا گھر
کے کرایہ دینے کا عورت کو مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتون مین نکلے اور رہے اُس مکان مین جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان دور نہ جاوے
یہ حکم تھا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت مین اگر اس قسم کی ضرورتین پیش آوین تو وہان رہے جہان کہ زوج چاہے ولو لم یکفہا نصیبہا من الدار اشترت من الاجانب
مجتبی وظاہرہ وجوب الشراء لو قادرۃ او الکراء بحر واقرہ آخرہ والمصنف قلت لکن الذی رایتہ بنسختی المجتبی استترت من الاستتار فحرر اور اگر معتدہ
وفات کو کفایت نہ کرے اُسکا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت کے اُسکو ملا تو خرید کرے بیگانون سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبی دلالت کرتا ہی
مول لینے کے وجوب پر اگر اُسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اسکو صاحب بحر کے بھائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے
اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی شارح کہتا ہی لیکن جو کہ مین نے مجتبی کے دو نسخون مین دیکھا ہی بجاے اشترت کے استترت ہی جسکا مصدر استتار ہی تو اسکو تحقیق اور تنقیح
کرنا چاہیے تو اس تقدیر مین مطلب مجتبی کا یہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نہ کرے تو عورت بیگانے لوگون سے پردہ کرے حلبی و شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ
جن نسخون مین شارح نے استترت دیکھا سو غلط نسخے تھے اسواسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہی کہ حصہ عورت کا اتنا کمتر ہی کہ رہنے کو کفایت نہین کرتا پھر جب مکان بقدر
کفایت نہو تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلے گا علاوہ اسکے پوری عبارت مجتبی کی یون ہی کہ اشترت من الاجانب والاولادہ الکبار یعنی عورت خرید کرے بیگانون
اور زوج کی اولاد کبار سے تو در صورت استتار کے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہین اسواسطے کہ وہ عورت
کے محرم ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولابد من سترۃ بینہما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ ان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن مین ضرور ہی پردہ
مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع
ہی خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان مین حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہین ہوتی وان ضاق المنزل علیہما او
کان الزوج فاسقا فخروجہ اولی لان مکثہا واجب لا مکثہ ومفادہ وجوب الحکم بہ ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے
لائق گذران کے نرہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچھ تمیز نہین تو نکل جانا مرد کا اس مکان سے بہتر ہی اسواسطے کہ رہنا عورت کا اُس مکان مین تا
عدت واجب ہی مرد کا رہنا اس مکان مین کچھ واجب نہین اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی کہ واجب ہی حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہر چند فقہا نے
زوج فاسق کے خروج کو اولی کہا ہی اور اولی سے وجوب نہین ثابت ہوتا ہی لیکن اولویت کی تعلیل مین وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہی تو اس قرینہ سے
اولی بمعنی ارجح ہی تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم متعارض ہوتے ہین تو ترجیح محرم کو ہوتی ہی کذا فی فتح القدیر وحسن ان یجعل القاضی
بینہما امرأۃ ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینہما اور مستحب یہ ہی کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ
معتمد عورت کو مقرر کر دے جسکی روزی بیت المال سے دی جاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد و عورت مین حائل ہونے
پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کرکے لوگون کو بلا سکے وفی المجتبی الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامرأۃ قال ولہما

ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبی مین یون ہی کہ بہتر یہ ہی کہ آڑ کردی جاوے پردہ سے
اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کیجاوے کہ وہ حائل رہے دونون مین کہا مجتبی کے مصنف نے کہ جائز ہی مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر مین بعد عدت
کے بشرطیکہ دونون زوج اور زوجہ کی طرح نہ ملتے ہون مثلاً عورت سر اور ہاتھون کو برہنہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونون کے ایک جا رہنے
مین کچھ فساد کا خوف نہ ہو انتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان
فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب مین جنمین طلاق وغیرہ سے
جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہی اور دونون کے اولاد ہی کہ انکا چھوڑنا دونون پر سخت مشکل ہی سو دونون اولاد
والے گھر مین رہتے ہین اور ایک فرش پر جمع نہین ہوتے اور آپسمین جورو خاوند کی طرح نہین ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو درست ہی شیخ الاسلام نے کہا کہ
ہان درست ہی اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا
مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل مضت طلاق بائن دی عورت کو یا اسکو چھوڑکر سفر مین مر گیا اگرچہ راہ مین نہین بلکہ
کسی شہر مین طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہ ہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ نہو تو عورت
لوٹ آوے اپنے شہر مین اور اپنے گھر مین عدت منقضی کرلے اور اگر عورت کے شہر مین اور اس جگہ مین تین دن کی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی اسکی مسافت
وہان سے تین منزل سے کم ہی تو وہین چلی جاوے وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کان فی مفازۃ
خیرت بین رجوع ومضی معہا ولی اولا فی الصورتین اور اگر اس جگہ سے دونون طرف عدت سفر کی ہو یعنی وہان سے وطن بھی تین منزل ہی یا
زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہی یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہی وطن کے پھر آنے مین اور مکان مقصود
کی طرف چلے جانے مین اور داہنے بائین اگر کوئی شہر قریب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہین عورت کے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو یا نہو دونون صورتون مین
جب وطن تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہی اسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونون طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھرنے اور چلے
جانے مین اختیار ہی خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احوط لتعتد فی منزل الزوج اور جب کہ دونون طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہی لیکن وطن مین پھر آنا
مستحب ہی تاکہ عدت کو زوج کے گھر مین منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر وبینہ وبین مقصدہ سفر او کانت
فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمہ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان ولیکن اگر عورت کا
جانے یا پھرنے مین ایسے مقام پر گذر ہو جو رہنے کے لائق ہی یعنی شہر ہو یا گانون نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق مین اتنی قید اور زیادہ کی کہ
اس محل اقامت مین جہان گذار ہو اور عورت کے مکان مقصود مین سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کیوقت کسی شہر یا گانون مین ہو جو
لائق رہنے کے ہی وہین عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک
امام کے پھر بعد عدت کے وہانسے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہی یہانتک کہ اسکا محرم آوے
یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح کرے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان کے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو
عدت وہین کرنا واجب نہین بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتنقل المعتدۃ المطلقۃ بالبادیۃ فتح مع اہل الکلام
فی نجعۃ او خیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا بہ فلہ ان یتحول بہا والا لا اور نقل مکان کرتی رہے وہ عدت والی
جسپر طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اسکا دستور ہی کہ ایک جگہ نہین ٹھہرتے جہان جہان

چارہ اور پانی مُنکے جانورون کو ملتا ہی وہان ٹھہرتے ہین پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کرتے ہین تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت انھین چارہ پانی تلاش کرنے والون کے ساتھ نقل مکان کرتی رہے ڈولی مین یا خیمہ مین اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگون کے پاس رہنے سے اُس مکان مین جسمین زوج نے اُسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت مین زوج کو جائز ہی کہ اُسکو ساتھ لیکر چلتا پھرتا رہے ڈولی یا خیمہ مین اور اگر عورت کو طلاق کے مکان مین کچھ مضرت نہو تو وہین عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہین زوج کو سفر مین لیجانا عدت والی کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہین ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فیما مر غیر انہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانیۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کے مانند ہی احکام سابقہ مذکورہ مین یعنے اگر سفر مین طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو اُودھر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ مین فقط اتنا فرق ہی کہ اگر جنگل مین طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہی اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت مین بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اُسپر مفارقت لازم ہی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے طلب من القاضی ان یسکنہا بجوارہ لایجیبہ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریۃ زوج نے درخوست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس رکھے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے وہین عدت کرے عورت جہان مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تاتارخانیۃ زوجہ نے اپنے زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہو گا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیۃ لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ لکتابیۃ ومجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ روک نہین معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہی کہ روایت بزازیہ کی اُسکے مخالف گذر گئی لیکن بدائع مین ہی کہ مرد کو جائز ہی منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولی نے آزاد کر دیا ہی روکنا جائز ہی واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے م شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا تخالف مٹا دیا یعنی مجتبی کی نفی منع خروج اسپر محمول ہی کہ روکنا حق اللہ مین نہین اور روایت ظہیریہ اسپر محمول ہی کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہین بلکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے ہی اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہی سو یہ سہو کاتب ہی اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہو چکی نہ بزازیہ سے

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہی ثبوت نسب کے بیان مین یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر مین ثابت ہوتا ہی اور کس مین نہین اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما مر فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہین بدلیل خبر عائشہ رض کے جو باب الرضاع مین مذکور ہو چکی اور تین اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین حم سنن دارقطنی اور بیہقی مین بطریق ابن مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ حمل زیادہ نہین ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنی جتنی دیر سایہ چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہی اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا یہ کنایہ ہی کمال سرعت سے اور ہر چند یہ اثر ہی حدیث مرفوع نہین لیکن چونکہ تعیین مدت و دخل اجتہاد مجتہد نہین تو بالضرور یہ مسموع ہو گا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ مین نے حدیث عائشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا اُنھون نے کہا سبحان اللہ یہ دیکھو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس مین جنی ہر لڑکا چار برس مین لیکن یہ استدلال تمام نہین اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہین ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہین ہو سکتا اسواسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہی اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہی یہانتک کہ سوداء اور ریاح سے حرکت بھی حمل کیطرح معلوم ہوتی ہی اور حالانکہ حمل نہین ہوتا کذا فی فتح القدیر واقلہا ستۃ اشہر اجماعا اور کمتر مدت حمل کی

چھ مہینے ہین باجماع ائمہ اربعہ اسمین کسیکو خلاف نہین حق تعالی نے فرمایا (حملہ وفصالہ ثلثون شہرا) یعنی حمل ولدکا اور فصال اُسکا تیس مہینے یہان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلاتفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت دو برس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہ جو علما نے آیت مذکورہ سے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہی کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہی لیکن حدیث عائشہ صدیقہ کے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہین ہوتی سو یہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہی حالانکہ یہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہ ہی کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی بالاشہر ایسہا بدائع وفاسد النکاح فی ذلک کصحیحہ قہستانی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا وعلوقہا فی العدۃ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولدکا اگرچہ عدت اُسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین برابر نکاح صحیح کے ہی کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہوجاویگا بسبب احتمال دراز ہونے اُسکے طہر کے اور باحتمال اُسکے حاملہ ہونے کے عدت مین یعنی احتمال ہی کہ مثلا بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اُسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہی پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہگیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہی یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا مالم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اُس صورت مین ہوگا جبکہ عورت اقرار نہ کرتی ہو انقضاے عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کرچکی تھی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہین اور اگر انقضاے عدت کا اُسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی محتمل نہین تو شرعا عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل رہا تھا ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین یہی روایت مصرح ہی کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہی اور یہ جو شرح وقایہ مین بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہی سہو اغلاط کاتب سے ہی کذا فی الدرر وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما او لتمامہا لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک وان ثبت نسبہ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حمل رہنے کے عدت مین اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا مگر ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہی تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے مین مثلا ولادت ہوئی تو احتمال ہی کہ حمل قبل طلاق کے ہوا اور محتمل ہی کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی لیکن نسب بہرصورت ثابت ہی کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ چنانچہ ثابت ہوتا ہی نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ مین یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنے جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو یہ احتمال ہوسکتا ہی کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو اہتمام زیادہ ہی تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اُسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہی یقین ہونا کچھ ضرور نہین بخلاف ثبوت رجعت کے اُسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے ولم تقر بمضیہا لما مر یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اُسوقت ثابت ہوگا جبکہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرچکی ہو بشرط احتمال عدت چنانچہ یہ مضمون عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال

سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرعاً
تکذیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہوگی اور وقت فرصت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مین
جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ
المدنی وان لتمامہما لا یثبت النسب وقیل یثبت لتصور العلوق فی حالۃ الطلاق وزعم فی الجوہرۃ انہ الصواب اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس مین تو ثابت نہوگا
یہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت مین ولادت
ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق مین تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور
یہی مذہب ہے قاضیخان کا اور مصنف جوہرہ نے یہ عقل کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت مین سہو ہے بحر الرائق مین کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین
اور عدم ثبوت نسب مین متون متفق ہین چنانچہ کلام صاحب کنز اور والی اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اسپر دلالت کرتا ہے اور یہ علما روایت مذہب سے زیادہ
تر واقف ہین کذا فی حاشیۃ المدنی الا بدعوتہ لانہ التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضاً پورے دو سال کی ولادت سے ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے
البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کرلیا اور یہان شبہہ عقد کا بھی ہے مصنف شارح نے جواب بازیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت مین فقط
شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہین ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق مین جواب دیا کہ یہان فقط شبہۃ الفعل ہی نہین کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ
شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت النسب کا ہوگا اور تفسیر شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود مین معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والا اذا ولدت توامین احدہما
لاقل من سنتین والآخر لاکثر پورے دو سال مین ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ دو لڑکون کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس
سے کمتر مین جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ مین جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے مین جنی اور دوسرا ستائیس مہینے مین جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی
ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی نطفہ سے ہین الا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء
ولو لاکثر من سنتین من وقت الطلاق پورے دو سال مین ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے اسطرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی
پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کیوقت سے چھ مہینے سے کمتر مین جنی اگرچہ طلاق کیوقت سے دو برس سے زیادہ
مین جنی ہو کذا فی العالمگیریۃ عن التبیین و کالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہین سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ
اور عتق اور عدم کفایت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ مین مانند طلاق بائن کے ہین لکن فی القہستانی عن شرح الطحطاوی ان
الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہا لیکن قہستانی مین شرح طحطاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب مین دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت
مین یعنی پورے دو سال مین ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہ شارح نے استدراک کیا متن کا م ظاہر یہ ہے یہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت
قدوری کو اختیار کیا بموافقت متون وان لم تصدقہ المرأۃ فی روایۃ وہو الاوجہ فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ مین دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت
زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین ہے کہ دعوی زوج مین یہان
دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ دعوی مین تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہین اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب
فتح القدیر نے و یثبت نسب ولد المطلقۃ ولو رجعیا المراہقۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخولۃ ان ولدت لاقل من الاقل ور ثابت ہے نسب مراہقہ مطلقہ کے ولد
کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کم سے کمتر مدت مین کم کمتر مدت چھ مہینے ہین اور اس سے کمتر مثلاً ساڑھے پانچ مہینے خلاصہ یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق
کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اسکا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہین جو وطی کے لائق ہے پر نشانیان بلوغ کی ہنوز ظاہر نہین نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے

کم ہو تو اُسکی ولادت متصور نہین اسواسطے کہ اُسمین نطفہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی غیر المقرۃ بالقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لذلک من وقت الاقرار اذا لم تدع
حبلا فلو ادعتہ فکبالغۃ جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاے عدت کا اقرار نہین کیا اُسکا ولد ثابت النسب ہی اور اسی طرح اوس مقرہ کا ولد ثابت النسب ہی جو چھ مہینے
سے کمتر مین جنی اقرار کے وقت سے یہ اُسوقت مین ہی جبکہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونے کا دعوی نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہی لاقل
من تسعۃ اشہر من طلاقہا لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا بکونہ بعدہا لانہا لصغرہا محل سکوتہا کاقرار معنی عدتہا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب
ہی جبکہ جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت مین بواسطے حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر مین جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ مین
جنے تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اُسکا سکوت بجاے اقرار انقضاے عدت قرار دیا جاویگا
م یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہی کہ اُسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور
مسئلہ مفروض ہی عدم اقرار کا ہان اگر اقرار انقضاے عدت کرتی اور اُسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہی جو نکہ
انقضاے عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنی فقط مہینون پر نہ حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمری کے اُسکا سکوت
کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہی تو جبکہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب ثابت ہوگا فلو ادعت
حبلا فہی ککبیرۃ فی بعض الاحکام لاعترافہا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے م بحر الرائق
مین کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس مہینے سے کمتر مین جنی تو اُسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی
غایۃ البیان مراہقہ اس حکم مین تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن اور احکام مین برابر نہین مثلاً طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے مین یا زیادہ مین جنے گی تو
نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اُسکے ولد کا نسب ایاس تک ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہا من وقتہ
ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا اور ثابت ہوتا ہی نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ
فراش عقد سے ثابت ہوتا ہی نہ دخول اور اجماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا اور معتدہ موت کی
اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے
دس دن عدت کے ہوئے اور باقی اقل مدت حمل ہی اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنے تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث
ہوا ولو اقرت بمضیہا بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی
پورے چھ مہینے مین تو نسب ثابت نہوگا واما الآئسۃ فکالحائض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل زیلعی اور عدت موت مین آئسہ برابر حائضہ کے ہی اسواسطے
کہ عدت موت کی مہینون کے حساب سے ہی ہر معتدہ کیواسطے سواے حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہا من وقتہ لا یثبت بدائع ولو لہا فکالاکثر
بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اُسکا حکم
مثل اکثر دو سال کے ہی کذا فی البحر بحثا بحقق یہ ہی کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل من
اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البینۃ للتیقن بکذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہی نسب اُس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا ہی
اپنی عدت کے گذر جانیکا اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین اقرار کے وقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت مین وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا
بسبب یقین ہوجانے دروغگوئی عورت کے یعنی جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنی تو معلوم ہوا کہ اُسوقت اُسکے رحم مین نطفہ تھا اور اُسکا اقرار انقضاے عدت کا محض غلط تھا اسواسطے
کہ چھ مہینے سے کمتر مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی اقرار سے دوسری شرط یہ کہ

قولہ طلقھا

وقت فراق سے دو سال سے کم میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنے گی تو ولد ثابت النسب نہ ہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم مدت ہو چنانچہ اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اُسنے اقرار انقضاے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط ثانی نپائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہی کذا فی منح الغفار والا لا یثبت لاحتمال حدوثہا بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین یا وقت فراق سے دو برس سے زیادہ مین مقرہ جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا واسطے احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاے اکثر مدت حمل کی وقت فراق سے و یثبت نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ قیل و برجل اور ثابت ہوتا ہی نسب ولد معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو یعنی زوج نے طلاق مین اور زوج کے وارثون نے موت مین انکار کیا ہو کہ معتدہ نہین جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنی دو مردون کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی ہی اور ایک روایت یون ہی کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہی او حبل ظاہر ولم تکفی الشہادۃ بکونہ ظاہرا فی البحر بحثا نعم او بحمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کم تر مدت مین ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حبل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیان حمل کی اسقدر ظاہر ہون کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہی گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحرالرائق مین بدلیل کہا ہی کہ ہان شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل موجود نہین تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی او اقرار الزوج بہ ای بالحبل یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہی نسب ثابت ہوگا ولو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من سنتین لا لاقل اور اگر تعیین ولد مین انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہون کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہین تو اس صورت مین دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی ہی باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہی گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی مین جو دو برس سے زیادہ مدت مین جنی نہ دو برس سے کم مین یعنی اگر معتدہ رجعی دو برس سے کم مین جنے گی تو ثبوت مین در حالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی لازم ہوگی او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنے بعض لوگون سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مر گیا اُسکے بعد بعضے وارثون نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنے والے وارثون کے حق مین نہ سب وارثون کے حق مین یعنی ورثہ مقرین ولد کو اپنے حصون سے وراثت دینگے نہ ورثہ منکرین کو وانما یثبت النسب فی حق غیرہم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان شہد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر بقیۃ الورثۃ وہم من اہل التصدیق فیثبت النسب ولا ینفع الرجوع اور ثابت ہو جاوے گا نسب غیر مقرین کے حق مین یہانتک کہ سب لوگون کے حق مین اگر پوری ہو جاوے نصاب شہادت کی اُنہین سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسی طرح اگر تصدیق کرین وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہون تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہون تو اسوقت مین ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور نفع نہ کریگا بعد تصدیق کے منکر ہو جانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑیگا والا یتم نصابہا لا یشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین تصدیق نہ کرین وارثون مین سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کرین تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہو گا فقط ورثہ مقرین سے حصہ لیگا وہل یشترط لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم الاصح لا لنظر الشبہۃ الاقرار وشرط العدد لنظر الشبہۃ الشہادۃ اور وارثون کی تصدیق مین کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہی قول اصح یہ ہی کہ شرط نہین برعایت شبہہ اقرار اور شرط کیا ہی فقہا نے شمار مقرین کا بمناسبت شبہہ شہادت خلاصہ یہ ہی کہ تصدیق ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہی ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار مین فقط شہادت اور مجلس حکم شرط نہین تو اسواسطے تصدیق مین بھی شرط نہین اور چونکہ شہادت مین عدد لازم ہی تو تصدیق مین بھی لازم کیا ونقل المصنف عن الزیلعی ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال لمقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالۃ مما لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر

اللہم الا ان یقال لاجل الشرایۃ فتامل ولیراجع اور نقل کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہی اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی
عدالت ضرور ہی پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنی صاحب بحرالرائق کا یون کہنا کہ مناسب نہین مشروط ہونا عدالت کا مناسب نہین ہو اسطے کہ روایت
زیلعی کی مخالف ہی شارح کہتا ہی کہ اشتراط عدالت مین بحث ہی اور کیونکر مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنے والے مین یعنی مقر کا اقرار بہ صورت اسپر حجت ہی
خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہی کہ عدالت مشروط ہی غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کرو اور اس مسئلہ کی کتب
معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیے م حلبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہی جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہی لیکن شارح
نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی
حاجت نہین ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لہا بلا یمین وقالا تحلف وبہ یفتی کما سیجئ
فی الدعوی اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھسے نکاح کیا ہی چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ
مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی چنانچہ کتاب
الدعوی مین اسکا ذکر آویگا وہو ای الولد ابنہ لشہادۃ الظاہر لہا بالولادۃ من نکاح حملا لہا علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اسی مرد کا بیٹا ہی اسواسطے کہ
ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہی بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کرکے قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت لنصف حول منذ
نکحہا لزمہ نسبہ احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین
اس عورت سے تو اسکو طلاق ہی پھر نکاح کیا اس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین ابتدائے نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب ولد کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے
وطی کے حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب و قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور اختتام نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی
اور اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنےگی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہریگا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہوگا
اگر چھ مہینے سے زیادہ مین عورت جنےگی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہی اور اسکو بحرالرائق مین مسلم رکھا ہی م
فتح القدیر مین کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہی تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا مخالف ہی احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہی نہایت
بعید ہی اسواسطے کہ حادث اکثر ولادت کے نو مہینے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہوسکتی ولزمہ مہرہا بالجملۃ وطیا حکما ولا یکون
بہ محصنا نہایہ اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہوگئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے
کہ محصن وہ مرد ہی جو نکاح صحیح کے بعد وطی کرچکا ہو اور نکاح مرکب ہی ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہی قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح
اسپر صادق نہین علق طلاقہا بولادتہا لم تطلق لشہادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لہما کما مر معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اسکی ولادت پر تو طلاق واقع
ہوگی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلک بالحبل او کان ظاہرا
طلقت بالولادۃ بلا شہادۃ لاقرارہ بذلک واما النسب ولوازمہ کامومیۃ الولد فلا یثبت بدون شہادۃ القابلۃ اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی
کے ساتھ تعلیق کرنے والے زوج نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار
کرچکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اسکے جیسے اس عورت کا ماں ہونا اس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام اور
صاحبین کے کذا فی البحر قال لامتہ ان کان فی بطنک ولد او کان بک حبل فہو منی فشہدت امرأۃ ظاہرۃ لعم غیر القابلۃ بالولادۃ فہی ام ولدہ اجماعا ان
جاءت بہ لاقل من نصف حول من وقت مقالتہ وان لاکثر منہ لا لاحتمال علوقہ بعد مقالتہ قید بالتعلیق لانہ لو قال ہذہ حامل منی ثبت نسبہ الی

سلہ یعنی دو مردون یا ایک مرد اور دو عورت کی گواہی سے ۱۲

سنتین حتی ینفیہ غایۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اُسوقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہی پھر ایک عورت نے گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد ہی باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو ام ولد نہوگی بواسطہ احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولی نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہی مجھسے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اُسکی نفی کرے مولی کذا فی غایۃ البیان قال لغلام ہو ابنی ومات المقر فقالت امہ المعروفۃ بحریۃ الاصل والاسلام وبانہا ام الغلام انا امرأتہ وہو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مرگیا مقر سو کہا اُسکی مان نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی مان ہونا مشہور کیا کہ مین عورت ہون مقر کی اور لڑکا اسکا بیٹا ہی تو یہ دونون وارث ہونگے اُس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اُس سے پیدا ہوسکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہو اور مرد کی تکذیب بھی نکرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا واسلامہا لم ترث وقولہ فقال وارثہ انت ام ولد ابی قید اتفاقی اذا الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم نعلم اسلامہا وقتہ او قال وارثہ کانت زوجتہ لہ وہی امۃ لا ترث فی الصور المذکورۃ ہل لہا مہر المثل قیل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی مان ہونا معروف اور مشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہوگی تو عدم وراثت مین مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہی یہ قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا بھی حکم ہی اگر وارث کچھ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور تھی اور یہ عورت لونڈی ہی تو ان مسائل مذکورہ مین وارث نہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملیگا تمرتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین اور اتقانی نے اسکو رد کیا ہی کذا فی النہر الفائق زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح وہو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہی تو اُسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب ولد کا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہی کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین ہوتا بعد تمام ہونے کے مترجم مین تمام ہونے کی قید لگائی تاکہ فسخ بعدم کفارت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہی اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ فسخ نہین یہ انفساخ ہی یعنی نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کے اور فسخ عبارت ہی توڑنے سے وعتق الولد وتصیر الامۃ ام ولدہ لاقرارہ بنبوتہ وامومیتہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے مان ہونے کا ولدت امۃ الموطوءۃ لہ ولدا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ لضعف فراشہا مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب ولد کا مالک کے دعوی پر یعنی بدون دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اُسکا ولد بدون دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہی لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاویگی اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہی اور منکوحہ سے ضعیف کامۃ مشترکۃ بین اثنین استولدہا واحد عبارۃ الدرر استولدہا ثم جاءت بولد لا یثبت النسب بہ بدونہا لحرمۃ وطیہا کام ولد کاتبہا مولیہا چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ اُنمین سے ایک شخص نے طلب ولد کی یعنی اُسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہ عبارت ہی کہ دونون نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اُس ام ولد کی وطی حرام ہی جسکے مولی نے اُسکو مکاتبہ کیا تو اسکا ولد بھی ثابت النسب نہوگا بدون دعوی مولی کے وسیجیٔ فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد مین آویگا کہ فراش عورت کا چار مراتب پر ہی ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا کہ اُسکا ولد بدون دعوی کے

ثابت النسب ہی لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہی تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہی اور اسکی نفی نہین ہو سکتی
بدون لعان کے چوتھا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اسکا ولد ثابت النسب ہی بلا دعوی اور اسکے ولد کی نفی نہین ہو سکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہی
لعان پر اور لعان کی شرط ہی قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہین اور اسیطرح منکوحہ فاسد اور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہین ہو سکتی بسبب معدوم ہونے شرط
لعان کے یعنی صحیح اور حریت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ تولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ واستخدام
فتح اور البتہ کفایت کی ہی فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہی حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی
اور حکمی کچھ بھی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد منتہاے مغرب مین عورت منتہای مشرق مین اتنے فاصلہ سے رہتے ہون کہ دونون
کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھ مہینے مین جنی ابتداے نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہی بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت
یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہی کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت مین ولادت فرض کیجاوے تاکہ اس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل اور متصور ہو لیکن
فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاولی تبعا بالمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت
تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ ولا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ
وبادعائہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ ؎ ومن لولی قال طی مسافۃ ✤ یجوز جہول ثم بعض یکفر ✤ واثباتہا فی کل ما کان
خارقا ✤ عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول بنص محمد انا نؤمن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہی کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہ یعنی
استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل مین کرامات مین داخل نہین شارح کہتا ہی لیکن شرح عقائد نسفی مین ملا سعد الدین
تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہی یعنی طی مسافت کو کرامت مین داخل کیا ہی باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے
سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہی کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہی یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق
کرامت کے اہل ولایت کے واسطے جائز ہی اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہین کرامت مین ساتھ معجزہ کے یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونون
خارق عادت ہین تو کیا فرق ہی کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعاے رسالت سے فورا کافر ہوتا ہی ولی
پھر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہی اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہی کہ جو ولی کیواسطے طی مسافت کو
جائز کہے وہ جاہل ہی پھر بعض علما اسکو کافر کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکی نجم الدین عمر نسفی سے منقول
اور منصور ہی یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہی کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی م اگر خرق عادت مدعی رسالت کے
ہاتھ پر ہو وہ معجزہ ہی اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہی اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہی تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے
اشتباہ نہین شرح وہبانیہ مین ہی کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانۂ قلیل مین ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہین رکھتے اور اسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضے کافر اور اسیطرح
ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کر کے پانی بہنا انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق
کرامت کے ناجائز جانتے ہین اور حق یہ ہی کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہی اور اسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہی کہ خوارق عادات
بطریق کرامت کے جائز ہین سواے اس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہی جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول اہل انصاف امام نسفی کا کلام ہی جو مذکور ہو چکا
انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امراتہ فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ الامام

وعلیه الفتوی کما فی الخانیة والجوهرة والکافی وغیرها وفی حاشیة شرح المنار لابن الحنبلی وعلیه الفتوی ان احتمله الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعة اقوال ثم افتی

بما اعتمده المصنف وعلله ابن ملک بانه المستفرش حقیقة هو الولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامه فیه فراجعه غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اُسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہونچی سو اُسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سُنے دعوی موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخرکار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہی کما فی الخانیة والجوهرة والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہی کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقائے نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ مین جو ابن حنبلی کا تصنیف ہی یون ہی کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہی بشرطیکہ ظاہر حال اُسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھ مہینے مین لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت مین ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی مین اس مسئلہ مین چار قول نقل کیے ہین پھر فتوی اسی پر دیا ہی جسکو مصنف نے معتمد جانا ہی یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونے کی ابن مالک نے شرح مجمع البحرین مین یون بیان کی ہی کہ حقیقت مین زوج ثانی ہی مستفرش ہی یعنی مالک فراش ہی عورت اُسی کے تحت تصرف مین ہی تو نسب لڑکا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہی اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین مین ہی سو اُسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا زوج ثانی کے ثبوت نسب مین یہ شرط ضروری ہی کہ نکاح ثانی سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اُسکی تصریح ہو چکی اور یہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب مین ہی نہ عورت مین اسواسطے کہ جب زوج اول آ دیگا تو عورت اُسکو دلائی جاویگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیة المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کی نکح امة فطلقها فشراها فولدت لاقل من نصف

حول مذ شراها لزمه نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اُسکو طلاق دی پھر اُسکو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین ابتداء خرید سے تو نسب لڑکا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہی یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہین گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہی اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اُسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہی اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہی اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہی والا لا الا المطلقة قبل الدخول والمبانة بثنتین فمذ طلقها اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اسصورت مین ولد مملوکہ ہی نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہی یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہوئی ہی تو وہان اعتبار ولادت کا ابتداے طلاق سے ہوگا نہ ابتداے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد اُسکا ثابت النسب ہی بلا شرط اقرار لکن فی الثانیة یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت مین یعنی جسکو دو بار طلاق بائن ہوئی تو اُسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت مین یعنی اسصورت مین بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہین بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت مین جنے گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہی بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اُسکی وطی نہین ہو سکتی ہی لہذا اُسکے حمل کو ابعد اوقات کی طرف نسبت کیا یعنی ماقبل طلاق کے کذا فی حاشیة المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراها فی السلکتین اور طلاق رجعی مین ولد ثابت النسب ہوتا ہی اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت مین پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتداے خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو تو دونون صورتون مین پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہی جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہی خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہین یا طلاق قبل دخول کے ہی یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہین کہ یا طلاق رجعی ہی یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہین یا بینونت صغری ہی یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اُسمین تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہی نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تھی اگر ولادت اور طلاق مین

چھ مہینے سے کمتر مدت ہی اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ہین تو نسب ثابت ہی اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہی ولادت مین تو نسب ثابت نہین اور
اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین ہی اور ولادت اور طلاق مین دو برس سے کم مدت ہی تو نسب ثابت ہی اور اگر
ولادت اور خرید مین پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہی تو مرد پر اُسکا نسب لازم نہین بلکہ ولادت اور طلاق مین پورے دو برس یا کم کی مدت ہی تو نسب ثابت ہوگا اور
اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہی اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیون نہو بہر صورت نسب ثابت ہی
کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے
کمتر مدت مین جنی خرید کیوقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی
فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل منذ باعہا فادعاہ ہل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو خرید کیا پھر اُسکو بیچ ڈالا پھر وہ
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین ابتداے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت مین تصدیق مشتری کی حاجت ہی یا نہین بیان مین دو قول ہین
ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہی بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہین اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہوگیا اور
محمدؒ کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتین لزمہ ولاکثر لا الا ان یدعیہ مولی مر گیا اپنی ام ولد کو
چھوڑ کر یا اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم مین بعد موت یا آزادی کے تو نسب ولد کا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اُسکا
مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لستین من عتقہ او موتہ ولنصف حول لاکثر منذ تزوجت و
ادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا کونہا معتدۃ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق مین پھر جنی پورے دو
برس مین آزاد کرنے مولی سے یا اُسکے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ مین ابتداے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ مولی کہتا ہی یہ میرا ولد ہی اور
زوج ام ولد کا کہتا ہی کہ میرا ہی تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہی بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی
کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی ابتداے نکاح سے پھر ولد مین مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا مگر شارح کے قول مین
موت کا ذکر بے معنی ہی اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہی ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین منذ بانت ولاقل من الاقل منذ تزوجت فالولد
للاول لفساد نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت مین ابتداے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر مین ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ ولد
زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت مین ہوا ولو لاکثر منہا منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح
کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے مین ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول
کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہی ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول
ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتداے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج
ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب نہ لازم ہوا کہ نسبت اسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہی اور زوج
ثانی کیطرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہی اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت مین
ولادت ہونا دلیل ہی کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ مین نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منہا ولنصفہ ففی
عدۃ البحر بحثا انہ للاول لکن نقل مہنا عن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول ان
امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداے طلاق بائن سے اور

پورے چھ مہینے مین نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدۃ مین بحث کر کے کہا ہی کہ یہ ولد زوج اول کا ہی اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہی بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہو گا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہین نقل کیا ہی بدائع سے کہ یہ ولد زوج ثانی کا ہو گا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہی اسکے انقضاے عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول سے ملحق نہین ہو سکتا اور یہی یعنے روایت بدائع کی قوی ہی تو بحث صاحب بحر لایق اعتماد کے نہین اور الحاق ولد کا زوج ثانی کیواسطے اُسصورت مین ہی جبکہ اُسکو بقاے عدت اول کا علم نہو بیانتک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقای عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہو گا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہو گا اگر ممکن ہوا اثبات اُسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر مین ابتداے طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت مین اور نکاح سے پورے چھ مہینے مین جنی تو ولد زوج ثانی کا ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجارت لسقط مستبین الخلق فان لاربعۃ اشہر فنسبہ للثانی وان لاربعۃ الا یوما فنسبہ للاول وفسد النکاح والکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکے بعضے اعضا ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے مین گرا تو نسب اُسکا زوج ثانی سے ثابت ہو گا اور اگر ایکدن کم چار مہینے مین گرا تو نسب اُسکا زوج اول سے ہو گا اور نکاح فاسد ہو گا یہ سب مسائل بحر الرائق سے منقول ہین پورے چار مہینے مین زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہین ہوتی مگر ایک سو بیس دن مین تو چالیس دن نطفہ پیٹ مین رہتا ہی اور چالیس دن خون بستہ ہوتا ہی اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہی کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ مین اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت مین واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا تثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہی کہ مجموع الفتاوی مین ہی کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اُس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہو گا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہین ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہین اسواسطے کہ یہ نکاح باطل ہی بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اسکی وطی بالشبہہ ہی لہذا اسمین نسب ثابت ہوتا ہی م اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اُس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہو گا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو نسب نہ ثابت ہو گا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہو گا بشرطیکہ یون نہ کہا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی اور اگر یون کہیگا کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی تو نسب ثابت نہو گا اور لڑکا اُسکا وارث نہو گا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہین اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہی امام کے نزدیک اور باطل ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب اشارہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہی باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایۃ ہکذا فی العالمگیریہ

باب الحضانۃ

بفتح الحاء وکسرہا تربیۃ الولد یہ باب ہی حضانت مین حضانت بفتح وکسر حا عبارت ہی تربیت ولد سے یعنی لڑکون کی پرورش کے احکام اس باب مین مذکور ہین صراح و قاموس مین حضانت کو بکسر اول کہا ہی اور شارح نے باعتبار مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہی اور حاضنہ وہ عورت ہی جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود مین رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کے یہ ہین کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح مین نہو اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اسمین بھی یہی شروط ہین سواے شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی تثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ حتی تسلم لانہا تحبس ثابت ہی حق پرورش کا نسبی ماں کو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اور اگرچہ بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہ کہ ماں ولد کی مرتد ہو گئی ہو تو اُسکو حق پرورش نہین یہانتک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے ارتداد مین حق پرورش نہین کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر حبس مین پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونے کی یہ صورت کہ ولد کے ماں باپ دونون مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اُسیکا ہو گا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدایشی امر ہی کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا و غناء و سرقۃ و نیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثا قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاقہم کما ہو مذہب الشافعی ان الفاسقۃ تارک الصلوۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور ما لم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے

چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہی بحث کے ساتھ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنے کی اسکو خو پڑگئی تو گھر مین
نہ ٹھہرےگی تو لڑکا تباہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ جو امر کہ عمل علما طلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہی چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہی کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک
نماز کے تو اسکو حق پرورش نہین اور قنیہ مین ہی کہ مان سزاوار تر ہی پرورش ولد مین اگرچہ وہ بدطریق مشہور بالفسق ہو جبتک کہ لڑکے کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام المصنف م
اکثر کتب فقہ مین وارد ہی کہ فاجرہ کو حق پرورش نہین صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہی جو پرورش ولد سے غافل ہو جاے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک
صلوۃ کو اسواسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ مین فرق
کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہی بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیون نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہو تو بحث مصنف کی بیجا ہی اور بحث صاحب
بحر کی قوی ہی اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت مین کچھ مفید نہین مفتی ابو السعید نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہین تا وقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا نہو غرمی نے
نے کہا کہ بلحاظ اس قید کا ضرور ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **او غیر مامونۃ** ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت و تترک الولد ضائعا یا ولد کی مان غیر مامونہ ہو یعنی اسپر اطمینان نہو مجتبی
مین تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہی کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ
دائی جنائی ہو یا مردہ شو **او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ** لاشتغالہن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا کان احق بہ
لانہ للمولی مجتبی یا کہ مان ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہی بسبب مشغول رہنے ان عورتون
کے خدمت مولی مین تو انکو پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتین اس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہین اسواسطے کہ وہ
ولد مولی کا ہی تو اسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہی کذا فی المجتبی م تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہین آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہین تو نفی حضانت
کی یون علت بیان کرنا بہتر ہی کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہی اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہین تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہوگی **او متزوجۃ**
بغیر محرم الصغیر یا ولد کی مان نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اسکی مان نے اسکے محرم کے
ساتھ نکاح کیا ہو مثلا ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور محرم سے محرم نسبی ہی نہ رضاعی **او ابت ان تربیۃ مجانا والحال ان**
الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ **علی المذہب** وہل یرجح العم والعمۃ علی الاب
اذا السیر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست بقید فیما یظہر یا کہ مان انکار کرے ولد کے مفت پلنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہین اور عمہ ولد کی
اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہی اور مان کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہین تو اس صورت مین اسکی مان سے کہا جاوے کہ یا لڑکے کو مفت اپنے پاس
رکھے یا کہ اسکی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہی بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش مین صرف ہوا ہی اسکو باپ سے پھیر لینا جبکہ باپ کو مقدور ہو درست
ہی یا نہین بعضے علما نے جواب دیا کہ ہان پھیر لینا پہونچتا ہی کذا فی المجتبی اور ظاہر ا ذکر عمہ کا اس مسئلہ مین کچھ قید نہین بلکہ جب کہ مان مفت پرورش سے انکار کرے
اور باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہی کہ اجنبی پالے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف النتائج علی حاشیۃ الدرر تو توقف
شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے مین اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی و فی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ
واراد وصیہ تربیتہ بہا نفقۃ تقع الیہا لا الیہ البقاء لمالہ اور منیہ مین ہی کہ نکاح کر لیا صغیر کی مان نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی مان نے بدون صرف مقرری کے
اسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیگر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کرا دے تو لڑکا مان ہی کو دلایا جاوےگا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر
کا باقی رہے و فی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ وقالت عمہ ابن عمۃ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی مین ہی انکاح کیا صغیر کی مان نے
اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اسکی مفت اور حالانکہ

صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہین تو ابن عم کو اُسکا اختیار ہو و لا تجبر من لہا الحضانۃ علیہا الا اذا تعینت لہا بان لم یاخذ ثدی غیرہا او لم یکن للاب
ولا للصغیر مال بہ یفتی خانیۃ وصحح فی النفقۃ اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہو اُسپر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہین ہوپہنچتا کہ شاید اُس سے
نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جاوے اس طرح پر کہ صغیر کسی کی چھاتی نہ لیتا ہو سواے اُس عورت کے یا کہ باپ و صغیر مالدار نہون تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے
تو اس صورت مین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہی یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعین کذا فی الخانیۃ اور عنقریب ہمارے شارح
باب النفقہ مین آویگا ہدایہ اور تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ مین اسی روایت پر فتوی ہی کہ حاضنہ پر جبر نہین اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو
پرورش کیواسطے مان پر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقہا صارت کمیتۃ او متزوجۃ فینتقل للجدۃ بحر اور جبکہ مان نے
اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت اور متزوجہ کے ہو گئی تو اس صورت مین حق حضانت کا نانی کی طرف منتقل ہوگا کذا فی البحر ولا یقدر الحاضنۃ
علی ابطال حق الصغیر فیہا حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدہا عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانہ حق الولد فلیس لہا ان یبطلہ بالشرط وان لم یوجد غیرہا
اجبرت بلا خلاف فتح وبہذا العلم مالو وجدوا امتنع من سقبول بحرو حینئذ فلا اجرۃ لہا جوہرۃ اور قدرت نہین حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ
کی ذات مین ثابت ہی یہانتک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جاویگی اسواسطے
کہ پرورش حق ہی صغیر کا تو عورت کو اختیار نہین کہ اُسکو باطل کر سکے شرط کرکے اور اگر مان کے سوا کوئی حاضنہ نپائی جاوے تو مان پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی
فتح القدیر اور پہ یعنی غیر ام کا نہ پایا جانا شامل ہی اُس صورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا اقبال کرے کذا فی البحر اور اُس وقت مین یعنی سواے ان کے کوئی نہو
یا ہو مگر اقبال نکرے تو مان کچھ اجرت پرورش کی نپاویگی اسواسطے کہ واجب کے کرنے پر کچھ اجر نہین کذا فی الجوہرۃ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ مان
پر جبر نہین پرورش میں چنانچہ قبل اسکے تفصیل اسکی مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہی کہ مان مجبور ہی پرورش صغیر مین اور یہی منقول ہی فقہاء ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی
اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر مین کافی حاکم سے خلع مشروطہ کا مسئلہ نقل کرکے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہی اور کہا ہی کہ کافی جامع ہی کلام محمد کی تو معلوم ہوا گویہی ثبوت
جبر ظاہر الروایت ہی طحطاوی نے کہا کہ کیونکر مان پر جبر ثابت ہوگا یعنی در صورت عدم تعین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہوگئے ہین اور اکثر ایسا
ہوتا ہی کہ ظاہر روایت سے عدول کرکے مفتی بہ پر عمل ہوتا ہی انتہی اور تعجب ہی مصنف اور شارح سے کہ اس مقام مین جمع بین المتناقضین سے راضی ہووے اور لازم یون تھا کہ
ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر بچاہتے تو اشارہ کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ اذا لم تکن منکوحۃ ولا معتدۃ لابیہ وہی غیر اجرۃ
ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ خلافا لما نقلہ المصنف عن جواہر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہی حاضنہ اجرت حضانت کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اُسکے باپ
کی نہو مثلہ طلیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ سوکے بیٹے سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش
کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہی کذا فی البحر عن السراجیہ پس تو باپ پر تین چیزین واجب ہوئین اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی
نہر بلا المیہ اور مغایر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہی اُس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا ہی منح الغفار مین جواہر الفتاوی سے
یون منقول ہی کہ قاضیخان سے یون سوال کیا کہ مبتوتہ کو اجرت حضانت کی پہونچتی ہی بعد ایام شیرخوارگی کے جواب دیا کہ نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اجرت حضانت اور
رضاعت متغایر نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت مین تحریف یا سقوط ہی اسواسطے کہ حضانت ور رضاعت دو متغایر چیزین ہین رضاعت کی
مدت دو سال و حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط ہو وفی شرح النقایۃ للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لہا امساک الولد ولیس لہا
مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناہما جمیعا وقال نجم الائمۃ المختار ان علیہ السکنی فی الحضانۃ وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب بہ اور باقانی کی شرح
النقایہ مین بحر محیط سے منقول ہی کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اُس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہونچتا ہی اور اس عورت کا کوئی مکان نہین جہان

صغیر کو ساتھ لیکر رہے تو جواب مین کہا باپ پر دونون کے واسطے مکان دینا واجب ہی اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہی کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش مین
واجب ہی اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی حال المحضون لو لہ مال والا فعلی من تلزمہ نفقتہ
قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم حرران الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ مین ہی کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اُسکو مال وراثت سے
ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہ ہو تو حضانت کا صرف اُسپر واجب ہی جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہی شارح کہتا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیون کے
قواعد بھی اُسی کو مقتضی ہین تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہی کہ حضانت مانند رضاعت کے ہی یعنی بنابر قول راجح کے
جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثون پر واجب ہی ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہی خلاصہ یہ ہی کہ اسمین تصریح روایت کی نہین لیکن نظیر فقہی
اسکو مقتضی ہی کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثون پر واجب ہی بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی
خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اہلیۃ القربی پھر بعد ماں کے اسطرح
کہ ماں مرگئی یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہی یا اُسنے حضانت قبول نہ کی یا اُسنے اپنے حق کو ساقط کردیا یا اجنبی سے نکاح کرلیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہی اگرچہ بچند واسطہ
نانی بعید ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی غیر کی مثلاً منکوحہ ہوگی تو اسصورت مین
حق پرورش صغیر کا نانی کو نہ پہونچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہی اگرچہ دادی بچند واسطہ بعید ہو بشرط
مذکور یعنی دادی بعیدہ کو درصورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام الاب الام فتوخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کیجاویگی
بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق ثم لاخت الاب وام ثم لام لان ہذہ الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہی پھر مادری بہن مقدم ہی سوتیلی بہن سے
اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہی ماں کی قرابت والیون کو ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہی
پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہین بنابر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان
وبحر الرائق یہ روایت غیر صحیح ہی جو شارح نے یہان ذکر کی چنانچہ قول آئیندہ مین خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای
لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہین اسیطرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہی پھر مادری
خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیان ثم العمات کذلک پھر بھتیجیون کے بعد پھوپھیان اسیطرح ہین یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی
پھوپھی ثم خالۃ الام کذلک پھر پھوپھیون کے بعد ماں کی خالہ اسیطرح پر یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اسکے بعد سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر
ماں کی خالہ کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اسیطرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامہات والآباء بہذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں
کی پھوپھیان پھر باپ کی پھوپھیان اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری
پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ہکذا الفہم من فتح القدیر اس ترتیب کی وجہ یہ ہی کہ ولایت پرورش کی اصل مستفاد ہی ماں کی جانب سے لہذا در باب حضانت قرابت ماں
مقدم ہی باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابوداؤد مین عبد اللہ ابن عمرو سے روایت ہی کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم یہ میرا بیٹا ہی میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری
چھاتی اسکے دودھ کی مشک تھی اور میری گود اُسکا گہوارہ اور جھولا تھا اور اُسکے باپ نے مجھے طلاق دی ہی اور چاہتا ہی کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکے رکھنے مین تو احق ہی جبتک کہ تو دوسرا نکاح کرے اور اختیار شرح مختار مین سعید بن مسیب سے مروی ہی کہ عمر فاروق رضہ نے اپنی زوجہ ام عاصم
کو طلاق دی اور لڑکے کو لینا چاہا تو دونون مین جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی ال لڑکے کیواسطے
بہتر ہی تیرے شہد سے پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور اصل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی کذا فی فتح القدیر اور سنن ابوداود

مین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ رضؓ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنی مدینہ مین تو جعفر طیار رضؓ نے کہا کہ مین اسکو پالونگا مین احق ہون میرے چچا کی بیٹی اور اسکی خالہ میرے پاس ہی علی مرتضی رضؓ نے کہا کہ مین احق ہون کہ میرے چچا کی بیٹی ہی اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہی وہ اسکی احق ہی پھر زید نے کہا کہ مین اسکا احق ہون کہ مین اسکو مکہ سے لایا ہون پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس اپنی خالہ کے ساتھ رہیگی اسواسطے کہ خالہ مان کے برابر ہی **ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ** پھر نساء مذکورات کی عصبات رجال بترتیب وراثت حضانت مین احق ہین تو باپ صغیر کا مقدم ہی پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر بھتیجے اسی طرح یعنی سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم ہی پھر چچا پھر اُسکے بیٹے اسی ترتیب پر یعنی سگا مقدم ہی سوتیلے پر **واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وہو غیر مامون** اور اگر مستحق حضانت چند شخص یکدرجہ جمع ہون جیسے سگے بھائی یا سگے چچا تو انمین جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہی اور اگر پرہیزگاری مین دونون برابر ہون تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہی کذا فی الاختیار شرح المختار سوائے عصبہ فاسق اور بیہوش کے یعنی عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہین اور اسیطرح چچا کا بیٹا جسپر اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کے حضانت کیواسطے سزاوار نہین **ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیدفع للاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال لابوین** ثم لام برہان وعینی بحر پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہ ہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جاویگا پھر اسکے بیٹے کو مادری چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرہان والعینی **فان تساووا فاصلحہم ثم اورعہم ثم اکبرہم ولا حق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ لعدم المحرمیۃ** پھر اگر چند ذوی الارحام درجے مین برابر ہون چنانچہ تین بھائی تو انمین سے جو زیادہ نیکوکار ہو صغیر کا وہ مقدم ہی پھر جو زیادہ متقی ہو پھر جو عمر مین زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹون کو حق پرورش نہین بسبب نامحرم ہونے کے **والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ ما لم یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ نہر او الی ان یخاف ان یالف الکفر فینزع منہا وان لم یعقل دینا** بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہی جب تک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق مین کہا مناسب یون ہی کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس کی مقرر کی جاوے بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اسوقت مین یا یہانتک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنی کافرہ مان کی صحبت سے جب خوف ہو کفر کا کھٹکا ہو اگرچہ صغیر دین کو نہ بوجھتا ہو تو اسکے پاس سے لے لینا چاہیے کذا فی البحر **والحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغض لہ لما فی القنیۃ لو تزوجت الام باخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب اخذہ** اور حاضنہ کا حق ساقط ہو جاتا ہی صغیرہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہی حاضنہ کے رہنے سے اُس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہی اسواسطے کہ قنیہ مین ہی کہ اگر مان نے نکاح کیا اجنبی سے پھر صغیر کو اسکی نانی نے رکھا اسی اجنبی کے گھر مین تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہونچتا ہی اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کے پہلے شوہر کی اولاد سے غالبا خوش نہین ہوتا **وفی البحر قد تردد فیما لو امسکتہ الخالۃ ونحوہا فی بیت اجنبی عاریۃ والظاہر السقوط قیاسا علی ما مر فی النہر والظاہر عدمہ للفرق البین بین زوج الام والاجنبی** اور بحر الرائق مین ہی مین متردد ہون اس حکم مین کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اُسکے کوئی اور حاضنہ اجنبی کے گھر مین رکھے حالانکہ خالہ مجردہ ہو بلا زوج ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہی کہ حق حضانت ساقط ہی بقیاس اسکے کہ مذکور ہو چکا یعنی جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہو گیا دوسرے داماد کے گھر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بھی ساقط ہوا اجنبی کے گھر مین رہنے سے لیکن نہر الفائق مین ہی کہ مسئلہ مذکورہ مین ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہی اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان مین فرق صریح ہی اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہین ہوتا بخلاف زوج ام کے **قال الرحم فقط کابن العم کالاجنبی** صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جسمین محرمیت نہین جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کے برابر ہی یعنی اگر صغیر کی مان صغیر کے ابن عم سے نکاح کریگی تو حق حضانت ساقط ہو جاویگا اور اسیطرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **ویعود الحق بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع** اور پھر آتا ہی حق حضانت کا بسبب فرقت

بائنہ کے زوج اجنبی سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال
مانع عود کر آویگا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے
مطلقہ سے کہا کہ تونے دوسرا نکاح کرلیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہین تو اسوقت مین عورت کا قول
مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اسنے زوج
ثانی کو مبہم بیان کیا نہ معین ہوگا قول عورت کا اگر اُسکو معین ذکر کردیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا اسوقت نے مجھے طلاق دی تو اسصورت مین اسکا
قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا سو اُسنے مجھکو طلاق دی تو اسصورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون اُسکے
گواہون کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ یہان صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ
الغالب اور حاضنہ مان ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا رکھنے مین یہانتک کہ اُسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت
سات برس کی مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ تقریر سات برس کی حصول استغنا مین غالب ہے م یہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا
اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کرے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع مین دونون قولون مین کچھ تفاوت
نہین اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہے اور استنجا کرلیتا ہے ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا
اور اگر اختلاف کرین مان اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور مان کہتی ہو کہ چھ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نلے بلکہ لڑکے کا حال دریافت
کرے سو اگر لڑکا خود کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کرلیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ قبول کرے تو حاکم زبردستی سے دے
اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم و تادیب و نماز سکھانا واجب ہے اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس و استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکرسکتا ہو تو باپ
کو نہ دلایا جائیگا مان یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام اولاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور مان اور نانی یا دادی صغیرہ
کے رکھنے مین سزاوار تر ہین یہانتک کہ اُسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہے کہ بالغ ہوجاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ
ہے اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتون کے آداب ریاضت کرنے کی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر مرد سے ہے
اور جبکہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اُسپر باپ زیادہ تر قوی و قادر ہے بہ نسبت مان یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول
للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم بسنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین مان اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین مان کہتی ہے کہ ہنوز اُسکو حیض نہین آیا اور باپ
کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو مان کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنابر بحث کے نہ بنابر روایت کے بحث یہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول نہین ہوتا مگر منکر کا شارح کہتا ہے مین
کہتا ہون کہ انصاف الدین مین یون لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہونچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ
کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہونچی تو مان کا قول لائق اعتبار کے ہے یہ قول ہے صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز
علما کی کچھ حاجت نہین بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب اختلاف پڑے مان باپ مین تو صغیرہ اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار
کرین تو اُنکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین اس امر مین مان باپ کو اُسکی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ
ویدخل بہا الزوج عینی اور امام مالک کے نزدیک مان اور نانی احق ہین اپنے پاس رکھنے مین یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اُسکی
وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور مان اور نانی یا دادی کے سوا
اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہے صغیرہ کی پرورش مین یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہے مشتہاۃ کی یہ تقدیر ہے

فقیہ ابواللیث کی اور اسی پر فتوی ہی اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہی باتفاق علماء کذا فی الزیلعی م ماں یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہوا اور اسکے دادی خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نساء کی جیسے سینے پکانے کے بدون خدمت لینے کے نہیں ہو سکتی اور ماں یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ انکی طرح خدمت نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ ماں اور نانی میں بھی یہی حکم ہی یعنی ماں اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نرہے اور اسی روایت پر فتوی ہی بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتوی مصرح ہی نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہی موافق محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی م صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس نرکھنا ظاہرا اُس صورت میں ہی جبکہ باپ نے اسکو طلاق دی ہو اور وہ کہیں جدی رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اُس سے جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا ما دامت لا تصلح للرجال الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہی یہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جب تک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہی کہ جب صغیرہ لائق موانست زوج کے ہو اور زوج اُسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہی اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیۃ موانست سے یہ مراد ہی کہ زوج کا تنہائی میں صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہی کہ مذہب معتمد کے مخالف ہی یعنی نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی واراد ان یمنع حتی لیعلم القاضی امہ وتحضر عندہ فتاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنۃ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا الولد فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہا لان الفراش لہا فیکون الولد لہا اور ظہیریہ میں ہی کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہی میری بیٹی سے اور میری بیٹی مرگئی ہی تو مجھکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہی سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہی یہ میرا بیٹا ہی لیکن ماں اُسکی نہیں مرگئی اور وہ میرے گھر میں ہی اور ارادہ کیا اُس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہانتک کہ قاضی اُسکی ماں کو جانے اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اُس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیت غیر کا یعنی نانی اور ماں دونوں کو حق پرورش ثابت ہی لیکن ہوتے ماں نانی کے ماں احق ہی پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونے کا محتمل ہی صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہی اور یہ میرا بیٹا ہی اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہ میری بیٹی نہیں اور میری بیٹی اس لڑکے کی ماں تو مرگئی ہی تو اس صورت میں قول مرد کا اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہی معتبر ہوگا اور لڑکا انھیں دونوں کو دلایا جاویگا اسواسطے کہ فراش دونوں کا ثابت ہی تو ظاہرا یہ لڑکا انھیں دونوں کا ہی کزوجین بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہی پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہی نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سواسنے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسی کے پاس نہیں تو حکم کیا جاویگا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہی اُسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حلت زوجین سے کہ ظاہر حال یہی ہی کہ دونوں کا بیٹا ہی وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذا لو احضر امرأۃ وقال ابنی منہا ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا جدتہ فیکون منکرا الحق حضانتہا وہی ما اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسی طرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہی میری بیٹی سے جو مرگئی

سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہین بلکہ اور عورت سے ہی تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اُس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہی نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اُس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی سزاوار تر ہی صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہی اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اُسنے نانی ہونے کا انکار کیا تو اُسکے حق حضانت کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہی مرد کے حق کا اقرار کرچکی اُسکا بیٹا کہکر آخر ہوگیا یہانتک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہی کر والاخیار للولد عندنا مطلقا ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وہذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان اراد الانفراد فلہ ذلک مؤید زادہ معزیا للمنیۃ اور نہین ہی اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہی چاہے ان کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہی کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہی اور بعد بالغ ہونے کے تو اسکو اختیار ہی ماں باپ کے پاس رہنے مین اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اسکو جائز ہی چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہی منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا مشروط ہی اسکے رشید ہونے پر اور اگر اسکی تنہائی مین خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہی کہ ایک عورت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہی اور حالانکہ بیٹا کنوئین سے پانی بھر لاتا ہی میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہی تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہی اور یہ تیری ماں ہی تو ہاتھ پکڑلے جسکا تو چاہے تو اُسنے ماں کا ہاتھ پکڑلیا سو وہی اُسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہی حنفیہ یہ جواب دیتے ہین کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہ لڑکا بالغ ہوگیا تھا اسواسطے کہ کنوئین سے پانی بھر لانا دلیل ہی بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہین کہ لڑکا نافہم وہین کا رہنا اختیار کریگا جہان کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہو گا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہی کہ صحابہ کرام لڑکون کو اختیار نہین دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیۃ المدنی وافادہ بقولہ بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمہا الاب الی نفسہ الا اذا دخلت فی السن واجتمع لہا رای فتسکن حیث احبت حیث لا خوف علیہا اور حکم بلوغ کا مصنف نے اپنے اس قول مین بیان کیا کہ پہونچی لڑکی عورتون کی حد پر یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہی تو اسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اسکو فاسق مردون کے مکر وفریب کی خبر نہین مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہوجاوے اور عقل کامل ہوچکے تو رہے جہان اُسکا جی چاہے اسواسطے کہ اب خوف باقی نہین رہا اور دخول فی السن سے مراد یہ ہی کہ مسنہ اور بڑھی ہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الوجیز وکفایۃ المستحفظ وان ثیبا لا یضمہا الا اذا لم تکن مامونۃ علی نفسہا فللاب والجد ولایۃ الضم لا لغیرہما کما فی الابتداء بحر عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اُسکا نکاح ہوچکا ہو تو باپ کو ولایت اُسکو پاس رکھنے کی نہین مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنی خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہی نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا مین پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد مین بھی ولایت ہی کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ والغلام اذا عقل واستغنی برایہ لیس للاب ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن مامونا علی نفسہ فلہ ضمہ لدفع فتنۃ او عار وتادیبہ اذا وقع منہ شی ولا نفقۃ علیہ الا ان یتبرع بحر اور لڑکا جبکہ عاقل ہو اور ایسا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سکھانے کا تو باپ کو اسپر ولایت نہین اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اُسپر اطمینان اور اعتماد نہو یعنے مرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت مین باپ کو اختیار ہی اُسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار وننگ کے اور باپ کو ولد بالغ کی تادیب کا اختیار ہی اگر اس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اُسکا نفقہ واجب نہین اگر وہ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ بحر الرائق والحاشیۃ المدنی والجد بمنزلۃ الاب فیہ فیما ذکر اور دادا باپ کے برابر ہی اسمین جو مذکور ہوچکا وان لم یکن لہا اب ولا جد ولکن لہا اخ او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا اور اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہ ہو اور اُسکا بھائی یا چچا ہو تو اسکو اختیار ہی بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہی نہ مفسد مال

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہی اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اُسکو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار نہوگا اور اسیطرح حکم ہی ہر عصبہ مین جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہی یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہی اور فاسق کو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی و الا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ اُنکے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اسمین حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اسکو چھوڑے جہان چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اُسکی حفاظت پر کچھ فرق نہین اسمین باکرہ اور ثیبہ مین حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہی کہ مسلمانون کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤیدزادہ معزیا للخلاصۃ اور جبکہ ہو نچین لڑکے کسب کی حد کو یعنی کسب و کار کے لائق ہون قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ اُنکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کرین یا اُنسے نوکری اور مزدوری کراوے اور اُنکی اجرت سے اُنپر خرچ کرے بخلاف لڑکیون کے کہ اُنکا خرچ باپ پر واجب ہی نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہون نوکری اور مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہون اسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ باقی املاک صغیر کی امین کے پاس سپرد رہینگی اگر باپ فضول خرچ ہو چنانچہ اسکی تصریح کی ہی مؤیدزادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کرکے ولیس للمطلقۃ بائنا لبعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی جائز نہین مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان مین زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونون شہرون مین زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اُسیدن اپنے شہر مین پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونون شہرون مین اتنی مسافت قریب ہوئی ایکدن مین جانا اور آنا متصور ہی تو اُس شہر مین جانا ایسا ہی جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کی طرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لا لضرر الولد بتخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا وقد نکحہا ثم ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستامنین درصورت تفاوت دو شہرون کے مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہین مگر اسصورت مین جائز ہی کہ مطلقہ گانون سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر مین صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانون مین لیجانا درست نہین بسبب ضرر صغیر اسواسطے کہ گنوارون کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی مگر اسصورت مین شہر سے دوسری بستی مین بھی لیجانا درست ہی جبکہ وہ بستی جسمین مطلقہ گئی ہو وطن ہی اُسکا اور حالانکہ وہین زوج نے اُسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانون ہو بنابر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہان صغیر کا لیجانا درست نہین مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونون کافر مستامن ہون تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب مین بھی جائز ہی وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا لبقاء حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی مین لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق مین ہی اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوئی ہو قادر نہین صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونون مین عقد نکاح نہین مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہی چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کی رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش مین ہی فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر بہ الی ان یعود حق اُمہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا وہو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے زوج نے

اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہی باپ کو سفر مین ساتھ لیجانا صغیر کا یہانتک کہ عود کرا دے حق اسکی مان کا یعنی جب صغیر کی مان
کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر مین صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ ان کے پاس پہونچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہوگیا حق حضانت نے عود کیا کذا فی
السراجیۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہی اس شرط سے کہ جب بعد مان کے حق حضانت نے کسیطرف انتقال نکیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہی مقام تردد
اسمین نہین یعنی مان کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہوگی تو سفر مین لیجانا نہ جائز ہوگا اسواسطے
کہ بعد مان کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہی م شرنبلالیہ مین برہان سے وہ روایت منقول ہی جو سراجیہ کے مخالف ہی کہ باپ کو صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغناے
صغیر کے جائز نہین اگرچہ مان کی حضانت نرہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہوجانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی له اخراجه الی مکان یمکنہا ان
تبصر ولدہا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی مین ہی کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ کو صغیر کا لیجانا شہر سے اس مکان تک درست ہی کہ ممکن ہو مان کو دیکھ آنا اپنے لڑکا
ہر روز چنانچہ ایک شہر کے دوسرے کنارے مین لیجانا بھی اسی شرط کر شرط ہی یعنی ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانۃ
الام فاخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہ لہا بل ہی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک انتہی شیخنا الرملی بان لیسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات کالاب
وغیرہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہی اور سراجیہ مین ہی کہ جب ساقط ہوئی حضانت مان کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر
کو مان کے پاس بلکہ مان جب صغیر کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاویگی اور فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے
باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بھی دیا ہی کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکھنے مین مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکھ سکتا کذا فی
الخلاصۃ والتاتارخانیۃ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا خرج بالولد ثم طلقہا فطالبتہ بردہ ان اخرجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردہا ثم طلقہا
فعلیہ ردہ بحر بحر الرائق مین ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہی کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پھر عورت کو طلاق دی
پھر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اسکو بصرہ مین عورت کے پاس پہونچا دینا لازم نہین بلکہ
عورت سے کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اسکے لیگیا تھا تو صغیر کو پہونچا دینا مان کے پاس لازم ہوگا باپ پر چنانچہ صغیر
کو ساتھ اسکی مان کے لیگیا تھا پھر مان کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہی پہونچا دینا صغیر کا مان کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی

باب النفقہ

ہی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہی نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر وشرعا
ہی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع مین نفقہ عبارت ہی طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی محمد سے منقول ہین کذا فی منح الغفار
اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہی اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہی کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شے کا عبارت ہی اُس خرچ مین
کرنے سے جس سے وہ شی باقی رہے تو اسمین بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہوگیا دع فاہی، الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہین لہذا اکثر
کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین اسواسطے کہ عطف مقتضی ہی مغایرت کا م وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہی
حق تعالی نے آیت مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہی دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکھو عورتون
کو جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اسکو دیا ہی اتنا
صرف کرے حقتعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر
یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تمہیر رزق واجب ہی موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہوگیا ہی کذا فی فتح القدیر و

الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلثة فی زوجیة و قرابة و ملک بدا بالاول لمناسبتہ لما مر او لانہا اصل لولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہی غیر شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونے سے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونے سے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہانتک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہین لہذا باب النفقہ مین بھی پہلے اُسی کا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہی ولد کی اور ولد شاخ ہی زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا فتجب للزوجة بنكاح صحيح فلو بان فساده او بطلانه رجع بما اخذته من النفقة بحر تو واجب ہی نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ وہ معتدہ نکلے غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اُس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہی کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعاً زوجہ نہین تو اسکا نفقہ بھی واجب نہین لیکن نکاح فاسد مین عدت واجب ہی اور نکاح باطل مین عدت نہین اسواسطے کہ وہ زنا ہی اور زانیہ پر عدت نہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین نفقہ پھیر لینا مذکور نہین مگر نکاح باطل مین اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد مین نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہی بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدم ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہین اور یہی عالمگیری مین بھی مذکور ہی کذا فی حاشیة المدنی علی ع وجوبها لانها جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہی زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلہ ہی احتباس کا یعنی زوج کے گھر مین مقید ہوئی تلاش معاش کو نہین جاسکتی لہذا زوج پر اسکی خبرگیری ضروریات کی واجب ہوئی یہ دلیل عقلی ہی وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہی جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ مین مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعة غيره تلزمه نفقته كمفت وقاض وعامل ووصي زيلعي ومقاتلة قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربة اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کے واسطے تو غیر پر اُس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ انکا بقدر کفایت اُنکی اور اُنکے اہل و عیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہی اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی مین مصروف اور محبوس ہین اپنی تلاش معاش نہین کرسکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال مین واجب ہی اُس مدت تک کہ صغیر کے مہمات مین مصروف رہے کذا فی الزیلعی اور اسی طرح رزق مجاہدین کا بیت المال مین واجب ہی کہ دفع اعدائے دین پر وہ قائم اور مستعد ہین اور جس مضارب نے کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت مین اسکی روزی واجب ہی ولا يرد الرهن لحبسه لمنفعتهما اور اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونون کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ قاعدہ ہوا کہ جب کوئی غیر کی منفعت کے واسطے محبوس ہو تو غیر پر اُسکی روزی واجب ہی تو لازم یہ ہی کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہی نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہین جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونون کو فائدہ ہی راہن کو یہ فائدہ ہی کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہی تو جب دونون کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئے لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغيرا جدا في ماله لا على ابيه الا اذا كان ضمنها كما مر في المهر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اُسکے مال مین نہ صغیر کے باپ پر مگر اُسصورت مین باپ پر واجب ہوگا جبکہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر مین اسکا ذکر ہو چکا لا يقدر على الوطي لان المانع من قبله اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہین نفقہ زوجہ کا واجب ہی اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہی نہ زوجہ کیطرف سے ہان اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہوگی تو نفقہ واجب نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ مین مذکور کریگا او فقيرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو كانت مسلمة او كافرة او كبيرة او صغيرة تطيق الوطي او تشتهى للوطي فيما دون الفرج حتى لو لم تكن كذلك وكان المانع منها فلا نفقة كما لو كانا صغيرين نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی برابر ہی کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہی یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے بھی لائق نہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کیطرف سے ثابت ہوگا تو اسصورت مین نفقہ اُسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اسطرح بھی نفقہ واجب نہین

جبکہ زوج اور زوجہ دونوں بہ نیابت صغیر ہوں ہر چند صغیر ہیں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہے تو باوجود
قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہ ہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ مصنف کو مناسب تھا کہ بجاے ولو کانت مسلمہ کے سوار کانت کہتا کما لا
یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ لو کانہ کیا فقیرۃ او غنیۃ موطورۃ اولا کان کان الزوج صغیراً او کانت رتقا او قرنا خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار
مدخولہ ہو یا نہو اسطرح پر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب یادتی ہڈی یا گوشت زائد کے
لائق جماع کے نہوے تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اسکا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہیں کہ
زوج ایسی صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے متنفع ہو سکتا ہے اور نفقہ واجب ہوتا ہے احتباس یا منفعت سے مطلقاً نہ بالخصوص احتباس یا وطی سے او معتوہۃ
او کبیرۃ لا توطا وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور
اسیطرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمتگزاری اور موانست کے ہے اگر زوج اسکو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو
پسند کیا ہے صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق **ولو منعت نفسہا للمہر** دخل بہا اولا ولو کلہ موجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر واقرہ
محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہ ہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے
باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو
موجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے
اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اسی لیے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہے تو باوجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالہما یفتی ویخاطب
بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونوں مقدور والے ہیں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اور اگر دونوں مفلس ہیں تو تنگی نفقہ کی لازم ہے اور اگر زوج کم مقدور ہے
اور زوجہ مقدور والی ہے تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہے اور
زوجہ محتاج ہے تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اسکو جس سے آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب
مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالدار عورتوں سے کم اور محتاجوں سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال
زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایہ کی
دلیل نص قرآنی ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اسکے موافق دے ہدایہ میں قول مفتی بہ کیواسطے اس حدیث سے استدلال
کیا ہے جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہیں دیتا جو مجھکو اور میرے ولد
کو کفایت کرے لیکن اگر اسکی نادانستگی میں لے لوں تو مجھکو کفایت کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور
کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت
کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہے اسکے مقدور سے وہ اسپر دین رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا **ولو ہی فی بیت ابیہا** اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ
زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نہ کیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر میں اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا
طلبہا ولم تمنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا ما منعت

وعلیہ الفتوی کما حررہ فی الفتح اور اسی طرح نفقہ واجب ہی جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اُسنے آنے سے انکار نہ کیا ہو یا انکار کیا ہو وے مہر معجل لینے
کیواسطے یا بیمار ہو گئی ہو زوج کے گھر مین اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نہ رہی ہو تو بھی وہ مستحق ہی نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے
احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسی طرح واجب ہی نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر مین پھر زوج کے گھر مین آئی یا اپنے
گھر مین بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس آنے سے مانع نہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہی چنانچہ فتح القدیر مین اسکو تحریر کیا ہی وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت
لدار ابیہا ان لم یکن نقلہا بمحفۃ ونحوہا فلہا النفقۃ والا لا کما لا یلزمہ مداواتہا اور خانیہ مین ہی کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر مین پھر زوج
نے اپنے گھر مین بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہو اُسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری مین تو وہ نفقہ کی مستحق ہی اور اگر ڈولی مین آسکتی ہو اور نہ آوے تو اسکا نفقہ لازم
نہین چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہین اور نہ اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہی کذا فی العالمگیریۃ لا نفقۃ لاحدی عشر مرتدۃ ومقبلۃ ابنہ
ومعتدۃ موت ومنکوحۃ فاسد وعدتہ وامۃ لم تبوء وصغیرۃ لم توطأ والخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ خلافا للشافعی
زوج پر نفقہ واجب نہین گیارہ عورتون کا زوجہ مرتدہ کا اور اُس عورت کا جسنے زوجہ کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہی جمیع اصول اور فروع زوج کی
تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اُس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہین دیا اور
زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہین اور نفقہ واجب نہین اُس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت
کو شرع مین ناشزہ کہتے ہین یہانتک کہ زوج کے گھر مین پھر آوے تو ناشزہ رہیگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر مین آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے
اُنکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر مین آگئی تو نفقہ اُسکا واجب نہوگا تاوقتیکہ زوج گھر
مین نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن حاشیۃ البحر للمصطفی نشوز لغت مین عبارت ہی ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی خروج ناحق
اور منع نفس سے اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہی کذا فی البحر والقول لہا فی عدم النشوز بیمینہا وتسقط بہ المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا
معتبر ہی عدم خروج مین ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہین ہین اور زوجہ منکر ہی نشوز کی اور اسپر قسم کھاتی ہی تو زوجہ ہی کا
قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہی بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مقروضہ قول اصح مین مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا
ہو اور چند ماہ اسپر گذر گئے اور اُسنے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہو گیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اُسنے نفقہ قرض لیا
ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہی موت کا خواہ زوج مر گیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن الذخیرۃ قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر مین
وطی سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہی چنانچہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی
وشمل الخروج الحکمی کان کان المنزل لہا فمنعتہ من الدخول علیہا فہی کالخارجۃ مالم تکن سالتہ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہی چنانچہ مکان
عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت بمابر خارجہ کے ہی اُسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جب تک کہ زوجہ نے زوج سے نقل
مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر مین رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان مین لیچل مین یہان نہ رہونگی اور اگر زوج نے اسمین توقف
کیا ہو اور زوجہ نے اُس حالت مین اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اُسکا ساقط نہوگا ولو کان فیہ شبہۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فہی ناشزۃ لعدم
اعتبار الشبہۃ فی زماننا بخلاف ما لو خرجت من بیت الغصب اوابت الذہاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی بعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ اور اگر اُس گھر مین جسمین
زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہی شبہہ ہو معلوم نہین کہ حلال مال سے بنا ہی یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہان جانے سے

انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہی بسبب معتبر ہونے شبہات کے ہمارے زمانہ مین یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہین کہ شبہات سے آدمی بچے حرام
خالص سے بچنا البتہ ضرور ہی علاوہ اسکے اجتناب شبہات مستحب ہی اور اطاعت زوج فرض ہی اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے زبون ہی بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کے
گھر مین رہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہی سو وہ وہانسے نکلگئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر مین رہتا ہی اور وہان زوجہ کو بلایا اور وہان
جانے سے اُسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر مین ساتھ لیجاوے اور اُسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہین اور اُسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہی اسواسطے کہ سفر مین لیجانا
بدون رضی زوجہ کے زوج کو جائز نہین یا زوج سفر مین ہی اور اُسنے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اُسنے اُسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ
نہین اور اُسکا نفقہ زوج پر لازم ہی اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہین اور اگر سفر سے کم مدت ہی یعنی ایک یا دو منزل ہی اور نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کریگی
تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا للارضاع صبی وزوجہا شریف ولم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگر اُسنے نوکری کرلی
لڑکے کے دودھ پلانے کی اور زوج اُسکا شریف ہی کہ اُسکو عار آتی ہی دودھ پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہین نکلی بلکہ وہین دودھ پلاتی ہی تو ناشزہ
نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ یہ عورت بھی ناشزہ ہی اور اسی قول کو شارح نے ضعیف کہا ہی محشیون نے قوی کہا ہی اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی پھر کیون منع نکرے
وعار شریف زوج کو لگاتی ہی ولو سلمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی بہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا بانہ لو تزوج من المحترفات التی تکون
بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات کو ندن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو
اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا بالعکس یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی ہو اور رات کو اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہو تو اُسکا نفقہ زوج پر لازم نہین بسبب
نقصان تسلیم کے اور مجتبی مین ہی کہ اس روایت سے معلوم ہو گیا جواب اُس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ مین پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو
یا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون مین رہتی ہین اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہین تو انکا نفقہ ازواج پر نلازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق مین کہا کہ
اس جواب مین اعتراض ہی مگر شارح نے اعتراض کو بیان نہین کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہی کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب مین معذور ہین بخلاف اُسکے جو بلا عذر رات
یا دن کو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اُسکا جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہین اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہی تو وہ کسب سے منع کرسکتا ہی طحطاوی نے کہا
کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونے کے بھی ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہین ہوسکتی ومحبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا
ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرۃ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ محبسہ مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہین اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کے
احتباس اور قابو مین نہین مگر جبکہ زوج ہی نے اُسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہی تو اُسکو نفقہ ملیگا قول اصح مین کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ
نفقہ پاویگی اگر زوج قید خانہ مین اُس تک پہونچکر اُسپر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے مین نفقہ اُسپر لازم ہی ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو
یا حق پر عورت اُس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ قوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورت کیطرف سے نہین علاوہ اسکے زوج کے گھر مین وہ موجود بھی ہی اور وہ
نکل جانے سے راضی بھی ہوگا تو فی الحقیقۃ احتباس قائم ہی لکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری مین یون ہی کہ اگر زوج
قید خانہ سلطانی مین ہوگا تو قول صحیح یہ ہی کہ نفقہ ساقط ہی طحطاوی اور مدنی محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری مین یہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہی حالانکہ
فتاوی ہندی یعنی عالمگیری مین اُسکے مخالف ہی تو خطا نقل مین یا صاحب تصحیح قدوری سے ہی یا صاحب نہر سے جہانسے شارح نے نقل کیا ہی اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے
مخالف ہی کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہی باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورت کیطرف سے مانع تسلیم نہین تو محبوس سلطانی مین بطریق اولی واجب ہوگا مگر فتاوی قاضیخان اور
عالمگیری کو مین نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہی عبارت قاضیخان کی یہ ہی وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج
محبوس ہو قید خانہ سلطانی مین بظلم تو اسمین فقہا کا اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ زوجہ مستحق ہی نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری مین یہی عبارت بعینہ مذکور ہی واللہ اعلم فی البحر عن الفتاوی ان لو

خیف علیہا الفساد یحبس معہ عند المتاخرین اور بحر الرائق مین حال الفتاوی سے منقول ہو کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیجاوے ساتھ زوج کے
نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اُسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہان اجنبی مرد نہون کذا فی حاشیۃ المدنی ومریضۃ لم تزف

ای لا یمکنہا الانتقال معہ اصلا فلا نفقۃ لہا وان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیرا بحر اور اُس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہین جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر مین نہین
آئی یعنی ایسی بیمار ہو کہ بعد نکاح کے ہرگز نہین آسکتی زوج کے ساتھ تو اُسکا نفقہ واجب نہین اگرچہ وہ زوج کے گھر مین آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ نہ واجب ہوگا
بسبب عدم تسلیم کے تقدیرا کذا فی البحر ومغصوبۃ کرہا اور اُس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہین جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا ہو اور ابو یوسف کے نزدیک نفقہ منصوبہ کا

لازم ہو زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وحاجۃ ولو نفلا لا معہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس
اور اُس زوجہ کا نفقہ نہین جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہو بسبب نہ رہنے احتباس کے اور ابو یوسف کے
نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہو چلپی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضا کہتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانے مین سقوط اور عدم
سقوط نفقہ مین اختلاف ہو اور نفل حج مین تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہو ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اگرچہ زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنے کو
چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہو نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدرر امتنعت المراۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ
ان یاتیہا بطعام مہیا اگر انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہان غور کرنا چاہیے اگر زوجہ اُن لوگون مین سے ہو جو ایسے کام نہین کرتے چنانچہ عمدہ
خاندان رئیس زادی یا کہ زوجہ ہر چند امیر زادی نہین لیکن اُسکو ایسی بیماری ہو کہ اپنا کھانا نہین پکا سکتی تو زوج پر واجب ہو کہ اسکو پکا ہوا کھانا طیار دیوے والا بان کانت

ممن تخدم نفسہا وتقدر علی ذلک لا یجب علیہ اور اگر زوجہ اُن عورتون مین سے ہو جو اپنا کام آپ کرتی ہون اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور
روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا طیار کھانا دینا واجب نہین بلکہ اُسکو اناج دے وہ اپنے واسطے پیس پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب
ہین اگرچہ قاضی اُسپر جبر نہین کرسکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہین لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اُسکو دال و سالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے
کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہین کہ پکایا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودھ یا گھی نہ دے تا کہ روٹی بخوبی کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا

دیانۃ ولو شریفۃ لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین
اور جائز نہین زوجہ کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا مین بانٹ دیے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ
علی مرتضی کے ذمہ پر کر دیے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر مین جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کر دیے حالانکہ وہ تمام عالم
کی عورتون کی سردار ہین یہانتک کہ عایشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہو اسواسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہو جو سید الخلق ہو پھر جب اندر گھر کے کام سیدۂ عالمین کے ذمہ پر ہوے تو اب کون شریف زادی عذر کرسکتی ہو لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت
تقسیم اعمال خارجی اور باطنی مین گفتگو کرتے ہین کہتے ہین کہ ان کامون کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تھین نہ بحکم رسالت اور اسمین بھی تامل ہو کہ
صحابی عورتین کاروبار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تھین یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہد نے دیانۃ واجب کہا نہ قضاء اسواسطے کہ جنکو گاہے
عادت نہین ایسے کامون کی اُنپر سخت مصیبت ہو لہذا قاضی اُنپر جبر نہین کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب علیہ آلۃ طحن وآنیۃ شرب وطبخ ککوز وجرۃ

وقدر ومغرفۃ وکذا سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ وما تنظف بہ وتزیل الوسخ کمشط واشنان وما یمنع الصنان ومراس جلہا وتمامہ فی الجوہرۃ
والبحر اور زوج پر واجب ہین آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل اور بٹہ اور پانی پینے اور پکانے کے برتن جیسے کوزہ اور گھڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی اسیطرح

ف امور خانہ داری زوجہ پر دیانت کی راہ سے واجب ہین

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیان اور چارپائیان اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے کنگھی اور اشنان جو مدینہ مین گھاس ہو بال صاف ہو جاتے ہین اُس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہی جو عورت کی بغل گندگی کو دور کردے اور زوجہ کے پانون کی جوتیان واجب ہین اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحرالرائق مین ہی حاشیہ مدنی ہی باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول ہی کہ تلذذ اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہین اسکا اختیار ہی چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہین مگر اسقدر کہ لسباہند کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہین اور اتنا پانی دینا واجب ہی جس سے عورت اپنے کپڑے دھوے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر اور بحرالرائق کا باقی مضمون یہ ہی کہ زوج پر واجب ہین لکڑیان جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہی کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہ جو خلاصہ مین ہی کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہین سو ضعیف روایت ہی وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جارت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحرالرائق مین ہی کہ اُجرت دائی جنائی کی اُسپر ہی جسنے اُسکو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی دونون پر اُسکی مزدوری محتمل ہی **وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا وبردا** اور فرض ہی عورت کو پوشاک دینا ہر نصف سال مین ایکبار یعنی سال مین دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض مین بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے مین کام نہین آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی مین کام آتی ہی لہذا سال بھر مین دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی م اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اُسنے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہین کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ **وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ** ولو بعد فرض القاضی خلاصہ الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض ای یقدر لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصہ وغیرہا اور زوج کو جائز ہی نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اُسکی ضروریات کا خرید کردینا تاکہ عورت کو بازار نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کردینا بعد معین کردینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کردیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہین اور بعد معین کردینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اُسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہی کہ بہت لوگ اُسکی کشادہ چشمی کے سبب سے اُسکے دستارخوان پر کھاتے ہین تو قاضی کو نفقہ دینے کا اسپر حکم کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہی کہ اُسکے کھانے مین سے کھاے اور اسکے کپڑون مین سے کپڑا لے لیا کرے بے اُسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب نیک جود اور سخاوت کے غیرون کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ واجب مین کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم اتفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اُسکو قید کرے اُس قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا **قولہ فی کل شہر** ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کردے مراد اُسکی یہ ہی کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہرا دے جو مناسب ہو اس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایکدن کی مدت ٹھہرا دے اور زمیندار اور کشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہرا دے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لہار اور بڑھئی اور مزدور ہر روز محنت کرکے کماتے ہین سو کھاتے ہین تو قاضی ایسے لوگون پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کرین اسواسطے کہ ان پیشہ ورون سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہین ہوسکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہی اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اسپر مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہی نہ احترازی ولہ الدفع کل یوم لکن لہا

الطلب کل یوم عند المساء الیوم الاتی اور زوج کو اختیار ہی ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہی کہ ہر شام کے وقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ بفراغت
پیسے اور پکاوے خلاصہ یہ ہی کہ مہینے اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہین کہ اسکا ترک جائز نہو بلکہ بنابر تخفیف زوجین کے ہی اور اگر وہ راضی ہون کہ ہر روز دیا لیا کرین
توبھی جائز ہی ولہا اخذ کفیل بنفقۃ شہر فاکثر خوفا من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی فتح وقس سائر الدیون علیہ وبہ افتی بعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب الاول
اور زوجہ کو جائز ہی مہینے بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہوجانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہین چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال
بھر کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کہ بجبر اُس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی
دیون کو قیاس کر تو جس مدیون پر غائب ہونے کا خوف ہو تو اُس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہا نے فتوی دیا ہی چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے
پہلے باب مین یہ مذکور ہی فتح القدیر مین ہی کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا تا بقائے نکاح ضامن طلب کرے تو صحیح ہی ولو کفل لکل شہر لزم
ابدا و قع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند الثانی وبہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینہ مین اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوئی
باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نہ کہا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ مین ہر مہینے مین اتنا دیا کرونگا زوج
کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصا الا برضاہ لسقوطہا بالموت بخلاف سائر الدیون
اور بحر الرائق مین ہی عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کردے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم ملکر مجرا ہونگے بدون رضامندی
زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین مین سے حساب کرلو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اُسکے دین مین نہ مجرا ہوگا اسواسطے
کہ نفقہ دین ضعیف ہی کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہی بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہین ہوتے تو وہ باہم حساب مین مجرا ہوجاتے ہین خواہ
دونون شخص باہم مجرا دین یا نہ دین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارہا من زوجہا وہما یسکنان فیہ لا اجر علیہ اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجہ نے
کرایہ دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونون اُسمین رہتے ہین تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا م لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع مین حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہی
کہ فتوی اس روایت کے مخالف ہی یعنی زوج پر کرایہ اس صورت مین واجب ہی چنانچہ وہان معلوم ہوگا۔ لو دخل بہا فی منزل کانت فیہ باجر فطولبت بہ بعد
سنۃ فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء وعلیک الاجر فہو علیہا لانہا العاقدۃ بزازیہ اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کے اُس گھر مین جسمین وہ بکرایہ رہتی تھی پھر
عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اُسنے زوج سے کہا کہ مین تجھکو خبر دے چکی ہون کہ یہ مکان کرایہ کا ہی اور کرایہ تیرے ذمہ پر ہی تو زوج پر کرایہ
لازم نہ ہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہی نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفہومہ انہا لو سکنت بغیر اجارۃ فی وقف او
مال یتیم او معد للاستغلال فالاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونے کا یہ ہی کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم مین یا اس مکان مین جو
غلہ رکھنے کیواسطے تیار ہوا زوجہ رہے تو اُسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہین کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہی لہذا زوج
کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار وعزاہ المصنف لشرح المجمع
للمصنف اور قاضی ٹھہرادے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار
اور مصنف نے اپنی شرح مین اس عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کی طرف منسوب کیا ہی لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان شاء القاضی فرضہا
اصنافا او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق مین محیط سے پھر مجتبی سے منقول ہی کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلاً گیہون اتنے
اور گوشت اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المراتب یا اقسام ماکولات کی قیمت ٹھہرادے دراہم سے
پھر مجموعہ کا اندازہ درہم کردے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو قترت علی نفسہا فلہ ان یرفعہا للقاضی لتاکل ما فرض

لہا خوفا علیہا من الہزال فانہ یفرہ کما لہ ان یرفعہا للقاضی للبس الثوب لان الزینۃ حقہ اور بحر الرائق مین یہ ہی جبکہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کردیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پرخست کرے اور جمع کرنے کی طمع سے کم کھاوے تو زوج کو جائز ہی کہ اسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اُسمین سے جو اُسکے لیے مقرر ہو گیا ہی مبادا کہ بنہایت ضعیف اور دُبلی ہوجائے اسواسطے کہ لاغری وجہ کی زوج کیواسطے مضر ہی کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہی زوج کو کہ اُسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور کیون میلی کچیلی رہتی ہی اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہی مم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کے واسطے لازم ہی ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہی یعنی حجامت بنوانا اور سوچھ کترواناا ور موے زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہی اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرون کی طرف نظر جانے لگے گی پھر وہ فساد ہونگے کہ خدا پناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرائیل مین مردون کے زینت ترک کرنے سے الواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہی کہ مرد سرعت انزال سے آپ کو بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورت کو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہی عبداللہ بن عباس سے مروی ہی کہ مجھکو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہی جیسا کہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہی اور یہ مطالب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حقتعالی نے فرمایا کہ لہن مثل الذی علیہن بالمعروف کہ عورتون کا حق مردون پر ویسا ہی جیسا کہ مردون کا حق عورتون پر ہی بطریق شرع کذافی حاشیۃ الطحطاوی تزاد فی الشتاء جبۃ و سروالا اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ اور پاجامہ م یہ اُن عورتون کے حق مین ہی جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہی چنانچہ شرفاے ہند مین تو انکو سرما اور گرما مین پاجامہ دینا لازم ہی اور ظہیریہ مین منقول ہی کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی یون بیان کی ہی کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہی بعضے کہتے ہین وہ بڑی چادر ہی جس سے تمام بدن لپیٹکر عورت باہر نکلتی ہی اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہی درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہی فرق اتنا ہی کہ درع وہ ہی جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا دونون مونڈھون کیطرف ہو کذافی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہی کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہی موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب ہی باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے مختلف ہی تو ہر ملک مین ویسا ہی دینا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ لباس شیطانی جو لکھنؤ وغیرہ مین بالفعل رائج ہی کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہی حقتعالی انکو حیا نصیب کرے وما یدفع بہ اذی حر وبرد ورہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو ولحافا وفراشا وحدہا لانہا ربما تعتزل عنہ ایام حیضہا ومرضہا زیادہ دیا جاوے جاڑے مین لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے چاہیے کہ گاہے عورت جدا رہتی ہی زوج سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دنون مین صحیح حدیث مین وارد ہی کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہی ان طلتبہ لباس کے ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کردے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہی زوجہ کا بدون اسکی نالش اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم ہی نہین ویختلف ذلک یسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہی یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر موسم اور ملک کے کذافی الاختیار تو مقدور والے پر اُسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہی اور مفلس پر اُسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی مین اسکے موافق جیسے جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو ولیس علیہ خفہا بل خف امتہا مجتبی اور واجب نہین مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اُسکی لونڈی کا موزہ واجب ہی اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہی نہ زوجہ کذافی المجتبی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذافی حاشیۃ المدنی وفی البحر قد استفید من ہذا انہ لو کان لہا امتعۃ من فرش ونحوہا لا یسقط عن الزوج ذلک بل یجب علیہ وقد اینا ہا من یاربا بالفرش امتعتہا لہ ولا ضیا فہا جبر اعلیہا ذلک حرام کمنع کسوتہا انتہی اور بحر الرائق مین ہی کہ مستفاد ہوا اُس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہوا زقسم فرش اور ظروف

کے تو بھی زوج سے اُسکا دینا ساقط نہ ہوگا بلکہ واجب ہوگا اُسپر اور مقرر دیکھا ہی ہمنے بعضے مردون کو کہ عورت کے فروش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین
اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہ زبردستی بیگانے مال پر حرام ہی جیسے اسکی پوشاک نہ دینا حرام ہی انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المہر
عنہ عن التبعی لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی و علیہ فلو زفت الیہ و لا یحرم علیہ الانتفاع بہ و فی عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر لکثرۃ
الجہاز و قلتہ لقلتہ و لاشک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بامر کذا فی النہر شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کرچکے ہین باب المہر مین بحر الرائق سے بروایت مبتغی کہ اگر
زوجہ پہونچائی جاوے زوج کے پاس بدون اُسقدر جہیز کے جو اُسکے مناسب حال ہو تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہونچتا ہی مگر اُس صورت
مین مطالبہ نہین جب زوج چندمدت چپ ہو رہے تو اس تقریر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز مین زوجہ کے ساتھ فروش اور ظروف آئے تو زوج پر اُسسے
منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج مین یعنی مصر مین کثرت مہر التزام کرتے ہین واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے
ہین واسطے قلت جہیز کے اور بلاشک جو چیز کہ مروج اور معروف ہی وہ مشروط کے برابر ہی تو لائق ہی عمل کرنے کے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر
حرام نہین کذا فی النہر الفائق مصنف صاحب نہر کے کلام پر محشیون نے بہت گفتگو کی ہی اور ذکر کرنا اُسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہی خلاصہ یہ ہی کہ جہان بالیقین
اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کیواسطے کچھ دیتے ہون مثلاً مہر وہان کا سو درم ہوا اور زوج نے دو سو درم دیے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے
باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہی اور اگر باپ نے اُسکا جہیز نہ دیے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس
صورت مین زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہونچتا ہی اور اگر اسیطرح کا معمول و رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف مین لانا زوج کو جائز نہین بدون خوشی زوجہ کے
اسواسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہی نہ زوج ہان زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہی اگر وہ مہر لے چکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی و فیہ عن قضاء البحر بل تقدیر القاضی
للنفقۃ حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہی کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی
کے حکم مین داخل ہی یا نہین مین کہتا ہون کہ ہان تقدیر قاضی کی حکم ہی اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اسکی شرط کے موافق یعنی زوج کے حضور مین یہ دعوی ہی اور بعد
دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا ایسکا نام حکم ہی پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اسکو ایام گذشتہ
کا نفقہ دینا لازم ہوگا و لو فرضت لہا کل یوم او کل شہر اہ یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع و لذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل و بعدہ یصح مما مضی و من شہر مستقبل اہ جبکہ بتقدیر
قاضی نفقہ معین ہوگیا عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضاء بقاے نکاح تک ہوگا یا ایکدن یا ایک مہینے تک مین کہتا ہون کہ ہان یہ حکم تا بقاے نکاح زوجین مین
جاری چلا جاویگا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہی
اسلئے فقہانے کہا ہی کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور دین ہونا نفقہ کا بدون
حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے نہین ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہی اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و النہر حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر و الکسوۃ کسوۃ الشتاء و الصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہا یہانتک کہ اگر زوج نے
نکاح مین یہ شرط کی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہی بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس مین شرط کی کہ ایک ہی لباس رہیگا گرمی اور جاڑے مین تو یہ شرط
لازم نہوگی تو عورت کو اختیار ہی کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس مین قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہ شرط حکم قاضی نہین اور اس امر مین شرط
کی ہی کہ ہنوز واجب نہین ہوا اور یہ بحث ہی صاحب بحر کی روایت صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی و لو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا لعدم الدعوی
و الحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہی تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہی بسبب نہ پائے جانے دعوی
اور حادثہ کے مصنف صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مین نے یہ مسئلہ صریح نہین دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا مین یون منقول ہی کہ حکم قاضی کا اختلاف

مذہب کو نہین سُنا تا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعویٰ صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ مین تو یہ مقتضی ہو کہ بعد حکم قاضی مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہی
اسواسطے کہ یہ مسئلہ اسصورت مین مفروض ہو کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اُسکی صحت کا حکم کیا تو یہان خصومت اور دعویٰ پہلے
نہین واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرضہا دراہم ہل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم
فی موجبات الاحکام لا دعاية فلو حكم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک
باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر
ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہی یا نہین کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام مین کہ جائز نہین اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین
کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اُسکے مخالف جائز نہین اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اُسکو توڑ نہین سکتا سو اسکو یاد رکھنا
چاہیے ہان اگر زوج اور زوجہ دونون بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل ہو جاویگی تقدیر سابق یعنی جو
قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اُسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور ہے صادق آئی کہ جورو خصم راضی تو کیا کریگا قاضی
لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہوگی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وسنے
السراجیۃ قدر کسوتہا دراہم ورضیت وتقضی ہل لہا ان ترجع وتطلب کسوۃ قماشا اجاب نعم اور سراجیہ مین ہی کہ عورت کی پوشاک مین درہم مقرر ہوگئے اور وہ راضی
ہو گئی اور موافق اسکے قاضی کا حکم بھی ہو گیا اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک مین کپڑا طلب کرنا درست ہی یا نہین جواب دیا کہ ہان درست ہی وفا لوا الغنی من النفقۃ
لہا فتقضی باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معہا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہی کہ جتنا
بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہی تو اُسکو اور نفقہ قاضی دلادیگا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے
اپنی خوشی دس درم معینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم مین رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اُسکی مالک عورت ہی ماہ شوال مین یہ درم باقیماندہ
مجرا ہونگے بلکہ ماہ شوال مین اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کے یعنی اگر عورت نے
فضول خرچ کیا کہ مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دن مین اُٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر اقربا محرم کا
نفقہ بچ رہیگا تو مدت آئندہ مین مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسی طرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلادی اور چار پانچ مہینے مین
سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاویگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال کی
اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اسصورت مین دوسری پوشاک دلائی جاویگی یا عورت نے اُس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونون
پوشاکین سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئین تو اسکے واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی
مدت مین عورت کیواسطے کافی نہ تھی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر بالکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل
فلو لم یکن فی ملکہا او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہی ظاہر الروایۃ مین زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو
خادم کو سوائے اسکی خدمت کے تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہی پھر جب خدمت
نہین تو نفقہ بھی نہین اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو بھی اسکا نفقہ نہین سو اسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہین و لو جاء ہا بخادم لم یقبل منہ لا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل ما زاد
علیہ بحر بحثا لو حرۃ ولا امۃ جوہرہ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ کے
خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اُسکے نکال دینے پر زوج کو اختیار ہوگا کذا فی البحر بحثا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ ہو نہ لونڈی کذا فی

الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے موسرا لا معسرا فی الاصح والقول له فی الاعسار ولو برهنا فبينتها اولى خانية زوجہ کے خادم کا نفقہ اسوقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس میں اور اگر دونوں گواہ گذرانیں زوجہ گواہوں سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہوں سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگے کذا فی الخانية ولو له اولاد لا يكفيه خادم واحد فرض عليه لخادمين او اكثر اتفاقا فتح اور اگر زوجہ کے چند لڑکے ہوں جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدير وعن الثاني غنية زفت اليه بخدم كثير استحقت نفقة الجميع ذكره المصنف ثم قال وفي البحر عن الغاية وبه ناخذ قال في السراجية ويفرض عليه نفقة خادمها وان كانت من الاشراف فرض نفقة خادمين وعليه الفتوى اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار ہو بیاہی گئی زوج کے پاس بہت خادموں کے ساتھ تو سب خادموں کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایة البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ میں ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایة میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہیں کہ اسکے واسطے خادم نوکر رکھدے بلکہ بازار سے بردا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن السراجية ولا يفرق بينهما بعجزه عنها بانواعها الثلاثة ولا بعدم ايفائه لو غائبا حقها ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونوں میں بسبب عاجز ہونے زوج کے تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکے عدم ایفاء حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور رکھنے کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کرسکتا وجوزه الشافعي باعسار الزوج وبتضررها بغيبته ولو قضى به حنفي لم ينفذ نعم لو امر شافعيا فقضى به نفذ اذا لم يرتش الآمر والمامور اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہونچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا ہاں اگر حکم دے قاضی حنفی شافعی المذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بالقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے ہوں افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں ہو سکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کردیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہوگیا ہو سو یہاں ثابت نہیں ہو سکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہوگیا ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر والذخيرة وبعد الفرض يامرها القاضي بالاستدانة لتحيل عليه وان ابى الزوج اما بدون الامر فترجع عليه وهي عليه ان صرحت بانها عليه او نوت ولو انكر نيتها فالقول لها مجتبى اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے اداے قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اُس سے کہے کہ میں تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرض میرے زوج سے بھر لیجیو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے بھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اسکی نیت کرلی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا کذا فی المجتبى وتجب الادانة على من تجب عليه نفقتها الصغار لولا الزوج كاخ وعم ويحبس الاخ ونحوه اذا امتنع لان هذا من المعروف زيلعي والاختيار وتصحيح اور واجب ہے قرض دینا اس پر جس پر عورت اور اسکے چھوٹے لڑکوں کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہوتا جیسے بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اسکے مانند ہے جبکہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہ معروف اور مروج ہے

کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب یہ واضح ہوگا فروع مین ہم زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار مین ہر کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہو اور اُسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہو
یا بھائی مالدار ہو تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہو اور حکم کیا جاویگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب ہُو سکے زوج کو مقدور ہو تو اُس سے اپنا قرض
بھرلے جتنا کہ عورت کو دیا ہو اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال مین بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہو تو اس وجہ سے معلوم ہوا کہ
قرض دینا عورت کے نفقہ کیواسطے جبکہ عورت اور اُسکا زوج مفلس ہون واجب ہو اُس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس
کی اولاد صغیر ہو اور اُسکو اُنکے خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر انکا باپ نہوتا جیسے مان اور بھائی اور چچا جب
صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر اُنکو کھلایا پہنایا ہو اس سے بھرلے کذا فی حاشیۃ المدنی **قضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ الیسار فی المستقبل** قاضی نے
حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پھر بعد مدت کے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس بنی رہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ مین تو پورا کردے
قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آیندہ کیواسطے نہ زمان گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہان نفقہ متوسط ہی اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بموجب
قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہو اور اگر مصنف یون کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہو جیسا کہ قول آیندہ مین ہو تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی **و بالعکس وجب**
الوسط لما مر وما سکے بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونون مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کردیا تھا پھر زوج مفلس ہوگیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سے
کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب مین اسکا بیان گذر گیا **صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی**
دراہم ثم قالت لاتکفینی زیدت صالح کرلیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھکو بقدر درم کفایت نہین کرتے ہین تو زیادہ دلائے
جاوینگے درم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہو کہ بمجرد دعوی کے بدون ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ مین زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم تعین
ہون تو اُسکے دعوی کو نسنے ورنہ الا بقدر کفایت زیادہ کردے چنانچہ خانیہ مین ہو کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اُسکو کفایت نہین کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا
اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہو اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہو کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کردیا پھر غلہ گران ہوگیا یا سستا ہوگیا تو قاضی اُسکو بدل ڈالے کذا فی
حاشیۃ المدنی **ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال** اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم دینے
کی طاقت نہین تو یہ صلح لازم ہو اور کچھ التفات نہ کیا جاویگا اُسکے قول پر کسی حال مین اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہو اسکے قادر ہونے پر **الا اذا تغیر**
سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک الصالح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ
بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جبکہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہو اُس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہو تو اسوقت مین
قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کردے نقل کیا ہو اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین خانیہ سے اور بحر الرائق مین ذخیرہ سے منقول ہو کہ مصالحہ زوج پر لازم ہو مگر یہ کہ معلوم
کرے قاضی زوج کی ہمیقدری لوگون سے پوچھکر تب ٹھہراوے نفقہ کو بقدر اُسکی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا من نفقتہا کل شہر علی مائۃ درہم والزوج محتاج
لم یلزم الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ مین ہو کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینہ کے نفقہ مین سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہو تو لازم نہ ہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا
یعنے عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا **و النفقۃ لا یصیر دینا الا بالقضاء او الرضا** ای اصطلاحہما علی قدر معین
اصناف او دراہم **فقبل ذلک لا یلزم شئی** اور نفقہ زوجہ کا دین نہین ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضاء طرفین یعنی دونون کے مصالحہ کرلینے سے قدر معین پر خواہ
درمون پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسمون پر مثلاً گیہون اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند مدت بدون نفقہ
گذر گئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کردیا یا دونون قدر معین پر راضی ہوگئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا **و بعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا**
امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اُسکو زوج سے بھرلیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے **ولو اختلفا فی المدۃ فالقول**

او دابنيته لها ولو انكرت الانفاق فالقول لها بيمينها ذخيرة اور اگر دونون مین اختلاف پڑا مدت مین مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہی اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا ساتھ اُسکے قسم کھانے کے کذا فی الذخیرة

وبموت احدهما وطلاقها ولو رجعيا كما فی الظهيرية والخانية واعتمد فی البحر بحثا عدم سقوطها بالطلاق لكن اعتمد المصنف فی جواهر الفتاوی وعليه الفتوى عدم سقوطها بالرجعی كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشی الاشباه وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالی فی شرحه الوهبانية بحثه فی البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة فتامل عند الفتوى **يسقط المفروض** لانه صلة اور ساقط ہوتا ہی نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظهيرية والخانية اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہی اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہی چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہی اور بحر الرائق مین بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہی طلاق مین رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہی کہ طلاق رجعی مین عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہی تاکہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالین اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کرلین تاکہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمین عورتون کا بڑا نقصان ہی اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی مین اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہی شارح کہتا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہی یعنی مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اُس قول کی تصحیح کی ہی جسکی بحث بحر الرائق مین کی یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہی کہ عدم سقوط ہی اصح ہی اور رد کیا ہی اُسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہی واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہی سو تامل اور غور کیجائے مفتی مسئلہ مین فتوی دینے کیوقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونے کے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کیواسطے اُسنے طلاق دی ہی تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی ہی تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے مقدسی نے رمز تامل یہی ذکر کی ہی اور طحطاوی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہی کذا فی حاشية المدنی

الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت او طلاق فی الصحيح لما مر انها كاستدانة بنفسه وعبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره فليحرر مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح مین کذا فی المحیط اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہی کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہی بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہی ویسے ہی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یون ہی کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہی مگر جبکہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہین ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی کے قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہی تو لائق اعتماد کے نہین کذا فی حاشية المدنی

ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتی اور نہ پھیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہی نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اُسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود ہو صرف مین نہ آیا ہو تو بھی مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانية والفتح

يباع القن وسعى مدبر ومكاتب لم يعجز **المأذون بالنكاح** وبدونه يطالب بعد عتقه **فی نفقة زوجته** المفروضة اذا اجتمع عليه بالعجز عن ادائه ولم يفده ذخيرة ولو بنت المولى اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ مین بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولی نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اُس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اُسکی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور وہ مکاتب جو عاجز نہین ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اُس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جبکہ اُسپر اسقدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اسکے ادا کرنے سے عاجز ہو اور اُسکا مالک اُسکے عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرة اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اُسکے واسطے بیچا جاویگا **لا** لامته و**لا** نفقة ولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اُس زوجہ کا جو لونڈی ہی غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اُسکے ولد کا اگرچہ زوجہ اُسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی مان پر واجب ہوگا اگرچہ مان اُسکی مکاتب ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہی اپنی مان کا حر اور مکاتب ہونے مین یعنی اگر مان حرہ ہی تو لڑکا بھی حر ہی پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اُسکا نفقہ کیونکر ہو اور مان اُسکی مکاتبہ ہی

تو لڑکا بھی مکاتب ہی اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہی یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اُسکا مولے پر ہی اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہی مولی کا ولو مکاتبین سعی لامہ ونفقۃ علی ابیہ
جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اُسکے کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہی اور
نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی کذا فی الجوہرہ م عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں
کے ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اُسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا
انتہی مضمون الجوہرۃ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہی کہ نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی سو غلط ہی اسواسطے کہ مخالف ہی جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ ایک مرد نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کر دیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ
پر تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہوگئی ہی مرۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری لبعد با اشتراہ من علم بہ او لم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا و
کذا المشتری الثالث وھلم جرّا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر
غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اُس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اُسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اُسنے جانا اور راضی ہوگیا یعنی یہ نقصان
جانکر ردبیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسی طرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا
جاویگا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہی یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہی تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اُسکے دینے سے عاجز ہوگا تو
اتنی بار ادائے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون میں ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسی طرح مذکور کیا ہی
کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصطلاح میں سو جو کہ درر غرر میں باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہی سو سہو اور غلط ہی م شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ
کے کلام کا حاصل یہ ہی کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اُسکا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا سو اُسپر ہزار درم جمع ہوگئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا
اور یہی اُسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اُسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہی تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی
سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر غرر میں ہی تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ بیع ثانی
غلام کی واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ دین نفقہ میں جو غلام بار بار بیچا جاتا ہی سو اسکی
علت یہ ہی کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہی مشتری کے پاس اور حالانکہ پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو اُنکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اسکے ادا
کیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح الغفار وحاشیۃ المدنی **وتسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح** اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح میں و
یباع فی دین غیرھا مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں
ہوتا جاتا ہی بلکہ یکبارگی ہوتا ہی تو اسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی ویسعی فی الماذون ان الملزما استعار ہ ومفادہ ان لھا استعارۃ ولو نفقۃ کل یوم بجر اور آویگا احکام عبد
ماذون میں کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اُسکی اجرت لینا درست ہی اپنے دین میں تم اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اُس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا
جائز ہی اگرچہ ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہی قال ھل یباع فی کفنھا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتھا کہا صاحب بحر نے کہ غلام
زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہی یا نہیں جواب دیا کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہی م یہ جواب نہایت مستند اب
نہیں بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہی صاحب بحر نے استخراج کیا ہی اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی **ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ**
ولو مدبرۃ او ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ ان یدفعھا الیہ ولا یستخدمھا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہیں واجب
ہوتا ہی زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اسکو سپرد کر دے مالک اور اُس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاروبار میں رکھیگا

تو زوج پر نفقہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اُسکے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہین اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے
پاس بھیجدے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت مین رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
فلو استخدمها المولی اہلہ بعدہا او بوا ہا بعد الطلاق لاجل انقضاء العدۃ لا قبلہ ای لم یکن بوا ہا قبل الطلاق سقطت بخلاف حرۃ نشزت نطلقت
فعادت سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگون نے یا علیحدہ مکان دیا اُسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاے عدت کے نہ قبل اسکے یعنی قبل طلاق کے مولی
نے جدا مکان اُسکو نہ دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکلگئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر مین
پلٹ آئی واسطے عدت کے تو اُسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر وفی البحر بحثا فرض النفقۃ قبل البیوتۃ باطل و نفقات الزوجات المختلفۃ مختلفۃ بحالہا اور بحر الرائق مین بنا بر بحث کے
ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہین مناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر مثلاً زوج
غنی کی دو زوجہ ہین ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بکشایش ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ
متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب لہا السکنی فی بیت خال عن اہلہ سوی طفلہ الذی لا یفہم الجماع وامتہ وام ولدہ واہلہا ولو ولدہا من غیرہ بقدر
حالہا کطعام وکسوۃ اور جسطرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اُسیطرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج
کے لوگون سے یعنی اسمین زوج کی مان بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہین جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج
کا موجب نہین اسواسطے کہ نا فہم طفل سے شرم نہین آتی اور لونڈی اور ام ولد کا ہٹا دینا صحبت کے وقت اختیاری کام ہے اور جنانچہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگون سے خالی
چاہیے ویسے ہی زوجہ کے لوگون سے بھی خالی چاہیے اگر زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے
کہ سکنی الدار کا برابر نہین محتاج کے مکان سے وبیت منفرد من دار لہ غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفادہ لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء بہ بحر کفاہا لحصول المقصود ہدایہ
اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر مین سے ایک کوٹھری قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز مین کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت کے
مکان بھی جدے لازم ہین تو مستفاد ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچیخانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہو کذا فی البحر الرائق مین ہدایہ مین ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے
واسطے حصول مقصود کے یعنی اسباب محفوظ رہیگا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ مین فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہین کیا اور صاحب بحر
نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ
لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اسمین نجاتے ہون خالی مفسدت سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی م جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مردیدینا واجب ہے
تو یہ جو ہندوستان مین علی الخصوص قصبات مین رواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہین کرتے خصوصاً جسکے گھر مین فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہے اسمین سب
گھر کے لوگ رہتے ہین اور دالان یا چھپر مین ایک کپڑے کا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہین یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمین صریح زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف
بیحیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار نہونا متصور نہین تو اسکو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے علیحدہ مکان مقید کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانیۃ یشترط ان لا
یکون فی الدار احد من احماء الزوج یؤذیہا اور بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر مین کوئی زوج کے اقربا سے نہو جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف
دیتا ہو م لغت عرب مین احماء انکو کہتے ہین جو زوجہ کے رشتہ دار ہون جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ مین تصریح ہے کہ جب باپ کے گھر
مین مکانات متعدد ہون اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ ملگئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر مین رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہین پہونچتا
کذا فی منح الغفار ونقل المصنف عن الملتقط کفایۃ مع الاحماء لا مع الضرائر فلکل من زوجتیہ مطالبتہ ببیت من دار علیحدۃ اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے
کفایت کرتا ہے گھر کا ساتھ سسر یا دیور کے نہ ساتھ سوتون کے تو دونون زوجہ مین سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہونچتا ہے

فرضہا

اسواسطے کہ جسقدر عورت کو سوت کے پاس رہنے سے تکلیف ہوتی ہی اتنی سسر یا دیور سے نہین ہوتی م علی الخصوص ہندوستان کی عورتین کہ سوت سے نہایت رنج مین ہوتی ہین
لسبب قلت رواج کے تو ہندوستان مین دو بیاہتا چار سوتون کو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہی ولا یلزمہ اتیانہا
بمؤنسۃ و یومر الزوج باسکانہا بین جیران الصالحین بحیث لا تستوحش سراجیۃ اور واجب نہین زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضا سے
حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گھبرائے اور اسکو وحشت نہو کذافی السراجیۃ م بیان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہی نہ فتاوی
کہ سراجیہ کر کے مشہور ہی کذافی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو انکو پکار سکے یا تنہائی کے وقت
ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہین کذافی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران لیس
مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گردپیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین اسواسطے کہ اسمین عورت کو امن نہین کذافی البحر الرائق
وفی النہر وظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لا سیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ شرنبلالی بامران مالا جیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق مین
ہی کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہی یعنی زوج پر واجب ہی کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون
سے خصوصا جبکہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہی لیکن اسمین اعتراض کیا ہی شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس
مکان کے پڑوسی نہون اسکو شرع مین مکان ہی نہین کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیون کا اعتبار ہی تو جہان
پڑوسی نیکبخت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہی دوسری عورت کا مقرر کرنا موانست کیواسطے لازم نہین **ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی**
کل جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا واحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو
ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی سات دن مین ایکبار بشرطیکہ والدین اوسکے پاس نہ آسکتے ہون یہ حکم بنابر اوس روایت کے ہی جسکو اختیار مین مختار کیا ہی
اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اسکو ہو اور وہ اسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اسکی خبرگیری اور خدمت واجب ہی اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ
زوج اسکی خدمت سے منع کرتا ہو کذافی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اسپر خبرگیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اسکا نفقہ
زوج پر واجب ہے کذافی حاشیۃ المدنی **ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وغیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول** زیلعی اور زوج منع نکرے
زوجہ کے والدین کو اوسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عم خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنے سے منع نکرے تو
عورت کو انکے پاس جانا اور انکو عورت کے پاس آنا جائز ہی کذافی الزیلعی **ویمنعہم من الکینونۃ** وفی نسخۃ البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیۃ
اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے گاہے زوج کو ضرر پہونچتا ہی اور یہی پر فتوی ہی کذافی الخانیۃ اور متن کے
ایک نسخہ مین بیتوتت ہی بجائے کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہی کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار
کی لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا م فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور غایۃ سروجی سے منقول ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور انکو اوسکے پاس
آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر مین ایکبار مفتی بہ ہی ہاں یہ البتہ زوج کو اختیار ہی کہ انکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار
شرح مختار مین مصرح ہی کہ محارم کو ہر وقت اختیار رہی کہ عورت سے باتین کرین اور اسکو دیکھین بشرطیکہ گھر مین نہ داخل ہون زوج کو اسکا منع کرنا نہین پہونچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہی اور صحیح
حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا اور بحر الرائق مین ہی کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایکبار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال مین ایکبار باجازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہی اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین ہی کہ
زوج کو جائز ہی کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور انکی بیماری پرسی کو اور انکی ماتم پرسی کو یا ان دونون سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک کی

بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ومنہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین کما مر فی
باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور اُنکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ نکاح کے جانے سے اجنبی لوگون سے مراد وہ لوگ ہین جو
عورت کے محرم نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرمون کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین
مذکور ہو چکا اور محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اُسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہین اور اُسمین
انواع فساد مجتمع ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعہا عن الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ
زوج کو جائز ہی منع کرنا زوجہ کے چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی
یا مردہ شو ہو بے اجازت زوج کے یہ کام نہین کر سکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض
کفایہ ہی عورت پر لہذا زوج کا حق اُسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اسمین زوج منع نہین کر سکتا اگر اُسکے ساتھ کوئی اُسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق
زوج کا مقدم نہین ہو سکتا اور خلاصہ مین روایت ہی کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے فرض کی نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہی زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ
محمول ہی قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جبتک مہر معجل کو زوج نے نہین دیا تب تک وجہ بے اجازت نکل سکتی ہی یا یہ محمول ہی کہ اُس جگہ سواے اُس
عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہین تو اُسوقت مین اُسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نرہا بلکہ فرض
عین ہو گیا اور فرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہی اور اگر پردہ دار ہو تو اُسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اُسکی طرف
سے وکیل کفایت کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا من سؤالہا اور جائز ہی زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین
نہ جانے دینا درست ہی مگر زوجہ کو اُس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنے کیواسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہی جس مسئلہ کو زوج اُسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت
نہین کر دیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے اُسکو بتاویگا تو پھر عورت کو نکلنا جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنے کی نہایت ضرورت ہو اور اُسنے چاہا کہ مجلس علم مین
جاوے اور مین اُن کے مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھون تو اگر زوج مسئلہ دان ہو تو اُسکو بتادے اور وہان جانے سے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہی کہ گاہے گاہے مجلس علم مین جانے دے لیکن
اگر منع کریگا تو بھی درست ہی اسلیے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنے کی اُسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ومن الحمام الا النفساء وان جاز بلا تزین وکشف عورۃ
عند احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف بعضہن وکذا فی الشرنبلالی معزیا للکمال اور جائز ہی زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر
نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین جانا عورتون کا بدون آرایش اور بدون اس امر کے کہ کسی کے سامنے بدن کھلجاوے جائز ہی باقانی نے
کہا کہ اسی پر فتوی ہی پھر جب عدم آرایش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نرہا عورتون کے منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ
بالیقین معلوم ہی کہ بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہو جاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہی بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین
فی الحقیقۃ اختلاف نہین اسواسطے کہ اُنکی عادت ہی کہ بدون آرایش اور زینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی م فتح القدیر مین کمال الدین
نے کہا ہی قول فقیہ یہ ہی کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہی اور قاضیخان نے کہا کہ مشروع ہی بشرط عدم کشف عورت تو فی الحقیقۃ اب کچھ اختلاف دونون قولون مین نرہا
اور منع کرنا عورتون کا متفق علیہ ہو گیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہو جاتی ہین حمام مین اور چند احادیث مؤید ہین فقیہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام
کی لیکن نفاس والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہی انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب ابمدۃ سفر
بصیر فیہ واستحسنہ فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو
کذا فی البصیر فیہ اور اسکو بحر الرائق مین پسند کیا ہی اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہو گیا ہو م زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہراتے ہین مدت سفر مشروط نہین کذا فی العالمگیریہ

عن قاضی خان المحیط و طفلہ ومثلہ کبیر زمن و انثی مطلقاً اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کیواسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہے جو لنگڑا ہو اور بیٹیان صغیرہ ہون یا کبیرہ و ابویہ فقط فلا تفرض لمملوکہ و اخیہ ولا یقضی عنہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کیواسطے فقط تو اُسکے غلام اور بھائی کیواسطے مقرر ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اُسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اُسکی طرف سے دین ادا کرنا یہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز نہین **فی مال لہ من جنس حقہم کتبر وطعام اما خلافہ فیفتقر للبیع ولا یباع مال الغائب اتفاقاً** غائب کے اُس مال مین نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو اُنکے لباس کے مناسب اور جو مال کہ اُنکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین تو اُنہین بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ اُنکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین **عند ہم او علی من یقربہ عند الامانۃ وعلی الدین** و یبدا بالاول غائب کے اُس مال سے نفقہ مفروض ہوگا جو اُن لوگون کے پاس یا اُس شخص پاس ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو متن کے کلام مین لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اسواسطے کہ امانت کا مال بعینہٖ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس دین بعینہٖ نہین ہوتا بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اُسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت مین ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اُسپر لازم ہوا کہ پہلے امانت کو صرف کراوے بعد اسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر مین تو بہتر یہ ہے کہ قاضی اول اُسی کو صرف کراوے پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع** اور اگر غائب کے امانت دار یا مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو دونون ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے **ویقبل قول المودع فی الدفع للنفقۃ لا المدیون الا ببینۃ او اقرارہا بعد الحکم** یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ مین نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول امین مقبول نہوگا بدون گواہون کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا **وبالزوجیۃ و بقرابۃ الولاد** اور زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانت دار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطین ہین ایک یہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرین دوسری شرط یہ کہ اقرار کرین اسکا کہ ہان یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہین **وکذا الحکم ثابت اذا علم قاضٍ بذلک** ای بمال و زوجیۃ ونسب اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو اُسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین ولا بینۃ ہنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیزون مین سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کیواسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اُسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو اور وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اُسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہون کا یہان کام نہین دوسرے امر کے اثبات کیواسطے بسبب نہونے خصم کے یعنی غائب یا اسکا وکیل نہین جو قسم یا گواہ سے کام نکلے **وکفلہا** ای اخذ منہا الکفیل بما اخذتہ وجوبا فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اُس مال کا جسکو زوجہ سے نفقہ مین لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح مین م قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہے سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور صدر شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وحلفہا معہ** ای مع الکفیل احتیاطاً وکذا کل اخذ نفقۃ فلو ذکر الضمیر کابن الکمال لکان اولی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونون سے قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لنگڑے ولد سے اور جوان بیٹیون سے سواے صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجاے مونث کے یعنی بجاے کفلہا و حلفہا کے کفلہ و حلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے مذکر ضمیر کو مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح مین تو بہتر ہوتا ماہر اخذ یعنی ہر لینے والے کو شامل ہوتا اور ماتن کے کلام مین فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ان الغائب لم یعطہا النفقۃ ولا کانت ناشزۃ ولا مطلقۃ مضت عدتہا** زوجہ اور کفیل سے قاضی قسم لے کہ زوج غائب نے اُسکو نفقہ نہین دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو وہم واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہین جو کوئی تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یون ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا من ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرہن انہ اوفاہا النفقۃ

طولبت ہی او کفیلها بردما اخذت وکذا الولم یبرہن و نکلت پھر اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اُسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیچکا ہی تو زوجہ یا اُسکے ضامن
سے مطالبہ ہوگا اُسکے پھیر دینے کا جو وہ لے چکی ہی بابت نفقہ کے اور اسی طرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ ہوگا پھیر دینے کا
ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکیگا اور زوجہ قسم کھاویگی کہ مجھکو زوج نے نفقہ نہین دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا م یہ عبارت صحیح نہین اہین کاتبون
کی تحریف ہی کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ بحرالرائق مین ہی کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہ ہون اور عورت قسم کھائے کہ مین نے نفقہ نہین پایا
تو عورت اور کفیل دونون بری الذمہ ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری مین بدائع سے منقول ہی کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھکو نفقہ پہلے دے گیا تھا
تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہی کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجاے اقرت کے حلفت
لکھدیا اور دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہ ہی کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت بدائع کے موافق کی ہی (فاذا رجع و برہن انہ حلفها الا او حلفها نکلت
یرجع علی الکفیل والزوجة وان اقرت یاخذها ای النفقة یرجع علیها فقط کما فی القهستانی عن شرح الطحاوی انتهی لا تفرض علی غائب باقامة الزوجة بينة على النكاح والنسب
نہ مقرر کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذارنے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریب کے مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس کہ مین منکوحہ ہون غائب کی یا قرابت
والا گواہ لاوے کہ مین غائب کا باپ ہون اور غائب کا مدیون یا امین سکا اقرار نکرین تو قاضی نفقہ نہ دلاویگا ولا تفرض ایضا ان لم يخلف مالا فاقامت بينة ليفرض عليه ويامرها
بالاستدانة ولا يقضي به لانه قضاء على الغائب اور اسصورت مین بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نچھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی زوج
غائب پر نفقہ مقرر کردے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہی اور حالانکہ یہ
صحیح نہین وقال زفر يقضي بها اى بالنفقة لا به اى بالنكاح وعمل القضاة اليوم على هذا للحاجة فيفتي به وهذا من الست التي يفتى بها بقول زفر اور زفر نے کہا
کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیون کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہی بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہی اور یہ
مسئلہ ایک ہی اُن چھ مسائل سے جنمین زفر کے قول پر فتوی ہی کذا فی البحر والنهر والقاضيخان والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول
زفر کے ثابت کیے ہین نظم مین کہ تحصیل اُنکی موجب تطویل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیہ فلو غاب وله زوجة وصغار تقبل بينتها على النكاح ان لم يكن عالما ثم يفرض لهم
ويامرها بالاتفاق او الاستدانة لترجع بحر اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہو اور اُسکے ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہین تو مقبول ہونگے گواہ اُسکے نکاح پر واسطے
نفقہ ٹھہرانے کے نہ نکاح پر حکم کرنے کیواسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکون کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اُسکے پاس مال
ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اُس سے بھرلے کذا فی البحرالرائق وتجب لمطلقة الرجعي والبائن والمفرقة بلا معصية كخيار
عتق وبلوغ والتفريق لعدم الكفاءة النفقة والسكنى والكسوة ان طالت المدة اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اُس جدا شدہ عورت کے واسطے جو
بلاقصور ہو جیسا نچہ خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفایت کی تفریق سے واجب ہی نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اُسصورت مین واجب ہوگی جب عدت کی
دراز ہوجاوے م یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت مین پوشاک کا ذکر نہین کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبی مین لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنی کے
مذکور کیا ہی اسکی کیا وجہ ہی شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہوجاتی ہی تو پوشاک کی حاجت نہین ہوتی لہذا اُسکو مذکور نہین کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی
تو ضرور پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقة المفروضة بمضي العدة على المختار بزازية اور ساقط نہین ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے
گذر جانے سے بنابر قول مختار کے کذا فی البزازیہ م معتدہ نے جبکہ نفقہ نہ لیا یا زوج نے اُسکو نہ دیا اور عدت گذر گئی تو حلوائی نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار
عن البزازية ولو ادعت امتداد الطهر فلها النفقة ما لم يحكم بانقضائها ما لم تدع الحبل فلها النفقة الى سنتين منذ طلقها اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اسکے واسطے نفقہ
لازم ہوگا جبتک کہ قاضی نے انقضاے عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہون کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار کرچکی ہی پھر جب قاضی انقضاے عدت کا حکم دیگا تو بعد

اسکے دعوی امتداد طہر کا مسموع نہو گا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا تا وقتیکہ حمل کی مدعی نہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک
ابتداے طلاق سے م یہ ترکیب اسکو مقتضی ہر کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضاے عدت کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ ثبوت النسب
کے باب مین مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضاے عدت کا اقرار کریگی مدت حمل مین پھر لڑکا جنے گی تو ولد ثابت النسب نہوے گا پھر جب نسب ہی ثابت نہو گا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا
تو اگر شارح واو عاطفہ لاتا یعنی یون کہتا وما لم تدع الحبل تو یہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعاے حمل کا مسئلہ جدا ٹھہرتا ما قبل سے متعلق نرہتا کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی فاد
نفقتہا ثم تبین ان لاحبل فلا رجوع علیہا ان شرط لانہ شرط باطل پھر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری ہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو عورت سے نفقہ
پھیر لینا نہین ہو سکتا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بھی کر لیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹ نکلا تو مین نفقہ پھیر لونگا اسواسطے کہ یہ شرط باطل ہر کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا
علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض فلا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کر لیے تو اگر عدت اسکی مہینون کے حساب سے
ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اسکی حیض سے ہوگی تو یہ صلح صحیح نہین بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اسکی مدت
معین نہین ہو سکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا واجب نہین تینون قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدہ
موت کا زوج کے گھر مین باعتبار حق زوج کے نہین بلکہ باعتبار حق شرع کے ہر اور عدت موت مین معرفت صفائی رحم ملحوظ نہین لہذا اسکی عدت حیض سے
نہین اور نفقہ جو واجب ہوتا ہر تو اندک اندک زوج کی ملک مین واجب ہوتا ہر اور بعد موت زوج کے اسکی ملک باقی نہین اور وارثون پر واجب کرنا ممکن نہین کذا فی منح الغفار
لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہر کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اسکا نفقہ واجب ہر اور قہستانی مین بھی مضمرات سے قول ضعیف اسمین منقول ہر تو معلوم ہوا کہ اسمین
اختلاف ہر کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرہ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہین مگر جبکہ ام ولد حاملہ
ہو اپنے مولی سے تو اسکے واسطے نفقہ واجب ہر کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوے گا وتجب السکنی
فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایۃ کردۃ او تقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ
تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہر فقط سکنی اس عدت والی کیواسطے جسکی معصیت سے جدائی ہو گئی مگر جبکہ زوج کے گھر سے
نکل گئی تو اسکے واسطے سکنی بھی نہو گا اس جدائی مین کذا فی القہستانی والکفایۃ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتد ہو جانا یا زوج کے ولد کا بوسہ شہوت
لینا سواے سکنے کے طعام اور لباس واجب ہو گا فرقت معصیت مین اور وجہ فرق کی یہ ہر کہ سکنے حق ہر اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور طعام اور لباس
حق ہر عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہو گیا م خلاصہ مین ہر کہ جب جدائی زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہو گا اور اگر جدائی عورت
کیطرف سے ہو اگر بلا معصیت ہو جیسا خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفارت مین تو نفقہ واجب ہر اور اگر جدائی معصیت ہی جیسا کہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصل یا فروع کی
تو نہین نفقہ ساقط ہر تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج مین اور اسیطرح خوشدامن کی وطی مین نفقہ عورت کا واجب ہر اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہر نہ زوجہ کیطرف سے
کذا فی العالمگیریہ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد البت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہر عورت کے مرتد ہونے سے بعد طلاق بائن
کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکلگئی اور اگر گھر مین موجود ہو تو نفقہ واجب ہر کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت مین مرتد ہو گئی تو اسکا نفقہ
ساقط ہو گیا فقط ارتداد کے سبب سے نہین بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہر نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گھر
مین رہیگی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اس ارتداد کے جو قبل طلاق ہو کہ اسمین مطلقا نفقہ ساقط ہر لا تمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا النفقۃ نہ
ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہو گئی تو اسکا نفقہ نہ ساقط
ہوگا بسبب نہ محبوس ہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اسکا مقید ہونا لازم نہین جو اسکا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہی یہانتک کہ اگر مرتدہ محبوس نہوئی یا حاکم نے اُسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اُسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت وتابت
بسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وہو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقہا والا فتعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ مگر جبکہ عورت مرتدہ ہوکر دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے آئی اور
توبہ کر کے مسلمان ہوگئی تو اسصورت مین نفقہ اُسکا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر موت کے ہی کذا
فی البحر اور یہ تعلیل لحوق کی اُسکی مشیر ہی کہ سقوط نفقہ مین حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتد کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم ندے تو لحوق مرتد کا موت
حکمی مین نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر آویگی تو اُسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کہنے کے ساتھ سو اسکو یاد رکھنا
چاہیے تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع مین روایت یہ ہی کہ نفقہ عود نہین کرتا بعد لحوق دار الحرب اور عود کے تو وہان مراد یہ ہی کہ بعد
حکم لحوق کے عود نہین کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہ ہی کہ عود کرتا ہی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعہا
علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہی نفقہ تینون قسم کا حر پر اسکے طفل کا شامل ہی مونث اور جمع کو بیٹا اور بیٹی چند ہون یا ایک سب کا وجوب نفقہ ثابت
ہوا اور حر کی قید سے غلام نکل گیا کہ اسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہین ہم طفل عبارت ہی صغیر سے جب سے کہ اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونون
کو شامل ہی کذا فی المغرب در گاہے طفل واحد اور جمع بھی ہوتا ہی مثل صبی کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب
ثم یرجع ان اشہد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اُسکے مالک پر ہی اور طفل مالدار کا نفقہ اُسکے موجود مال مین ہی جو اسکو
بطریق ارث کہین سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہان حاضر نہو تو اُسکے باپ پر نفقہ ہی پھر اُسکا باپ اُسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بھر لے اگر نفقہ دینے کیوقت اُسنے
رجوع پر گواہ کر لیے ہون تو رجوع کر سکیگا اگر اُسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہی نہ باعتبار قضا کے ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او
یتکفف وینفق علیہم ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ورجع علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اُسکا ولد صغیر دونون محتاج ہون تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی طاقت
نہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کھلا دے اور اگر کسب میسر نہ آوے یا کفایت نہ کرے تو قرابت والا اچھا ہو یا ماموں انکو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے بھر
لے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمتہ الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام ما لم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی مان
نے باپ سے جھگڑا کیا اُنکے نفقہ مین تو قاضی اُنکا نفقہ مقرر کردے اور باپ کو حکم کرے کہ اُنکا نفقہ مان کو دے جب تک کہ مان کی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اُسکی
ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ ندے بلکہ ہر روز صبح یا شام مان کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اُنپر خرچ کیا کرے م صباحا ومساء اکاو بمعنی اذ ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی وصح صلحہا عن نفقتہم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی مالا یکفیہم زیدت بحر اور صحیح ہی صلح کر لینا مان کا باپ سے اولاد
صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہو سکتی ہی مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ اُنکو آٹھ یا نو درم کافی ہین لیکن جب
اندازہ کرنے والے لوگ آئے تو کوئی اُنہین سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہین اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے
نہ داخل ہو یعنی مثلا سب اندازہ کرنے والے آٹھ ہی درم پر متفق ہون تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی مان نے اسقدر پر صلح کرلی کہ اُنکو کافی نہین ہوتی تو صلح
سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت نفقتہم دون حصتہا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہو مان کے پاس سے تو اُنکا نفقہ دوبارہ لے نہ اپنا حصہ وفی
المنیۃ ان معسرا وام موسرۃ تومر الام بالانفاق وتکون دینا علی الاب ہی اولی من الجد الموسر وفیہا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر
نفقۃ ولدہ المسلم کما سیجی بحر اور منیہ مین ہی کہ باپ محتاج ہی اور مان مالدار تو مان پر حکم کیا جاوے دار القضا سے نفقہ دینے کا اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اُسکو مقدور
ہو تو ادا کرے اور مالدار مان مقدم ہی مالدار دادا سے یعنے اگر مان اور دادا دونون مقدور والے ہون تو صغار کا نفقہ مان ہی پر ہوگا بسبب قرب جزئیت
اور مزید شفقت کے اور اسی کتاب مین ہی کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہین اُسکی اولاد کا جو لونڈی سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہی اُسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے

بیٹے سے ہون بلکہ انکی ماں پر نفقہ لازم ہی اور کافر باپ پر اسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہی چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر یہ وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہی
اپنی کتاب مین نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب العلم لایتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی
والعینی اور اسیطرح سے واجب ہی نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہی کمائی سے چنانچہ پاؤن سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقاً واجب ہی صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اُس ولد کا
نفقہ باپ پر واجب ہی جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند ابنیاء کرام کے اور اُس طالب العلم کا نفقہ باپ پر واجب ہی جسکو تحصیل علم سے فراغت نہ ہوتی ہو
پیشہ وری کیواسطے کذا فی الزیلعی والعینی م یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اور اولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہی اسواسطے کہ صحابہ اور اہلبیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہی کہ انکی عمدگی
خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہون اور انکو نوکر رکھتے ہون مزدوری مین نہ لگاتے ہون چنانچہ حلوانی نے کہا ہی کہ اگر ولد ابنیاء کرام سے ہو اور لوگ اُسکو مزدوری
مین نہ لگاتے ہون تو وہ عاجز ہی اُسکے باپ پر نفقہ اُسکا واجب ہی کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الوجیز وہکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا لطلبۃ زماننا
کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہی ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب العلمون کیواسطے بسبب فسق اور عدم ترشد
کے چنانچہ اُسکو خوب واضح بیان کیا ہی قنیہ مین اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہی خلاصہ مین رفیع الہمت کے ساتھ یعنی جس طالب العلم کی ہمت عالی ہو طالب العلم مین
آخرت مطلوب ہو نہ منصب دنیاء ناپائدار اُسکا نفقہ باپ پر واجب ہی م فتاوی عالمگیری مین وجیز سے منقول ہی کہ جب طالب العلم عاجز ہون بسبب اشتغال علم کے کسب
کرنے سے تو انکا نفقہ اُنکے باپون پر واجب ہی بشرطیکہ علوم شرعیہ مین مشغول ہون نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ مین اور اُنمین آثار صلاح اور تقوی کے معلوم ہوتے
ہون اور اگر ایسے نہون تو انکا نفقہ بھی واجب نہین لایشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی مالم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب
علی غیرہ بلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا الام موسرۃ بحر نہین مشارک ہی کوئی باپ کا اس امر مین اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیون کے نفقات
مین باپ کا کوئی شریک نہین اسی پر واجب ہی نہ اُسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہی نہ اُسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہی نہ غیر پر اور
اسی پر فتوی ہی یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام وکمال باپ پر ہی تا وقتیکہ نہایت تنگدست نہ ہو اور جب کہ تنگدست ہوگا تو وہ میت مین داخل ہی تو اسصورت مین
باپ کے سوا اُس قرابت والے پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہوتا درصورت نہ باپ ہونے کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہی بدون اسکے کہ باپ سے پھیر
لے بنا بر صحیح مذہب کے مگر مالدار مان ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیرے کذا فی البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرۃ
صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہی کذا فی الجوہرہ یعنی جب مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت
والے پر طفل کا نفقہ واجب ہی اور حالانکہ متون فقہ مین اسپر اتفاق ہی کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ مین کوئی شریک نہین تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح
کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ مین کہا ہی کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہی کہ باپ کے ہوتے انکی اولاد کے
نفقہ مین کوئی شریک نہین خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی مین انکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہی جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیر لیوین
اور شروح مین یہی روایت پر اتفاق ہی اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہی اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہی وہ لائق التفات کے نہین اسواسطے کہ نقل مذہب
کیواسطے متون ہی مخصوص ہین شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہی صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام مین چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر
انکی عادت ہی اور زیادہ تر تعجب اسپر آتا ہی کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اُسکے استاد خیر الدین رملی نے اُسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہی اور دوسرا خلل صریح شارح
کی عبارت مین یہ ہی کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ در المختار مین موجود ہی تو اس سے لازم آتا ہی کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ
غلط ہی اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہی صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اُسکا یہ مطلب ہی خلاف ہی اور کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ
سے یہ روایت کی ہو سو بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ بحر مین یہ روایت جوہرہ سے منقول نہین محشی مدنی نے کہا کہ مین نے ایک نسخہ در المختار کا دیکھا جسکو

شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اُنمین یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہین اور یہی بلاشبہہ ٹھیک ہی اور باقی نسخ سب
غلط ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے ولو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قلت مقدور سے ماں باپ دونوں کو نفقہ
ندے سکتا ہو ایک کو دے سکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہی اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گزرتی ہین تو خدمتگذاری مین ماں مقدم
ہی چنانچہ تعظیم اور توقیر مین باپ مقدم ہی اور روایت ضعیف یہ ہی کہ باپ مقدم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما
اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دے سکتا ہو تو طفل زیادہ ترحقدار ہی اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بھوک پر اسکو صبر نہین اور قول ضعیف یہ ہی
کہ نفقہ کو دونوں مین تقسیم کردے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل علیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اُسکے ام ولد کا نفقہ واجب ہی بلکہ فرزند پر
باپ کا نکاح کردینا یا تصرف کیواسطے لونڈی سے دینا واجب ہی بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو لہ زوجات
فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب لیوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہوں تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہی ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ اُنپر
وہ تقسیم کردے بقدر اُنکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہی کہ نفقہ بہو کا خسر پر ہی
اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی الواقعات المفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور قدری افندی کے وقعات المفتین
مین ہی اور باپ سے زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبدالقادر بن یوسف ہی چنانچہ کتاب اقعات المفتین
کے خطبہ مین مذکور ہی اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیوں کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان مین مولوی اور فاضل کو کہتے ہین ح کذا الام علی نفقۃ
الولد لترجع بہا علی الاب اور اسیطرح ماں سے زبردستی دلایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ ماں اُسکے باپ سے نفقہ پھیر لے جبکہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع
علی زوج امہ اور اسیطرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ لایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا
الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ لیرجع بہا علی الاب وکذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ بجبر دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے اپنے باپ سے
جب وہ سفر سے آوے اور اسیطرح الابعد سے بزور نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جبکہ اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اسکو اُس سے پھیر لے انتہی کلام
الواقعات وفی الفصولین من الرابع والثلثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقر بہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق لقبل قول الوصی
دلو المنفق علیہ صغیرا انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل مین ہی کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثوں کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثوں کو نفقہ
وصی کے کہنے سے دیا اور اُسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اُس نفقہ دینے کا حال معلوم نہین ہوتا بعد خرچ کرچکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اسصورت مین قول
وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو کہ نفقہ دیا ہی صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا متروکۂ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ
المدنی وفیہ قال انفق علی وعلی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلاشرط وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلاشرط وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ومؤن
مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا وفی الصحیح بہ یفتی اور فصولین مین ہی کہ ایک نے
دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اُسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہی کہ اس سے پھیر لے بلا شرط رجوع . اور دوسرا قول یہ ہی
کہ بدون شرط کے پھیر نہین سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کردیا اُسکے کہنے سے تو پھیر لے اگرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور اسیطرح سے بلا شرط پھیر سکتا ہی جمیع
مصارف مین جنمین امر کرنے والے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے چنانچہ جنایت مین اور مصارف مالیہ مین مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہ ہی کہ مثلاً زید نے کسی شخص
کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خونبہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خونبہا دے اور اُسنے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نہ کی ہو لیکن خالد زید سے اسقدر مال اپنا
پھیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اسکو بھی پھیر لیگا بلاشرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اُسنے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے

کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد نے کہ مجھکو چھڑا اے سید دمامور نے اپنا مال دیا سو اسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھڑایا تو بعضون نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیر لے اور
بعضون نے کہا نہ پھیرے بنا بر قول صحیح کے اور اسی پر فتوی ہی یعنی نہ پھیر لیوے پر ولیس علی امہا ارضاعہ قضاءً بل دیانۃً اور واجب نہین صغیر کی مان پر دودھ پلانا اسکا بنابر قضا کے بلکہ
واجب ہی باعتبار دیانت کے م مان لسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلوتہی نہین کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہی تو قاضی اسپر
جبر نہین کرسکتا اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اُسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نچاہیے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقیناً ضرر رسانی ہی لیکن
باعتبار دیانت کے البتہ اسپر واجب ہی اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا کہ الوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین یعنی مائین دودھ پلاتی ہین اپنی اولاد کو دو برس پورے تو
دودھ پلانا ایسا ہی جیسے اور گھر کے کام ہین چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہین نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھسے نہین ہوسکتا تو اُسپر
کوئی زبردستی نہین کرسکتا کہ شاید عاجزی سے اقبال نکرتی ہو الا اذا تعینت فتجب کما مر فی الحضانۃ مگر جبکہ مان ہی متعین ہوجاوے دودھ پلانے کیواسطے اسطرح پر کہ بچہ
کسی عورت کا دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی مان کے یا کوئی دائی دودھ پلائی نملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ پہونون محتاج ہین اسحالمون میں ایسی
صورتون مین مان پر دودھ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اُسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ مین مذکور ہوچکا وکذا الظئر
تجبر علی ابقاء الاجارۃ بزازیۃ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیۃ یعنی مثلاً دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اُسنے
نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہین ملتی یا بچہ کا اُس سے ہنایت لگیا ہی تو نوکری باقی رکھنے مین اسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ولیستاجر الاب من ترضعہ
عندہا لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر کرکے صغیر کی مان کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش مان کیواسطے ہی اور نفقہ دائی او صغیر اور اسکی مان
کا باپ پر واجب ہی اور اگر صغیر کی مان نہو تو جسکو حق حضانت پہونچتا ہو اُسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عندالام مالم تشترط فی العقد اور لازم نہین دائی کا قیام کرنا
مان کے پاس جبتک اسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ مین اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہی کہ مان کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گھر لیجاوے یا گھر مین نہ داخل ہو ڈیوڑھی مین دودھ
پلا جایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو مان کے پاس رہنے کی تو اسصورت مین اسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا یستاجر الاب امہ
لو منکوحۃ ولو من مال الصغیر خلافاً للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی مان کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اسکو صغیر کے مال سے نوکری دے نہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ
اور مجتبی کے کہ انمین مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ مان کا جائز رکھا ہی اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہی کہ فتوی اسی روایت پر ہی کہ مال صغیر سے مان کو نوکر رکھنا دودھ پلانے
کیواسطے جائز ہی طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبی کا قول مفتی بہ ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی مان منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اسکو نوکر نرکھے و
جاز فی المبائن فی الاصح جوہرہ لاستیجار منکوحۃ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی مان کو طلاق بائن مین نوکر رکھنا جائز ہی قول اصح مین یعنی اگر صغیر کے باپ نے اسکو طلاق بائن
دی ہو اور وہ عدت مین ہو تو اسکا نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے صحیح ہی کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اس لڑکے کے دودھ پلانے کیواسطے جائز ہی جو اس منکوحہ کے
پیٹ سے نہین چنانچہ زید کا لڑکا ہی حلیمہ سے اور اسکی دوسری زوجہ کریمہ ہی تو کریمہ کو نوکر رکھنا حلیمہ کے لڑکے کیواسطے درست ہی اسواسطے کہ کریمہ کو اُسکا دودھ پلانا واجب
نہین جو نوکری درست ہو وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی ای
فی الارضاع اور مان سزاوار تر ہی اپنے ولد کے دودھ پلانے کی نوکری مین بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ مان زیادہ نمانگتی ہو اُس اجرت سے جسکو اجنبی عورت مانگتی ہی اگرچہ وہ اجرت
مثل سے کم مانگتی ہو اور مان اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ تر سزاوار ہی دودھ پلانے مین اُس مان سے جو بدون اجرت کے نہین پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرۃ
الحضانۃ فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو مان ہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ مین مذکور ہوچکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ
کا حق پرورش ہنوز باقی ہی ساقط نہین اسکی اجرت وہی پاویگی ولا ضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہی شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط
دودھ صغیر کو کفایت نہین کرتا بلکہ چہانے کیواسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہی جیسے کھیر یا کھچڑی مثلاً تو قاضی اسکو بھی مقرر کرے سوا اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ المدنی ولا م اجر الارضاع بلا عقد الاجارۃ اور مطلقہ مان کیواسطے اجرت دودھ پلانے کی ثابت ہی بدون عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے اندر صغیر کو مان دودھ پلائیگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اسکو نوکر نہ رکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہی اُس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت لازم نہین ہوتی بدون عقد کے

وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہی یعنی صلح نوکری کے برابر ہی احکام مذکورہ مین تو اگر مان نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے مین لیا کرونگی اور دودھ پلاونگی تو اگر مان منکوحہ یا معتدہ رجعی ہی تو صلح جائز نہین جیسے نوکری جائز نہین اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت مین صلح کی تو بموجب روایت جوہرہ کے جائز ہی اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہی جیسے نوکری جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ؕ فی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقۃ لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ

اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی مان کو نوکری کرنا جائز ہی اور نفقہ اُسکے واسطے واجب ہی تو اُسکے دودھ پلانے کی اجرت ساقط نہین ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے بلکہ مان صغیر کی برابر ہوگی سب دین والون کے یعنی جیسے اور قرض والون کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی مان کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہ اجرت ہی نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی موسر ولو صغیرا یسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہی ایسے ولد مقدور والے پر جسپر صدقۂ فطر واجب ہی بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہی حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور یہی مختار ہی صاحب ہدایہ کا اور یہی پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول مین نصاب زکوۃ کا مالک ہونا شرط ہی اجناس مین کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ورجح الزیلعی

والکمال انفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین نفقہ دینے اصول مین ولد کے فاضل کسب سے ہم نہر الفائق مین فتح القدیر سے منقول ہی کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو وہان امام محمد کا قول معتبر ہی یعنی جو اُسکے اور اُسکے عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلاً بیٹا ہر روز چھ پیسے کماتا ہو اور چار پیسے مین اُسکے عیال کا خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہون تو اُسپر واجب ہی کہ دونون پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہی اور یہی لائق فتوی کے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ مین ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ بیٹا کمائی والا اپنے باپ کو اپنے خرچ مین داخل اور شریک کر لے خواہ اُسکی کمائی اُسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر مین ہی کہ حقتعالی نے والدین کافرین کے حق مین فرمایا ہی وصاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ باحسان دنیا مین بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہی وفی المبتغی للفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ما

یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمہ والا اثم اور مبتغی مین ہی کہ محتاج باپ کو جائز ہی اپنے مقدور والے بیٹے کے مال سے چرا لینا بقدر کفایت کے جس صورت مین کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہان قاضی نہو اور اس چوری مین اُسپر کچھ گناہ نہین اور اگر وہان قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہین قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر النفقۃ لاصولہ ولو اب امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدور والے ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہی اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرۃ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہون ہم اصل سے مراد مان اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اُسوقت فرض ہوگا جب باپ مر گیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اُس صورت مین نانی پر واجب ہوگا جب مان نہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ مین عدم قدرت کسب کی شرط نہین بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہون تو بھی ولد مالدار پر اُنکا نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ احسان اور نیکو کاری سے بعید ہی کہ باوجود مقدور کے اُنکو کسب کی مشقت مین ملی لنا

والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہی مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہین مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہی اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہی مجھپر اُسکا نفقہ واجب نہین اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہون یعنی مدعی مقدور گواہون سے ثابت کرتا ہی اور منکر بھی اُسکو جو مدعی ہوگا مقدور کا اُسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالسویۃ بین الابن والبنت وقیل کالارث وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہی بیٹے اور بیٹی مین کچھ فرق نہین تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اُسپر واجب ہی اور آدھا اُسپر یہی قول حق ہی اور یہی پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر والخلاصۃ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہی سو

دونون مین برابر ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ بطور ارث واجب ہی تو بیٹا دو حصہ دے اور بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہی امام شافعی رح کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا اولاد پر برابر ہی اگر مقدور مین کم تفاوت ہوا اور اگر ایک نہایت زیادہ مقدور والا ہوا اور دوسرا کم مقدور ہو تو قدر نفقہ مین بھی تفاوت لازم ہی کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرة والمعتبر فیہ القرب والجزئیة فلو لہ بنت وابن ابن او بنت بنت واخ النفقة علی البنت او بنتہا لانہ لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن ذکرہ الا لرجح کوالد وولد فعلی ولدہ لترجحہ بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب مین معتبر ہی قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصون مین جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ تر قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث نہ ابعد پر سو اگر ایک شخص کے بیٹی ہو اور پوتا یا ناتن ہو اور بھائی تو نفقہ اسکا پہلی صورت مین بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتے پر اور دوسری صورت مین ناتن پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہان ارث معتبر نہین ہان مگر ارث وہان معتبر ہی جب یہ مین دونون برابر ہون جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اسکا نفقہ دونون پر بقدر انکی ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر اسواسطے کہ دونون سے قرابت بیک واسطہ برابر ہی تو یہان ترجیح ہوگی مگر بجہت ارث کے اور در صورت تساوی قرابت کے ارث معتبر ہی مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہی چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہون تو اسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونون کی بلا واسطہ برابر ہی اور اگر ارث کا یہان اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر با اینہمہ رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہوا بمقتضاے اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہی تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا یہی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور یہ نہین فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہی اور بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر کرنا شارح کا ان مثالون مین اور آئندہ مثالون مین بھی بےمحل ہوگیا اسواسطے کہ گفتگو یہان ہی وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیة المدنی وفی الخانیة لام واب ذکرہ اور خانیہ مین ہی کہ ایک محتاج کی مان ہی اور دادا تو اسکا نفقہ بقدر انکی ارث کے ہی جیسا کہ اوپر جد مین اسکی مثال گذری اسواسطے کہ مان کو ترجیح ہی بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہی بسبب قوت نسب کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیة لام وابی ام علی الام اور قنیہ مین ہی کہ ایک محتاج کی مان ہی اور نانا تو اسکا نفقہ مان پر ہوگا اسواسطے کہ نانا دادا سے کمتر ہی لہذا مان کو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولعم وابی ام علی ابی الام اور اگر محتاج کا چچا ہو اور نانا تو اسکا نفقہ نانا پر ہی بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہان اعتبار نہین اگرچہ وارث چچا ہی نہ نانا واستشکلہ فی البحر لانہ اعتبر للام وعم ذکرہ اور بحر الرائق مین فقہاء کے اس قول کو مشکل جانا ہی کہ ایک محتاج کے مان ہی اور چچا تو اسکا نفقہ دونون پر بقدر انکے ارث کے ہی یعنی ایک ثلث مان پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہ ہی کہ وجوب نفقہ مین مان مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کے اعتبار کرنے کی کیا وجہ ہی قال ولو لام وعم وابی ام ہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمال کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے مان ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط مان ہی کو لازم ہوگا یا مانند ارث کے ہوگا یہان دونون کا احتمال ہی اھ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہی صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہی اور حقیقت الحال یہ ہی کہ یہان دو روایتین ہین ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہ ہی کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہی اور ضعیف یہ ہی کہ ارث معتبر ہی صاحب قنیہ نے دونون روایتون کو مذکور کیا اور ایک دوسرے کا متناقض جانکر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی سے معارضہ کے لائق نہین تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جسکو صاحب بحر نے مشکل جانا ہی اور اس مسئلہ مین جسمین صاحب بحر کو احتمال و تردد ہی بموجب روایت قوی کے یہ حکم ہی کہ مان پر نفقہ واجب ہی نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیة المدنی ملخصا وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغة صحیحة اور بھی واجب ہی نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو اور وجوب نفقہ کا سبب قرابت ہی ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہی لیکن محرم نہین اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ واجب نہین اگرچہ وہ محرم ہین لیکن قرابت نسبی نہین محرم سے مراد وہ ہی کہ جسکے ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم عورت مین خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہین انکا نفقہ واجب ہی صغیر ہون یا بالغہ تندرست ہون یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہون اور غیر منکوحہ ہون اسواسطے کہ منکوحات کا نفقہ انکے ازواج پر فرض ہی او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانة کعمی وعتہ وفلج یا اس قریب محرم کا نفقہ واجب ہی جو مرد بالغ ہو لیکن کسب سے عاجز ہی بسبب مرض دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور غافل نافہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لحرفة

او لکونہ من ذوی البیوت او طالب علم زیادہ کیا ہے ملتقی اور مختار میں یا بالغ نجوبی پیشہ نکر سکتا ہو بسبب فرط حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اُسکا نفقہ
بھی واجب ہے اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب العلم کی نفقہ ولد کبیر مین عنقریب مذکور ہو چکی **فقیر احال من المجموع بحیث تحل له الصدقة ولو له منزل وخادم**
علی الصواب بدائع لفظ فقیر حال ہے جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور انثی اور مرد عاجز جبکہ ایسے محتاج ہوں کہ اُنکو صدقہ لینا حلال ہو تب اُنکا نفقہ واجب ہے اگرچہ اُنکے
ملک مین مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنابر قول درست کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ رہنے کا مکان اور خدمت کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہیں ہے اسکا
وجود بجاے عدم ہے **بقدر الارث** لقوله تعالى وعلى الوارث مثل ذلك **ولذا يجبر** عليه محارم النسبیة کا نفقہ واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول حق تعالی کے کہ وارث پر ہے مثل
اسکے یعنی جنکا نفقہ مورث پر واجب ہے تو مورث کے بعد وارثوں پر ویسا ہی نفقہ واجب ہے تو اس آیت شریفہ مین حکم مرتب ہوا وراثت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی
علت ارث ہے تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا مال چھوڑکر تو اُسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اُسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اس فقیر کا
کل نفقہ اُس قریب پر واجب ہوگا اور بعض کا وارث ہوتا تو اُسیقدر اسپر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہے
ولهذا جبر کیا جاویگا قریب پر نفقہ رسانی مین یعنی اگر قریب نفقہ اپنے محرم کو نہ دیگا تو قاضی بزور اُس سے دلاویگا بسبب تاکد وجوب کے کذا فی النہر وحاشیۃ المدنی ثم فرع علی
اعتبار الارث بقوله **فنفقة من** ای فقیر **له اخوات متفرقات موسرات عليهن اخماسا** پھر مصنف نے تصریح کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اُس فقیر
کا جسکی چند قسم کی مالدار بہنین ہین بحساب پنجہین حصون کے اُنپر واجب ہے یعنی اگر اسکی تین بہنین ہین ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر
ہے اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنون کی ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اُسکے نصف مال کی سگی بہن وارث
ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنابر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھ سہام سے ہے لیکن چونکہ ایک
سہم زیادہ ہوتا تھا لہذا اُسکو پانچ حصون کیطرف پھیرا **ولو اخوة متفرقين فسدسها على الاخ لام والباقي على الشقيق كارثه** اور اگر اس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار
ہون تو اُسکے نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہے اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اُس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اُسکا مادری بھائی
ششم حصہ اُسکے مال سے پاتا اور باقی مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونے کے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہین اور سگے اور مادری
بھائی پر بقدر اُنکی ارث کے نفقہ واجب ہے **وكذا لو كان معهن او معهم ابن معسر لانه يجعل كالميت ليصير اورثة** اور اسیطرح حکم سابق بحال ہیگا اگر متفرق بہنون کے ساتھ یا متفرق بھائیون
کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اسواسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کے مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنین یا بھائی اُسکے وارث ٹھہرین اور بموجب ارث کے اُنپر نفقہ اُسکا واجب
ہو اور اگر اُسکو زندہ قرار دیجیے تو بھائی اور بہنین اُسکے ہوتے وارث نہونگی پھر نفقہ اس فقیر کا کسپر واجب ہو **ولو كان مكانه بنت فنفقة الاب على الاشقاء فقط لارثهم
معها** اور اگر بجاے ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اُسکے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنون پر ہوگا فقط کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگے بھائی بہن وارث
ہوتے ہین میت کے بیٹے کے ساتھ اسواسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہے اور سوتیلی بہن سگی بہن کی جہت سے محجوب ہے اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی ہے
تو وراثت بیٹی اور سگی بہن مین نصفا نصف ہے لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہے لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کے بیٹی اور بھائی متفرق ہون تو مادری بھائی
بیٹی کی جہت سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب سے ساقط ہے لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا **وعند التعدد يعتبر المعسرون احياء فيما يلزم الموسرين ثم يلزمهم الكل كذي
ام واخوات متفرقات ما الام والشقيقة موسرتان فالنفقة عليهما ارباعا** اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہون تو مفلسون کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالدارون کے
لزوم مین یعنی مفلسون کا زندہ اعتبار کرنے کا یہ فائدہ ہے تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہے پھر بعد دریافت قدر لزوم کے نفقہ اُسکا فقط مالدارون ہی پر
لازم ہوگا تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنین ہین اور حالانکہ ماں اور سگی بہن کو مقدور ہے اور سوتیلی اور مادری بہن دونون مفلس ہین تو نفقہ اُسکا ماں
اور سگی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہوکر چہارم ماں پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرد ماں اور تین متفرق بہنین چھوڑکر مرگیا تو وارث اسکی ہین کہ

کہ ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اسکی چھ سہم سے ہی ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی
اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنین مفلس تھین انکو بعد دریافت کرنے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو اُنکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہ حکم ہوا
کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہی اور سگی بہن پر تین ربع سو یہ مطلب ہی شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ مالدار دن پر لازم ہوگا **والمعتبر**
اہلیۃ فی الرحم المحرم الاہلیۃ الارث لاحقیقتہ اذ لایتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم مین ارث کی لیاقت ہی یعنی کہ ہے وارث ہوتا ہو محروم محض نہو نہ کہ حقیقت ارث
معتبر اسواسطے کہ حقیقت ارث ثابت نہین ہوتی مگر بعد موت کے **فنفقۃ من لہ خال وابن عم علی الخال لانہ محرم** سو نفقہ اُس فقیر عاجز کا جسکا ایک ماموں ہی اور چچا کا بیٹا
ماموں پر ہی اسواسطے کہ وہ محرم ہی بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہی نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہی نہ محض وراثت پر **ولو استویا فی**
المحرمیۃ کعم وخال رجح الوارث للحال الا ان یکون معسرا فیجعل کالمیت اور اگر دو شخص محرمیت مین برابر ہون جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو
یعنی چچا کو نفقہ دینا ہوگا مگر وارث فی الحال مفلس ہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار مین ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا **فلا یجبر فی القنیۃ**
یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ مین ہی کہ محرم ابعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے مین جبکہ محرم اقرب حاضر نہو صورت اسکی یہ ہی کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہی اور دوسرا
سوتیلا اور سگا بھائی کہین چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلاویگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہی اُتنا اُس سے بھرے کذا فی حاشیۃ المدنی
عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولہ زوجۃ اخ موسر اجبر اخوہا علی نفقتہا ویرجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج مین ہی کہ ایک مفلس کے زوجہ ہی اور اُس زوجہ کا ایک
بھائی ہی مالدار تو بجبر اُس سے اُسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اُسکا زوج مقدور والا ہو تو اُس سے پھیرے انتہی **کلامہ وفیہ النفقۃ انما ہی علی من حرمہ کامل ولذا قال**
القہستانی قولہم وابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافہم اور سراج مین یہ بھی ہی کہ وجوب نفقہ کا تو اُسی پر منحصر ہی جسکی قرابت کامل ہی یعنی
قرابت یا محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول مین کہ نفقہ ماموں پر ہی نہ چچا کے بیٹے پر اسمین اعتراض ہی اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہین اور بیان
گفتگو ہی قریب محرم کی ترجیح مین سو اسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اسکو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہین **ولا نفقۃ تجب مع الاختلاف دینا**
الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا وسفلوا اور نفقہ واجب نہین ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی
کے بھی واجب ہی عالی ہون اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہون فروع چنانچہ بیٹا پوتا پرپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہین اور نہ مسلم کا کافر پر اسواسطے
کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہی اور حالانکہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ مین وجوب نفقہ کی علت
احتباس ہی اور اصول اور فروع مین وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہی اور حالانکہ احتباس اور جزئیت مین بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہین ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف
دین علم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سُنّی کا نفقہ شیعی لدار پر یا شیعی کا سُنّی مالدار پر شاید لازم ہوگا بشرطیکہ تفضیلیہ شیعہ ہو اور اگر یعنی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص
شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہی اگر اسکا تبرا ثابت ہو تو حاکم اُسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی **الذمیین لا الحربیین ولو مستامنین** ان اصول اور فروع کا نفقہ واجب
ہی جو کافر ذمی ہین نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہون اور اصول اور فروع حربیون کا نفقہ اسواسطے واجب نہین کہ اُنکے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہین **لانقطاع**
الارث اختلاف دین مین نفقہ واجب نہین بسبب انقطاع ارث کے مگر یہ تعلیل ہی نفقہ و اختلاف دینی کی تو اسکا بلا فاصلہ ذکر کرنا ہی مناسب تھا یعنی یون کہنا تھا کہ **لا**
نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی **ببیع الاب لانہ لہ ولایۃ التصرف الا الام ولا بقیۃ اقاربہ والا القاضی اجماعا عرض**
ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر بیچے باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اسکا مال نہ بیچین باجماع
امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو ولایت ہی تصرف کی نہ غیر کو **لا عقارہ فیبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا** نہ بیچے اُسکے عقار کو
یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون ولد کے عقار کو بیچے **بالاتفاق للنفقۃ**

ولزوجته ولاطفالہ کما فی النہر بحثا بقدر حاجتہ لا فرقہما ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اُسکے اطفال کے نفقہ کیواسطے کذا فی البحر بحثا اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ ثم شیخ رحمتی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو تینوں لفظوں مین یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کیواسطے اُسکے مال منقول کو بیچ لے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا ہی کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اُسکے اطفال کا نفقہ بالدار پر واجب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا فی دین لہ علیہ سواہا لمخالفۃ دین النفقۃ لسائر الدیون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین مین جو اُسپر ہی سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دیون مین بیچنا درست نہین اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہی بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہوچکا ہی قبل قضا کے تو قاضی کا اب حکم دینا واسطے بیع کے اعانت ہی وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قضاء لا دیانۃ مودع الابن کمدیونہ لو انفق الودیعۃ علی ابویہ وزوجتہ واطفالہ بغیر امر مالک او قاض بمکان والا فلا ضمان استحسانا تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا چنانچہ اُسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہان ہو اور اگر قاضی وہان نہوگا اور امانت دار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اُسپر تاوان نہین بدلیل استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ اُسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہین بعد تاوان دینے کے اسواسطے کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دیکر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو انحصر ارثہ فی المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ اور اسی طرح پھیر لینا جائز نہین امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص مین جسکو اُسنے نفقہ دیا اسواسطے کہ اُسکو بعینہٖ اُسکا حق پہونچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اُس ولد کے زید کا کوئی وارث نہین تو اب خالد اُس امانت کو ولد سے نہین پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ علی انفسہما وہو من جنسہ ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الولاد والزوجۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف لبقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کرین غائب ولد کے اُس مال کو جو اُسکے پاس ہی اپنے اوپر اور حالانکہ وہ مال از قسم نفقہ ہی یعنی اناج اور کپڑا ہی تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول و فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہین پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اُسکو لینا اُسکا جائز ہی بلا حکم قاضی اور بدون رضائے غائب کے ولہذا مال غائب مین اُنکا نفقہ مفروض ہی بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اُنکو غائب کے مال سے لینا جائز نہین بدون حکم قاضی یا بلا رضائے غائب کے ولو قال الابن انفقتہ وانت موسر وکذبہ الاب حکم الحال یوم الخصومۃ ولو برہنا فبینۃ الابن خلاصۃ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اُسنے باپ سے کہا کہ تونے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اُسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع اور خصومت کے دن اُسکا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اُسدن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون اپنے دعوی کے گواہ گذرانین تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصۃ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہین نفی کے قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ زاد الزیلعی والصغیر ومضت مدۃ شہر ای شہر فاکثر سقطت لحصول الاستغناء فیما مضی وار القضاء سے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ مین یعنے اقارب کا نفقہ واجب ہی واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہی ثم زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہی قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اُسکو مسلم رکھا ہی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہی اُن علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کرتے ہین اسواسطے کہ ذخیرہ مین حاوی سے بالتصریح ثابت ہی کہ قضائے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اس شرط سے دین ہوتا ہی جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا واما دون الشہر ونفقۃ زوجۃ والصغیر

قصیر دینا باالقصار اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہوجاتا ہی قاضی کے حکم سے م مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے
کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے مین نفقہ کا حکم دیتا ہی تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور رہوا باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق
مین مذکور ہوچکی اور وہی حق ہی واللہ اعلم الا ان یستدین غیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہی
مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہوجاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اسکو
رجوع کرنے کا اختیار نہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل الاطفال من مسالۃ الناس فلا رجوع لامھم بلکہ ذخیرہ مین ہی کہ اگر غائب کے اطفال نے
لوگون سے سوال کرکے کھایا یا بحکم استدانت کے تو انکی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا انکے باپ سے جائز نہین اسواسطے کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اعطوا شیأ واستدانت شیأ والنفقۃ من
مالہا رجعت بما زادت خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ انکی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی یا اپنے مال سے انپر خرچ کیا تو انکے باپ سے پھیر لے جسقدر
زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ ونفق منہا عزاہ فی البحر للمبسوط لکن نظر فیہ فی النھر بانہ لا اثر للانفاق بالاستدانۃ حتی لو استدان وانفق من غیرہ دون فی ما استدام
یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا اسوقت دین ہوتا ہی جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق مین اس شرط
انفاق کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہی لیکن نہر الفائق مین اس شرط مین گفتگو کی ہی کہ مال مقروض سے صرف کرنے کا کچھ اثر نہین یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور
غیر قرض سے صرف کرے اور اسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلامہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہین کہ وہ محرم کا مال ہی یا کسی
اجنبی کا اگر اسیکا مملوک ہی تو نفقہ ساقط ہو السبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہی تو اسیکا نام قرض ہی تو قرض سے صرف کرنا اسپر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض
صاحب نہر کا محض بیجا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو مات الاب ومن علیہ النفقۃ بعدہا ای الاستدانۃ المذکورۃ فہی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ فی الصحیح
بحر نقل عن البزازیۃ تصحیح ما یخالفہ ونقلہ المصنف عن الخلاصۃ قائلا ولو لم ترجع حتی مات لم تاخذ من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مرجاوے
وہ شخص مرے جسپر نفقہ دینا واجب ہی بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال مین بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر نے
اسکے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار مین خلاصہ سے نقل کیا یون بیان
کرکے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اسکو اسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اسکا باپ مرگیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لیسکیگی یہی قول
صحیح ہی انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے ہم حلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنے کا مفتی کیواسطے ہی یعنی جب دو قولون مین تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور
تامل کرے جسمین آسانی خلق پر ہو اس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب مین اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہی وفی البدائع الممتنع من نفقۃ القریب المحرم
یضرب ولا یحبس لفواتہا بمضی الزمن فیستدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بحثا بما فوق الشہر لعدم سقوط ما دونہ کما مر اور بدائع مین ہی کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو
نفقہ نہ دے تو اسپر مار پڑیگی اور قید نہوگا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مارنے سے ہی اور بحر الرائق مین بنابر بحث کے نہ بنابر روایت
کے عدم حبس کو مقید کیا ہی بقید ما فوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہین ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہوچکا ام عدم حبس سے یہ
مراد نہین کہ حبس اسکا مطلقاً جائز نہین بلکہ مراد یہ ہی کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہین اسواسطے کہ فصل حبس مین اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہی اگر وہ
اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا تصح الام بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہین تا کہ ماں قرض لیکر
اسکو کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اس شہر مین
نہو دوسری صورت یہ ہی کہ جسپر صغیر کا نفقہ واجب ہی وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعہا المملوکہ منفعۃ وان لم یملک رقبتہ کموصی بخدمتہ اور
واجب ہی تینون قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیواسطے

دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اُسکا کھانا کپڑا واجب ہے ہر لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بمقدور حاجت بطور غالب عادت اُس شہر کے واجب ہے یعنی اُس شہر کی اکثر خلق جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہوں ویساہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تھوڑا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اُسی پر کفایت کرنا جائز نہین اور اگر مالک عمدہ کھانا کھاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اُسپر واجب نہین کہ غلام کو بھی ویساہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہ مستحب ہے اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس مین بہ نسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنابر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہون تو اُنکو کھانے کپڑے مین برابر رکھنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو انسانیت اور ایمان کے مناسب یہ ہے کہ اُسکو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنابر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھ نہ کھاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اُس طعام سے اُسکو بھی کچھ کھانے کو دیوے اور پاس بٹھلانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف مین ہو تو اُسکی امتیاز چاہیے کھانے اور کپڑے مین بنابر عرف کے کذا فی العالمگیریہ عن غایۃ السراجی اور صحیحین مین ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمھارے بھائی ہین یعنی بنی آدم ہین حقتعالی نے اُنکو تمھارا زیر دست کیا ہے سو جسکے پاس اُسکا بھائی زیر دست ہو تو اُسکو کھلاوے جسمین سے آپ کھاتا ہے اور پہناوے جسمین سے آپ پہنتا ہے اور نہ ایسا تکلیف کا کام لو جو اُنپر شاق و سخت ہو اور اگر سخت کام لو تو آپ بھی انکے مددگار ہو یعنی کام مین شریک ہو اس حدیث کا یہ مطلب نہین کہ غلام کا کھلانا اور پہنانا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اسواسطے کہ طحاویؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا واجب ہے ایسا نہین فرمایا کہ مالک پر اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا یہ مطلب ہے کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے اُنکو بھی دو مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ خود ململ اور تنزیب پہنے اور غلام کو گارھا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہین کہ غلامون کو اپنا سا پہناتے ہون مگر بعضے اصحاب البتہ بنظر استحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر و حاشیۃ المدنی و فی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہ ہو الصحیح و استشکلہ فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ مین ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جبتک کہ وہ اسکے ہاتھ مین ہو اور یہی قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق مین اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہین نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینے کے تو لائق یہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کا یون جواب دیا ہے کہ جبتک مبیع بائع کے پاس ہے تو اسکے ضمان مین ہے تو اُسپر نفقہ بھی واجب ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اُسکا مالک نہین نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع ففی کسبہ ان قدر بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ فیوجر نفسہ کمعین البناء پھر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو اُسکا نفقہ اُسکی کمائی مین ہے اگر وہ قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا ہر تندرست سے ہوسکتا ہے عاقل ہو یا احمق والا کمونہ زمنا او جاریۃ لا یوجر مثلہا امرہ القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی و بہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نہ کرسکتا ہو چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نہ کرسکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اُسکی مزدوری مین فساد کا احتمال ہو تو قاضی اُسکے مالک پر جبر حکم کرے اُسکے بیچ ڈالنے کا اور صاحبینؒ نے کہا کہ قاضی خود اُسکو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہین اور اسی پر فتوی ہے ان محالہ والا کمدبر و ام ولد الزمہ بالاتفاق لا غیر غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہے بیع کا یعنی اگر اُسکا بیچنا جائز ہے اور اگر اُسکا بیچنا نہ جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اُسکے مالک پر اُسکا نفقہ قاضی لازم کردے بحکومت اُسکے سوا اور کچھ نہ کرے عبد لا ینفق علیہ مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عاجزا عن الکسب جاز و لم یاذن لہ فیہ ایک غلام ہے کہ اُسکا مالک اُسکو نفقہ نہین دیتا تو اُسنے کھایا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اُسکی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اُسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اُسکو کھانا اور لینا جائز ہے والا لا کما لو اقتر علیہ مولاہ لایاکل منہ بل یکتسب ان قدر مجتبی اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہو تو بدون رضامندی مولی کے غلام کو اُسکا مال کھانا اور لینا جائز نہین چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اُسکا مال بدون اُسکی رضامندی کے نہ کھائے بلکہ کمائی کرے اگر اُسکو طاقت ہو کذا فی المجتبی فیہ

تنازعا فی عبد او دابۃ فی ایدیہما یجبران علی نفقتہ اور مجتبی مین ہی کہ دو شخصون نے جھگڑا کیا غلام یا جانور مین جو اُن دونون کے قبضے مین ہی تو اُنپر جبر کیا جاویگا اُسکے
نفقہ مین یعنی دونون سے زبردستی اُسکا قوت دلایا جاویگا تاوقتیکہ ایک کا دعوی ثابت ہو نفقۃ العبد المنصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ
غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہی یہانتک کہ اُسکے مالک کے پاس اُسکو پہونچاوے فان طلب الغاصب من القاضی الامر بالنفقۃ او البیع
لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب کرے
غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت مین قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت مانگے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب
پر تاوان ہر صورت ثابت ہی خواہ غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اُسکو قاضی بیچڈالے نہ غاصب اور اُسکی قیمت کو
قاضی اُسکے مالک کیواسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اُسکو دے طلب المودع او اخذ الآبق او احد شریکی عبد غاب احدہما من القاضی الامر بالنفقۃ علی
عبد الودیعۃ ونحوہا لا یجیبہ لئلا تاکلہ النفقۃ بل یوجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے غلام کے پکڑنے
والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت مین طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اُسکے یعنی غلام
گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی اُن غلامون کے نفقات کیواسطے نہ دے تاکہ نفقہ نہ اُسکو کھا جاوے یعنی کثرت
قرض سے غلام کی قیمت اُسمین مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اُس غلام کو اجارہ دے اور اُسکی مزدوری سے اُسکو کھلاوے یا اُسکو بیچڈالے اور اُسکی قیمت کو اُسکے مولی کیواسطے
رکھ چھوڑے تاکہ مولی کا ضرر نہو مع اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہی صاحب نہر کی نزد روایت مذہب کی تو شارح پر اسکا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ المدنی والنفقۃ علی الاجر
والراہن والمستعیر والکسوۃ علی المعیر وتسقط النفقۃ ولو زمنا وتلزم بیت المال خلاصۃ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینیوالے پر ہی نہ مستاجر پر اور گرو کرنے والے پر ہی نہ مرتہن پر اور عاریت
مانگنے والے پر ہی نہ عاریت دینیوالے پر اور لباس تو عاریت دینیوالے پر واجب ہی اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کا اُسکے آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا
نفقہ مسلمین کے بیت المال مین لازم ہی کذا فی الخلاصۃ اور اسیطرح شیخ کبیر اور مرد بیمار کا نفقہ بیت المال مین ہی اگر اُسکے پاس مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی العالمگیریۃ عن الظہیریۃ
دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدہما من الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جوہرۃ جانور چار پایہ مشترک ہی دو مالکون مین ایک مالک اُسپر کچھ صرف نہین کرتا تو قاضی اُسپر
زبردستی کرے اور اُس سے بھی صرف کراوے تاکہ اُسکے شریک کو ضرر نہ پہونچے کذا فی الجوہرۃ وفیہا ویومر انما بالبیع او بالانفاق علی بہائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر المذہب
للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال اور جوہرہ مین ہی کہ جانور رکھنے والے مالک سے کہا جاوے کہ یا اُنکو بیچڈالے یا اپنے چوپایون کو چارہ پانی دے یہ امر دیانۃ کیا جاوے یعنی اگر کوئی
فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہ قضاء یعنی بحکومت جبر نہ کرے بنابر ظاہر مذہب کے ہدایہ مین کہا کہ عدم جبر اصح ہی انفاق کا امر اسواسطے کرے کہ حدیث
مین نہی وارد ہی جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے مین دونون ممنوع کام مجتمع ہین تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ
الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ جانور کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہی طحاوی اور کمال الدین نے
فتح القدیر مین کہ اگرچہ بیان کوئی مدعی نہین لیکن مالک کے ترک واجب مین تامل نہین تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہی امامون کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی
حق ہی کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر الحیوان وان کرہ تضییع المال ما لم یکن لہ شریک کما مر اور نہ جبر کیا جاوے سواے جاندار کے اور مال پر صرف کرنے کا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ
کی مرمت مین اگرچہ مکروہ ہی مال کا ضائع کرنا جب تک کہ اُسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اُسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان مین بھی جبر
ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا مسئلہ مذکور ہو چکا قلت وفی الجوہرۃ فان کان العبد مشترکا فامتنع احدہما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصۃ انفق
الشریک علی العبد فی غیبۃ شریکہ بلا اذن الشریک او القاضی فہو متطوع وکذا النخیل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ اذا استرمت شارح
کہتا ہی اور جوہرہ مین ہی کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور ایک شریک اُسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اُسکو نفقہ دے اور اپنے شریک سے

بقدر اُسکے حصے کے پھیر لے برابر ہو کہ اُسکو قاضی نے صرف کرنے کا حکم دیا ہو یا ندیا ہو اور مصنف نے منح الغفار مین باتباع بحر الرائق کے خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اسنے احسان کیا یعنی شریک غائب سے بقدر اسکے حصے کے پھیر نہین سکتا اور یہی حکم ہو نخلستان اور کھیت اور ودیعۃ اور لقطہ اور مشترک گھر کا جبکہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزون مین صرف کرنے والا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو اُنکے مالک یا شریک سے پھیر نہین سکتا مام حلبی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہ فرق ہو کہ جوہرہ کی روایت مین شریک وہان حاضر ہو اور غلام شریک پر صرف نہین کرتا ہو بسبب شرارت اور سرکشی کے لہذا اُس سے پھیر لینا صرف کا درست ہو بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہان شریک حاضر نہین غائب ہو لہذا اُسکی سرکشی ثابت نہین تو پھیر لینا بھی لازم نہین تو معلوم ہوا کہ دونون روایتون مین تناقض نہین واللہ اعلم جوہرہ مین ہو کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اُسکا دودھ نہایت بجوڑ کر دوہنا مکروہ ہو اور اگر دودھ کی کثرت ہو نہ دوہنا بھی مکروہ ہو کہ تکلیف کا سبب ہو اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اُسکے پینے سے زیادہ بچے تو اُسکو دوہے جبتک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب ہو کہ دوہنے والا اپنے ناخن بڑے نرکھے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اگر سواری اور لادنے کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اسپر بوجھ نہ لادے اور زیادہ منزل نکرے کذا فی العالمگیریۃ

کتاب العتق

یہ کتاب ہو آزادی کے احکام مین کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے مذکور کیا کہ دونون مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہو رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہو رفع قید مملوکیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہو کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ترسٹھ غلام آزاد کیے اور حجۃ الوداع مین ترسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور ترسٹھ ہی برس اس عالم مین رہے اور صدیق اکبر بھی تنا ہی جیے اور اتنے ہی غلام آزاد کیے اور عبد الرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے کذا فی حاشیۃ المدنی میزت الاسقاطات باسماء اختصارا فاسقاط الحق عن القصاص عفو وعما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع مین جدا جدا نامون سے جدا جدا کیے گئے ہین بنا بر اختصار کے تاکہ بولنے مین زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہو اور اسقاط دین کا نام ابراء ہو اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہو اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہو مناسب یون تھا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق عتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہو اور عتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہو اور عتاق اسقاط حق ہو وعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا منضمن احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہو نہ عتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہو ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہو نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہو قول سابق کے کہ وہان اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہو اور اسقاط مولی کا فعل ہو اور اسیکا نام عتاق ہو اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہو نظر بغالب الاحکام ہو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب مصدرہ عتق وعتاق عتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر ہین ہم ہر چند لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہو لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ضرور ہو لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہو بلکہ درحقیقت اتحاد ہو بخلاف اور معانی کے کہ انمین ایسی مناسبت صریح نہین اور جبکہ غلام آزاد ہو الو اسکو عتیق اور معتق اور محرر بولتے ہین وشرعا عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق عبارت ہو اسقاط حق ملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کر دے کہ وہ مملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار مین داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل اداے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکلگئی مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یہ سب ساقط ہو جاتے ہین اور وجہ مخصوص سے مراد صریحا لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ بہ نیت عتق یا مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اُسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہوگا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہو گی گر کنہ

کتاب العتق

اللفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب ودخول حربی اشتری مسلماً دار الحرب اور رکن عتق کا وہ لفظ ہی جو ازاد ے پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اسکے جیسے قریب
کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دار الاسلام مین یا ہان پھر غلام مسلمان خریدکر کے دار الحرب مین لیجانا تو بمجرد داخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا بدون آزاد
کرنے کے نزدیک امام کے اور اسی طرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آ جاویگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر حربی غلام دار الحرب مین مسلمان ہو گا تو بالاتفاق امام اور
صاحبین کے آزاد نہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفتہ واجب لکفارۃ ومباح بلا نیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق
الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہی کہ وہ واجب ہی اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہی جو کفارہ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم مین آزاد کرے اور
عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق مین نیت شرط نہین اسواسطے کہ وہ عبادت نہین یہانتک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہی اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہین ہان اگر مسلمان
واسطے رضائے حقتعالی کے آزاد کریگا تو اسوقت عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب وہ ہی جو حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اس حدیث کے جسمین عتق اعضا کا ذکر ہی صحاح
ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حقتعالی اسکے ہر عضو کے عوض مین آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا
کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یحصل ذلک بتدبیر وشراء قریب الظاہر نعم اور کیا یہ ثواب یعنی عتق اعضا مدبر کرنے مین اور اپنے قریب کے مول لینے مین حاصل ہو گا یا نہین ظاہر
جواب یہ ہی کہ ہان انمین بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہی اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہی اعتاق ہے اگرچہ بعد موت مالک کے ہی اور شراء قریب مین دوہرا ثواب ہی ایک اعتاق
کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ یہ ہی جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ اسواسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہو گیا اور بحر الرائق مین بروایت محیط اسکو مباح مین
شمار کیا ہی تو ظاہر اکراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہی جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہی یعنی اگر عتق
سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہی اور اگر تعظیم منظور ہو تو صاف کفر ہی بہر صورت شیطانی کام ہی اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دار الحرب
مین چلا جاویگا یا مرتد ہو جاویگا یا چوری یا قطاع الطریقی کریگا تو اسکا بھی آزاد کرنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حر مکلف ولو سکران او مکرہا او مخطئاً او ہازلاً
او لا یعلم بانہ مملوکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ہذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہی آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی
کسی نے آزاد کروایا ہو دس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اسطرح پر کہ مثلاً اسکے غلام کا نام صالح تھا سو اسنے چاہا کہ یون پکارے کہ یا صالح سو اسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی اے آزاد
یا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نجانتا ہو کہ یہ میرا غلام ہی چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردے اور اشارہ کیا
مبیع کیطرف مشتری نے اور مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کر کے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر
سو مالک نے نادانستہ اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کر کے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردو
حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہین کہ یہ میرا غلام ہی سو بائع نے اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام آزاد ہو گا مشتری کیجانب سے اور مشتری اسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اسکو لازم ہو گا
کذا فی المنح عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع عتق کی نہین اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہی کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ
قصد اور رادانستگی اسمین ضرور نہین چنانچہ اسکی تصریح کتاب النکاح اور کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی لا من صبی ومدہوش ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ومجنون و
نائم کما لا یصح طلاقہم صحیح نہین آزاد کرنا صغیر کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نرہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور
مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہین ولو اسندہ لحالۃ منافیۃ او قال وانا حربی فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب
کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یون کہا کہ مین نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی مین آزاد کیا تھا یا یون کہا کہ جب مین نے آزاد کیا تھا تو مین حربی تھا دار الحرب
مین اور یہ حال لوگون کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا قول معتبر ہو گا یعنی غلام نہ آزاد ہو گا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ لمکاتب فخرج عتق الحمل اذا
ولدتہ لستۃ اشہر او اکثر ولو اقل صح صحیح ہی عتق حر مکلف کا اپنی ملک مین اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جب کہ

لونڈی پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر مین جنی تو عتق صحیح ہی یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ مین موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین پیدا ہوگا تو قول مولی کیوقت حمل کا ہونا مشکوک ہی ہو یا نہو تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہین ولو باضافۃ الیہ کان ملکتک اوالی سببہ کان اشتریتک فانت حر عتق مالک کا صحیح ہی اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہی پھر اسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا یا سبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یون کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر مین تجھکو خرید کرون تو تو آزاد ہی تو بعد خرید کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہین مگر ملک سے یا تعلیق بملک سے یا تعلیق بسبب ملک سے بخلاف ان آمت مورثی فانت حر لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائیگا تو تو آزاد ہی تو یہ عتق صحیح نہین اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہین اسواسطے کہ جائز ہی کہ موت مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہین پہونچتی یا احتمال ہی کہ مورث کی موت کیوقت وارث مرتد ہو جاوے یا کہ وہ غلام مورث کے قبل از موت اسکی ملک سے نکل جاوے ہان اگر یون کہے کہ اگر مین تجھکو ارث مین پاؤن تو تو آزاد ہی تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ارث ملک کا سبب ہی ومن لطائف التعلیق قولہ لامتہ ان مات ابی فانت حرۃ فباعہا ابوہا ثم نکحہا فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریہ وکانہ لان الملک ثبت مقارنا لہما بالموت فتامل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مولی کا یہ قول ہی اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہی پھر اس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھہ بیچڈالا پھر اس سے نکاح کیا پھر یون تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجھکو دو بار طلاق ہی پھر اسکا باپ مرگیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریۃ اور شاید کہ طلاق اور عتق اسواسطے واقع نہونگے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک و طلاق اور عتاق معاً پائی گئی اسواسطے کہ وارث نہین ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینون دفعۃ پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق کی شرطون پر نہ ثابت ہوا تو بمجرد مالک ہونے کے نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہی نہ مملوکہ اور عتق نہین ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہان ملک اور عتق مین تقدم نہین بلکہ اقتران ہی اور چونکہ یہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمین تامل اور غور کر ویصریحہ بلانیۃ عتق صحیح ہی صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ ہی جو لغت اور شرع مین مستعمل ہوتا ہو مگر عتق مین تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ نیت اسوقت مشروط ہی جب مراد متکلم مین اشتباہ ہو اور صریح مین تو اشتباہ نہین لہذا نیت کی بھی حاجت نہین کذا فی منح الغفار سواء وصفہ بہ کانت حر یعنی برابر ہی کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہی جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یون کہے کہ تو حر ہی لفظ حر کا وصف ہی اسواسطے کہ حر اس ذات کو کہتے ہین جسمین حریت پائی جاوے او عتیق یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق ہی یعنی معتق ہی ہر چند لفظ عتق کا مصدر ہی اسمین ذات کے معنی نہین لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہی چنانچہ زید عدل مین عدل بمعنی عادل مشہور ہی او معتق او محرر یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہی یعنی آزاد ہی ولو ذکر البحر فقط کان کنایۃ اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر لاوے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت حر نہ کہے بلکہ یون کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اسوقت مین عتق صریح نہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا سو اسنے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر نحو حررتک او اعتقتک او اعتقک اللہ فی الاصح ظہیریۃ یا عتق صریح کو بصیغہ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبریہ یہان فی الحقیقت بمعنی انشا ہی چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو محرر کیا یا معتق کیا یا خدا نے تجھکو آزاد کیا اعتقک اللہ تعالیٰ قول اصح مین عتق صریح ہی نیت کا محتاج نہین کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ یہ لفظ عرف مین مستعمل نہین مگر انشاء عتق مین جیسے بدیون سے ابراک اللہ کہنا ابرا کیواسطے مستعمل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او ہذا مولای او نادی نحو یا مولای او یا مولاتی یا غلام کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا مولی ہی یا غلام کو اسطرح

پکارا کہ یا مولائے یا لونڈی کو یون پکارا کہ یا مولاتی ہم مولا کا لفظ مشترک ہو معانی کثیرہ مین چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہین از انجملہ ناصر اور
ابن عم اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہین ہوتے سوائے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی
المنح عن الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اس قول سے عتق نہین ہوتا قول اصح مین اسواسطے کہ
یہ کلمہ تلطف اور مہربانی کا ہو نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب دحریۃ من العمل دین یا غلام کو یون پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ مین نے
اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہو الا
اذا سماہ بہ: اشہد وقت تسمیۃ خانیۃ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہو مگر جبکہ مالک نے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور
نام رکھنے کے وقت لوگون کو اسکا شاہد بھی کردے کذا فی الخانیۃ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد ہوگا جب تک کہ ایجاد عتق کا ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی
حکم یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہون تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق کا ارادہ نکریگا ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ برادفہ
بالعجمیۃ کیا آزاد او بالعکس بان سماہ بآزاد و ناداہ بالعربیۃ بیا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو حر کرنے کے بعد جب اسکو زبان عجمی مین بلفظ مترادف پکاریگا چنانچہ یا
آزاد یا اسکے بالعکس کرے یعنی اسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی مین اسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت
مین اسکا حر نام ہی نہ آزاد ہی اور دوسری صورت مین اسکا آزاد نام ہی نہ حر وکذا راسک حر ووجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسیطرح غلام آزاد ہوگا
یون کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہی یا تیرا چہرہ آزاد ہی اور مانند ان عضاء کے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہی چنانچہ ذکر ان عضاء کا کتاب الطلاق مین گذر گیا ولو اضافہ بجزء شائع کثلثہ عتق
ذلک القدر لتجزیہ عند الامام کما یجی اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلاً یون کہا کہ ثلث آزاد ہی یا نصف آزاد ہی تو اسیقدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنے
اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب قسمت پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصریح قولہ لعبدہ
انت حرۃ ولامتہ انت حر خانیۃ اور عتق صریح کی قسم سے یون کہنا ہی سوا کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہی یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہی اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے
مقامون مین اعراب و تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہین ومنہ وہبتک او بعتک نفسک فیعتق مطلقا ولو زاد بکذا اتوقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہی یون کہنا مولی
کا اپنے غلام سے کہ مین نے تیری ذات تجھکو بخشی اور مین نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہوجاویگا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا
نکرے اگرچہ اسنے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولی نے یون زیادہ کرکے کہا کہ مین نے تیری ذات تجھکو بخشی دس درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا
اسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ہم ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر مین ملحق بصریح کہا ہی نہ صریح اور عالمگیری مین حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہی
اور شارح نے اسکو صریحا صریح مین داخل کیا ہی اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہی کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہی کہ یہ صریح ہی لیکن مترجم نے جو فتح القدیر
کو دیکھا تو یہ عبارت تھی ملحق بالصریح قولہ العبدہ وہبتک نفسک وبعتک نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب
لم یعتق لجواز وجوبہ الکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہی مصدر چنانچہ یون کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہی یا تیرا عتق مجھپر ثابت ہی اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یون
کہے کہ تیرا عتق مجھپر واجب ہی تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجایش ہوئی
تو صریح نہ باقی رہا و فی البدائع قیل لہ اعتقت عبدک فاوی برأسہ ان نعم لم یعتق اور بدائع مین ہی مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اسنے سر سے
اشارہ کیا کہ ہان اسطرح سے غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے عتق کا لفظ نہین کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اسکا اشارہ کافی ہی عتق مین ولو زاد
من ہذا العمل عتق قضاءً اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یون کہیگا کہ تو آزاد ہی اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاءً نہ دیانۃً ہم یہ عبارت
شارح کی مسئلہ ایما اس سے متعلق نہین کما ہو المتبادر بلکہ اس کلام کیطرف راجع ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی و المدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

انت حر ولا نیۃ لہ عتق المجیب ولو قال عتقت سالما عتقا قضاء اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہون سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ ای سالم تو جواب دیا غانم نے سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہی اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہین اور اگر مولی نے کہا کہ انت حر سے مین نے سالم کی آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاء دونون آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃ وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ کیا

وفی الجوہرۃ قال من لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انت حر فقال لہ عتق قضاء اور جوہرہ مین ہی کہا ایک شخص نے اُس سے جو عربی بات خوب نہین جانتا کہ تو اپنے غلام سے یون کہ کہ انت حر سو اُسنے اپنے غلام سے یون ہی کہا تو قضاء اُسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃ نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد کے ولو قال اسک راس حر بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہی اگر راس حر کو بترکیب اضافت کہا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہی اور تشبیہ کا علم ہوتی ہی اور گاہ شک ہوتا ہے تو عتق مین شک واقع ہوا لہذا بدون نیت کے آزاد نہوگا وبالتنوین عتق لانہ وصف لا تشبیہ اور اگر راسک اس حر مین لفظ راس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین حر صفت ہی راس کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ تو حر ہی وبکنایتہ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک ولا سبیل او لا رق او خرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہی عتق کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات مین عتق اور غیر عتق دونون کا احتمال ہی چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھ پر نہین یا میری کوئی سبیل نہین تجھ پر یا میری ملکیت تجھ پر نہین اور تو میری ملکیت سے نکلگیا اور تجھکو مین نے چھوڑ دیا ہی یہ اقوال کنایات ہین کہ نہین عتق اور غیر عتق دونون محتمل مین احتمال ہی کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہی کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال مین مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال منتفی ہوکر تعیین مقصود ہوگا کذا فی الدرر وکقولہ لامتہ قد اطلقتک وانت اعتق وازوجتہ انت اطلق من فلانۃ وہی مطلقۃ تعتق وتطلق ان نوی کہنچھا اور جیسا چنانچہ مولی کا یہ قول اپنی لونڈی سے کہ مین نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہی فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہی یا اپنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہی فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہی تو پہلی مثال مین لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال مین زوجہ اسکی مطلقہ ہوگی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی تجزی مین نیت شرط ہی چنانچہ غلام سے یون کہے کہ انت حر یا زوجہ سے یون کہے کہ انت طالق فی نہر الفائق مین محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہی کہ اعتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تجزی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی

وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوک لا یعتق بل یثبت لہ احکام الاحرار حتی لو اقر بانہ مملوکہ وصدقہ فیملکہ وکذا لیس ہذا بعبدی لا یعتق وقاس علیہ فی البحر لا ملک لی علیہ لکن نازعہ فی النہر اور خلاصہ مین ہی کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہین تو وہ آزاد نہوگا بلکہ ثابت ہونگے اُس غلام کو آزادون کے احکام یعنی اب مولی اُسکی مملوکیت کا دعوی نکر سکے گا بسبب تناقض کے اور اس سے خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مرجاوے تو مولی بطریق ولا اُسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق مین کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہین لیکن بظاہر حر ہی تو احرار کے احکام اُسپر جاری رہینگے یہانتک کہ اُسکی عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اُسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کے بعد اقرار کرے کہ مین مملوک ہون اُسکا اور مولی بھی اُسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتا ہی تب اُسکا مالک ہوگا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہوگا لیکن حکم احرار کے ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہین اور بحر الرائق مین خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہی بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا کہ میری ملک تجھپر نہین تو وہ آزاد نہوگا لیکن احکام احرار اسپر ثابت رہینگے تا وقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اُسکی تصدیق کرے تب اُسکا مالک ہوگا لیکن نہر الفائق مین صاحب بحر الرائق سے اس قیاس مین نزاع کیا ہی یعنی یون کہا ہی کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ لا ملک لی علیک مین متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہی غیر کی ملکیت کی نفی نہین بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک مین مطلقاً نفی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر قیاس نہین جب کوئی دوسرا مالک اُس غلام کا نہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونون قول برابر ہوگئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس ہذا بعبدی ولا ملک لی علیک بلا تکلف یکسان ہین تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح ایضا بہذا ابنی او بنتی للاصغر سنا من المالک

والاکبر وکذا ہذا ابی او جدی او ہذہ امی وان لم یصلحوا لذلک او لم ینوا العتق لانہا صرائح لا کنایۃ ولذا جاز بالسیاء وآخرہا لتفصیلہا اور یہی صحیح ہے عتق مملوک
یون کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور لونڈی کو یون کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر میں چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح سے یون کہنا غلام کو کہ یہ میرا باپ ہے یا دادا یا
لونڈی سے یون کہنا کہ یہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونے کی یا بیٹی اور ماں ہونے کی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہون یا مالک نے اس
قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہین کنایہ کہ نیت کے محتاج ہون لہذا ماتن ان الفاظ پر باسے جارہ لایا ہے تاکہ کنایات پر ان الفاظ
کا عطف ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہے کہ انکو صریح کے ساتھ نہ ذکر کیا
شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام مین تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو موخر لانا مناسب ہے اہ مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہے اور ملزوم
بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہے اور اسیطرح باپ یا دادا یا ماں کہنے مین عتق بطریق مجاز ہے فان صلحوا وجہل نسبہم فی مولدہم لیس للقائل اب معروف ثبت النسب ایضا ام الفعل ابی
من الزنا سعتق فقط پھر اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہون مولی کا باپ یا بیٹا ہونے کی اور غلامون کا نسب بھی انکے وطن مین مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ
کہا ہے اسکا باپ معلوم اور مشہور نہین کہ کون ہے تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یون نہ کہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یون کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے زنا
سے تو نسب اسکا ثابت نہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور اسکا غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب پھر
زید نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو
اور غلام چالیس برس کا تو اسوقت مین بیٹا کہنے سے نسب نہ ثابت ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان
اور اسی طرح کی تفصیل ہے غلام کو باپ کہنے مین یا لونڈی کو ماں کہنے مین لیکن ثبوت نسب مین اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہے چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے وہل
یشترط تصدیقہ فیما سوی دعوۃ البنوۃ قولان اور کیا مشروط ہے ثبوت نسب مین تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ تصدیق غلام
کی شرط نہین اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہے بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا مین تصدیق مملوک کی شرط ہے اسواسطے
کہ اسمین تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اسمین غیر کا تحمیل نسب ہے اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر ام ولدہ اور نہین ہو جاتی ماں غلام کی
ام ولد یعنی جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ہذہ بنتی او لامۃ ہذا ابنی اشتر للکنیۃ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہے اور
اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو عتق مین احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے نہین مذکیر اور تانیث مین
کذا فی الہدایہ وفتح القدیر وفی ہذا خالی او عمی عتق وفی اخی لا مالم ینو من النسب اور مولی کے یون کہنے مین کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہے غلام آزاد ہوگا اور یون کہنے مین کہ
یہ میرا بھائی ہے آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبی اور دینی مین قال اللہ تعالی (انما المومنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے
متعین نہین ہوسکتا بخلاف عم اور خال کے لا العتق بیا ابنی ویا اخی ویا اختی ویا ابی غلام آزاد نہین ہوتا یون کہنے سے کہ اے میرے بیٹے اور اے میرے بھائی اور اے
میری بہن اور اے میرے باپ سواسطے کہ ندا کرنے سے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر کو اسواسطے کہ یا حر عتق صریح ہے اسمین معنی قصد کرنے کی حاجت نہین
کذا فی منح الغفار ولا سلطان لی علیک اور غلام سے یون کہنے مین بھی عتق نہین کہ میری قدرت نہین تجھپر اسواسطے کہ باوجود بقاء ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد
مین متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب مین ولا بالفاظ الطلاق صریحۃ وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہین ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق
واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اسکی تصریح باب الطلاق مین گذر چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجھکو طلاق ہے یا تو مجھپر حرام ہے تو آزاد نہوگی وان نوی قید للاخیرۃ
لتوقفہ فی السنن علی النیۃ کما نقلہ ابن الکمال وکذا نفی السلطان کما رجحہ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہین ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے
اسواسطے کہ نیت وہان مفید ہوتی ہے جہان لفظ مین مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اسمین معنی عتق کی صلاحیت نہین شارح کہتا ہے باوجود نیت کے عتق نہونا یہ عبارت

اخیرہ کی قید ہی نہ منادی کی اور نفی سلطان کی بسبب موقوف ہونے عتق منادی مذکور کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہو کہ یا ابنی مین اگر عتق کی نیت کریگا تو غلام آزاد ہوگا اور اسی طرح لا سلطان لی علیک مین عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہو کمال نے فتح القدیر مین اور مسلم رکھا ہو اسکو بحر الرائق مین ہم فتح القدیر مین کہا ہو کہ بعضے مشائخ کا یہ قول ہو کہ لا سلطان لی علیک مین نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہو امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کا اور اسیطرح قول کو دلیل مقتضی ہو **وکذا انت مثل الحر یعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ** اور اسی طرح یہ قول کہ تو حر کے مانند ہو غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہو اسواسطے کہ اس قول مین مماثلت اور تشبیہ ہو اور تشبیہ گاہے عام ہوتی ہو اور گاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی **الا فی قولہ اطلقتک ولو لعبد فتح امرک بیدک واختاری فانہ یعتق مع النیۃ فھو من کنایات العتق** ایضا ولا برع بدائع ویتوقف علی القول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہین ہوتا مگر مولی کے اس قول مین کہ مین نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہین بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول مین اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہو یا تو اختیار کرلے یعنی عتق کو تو ان تینون قولون مین مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہین چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہین اور اسمین کچھ غرابت اور تعجب نہین کہ ایک لفظ دو چیزون کے کنایہ ہونے کی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونون متقارب المعنی بھی ہون کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہو نہ ایقاع عتاق کی کنایات سے ہو لہذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک اور اختاری مین موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اس مجلس مین عتق کو قبول کرلیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف اطلقتک کے کہ اسمین قبول کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ تفویض نہین بلکہ ایقاع ہو **وکذا اختر العتق او امر عتقک بیدک لم یحتج للنیۃ لانہ تملیک کالطلاق** اور یہی طرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہو مولی کے اس قول مین کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ مین ہو اگرچہ اس قول مین نیت مولی کی حاجت نہین کہ صریح ہو نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہو اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہو مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تمام نہین **ولا عتق بنحو انت علی حرام وان نوی لکن بالغ بو طیھا** اور عتق ثابت نہین اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہو اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہو **ویصح ایضا بقولہ عبدی او حماری او جداری حر** اور عتق صحیح ہو اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدھا آزاد ہو یا میری دیوار آزاد ہو چونکہ گدھا اور دیوار لائق حریت کے نہین لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہو **کما لو جمع بین امرأتہ وبھیمۃ او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ** چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور اور پتھر کو ملایا اور کہا دو مین ایک کو طلاق ہو یعنی زوجہ یا جانور کو تو اسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتھر مین صلاحیت طلاق کی نہین **لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ الحیۃ والمتیتۃ جوہرہ** نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملادیگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ ہم بہتر یون تھا کہ شارح موافق جوہرہ کے یون کہتا کہ لا لو جمع بین امتیہ الحیۃ والمتیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہو اور دوسری مردہ سواسنے یون کہا کہ ان دونون مین سے ایک آزاد ہو تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی طلاق آزادی صحیح ہو اور جوہرہ مین مسئلہ طلاق کا مذکور نہین شارح نے زیادہ کیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **ویصح ایضا بملک ذی رحم محرم ای قریب حرم نکاحہ ابدا** اور بھی صحیح ہو عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہو تو اگر ایک شخص نے اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو بمجرد خرید کے آزاد ہو جاویگا خرید کرنے والا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے مین محرمیت ثابت ہو یعنی اگر ان دونون مردون مین کوئی عورت ہوتا تو آپسمین کا ہے نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہین لیکن محرم نہین اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہو لیکن قریب نہین نسائی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اسپر آزاد ہوگا ہر چند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہو لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہو اور ابن قطان اور ابن حبان نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ مین موجود ہو تو یہ حدیث

محبت ہی شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے۔ البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے گو انقضاء العتق بقدرہ عندہ
او حملا کشراء زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسیقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک
ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہو اُسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اُسکے بیٹے نے اُس حاملہ کو خرید
کیا تو یہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اُسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنے گی تو ولد اُسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو المالک صبیا او مجنونا او کافر
فی دارنا حتی لو عتق المسلم او الکافر الذی عندہ فی دار الحرب لا یعتق اجتقد بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافا للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا
کافر جو دار الاسلام میں ہے اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد ملک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہان جاری نہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا
حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اُسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور
محمد کے نزدیک مالک کیواسطے حق ولا ثابت نہین اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہین بلکہ تخلی بالطبع کردینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک اُنکے ولا مولی کو ثابت
ہے کیونکہ اُنکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب مین صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہ مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب
مین مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلاشرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہین کذا فی الزیلعی وصح ایضا تحریر لوجہ اللہ
تعالی والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے
آزاد کرنے سے وہ گنہگار ہوگا صنم اُس بت کو کہتے ہین جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اُسکو وثن کہتے ہین کذا فی غایۃ البیان وکفر بہ
ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان وللصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہوجاویگا نزدیک قصد
کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ مین یہ عبارت ہے کہ اگر یون کہیگا کہ مین نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہوجاویگا وصح ایضا
بکرہ ولو غیر ملجی اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نہ کی ہو جسمین جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہر چند اکراہ
مین رضائے مالک نہین لیکن عتق رضا پر موقوف نہین اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل مین رضا نہین کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے
پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور ای ان کان مسکر حرام فلا یخرج الاشربۃ بالمضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اُس مستی اور
نشے مین جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیاے مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا
استعمال بقصد قوت اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہون کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ مین امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور
ہوگا کہ جو سکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاے مذکورہ مین سے کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہین یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوائے
شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق مین لقمہ اٹک گیا نیچے نہین اُترتا اور پانی وہان نہین تو اُسوقت لقمہ اُتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہین تو اگر اُسکے
بعد نشہ ہوگا تو مانند بیہوشی کے اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی
مزاجون کو نشہ ہوجاتا ہے تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا وصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصدہ حقیقۃ ولا مجازا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت
ہے عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہون وہ ہزل ہے چنانچہ خوش طبعی مین حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہین ہوتا
وان علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا جب
گھر مین داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اُسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر مین داخل ہوا پھر اُسکو مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے
بار گھر مین غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ ہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمکاتبہ ان انت عبدی فانت حر لا یعتق لقصور الاضافۃ ظہیریۃ اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو حاصل ورموجود ہو تنجیز ہی
یعنی تعلیق یعنی فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اس غلام سے کہا جو اسکی ملکیت مین ہی کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہی تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جائیگا
بخلاف یون کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہی تو تو آزاد ہی تو مکاتب آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریۃ پورا غلام وہ جو
بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نہ کر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات مین مختار ہی تو پورا غلام نہو تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہ ہوگا وفیہا تصبح حر ای تعلیق
اور ظہیریہ مین ہی کہ یون کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہو کر تعلیق ہی اعتاق کی صبح کے وقت پر گویا یون کہا کہ جب تو صبح کے وقت مین داخل ہوگا
تو آزاد ہوگا وتقوم حرا وتقعد حر تنجیز اور یون کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوتا ہی آزاد ہو کر اور بیٹھتا ہی آزاد ہو کر یہ فی الحال اعتاق ہی اسواسطے کہ مقصود اس کلام کا یہ ہی کہ
تو ہر حال مین آزاد ہی قال ان سقیت حماری فذہب بہ للماء ولم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلادے
تو تو آزاد ہی سو غلام اسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اُسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام کی یہ ہی کہ گدھے کے سامنے پانی ہو جاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی
اور یہ مراد نہین کہ پیاس ہو یا نہو پانی پلانا اسکو لازم ہی قال عبدی الذی ہو قدیم الصحبۃ حر عتق من صحبۃ سنۃ ہو المختار مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہی وہ آزاد ہی تو وہ غلام
آزاد ہوگا جو اسکے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہی ولو قال انت عتیق ونوی فی الملک دین اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہی اور لفظ عتیق سے نیت کی
کہ قدیمی مملوک ہی تو دیانۃً البتہ اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت مین بمعنی قدیم بھی ہی لیکن قاضی نہ تصدیق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہی محتاج نیت کا نہین ولو زاد
فی السن لا یعتق اور اگر یون زیادہ کرکے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر مین بڑا ہی تو آزاد نہوگا غلام نہ قضاءً اور نہ دیانۃً اسواسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نہ رہا وعتق
بما انت الاحر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہین مگر حر ہی اسواسطے کہ استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہی چنانچہ کلمۂ توحید مین لا ہما انت الا مثل الحر وان نوی اس
قول سے کہ تو نہین مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولا بکل مالی حر اور یون کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہی اسواسطے کہ حر سے مراد یہان
صاف اور خالص ہی تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہی کہ غیر کی شرکت سے کذا فی المدنی عن السجود لا بکل عبد فی الارض او کل عبید الدنیا او اہل بلخ حر عند الثانی و
بہ یفتی اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہین ہوتا کہ زمین مین سب غلام آزاد ہین یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہین یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہین اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ
مین داخل ہی ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلٰثہ سے عتق ثابت نہین اور یہی قول پر فتوی ہی کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان بخلاف اہل ہذہ السکۃ او الدار بحر بخلاف اس
قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہین یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہین کذا فی البحر الرائق م ظاہر کلام شارح کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ ان دونون قولون مین ابو یوسف
کے نزدیک عتق ثابت ہی بحر الرائق مین حالانکہ برخلاف واقع کے ہی اسواسطے کہ بحر الرائق مین بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یون مذکور ہی کہ اسمین باتفاق عتق
ثابت ہی اور مسئلہ سکہ اسمین مذکور نہین لیکن صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ اگر یون کہیگا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہین اور حالانکہ اسکا غلام بھی اہل سکہ مین داخل ہی تو ابو یوسف
کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہی کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ مین عتق نہین اور اہل
دار مین بالاتفاق عتق ہی تو معلوم ہوا کہ یہان یا تحریف کاتب ہی یا سہو شارح واللہ اعلم حرر حاملا اعتقا اصالۃ وقصدا اذا ولدتہ بعد عتقہا لاقل من نصف
حول مولی نے آزاد کیا حاملہ لونڈی کو تو لونڈی اور اسکا ولد دونون بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جبکہ بعد عتق اپنے کے اسکو کمتر چھ مہینے سے جنے گی مان کا
بالاصالۃ آزاد ہونا تو صریح ہی اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تھا اسوقت اپنی مان کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جز ہی اسواسطے کہ جب
اقل مدت حمل مین جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اُسکے پیٹ مین موجود تھا ولولاکثر عتق تبعا وثمرتہ الجر اما ولائہ اور اگر بعد عتق کے
پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی تو اُسکا ولد بالاصالۃ نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہین بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی مان کے آزاد
ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونون صورتون مین آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ او کون ثمرہ ہی تو شارح نے

اسکا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولاء ولد کے انجرار مین ہو اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی وراثت اسکے مال کی سکے مالکون کو ملیگی اسکے باپکے
مالکون کیطرف انتقال نکریگی اور اگر ولد بالطبع آزاد ہوا (یعنی تبعاً) تو اسکے مال کی وراثت اسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کر جاویگی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہو کہ زید کے
غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی مان کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی وراثت اسکی مان کے
مالکون کو جنھون نے اسکو آزاد کیا تھا پہونچیگی پھر جب زید نے اس غلام کو آزاد کریگا تو یہ غلام اپنے آزاد ہونے کے سبب سے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچکر اپنے مولا کو پہونچا دیگا پھر اگر
اپنے مولی کی زندگی مین غلام آزاد مر جائیگا اور اسکے بعد اسکا ولد مریگا تو ولد کے مال کا اسکا مولی یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وحسن الچلپی علی شرح الوقایہ ولو
حررہ ولو بلفظ علقۃ ومضغۃ اوان حملت بولد فہو حر عتق فقط ولم یجز بیع الام وجاز ہبتہا اور اگر مولی نے اپنے لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علاقہ اور مضغہ
آزاد کیا یعنی یون کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ مین ہو سو آزاد ہو یا یون کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین بچہ ہو تو وہ آزاد ہو تو یون کہنے مین فقط بچہ آزاد ہوگا نہ
اسکی مان اور بیع مان کی جائز نہین جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اسکا جائز ہو اسواسطے کہ بیع مین استثنا کرلینا حمل کا جائز نہین اور ہبہ مین جائز ہو لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہوا لیکن
اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بطلان ثابت نہوگا تاوقتیکہ اقل مدت حمل مین نہ جنے گی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم یجز ہبتہا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کریگا یعنی
یون کہے کہ میری موت کے بعد یہ حمل آزاد ہو تو اس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح مین صحیح نہین اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کے مانند ہو اسواسطے کہ مدبر کرنے مین ملک مولی کی حمل سے
زائل نہین ہوتی پھر جب بعد مدبر کرنے کے لونڈی کسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو ہبہ مین ہبہ مشاع کے معنی پائے گئے درحالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز مین درست نہین
وبطل شرط المال علیہ کذا اعلی امہ لکن یشترط قبولہا للعتق اور باطل ہو شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہین اور اسیطرح اسکی مان پر مال کا
شرط کرنا بچہ کی آزادی کیواسطے باطل ہو لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اسکی مان کا قبول کر لینا مشروط ہو واسطے عتق حمل کے اگرچہ اسکو مال کا دینا لازم نہوگا وفی
الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادیت الی الفا فتعلیق اور ظہیریہ مین ہو کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہو سو آزاد ہو جبکہ وہ مجھکو ہزار درم دیوے تو یہ قول تعلیق
ہو عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل مین وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسی طرح سے ہزار درم ادا کیے تو اسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفیہا اوصی بہ ثم مات
فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ مین ہو کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلاً زید کیواسطے وصیت کی اور مولی مر گیا پھر وارثون نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت
حمل کے وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اسکی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دین طحطاوی نے کہا اعتاق حمل سے مراد یہ ہو کہ اسکی مان کو
آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہوگیا اور یہ ظاہر مطلب نہین ہو سکتا کہ حمل کو وارثون نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثون کا مملوک نہ ہوا ولو قال
اکبر ولد فی بطنک حر فولدت ولدین ولم یعلم اولہما خروجا عتق الاکبر اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہو پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلے گا وہ بڑا ہو سو وہی آزاد
ہوگا کذا فی المحیط والولد یتبع الام (فی الملک) والرق والحریۃ والتدبیر والکتابۃ ولو بحیۃ فیکون لصاحب الانثی ویوکل ویضحی بہ لو امہ کذلک اور بچہ جبتک کہ مان کے پیٹ مین ہو تو احکام مین اپنی
مان کا تابع ہو بالاجماع نہ باپ کا اسواسطے کہ باپ کا نطفہ مین مستہلک ہو تو مان ہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہین اور مان کے
نطفہ مین کچھ تردد نہین بالیقین ثابت ہو لہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا نسب فقط مان کو ثابت ہو مان اسکی وارث ہو اور وہ مان کا وارث کذا فی البحر بالجملہ بچہ
مان کا تابع ہو اگرچہ مان جانور ہو تو بچہ مادہ کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا
خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اسکا مالک خالد ہو نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہو اگر اسکی مان ماکول اللحم ہو اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اسکی مان قربانی کے لائق ہو
بحر الرائق مین ہو کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اسکا کھانا درست ہو اگر مان اسکی ماکول اللحم ہو اور قربانی بھی درست ہو اگر
مان قربانی کے لائق ہو مثلاً اگر گورخر اور گاے سے بچہ پیدا ہو یا نیل گاو اور گاے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اسکی جائز ہو اور یہی قول معتمد ہو اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت
کے قائل ہوئے ہین سو قول ضعیف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور بچہ تابع ہو اپنی مان کا ملک مین جمیع اسباب ملک کے ۹۰

ساتھ جیسے خرید اور ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ ملے بیع یا ہبہ یا ارث سے تو اُسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق مین بچہ تابع ہو مان کا مگر ولد مغرور تابع اپنی مان کا رق مین نہین
مغرور وہ مرد جسنے فریب کھایا (فریب خوردہ ۱۲) اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اُسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اُسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس مرد نے لونڈی کے مالک
سے اپنی اولاد کی حریت شرط کرلی تو اُسکی اولاد تابع مان کی نہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا م رق عبارت ہو اُس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافرون پر
بعوض سرکشی اور نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تنجبر کیا تو اس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلامون کا اُنکو غلام بنادیا تو سبب
رق کا اُنکا کفر ہی یا اُنکے اصول کا کفر خلاصہ یہ ہو کہ رق اُس عجز حکمی کا نام ہو کہ جسکے سبب انسان لایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نرہے اور چونکہ بظاہر ملک
اور رق مترادف معلوم ہوتے ہین اور حالانکہ انمین مغایرت ہو لہذا شارح نے واسطے اثبات مغایرت کے قول آیندہ مین اسکی تصریح فرمائی وصورة الرق بلا ملک کالکفارہ فے

دار الحرب فان کلھم ارقاء غیر مملوکین لاحد فاول المایوخذ الاسیر یوصف بالرق لاالمملوکیۃ حتی یحرز بدار نا فاذا اخذت ومعہا ولدہا یتبعہا فی الرق قہستانی اور صورت رق کی بلا ملک
جیسے کافر دار الحرب مین کہ وہ سب رقیق ہین پر کسی کے مملوک نہین تو اسیر حربی اول گرفتاری مین موصوف بوصف رقیت ہو نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ دار الاسلام مین
ہو نچکر قابو مین آجاوے تب مملوکیت اُسپر صادق آویگی تو کافرہ اسیر جب گرفتار ہوئی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اُسکا تابع ہوگا رقیت مین کذا فی القہستانی م تفرقہ رق
اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا سو صحیح ہو لیکن مثال صحیح نہین اسواسطے کہ اسصورت مین ولد تابع اپنی مان کا نہین رقیت مین بلکہ وصف رقیت اُسکو بالاصالۃ ثابت ہو بلکہ
مثال صحیح یہ ہو کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اُسکا رقیت مین اسواسطے کہ یہان گفتگو ہو اتباع جنین مین کذا فی حاشیۃ الحلبی بہر صورت ملک اور رق مین فرق
ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شی کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہو خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہین ہوتا مگر انسان مین اور بیع سے مالک کی
ملک زائل ہوجاتی ہو نہ رق اور عتق سے ملک زائل ہوتی ہو قصداً اسواسطے کہ وہ حق مالک ہو اور رق زائل ہوتا ہو ضمنا اسواسطے کہ فراغت ہوگئی حقوق العباد سے
اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق قن اور ام ولد اور مکاتب مین ظاہر ہوتا ہو اسواسطے کہ قن مین ملک اور رق دونون کامل ہین اور ام ولد مین ملک کامل ہو اور رق
ناقص لہذا کفارہ مین اُسکا اعتاق صحیح نہین اور مکاتب مین رق کامل ہو یہانتک کہ کفارہ مین اُسکا اعتاق صحیح ہو اور ملک اُسمین ناقص ہو اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف
مین نہین اور اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہو تو مکاتب آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے ہکذا فی الدرر عن الزیلعی والحریۃ والعتق وفروعہ ککتابۃ وتدبیر مطلق واستیلاد اذا

لم یشترط الزوج حریۃ الولد کما مر او بر جنین تابع ہو مان کا حریت اصلیہ مین اور عتق مین اور عتق کے فروع مین جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد مین تاوقتیکہ لونڈی کے زوج نے
حریت ولد کی مولی سے شرط نکرلی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق مین اسکا حکم مذکور ہوچکا م حریت اصلیہ کی مثال یہ ہو کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اُس سے تو
اُسکا بچہ بھی مان کا تابع ہوکر حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہوچکا حاملہ کے عتق مین اور کتابت کی یہ مثال ہو کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے قبل
مدت حمل مین بچہ پیدا ہوا تو بعد ادا ے بدل کتابت کے مان اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہونگے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہو تو دونون
ساتھ ہی آزاد ہونگے اور اگر مولی تدبیر مقید اس طرح پر کریگا کہ اگر مین اس بیماری مین مرگیا تو تو آزاد ہی تو اسمین ولد تابع مان کا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہو کہ مولی نے اپنی
ام ولد کا نکاح کردیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولی کے دونون آزاد ہونگے وفی رہن اور رہن مین تابع ہو مان کا یعنے اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی
مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن اُسکو مرتہن سے نہین لے سکتا و دین اور دین مین تابع ہو مان کا یعنی لونڈی کو مولی نے تجارت کرنے کی اجازت دی پھر وہ مقروض
ہوگئی تو بچہ بھی دین مین اُسکا تابع ہوگا یعنی قرض دینے والے ولد کو بیچ لینگے وحق اضحیۃ اور حق اضحیہ مین مان کا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً قربانی کیواسطے گاے یا بکری
کا بھن خریدی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا تو مان کیساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا واسترداد بیع اور استرداد بیع مین مان کا تابع ہوگا یعنی لونڈی
یا گاے یا بکری کی بیع فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع مین ولد تابع ہوگا مان کا وسریان ملک اور سرایت ملک مین تابع ہو مان کا یعنی مالک
قدیم کا حق ملکیت اُس تک پہونچ جاتا ہو صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اُسکے بسبب عیب قدیمی کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ

فرق ملک اور رق مین ۱۲

وہ حاملہ تھی تو اُسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہ بارہ مقام ہین جنمین حمل تابع اپنی ماں کا ہوتا ہی یعنی ملک رق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن دین حق اضحیہ استرداد بیع سریان ملک لا تبعوا فی کفالۃ اور جنمین تابع نہین ہوتا وہ ان کا کفالت مین یعنی اگرچہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولی الضامنی یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ لڑکا ضمانت مین ماں کا تابع نہین واجارۃ اور اجارہ مین ماں کا تابع نہین یعنی جس نے اس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو ماں کیطرح خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا وجنایۃ اور جنایت مین تابع ماں کا نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کے ساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین کہا کہ جنایت ماں کیطرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد وقود اور حد اور قصاص مین تابع ماں کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے وزکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانورون مین بچہ تابع ماں کا نہین ورجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھیر لینے مین بچہ تابع ماں کا نہین یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہان حاملہ ہوئی اور واہب نے اُسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہی چنانچہ اسکا ذکر کتاب الہبہ مین آویگا والایصاء بخدمتہا اور اسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اُسکا بچہ وصیت مین تابع ماں کا نہین ولا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بنگیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گاے یا بکری کو ذبح کیا اور اُسکے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو اُسکے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنابر تشبیہ کے ہی یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح کرنے اسکی ماں کے ہی بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہو چکا ہی تو اُسکا کھانا حلال ہی بسبب فریع ہونے اسکی ماں کے فہی تسع کما بسط فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع ماں کا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مصرح بیان کیا ہی اشباہ کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امۃ فولدہا ہاشمی کابیہ رقیق کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق مین مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہی کہ ولد تابع نہین اپنی ماں کا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اُسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہو گیا اپنے ولد کی رقیت سے بھی تو اُسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہی تو مرد کی جانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردون کا حال مکشوف ہوتا ہی نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہ نص صریح ہی کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہی اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہی کہ جسکا باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو اسکا ولد سید شریف ہی اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور شرف کی ابتدا سے ماں کیطرف سے آئی ہی یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اُسنے کہا مین نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حقتعالی نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت مین فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی وجیز مین ہی کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہی کہ ولد سید ہی اور جامع الفتاوی مین ہی کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اُسکے سید ہونے مین اختلاف ہی شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہی کہ وہ سید ہی اور بعضے علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہو نہین اُسکو شرافت نسبی حاصل ہی تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کیواسطے صالح ہی تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اُسکا یہ ہی کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو اُسکی شرافت اسکے برابر نہین جسکا باپ سید ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یتبعہا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت الام ببینۃ واذا بیعت البہیمۃ معہا ولدہا وقتہ اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلون مین ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک ٹھہری بسبب گواہون کے اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاے اور اسکا بچہ ہو بیع کیوقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماں کا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ مین ہی کہ شیر خوار بچہ گاے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع مین تابع ہی ماں کا نزد

ف جسکی ماں سیدانی ہو اور باپ سید نہو تو قول مختار یہ ہی کہ وہ سید ہوگا

بچہ کہ وہ دوھ نہین پیتا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اُسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہو اُسکے مولی کا ماں کا تابع
ہو کر وولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہو اسواسطے کہ وہ ابتداے علوق سے آزاد ہو اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تھے مگر حُر اور یہ نہین کہ اول مملوک ہو کر ولد مولی کا آزاد ہو جاتا ہو جیسا کہ متبادر ہوتا ہو ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حرا من رقیقین بلا تحریر کان ملک عبد امۃ ابیہ
فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریۃ اور گاہے دو رقیق کا ولد حُر ہوتا ہو بدون آزاد کرنے کے چنانچہ نکاح کیا غلام نے اپنے باپ کی لونڈی سے تو اُسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا
پوتا ہو کذا فی الظہیریۃ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حر اور بنا بر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہو اسواسطے
کہ دونوں قول قریب سے کہ محرم ملک مین یکسان ہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا حملت امۃ کافرۃ لکافر من کافر فاسلم فہل یومر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ
قلت الظاہر نعم لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافرہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہو گیا یعنی زوج تو لونڈی کے
مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہو کر حکم کیا جاویگا اسوجہ سے کہ حمل دین مین خیر الابوین کا تابع ہوتا ہو یا نہ حکم کیا جاویگا اشباہ مین کہا کہ مین نے
اسکا حکم کلام فقہا مین بصرح نہین دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہو ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہو کہ مالک پر بیع مین جبر نہ ہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہو
احتمال ہو کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا و لہذا خانیہ مین کہا ہو کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کیسکے واسطے وصیت کی
تو اگر وصیت کے دن اُسکے پیٹ مین بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل مین جنی اُسدن سے تو وصیت صحیح ہو اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو وصیت باطل ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

باب عتق البعض

یہ باب ہو عتق البعض کے احکام مین جب پورا عتق مذکور ہو چکا تب ادھورا عتق شروع ہوا اسواسطے کہ ادھورا قلیل الوقوع ہو اور تواب مین کمتر ہو پورے سے اعتق بعض عبدہ
ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہو اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد
کرے لیکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہو خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلاً یون کہے کہ مین نے بعض غلام کا یا جز غلام کا آزاد کیا
لیکن درصورت ابہام قاضی اُس سے بیان کرا دیگا کہ بعض یا جز سے کیا مراد ہو نصف یا ثلث اور اگر مالک یون کہے کہ مین نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک
چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام باقی مین اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کر دے یعنی اگر مثلاً سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی
نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کرکے غلام اسقدر مولی کو پہونچاوے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اُسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہین بلکہ اگر مالک بھی
آزاد کر دیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہو گی وہو ای معتق البعض کمکاتب حتی یودی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہا ولو
قتل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہو یہانتک کہ باقی کو ادا کرے سعی کرکے مگر تین امر مین مکاتب کے مانند نہین ایک یہ کہ اگر عاجز
ہو سعایت سے تو رق کیطرف نہین پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہو امر ثانی یہ ہو کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور
خالص غلام کے بیع مین یعنی دونون کو ساتھ ہی بیچے تو دونون مین بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ ہی
بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی امر ثالث یہ ہو کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اُسکے
قاتل پر قصاص واجب نہین اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہو کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اُسکے خون کا دعویدار کون ہو اگر وہ غلام تھا تو مولی مدعی ہو اور اگر آزاد تھا
تو اُسکے وارث مدعی ہین بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اسکی ثابت تھی تو بلا شبہہ اُسکے خون کا مدعی فقط مولی
ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہو گا سوائے مولی کے تو ظاہر اقتضائے تعلیل یہ ہو کہ اس
صورت مین اُسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی

عن المضمرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہو جاویگا تو سعایت اُسپر لازم نہوگی اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کذا فی القہستانی
عن المضمرات قسم صحیحین مین موافق مذہب امام کے عبد اللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ ایک غلام مین
سے آزاد کرے اور اُسکے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اُسکی معتدل قیمت ٹھہرائیجاوے تو اور شریکون کے حصے آزاد کرنیوالا ادا کرے اور غلام اُسکی طرف سے آزاد ہوگا
اور اگر اسکو مقدور نہو تو غلام سے اُسیقدر آزاد ہو گا جتنا اُسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق یوجب زوال
الملک عندہ وہو متجزء وعندہما زوال الرق وہو غیر متجزء اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا یہ ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک
بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر نہین تو عتق بھی قسمت پذیر نہین م
معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصۂ دلیل امام کے مذہب کی یہ ہے کہ اعتاق ازالۂ رق سے عبارت نہین جیسا کہ صاحبین کہتے ہین بلکہ اعتاق
عبارت ہے ازالۂ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہین مگر اپنے ازالۂ ملک مین اور ملک بالاتفاق تجزی ہے تو اسیطرح اُسکا ازالہ بھی تجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا ثبت
ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالۂ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ہذا الخلاف التدبیر والاستیلاد والاخلاف فی عدم تجزی العتق والرق
اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد تجزی ہے صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو مولی مدبر کریگا تو بعد موت مولی کے
نصف باقی کیواسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہے اور شریک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے
مالک ہوگا اور امام اور صاحبین مین اختلاف نہین عتق اور رق کی قسمت پذیری مین سواسطے کہ عتق عبارت ہے اُس قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت
اور تصرفات مالیہ کے ہو اور یہ قوت حاصل نہین ہوسکتی تاوقتیکہ اسکی ضد زائل نہو یعنی رق عبارت ہے اُس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات
مالیہ کے نرہے تو معلوم ہوا کہ ایک انسان مین عتق اور رق جمع نہین ہوسکتے کہ آدھا آزاد ہو اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق
ہے ویسے ہی ملک کے تجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہین مگر اعتاق کی قسمت پذیری مین وفی من الغریب ما فی البدائع من تجزیہما عند الامام لان الامام لو ظہر علی جماعۃ من
الکفرۃ وضرب الرق علی انصافہم ومن علی الانصاف جاز ویکون حکمہ بقاء کالمعتق البعض اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع مین ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہین اسواسطے
کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافرون کے کسی گروہ پر اور انمین سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے بسبب آزاد کرنے کے تو یہ جائز ہے اور
ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس فعل کے مانند معتق البعض کے چاہے امام اُنکو آزاد کردے اور چاہے باقی کیواسطے سعی کراوے ہم اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق
اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہے حالانکہ احسان امام کا عتق نہین بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہین کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا
فتح القدیر مین اسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبہ فلشریکہ ست خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبہ منجزا او مضافا والمدۃ کمدۃ الاستسعاء فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہون
اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر مین اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کردے مانند مدت سعی کرانے
کے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کی طرف اضافت نہ کرے نہین تو وہ تدبیر کے مساوی ہو جاویگی بلکہ یون کہے کہ برس یا دو برس مین تو آزاد ہوگا
نہایت یہ ہے کہ جتنی مدت مین وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کرسکے اتنی مدت کی طرف اُسکے عتق کو مضاف کرے او یصالح او یکاتب لا علی اکثر من نصف قیمتہ
لو من النقدین ولو عجز استسعی فان امتنع اجرہ جبرا یا شریک صلح کرے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اُسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت
چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین مین زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام عاجز ہو ادا ے بدل کتابت سے تو اس سے سعایت کراوے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اس سے
مزدوری کراوے او یدبرہ ویلزمہ السعایۃ للحال فلو مات المولی فلا سعایۃ ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنے سے فی الحال اُسکو سعایت لازم
ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد ہو جاویگا سو اگر مولی یعنی شریک مرگیا تو غلام پر سعایت لازم نہین اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہوسکے او

یستسعی العبد کامر یا شریک سعایت کراوے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م سعایت بالکسر عبارت ہی اُس عمل سے جسکو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تا کہ باقی آزاد ہو جاوے کذا فی القاموس والولاء لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ مین دونون شریکون کیواسطے ہی پہلا شریک وہ جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک وہ جسنے اپنا حصہ آزاد کیا یا مال پر صلح کرکے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اُس سے سعایت کی درخواست کی بہر صورت اس آزاد غلام کے یہی دونون شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اُسکے آزاد کرنے والے بھی یہی دونون ٹھہرے ولیضمن المعتق لو موسرا وقد اعتق بلا اذنہ فلو بہ فتستسعاہ على المذهب یا شریک مذکور کو اختیار ہی کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدور والا ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اُسنے آزاد کیا ہو اور اگر اُسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے سعایت کراویگا بنا بر ظاہر الروایت ثم درصورت اجازت ضمان کے نفی مراد ہی نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن على العبد والولاء لہ کلہ لصدور العتق کلہ من جهتہ حیث ملکہ بالضمان اور آزاد کرنے والا پھیرے غلام سے اتنا مال جتنا اُسنے ضمان دیا یعنی اُسقدر مال کے واسطے سعایت کرواوے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنے والے کو ملیگی بسبب صادر ہونے کل عتق کے اسکی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر

وہل یجوز الجمع بین السعایۃ والضمان ان تعدد الشرکاء نعم والا لا اور کیا جائز ہی جمع کرنا سعایت اور ضمان مین یا جائز نہین جواب یہ ہی کہ ہان جائز ہی اگر چند شریک ہون یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہون اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو دونون شریکون کو اختیار ہی کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کراوے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البدائع والمبسوط ومتى اختار امرا تعين الا السعاية فلہ الاعتاق اور جبکہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہو جاتا ہی یعنی اسکو بدلکر دوسرا امر اختیار نہین کر سکتا سواے سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اُسکو آزاد کر دینے کا اختیار ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہی واللہ اعلم ولو باعہ او وہبہ نصیبہ لم یجز لانہ کمکاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ بیچے یا اسکو ہبہ کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند محل تملیک باقی نہ رہا

ویسارہ بکونہ مالکا قدر قیمۃ نصیبہ الآخر یوم الاعتاق سوی ملبوسہ وقوت یومہ فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنے والے کا مقدور ثابت ہوتا ہی بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق کے دن سواے لباس اور اُسدن کے کھانے کے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے مین اُسکا مقدور ثابت ہی قول اصح مین کذا فی المجتبی

ولو اختلفا فی قیمتہ ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانکارہ الزیادۃ وکذا لو اختلفا فی یسارہ واعسارہ اور اگر معتق اور شریک اختلاف کرین غلام کی قیمت مین اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اُسکی قیمت ٹھہرائیجاوے اور اگر مر گیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا اور اسی طرح اگر دونون مین اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی مین تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شہد ای اخبر لعدم قبولها وان تعددوا لجرہم مغنما بدائع کل من الشریکین بعتق الآخر حظہ فانکر کل سعى لهما اور اگر گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنے کا تو غلام سعایت کرے دونون کے حصہ ادا کرنیکو اسواسطے شارح کہتا ہی شہادت یہان بمعنی خبر دینے کے ہی اسواسطے نہ مقبول ہونے شہادت کے اگرچہ چند شریک ہون اور انہین سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دین تو بھی گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دونون اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہین یعنی چاہتے ہین کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصون کا ضمان اُس سے لین کذا فی البدائع

مالم یحلفہما القاضی فحینئذ یسترق او یستسعى فی حظہما دونون شریکون کیواسطے غلام سعایت کرے تاوقتیکہ قاضی نے دونون سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونون سے قسم لی تو اسوقت مین غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونون کے حصون مین سعایت کرے م درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہی اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہی کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونون شریکون نے اعتاق کو دوسرے کیطرف نسبت کیا تو اُسکا حکم کچھ نہین سواے سعایت کے اور اگر قاضی کے پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونون سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونون نے انکار کیا اور قاضی نے دونون کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ مین نے آزاد نہین کیا تو غلام پر رقیت ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہی کہ اُسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقرر اُسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہی تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام

کا استرقاق حرام ہے اسواسطے کہ معتق البعض ہے پھر جب اُسکا استرقاق صحیح نہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو حلف کل احد منہما صار حرا لاعترافہما اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ مین نے نہین آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اسکے واسطے سعایت کا حق نہوگا اور قسم کھانے والا سعایت کرا دیگا ولو مات قبل ان یسعیا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونون ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہون تو غلام کی ولا بیت المال کی ہوگی نہ مالکون کی اسواسطے کہ ہنوز کسی کا اعتاق ثابت نہین کذا فی البحر یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول مین ہوتا اور امام کے مذہب مین اسکے ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہوگیا مطلقا ولو موسرین او مختلفین والولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونون شریک مالدار ہون یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولا دونون کا حق ہے وقالا یسعی للمعسرین لا للموسرین ولو تخالفا یسعی للموسر لا لضدہ وہو المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لایخفی فتنبہ ثم رایت شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکون کے واسطے سعایت کرے نہ مالدارون کیواسطے اور اگر دونون مقدور مین مختلف ہون یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس بسبب دعوی اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے یہانتک کہ دونون شریک متفق ہون ایک شخص کے اعتاق پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اسکا مال بیت المال مین داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہے بحر الرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ مین شارح کہتا ہے تو متن مین خلط مذہبین ہوگیا ہے کہ مخفی نہین سو ملاحظہ کرنے والے کو ہوشیار رہنا سو پھر مین نے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اُنہون نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین اس خلط مذہبین سے اسیطرح سے آگاہ کردیا ہے مترجم فی الحقیقت ماتن سے خلط دونون مذہب کا ہوگیا کہ مذہب امام مین بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کردیا یعنی تخالف یسار مین مالدار کے واسطے سعایت ہے نہ مفلس کیواسطے اسلیے کہ امام کے نزدیک مطلقا سعایت لازم ہے اور ولا غلام کی شریکون کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اسی مقام مین دو خطائین ہوئین اول خطا یہ کہ بصورت تحلیف قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر مین مذکور ہوچکا کہ اسمین ہرگز استرقاق نہین اور ثانی خطا یہ کہ خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا پھر اسمین آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب ہے صاحبین کا اسکو امام کے مذہب کے ساتھ گھال میل کر کے بلا تنبیہ مذکور کردیا انسان ہر چند اپنے فن مین کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین ولہذا ماخوذ اور معاتب نہین

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین للآخر بعت منک نصیبی ان لم اکن بعتہ منک فہو حر وقال الآخر ما اشتریتہ وان کنت اشتریتہ منک فہو حر فالقول لمنکر الشراء بیمینہ فان حلف ولا بینۃ للبائع عتق بلا سعایۃ لمدعی البیع بل للآخر فی حظہ بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہین سو ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچڈالا تھا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ مین نے تیرا حصہ نہین خرید کیا اور اگر مین نے اسکو تجھسے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت مین جو شریک کہ منکر ہے خرید کا اُسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر اُسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہین تو غلام آزاد ہو جاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اسپر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ اُسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کیواسطے بقدر اُسکے حصہ کے سعایت کریگا ہر حال مین خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا عندہما لو البائع معسرا ولو موسرا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسی طرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شرا کے واسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک مفلس پر ضمان نہین اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نہ کریگا قول اصح مین اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی توانگری کی حالت مین سعایت نہین اور تضمین بھی نہین اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدہما عتقہ بفعل غدا مثلا کان دخل زید الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجہل شرط ادخل ام لا عتق نصفہ وتحنث احدہما بیقین وسعی فی نصفہ لہما مطلقا والولاء لہما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلا یون کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر مین

کل تو تو آزاد ہو اور اُسکے بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل نہ ہوگا تو تو آزاد ہی سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی مین دونون شریکون کیواسطے اسلیئے کہ ہر شریک یہ کہتا ہی کہ نصف باقی میرا حصہ ہی اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگی مطلقاً خواہ دونون مالدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونون کے واسطے ہی **ولا عتق** والمسئلۃ بحالہا **لو حلفا علی عبدین کل** احدہما التفاحش الجہالۃ اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے ایسے دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہی تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنی مثلاً زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلے مین بہ نسبت مسئلہ سابق کے دونی جہالت ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنی معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان ایک ہی جہالت ہی یعنی حانث مین جہالت ہی معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین اسواسطے کہ دونون کا ایک ہی غلام ہی **حتی لو اتحد المالک کان اشتراہما من حلفا عتق احدہما وامر بالبیان فتح** تا آنکہ اگر دونون غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اسطرح کہ دونون غلامون کو وہ شخص خرید کرے جو دونون مالکون کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اُسکے پاس ایک غلام آزاد ہو جاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاوے یعنی ورثون مین سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرلے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک و مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد مالک کے جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کی جانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونون مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا **ولو** **الحالف بان قال عبدہ حران لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امرأتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت** لانہ بکل یمین زعم الحنث فی الاخری بخلاف الو کانت الاولی باللہ او الغموس لاتدخل تحت حکم الحاکم لیکذب بہ بخلاف الاخری یا قسم کھانے والا ہو ایک اسطرح پر کہ مثلاً زید نے کہا کہ اُسکا غلام آزاد ہی اگر اس گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر قسم مین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کر چکا یعنی پہلی یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسری یمین مین شرط عتق کی موجود ہونیکا اقرار کیا برخلاف اسکے وہ صورت ہی اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہون تو میرا غلام آزاد ہی تو اسمین نہ کفارہ لازم ہی نہ عتق ثابت ہی اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہی تو کفارہ نہین اور اگر عمداً کذب بولا ہی تو یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوئی تاکہ اُسکے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب ہوسکے طحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہی اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہی چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق مین ہو چکا کذا فی حاشیۃ المدنی **ومن ملک قریبہ بسبب ما مع رجل اخر** **عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بقرابتہ اولا علی الظاہر لان الحکم یدار علی السبب** اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابت والے کا بدون ضمان کے شریک کو اُسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہی یعنی ضمان کا سبب تعدی ہی سو یہان موجود نہین اسواسطے کہ عتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین **وللشریک ان یعتق او یستسعی** اور اُسکے شریک کو اختیار ہی کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اُس سے سعایت کراوے اما لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع آخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اُسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہو کر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دیگا اسواسطے کہ یہ ضمان ہی مالک ہونے کا **وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فلہ ان یضمن المشتری موسرا او یستسعی العبد** ہذہ ساقطۃ من نسخ الشرح اور اگر خریدکیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہی چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ مالدار

ہو اور چاہے غلام سے سعایت کراوے یہ مسئلہ متن کے نسخون مین داخل ہی اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہو وان اشتری نصف قریبہ ممن یملکہ کلہ لا ضمین لبائعہ
مطلقا لمشارکتہ فی العلۃ اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اُس شخص سے جو اُسکا پورا مالک ہی تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقاً خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک
کر لینے بائع کے علت مین یعنی ملک مشتری مین دخول مبیع کی علت ایجاب اور قبول ہی سو اُسین بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بتملکہ لانہ لو شراہ من احد الشریکین لزمہ
الضمان اجماعاً للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری مین مصنف نے بائع مین پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک
شریک سے خرید کریگا تو اُسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کیواسطے جسنے اپنا حصہ نہین بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع مین اپنا
شریک نہین کر لیا ضمان مشتری پر اُسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کرا دیگا کذا فی العالمگیریۃ عبد لموسرین ثلثۃ دبرہ واحد وبعدہ
اعتقہ آخر وہما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمتہ قنا ورجع بہا علی العبد لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وہو الاصل ایک غلام ہی
جسکے تین مالک ہین اُنمین سے ایک مالک نے اُس غلام کو مدبر کیا اور بعد اسکے دوسرے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ دونون مالک مالدار ہین تو تیسرا ساکت مالک جسنے
نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اسقدر غلام سے بھر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے
سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہی معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہی ضمان مین خلاصہ یہ ہی کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونون شریکون کے حصون مین نقصان
واقع ہو گیا تو ہر ایک کو اپنے حصے مین تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب
تیسرے شریک کیواسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان معاوضہ ہی یعنی مالک ہونیکا ضمان ہی اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف
ہی اسواسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہی اور اعتاق مین یہ امور جائز نہین لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہو گیا نہ آزاد کرنیوالے
سے کذا فی حاشیۃ المدنی وضمن المدبر معتقہ ثلثہ مدبرا لا ماضمنہ المدبر من ثلثہ قنا لنقصہ بتدبیرہ اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر
کی نہ ضمان لے مدبر کرنیوالا اسقدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہی یعنے خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے اسکے مدبر کرنے سے ویجئی ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمتہ قنا در باب
التدبیر مین آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہی اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمین ہین ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع
کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہی لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہو گئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہون تو شریک ثالث مدبر کرنے سے نو درم ضمان لیگا اور
مدبر کرنیوالا آزاد کرنیوالے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہو کر اٹھارہ درم ہونگے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہی والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر
والباقی للمعتق لعتقہ ہکذا علی ملکہما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنے والے اور مدبر کرنے والے مین تین تہائی ہوگی دو تہائیان مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے
کی بواسطے آزاد ہونے غلام کے اسی طرح اُن دونون کی ملک پر آزاد کرنے والا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اُسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک
تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال ہی ام ولد شریکی وانکر شریکہ ولا بینۃ تخدمہ یوما و
تتوقف بلا خدمۃ یوما عملا باقرارہ اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہی اور اُسکے شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہین اور گواہ اس دعوی
کے نہین تو یہ لونڈی شریک منکر کی ایکدن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے یہ اُسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اسکی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے
سقوط حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہی کہ لونڈی ویسی ہی جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی مین اُسکا حق موجود ہی ونفقتہا فی کسبہا والا
فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اُسکی محنت مزدوری مین ہی اور اگر کسب نہ کر سکے تو شریک منکر پر اُسکا پورا نفقہ ہی کذا فی المختلف من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہی کہ
نصف نفقہ منکر پر ہی اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہی فتح القدیر مین کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی واما جنایتہا موقوفۃ اور جنایت لونڈی
کی موقوف رہے گی تا وقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اُسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مر جاوے تو

امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہوگی اور بقدر حصہ منکر کے اُسکے وارثون کے واسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولا قیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہین ام ولد کی امام کے
نزدیک اسواسطے کہ ابن ماجہ و دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی مان یعنی ماریہ قبطیہؓ کا ذکر ہوا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت نے
فرمایا کہ اُنکو اُسکے ولد نے آزاد کردیا تو یہ حدیث مقتضی ہو حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت مین دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ
رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی الا لضرورۃ اسلام ام ولد
النصرانی وتقومہا بثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی کچھ قیمت نہین مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بضرورت یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے
اُسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان ہو کر کافر کی مملوک نہین رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہین ہوسکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبینؒ
نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہو فلا یضمن غنی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت
فادعاہ احدہما ثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کردیا اسطرح پر کہ مشترک لونڈی
ایک ولد جنی سو دونون مالکون نے اُسکے نسب کا دعوی کیا اور وہ دونون کی ام ولد ہوگئی پھر ایک مالک نے اُسی کو آزاد کردیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنے والا
ضمان نہ دیگا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی
پر اور اُسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلیے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہین جو ضمان اور سعایت اُسپر متفرع ہو بخلاف صاحبینؒ کے کہ اُنکے نزدیک اگر مدعی نسب مالدار ہے
تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہو تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربہا الی سبع فافترسہا ضمن لانہ ضمان جنایۃ لا ضمان غصب
ولذا یضمن الصبی الحر مثلا زیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبینؒ کے تو اگر ایک مالک نے ام ولد کو مثلا شیر کے پاس کردیا اور
شیر نے اُسکو پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلیے کہ یہ جنایت کا ضمان ہو نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا تقوم پر موقوف نہین بخلاف ضمانت غصب
کے اور اسیواسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہو مانند اسکے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کروا ڈالے تو اُسپر ضمان جنایت لازم آویگا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہین
ولو قال لعبدین عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ احدکما حر فمادام حیا یومر بالبیان ایک شخص کے تین غلام ہین سعید
اور مرجان اور فیروز سو جسنے اگر مثلا سعید اور مرجان دو حاضر غلامون سے کہا کہ تم مین ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلا سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک
نے وہی پہلا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اُسپر بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کریگا
کہ بیان کردے کہ قول اول اور ثانی مین کس کس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے جس جس کو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق من ثبت ثلثۃ ارباعہ
نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر مالک بلا بیان مرگیا تو وہ غلام کہ دونون قولون مین ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے
آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنی چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو مین ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی
مالک کے قول سے ثابت نہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان مین دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہوگیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل
ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ ایک تم دو مین آزاد ہے تو ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت مین یعنی مرجان اور فیروز مین دائر ہوا تو یہ بھی دونون مین نصفا نصف ہوگیا نصف
مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ بالکل مرجان مین شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہوچکا تھا اور نصف
فارغ غیر آزاد تھا تو جسقدر نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہوگیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو دو حصہ کیجیے
تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہوگیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہوگئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے ہکذا فی الدرر وغایۃ البیان
وعتق من کل غیرہ نصفہ اور سوائے مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور ایجاب

ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے
جیسے ثابت غلام یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہین پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ مین
صاحبین تجزی عتق کے قائل ہین نہ اسکے سوا اور مسائل مین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین بیان کیا التجزیۃ بطریق التوزیع والضرورۃ فلم تعد یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس
مسئلہ مین بطور تقسیم در ضرورت کے ہوگیا ہے تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل مین تعدی اور متجاوز نہو گا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو مین منقسم ہوگیا تو سوائے
اپنے محل کے اور محل مین متجاوز نہین ہو سکتا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرح ابی المکارم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم تجزہ الورثۃ وقیمتہم
سواء قسم الثلث بینہم کما مر بان جعل کل عبد سبعۃ اسہم سہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لہ نصف وربع واقلہ اربعۃ فتعول لسبعۃ ہے ثلث المال اور اگر یہی دونون قول مذکور
صادر ہون مالک سے اسکی بیماری مین اور بلا بیان وہ مر گیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکین اسلیئے کہ سوائے تین غلامون کے کچھ اور متروکہ میت کا نہین
اور وارث میت کے اسقدر آزاد ہونے کو جائز نہین رکھتے اور حالانکہ قیمت تینون غلامون کی برابر ہے تو اسصورت مخصوص مین بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان
تینون غلامون مین منقسم کیا جاویگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیے جاوین مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور
دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم مین ہمکو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جسمین نصف
اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہین اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہین اور ربع ایک اور چونکہ چار مین گنجائش سات سہم کی نہین لہذا چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات
سہم ثلث مال ہے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث مین جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کردی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہین ہوتی اسکا
جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض مین اجتماع دو نصف اور ربع کا نہین ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہوئے تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہین بھی جائز نہین اسیطرح
مصرح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدرر وعتق ممن ثبت ثلثۃ من سبعۃ یسعی فی اربعۃ وعتق من کل من غیرہ سہمان ویسعی فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام
الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونون ایجاب مین یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم مین اور ثابت
کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم مین وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہونے تو وہ بھی باقی پانچ مین کوشش
کرے تو سعایت کے سہام تینون غلامون مین چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام
ہوئے انمین سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ ان طلق نسوۃ الثلث کذلک وہن مہرہن کذا اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتون کو اسیطرح
یعنی ایک شخص کے تین عورتین ہین سو ایکدن اسکے پاس دو عورتین حاضر تھین سو اسنے کہا کہ تم دو مین سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک انمین سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اسنے دوبارہ کہا کہ تم دو
مین سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہران تینون کے برابر ہین مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہین شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا در صورت تفاوت
مہر کے بھی یکسان ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی ابی سعود قبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تا کہ ایجاب اول مفید
ہو جدائی کا اسلیئے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہونچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر مین طلاق عتق
کے مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایۃ والدرر اس مسئلہ مفروضہ مین تین طرح کے احکام ہین ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت
مین متبنی ہین جبکہ زوج یہ طلاق مبہم دیکر بلا بیان مر گیا اور اگر زوج بیان کردیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا
لے گی اور دوسری عورت کہ بوقت خطاب موجود تھی وہ نکاح مین ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاویگی اور
عدت وفات اسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلثۃ اثمان مہر من ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ
منصفا بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کے مہر سے

تین ہشتم حصے ساقط ہونگے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوکر خارجہ اور ثابتہ مین نصفا
نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوکر ثابتہ اور داخلہ مین آدھون آدھ ہوگیا مع ایجاب اول سے ایک زوجہ کا
نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہین دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول مین نصف مہر ساقط ہوتا ہی اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہین
لہذا سقوط نصف مہر کا دونون مین برابر منقسم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اسکے ایجاب ثانی مین یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول
مین خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع مین ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہی اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے تجزی نہین ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہوا اور کچھ
خارجہ اور اگر ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر مین ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ مین برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی مین ربع مہر ساقط ہوا اور ربع
دونون مین نصفا نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی آٹھوان حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علمانے کہا کہ یہ محمدؒ کا قول ہی اور بعضون نے کہا کہ شیخین کا قول بھی ہی اگر امام محمدؒ
کا فقط قول ہو تو ظاہر ہی اور اگر شیخین کا بھی قول ہی تو عتق اور طلاق مین فرق مذکور کے بیان کرنیکی البتہ حاجت ہی کذا فی الہدایہ شرح الوقایہ و حواشیہا ملخصاً واما المیراث
لہن من کل ربع وثمن فللداخلة نصفه لانه لامزاحم لها الا الثابتة وبنصف الآخر بین الخارجة والثابتة نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع
ہو خواہ ثمن ہو داخلہ کو تو نصف میراث ہی اگر زوج کے اولاد نہین تو نصف ربع ہی اور اگر اولاد ہی تو نصف ثمن ہی اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہین مگر ثابتہ
اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہی اسلیے کہ کوئی مرجح نہین ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی
کل منہن عدة الوفات احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول ور ہر زوجہ پر انہین زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم
وطی کے عدت وفات مین احتیاط ہی بسبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذافی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقوله لامرأتیه احدکما بائن فوطی احدیہما او ماتت
کان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہی طلاق بائن مبہم مین چنانچہ یون کہنا زوج کا اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے بائن
ہی پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اس سے وطی نہ کرتا بعد طلاق مبہم کے
ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اس لیے کہ مردہ محل طلاق نہین بعضے علمانے کہا اور یہی طرح تقبیل کا بھی حکم ہی یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہی یعنی
اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہین ہوتی یعنی اگر دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین بائن ہی پھر ایک
زوجہ کو معین کرکے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت مین دوسری طلاق بھی
واقع ہوسکتی ہی تو جائز ہی کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسی کو دوسری طلاق بھی ہوئی کذافی حاشیة المدنی عن البحر ولا التهدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی
البیعة کالبیع لم اره شارح کہتا ہی طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہی بیان مین یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا مع جب طلاق
بیان نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب مین نہین دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار مین مصرح دیکھا
کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہی عتق مبہم کا چنانچہ اسکی ملخص عبارت یہ ہی ولو قال لعبدیه احدکما حر ثم باع احدہما او عرضه علی البیع عتق الآخر لانه بالعرض قصد
وصول الثمن وانه ینافی الحریة) اور ملتقی الابحر مین یون ہی (والبیع بیان فی العتق المبہم وکذا العرض علی البیع) باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہی در المختار سے
پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ پڑا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہین ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔
غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہی کبیع ولو فاسدا او موت ولو بقتل العبد نفسه وتحریر ولو مطلقا وتدبیر ولو مقیدا او استیلاد وکذا کل تصرف لا یصح
الا فی الملک ککتابة واجارة وایصاء وتزویج ورہن وہبة وصدقة ولو غیر مسلمتین ذکرہ ابن الکمال لان المساومة بیان فہذه اولی بلاقبض برائع
چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا بیان ہی اگرچہ بیع فاسد ہی ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا

اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر مین آویگا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کرنا اور اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہو وہ تصرف جو صحیح نہین ہوتا مگر ملک مین جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کردینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا اور خیرات مین دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلاقبض ہو یہ قول ہو ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جسکے بیان ہوتا ہو عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلاقبض اولی بیان ہونے مین کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلاقبض مین ایجاب اور قبول ہوتا ہو بخلاف قیمت ٹھہرانے کے فی حق عتق مبہم کقولہ احدکما حر فصل ذکر تعین الآخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق مین بیان ہین چنانچہ مالک نے اپنے دو غلامون سے یا دو لونڈیون سے کہا کہ ایک تم مین آزاد ہو تو یہ عتق مبہم ہو معلوم نہین کہ کسکی آزادی مراد ہو پھر امور مذکورہ مین سے کوئی امر کیا یعنی دو غلامون مین ایک کو بیع کرڈالا یا ایک غلام مرگیا یا ایک کو آزاد کیا معین کرکے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کیا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ مین دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کیواسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کردیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسیکو ہبہ کردیا یا خیرات مین دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور مصرح ہوگیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہو کہ عتق اُسکا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم

اعن ہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک تم مین سے آزاد ہو پھر کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کیطرف اشارہ کرکے کہ اسکو مین نے نہین آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہوگیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کی طرف جسکا عتق متعین ہوگیا اشارہ کرکے کہا کہ اسکی آزادی کا مین نے ارادہ نہین کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا یعنے دونون غلام آزاد ہوجاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہو طلاق مبہم مین یعنی زوج نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین مطلقہ ہو پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اُسکو مین نے ارادہ نہین کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو بھی مین نے ارادہ نہین کیا تو دونون مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہین ہوتی چنانچہ اگر یون کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے ہزار درم مجھپر ہین سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہو اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کیواسطے کچھ واجب نہوگا وجہ فرق کی یہ ہو کہ طلاق اور عتاق مین اُس شخص پر تعیین واجب ہو تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اثبات وجوب کے بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہین اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہین آتا کہ جبر اُسپر جائز ہو تو اقرار مین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر ولو الجیہ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسی کو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہوجائیگا واسطے عتق کے اور اُسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی اسواسطے متعین ہوگئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی ودواعیہ بیانا نافیہ وقالا ہو بیان حبلت او لا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہ وگی وطی اور اُسکی دواعی بیان عتق مبہم مین یعنی اگر ایک لونڈی سے مولے نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور صاحبینؒ نے کہا کہ وطی بیان ہو عتق مبہم مین لونڈی اس وطی سے حاملہ ہوئی یا نہو اور اسی قول پر فتوی ہو کذا فی الہدایۃ اسواسطے کہ وطی حلال نہین مگر ملک مین اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہو کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا ہوگا وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدے فمات احدہما لا تتعین الباقی للعتق

ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح موت بھی بیان نہین ہوئی خبر دینے مین باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک میرا بیٹا ہو یا دو لونڈیون سے کہا کہ تم مین سے ایک میری ام ولد ہو پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مرگئی تو باقی غلام عتق کے واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہونگے اسلیے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونون مین صحیح ہوسکتا ہو لہذا موت بیان نہین ہوسکتی اخبار مین بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ مین صحیح نہین لہذا انشاء مین موت بیان ہوتی ہو قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت حرۃ فولدت ذکرا

او انثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام والانثی لعتقها بتقدیم الذکر ورقهما بالعکس فیعتق نصفهما وتسعیان فی نصف قیمتهما کما مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مؤنث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہیں کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلیے کہ وقت تولد کے یا اسکی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہ ہوگی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ مان اسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب پائے جانے شرط کے اور جس صورت مین اولیت کسی کی معلوم نہو تو مان اور اسکی بیٹی نصف نصف آزاد ہونگی بسبب آزاد ہونے دونون کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونون کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونون نصف نصف آزاد ہونگی اور دونون سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین شهد العتق احد مملوکیه لواميته لغت عند ابی حنیفة رح لکونها علی عتق مبهم دو گواہون نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی تو نزدیک امام اعظم رح کے یہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونون گواہون نے دو لونڈیون مین سے ایک لونڈی کے بھی عتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہے اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہین الا ان تکون شهادتهما فی وصیة ومنها التدبیر فی الصحة والعتق فی المرض او طلاق مبهم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین مقبول نہین مگر اسطرح مقبول ہے کہ دونون کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہے صحت مین مدبر کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی مع جبکہ تدبیر فی الصحة وصیت مین داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت مین داخل ہوگی بحرالرائق اور نہر الفائق مین گواہی وصیت کی یون مثال دی ہے کہ دونون گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے مرض الموت مین دو غلامون سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال مین وصیت اور عتق فی المرض مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کی وارثون کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کر کے مرے والاصل ان الطلاق المبهم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط له الدعوی بخلاف العتق المبهم فلا یحرم عنده لکن لم یجز ان یفتی به فلیحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم مین اصل فارق یہ ہے کہ طلاق مبہم حرام کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کیواسطے دعوے مشروط نہین اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ مین بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام کے لیکن اس مقام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الهدایة اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کما تقبل لو شهد بعد موته انه ای المولی قال فی صحته لقنیه احد کما حر علی الاصح لشیوع العتق فیهما بالموت فصار کل خصما متعینا وصححه ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولی کے کہ اسنے اپنی صحت مین کہا تھا اپنے دو غلامون سے کہ ایک تم مین سے آزاد ہے گواہی مقبول ہوگی بنا بر قول اصح کے بسبب شائع ہو جانے عتق کے دونون غلامون مین مولی کی موت سے یعنی جبتک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوے صحیح نہ تھا اسواسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونون مین سے کون آزاد ہے اور جب مولی مر گیا تو دونون غلامون پر عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہو گیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیة المدنی فروع مسائل ملحقة شارح کے شهد العتقه سالما ولا یعرفونه عتق گواہی دی دو گواہون نے کہ مولی نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولے کے غلامون مین مسمی بہ سالم ایک ہی غلام ہو ولو له عبدان کل اسمه سالم وجحد فلا عتق کشهادتهما بعتقه لمعینة سماها فنسیا ها اسمها او بطلاق احدی زوجتیه وسماها فنسیا ها لم تقبل للجهالة فتح اور اگر مولی کے دو غلامون کا نام سالم ہو اور مولے اعتاق کا منکر ہو تو گواہون کی گواہی اس گواہی سے کہ مولے نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہون کی ایسی گواہی کہ مولے نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہون کو اسکا نام یاد نہ رہا یا دو عورتون مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اسکو بھول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب کمال جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان مین حلف بفتح حاء و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانیکے اور حلف بمعنی عہد بیان کے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد بیان تعلیق ہے عتق کی اور مسئلہ تعلیق بالولادة کا عتق البعض مین اسواسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح **قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من له حین دخوله ولو لیلا سواء ملکه بعد حلفه او قبله لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکه وقت دخوله** کہا قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اُسدن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونے کے وقت اگرچہ مخاطب اُسکو گھر مین داخل ہوا ہو خواہ متکلم مالک کا بعد تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے بیان یہ ہین کہ جس روز کہ تو گھر مین داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یون متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا مین مالک ہونگا وہ آزاد ہے مملوک لونڈی اور غلام دونون کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم استعمال ہین بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا **ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله کل عبد لی والمکاتب حر بعد غد او بعد شهر اعتبر وقت حلفه لان الملک للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفه لغی یمینه** اور چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معتبر ہوگی لہذا اگر مولی یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اُسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول ہوئے کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسون آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہون وہ پرسون یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اِس سے مثال مین معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اُسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور لفظ ملک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اسلیئے کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول مین مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کیواسطے ہے اور صیغہ فعل کا اگرچہ حال اور استقبال دونون مین مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفا اور شرعا اور لغۃ زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اُسکی تعلیق لغو ہوجاویگی اور جس غلام کے کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا **و دبر بکل عبد لی والمکاتب حر بعد موتی من ان لہ مملوک یوم قال هذا القول** ور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا مین مالک ہون وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اُسکا مملوک ہوگا اُسدن جسدن یہ قول اُسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کیواسطے ہے لیکن مدبر **مطلقا بل مقیدا من ملکه بعده لکن ان مات عتقا من الثلث لتعلیقه بالموت فیصیر وصیة** اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا ولیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونون غلام یعنی جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاوینگے طرفین کے نزدیک ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہو گئی اور وصیت نہین واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ حال کے آزاد ہو گیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہین ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہے بطریق وصیت کے لہذا ثلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال و استقبال دونون کو شامل ہے لہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کریگا اور حالانکہ وہ مفلس ہوا اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوا اور مرجاے تو وصیت اُسمین جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیة المدنی **المملوک لا یتناول الحمل لانه تبع لامه** لفظ مملوک کا شامل نہین حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنی مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہو اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد **فلا یعتق حمل جاریة من قال کل مملوک لی ذکر فهو حر ولو لم یقل ذکرا دخل الحمل فیعتق الحمل تبعا** تو نہ آزاد ہوگا حمل اُس مولی کی لونڈی کا جسنے یون کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہین اور اگر مولی لفظ ذکر کا نہ کہتا یعنے فقط اسیقدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق مین داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہوکر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیون کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا **وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب ولا المشترک و یتناول المدبر والمرهون والماذون علی الصواب** اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہین مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارة کو بنا بر قول درست کے شارح نے قول درست کے کہنے سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا اسمین کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہین ولو نوی الذکور او لم ینو المدبر برق اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا

آزاد ہے اور مملوک سے نیت فقط غلامون کی کی نہ لونڈیون کی یا غلام مدبر کی نیت نہ کی تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اسواسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی مما لیکی کلہم احرار لم یدین لدفع احتمال لاختصاص بالتاکید اور اس قول مین کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہین اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اسکی تصدیق نہ ہوگی بواسطے دور ہوجانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیان اسکی آزاد ہوجاوینگی **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے حلف ان لا یعتق عبدہ فکاتبہ واشتری قریبہ او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اُسنے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اُسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان لعتک فانت حر فباعہ فاسدا عتق و صحیحا لا اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو مین بیچون تو تو آزاد ہے پھر اُسکو بیجا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیجا بیع صحیح کر تو آزاد نہ ہوگا اسلیے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہین ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت مین پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع صحیح مین بائع کی ملک باقی نہین رہتی تو شرط عتق کی اُسوقت پائی گئی جبکہ مولی کی ملک باقی نہ رہی لہذا وہ آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار فلان فانت حر فشہد فلان واخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر مین داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی مین متہم ہو وفی ان کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول مین کہ موے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہ ہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اُسکا شرع مین اعتبار نہین ولو شہد ابنا فلان او کلمہ ابا ہما جازت بان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا اُنکے باپ سے تو گواہی اُنکی درست ہوگی اگر باپ اُنکا منکر ہو کلام کرنے کا اس لیے کہ بیٹون کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہین وکذا ان ادعاہ عند محمد والطلہا الثانی اور اسیطرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹون کو گواہی جائز ہے نزدیک محمدؒ کے اسواسطے کہ اس دعوی مین باپ کو کچھ منفعت نہین اور ابو یوسف نے بیٹون کی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل کیا

باب العتق علی جعل

باب العتق علی جعل

بالضم و فتح المال یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے جعل بضم جیم بمعنے مال ہے اور فتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اس مال کو کہتے ہین جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر کیاجاوے ادجعالۃ بالکسر اور جعلیہ بھی اسی کے مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس یعم مجلس علیہ لو خاطبا عتق وان لم یودلانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو رد او اعرض بطل آزاد کیا موے نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول کرلیا غلام نے سب مال کو مجلس مین مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہو اور اسکے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام بمجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ اُسنے مال ہنوز آزاد نہین کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہان تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اُٹھ کھڑا ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہین اور معاوضہ قبول عوض کا ضرور ہے جیسے بیع مین کذا فی الدرر مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہین مسلم کے حق مین اور لفظ مال شامل ہے نقد اور اسباب اور حیوان اور کیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہین اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر و شرح ابی المکارم وان علقہ باداۂ کان اداءہ فانت حر صار ماذونا لہ دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یون کہا کہ اگر تو اسقدر مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ موے نے غلام کو ادا کرنے کی رغبت دلائی اور مال بدون کسب اور تجارت کے

باب العتق علی جعل

حاصل نہین ہوتا تو گویا اُسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اُس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہی یا نہین اُسکے جواب مین بحرالرائق مین تردد کیا ہی نہ اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اسمین قول فیصل نہین مذکور کیا واللہ اعلم لا مکاتبا

لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وہو یخالف المکاتب فی عشرین مسألۃ ذکر منہا تسعۃ اداے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین اداے مال پر تعلیق عتق کی صریح ہی بخلاف کتابت کے کہ اسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہی کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلاً اور وہ دیئے جس غلام کا عتق اداے مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہی مکاتب سے بیس مسئلون مین جنمین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا جلا بمناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شمار مسائل کیواسطے ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا واسطے اختصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سو ماتن نے کہا ۱ تو موقوف نہین عتق غلام مذکور کا اسکے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اُسکا قبول کرنا شرط ہی ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ وہو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہی بیع کرنا اُس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور وہ شرط کیا ہی اداے مال ہی بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز اداے بدل کتابت کے اُسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجب قبول ما یاتی بہ خلاف ۴ اور اگر مولی اُسکو بیچے پھر اُسکو خرید کرے کیا واجب ہی قبول کرنا اُس مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہی ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہی اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اُسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار ویعتق بالتخلیۃ بحیث لو مدیدہ لنال اخذہ ۵ اور آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھاوے تو مال کو اٹھالے اور مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہوجاتا ہی کذا فی الزیلعی تو دونون مین کچھ فرق نہوا تو اُسکا ذکر یہان بے موقع ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداءہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراہم فادی دنانیر

او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او بہذا الشہر فدفعہ فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ۷ یا غلام نے غیر شخص کو اداے مال کا امر کیا سو اُسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نہ گیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولی نے اداے مال مین دراہم کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کیے ۹ یا مولی نے مثلاً ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دیے ۱۰ یا مولی نے اس مہینے مین ادا کرنیکی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شروط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صورتون مین آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط عنہ البعض بطلبہ وادی الباقی ۱۱ یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اُسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابراہ ۱۲ اور یہی طرح غلام آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کردیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہی مم اس مسئلہ کا ذکر بھی یہان بے موقع ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہی جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی واداہ الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد باکسابہ للورثۃ ۱۳ یا مولی مرگیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا مال وارثون کا مملوک ہی تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کما او مات العبد قبل الاداء فترکتہ لمولاہ ۱۴ چنانچہ اگر غلام مرجاوے قبل ادا کرنے مال معین کے

تو ترکہ اُسکا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونے کے واسطے نہ ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ وما فضل عندہ من کسبہ ۱۵ بلکہ مولے کو جائز ہی کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اُسکے پاس اُسکا لینا بھی جائز ہی بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسب قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثلہ علیہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اُس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اتنا مال غلام سے مولے پھیر لیگا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے کمائی سے وہ آزاد نہ ہوگا

اسواسطے کہ وہ مال موّلے کی ملک ہو وتعلق اداوہ بالمجلس ان علق بان واذا الا ۱۸ اور متعلق ہوگا اداکرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم مین اگر موّلے نے تعلیق
لمنظان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہ تخییر ہو تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا ورمتیٰ کی تو اداے مال مجلس پر مخصوص نہوگا بخلاف مکاتب
کے ولا یتبعہ اولادہ بخلاف المکاتب فے الکل ۱۹ اور تابع اُسکی نہ ہوگی اولاد اُسکی عتق مین یعنی اگر لونڈی کا عتق اداے مال پر معلق ہو پھر وہ اولاد جنے پھر مال کو ادا
کرے تو اُسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہین کہ اولاد بھی اُسکے ساتھ ہوجاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ
مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اسکی تصریح کردی وہوامی المال دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لایصح الکفالۃ بہ وہذہ الموفیۃ عشرون
۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین صحیح ہو تو کفالت اسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اُسکی کفالت صحیح نہین اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا ہو
اور یہ مسئلہ پورا کرنے والا ہو بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجاے عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہو موفیہ کا م یہ جو ماتن نے مال معلق کو دین صحیح
کہا سو صحیح نہین اسواسطے کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہین اسلیے کہ موّلے نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین تو اس مسئلہ
کا بیان ذکر کرنا ہی غلط ہو بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول باب تھا جہان اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر وغرر نے وہین ذکر کیا ہو اسلیے کہ اعتاق
علی المال مین بمجرد قبول کے غلام آزاد ہوجاتا ہو اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہو تو کفالت بھی اُسکی جائز ہو بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد
نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحلبی ویزاد ما فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفع لمولاہ عتق ورجع الغریم علی الموّلے الا ان غرماء الماذون احق بمالہ حتی تتم دیونہم اور مسائل
مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کیے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لیے اور اپنے مولی کو دیے تو غلام آزاد ہوجاویگا
اور قرض دینے والا موّلے سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال مین احق ہین تاوقتیکہ اُسکے دیون تمام ہون ولو استقرض الفین
فدفع واحدہا وکل الاخری فللغریم مطالبۃ الموّلے بہا لمنعہ بعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیے سو ایک ہزار مولی کو دیے اور ایک ہزار خود کھا گیا تو
قرض دینے والے کو موّلے سے دونون ہزار کا مطالبہ جائز ہو اسواسطے کہ موّلے نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہ ہوا ہوتا تو
قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہو تو وہ بیچ نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا موّلے ہو لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی
سے کریگا ولو قال انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای بعد موتہ عتقہ مع ذلک وارث او وصی او قاض عند امتناع الوارث ہو الاصح لان
المیت لیس باہل للاعتاق عتق لالف والولاء للمیت اور اگر موّلے نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہو میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے ہزار درم کو
قبول کرلیا بعد موت موّلے کے اور ساتھ اس شرط کے موّلے کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کردیا تو غلام آزاد ہوجاویگا
ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہو مولی کو آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنے کے لائق نہین اور ارث غلام کی میت کے واسطے ہو تو عصبات مذکور معلی
کے وارث ہونگے عورتون کو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کو ارث نہ ملتی وارثون کو ملتی تو عورت مرو سب ارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن البحر اور قبول غلام کا
بعد موت مولی کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ
یہ صحیح نہین اور یہ بھی مشروط ہو کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا یوجد کلا الامرین لا یعتق بذلک اور اگر دونون امر
نپائے جاوین یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرین اُسکو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ
علی خدمتہ حولا مثلاً کاعتقتک علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال اور اگر آزاد کیا غلام کو اُسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یون کہا کہ مین نے
تجکو آزاد کیا اسپر کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اُسکو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ علی الشئی قبول مجلس پر مشروط ہو وفی ان خدمتنی
سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمتہ اقل منہا او عوضہ عنہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان ان للتعلیق وعلی

للمعاوضة اور مولی کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہی تو غلام آزاد نہ ہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یکسالہ
سو اگر غلام مولے کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولے نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے
تو تو آزاد ہی پھر اُسکی اولاد سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کیواسطے موضوع ہی اور علی معاوضہ کیواسطے اور تعلیق مین بدون
وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنے مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہی چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہی وخدمۃ الخدمۃ المعروفۃ بین
الناس مدۃ ایا کانت اور جب خدمت پر عتق ٹھہرے تو غلام مولے کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہی بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان
جہلت او مات ہو ولو حکما کعمی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہی یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہوجانا یا مولے
مرجاوے م اندھے کو بجاے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہی صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدم بعضہا
فبحسابہ اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اُسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلاً چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایکسال خدمت کرکے مرگیا تو شیخین
کے نزدیک چہارم وضع کرکے یون قیمت غلام کی اُسپر لازم آویگی اور محمدؒ کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اُسپر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب
قیمتہ فتو خدمتہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام
کی واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہی تو غلام سے اُسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاوے اور یا غلام مرگیا ہی تو اُسکے متروکہ سے مولی کیواسطے قیمت مذکورہ لیجاوے
اور محمدؒ کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اُسکی خدمت کی قیمت واجب ہی اور یہی روایت ماخوذ اور مفتی بہ ہی کذا فی الحاوی القدسی وہل نفقۃ عیالہ لو فقیرا علی مولاہ

فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولے کالمعسر بحث فی البحر للثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج
ہون خدمت کی مدت مین اُسکے مولے پر ہی جیسے اُس غلام کا نفقہ مولے پر ہی جسکو مولے نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کے یا غلام اول کسب کرے عیال
کی نفقہ رسانی کے واسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نہ رہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے
تک اُسکو مہلت ملتی ہی بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہی یعنی کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہی بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو
تجویز کیا ہی یعنی مولی پر اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ واجب ہی بقیاس وصیت خدمت کے م محشی چلپی نے کہا کہ ظاہر اقیاس صاحب بحر کا صحیح ہی لہذا صاحب نہر نے بھی اُسکو مسلم
رکھا ہی اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہی اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلاعوض کرتا ہی لہذا اُسکا نفقہ مولی پر واجب ہی اور یہان مولی کی خدمت
بعوض اپنی گلو خلاصی کے کرتا ہی تو مانند مستاجر کے ہوا کبیع عبد عنہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت تجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچا خود
غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلاً سو قبول کرلیا غلام نے پھر وہ گھوڑی
یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل

لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شی لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق
لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اُسکا نکاح کردینا اگر مولے
نے اُسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہوجاویگی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا
شرط کرنا طلاق یعنے خلع مین صحیح ہی نہ عتاق مین م اگر عورت اس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اُسکی قیمت اور اُسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم
ہونگے وہ ساقط ہوجاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہی لونڈی نکاح کرے
یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتہا ومہرہا ای مہر مثلہا فقسمہا

الشراء اقتضاء ولذا تجب حصتہ ما سلم ای القیمۃ وتسقط حصۃ المھر اور آزاد کرنے والے نے اگر قول مذکور مین لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یون کہا مولے سے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درم کے شرط پر کہ میرے ساتھ اُسکا نکاح بھی کردے سو مولی نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اُسنے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اُسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنابر اقتضاے کلام کے گویا اُسنے یون کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ بیع کر اور اسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اُسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہوگئے اور اسیواسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو نکحت القائل فحصۃ مہر مثلہا من الالف مہرہا فیکون لہا فی وجہ ضم عنی او ترکہ سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درم سے اُسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اُسکا مہر ہوگا تو اسیقدر عورت کا مہر ہوگا دونون صورتون مین لفظ عنی کے ملانے مین اور اُسکے ترک کرنے مین حم اگر قیمت لونڈی کی اور اُسکا مہر مثل دونون برابر ہین اسطرح کہ سو درم کی اُسکی قیمت ہے اور اسیقدر کا اُسکا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونون پر منقسم ہونگے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جبکہ قائل نے لفظ عنی کا نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہونگے اور جبکہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اُسپر پانسو درم قیمت کے بابت مولی کے واجب ہونگے اور پانسو درم مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر مثل مین تفاوت ہوگا اسطرح پر کہ قیمت کے دوسو ہون اور مہر کے ایکسو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ مین حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اُسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ مین دو ثلث مولی کے واجب ہونگے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ہدر وفی الثانیۃ لمولاہا باعتبار تضمن الشراء اور عدم مراد ہزار درم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہونچا وہ مسئلہ اولے مین رایگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور جسقدر اُسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ مین پہونچا وہ اُسکے مولی کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما م تفصیلہ اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ نفسہا فزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجوزہ الثانی اقتداء بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ الصلوۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اُسنے اپنی ذات کا نکاح مولے سے کیا تو اُسکا مہر مثل مولے پر لازم آویگا امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہین اور مہر بدون مال کے نہین ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتداے فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ مین صحیحین مین بروایت انس رض کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیون مین سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور اُنکو آزاد کیا اور اُنسے نکاح کیا اُنکے عتق کو اُنکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور اُمور مخصوصہ مین اقتدا جائز نہین فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو اُسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے مین سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین رح کے وکذا لو عتقت المراۃ عبدا علی ان ینکحہا فان فعل فلہا مہرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسی طرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کریگا تو بی بی کا مہر اُسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اُسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ علی ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شئی علیہا خانیۃ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اُسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہوجاویگی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار کیا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہین جو بقدر قیمت اُسپر سعایت لازم آوے فروع مسائل متفرقہ شارح کے قال اعتق عنی عبدا او انت حر فاعتق عبدا حیدا الا العتیق وفی اولی لعتیق لانہ ادخل فی ملکہ فیکون رضیا بالزیادۃ واما العتق اخراج لان کسب ملک للمولی مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارہ

ہوا اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اُسپر لازم ہوا سواس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لیکر آزاد کر دیا تو یہ آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ اور سوے کے اس قول مین کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہو سو اُسنے عمدہ غلام لا دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اُسنے مولی کے ملک مین داخل کر دیا تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اُسکو ملک مولے سے نکالنا ہو اسواسطے کہ غلام مخاطب کسب مملوک ہو مولی کا تو مال جید کے اخراج سے مولی کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

باب التدبیر

یہ باب ہو تدبیر کے احکام مین یعنی غلام کے مدبر کرنے کے احکام مین زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہو بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہو ہو لغۃ الاعتاق عن دبر وہو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت مین عبارت ہو اعتاق عن دبر سے یعنے بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہو اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بضمتین ضد ہو قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا و لہذا مدبر اُس غلام کو کہتے ہین جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہو اور چونکہ یہ یعنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب تھے اسیواسطے اکثر فقہا اسکو بیان کرتے ہین اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہین کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی معروف ہین اور بعضے فقہانے اسی کو پسند کیا ہو مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہو کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو و شرعاً تعلیق العتق بمطلق موتہ ولو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع مین تدبیر عبارت ہو تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت مولے کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین سو برس تک مرون تو تو آزاد ہو ہم تدبیر دو قسم ہو ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہو نہ مطلق تدبیر کی کہ دونون قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہو کہ جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اُسکو تدبیر مطلق کہتے ہین اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک مر جاؤن تو تو آزاد ہو ہر چند ظاہر مین یہ کلام مقید ہو لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہو اسواسطے غالب حال یہ ہو کہ اسی برس کا آدمی سو برس اور کا ہے کو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقید عین اطلاق ہو بخلاف نکاح کے کہ اُسمین توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہین اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہو تو تابید معنوی بنظر نہی کے وہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ کوئی مانع شرعی نہین لہذا تابید معنوی صحیح ہو اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہو درصورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجئ و بموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور مولے کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یون مولے کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہو تو یہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہ تدبیر مطلق ہو نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہو شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہو تو یہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی مین مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا مت او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او عتیق او معتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک زاد بعد موتی اولا چنانچہ یون کہنا مولے کا اپنے غلام سے کہ جب مین مرون یا جسدم کہ مرون یا اگر مین مرون یا جب مجھ حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہو یا عتیق یا معتق ہو یا تو آزاد ہو میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہو یا مین نے تجھکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونون برابر ہو ہم عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت مین مستعمل ہین اسواسطے کہ اُسمین معنی کا اعتبار ہو نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور اول منزل کو پہونچنا اسی طرح ہوگا او انت حر یوم اموت ان ارید بہ مطلق الوقت لقرانہ بما لا یمتد فان نوی النہار صح وکان مقیدا یا مولے نے یون کہا کہ تو حر ہو جس دن کہ مین مرون یوم سے مراد اس مثال مین مطلق وقت ہو بسبب متصل ہونے یوم کے اُس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہو یعنے موت سے اور قاعدہ یہ ہو کہ جب لیل یا یوم امر غیر

مستد سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونون کو شامل ہو تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مریگا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر موے
بلفظ یوم نہار کا یعنی فقط دن کا ارادہ کریگا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اسصورت مین یہ تدبیر مطلق نرہیگی بلکہ تدبیر مقید ہو جاویگی اسواسطے
کہ یہ ضرور نہین کہ موت اُسکی دن ہی کو ہو وان مت الی مائة سنة مثلاً وغلب موته قبلها ہو المختار لانه کالکائن لامحالة یا مولی نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلاً
مرون تو تو آزاد ہو اور ظن غالب اُسکی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہ مقید بجاے مطلق کے ہو قول مختار مین اسواسطے کہ مثلاً اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو
برس کے مانند ثابت کے ہو بلاشک باعتبار غالب عمار خلق کے اور غیر مختار وہ قول ہو جو ینابیع اور جامع الفقہ مین ہو کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہو نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی
تفصیل اور تحقیق اسکی تعریف تدبیر مطلق مین ہو چکی وافاد بالکاف عدم الحصر حتی لو اوصی لعبده بسهم من ماله عتق بموته ولو بجزء لا والفرق لایخفی وذکرناه فی شرح الملتقی اور مصنف
نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلۂ مذکورہ مین تدبیر مطلق منحصر نہین تا اینکہ اگر موے اپنے غلام کے واسطے اپنے مال مین سے ایک سہم کی وصیت
کر جاوے تو وہ آزاد ہو جاویگا اسکی موت کے بعد اور ایک جزء کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہو گا اور فرق سہم اور جزء مین فقہا کے نزدیک مخفی نہین اور ہم نے شرح ملتقی الابحر
مین فرق کو بیان کیا ہو مؤلف شرح مختار دونون مین فرق یون بیان کیا ہو کہ سہم عبارت ہو سدس مال سے اور جزء عبارت ہو شی مبہم غیر معین سے تو جب
مولی نے اپنے کل مال سے غلام کے واسطے سدس کی وصیت کی تو سدس رقبہ غلام کا بھی وصیت مین داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہو تو غلام اپنی
ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جزء مبہم ہو تو اُسکی تعیین وارثون کے اختیار مین ہو لہذا رقبہ غلام کا بلاتردد جزء مین داخل نہین ہو سکتا تو آزاد
بھی نہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسی طرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہو اور دریافت کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنے کے چار طرح پر ہین اول صریح جسمین تدبیر مصرح
ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث اُن الفاظ سے مدبر کرنا جنسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھ پر نہین اور رابع
بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہو ازالۂ ملک
سے کیونکہ غلام مین مالکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہین ہوتی دبر عبده ثم ذهب عقله فالتدبیر علی حاله لما مر انه تعلیق وهو لا یبطل بالجنون ملا رجوع مدبر
کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہو گئی تو تدبیر قائم ہو اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف مین گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہو اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع
کرنے سے بخلاف الوصیة برقبته لانسان ثم جن ثم مات لبطلت بخلاف وصیت کے یعنی موے نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کیواسطے وصیت کی پھر موے مجنون
ہو گیا بعد اسکے مر گیا تو یہ وصیت باطل ہو جاویگی ولا یقبل التدبیر الرجوع عنه ویصح مع الاکراه بخلافها فالتدبیر کوصیة الا فی هذه الثلاث اشباه وزاد مدبر
السفینة ومدبر قتل سیده اور تدبیر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنے تدبیر کرکے اس سے پھر جانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہو بخلاف وصیت
کے کہ اس سے پھر جانا درست ہو اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہو سواے ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی
الاشباه والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہین ایک سفینہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنے مرد احمق کی وصیت امر
خیر مین نافذ ہو اور تدبیر اُسکی اگرچہ نافذ ہو لیکن اُسکے مدبر پر کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیة المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کریگا تو آزاد
ہوگا اور کل قیمت مین سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنے والے کو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی فلا یباع المدبر المطلق خلافا للشافعی سو
مدبر مطلق کی بیع جائز نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہو اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے حدیث ثابت ہو کہ
ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اُسکے پاس کچھ مال نہ تھا سواے اس غلام کے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو آٹھ سو درم کو بیچا اور اُس سے
فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی مؤطا مین ثابت ہو کہ عائشہ صدیقہ رضؓ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظمؒ کی وہ حدیث دلیل ہو
جو دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہو ثلث مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف

کی ہو اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہو اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہین تو ممنوعیت اسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول
ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہین تو بالضرور محمول ہو سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہین اول یہ کہ ابتداے
اسلام مین بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولی جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہو کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت
کی کہ مجھکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنے اجارہ اُسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہو کہ حدیث جابر
کی حدیث قولی نہین جو عام ہو بلکہ واقعہ ہو حال کا اور واقعۂ حال کو عموم نہین بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہو تو حدیث جابر کی حدیث ابن
عمر سے معارض نہین ہوسکتی چوتھا جواب یہ ہو کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہو نہ مدبر مطلق پر جمعاً بین الاحادیث اور اسیطرح موطا کی حدیث کے جوابون کو
قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا نافع ہو اختلاف
مذہب کا وہل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کردیتا ہو بعضے علما نے کہا ہو کہ ہان قضاے قاضی مبطل تدبیر ہو مگر شارح نے ابطال تدبیر کو
بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضاے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہین بلکہ منصوص ہو اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ مین بصراحت ہو کہ اگر مولی
نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر موے کی ملک مین کسی نہ کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولی مریگا
تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہان اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے
حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہوجاویگا یعنی بالاتفاق اُسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہین کہ اسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا
یوہب ولا یرہن کالوقف شرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرہن یہ بیچا اور نہ ہبہ کرنا غلام
مدبر کا جائز ہوگا نہ اُسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہین تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہو یعنی وقف کرنے والا یون
شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابین باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہو اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت
لینے والے کے ہاتھ مین بطور امانت کے ہو اور امانت مین بدون تعدی کے ضمان نہین تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا استیفا نہین ہوسکتا کذا فی البحر الرائق
صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف مین جائز نہین اور رہن لغوی البتہ جائز ہو یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ وستتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کردینے اور مکاتب
کردینے سے تاکہ آزادی اُسکو جلد حاصل ہوجاوے اور باب المکاتب مین کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنی جب موے نے غلام کو مدبر کیا تو اب
سواے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اُسکو اپنی ملک سے نہین نکال سکتا یہانتک کہ کسی کے واسطے وصیت نہین کرسکتا اور بدل صلح مین
نہین دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان لقیت بعد موتی فانت حر اور حیلہ اس
شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اُسکو بیچ سکے یہ ہو کہ اُسکو مدبر مطلق نہ کرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر مین مرون اور تو میری ملکیت
مین ہو تو تو آزاد ہو یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہو ویستخدم المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطا وتنکح جبرا اور مدبر سے
خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اُسکا نکاح زبردستی کردینا جائز ہو اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اُسکا نکاح بجبر کردینا درست ہو والمولی
احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولی مدبر کے کسب کا اور اُسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہو بسبب بقاے ملک
موے کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسی کا خون کریگا تو موے پر اُسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخون مین بجاے ارش کے ارث کا لفظ ہو سو غلط ہو
اسواسطے کہ مدبر آزاد نہین مگر بعد موت موے کے اور موے کی حیات مین جو اُسکے پاس ہو وہ مولی کی ملک ہو پھر مولی کا وارث ہونا بے معنی ہو وبموتہ

ولو حکماً کلحاقہ ارمد عتق سے نے آخرہ من حیوۃ المولےٰ من ثلثہ ای من ثلث مالہ یوم موتہ الا اذا قال فی صحتہ انت حر او مدبر ومات مجھلاً فیعتق نصفہ مجهلاً
من الکل ونصفہ من الثلث حاوی اور مولے کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولے مرتد ہو کر دار الحرب مین مل جاوے آزاد
ہوگا مدبر حیات مولے کے جزا خیر مین اُسکے ثلث مال سے یعنی اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اُسکی موت کے دن موجود ہو مگر جبکہ مولی نے اپنی صحت مین کہا
کہ تو حُر یا مدبر ہو اور پھر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اُسکے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اُسکا مولی کے ثلث
مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال اور ثلث
مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس مین سعایت کرے اور اگر اُسکا ربع نکلے تو تین ربع مین سعایت کرے وعلی ہذا القیاس
یہ اس صورت مین ہی جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال مین گنجایش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثیہ لان عتقہ من الثلث
اور صریح مدبر اپنے دو ثلث مین سعایت کرے اسواسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہی ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث
او کان واجازہ عتق کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث مین سعایت کرے اگر مولے نے سواے اس غلام کے اور کچھ مال نچھوڑا ہو اور مولی کا ایسا وارث ہی جو تدبیر کو جائز
نہین رکھتا یعنی آزاد ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہین رکھتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو اور عتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہو جاویگا
اسواسطے کہ تدبیر درحقیقت وصیت ہی اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ جاری نہین ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ ولو قتلتہ ام الولد لاشی
علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہی لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت مین سعایت کریگا
جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت مین سعایت کرتا ہی اور اگر اپنے مالک کو ام ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاویگی مالک کی موت سے اور اُسپر کچھ سعایت لازم نہوگی
چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ مین مصرح ہی ہم مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہ ہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہین ہی بخلاف اُم ولد
کی آزادی کے کہ وہ وصیت نہین لہذا سعایت اُسپر واجب نہین وسعی فی کلہ اے فی کل قیمۃ مدبر المجتبی وہو حینئذ کالمکاتب قالا حر مدیون لو المولی مدیونا بمحیط اور
اگر مولی پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت مین سعایت کرے یعنی اس صورت مین ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے
غلام مدبر کی قیمت مراد ہی نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانۂ سعایت مین نزدیک امام اعظمؒ کے مانند مکاتب کے ہی تو اُسکی شہادت مقبول نہین
اور نکاح اسکا نافذ نہین اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہی تو اُسکی گواہی مقبول ہی اور اُسکا نکاح بھی نافذ ہی ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان
ضمن شریکہ ثم مات سعی فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکون مین سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق مین سات یا چھ طرح کے اختیار
حاصل ہین چنانچہ اسکی تفصیل باب عتق البعض مین ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک نے ضمانت کیا اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مر گیا تو یہ
غلام اپنی نصف قیمت مین سعایت کرے اسکے وارثون کے واسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ تدبیراً مطلقاً مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہی تو اُسکا لڑکا
بھی مدبر ہی یعنی ماں کے ساتھ وہ بھی مولی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا تبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہی لڑکا مدبر ہونے مین اپنی ماں کا تابع نہوگا
یعنی ماں کے ساتھ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہی ماتن نے بیع فاسد کے باب مین کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے
باپ کے مانند ہی سو اُسکو تامل اور غور کرو ہم وجہ تامل کی یہ ہی کہ یہ قول صحیح نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوتا ہی نہ باپ کا اور ہدایہ کے
بعضے نسخون مین بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہی حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کی طرف سے یہ جواب ممکن ہو سکتا ہی کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت
دونون کو شامل ہی اور مراد مدبر سے عورت ہی نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فلعتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہی جیسے حمل کا آزاد کرنا
صحیح ہی لیکن جنین اُسوقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل مین تولد ہو ولو ولدت المدبرۃ من سیدہا فہی ام ولدہ وبطل التدبیر

لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ اپنے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام ولد اسکی ہے اور اسکی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر
میں عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد میں عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے وبیع وہبۃ من المدبر
المقید کان قال لہ ان مت من سفری او مرضی ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے
مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولے نے غلام سے یوں کہا کہ اگر میں سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا اب سے بیس سال تک مثلا مروں یعنی مدت
مذکور کرے جسمیں غالبا موت واقع ہو سکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق فقط موت پر نہ ہو بلکہ موت میں کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا اس
سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید میں تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوے کہ مولی کی
موت ان مدتوں میں محتمل ہے یقینی نہیں بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہے او ان مت وغسلت او کفنت یا یہ کہ مولی نے یوں کہا کہ اگر
میں مروں اور غسل دیا جاؤں یا یوں کہا کہ اگر میں مروں اور کفنایا جاؤں تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر ورجحہ الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر
میں مروں یا مقتول ہوں تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہیں اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہیں اور موت اور قتل مترادف اور متساوی نہیں
اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہیں تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے
فتح القدیر میں اس تقریر سے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہیں کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل ہر صورت موت حاصل ہے
کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی او موت فلان مالم یمت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولی نے یوں کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلاً
زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق
کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز ورده فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا حتی لو مات فلان
والمولی حی عتق من کل المال ولو مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلاً زید کی موت کے بعد یہ مثال ہے مدبر مقید کی چنانچہ
درر اور کنز میں مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق میں مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہیں نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے عتق
کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلاً مرے اور مولے زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولے پہلے زید سے مریگا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثوں کا مملوک ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط
بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولے اپنے اسی
سفر یا اسی مرض میں مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور
مدبر مقید کا حکم برابر ہوگیا قال ان مت من مرضی ہذا فہو حر فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی ففرق بین من وفی مولی نے کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری
سے مرگیا تو وہ آزاد ہے سو مولی کو قتل کر دیا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری میں مرگیا تو تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور
فی کے ہم مجتبی میں اسکے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی میں یوں فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب ہوا کہ اگر میں اس بیماری کے سبب سے مروں
تو قتل دوسرا سبب ہوا سواے بیماری کے تو شرط عتق کی نپائی گئی اور لفظ فی کا مقید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض میں واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولہ حمی فتحول
صداعا او بعکسہ قال محمد ہو مرض احد مجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے مروں تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر دردسر کی بیماری ہوگئی یا
دردسر تھا سو تپ ہوگئی محمد نے کہا کہ تپ اور دردسر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہر چند تپ اور دردسر جداگانہ دو مرض ہیں لیکن چونکہ اکثر دونوں باہم متلازم
ہیں لہذا انکو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنی

اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اُسکے مثلاً تیس درم قیمت ہوتے تو اب مدبر ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا دررعن الخانیہ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانے کا یہ ہو کہ اسکے موافق سعایت کرے وفیہا عنہا صحح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی نہ مولاہ صحیح فی الاصح اور درر مین خانیہ سے منقول ہو کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہو ایک مہینے بھر میری موت سے پہلے پھر وہ مر گیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اُسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذا فی الدرر اور مجتبی میں اتنا قول اور زیادہ کیا ہو کہ اُسکے مولی کو اُسکا بیچنا جائز ہو قول اصح میں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی ان شاء اللہ صح الایصاء وفی ہو حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہو اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول میں کہ وہ آزاد ہو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہو اور استثناء امر مین باطل ہو اور قول ثانی ایجاب ہو اور استثناء اسمین صحیح ہو

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہو استیلاد کے احکام میں استیلاد لغت عرب میں عبارت ہو خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اُسکو مخصوص کر لیا ہو ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ میں لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہیں اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سیدہا ولو باستدخال فیہ فرجہا جبکہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ میں ڈال لیا ہو بطور جبر کہ مالک نے محل مخصوص میں جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فوراً گرما گرم اُسکا نطفہ لونڈی نے داخل کر لیا ہو اور وہ حاملہ ہو گئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہ لڑکا مالک ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور یوں لائق ہو مالک کو کہ لوگوں کو گواہ کر دے کہ یہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہو تا کہ وارث اُسکے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناوین ولو حاملا کقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب وہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونے کے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یوں کہنا مولی کا کہ حمل اس لونڈی کا مجھ سے ہو یا جو اُسکے پیٹ میں ہو سو مجھسے ہو اور یہ یعنی ثبوت نسب لڑکا موقوف ہونا مولی کے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہو اور دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہیں اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہو کذا فی الوہبانیہ یعنی اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی اُسکے تصرف میں ہوگی اور جنے گی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ مجنون وغیرہ میں اہلیت دعوۃ کی نہیں او ولدت من زوج ولو فاسدا کموطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھ اُسکے مولی نے نکاح کر دیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بالشبہہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اُسکو اُسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اُسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو یہ لونڈی جو مولی کے اقرار سے جنی یا جسکو اُسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہو گئی مالک ہونے کے وقت سے یعنی ابتداء علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحاوی فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ حیث ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداء ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے سے ہو مالک ہوگا تو اُسکو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہو وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او تحققت ثم ملکہا فان عتق ام الولد یتکرر بتکرار الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ ثابت ہوئی یا مرتدہ ہو کر دار الحرب میں جا ملی پھر یہ شخص اُسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونے کے جیسے عتق محارم کا مکرر ہوتا ہو بتکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولے نے

اُسکو آزاد کر دیا یا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب مین گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی مولے کی تو اب مدبرہ نہ ہوگی م یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہی
تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہی یعنے ام ولد ہونا اُسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولے کے آزاد ہوتی ہی طحطاوی
نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اِس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اِسکا ماقبل سے مناسب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور اُم ولد کا
حکم مدبرہ کے مانند ہی چنانچہ اُسکا بیان ہو چکا یعنی اُسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہین الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد
مثل مدبرہ کے ہی مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہی جنکا ذکر اشباہ کے فرقون کی بحث مین اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد مین مصرح ہی انمین سے ماتن اور
شارح نے چار صورتون کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی اُن تیرہ مسئلون مین سے ایک یہ ہی
کہ ام ولد مولے کی موت سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہی اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہی اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہی اور مدبرہ
سعایت کرکے آزاد ہوتی ہی م ام ولد بعد موت مولے کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہی اُسکی بیع جائز نہین اور سعایت اُسپر لازم نہین اگرچہ مولے قرضدار مرا ہو
اور یہی مذہب ہی جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اُسمین قائل ہین سو لائق اعتماد کے نہین کذا فی
فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اُسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء و ابطالا ذخیرہ و ینفذ فی المدبرۃ کما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے
حکم پر جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنے مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہا کے
مخالف ہی لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہی تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے
حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اسکی
بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نہ رہیگا اسواسطے کہ
مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم
یحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا یثبت بل لیعتق علیہ اور اگر ام ولد
ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اُسکا نسب بدون دعوی مولے کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولے پر حرام نہ ہو گئی ہو کسی
وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن مولے کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولے کے ام ولد کی مان سے
تو اُسوقت مین اگر ام ولد نے چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب مولے سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت
ہوگا مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اُسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہی بلکہ مولے کے دعوی کرنے سے ولد اُسکا
مولی پر آزاد ہو جاویگا بسبب مولی کے اقرار کے ولو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ لفساد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقد مناہ فی نکاح الرقیق و ثبوت
النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب مولے سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا
اور در صورت نکاح کر دینے کے ام اُسکا نکاح فاسد ہو جاویگا واسطے مستحب ہونے استبراء کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہی کہ جب
ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبرا کرواکر نکاح کر دے کذا فی البحر شارح کہتا ہی اور ہمنے استبراء کے استحباب کو غلام کے
نکاح اور ثبوت نسب مین اول بیان کر دیا ہی لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش اربعۃ ضعیف للامۃ و متوسط لام الولد وعلم حکمہما و قوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار مولے پر موقوف نہین

لیکن اُسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے بلا توقف کے لعان پر یعنے بدون لعان کے مجرد نفی کرنیکے نفی ہو جاتا ہے اسواسطے کہ فراش چار قسم پر ہے ایک فراش
ضعیف لونڈی کا کہ بدون اقرار مولے کے اُسکا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اُسکا حکم معلوم ہوا کہ اُسکا ولد بدون اقرار مولی کے
بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اُسکا نسب نفی نہیں ہوسکتا بدون لعان کے
اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب کسی طرح نفی نہیں ہوسکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہیں ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہیں الا اذا قضی
بہ قاض غیر حنفی یری ذلک فیلزم بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہیں ہوتا مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سواے اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین
نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وہو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل
الرضا بحر فلا ینتفی بنفیہ فی ہاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت
دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اُسکی نفی کرنے سے ان دونون صورتون مین اُسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر او مدبرتہ سکین عرض علیہ
الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونون کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر
پر اسلام عرض کیا جاوے اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہیں فان اسلم فہی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسے
تھی ویسی ہی اُسکی ہی رہی والاسعت نظر اللجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اُسکے واسطے
سعایت کرے بلحاظ دونون جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب مین سعایت سے یہ
رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اُسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت
سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم
پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اُس سے توقع عفو کی نہین اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہین مل سکتے اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور
کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمین تامل ہے پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا بہت اندیشہ ناک
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اللہم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادائہا ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت
کرے اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونے کی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہ ہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلاً اُسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم
کا کما دینا اُسپر لازم ہے اور آزاد ہو جاویگی بعد ادا کرنے اُس قیمت کے جسکا قاضی نے مقرر کردیا ہے ثلث قیمت کی سعایت نہایۃ البیان مین مذکور ہے کذا فی منح الغفار
وہی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذا لو ردت لاعیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی
حالت مین مگر دو صورتون مین مکاتبہ کے برابر نہین پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہوا دائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے
کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اُسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعاً یہ جائز نہیں ولو مات قبل
سعایتہا و اما ولدہ ولد نہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولی مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ
اُسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت مین سعایت کرے اور اگر لڑکا نہ ہو تو وہ مفت آزاد ہو گی اسواسطے
کہ وہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے ہم سعایت ولد کی قیمت مین درصورت ام ولد کی موت مین ہے نہ اُسکے مولے
کی موت مین تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہان نہ ملاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم بعد ابیان کرتا چنانچہ
در المنتقی کی یون عبارت ہے ولو آت عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی و معہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنے اگر ام ولد کا مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت

مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اُسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی ماں کی قیمت مین سعایت کرے بخلاف مکاتبہ
کے کہ اگر اُسکا مولی مریگا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اُسکے وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذافی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم المدبر فیسعی فی ثلثی قیمتہ اور اسیطرح ہو حکم
مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہوجاوے اور اُسکا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو تہلث قیمت مین سعایت کرے یعنی جو خالص غلام کی
قیمت ہو اُسکے دو تہلث مین سعایت کرے کذافی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض لاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا امر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین
اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہو وہ اُسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تھا اور اگر اُسنے
اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تا کہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو
مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلا یبیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ شرکت
اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہو گا نسب لڑکا اس مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتبہ اگر ادا ے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اُسکو
بیچنا لونڈی کا جائز ہو اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہو مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل اور ضمان
دے مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اُسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہو تملک نہ ضمان عتق
کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہو کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہو اور اسیوقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی مین
ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اُسپر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہو بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او حل
السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونون شریکون نے زمانۂ واحد مین ساتھ ہی دعوے کیا
یا ایک نے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کس نے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونون اسلام وغیرہ
اوصاف آیندہ مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کیوقت تو وہ لڑکا دونون کا بیٹا ہو مگر یہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونون کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اسواسطے کہ یہ
متصور نہین بلکہ جب دونون مالکون نے برابر دعوی کیا اور دونون جمیع اوصاف مرجحہ مین متساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہوسکتی لہذا ولد کو دونون
کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہو اُسکا جواب یہ ہو کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کیونکہ قیافہ شناسی کی فقط
اٹکل ہو اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اسی کی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی حمل سے کاہے کو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نہ کیا اور قاضی
شریح کو لکھ بھیجا کہ دونون شریکون نے تلبیس کی لہذا اُسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ
بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہو علی مرتضی رض اور ابن عباس رض اور زید بن ثابت رض کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم استویا قدم من العلوق فی
ملکہ ولو بنکاح پھر اگر دونون شریک برابر ہون زمانۂ مالکیت مین یعنے ایک زمانۂ سابق مین مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اُسکے تو وہ شریک مقدم
ہوگا جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہو کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کے ملک مین پھر مالک نے نصف لونڈی
دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ بہ پورے چھ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونون شریکون نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہو اسواسطے کہ
نطفہ اُسی کی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کمتر مین جنی تا کہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق
ثابت ہو اور اگر پورے چھ مہینے مین جنے گی تو دونون کی ملک مین علوق کا احتمال ہو کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے اور
دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی بعد خرید کے پھر دونون نے اُسکے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے
کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب وسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہی ۲۰۲

بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر میں یہ لف و نشر مرتب ہے یعنی اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی مین شریک ہون اور لونڈی کے ولد کا دونون ساتھ ہی دعوی کرین تو باپ کا دعوی مقدم اور اولی ہو بیٹے پر اور اسی طرح مسلم مقدم ہو ذمی پر اور آزاد مقدم ہو غلام پر اور ذمی مقدم ہو مرتد پر اور کتابی مقدم ہو مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہو زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہ عبارت ہی المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہو لو کانت الدعوۃ بین ذمی و مرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ثم لا تثبت نسب ولد ثان بلا دعوۃ لحرمۃ الوطی کما مر یعنی ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتون مین جو مذکور ہو چکین بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اُسوقت مین ثابت النسب ہوتا ہو جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہو گئی ہو بخلاف صور مذکورہ کے وہی ام ولد ہما ان حبلت فی ملکہما اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونون متساوی شریکون نے ساتھ ہی دعوی کیا دونون کی ام ولد ہو بشرطیکہ وہ دونون کی ملک مین حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونون کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی ہو خرید کے دن سے لا لو اشتریاہا حبلے لانہا دعوۃ عتق فولاؤہ لہما وبادعاء احدہما یضمن نصف قیمۃ الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہ ہوگی اگر لونڈی کو دونون مالکون نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت مین جنی پھر دونون نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہ ہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوی عتق کا ہو نہ استیلاد کا اسلیے کہ شرط استیلاد کی یہ ہو کہ علوق ولد کا ملک مین ہو سو یہان قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولا دونون شریکون کے واسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوے استیلاد کا نہین وعلی کل نصف عقرہا تقاصا اور درصورتیکہ دونون شریکون کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اُس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور اُسپر اُسکو اور دونون باہم اپنے حق مجرا کرین نہ کوئی دے نہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونون حساب مین برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہو اُسکا جواب یہ ہو کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کردے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار پر تو اُسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدہما اکثر فیاخذ منہ الزیادۃ لان المہر بقدر الملک دونون شریکون کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہو مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے ہوتا ہو بخلاف البنوۃ والارث والولاء فان ذلک لہما سویۃ وان کان احدہما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب فیکون سویۃ لعدم الاولویۃ تبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اسواسطے کہ یہ امور دونون شریکون کے واسطے برابر ہین اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونون مین برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونون برابر ہین کسیکو تقدم اور رجحان نہین اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہین جب نسب مین تجزی نہوئی تو ارث اور ولا مین بھی تجزی نہوگی وورث الابن من کل ارث ابن کامل اور ورثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہو اُسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار اُسپر حجت ہو وورثا منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مر گیا تو دونون شریک اُسکے وارث ہونگے ایک باپ کی ارث مین اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہو لیکن چونکہ کسی کی یہان ترجیح نہین لہذا ایک باپ کا حصہ دونون مین تقسیم ہوگا وکذا الحکم عند الامام لو کثروا ولو نساء وتمامہ فی البحر اور جیسا دو شریکون کا حکم ہو اسی طرح اگر زیادہ ہون دو سے تو اُنکا بھی ایسا ہی حکم ہو اگرچہ دعوی کرنے والیان ولد کی عورتین ہون اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہو ہم پورا بیان بحر الرائق مین اسطرح ہو کہ اگر دو شریکون سے زیادہ مدعی ہون ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہون اور ابو یوسف نے کہا کہ دو مدعیون

سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہو کہ اگر ایک لڑکے مین دو عورتون نے تنازع کیا
توامام اعظم رحمہ کے نزدیک وہ لڑکا دونون کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد مین دو مردون اور دو عورتون نے تنازع
کیا ہر مرد یہ کہتا ہو کہ یہ لڑکا میرا ہو اس عورت سے اور عورت اسکی تصدیق کرتی ہو تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون مردون اور دونون عورتونکا ہوگا اور
صاحبین کے نزدیک فقط دو مردون کا ہوگا نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار وفیہ لومات احدہا او اعتقا عتقت بلاشئ قلت فالعتق انما تجزی فی القنیۃ لا فی ام الولد
بل یعتق بعضہا العتق کلہا اتفاقا مجتبی فلیحفظ اور بحر الرائق مین ہو کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کردیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایت
آزاد ہوجاویگی شارح کہتا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہوجاتی ہو
بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہو اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہو
جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدہما و اعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا للعلوق خانیہ ایک لونڈی شریک ہو
دو مردون مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اُسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کردیا اور یہ دونون کلام دونون سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام
دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہو بواسطہ مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق
کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہو تو گویا آزاد کرنے والے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہین کذا فی المنح ادعی ولد امتہ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب لزم النسب بتصادقہما
کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبۃ فلا لاشتراط تصدیقہا کما یجئ دعوی کیا مولی نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اسکی تو مولی کو
نسب ولد کا لازم ہوگا دونون کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہو جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے
ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ کی تصدیق شرط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولی مدعی
پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدایش کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولی سے بسبب شبہ جات کے ولم تصر ام ولدہ لعدم ملکہ اور
لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہوگی اسواسطے کہ اسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب
کی دعوی ولد مین تو نسب ولد کا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے
کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نرہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد
ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اُسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے
اُسکو مجھپر حلال کردیا اور اُسکا ولد میرا ولد ہو اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین اور تکذیب کی اُسکی نسب مین تو نسب نہ ثابت ہوگا مراد احلال سے
مراد احلال بالتزویج ہو نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اُسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا ثبت
حلال کرنا نکاح سے ۱۲
والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد ثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونون امرون مین
یعنی احلال اور نسب مین تو نسب ولد کا ثابت ہوگا اور اگر دونون امر کی یا ایک امر کی تصدیق نہ کی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیہ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ
اگر مولی مدعی کے ولد مین تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوتا ہو یعنی تصدیق ولد کی ساتھ تصدیق احلال کے مثبت ہو نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ
مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہو تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولے
ولو مکاتبہ یوما من الدہر ثبت النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اُسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب
مولی کے اگرچہ مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا در صورت ملک ولد کے اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی جبکہ اُسکا مالک ہوگا واسطے

باقی رہنے اقرار مدعی کے **ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہا** اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اُسنے کہ مین نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اُسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہۂ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اُسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولی دونون امر مین اُسکی تصدیق کرے ہم فیہا کے مرجع مین محشی در المختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہا کی دو صورتین ہین یعنی جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اُسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہی لیکن بہرصورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہا بے محل زیادتی ہی اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابونکی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی **وان ملکہ یوما عتق علیہ** اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اُسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے **وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ یوما ثبت النسب لبقاء الاقرار فتدبر** اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اُسکی ام ولد نہ ہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر نسب ولد کا مدعی اُسکی ماں کا کسی دن مالک ہوا بعد تکذیب مولے کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اُسکو غور کرو شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونے کا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہی شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر اکلام مصنف مین تناقض نہین اسلیے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد مین کہا کہ مولے نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کردی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنی مسئلہ دعاے احلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنی ادعاے ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہی تو تناقض نہ ثابت ہوا منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہی جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم **نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولدہ وان ملک الولد عتق** ہان خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اُسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جاویگا اس روایت سے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی **وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا** اور اشباہ مین ہی کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہی تو وہ لونڈی رہیگی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کے ہی اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعاً منقطع ہی تو اُسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ زنا سے نسب ماں کا منقطع نہین تو اُسکا بہن ہونا ثابت ہی اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **اراد وطی امتہ ولا تصیر ام ولد یملکہا الطفل ثم یتزوجہا** ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اور اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اُسکا مالک کردے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو اُسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی بنی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ تھا کہ اُسکو نکاح کر لینے کا اختیار رہا ہے **اقر بانہ موتہا فی مرضہ ان ہناک ولدا او حبل تعتق من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولے الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا الملحفۃ وقمیصا ومقنعۃ ولا شئ للمدبرۃ** اقرار کیا مولے نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونے کا اگر اُسوقت لونڈی کا ولد ہو یا اُسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہ ہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اُسکے پاس مال ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اُسکے مالک ہونگے مگر اُسوقت وارث نہونگے جبکہ مولے نے اُس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کردی ہو ہان مجتبی مین یون ہی کہ محمد نے مستحب کہا ہی اُسکو کہ اُس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلی العظیم الولی الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی لیے جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونون بابون کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت مین یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ایسے ہی عتاق عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق طالقہ کے کل بدن مین ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن مین پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق تجزی ہے تو طلاق اور عتاق سرایت مین مشترک نہین کذا فی الحمادی تو جب طلاق اور عتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی مین یعنی اسقاط مین اور اپنے لازم شرعی مین یعنی سرایت مین لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب مین بمعنے قوت کے ہے ہر چند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم مین مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنے اسواسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب تر ہے یعنی شرعی یمین سے جو یمین مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حالف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے و

شرعاً عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعاً الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فاحلف لا یحلف حنث بطلاق و عتاق اور اصطلاح شرع مین یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف مین تعلیق داخل ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع مین اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزون مین تعلیق یمین نہین جنکی تفصیل اشباہ مین مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین مین داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرح نقایہ مین یون تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا بتعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل مین افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اس عبارت مین جسکی عبارت یون ہے یا تعلیق زبان کرنے سے یا یون کہنے مین اپنے غلام سے کہ اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یون کہے زوجہ سے کہ اگر تجھکو ایکبار یا مہینہ بار حیض آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعاً جائز نہین اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ عبادات کر حلف کرے اسطرح پر کہ اگر مین فلانا کام کرون تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین فلانا کام کرون تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع

وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہین اور اسیطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہین خلافاً لابی یوسف اور شرائط صحت مین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا مین کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نرہیگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ تا سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف یا غیر حالف کا فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ اور تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہان واجب ہے اور کہان مستحب ہے اور کہان مباح اور توڑنا قسم کا کہان واجب ہے اور کہان مباح

ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم مین مستعمل ہے بل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنہی وعامتہم لا وبہ افتوا لا سیما فی زماننا وحملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعضے علما نے کہا کہ ہان غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ مین

اور محل کیا ہی حنی کو اُس حلف بغیر اللہ پر جو علی وجہ الوثوق نہین بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات مین جاری تھی چنانچہ یون کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنی ممنوع وہ ہم ابغیر اللہ ہی جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو مین کھاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ مین قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فی فتح القدیر مین ہی کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور عتاق کے حلف کے بعضون کے نزدیک مکروہ ہی بسبب اُس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور محل حدیث مذکور کا یہ ہی کہ حالف بحرف قسم کے ہو سواے تعلیق کے وہی ہی الیمین باللہ لعدم تصور الغموس واللغو فی غیرہ فیقع بہما الطلاق نحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ غموس ہوتی ہی غموس بن یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا مین متصور نہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہین ہوتی اسلیے اسمین غموس اور لغو متحقق نہین تو غموس اور لغو طلاق وغیرہ مین واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ مین منحصر ہی نہ تعلیق مین ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہی اسواسطے کہ یہ کنایہ ہی یمین باللہ سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمنے غموس اور لغو کو یمین باللہ مین منحصر کیا حالانکہ یون کہنا اُس فعل کو جسکو کر چکا ہی اگر اسنے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہی یا نصرانی تو یہ غموس ہی باوجودیکہ یمین باللہ نہین اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ قول بھی واقع مین یمین باللہ ہی بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہی کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہی شرط سے اور وہ مستلزم ہی یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہی نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہی تعظیم حق تعالی کو تو گویا اُسنے یون کہا کہ بخداے عظیم مین نے ایسا نہین کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسہ فی الاثم ثم فی النار وہی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نہر اسکی جھوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین گناہ کے اندر ڈبوتی ہی پھر آخرت مین دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہی ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کھا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہون کا متفاوت ہی کذا فی النہر م دلیل طلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہی کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان مین ابو امامہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھاکے امر مسلمان کا مال کاٹ لے تو حقتعالی بہشت کو اُسپر حرام کریگا اور دوزخ مین اُسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی الکذب عمدا ولو غیر الفعل او ترکہ کواللہ انہ حجر الان یمین باللہ غموس ہی اگر قسم کھائے جھوٹ پر قصدا اگرچہ وہ غیر فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہی بالفعل م شرح مقایہ مین واللہ انہ حجر مین کان یکون کا لفظ مقدر کیا ہی تاکہ غموس یا منعقدہ مین داخل ہو شارح نے لفظ الان کا زیادہ کرکے اس تاویل کو رد کیا اسواسطے کہ غموس مین فعل ماضی ہونا شرط اتفاقیہ نہین چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہی فی ماض کواللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کواللہ ما لہ علی الف عالما بخلافہ وواللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس زمان ماضی مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین نے ایسا نہین کیا اُس فعل کو جانکر یا زمان حال مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ اُسکے مجھپر ہزار درم نہین یہ جانکر قسم کھائی کہ ہزار درم مین اور واللہ وہ بکر ہی یہ جانکر قسم کھائی کہ وہ بکر نہین بلکہ زید ہی مثلا وتقییدہم بالفعل والماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس مین فعل اور ماضی کی اتفاقی ہی یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شرح درر ابو غیرہا مین مصرح ہی کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہین لہذا مصنف نے دو اخیر مثالون مین اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویاثم بہا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار ہوتا ہی مسلمان یمین غموس سے تو اُسپر توبہ لازم ہی نہ کفارہ اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہی اور اُسمین مواخذہ نہین مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر مین کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیون سے اسکا خلاف مشہور ہی ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہی اگر جھوٹی قسم کھائی اپنے گمان مین سچ جانکر زمان ماضی کی قسم کھائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہی اگر عمدا کذب پر قسم کھائی تو غموس ہی اور نہین تو لغو ہی م صاحب کنز نے جو تعریف لغو مین فعل

ماضی کی قید لگائی ہی سو اتفاقی ہی چنانچہ بدائع مین مصرح ہی کہ لغو ماضی اور حال دونون مین ہوتا ہی کذا فی النہر واما فی المستقبل فالمنعقدۃ اور جو قسم کہ
زمان مستقبل مین ہوتی ہی وہ یمین منعقدہ ہی مصنف حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہی کہ نہین ہوتی ہی مستقبل مین مگر منعقدہ حالانکہ آگے ہی مستقبل مین غموس بھی ہوتی
ہی چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اما المنعقدۃ ففی المستقبل وخصہ الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ ولو لآت او
امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہی اُس قسم پر جو لوگون کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہی چنانچہ یون کہنا لا واللہ و بلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد
تو بھی لغو ہی تو رجح خلاف حنفی اور شافعی کا اُس قسم مین ظاہر ہوتا ہی جو زمان مستقبل مین بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہین بلکہ منعقدہ ہی اور اسمین
کفارہ لازم ہی اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہی اور اسمین کفارہ نہین کذا فی النہر فلذا قال ویرجی عفوہ او تواضعا وتادبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی مین
مختلف فیہ ہی لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو مین امید ہی عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور آداب کے عفو بصیغہ جزم نہین بولا مگر شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ
لغو کا قرآن مین منصوص ہی سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا وکا للغو حلفہ علی ماض صادقا کو اللہ انی لقائم وکان فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کے
مانند ہی ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین ابھی قائم ہون یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثہا منعقدۃ وہی حلفہ علی مستقبل آت یمکنہ فنحو
واللہ لا اموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہی کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آیندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ
مین نہ مرونگا اور واللہ آفتاب نہ نکلیگا یہ غموس یمین داخل ہی کہ خارج از امکان بشر ہی وہذا القسم فیہ الکفارۃ لآیۃ واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظ الا فی
المستقبل فقط اور اسی قسم مین یعنے منعقدہ مین کفارہ ہی بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہین محافظت مگر مستقبل مین فقط اسواسطے
کہ ماضی موجود نہین اور حال کو قیام نہین وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس مین بھی کفارہ دے ان حنث یمین
منعقدہ مین کفارہ ہی اگر قسم کو توڑے وہی ای الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا ای مع الکفارۃ سراجیۃ اور وہ یعنی کفارہ
اٹھا دیتا ہی گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیۃ ولو الحالف مکرہا او مخطئا او ذاہلا او ساہیا اگرچہ قسم کھانے والے
پر یمین یا حنث مین جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اسکو سہو ہو گیا ہی خطا کی صورت یہ ہی کہ کہا چاہتا تھا کہ مجھکو پانی پلا سو منہہ سے نکل گیا کہ واللہ
مین پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہی کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہین آتا سو اُسکے مُنہہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ مین نہ آؤنگا کذا فی المنح
اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہین اسواسطے کہ لغت مین دونون سہو سے عبارت ہین بلا فرق اگرچہ دونون کے درمیان یون فرق کیا ہی
کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہی اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونون سے زائل ہو تو نسیان ہی تو سہو مین کسب جدید کی حاجت نہین بخلاف
نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرۃ للحنث واخری اذا فعل المحلوف علیہ عینی لحدیث ثلث ہزلہن جد منہا الیمین یا بھول
گیا ہو اسطرح پر کہ اُسنے قسم کھائی کہ قسم نکھاؤنگا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اُسنے قسم کھائی کہ مثلاً زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنیکا
یعنی قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنیکا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان مین یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہی
کہ تین چیز مین ہزل اور جد برابر ہی طلاق اور عتاق اور یمین مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہی اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین
متصور نہین لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنے پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور شمنی بھی عینی کا اسمین متبع ہی کذا فی النہر فی الیمین او
فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیہ مکرہا خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث مین تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے باکراہ
مثلاً قسم کھائی کہ مین زید کے گھر نہ داخل ہونگا اور کوئی اُسکو جبر سے گھر مین لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے
نزدیک جبر سے حانث نہین ہوتا ولذا یحنث لو فعلہ وہو مغمی علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت

ہیونی یا جنون ہین کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت مین کیون نہ ہو **والقسم باللہ تعالی ولو برفع الهاء او نصبها او جرها کما یستعملہ الاتراک وکذا وایم اللہ**
کحلف النصاری وکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر اللام الا اذا کسر الہاء اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہی اللہ کے لفظ سے اگرچہ اخیر کو پیش یا زبر
دیا ہو یا اسکو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکون مین مستعمل ہی اور اسی طرح ہی وایم اللہ یعنے قسم ہی اللہ کے نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری کی
عادت ہی اور اسی طرح بسم اللہ امام محمدؒ کے نزدیک یعنی قسم ہی اللہ کے نام کی اور اسی کو ترجیح دی بحر الرائق مین بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین
مگر جب ہی کہ زیر دیوے اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی م بلہ بتشدید و کسر لام و امالہ و حذف الف یعنی باللہ اصل مین تھا لام کو کسرہ دیا اور
الف کو حذف کیا بلہ ہوگیا چنانچہ اکثر لوگون مین مستعمل ہی اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نہ کیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اُردو زبان مین باللہ بہ فتح لام
وحذف الف بھی مستعمل ہی **او باسم آخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ اولا علی المذہب** یا یمین ثابت ہی سوا اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ
اسماے الٰہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ مین اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہ ہو بہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ
ہی کہ حقتعالی کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہی جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریۃ **عن الکافی کالرحمن**
والرحیم والحلیم والعلیم والملک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب م طالب غالب
سے قسم کھانا اہل بغداد سے متعارف ہی کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط **والحق معرفا لا منکرا کما سیجیء** اور چنانچہ حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا
م اگر یون کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور کہے وحق اللہ لا افعل تو یہ امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخلاصۃ
وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبے مین ہی اگر سوائے لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اسکی
تصدیق کیجاویگی نہ بنا بر قضا کے **او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالی صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ و**
جبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضاء فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت
ہوتی ہی منجملہ صفات الٰہی کے اُس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف مین خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے
مراد یہ ہی کہ اُسکی ضد سے حقتعالی نہ موصوف ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اُسکا اور کبریا اُسکی اور ملکوت اُسکا جبروت اُسکا اور عظمت اور قدرت اُسکی
یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہی کہ حق تعالی اُس صفت اور اُسکی ضد دونون سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب و رضا صفات مین اعتبار
عرف کا اسواسطے ہوا کہ قسمون کی بنا عرف پر ہی تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہو گا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین م نعت
عبارت ہی اُس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن ہو اور ذات پر محمول ہو بلا استقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور عطا اسواسطے کہ حقتعالی کو عزیز
کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتے ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم ہی صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہین اُن صفات سے کہ جنکی ضد اور
سے حقتعالی موصوف ہو چنانچہ عزت اور قدرت کر موصوف ہی نہ ذلت اور عجز کر اور صفات فعلیہ عبارت ہین اُن صفات سے کہ جنسے حق تعالی
موصوف ہو اور اُنکے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حقتعالی مانع بھی ہی اور معطی بھی **لا بقسم**
بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور
مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین ولا سیما فی زماننا وعند الثلاثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا
نہ قسم کھائی جاوے غیر اللہ تعالے کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ مین وارد ہی کہ جب قسم کھاوے
تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر مین اور یہ مخفی نہین کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہی تو یمین ہوگی اور قسم کھانا

کلام اللہ کا سوا اسکا مدار عرف پر ہی یعنے اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہی اور نہین تو نہین اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہی خصوصًا ہمارے زمانہ
مین یمین جھوٹی قسمین بہت رائج ہین کذا فی النہر اور تینون اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور
کلام اللہ یمین ہی احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ نبی بھی یمین ہی ولو تبرأ من احدہا فیمین اجماعا الا من المصحف فلا ان تبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا او
اگر برائت کرے انمین سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہی مگر برائت مصحف سے بالاجماع یمین نہین بلکہ
جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہی اُسکے نزدیک برائت بھی یمین ہی اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اُسکے نزدیک برائت بھی یمین نہین اسواسطے
کہ مصحف عبارت ہی اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اسوقت برائت مصحف کی یمین ہی جب اُس چیز سے برائت کرے جو مضمون
اُسکے اندر مرقوم ہی بلکہ اگر برائت کریگا اُس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہی تو یمین ہوگی صیغہ برائت اسطرح ہوتی ہی کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہی
یعنی بیزار ہی قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البرأۃ فایمان بعددہا اور اگر برائت کرے ہر آیت قرآن کی برائت
سے جو قرآن مین ہی یا برائت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہ ایک ہی یمین ہی اور اگر برائت مکرر کریگا تو بشمار برائت کے چند یمین ہونگی یعنے اگر یون کہے
کہ وہ شخص بری ہی توریت سے اور بری ہی انجیل سے اور بری ہی زبور سے اور بری ہی قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہی جیسے قبلہ
اور صوم اور صلوۃ تو اسکی برائت یمین ہی کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ وبرئ من اللہ برئ من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہی
اللہ سے اور بری ہی رسول اُسکے سے تو یہ دو یمین ہین یعنے اگر قسم توڑیگا دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق
پر یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اُسکا رسول بری ہین اس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبرئ من اللہ الف مرۃ یمین
واحدۃ اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہی وبرئ من الاسلام او صوم رمضان او الصلوۃ او من المومنین او اعبد الصلیب
یمین لانہ کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا مین ایسا کرون تو چلیپا یا بت کو پوجون تو یمین ہی اسواسطے
کہ برائت اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہی وتعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہی یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہی ویحکی انہ
ان اعتقد الکفر بہ یکفر والا لا یکفر وعنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہی تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہین تو وہ شخص کافر
نہین یعنے اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہی تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہی
قول مختار یہ ہی کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہو گا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہو گیا اور کفارہ اسکا یہ ہی کہ یون
کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرہ وفی البحر عن الخلاصۃ
والتجرید وتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل وبحجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق مین
خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہی کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہی اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمین برابر ہین اور اگر حالف
نے کہا کہ مین نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنے واسطے تاکید کے ذکر کیا ہی تو اگر اللہ کی قسم ہی تو اُسکا یہ قول مقبول نہ ہوگا
اور حج اور عمرہ کی قسم مین اُسکا قول مقبول ہوگا وفیہ معزیا للاصل ہو یہودی وہو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی
الاصح واتفقوا ان واللہ والرحمن یمینان وبلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق مین ہی اصل سے منقول کرکے یہ قول کہ وہ یہودی ہی وہ نصرانی
ہی یہ دو یمین ہین اور اسی طرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہی فقہانے کہ واللہ اور والرحمن دو
یمین ہین اور بدون عطف کے یعنی واللہ الرحمن ایک یمین ہی وفیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی وحیاتک وحیوۃ

راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولو کان العامۃ یقولونہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہو کہ کہا علی رازی نے کہ مین ڈرتا ہون اُس شخص کے کافر ہونے سے جو یون کہتا ہو قسم ہو مجھکو اپنی زندگی کی اور قسم ہو تیری زندگی کی اور قسم ہو تیرے سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم کھا کر جوب بر کو واجب جانے یعنی اِس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہوجاویگا اور اگر عوام خلق اِسکو کہتی ہوتی نادانستگی سے تو مین کہتا یہ صاف شرک ہو اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ اگر مین جھوٹی قسم کھاؤن اللہ کی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہو اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤن یعنے اللہ کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہو اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہو کفر کا ولا یقسم بصفۃ لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالی کرحمتہ وعلمہ ورضائہ وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نہ کھائی جاوے صفات الٰہی سے اُس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اُسکا اور رضا اُسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اُسکا اور لعنت اُسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اُسکی اور سبحان اللہ اور مانند اُسکے یعنے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے م عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسی طرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریہ والقسم ایضا بقولہ لعمر اللہ ای بقاءہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی بہ قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت ہوتی ہو حالف کے اس قول سے لعمر اللہ یعنے قسم ہو بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنے قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنے ذات خدا اور سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہو اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ آلٰہی سے قسم ہوتی ہو م عمر اللہ بفتح عین یمین ہو اور بضم عین اگرچہ بمعنے بقا ہو لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم او احلف او اعزم او اشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی کاقسمت وحلفت وعزمت وآلیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بشرط اور قسم ہوتی ہو اس قول سے بھی یعنے اقسم اور احلف اور اعزم اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنے اگرچہ یون نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہو بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یون کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کھاتا ہون کہ مقرر ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کھاتا ہون یا مجکو قسم ہو تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ مین ہو کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہو سو غلط ہو کذا فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربۃ لزمتہ والا لزمتہ الکفارۃ وسیتضح اور اس قول مین کہ علے نذر یعنے مجپر نذر ہو تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اُسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نہ کیا تو یہ قول یمین ہو کفارہ لازم آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا م جب یون کہیگا کہ علے نذر لا فعلن کذا تو یہ یمین ہو اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہو اس قول سے کہ مجھپر یمین اور عہد لازم ہو کہ مین فلانا کام کرونگا اگرچہ اسکو خدا کی طرف نسبت نہ کرے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ مجھپر خدا کا عہد لازم ہو تو بھی یمین ہو بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبے والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علے بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت ان کان عندہ فے اعتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فے الحلف بالغموس وبمباشرۃ الشرط فی المستقبل یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف

الکافر فالعینر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسط المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہی اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ یہودی یا نصرانی
ہی یا ایسا کرے تو تم اُسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شرابی ہی کافرون کا یا وہ شخص کافر ہی تو اس قول سے اُسپر کفارہ ہوگا قسم
توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یمین غموس ہی اور اُسکے کفر مین اختلاف ہی اور صحیح تر قول یہ ہی
کہ قسم کھانے والا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اُس نے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اُسکے نزدیک یعنے اُسکے اعتقاد مین یہ قول
یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اُسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہی اور اُسکے اعتقاد مین یہ ہی کہ غموس قسم کھانے سے
اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہو جاتا ہی تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہو جاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلیے کہ رضا بالکفر کفر ہی بخلاف کافر
کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنے اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہی تو زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا حالانکہ مسلمان تعلیق
کفر سے کافر ہوتا ہی اسواسطے کہ کفر عبارت ہی ترک ایمان سے تو اُسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے شرحاً بیان کیا ہی
٦٦ اپنے فتاوی مین وہکذا فی النہر ومنح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا او لم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد
ترویج الکذب دون الکفر وکذا الوطی المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہی اس قول سے کہ اللہ جانتا ہی یا یون کہا کہ
جانتا ہی اللہ کہ اُسنے ایسا کیا مثلا صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اُسنے یہ نہین کیا یعنی نماز نہین پڑھی اُسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان
وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اُس نے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر
کا اور اسی طرح اگر اُس نے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اُسکا ترویج کذب کیواسطے ہی نہ واسطے اہانت
مصحف کے کذا فی المجتبے م اگرچہ یہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہی اس سے توبہ کرنا واجب ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل استغفر اللہ
ولا کفارۃ وکذا اشہدک واشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہی کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا نہ کرونگا استغفار اور توبہ
کرنا چاہیے اور کفارہ اسمین نہین اور اسی طرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجھ کو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا نہ کرونگا یہ بھی یمین نہین بسبب
عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا الہ فے السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہی کہ یہ قول یعنے اگر مین ایسا کرون تو آسمان مین معبود
نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بری من الشفاعۃ لیس بیمین لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون شفاعت
سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہی نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہی نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی لہذا
الکافر واما فصومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور
روزہ اس کافر کے واسطے ہی اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا روزہ یہودیون کے واسطے ہی تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت
مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہی تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہ ہوگی م
ظاہر امثال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہی کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وقولہ بتدارخیرہ قولہ الاتی لا وحقا لا
او اراد بہ اسم اللہ تعالی وحق اللہ واختار فی الاختیار انہ یمین للعرف ولو بالبار فیمین اتفاقا بحر وبحرمتہ وبحرمۃ شہد اللہ وبحرمۃ لا الہ الا اللہ
وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ وعذابہ وثوابہ ورضاہ ولعنۃ اللہ وامانۃ لکن فی الخانیۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہر انوی العبادات
فلیس یمین وان فعلہ فعلیہ غضبہ وسخطہ ولعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور
یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان

یا بحق الصلوۃ اور یون کہنا کہ قسم ہو اسکے عذاب کی اور اُسکے ثواب کی اور اُسکی رضامندی اور لعنت کی اور اُسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اُسپر غضب اللہ کا اور قہر اُسکا اور لعنت اُسکی یا کہ وہ شخص زانی ہو یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کھانے والا ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہو قولہ مبتدا ہو اور خبر اُسکی لا ہو وحقا یمین نہین مگر جب اُس لفظ سے اسم اللہ تعالی کا مراد رکھے تو البتہ یمین ہوگی ہر چند متن اُسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اُسکا ذکر کرنا یہین مناسب تھا واسطے اختصار کے اور اختیار شرح مختار مین وحق اللہ کے یمین ہونے کو پسند کیا ہو بسبب رواج کے اور اگر بجاے واو کے بے لاوے یعنی یون کہے کہ بحق اللہ مین ایسا کرونگا تو یہ بالاتفاق یمین ہو کذا فی البحر الرائق لیکن خانیہ مین ہو کہ لفظ امانت کا یمین ہو اسواسطے کہ امانت صفت ہو اللہ کی اسواسطے کہ اسماء الٰہیہ مین مہیمن بھی ہو لیکن صفات الٰہی مین اعتبار رواج کا واجب ہو چنانچہ اسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق مین ہو کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی جیسے صوم اور صلوۃ سے نہین ہوتی للعرف

هل یکون یمینا ظاہر کلامهم نعم وظاہر کلام الکمال لا وتمامہ فی النہر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کھانا مروج ہو جاوے تو آیا یہ اقوال یمین ہونگے یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اِسپر دلالت کرتا ہو کہ ہان اور ظاہر کلام کمال الدین بن الہمام کا یہ ہو کہ رواج سے بھی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہو ولی البحر یا بیاج

للضرورۃ لایکفر مستحلہ کدم وخنزیر اور بحر الرائق مین ہو کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اُسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور سور تو اگر یون کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کھاوے یا سور تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہو اور استحلال خون اور سور ایسا نہین خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہو اسطرح کہ اُسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور مانند اُسکے تو اُسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہو اور جو چیز ایسی حرام ہو کہ گاہے اسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہو جیسے مردار اور شراب اور سور وغیرہ تو اُسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف بقولہ حقا اسم اللہ تعالی فیمین علی المذہب کما صححہ فی الخانیۃ مگر جبکہ ارادہ کریگا قسم کھانے والا اپنے

قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہ لفظ یمین ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہو خانیہ مین ومن حروفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ وہمزۃ الاستفہام وقطع الف الوصل والمیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ اللہ وباللہ واللہ وم اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہو اور بے اور تے چنانچہ واللہ وباللہ وتاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ہے چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ اللہ اور میم مکسورہ چنانچہ مِ اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہ کہ قسم کھاتا ہون اللہ کی مم ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہو اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام مجازاً کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفہ ایجازا فیختص اسم اللہ بالحرکات الثلث وغیرہ بغیر الجر ولتزم رفع ایمن اللہ ولعمر اللہ کقولہ اللہ بنصبہ بنزع الخافض وجرہ الکوفیون وسکنہ لافعلن کذا فاوان اضمار حرف التاکید فی المقسم علیہ لایجوز اور گاہے حروف قسم کے پوشیدہ لائے جاتے ہین واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہو حالت اضمار مین اور سواے نام پاک کے مخصوص ہوتا ہو بغیر جر کے یعنی اُسمین رفع اور نصب آتا ہو نہ جر اور لازم ہو گیا ہو رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنی نون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لافعلن کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب جائز ہو بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اسکو جر دیا ہو کذا ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اُسکا جواز ظاہر ہو محتاج وجہ کا نہین اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی مین مبتدا ہو اور خبر محذوف یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لافعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار حروف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنی جسپر قسم کھائی جاوے ثم صرح بہ بقولہ الحلف

بالعربیۃ فی الاثبات لایکون الا بحرف التاکید وہو اللام والنون کقولہ واللہ لافعلن کذا او واللہ لقد فعلت کذا مقرونا بکلمۃ التوکید

وفی النفی بحرف النفی حتی لو قال واللہ افعل کذا الیوم کانت یمینہ علی النفی وتکون لا مضمرۃ کانہ قال لا افعل کذا لامتناع حذف حرف التاکید

فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لا لبعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو ماتن نے اپنے اس قول مین کھول کر کہدیا کہ قسم
عربی زبان مین اثبات مین نہین ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت مین چنانچہ (واللہ لافعلن کذا) اور ماضی مین حرف
تاکید لقد ہے چنانچہ (واللہ لقد فعلت کذا) مقرون بکلمۂ تاکید اور نفی مین حرف نفی ہوتا ہے چنانچہ (واللہ لا افعلن کذا او واللہ ما فعلت کذا) یہان تک
کہ اگر اثبات مین بلا حرف تاکید یون کہے گا کہ (واللہ افعل کذا الیوم) تو اسکی یہ قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا یہان مضمر ہوگا گویا یون کہا کہ واللہ لا افعل
کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات مین ممتنع ہے اسواسطے کہ عرب کلام مین پورا کلمہ حذف کرتے ہین نہ بعض کلمہ تو
لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط ام بنابر اس تحقیق کے اگر کوئی یون قسم کھاوے کہ (واللہ اضرب الیوم زیدا) تو عدم ضرب
سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر مین مثبت ہے اور واقع مین منفی کما لا یخفی وکفارتہ ہذا اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم
شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہے اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے
نزدیک حنث ہے کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاجون کو کھانا دینا چنانچہ
اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار مین مذکور ہو چکی یعنے اعتاق مین رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت
اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہے جائز نہین اور اطعام مین تملیک اور اباحت دونون کافی ہین تو تملیک مین نصف
صاع گیہون اور ایک کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت مین دن اور رات دونون وقت پیٹ بھر کے کھلاوے سو اگر گیہون کی روٹی کھلاوے
تو دال اور گوشت کی حاجت نہین والا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارۂ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہے جو مصرف ہے زکوۃ کا تو اپنے اصول و فروع اور
غنی اور سید کو دینا جائز نہین او کسوتہم بما یصلح للاوساط و ینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر و یستر عامۃ البدن فلم تجز السراویل الا باعتبار قیمۃ الاطعام
یا کفارہ قسم کا دس محتاجون کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگون کے مناسب حال ہو یعنے اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی
پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پاجامہ دینا جائز نہین
اور اسیطرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پاجامہ دینا جائز ہے یعنے اگر قیمت اسکی بقدر نصف صاع گیہون کے ہو تو اسکا دینا کفایت کریگا نہ بنابر
لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین اداے کفارہ مین حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام مین اختیار دیا ہے ان
تینون چیزون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الا بعد تمامہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحدا ہو
اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ مین یعنے اعتاق اور کسوۃ اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا ترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد انکی تمامی
کے تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینون مین سے وہ ایک جو قیمت مین سب سے اعلی ہے اعتبار نیت کا ہو بسبب لزوم نیت کیواسطے صحت کفارہ
ادا کرنے کے یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہین کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ
مین سب تینون چیزون کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اس چیز سے جو قیمت مین سب سے ادنے ہے بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنی سے بھی فان عجز عنہا
کلہا وقت الاداء عند نا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبتہ اجزاہ الصوم مجتبی قلت وہذا مستثنی من قولہم الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل سو اگر عاجز
ہو کفارہ سے سب تینون چیزون سے کفارہ ادا کرنے کے وقت ہم حنفیون کے نزدیک یہان تک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پھر اُسنے روزہ
رکھا پھر اُسنے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت اداے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوت یا اطعام سے کذا فی المجتبی
شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنے ہے فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہے اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نہ کرتا

صام ثلثة ایام ولاء ویبطل بالحیض بخلاف کفارة الفطر وجوز الشافعی التفریق واعتبر العجز عند الحنث مسکین یعنے اگر اعتاق یا کسوت یا اطعام وقت ادائے
کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل
نہین ہوتا اور جائز رکھا ہی امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہی عاجزی کو حنث کے وقت نہ ادا کیوقت کذا ذکرہ مسکین م کفارہ یمین کی تفصیل
مین اصل نص قرآنی ہی (فکفارتہ اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام) ہر چند قرآن مجید مین
اتصال صیام کی قید نہین لیکن ابن مسعودؓ کی قرأت یون ہی کہ (ثلثة ایام متتابعات) اور قرأت اُنکی مانند اُنکی روایت کے ہی اور چونکہ قرأت مشہور ہی لہذا
زیادت علی الکتاب اس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار والشرط استمرار العجز الی الفراغ من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغہ ولو
بساعة ایسر ولو بموت مورثہ موسرا لا یجوز لہ الصوم ویستانف بالمال خانیہ اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہی فراغت صوم
تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکھے پھر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونے سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گیا اگرچہ
مقدور حاصل ہوا ہو اپنے تونگر مورث کے مرنے سے تو یہ صوم جائز نہ ہوگا اور سر نو سے مال کا کفارہ دیوے یعنی اعتاق یا کسوة یا اطعام کا کذا فی الخانیہ ولو صام ناسیا
للمال لم یجز علی الصحیح مجتبی اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنے اسکا مملوک مال تھا سو اسنے آپکو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال یاد آیا تو یہ صوم
جائز نہوگا صحیح قول پر کذا فی المجتبی م خانیہ مین ہی کہ اگر اُسکے پاس مال ہو اور اُسپر قرض ہو تو اگر اُسنے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا ادا
کرے اور اگر قبل ادائے قرض کے روزہ رکھا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین کذا فی النہر ولو نسی کیف حلف باللہ او بطلاق
او بصوم لا شیٔ علیہ الا ان یتذکر خانیہ اور اگر حالف بھول گیا کہ کیونکر قسم کھائی تھی اللہ کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اُسپر کوئی چیز لازم نہین نہ کفارہ نہ
طلاق مگر یہ کہ اُسکو یاد آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیہ ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافا للشافعی قبل حنث لان الکفارة
لستر الجنایة ولا جنایة ولا یسترد من الفقیر لوقوعہ صدقة اور جائز نہین کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ اُسکے
نزدیک کفارة مال کا قبل حنث کے صحیح ہی ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہ ہوا کہ کفارہ موضوع ہی واسطے چھپانے گناہ کے اور
قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہین جسکو کفارہ چھپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوة قبل حنث کے دیا ہو اُسکو فقیر سے نہ
پھیر لے اسواسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہو چکا م اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داوٗد مین عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہی (فکفر عن یمینک ثم ایت الذی ہو خیر
اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ اول کفارہ دے پھر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہی اُسکا جواب یہ کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین مین یون روایت
ہی (قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرایت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وایت الذی ہو خیر) اس روایت مین واو ہی نہ ثم اور واو واسطے
مطلق جمع کے موضوع ہی نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت مین مقدم ہی تو روایت ابو داوٗد کی اُنکے مقابل مین شاذ ہی تو لائق تاویل
کے ہی یعنی ثم بمعنی واو کے ہی اور صحیح مسلم مین عدی بن حاتم سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (من حلف علی یمین فرای خیرا منہا فلیات الذی
ہو خیر ولیکفر عن یمینہ) اور اسی کی شاہد امام احمد کی روایت ہی عبد اللہ بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر ومصرفہا مصرف الزکوة فلا یجوز الا الذمی خلافا
للثانی وبقولہ یفتی کما مر فی بابہا اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہی جو زکوة کا مصرف ہی اور جو زکوٰة کا مصرف نہین وہ کفارہ کا بھی مصرف نہین چنانچہ
اُسکا ذکر ترجمہ مین قبل اسی کے ہو چکا بعضون نے کہا ہی مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہی نہ زکوة بخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا
جائز نہین اور اسی قول پر فتوے ہی چنانچہ باب الزکوة مین گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینہ مصرف زکوة ہی ولا کفارة بیمین
کافر وان حنث مسلما لآیة انہم لا ایمان لہم واما وان نکثوا ایمانہم فمعنی الصوری تحلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہین کافر کی قسم سے اگرچہ وہ

مسلمان ہو کر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ (انہم لا ایمان لہم) یعنی کافرون کے واسطے قسمین نہین ہین لہذا اول کتاب یمین مین مذکور ہو چکا کہ شرط صحت یمین سے اسلام ہی اسواسطے کہ یمین عبادت ہی اور کافر اہل عبادت کا نہین اور یہ جو دوسری آیت مین وارد ہی (وان نکثوا ایمانہم) کہ اگر دے اپنی قسمین توڑین تو مراد اُس سے یمین ظاہری ہی جسکو کفار اپنے صدق کیواسطے ظاہر کرتے ہین نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق مین یمین شرعی ثابت نہین لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد مین نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہی تو جھوٹی قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہو گا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح و ہو اے الکفر یبطلہا اذا عرض بعدہا ولو حلف

مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ سبب یعنے کفر باطل کرتا ہی یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام مین پھر معاذ اللہ کافر ہو گیا بعد اسکے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اسپر ہرگز کفارہ نہین اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی اصول مین کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہین محل کی طرف انمین ابتدا اور بقا دونون برابر ہین جیسے وصف محرمیت کا نکاح مین مم بیان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہی اور محل سے مراد قسم کھانے والا شخص ہی اور مراد بقا سے عروض ہی چنانچہ نکاح مین محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونون برابر ہین تو زانی پر زنیت مزنیہ حرام ہی جیسے اسکی زوجہ حرام ہو جاتی ہی زوجہ کی مان سے زنا کرنے سے وکذا او نذر الکافر ما ہو قربۃ لا یلزمہ شئی اور اسی طرح مانند یمین کے اگر نذر ماننے کا فر اُس چیز کی جو از قسم عبادت ہی چنانچہ صوم یا صدقہ تو اسپر کچھ لازم نہین امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہی امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہی نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین مین عمر فاروق سے مروی ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہی کہ حالت اسلام مین عبادت جداگانہ کر قطع نظر جاہلیت کی نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف

علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت مین قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہی اسواسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا آسان تر ہی ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسی کی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آرزون دل دوستان جہل ست وکفارہ یمین سہل او رمتن نے قتل مین آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہین ہو سکتا مگر موقت قسم مین اور مطلق قسم مین تو حنث حالف کی آخر حیات مین ہوتا ہی اسواسطے کہ تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہین ہو سکتی تو وصیت کیجاوے کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کر جاوے کفارہ دینے کی اور حالف اپنی حیات مین کفارہ نہین دے سکتا اسواسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہین اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہی کہ یمین مطلق مین حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہین ہو سکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہی کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہی نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی

وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ہو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا فبرہ اولی وآیۃ واحفظوا ایمانکم تفید وجوبہ فتح وہی عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ کے یہ ہی کہ محلوف علیہ یعنے جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے خالی نہین کہ فعل ہی یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہی اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم مین حنث واجب ہی

یا فعل اور ترک واجب ہو چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہ مثال ہو فعل کی اور ترک کی مثال یون ہو کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا تو واجب کی قسم مین بر واجب ہو یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولی ہو اپنے غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیرون کو یا اپنے مارنے والون کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہو اور ممکن ہو کہ مثل مباح کے اسکے بھی بر کو واجب کہیے بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالا دلے ہو یا محلوف علیہ کا غیر اولی ہو محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کچی پیاز کھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہو یا محلوف علیہ اور غیر اسکا دونون برابر ہون چنانچہ اپنی قسم کھانا کہ یہ روٹی نہ کھاونگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولے ہو اور یہ آیت قرآنی کہ (واحفظوا ایمانکم) کہ محافظت کرو اپنی قسمون کی مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہو کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتین ہین جو مذکور ہو چکین

ومن حرم اے علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علے حرام فاکلہ لاکفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کردے ماتن نے تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہو پھر بعد اسکے اس طعام کو کھایا تو اسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجھا ہو اسکو مصنف نے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یون بیان کی ہو کہ معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے مانند منجز کے ہو یعنے پھر کیا وجہ کہ حنث مین کفارہ نہین جواب اس اشکال کا یہ ہو کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق ہو اسواسطے کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہو اور معلق مین تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حراما او ملک غیرہ

کقولہ الخمر ومال فلان علی حرام فیمین مالم یرد الاخبار خانیۃ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجھپر حرام ہو یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہو تو یہ قول یمین ہوتا وقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نہ کرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کریگا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اسمین گناہ کے سوائے کفارہ یمین کا لازم آویگا ثم فعلہ

باکل او نفقۃ ولو تصدق او وہب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنے اگر طعام ہو تو اسکے کھانے سے یا دینار اور درم ہو تو اسکے خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شی کو خیرات کردیا یا کسی کو بخشدیا تو حانث نہ ہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ

لما تقرر ان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرے پھر اسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو اصول مین کہ حرام کردینا حلال چیز کو یمین ہو یعنے قسم کی ایک یہ بھی صورت ہو کہ حلال کو حرام کرڈالے ومنہ قولہا لزوجہا انت علے حرام او حرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ فے الجماع او اکرہہا کفرت مجتبے اور من قبیل قسم کے یہ قول ہو عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہو اور حرام کیا تجھکو مین نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی

وفیہ قال لقوم کلامکم علے حرام او کلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علے حرام حنث بالبعض اور مجتبی مین ہو کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمھارا مجھپر حرام ہو یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہو یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے سے

وفی واللہ لا اکلمکم اولا اکلہ لم یحنث الا بالکل زاد فے الاشباہ الا اذا لم یمکن اکلہ فے مجلس واحد او حلف لا یکلم فلانا وفلانا ونوے احدہما او

لا یکلم اخوۃ فلان ولہ اخ واحد وتمامہ فیما قلت وبہ عرف جواب حادثۃ حلف بالطلاق ان اولاد زوجتہ لا یطلعون من بیتہ فطلع واحد منہم لم یحنث اور اس قول مین کہ واللہ مین تم سے کلام نہ کرونگا یا روٹی نہ کھاؤنگا تو حانث نہ ہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے سے زیادہ بیان کیا ہو اشباہ مین مگر اسوقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد مین متصور نہو یا قسم

کھائے کہ کلام نہ کریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دومین سے ایک کی یا یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیون سے نہ بولے گا اور زید کا ایک ہی بھائی ہی تو اُسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اِسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ اس سے معلوم ہوگیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اُسکی زوجہ کی اولاد اُسکے گھر کو جھانکین سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے گھر کو جھانکا تو زوج حانث نہ ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہین کذا فے حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل او حلال اللہ او حلال المسلمین علے حرام زاد الکمال او الحرام یلزمنی ونحوہ فہو علے الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انہ تبین امراتہ بتطلیقۃ ولو لہ اکثرین جمیعا بلانیۃ وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا لم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال ولذا لایحلف بہ الا الرجال ظہیریہ کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھپر حرام ہی یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہی کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہی کہ یا حرام مجھکو لازم ہوگیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہی تو بعد اس قول کے حانث نہ ہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوے اسپر ہی کہ قائل کی عورت بائن ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اُسکی زوجات ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی بلانیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کی طلاق مین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کھاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظہیریۃ وان لم تکن لہ امراۃ وقت الیمین سوار نکح بعدہ اولا فیمین فیکفر باکلہ او شربہ لو یمینہ علی آت ولو بالماضی علی ماض فغموس اولغو ولو کانت لہ امراۃ وقتہا فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانصرافہا الطلاق وتقدم فی الایلاء اور اگر اُسکی عورت نہ ہو یمین کے وقت خواہ اُس نے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اُسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جل شانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہی تو یہ یمین غموس ہی اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہی اگر اسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اُسکی ایک عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اُسنے کچھ کھایا پیا تو اس اکل اور شرب سے اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سوا اکل اور شرب کے واسطے نہین ہوسکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلاء مین مذکور ہوچکا **فائدہ ضروریہ** بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہی کہ نفس وجوب مین دونون مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبادت ہی ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنے عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کرلینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی کہ فرمایا رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہی سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کے واسطے ہی اور اُسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہی اُسکا ادا کرنا یعنے منت کا اُتارنا لازم نہین اور اُسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہی اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین مصرح بیان کیا ہی کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبرون پر جاتے ہین یون کہتے ہوے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا ہوجاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپ کے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کیواسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہ نذر اور منت باتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہی بہ چند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہین یعنے نذر مخصوص بخدائے علیم و قادر ہی اور دوسری دلیل بطلان کی یہ ہی کہ جنکی نذر مانی ودیت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہی کہ ایسی نذر کرنے والون کے گمان مین یہ ہی کہ سوا ے خدا کے میت بھی

قادر ہو عالم مین کچھ اُسکا تصرف بھی جاری ہو اور یہ اعتقاد کفر ہو ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلاً تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون کو کھانا کھلاؤن گا یا دراہم دونگا ایسی چیزونکا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر دلی کا فقط اتنے واسطے ہو کہ وہ محل صرف ہو نذر کا یعنے نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہو تو اسطرح البتہ نذر جائز ہو جب یہ معلوم ہوا تو یہ جو دراہم اور موم اور تیل وغیرہ مانند اسکے اولیا کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہو جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود نہو یہ قول واحد ہو اسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہی ملخصا اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصاً شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم مم جب یہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہو سو سراسر باطل اور گمراہی ہو حقتعالی بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹاوے اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اُسکے بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور تاویلات واہیہ کرکے اسکا جواز عوام کو نہ سکھاوین آمین

ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وہو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور ہمجنس نذر کے کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہان فرض ہو چنانچہ مصنف اُسکو خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصودہ بھی ہو تو عبادت مقصودہ کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہو لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہو واسطے صحت صلوۃ کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کردے تو اُسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہو مم یہ حدیث غریب ہو لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہو اس خاص حدیث پر موقوف نہین حقتعالی نے فرمایا (ولیوفوا نذورہم) یعنی چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ اُنکے ایک یہ حدیث مرفوع ہو صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنے کی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہو کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہو یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا منھ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہو کصوم

وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا کردنگا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہو اسواسطے کہ امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہین اور اُنکی ہمجنس واجب بھی ہو اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہو اور پیدل چلنا حج کے واسطے اہل مکہ پر واجب ہو بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہو اور قعدہ عبارت ہو یکجا ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہو بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہو کذا فی فتح القدیر مم شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی

ولم یلزم الناذر مالیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الاقصی لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود وہذا ہو الضابط کما فی الدرر اور ادا کرنا لازم نہین نذر کرنے والے پر اُس قسم کی نذر کا جسکی ہمجنس شرع مین

کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلے اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصےٰ ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اُسکا ادا کرنا ناذر پر لازم نہ ہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہین لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ ہی لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدرر اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیادۃ فرض ہی اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اُسکا جواب یہ ہی کہ طواف فرض ہی نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سراے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر ملنے گا تو لازم نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع مین فرض نہین کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام لم یلزمہ شئی غیرہا وان لایکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالف ولایملک الا المائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق مین ہی کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہین سو مصنف نے دو شرطون پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہی کہ وہ معصیت بالذات نہ ہو تو صحیح ہی نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہی یعنے اسواسطے ممنوع ہی صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہی اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہ ہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہی کہ وہ چیز اُسپر واجب نہ ہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا سوائے فرض حج کے اور پانچوین شرط نذر کی یہ ہی کہ وہ چیز زیادہ نہ ہو اُس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہی یا وہ چیز غیر کی مملوک نہ ہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہین مگر سو درم کا تو اُسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر خلاصہ یہ ہی کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون اُنکے نذر صحیح نہین شرط اول یہ ہی کہ اُسکی جنس کا فرض ہو یعنے منذور کے فرائض شرعیہ مین اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہ ہو چوتھے یہ کہ منذور اُسپر واجب نہ ہو قبل نذر کے پانچوین یہ کہ منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہ ہو اور غیر کا مملوک نہ ہو قلت وزاد مافی زواہر الجواہر وان لایکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی ہی جو زواہر الجواہر مین ہی وہ یہ ہی کہ منذور مستحیل الوجود نہ ہو تو اگر کل یعنے یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود نہین اور قنیہ مین ہی کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنے کی تو صحیح نہین جب تک اغنیاء مسافرین کی نیت نہ کرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہین مصرف نذر کا فقراء و مساکین ہین نہ اغنیاء اور یہ جو ہندوستان مین رواج ہی کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سب کو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہی غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہین ہوتی تو اُسکا اعادہ لازم ہی اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسی ہی سید کو بھی جائز نہین مانند زکوۃ کے غنی سے مراد بیان وہ ہی جو صاحب نصاب ہو یعنے جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہین اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان یصلی علی النبی صلعم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنے سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ نذر اسکو لازم الادا ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ لازم نہین ہم لزوم نذر کی یہ وجہ ہی کہ اگرچہ نماز مین درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود پڑھنا فرض ہی چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اُسکی ہمجنس کی فرضیت ثابت ہی اور قول ثانی کی بنا یہ وجہ ہی کہ فرضیت درود کی قطعی نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر

شرائط نذر

ضرورۃ بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم مین تفصیل ہی سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اُسکو خواہش ہی چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہی تو نذر کو پورا کرے بنابر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آجاوے یا بیمار چنگا ہو تو صدقہ دینا واجب ہی نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جسکی اُسکو خواہش نہین چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین فلانی عورت سے زنا کرون مثلاً تو مجھپر صدقہ لازم ہی پھر وہ حانث ہوا یعنے اُس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے چاہے صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا بنابر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفا نذر اور کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر مین نذر ہی اور باطن مین یمین تو بضرورۃ ایفاے نذر، کفارہ دینے مین اسکو اختیار ہوگا وجہ یمین ہونے اس قول کی یہ ہی کہ جب اسنے منذور کو مثلاً صدقہ کو اُس شرط پر معلق کیا جسکی اُسکو خواہش نہین مثلاً زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اُسکو مطلوب نہین اسواسطے کہ اُسکو مانع قرار دیا اس شرط کے فعل سے مانند دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت ہی یمین کی یعنے منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہی لہذا اُسکو اختیار حاصل ہوا ایفاے نذر اور کفارہ دینے مین بموجب دونون وجہ کے بخلاف اُس شرط کی تعلیق کے جسکی ناذر کو خواہش ہی کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہی لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم مین مندرج ہوگئی یعنے وجوب ایفاے نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقاً ایفاے نذر واجب ہی نہ کفارہ اور مجموع النوازل مین منقول ہی کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی ور شہید کا مختار ہی اور اسی پر فتوی ہی اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہی کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ ہی یمین کا کذا فی النہر الفائق نذر مکلف بعتق رقبۃ فی ملکہ اوفی بہ والا اثم بترکہ لا یدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنے کی اپنی ملک مین یعنی یون کہا کہ خدا کے واسطے مجھکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اسکا مملوک ہی تو اُس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نہ کریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہین تو اُسپر قاضی جبر نہ کرے اعتاق کے واسطے نذر ان یذبح ولدہ فعلیہ شاۃ لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی لنذرہ لقتلہ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اُسپر بھیڑ یا بکری لازم ہی بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب دیت منامی کے سو حقتعالی نے انکا بدلا دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین لشبہ طاعدم نسخ واجب العمل ہی لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہی اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہی کذا فی المنح جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہین بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہی اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد ہی نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا لو کان نذبح نفسہ او عبدہ واوجب محمد الشاۃ ولو بذبح ابیہ او جدہ او امہ تعالی اجماعاً لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہی اگر اپنے ذبح کرنے کی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد رہ نے ذبح نفس اور ذبح غلام مین بکری واجب کی ہی اور اگر اپنے باپ یا دادا یا مان کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہی اسواسطے کہ انسان کے اصول اُسکے کسب نہین بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہی انسان کا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کذا فی المنح ولو قال ان بریت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرأ لا یلزمہ شئی لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے اس مرض سے تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہی کہ اُسکو ذبح کر دونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اُسپر کچھ لازم نہین اسواسطے کہ ہمجنس ذبح کوئی فرض نہین بلکہ ذبح واجب ہی چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا شرائط صحت نذر سے یہ ہی کہ اُسکی ہمجنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد والتصدق بلحمہا فیلزمہ لان الصدقۃ من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح وبحر وفی متن الدرر تناقض منح مگر جب ذبح کرنے کی نذر پر اتنا زیادہ کہے کہ اُسکے گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ ہمجنس تصدق فرض ہی یعنے زکوۃ از قسم صدقات ہی کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن مین تناقض ہی کذا فی المنح م منح الغفار مین کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر مین کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا تو اُسپر کچھ لازم نہین مگر جب یون کہے (لله علی ان اذبحہا) یعنے خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہی اسواسطے کہ لزوم نہین ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی مین ہی نہ اول مین

انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین یعنی ہمجنس ذبح کوئی فرض نہین چنانچہ خود صاحب درر نے اسکو صریح بیان کیاہی تو اُسکے کلام مین تناقض
ہوا انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہو رجل قال ان برئت من مرضی ہذا
ذبحت شاۃ فبرء لا یلزمہ شئی الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتہی) تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بتصریح صیغہ نذر لازم ہو اگرچہ ہمجنس نذر یعنی اضحیہ واجب ہی
نہ فرض تو ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہی جو مصطلح ہو فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا کہ جب منذور کی اصل فرض مین ہوگی تب نذر لازم ہوگی سو فرض سے
مراد بیان وہ ہی جو واجب کو بھی شامل ہو انتہی قول الطحطاوی ملخصاً خلاصہ یہ ہو کہ شرط لزوم نذر یہ ہو کہ اُسکے ہمجنس واجب ہو اور فرض ہونے مین بطریق اولی نذر لازم ہوگی
تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہو مصنف اور شارح کا ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع
النوازل ووجہہ لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہو ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اُسکے گوشت کا پھر اُسنے اونٹ کے عوض سات بکریان ذبح کین تو
جائز ہو کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہین یعنے قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ سات بکریون کے برابر ہو وفی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت
ثم عادت لا یلزمہ شئی اور قنیہ مین ہو کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہو سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اسکے پھر آگئی تو اُسپر
اوا سے نذر لازم نہین اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ عود نہ کرے سو حاصل نہوا نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا التقریر فی کتاب
الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشئی نذر مانی فقراے مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہو صرف کرنا فقراء غیر مکہ کی طرف اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہو چکا ہی
کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنے خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اُسمین نہین اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہو تو خصوصیت
مکان کو اسمین دخل نہین کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ تصدق بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درم کی
روٹیان تصدق کریگا سو اُسنے روٹیون کے سواے اور کھانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چاول تو جائز ہو اگر قیمت مین دونون برابر ہون جیسے روٹیون
کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہو اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہو طعام کی کچھ خصوصیت نہین اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہو فقیر کو کذا فی المنح
نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی
تو اُسپر دَر پَے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اُس مہینے مین ایکدن روزہ نرکھے گا تو فقط اُسی دن کی قضا کرے اگرچہ اُسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو
تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنے ایک دن کے ترک صوم سے اُسپر سرے سے روزہ رکھنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہو استقبال
اُسمین متصور نہین ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اُسنے عذر سے کھایا تو فدیہ دے مگر قید عذر کی اتفاقی ہو اگر بلا عذر کھاویگا تو بھی
فدیہ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذران یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد النذر فی الملک
ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنے کی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہو مثلاً چار سو کا تو اُسپر فقط اُسی قدر کی نذر لازم ہوگی
جسقدر کا کہ وہ مالک ہو یعنے چار سو کا مثلاً یہی قول مختار ہو اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ مضاف الی سبب الملک مین تو صحیح نہوئی کما
لو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون مین صدقہ ہو اور حالانکہ اُسکا کچھ مال نہین تو یہ نذر صحیح نہین بالاتفاق
بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہو اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اُسپر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ قول مذکور
مین نذر کا صیغہ نہین نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر جاز الا التقرر فیما نذر کی
ان سو درمون کے خیرات کی فلانے دن زید پر سو اُسنے اور سو درم کو اُسدن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی
مین کہ نذر غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہین نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت کی فقال علی نذر لم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کہا کہ مجھپر نذر واجب

ہے اور اُسپر کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نہ کی تو اُسپر کفارہ یمین کا لازم ہے ولو نوی صیاما بلا عدد لزمہ ثلثۃ ایام اور اگر قول مذکور مین صوم کی نیت بلا عدد معین کی تو اُسپر تین دن کا روزہ لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حقتعالی کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا فدیہ تین دن کا روزہ ہے کفارہ یمین مین ولو صدقۃ فاطعام عشرۃ مساکین کالفطرۃ اور اگر قول مذکور مین صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیرون کا کھانا دینا لازم ہے مانند صدقۂ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین مین اسیقدر اطعام واجب ہے کذا فی الطحطاوی فلو نذر ثلثین حجۃ لزمہ بقدر عمرہ اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اُسپر بقدر اُسکی عمر کے حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل تیس برس کے وہ مر گیا تو باقی کی وصیت اُسپر لازم نہین وصل بحلفہ ان شاء اللہ بطل یمینہ ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یون کہا کہ واللہ مین زید سے نہ بولونگا انشاء اللہ تو اسکی قسم باطل ہو گئی یعنے زید کے تکلم سے حانث نہ ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق مین مذکور ہو چکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہین اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ استثناے منفصل بھی مبطل ہے ہم مناسب مقام یہ حکایت لطیفہ ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑھتے تھے اور امام اعظم بھی وہان موجود تھے سو محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثناے منفصل مین خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمھارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہے اسواسطے کہ جب استثناء منفصل جائز ہوا تو آپ کے عہد خلافت کو سلام ہے اسلیے کہ لوگ تم سے خلافت کی بیعت کرینگے اور اطاعت کی قسم کھا دینگے پھر باہر نکلکر انشاء اللہ کہینگے اور آپ کی مخالفت کرینگے حانث نہ ہونگے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تمنے کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہو کر اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل بہ ای الاستثناء المتصل کل ما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ ولو بصیغۃ الاخبار اور اسی طرح استثنا متصل سے باطل ہو جاتا ہے جو امر کہ قول سے متعلق ہے خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغۂ اخبار ہو یعنے جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعاً انشاء کیواسطے موضوع ہو چنانچہ صیغ عقود کے ولو بالامر النہی کاعتقوا عبدی بعد موتی انشاء اللہ تعالی لم یصح وبع عبدی ہذا انشاء اللہ لم یصح الاستثناء اور اگر استثناے متصل بصیغۂ امر یا نہی ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کر دیجیو میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالی تو صحیح نہین اور میرے اس غلام کو بیچ ڈال انشاء اللہ تعالی تو یہ استثنا صحیح نہین ہم تو مثال اول مین اعتاق کی وصیت صحیح ہو گی اور مثال ثانی مین مخاطب بیع کا وکیل ہو گا اور نہی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا انشاء اللہ بخلاف المتعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللہ تعالی اعلم بخلاف اُس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کہ اُسمین انشاء اللہ کہنا مبطل نہین چنانچہ کتاب الصوم مین مذکور ہو چکا واللہ اعلم یعنے بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل نہین اسواسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنیٰ والاتیان والرکوب وغیر ذلک

یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور اُنکے سوا اور افعال کی قسم کھانے کے احکام مین ہم مصنف نے ان افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کھاتے ہین اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہین لہذا اسقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا نے کتب مین مذکور کیا ہے اور مذکور کتب مین دو قسم کے فعل ہین ایک افعال ظاہریہ دوسرے امور شرعیہ اور افعال مذکورہ مین دخول وغیرہ سے اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کیواسطے مکان مین رہنا کھانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف ما لم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث فی لا یہدم بیتا ببیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح اصل یہ ہے کہ قسمین مبنی ہین امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہے جبتک کہ قسم کھانے والے نے وہ نیت نہ کی ہو جسکو لفظ محتمل ہے تو ہمارے نزدیک اس قول مین کہ واللہ کوئی گھر نہ گراؤنگا حنث نہین مکڑی کے گھر گرانے سے اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف مین گھر نہین بولتے ہین مگر نیت سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنیٰ والاتیان والرکوب

البتہ حانث نہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کھانے والا گھر سے مکڑی کا گھر ارادہ کریگا تو البتہ اُسکے گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت مین بیت بولتے مین
ہم جنکے نزدیک یمین مین لغت کا اعتبار ہی اگر یون قسم کھاوے گا کہ گھر نگراویگا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جنکے نزدیک یمین مین استعمال قرآن معتبر ہو اگر گوشت نکھانے
کی قسم کھاویگا تو مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا ہی اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہی اسواسطے کہ مدار کلام کا عرفی بول پر ہی جو باہم
مستعمل ہی نہ لغت اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف مین مشترک ہین ہان لغت البتہ معتبر ہی بنابر عرف کے فتح القدیر مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے سفیان ثوری
سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نکھانیکی تو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے جواب دیا کہ ہان حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا
قال تعالیٰ (لتاکلوا منہ لحما طریا) پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جا اُنکے پاس اور سوال کر کہ ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے
کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے کہا کہ حانث نہ ہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیون حانث نہوگا حالانکہ حقتعالی نے زمین کو فرش کہا ہی
قال تعالیٰ (واللہ جعل لکم الارض بساطا) سفیان نے اسمین تامل کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تو ہی نے پوچھا تھا سائل نے کہا ہان سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے
سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی عرف کیطرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لاعلی الاغراض قسمین مبنی ہین الفاظ پر نہ اغراض
پر ہم غرض سے مراد یہان نیت ہی یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہین بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہی تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجکو پلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق نہ واقع
ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہی اُس قاعدہ کا جو مذکور ہو چکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو اغتاظ علے غیرہ وحلف ان لایشتری ایتا بفلس
فاشتری لہ بدرہم او کثر شیالم یحنث کمن حلف لایخرج من الباب اولا یضربہ اسواطا او لیغدینہ الیوم بالف فخرج من السطح وضرب بعصا
وغداہ برغیف اشتراہ بالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہی نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص
پر اور قسم کھائی کہ اُسکو ایک پیسے کی چیز نہ خرید دیگا پھر اُسنے اُسکو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہ ہوگا مانند اُسکے جس نے قسم کھائی کہ
دروازہ سے نہ نکلیگا یا اُسکو کوڑے نہ ماریگا یا اُسکو اول روز ہزار درم کھلا دیگا پھر قسم کھانے والا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور اول
روز ایک روٹی کھلائی جسکو ہزار درم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہی نہ عموم غرض کا اگرچہ متکلم
کی غرض پہلی صورت مین رہنا ہی گھر کا اور دوسری صورت مین نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت مین کثیر القیمت غذا کھلانا ہی لیکن چونکہ یمین
مین لفظ معتبر ہی نہ غرض لہذا حانث نہ ہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینہ بغین معجمہ و دال مہملہ ہی اور بعضے نسخہ مین بذال معجمہ ہی غذا سے اور بعضے
نسخے مین بجائے بعصا کے بعضہا ہی مگر نسخہ بعصا اظہر اور موافق ہی تلخیص جامع اور بحر الرائق کے الا فی مسائل حلف لایشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر بخلاف
البیع اشباہ یمین مین اعتبار لفظ کا ہی نہ غرض کا مگر چند مسائل مین غرض معتبر ہی نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اُسکو دس درم سے نخرید کریگا تو گیارہ درم سے
خرید کرنے مین حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہی کہ دس درم اور زیادہ سے نہ خرید کرے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنے اگر قسم کھائی کہ
دس درم سے نہ بیع کریگا پھر اُسنے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہ ہوگا اسلیے کہ غرض بائع کی یہ ہی کہ زیادہ دس درم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی
لایحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ بحر فی حلفہ
لایدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ نہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ بیت مین نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاری کے عبادت خانہ اور یہود یونکی
عبادتخانہ اور ڈیوڑھی اور چھتے کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ
مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع نہین اور بیت اُسکو کہتے ہین جو شب باشی کے واسطے موضوع ہو اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جسمین شب باشی ہو سکتی ہو یا
چھتا گھر کے اندر لائق رہنے کے ہو تو اُسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری مین ہی کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہی جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

ڈیوڑھی کہتے ہین اور اہل قصبات بروٹھا بولتے ہین اور ظلہ اور سایا چھتّے کو کہتے ہین جسکی وتھنیون کا ایک سر ادروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف پڑوسی
کی دیوار پر کذا فی المنح ولذا یحنث فی الصفۃ والایوان علی المذہب لانہ بیات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا فتح اور چونکہ بیت کے مفہوم مین شب باشی معتبر ہی تو صفہ اور
ایوان کے داخل ہونے مین حانث ہوگا بنابر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکے اندر موسم گرما مین رہتے ہین اگرچہ اُسپر چھت نہو کذا فی فتح القدیر م ظاہر اکلام شارح کا
صحیح نہین اسواسطے کہ فتح القدیر مین صفہ کے مفہوم مین چھت ہونا مصرح ہی خواہ صفہ کی چار دیوارین ہون مانند اہل کوفہ یا تین دیوارین ہون اور ایک طرف کشادہ ہو
چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہی ہان التبیہ ہی کہ بیت کے مفہوم مین چھت شرط نہین تو صفہ اور بیت مین عام خاص کی نسبت ہی اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو
متساوی سمجھتا ہی واللہ اعلم طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہی تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہی ہندوستان کے قصبات مین صفہ کو صوفہ کہتے ہین و فی
لا یدخل دارا لم یحنث بدخولہا خربۃ لابناء فیہا اصلا اور یون قسم کھانے مین کہ کسی گھر مین نہ داخل ہوگا حانث ہوگا ویران گھر کے داخل ہونے سے جسمین کچھ عمارت باقی
نہین اور اگر کچھ دیوارین منہدم ہوگئین اور کچھ باقی ہین تو لائق یون ہی کہ حانث ہو کذا فی الفتح و فی ہذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا
اخری بعد الانہدام لان الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف والصفۃ انما تعتبر فی المنکر لا فی المعین اور یون قسم کھانے مین کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا
دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہوگیا ہو یا اُسکے انہدام کے بعد دوسرا گھر وہان بنایا گیا ہو اسواسطے کہ گھر نام ہی ساحت کا اور عمارت وصف ہی اُسکا اور وصف کا
(ساحت: میدان ۱۲)
اعتبار غیر معین مین ہوتا ہی نہ معین مین م چونکہ مثال اول مین لفظ دار نکرہ ہی یعنی غیر معین لہذا عمارت اُسمین معتبر ہوتی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہوگا
معین حاضر مین وصف اسواسطے معتبر نہوا کہ اُسکی ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہوگئی اور مثال ثانی مین چونکہ لفظ دار معرفہ ہی یعنی
معین لہذا اُسمین عمارت کا اعتبار نہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اور اصطلاح فقہ مین وصف اور صفت اُسکو کہتے ہین جو ایک چیز دوسری چیز مین
قائم ہو اور اُسکے قیام سے دوسری چیز کا حسن اور کمال زیادہ ہو جاوے اور اُسکے نہ ہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح الا اذا
کانت شرطا او داعیۃ للیمین لحلفہ علی ہذا الرطب فیتقید بالوصف صفت کا اعتبار معین چیز مین نہین ہوتا مگر اُسوقت جبکہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم
کی چنانچہ یون قسم کھانا کہ اس تر کھجور کو نہ کھاویگا تو اُسوقت مین معین مین بھی قید صفت کی معتبر ہوگی یعنے خشک کھجور کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قسم
کی باعث کھجور کی تری ہی نہ خشکی اور صفت کے شرط ہونیکی یہ مثال کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر مین داخل ہوگی جو فلانے کے گھر سے متصل ہی تو تو
طالق ہی تو ہمسائگی صفت ہی کہ بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بیتا او غلب علیہ الماء
فصارت نہرا لا یحنث وان بنیت دارا بعد ذلک اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونے کے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنایا گیا یا گھر پر
پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہوگیا تو وہان کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا نام باقی نرہا دوسرا نام ہوگیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونیکے دوسرا گھر
بنایا جاوے تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ انہدام سے اول نام جاتا رہا جسکے عدم دخول کی قسم کھائی تھی کذا فی المنح کہذا البیت وکذا بیتا بالاولی فہدم او بنی بیتا آخر او
نقض الاول لزوال اسم البیت چنانچہ حانث نہین ہوتا یون قسم کھانے سے کہ اس بیت مین نہ داخل ہوگا پھر وہ گر گیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو
بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نرہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اور اسیطرح غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہوگا م
طحطاوی نے کہا کہ تشبیہ غیر معین کی بیت معین سے فقط پہلی صورت مین ہی یعنی انہدام مین وجہ اولویت کی یہ ہی کہ جب معین مین صفت یعنی عمارت بیت معتبر ہوئی تو غیر
معین مین اعتبار عمارت کا بطریق اولی ہوگا ولو ہدم السقف دون الحیطان فدخلہ حنث فی المعین لانہ کالصفۃ الا فی المنکر لان الصفۃ تعتبر فیہ کما مر وعزاہ فی
البحر للبدائع لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا فرق حیث صلح فی البیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گر گئی نہ دیواریں پھر اُسمین داخل ہوا تو معین بیت کی قسم مین حانث ہوگا اسواسطے
کہ چھت معین بیت مین مانند صفت کے ہی اور صفت کا اعتبار معین مین نہین ہوتا اور حانث نہوگا بیت غیر معین کی قسم مین اسواسطے کہ غیر معین مین صفت معتبر ہی

چنانچہ اسکی تفصیل سابق مین مذکور ہو چکی اور بحر الرائق مین معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن اسمین نہر الفائق مین اعتراض کیا ہے کہ بیت معین اور غیر معین مین کچھ فرق نہین جبکہ وہ شب باشی کے لائق ہو قید بہذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ہذہ حنث بدخولہا علی ای صفۃ کانت کہذا المسجد فخرب لبقاء مسجدا الی یوم القیمۃ بہ یفتی شارح کہتا ہے مصنف نے لا ید خل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لے یعنی یون کے کہ اسمین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنے اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بنگلی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد مین یعنے قسم کھائی کہ اس مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہو گئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ وہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلہا لم یحنث ما لم یقل مسجد بنی فلان فیحنث وکذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ بدائع وبحر اور اگر مسجد مین کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کرا دیا گیا تو اُسکے دخول سے حانث نہ ہوگا جب تک یون نہ کہے کہ فلانے قوم کی مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر جبکہ اسطرح کہیگا تو اسکی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا در صورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت پر یعنے فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اُس زیادتی مین جو مسجد مین داخل ہو گئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی ہذہ الاسطوانۃ او الی ہذا الحائط فہدما ثم بنیا ولو بنقضہما او لا یرکب ہذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت لم یحنث بہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اِس دیوار کی طرف نہ بیٹھے گا پھر دونون منہدم ہو گئے بعد اسکے بنائے گئے اگرچہ اُنکو توڑ کر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہ ہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اُسی کی لکڑیون سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی کما لو حلف لا یکتب بہذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم وبقی زال الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھے گا پھر اُسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غیر تراشے کا نام قلم نہین ہوتا بلکہ اُسکو نَے کہتے ہین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہو گیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہو گئی م طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدلگیا کہ اُسکو ٹوٹا قلم کہتے ہین تو نام زائل نہ ہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا والواقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر مین جمع مین القولین کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کرکے کہ جسکے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اسپر قائم ہونے سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اسپر پردہ نہین تو حانث نہ ہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اُس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہوا اور یہ امر نیچے اور اوپر دونون درجون مین حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہین تو یہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانے والا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اُسکو داخل دار نہین کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی ہے م حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا بے معنی ہے مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر افادانہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بہا اہل الدار اور بحر الرائق مین ہے کہ مصنف کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب صورتون مین اسلیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف مین داخل دار نہین کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہخانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اُسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہون تو اُس تہخانہ اور

ہو مسقف کے گھسنے والے کو داخل دار نہین کہتے ۔ وقال وعم اطلاقہ المسجد فلو فوقہ مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ واقف علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہی مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان ہو سو اسمین جاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البدائع ولو قید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنے یون کہا کہ اس گھر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اسوقت حانث نہ ہوگا جبکہ دروازہ کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع م نقب سے مراد وہ ہی جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والواقف بقدمیہ فی طاق الباب ای عتبۃ یحنث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بعکسہ یحنث لو اغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونون قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ گھر مین نہ داخل ہوگا م طاق باب اور عتبہ اور سکفۃ الباب آستانہ ہی جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیہ الخروج انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کھائی کہ واللہ مین اس گھر سے باہر نجاؤنگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط مین ہی قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نجاویگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو اس حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت دار کے ہی م شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کا کھڑا ہونے والا بھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کیے کذا فی الطحطاوی وہذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا ہو الصحیح ظہیریۃ لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اسوقت تک ہی جبتک کہ قسم کھانے والا اپنے دونون قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونون طرفین خارجی اور داخلی برابر ہون یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہوگا عدم دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہی اور اگر داخلی طرفین نیچی ہون خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اور دوسرا قول یہ ہی کہ کسی طرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون قدم کے نہین ہوتی اور ایک قدم کے رکھنے مین اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہی لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہی ودوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہی تو ایکساعت کے توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اسپر سوار ہی یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہی یا قسم کھائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اسمین ساکن ہی تو اگر بعد اس قسم کے ایکساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اتاریگا یا گھر سے باہر نکل نہ جاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجاے انشاء افعال ہی گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابطۃ ان ما یمتد فلدوامہ حکم ابتداء والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کے مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو فعل لائق استداد اور دیرپائی کے ہی مانند رکوب اور لبس اور سکونت کے تو اسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہی اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اسکے دوام کو ابتدا کا حکم نہین تو اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین داخل نہوگا حالانکہ اسمین داخل ہی یا اس سے نکلے گا حالانکہ وہ خارج ہی یا اس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اسکی منکوحہ ہی

یا وضو نکریگا حالانکہ وہ باوضو ہو تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہو کہ ایکساعت بعد قسم کے اُسی حالت پر باقی رہے کذا فی المنح

وہذا لو الیمین حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب دوام لزمتہ طلقۃ ودرہم ولو کان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ و درہم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اُس شرط پر ہو کہ حالت دوام مین قسم ہوا ور اگر قبل اسکے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اُسنے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہو یا مجھپر ایک درم واجب ہو تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اُسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اُسپر ہر ایک ساعت مین جسمین سواری سے اُترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا

لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا المجتبی صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتدا فعل سے سب افعال مذکورہ مین اگرچہ نیت نہ کرے اور اسی کی طرف ہمارے اُستاد نے میلان کیا ہو یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہ ہو بہرصورت دوام فعل کو ابتدا فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتدا فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسکی مؤید ہو کذا فی المنح حلف لا یسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتی لو بقی وتد حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اس گلی محلہ مین سکونت نہ کریگا سو خود حالف وہانسے نکل گیا اور اُسکا اسباب خواہ اُسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہانتک کہ اُسکے اسباب مین سے ایک میخ بھی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہو بقار متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین رہتے ہین لیکن وہین کے کہلاتے ہین جہان اُنکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہو م واہلہ کا واو بمعنی او ہو لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اسواسطے کہ بقاے متاع اور بقاے اہل ہر ایک

علت مستقلہ ہو حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنی وہو ارفق وعلیہ الفتوی قالہ العینی ولو انتقل الی سکۃ او مسجد علی الاوجہ قال الکمال واقرہ فی النہر اور اعتبار کیا ہو محمدؒ نے نقل اسباب خانگی مین اُسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہو اور اسی پر فتوی ہو بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اُٹھا لیجانا بقول محمدؒ ترک سکونت کیواسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہو کمال الدین نے اور قائم رکھا ہو اُسکو نہر الفائق مین م نہر الفائق مین کہا کہ ہر یمین کیواسطے نقل متاع اور اہل کافی ہو خواہ یہ نقل کسی حویلی کی طرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہو بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا لو الیمین بالعربیۃ

ولو بالفارسیۃ بر بخروجہ بنفسہ اور یہ یعنی بقاے متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہو کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلقہ او لم یمکنہ الخروج

ولو بدخول اللیل او غلق باب دار او اشتغل لطلب دار اخری او دابۃ فان بقی ایاما او کان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اس تلاش مین اسی گھر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اُسکے اُٹھا لیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اُسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تھا ان سب صورتون مین حانث نہوگا ولو نوی التحول ببدنہ دین وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے بدن کا اُٹھ جانا مراد لیا ہو تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث مین کافی ہو بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گاؤن کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گاؤن مین

نہ رہیگا تو حانث نہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اُسی شہر مین ہون بنابر عرف کے نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے شہر کے عرف مین متاع اور اہل کے
رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہی تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فروع مسئلہ ملحقہ شارح کا حلف لایساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او ہذا فی حجرۃ وہذہ فی حجرۃ حنث
لاان تکون دار اکبیرۃ والاتقاسماہا بحائط بینہما ان عین الدار فی یمینہ حنث وان نکرہا لا ولو دخلہا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو
نزل ضیفا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اہلہ بہ یفتی لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلاً زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا پھر اُسکو گھر کے میدان مین رکھا
یا حالف ایک کوٹھری مین ہی اور زید دوسری کوٹھری مین تو حانث ہوگا مگر اُس وقت مین حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور
زید نے تقسیم کر لیا اور میان مین دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم مین معین کر لیا یعنے یون کہا ہو کہ اس گھر مین زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا تو باوجود تقسیم
بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہین کیا قسم مین تو قسم مذکور سے حانث نہ ہوگا اور اگر گھر مین زید داخل ہو گیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے
غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اُسکے رہنے کا علم ہو یا نہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اس
صورت مین حانث نہین ہوتا اگر مثلاً زید حالف کے گھر مین بطور مہمان کے اُترے اور اسی طرح اگر حالف سفر مین جاوے تو پھر زید اُسکے گھر مین اسکے عیال
کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اُسکو فی الحقیقت ساکن نہین کیا ہم تاوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور
اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہین ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ لشہر حنث لساعۃ لعدم امتدادہا
بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت کو ایک مہینہ کر مقید کریگا یعنے یون کہیگا کہ مین زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت
کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت مین امتداد نہین بخلاف اقامت کے کذا فی البحر عدم امتداد سکنی غیر مسلم ہی چنانچہ مصنف
مذکور کر چکا ہی کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتدا ہی اور کنز مین بھی اسی کے موافق ہی تو حق یہ ہی کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہوگا کذا فی
حاشیۃ الحلبی وفی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربہا فضربہا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی مین ہی قسم کھائی کہ عورت کو نہ ماریگا پھر اُسکو بلاقصد مارا تو حانث
نہ ہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبدونہ بان حمل مکرہا لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا
اس قول مین کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اُٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اُٹھایا گیا تو حانث ہوگا
قول اصح مین اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہو گیا ہو ومثلہ لا یدخل اقساما واحکاما اور مانند خروج کے دخول ہی اقسام اور احکام مین ہم اگر قسم کھائی
کہ مسجد مین نہ داخل ہوگا تو اگر اسنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہ ہوگا اور خروج مین شارح نے مسجد کی
قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہین چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ او زلق او
عثر او ہبوب ریح او جمح دابۃ علی الصحیح ظہیریۃ لا ینحل یمینہ لعدم فعلہ علی المذہب الصحیح فتح وغیرہ وفی البحر عن الظہیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ فافتی
بالحلالہا اخذا بقول ابی شجاع لانہ ارفق لکنک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہ ہوا دخول بلا امر سے اگر پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا اندھے کے
چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنابر قول صحیح داخل ہو گیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اُسکے عدم فعل کے بنابر مذہب
صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ عدم بطلان یمین پر فتوے ہی تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا
لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے مین اُسکے مخالف کہا ہی سو بطلان یمین کا فتوے دیا ہی بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین
لوگون کے حق مین آسان تر ہی تاکہ حانث نہ ہون لیکن تجھکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہی تو فتوی صاحب
بحر کا لائق اعتماد کے نہین ولا یحنث فی قولہ لا یخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیہا قاصدا عند انفصالہ من باب دارہ مشی معہا ام لا ثم اتی بعد ذلک

ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت تريد المسجد ثم بدا لها فذهبت لغير المسجد لم تطلق اور حانث نہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گھر سے مگر جنازہ کی طرف
اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اسکی طرف ارادہ کرکے اپنے گھر کے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع
مین مصرح ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہی سو وہ مسجد کا ارادہ کرکے نکلی پھر بعد خروج کے اسکے دلمین آیا سو غیر
مسجد کی طرف چلی گئی تو مطلقہ نہوگی م اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازے سے جدا ہونے کیوقت اسکو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ
بعد خروج کے کہین اور چلی گئی ثم اتی امرا آخر لان الشرط فی الخروج والذهاب والرواح والعیادة والزیارة النیة عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان یعنی
قسم کھائی کہ سوائے جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور
زیارت مین نیت شرط ہی دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہونچنا مقصود کیطرف شرط نہین مگر اتیان کی لفظ مین البتہ وصول مقصود شرط ہی انفصال
کیوقت نیت ہو یا نہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہوگا مریض کے گھر تک پہونچے یا نہ پہونچے
حالانکہ بحر الرائق سے یون مستفاد ہوتا ہی کہ اسکے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہی فلو حلف لا یخرج او لا یذهب او لا
یروح بحر بخا الی مکة فخرج یریدها ثم رجع عنها قصد غیرها ام لا نهر حنث اذا جاوز عمران مصره علی قصدها ان بینه وبینها مدة سفر والا حنث بمجرد انفصاله
فتح بخا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اسکے قصد پر پھر اسکی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا
فی النہر تو حانث ہوگا جبکہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اُس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی ہو یعنے تین منزل یا زیادہ اور اگر
دونون مین اتنا فاصلہ نہوگا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحتا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا
تجویز ہی صاحب بحر کی م صاحب بحر الرائق نے کہا کہ لفظ ارواح مین مین نے اپنے علما کی تصریح نہین دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن
ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین روح بمعنی ذہاب ہی خواہ اول شب مین ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر مین لا یروح درحکم لا یذهب کے ہوگا
فتح القدیر مین ہی کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہی اسواسطے کہ مکہ کیطرف جانا بلا شبہہ سفر ہی لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی وفیہ حلف لیخرجن
مع فلان العالم الی مکة فخرج معه حتی جاوز البیوت بز اور فتح القدیر مین ہی قسم کھائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اسکے ساتھ نکلا
یہانتک کہ گھرون سے باہر ہو گیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک نجاوے اور پھر آوے وفی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازة والمقابر خارج بغداد
حنث اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہی تو حانث ہوگا وفی لا یاتیها لا یحنث الا بالوصول
لما مر والفرق لا یخفی اور یون قسم کھانے مین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان مین وصول شرط ہی
اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین م بحر الرائق مین ہی کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہی کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث
کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا ہی حقیقت ہی خروج کی اور اتیان عبارت ہی وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیة الحلبی
کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امراته عرس فلان فذهبت قبل العرس وکانت ثمه حتی مضی العرس لانها ما اتت العرس بل العرس اتاها
ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کھاوے کہ اسکی زوجہ مثلا زید کی شادی مین نہ آویگی سو اسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے
گھر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہوگئی اسواسطے حانث نہ ہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اسکے پاس آئی یعنی اسکی موجودگی
مین شادی ہوگئی کذا فی الذخیرہ حلف لیاتینه فهو ان یاتی منزله او حانوته لقیه ام لا قسم کھائی کہ اُسکے پاس جاویگا تو یہ اتیان اُسکے گھر یا دوکان
جانے سے عبارت ہی خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہو یعنے اگر اُسکے گھر یا دوکان مین گیا تو حانث ہوگا ملاقات اسمین شرط نہین ہو یا نہو ولو لم یاته

حتی مات احدھما حنث فی اخر حیوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ اما الموقتۃ فیعتبر آخرہ فان مات قبل مضیہ فلا حنث وقولہ حنث لتقییدانہ لو ارتد ولحق لا یحنث
لبطلان یمینہ بالردۃ بمجرد الردۃ کما سرفتدبر اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہانتک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوۃ
مین اسی طرح ہر مطلق قسم مین جسکا وقت معین نہین کیا آخر حیوۃ مین حانث ہوگا اور موقت قسم مین تو آخر وقت اُسکا معتبر ہو چنانچہ یون کہنا کہ مثلاً تیسری
تاریخ محرم کی زید کے پاس جاویگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن مین حانث ہوگا پھر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث
نہ ہوگا اور مصنف کا یون کہنا کہ اخیر حیات مین حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالت یمین مطلق مین مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جاملا تو حانث نہ ہوگا بسبب باطل
ہونے یمین باللہ کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول مین مذکور ہوچکا کہ یمین باللہ مین اسلام شرط ہو سو اسکو غور کر وجہ غور کی یہ ہو کہ مصنف کے
کلام مین موت سے حقیقی موت مراد ہو نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہو اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے
باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیاتینہ غدا ان استطاع فھی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض وسلطان وکذا
جنون ونسیان بحر جسنے قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاویگا بشرط استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہو اسواسطے کہ یہی متعارف ہو نہ موت حقیقی پھر جب استطاعت
سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسیطرح جنون اور نسیان بھی موانع مین داخل ہین تجویز صاحب بحر الرائق یعنی
جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا وہ مجنون ہوگیا تو سزاوار یہ ہو کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بھی موانع
فعل مین داخل ہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہو سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع
سلطان کر مفسر کیا ہو وان نوی بھا القدرۃ الحقیقۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاھر وقد اظھر الزاھدی اعتزالہ
ھنا فی المجتبی کما اظھرہ فی القنیۃ فی موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق مین استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہو مراد
لیگا تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً بنابر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہو ظاہر عرف کے لہذا
اُسکی تصدیق قضاءً نہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہین مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کتاب مجتبی مین ظاہر کیا ہو جیسے قنیہ مین تکفیر کے
دو مقام مین منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہو مع اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالے کی قدرت سے واقع ہوتے ہین اور اُسی کے
مخلوق ہین اور معتزلہ کا یہ مذہب ہو کہ عبد موجد ہو اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت وہ صفت ہو جسکو حقتعالی حیوان مین پیدا کرتا ہو اکتساب فعل کے
واسطے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب اور قدرت نہین ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر مین ہو کہ قدرت عبد مین فعل سے سابق نہین ہوتی بلکہ فعل
کے ساتھ پیدا ہوتی ہو اور فعل مین اُسکو کچھ تاثیر نہین اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہین خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یون ظاہر کیا ہو کہ حقیقت استطاعت
کو مقارن فعل کہنا باطل ہو اسواسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہو اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر مین رہے ہین
وہ قادر نہ تھے ایمان پر اور اُنکو ایمان کر مکلف کرنا تکلیف مالا یطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور
وعید اُنکے حق مین بیفائدہ ہوا انتہی کلامہ حالانکہ یہ قول اُسکا غلط ہو اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہین تا اُسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری
اُسکے واسطے کافی ہو یعنی سلامت اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول مین مذکور ہو کذا فی المنح و دلائل الاسرار والطحطاوی ولا تخرجی بغیر اذنی
او الا باذنی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ بخروجہا مرۃ بلا اذن کہا زوج نے
اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلیو گھر سے بغیر میرے اذن یا مگر میرے اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کیواسطے ہر بار نکلنے مین زوج
کا اذن شرط ہو مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے مین اذن شرط نہین اور اگر اس کلام مین زوج ایکہی بار کی اجازت مراد رکھیگا تو

دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن
نکلنے سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک سقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے
کہا کہ ہر بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجھکو اجازت دی ہی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہو جاتا ہی اور اگر بعد اس اذن عام کے اسکو منع کریگا نکلنے
سے تو صحیح ہی امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الولوالجیہ وفے الصیرفیۃ حلف بالطلاق لاتنقل اہلہ للبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا بازن ینقل اہلہ
لا یحنث اور صیرفیہ مین ہی کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر مین نہ لیجاویگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج
بھیجا سو وہ انکی اہل کو اسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہوگا اس لیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہین ہو جاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو
کذا فی النہر بخلاف قولہ الا ان او حتے اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ مین تجھکو اذن دون یا نہ نکلیو تا اینکہ مین تجھکو اذن
دون اسواسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہی ھم لاتخرجی الا باذنی مین ہر بار اجازت مشروط ہی اسواسطے کہ استثناء مفرغ ہی اور مستثنی اخروج مقرون
بالاذن ہی بخلاف لاتخرجی حتی اذن لک کے کہ اسمین اذن غایت ہی خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہی ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت
کیواسطے موضوع ہونا تو صریح ہی اور الا ان بمعنی حتی ہی مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی
نیت کریگا تو اسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہی تعدد کا اور اسمین خود اسکی ذات پر تشدید ہی کذا فی المنح حلف لایدخل دار فلان
یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفا ولو تبعا او باعارۃ قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے گھر مین مثلاً زید کے گھر مین تو مراد اُس سے سکونت کی نسبت ہی طرف زید کے بنا بر عرف کے
اگرچہ سکونت اسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گھر مراد ہی جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا بکرایہ ہو سکونت
اسکی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی مان کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہو نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر مین
زید ساکن ہوگا اُس گھر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہی اور اُسمین وہ نہین رہتا ہی تو اُسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار
عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فرداً من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار سکونہ مراد ہی باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہی کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہو جائے
افراد مجاز سے یعنی مجازی معنے ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اُسمین داخل ہو جاوین چنانچہ یہان دار سکونہ مین دار مملوکہ داخل ہی شارح نے اشارہ کیا کہ یہان
جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم مجاز مراد ہی او حلف لایضع قدمہ فی دار فلان حنث
بدخولہا مطلقا ولو حافیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقۃ متے کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یون قسم کھائے کہ اپنا
قدم نہ رکھیگا فلانے کے گھر مین تو حانث ہوگا اسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہو چکا ہی کہ جب حقیقت
متعذر یا متروک ہوتی ہی تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہی یہانتک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونون قدم گھر کے اندر رکھدے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین
اگرچہ وضع قدمین ثابت ہی لیکن اسکو دخول نہین کہتے ہم خلاصہ یہ ہی جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار
ہونے مین ہرچند وضع قدم نہین لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت مین ہرچند وضع قدم ہی لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اگلے
باب مین معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فورا لان قصدہ
المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول مین کہ اگر تو مثلاً نکلے تو تو طالق ہی
یا تونے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہی یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہی حنث کی اسواسطے کہ قصد متکلم کا روکنا ہی
سوقت کے فعل سے جسکے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہی باعتبار عرف کے اور مدار قسمون کا عرف پر ہی اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین امام اعظم ابو حنیفہ رح یمین فور کے اظہار مین

متفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے اُنکے خلاف نہین کہا اس مسئلہ مین مع جب زوجہ نے مثلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تجکو طلاق ہر تو اگر
زوجہ فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاویگی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فوراً
کا حکم اول حضرت امام اعظمؒ نے بیان کیا اور آگے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہر اور حقیقت
مین مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابرؓ سے نکالا اُنسے کسی نے مدد مانگی تھی اُنھون نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اُسکے نصرت کی اور حانث نہوئے کذا فی التبیین
والکنز اور بحرالرائق مین محیط سے منقول ہر کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکھنے اور اُسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور اُنکے بعد کے مجتہد نے انکی
متابعت کی تو سب علما اس مسئلہ مین عیال ہین ابو حنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال ہین امام اعظم کے کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے ازراہ انصاف فرمایا
کہ الناس عیال لابی حنیفۃ فی الفقہ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور
اسی طرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کھانا کھاؤن تو ایسا یہ کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھ اول روز کا کھانا شرط ہر واسطے حنث کے
طالب کے ساتھ وہی طعام کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہر تو اُسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوتا تاکہ مطابقت واقع ہو
سوال اور جواب مین وان ضم الیہ ان تغدیت الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادتہ علی الجواب فجعل مبتدیا اور اگر جواب مین لفظ
الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کھانا آج کھاؤن یا تیرے ساتھ کھاؤن تو میرا غلام آزاد ہر تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے
گھر مین کھاوے خواہ اُسکے ساتھ دوسرے وقت کھاوے بہرصورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑھانے سے تو وہ سرنو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا
کہ ماتن کو لازم تھا معی کی جگہ عندی کہتا جیسے صاحب کنز نے کہا ہر اسواسطے کہ جب لفظ مع کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی لازم
آئی فی طلاق الاشباہ ان للتراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعھا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شھوتہ حنث اور اشباہ
کی کتاب الطلاق مین ہر کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہر مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہر اور از قبیل فور کے یہ مثال ہر کہ زوج نے اپنی زوجہ
سے جماع کی خواہش کی سو اُسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھ کوٹھری مین تو تجکو طلاق ہر پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً
تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلوۃ المکتوبۃ
او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحرالرائق مین محیط سے منقول ہر دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسی طرح
اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع شرعت کا نہین
شرعاً و اسی طرح عرفاً یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آوگی میرے ساتھ تو تجکو طلاق ہر سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین
مشغول رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا اتنے توقف عذری سے مرکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین
الا بشرطین، فالمکن دینہ مستغرقا وقد نواہ فیحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اُسکے مالک کی یمین یمین کے حق مین مگر دو شرط
سے جبکہ اُسکا قرض مستغرق نہ ہوا اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اوسوقت مین حانث ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی سواری پر سوار
نہوگا پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہر تو
حانث نہوگا اگرچہ اس سواری کی نیت کر چکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی المنح حلف
لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیر او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریۃ قلت
وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الھند المتعارف قالہ المصنف قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو یہ قسم اُسپر محمول ہر جسپر لوگ باعتبار رواج کے

سوار ہوتے ہین گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہ ہوگا بنا بر استحسان کے مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہو اور لائق ہو حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام مین اور ہاتھی کے سوار ہونے سے ہندوستان مین بسبب رواج کے ایسا کہا ہو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ہم گدھے پر سوار ہونے سے عرب مین حانث ہوگا لیکن ہند مین حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہین لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہونگے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہین اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی اور رتھ پر ہند مین سوار ہونا رائج ہو تو عدم سواری کی قسم سے اگر ان سواریون پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی الحمار

کرہا فلا حنث کحلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعم ہذا لو یمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال

اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہین جیسے اس قسم مین حنث نہین کہ سوار نہ ہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ برذون پر سوار نہ ہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب مین فرس عربی گھوڑے کا نام ہو اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہو اور خیل کا لفظ دونون کو عام ہو یہ عدم حنث اس صورت مین ہو جب کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو اسطرح برکہ بر اسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال مین حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونون کو شامل ہو ہم فارسی کے مانند ہندی مین بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ مین نہین

ولو حلف لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی وینبغی ما لو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا یا مرکب پر سوار نہ ہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب مین قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان یا دابہ پر سوار نہ ہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہو اکل اور شرب اور کلام کی قسم مین ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف کخبز وفاکہۃ مضغ اولا ہی وان ابتلعہ من غیر مضغ ہر دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہو پیٹ مین پہونچانے سے اسکو جو چبانے کے لائق ہو بواسطے اپنے منھ کے جیسا کہ پہونچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چباوے یا نہ چباوے یعنی اگرچہ بدون چبانے نگل جاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء وعسل اور شرب یعنی پینا عبارت ہو پیٹ مین پہونچانے سے اسکو جو لائق چبانے کے نہین از قسم پتلی چیزون کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ مین پہونچانا بواسطے منھ کے یہ حقیقت ہو شرب کی تو ناک سے پانی کھینچکر پیٹ مین لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ مین پہونچانا شرب نہین ففی حلفہ لا یاکل بیضۃ حنث بلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم مین کہ انڈا نہ کھائیگا اسکے نگلجانے سے حانث ہوگا ہم انڈے کے مانند بادام اور پستہ ہو طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہو اسواسطے کہ کچا انڈا لائق چبانے کے نہین وفی لا یاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو عصرہ واکل قشرہ حنث بدائع اور اس قسم مین کہ انگور نہ کھاویگا اسکے عرق چوسنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہو سوائے اکل اور شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اسکے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع اسواسطے کہ چھلکا چبانے کے لائق ہو لکن فی تہذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا لا یحنث بمصہ وفی عرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب مین ہو قسم کھائی کہ شکر نہ کھائیگا تو اسکے چوسنے سے یعنی اور اس لعاب نگلنے سے حانث نہ ہوگا اور ہمارے عرف مین یعنی مصر کے رواج مین حانث ہوگا ہم اصل اسندراک یہ ہو کہ بعضے عرف مین چوسنے کو کھانا کہتے ہین تو بموجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق مین حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم لمجرد معرفۃ الطعم

وصل الی الجوف ام لا فکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنی چکھنا تو عبارت ہو منھ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ پیٹ مین وہ چیز جاوے یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہو اور اسکو بالعکس نہین یعنے ہر ذوق اکل اور شرب نہین تو اکل اور شرب مین اور ذوق مین عموم خصوص مطلق

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

کی نسبت ہی ولو تمضمض للصلوۃ لایحنث اور اگر نماز کیواسطے کلی کی تو حانث نہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھیگا تو کُلی کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسطرح کلی کرنے مین چکھنا مراد نہین ہوتا ہی چنانچہ منقول ہی امام محمدؒ سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا الدلیل اور اگر حالف نے چکھنے سے کھانے کا ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آ میرے پاس کھانا کھا خالد نے کہا کہ مین تیرے پاس نہ کھانا چکھونگا نہ پانی تو یہان بقرینہ سوال ذوق بمعنے اکل وشرب کے ہی کذا فی المنح حلف لایاکل من ہذہ النخلۃ والکرمۃ فقید حنثہ باکلہ من ثمرہا بالمثلثۃ ای ما

یخرج منہا بلاتغیر بصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر لابماء الدبس المطبوخ ولابوصل غصن منہا بشجرۃ اخری قسم کھائی کہ اس کھجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کھاویگا تو متعین ہی حنث اُسکی اُن درختون کے ثمر کے کھانے سے ثمر بثاء مثلثہ سے وہ چیز مراد ہی جو درخت سے بلاتغیر صنعت جدید نکلے تو عصیر یعنی عصارہ کے کھانے سے حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کھانے سے اور نہ حانث ہوگا اُس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت مین ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت کی طرف حالانکہ درخت ماکول چیز نہین تو یمین لغو ہوئی تھی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل کے اسکے ظاہر سے پھیرا یعنی درخت سے پھل کا ارادہ کیا بطریق مجاز کے یعنی سبب سے مسبب کا ارادہ سبب درخت ہی اور مسبب پھل بشرط عدم تغییر عصیر اور عصارہ وہ پانی ہی جو پھلون کے دبانے سے نکلے دبس بالکسر اُس شیرہ کو کہتے ہین جو خود بخود پختہ کھجور اور انگور سے ٹپکے چونکہ اسمین انسان کو دخل نہین لہذا اسکے کھانے سے حانث ہوگا جیسے کچّی پکّی گدر کھجور کے کھانے سے حانث ہوتا ہی اور دبس مطبوخ شیرہ ہی پختہ کھجور اور انگور کا جو جوش دیا جاوے لہذا اُسکے کھانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہین ہوتا اور اسیطرح اگر انگور کی شاخ دوسرے درخت مین پیوند کی اور اس شاخ کے پھل کو کھایا تو حانث نہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم یکن للشجرۃ ثمرۃ تنصرف یمینہ الی ثمنہا اشتری بہ ماکولا لو اکلہ اور اگر اُس درخت محلوف علیہ کے پھل نہو تو یمین اُسکی اُس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز لیگا اور اُسکو کھاویگا ولو اکل من عین النخلۃ لایحنث وان نواہا لان الحقیقۃ مہجورۃ ولوالجیہ اور اگر بعینہ کھجور کے درخت کو کھاویگا کوٹ پیسکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کھانے کی نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہی کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنے درخت کے یہان متروک الاستعمال ہین ہم شارح کو لازم تھا کہ بجاے مہجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح مین ہی صاحب کشف نے کہا کہ متعذرۃ وہ ہی جو بلا مشقت نہ حاصل ہو جیسے کھجور کے درخت کا کھانا اور مہجورہ وہ ہی جسکا وصول آسان ہو لیکن لوگون نے اُسکو چھوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہوکر مطلق دخول مین مستعمل ہی کذا فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل مایخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال المصنف تبعا لشیخہ وینبغی ان لایصدق قضاء

لتعیین المجاز زاد فی النہر فان قلت ورق الکرم مما یوکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا اور محیط مین ہی کہ اگر حالف بعینہ کھجور کے درخت کے کھانے کی نیت کریگا تو اُسکے پھل وغیرہ کے کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنے کا ارادہ کیا تو مجاز مین کیونکر حانث ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین باتباع اپنے اوستاد یعنی صاحب بحرالرائق کے کہا کہ لائق یون ہی کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاءً اُسکی تصدیق نہو بسبب معین ہوجانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر مین قاضی تصدیق نہین کرتا کذا فی المنح اور صاحب النہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہی یعنے اگر تو کہے کہ انگور کے پتون کو عرف مین کھاتے ہین تو لائق ہی یمین کا پھیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو مین جواب کہونگا کہ اہل عرف پتون کو تو پکا کر کھاتے ہین یعنی اگر کچا کھانا رواج ہوتا تو سوال صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لاباللبن لانہا ماکول فتنعقد

الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی قسم مین فقط گوشت کھانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کھانے سے اسواسطے کہ بھیڑ بکری خود کھانے کی چیز ہی تو یمین بعینہ اُسی پر منعقد ہوگی نہ اُس چیز جو اُس سے نکلتا ہی یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ ولایحنث فی حلفہ لایاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ وشیرازہ لان ہذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتقید بہ اور اس قسم مین کہ نہ کھاویگا اس گدر کھجور کو یا اس پختہ تر کھجور کو یا اس دودھ کو حانث نہوگا پہلی صورت مین تر کھجور کھانے

سے اور دوسری صورت مین خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت مین چکا دہی کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی بسریت اور رطوبت اور لبنیت
باعث ہوتے ہین قسم کھانے کے باختلاف امزجہ تو اُنہی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت مین کیونکر حانث ہوگا مگر شیراز عبارت ہی رائب سے
یعنی دودھ کو جوش کرکے اُسکا پانی نکالا جاے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر مین ترشی کا ہونا بھی شرط ہی لہذا مترجم
نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا بخلاف لا اکلم ہذا الصبی او ہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا اٰکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث
لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا اُسکے بڈھے ہونے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے
بچہ کو نہ کھاویگا پھر اُسکو کھایا جبکہ وہ جوان مینڈھا ہوگیا تو حانث نہو گا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہین ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم
شرعاً ممنوع ہی تو مانع ہی عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے
زیادہ تر مرغوب ہوتا ہی حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبے کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت
الیمین وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہی کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہی
طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہی معرفہ اور نکرہ دونون مین تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاویگی اور جبکہ محلوف علیہ ایسی
صفت کے ساتھ ہو جسکو لیاقت نہین داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ مین ہوگا چنانچہ (لا اکلم صبیا فکلم شابا) مین نہ معرفہ مین چنانچہ امثلہ سابقہ مین یعنی
لا اکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ الی الیمین اور مجتبی مین ہی قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا
پھر اُسکا جنون جاتا رہا اور حالف اُس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہوگیا اور حالف اُس سے بولا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جنون اور
کفر ایسی صفت ہی کہ عدم تکلم کی باعث ہی تو اسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وفی لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث وقیل لا کلا یکلم صبیا وکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی
الی ثلثین فکہلا الی خمسین فشیخ اور اس قسم مین کہ مرد سے بات نہ کریگا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہی باعتبار لغت کے
کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہ ہی کہ حانث نہوگا اور یہی قول حق ہی اسواسطے کہ عرف مین رجل صبی کو شامل نہین کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال مین حانث نہین قسم
کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پھر اُس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہین تیس برس تک پھر تیس برس کے
بعد پچاس تک اُسکو کہل یعنی ادھیڑ بولتے ہین پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہین یعنی بڈھا ولا یاکل ہذا العنب فصار
زبیبا ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر مما لا یحنث بہ یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہوگیا تو اُسکے کھانے سے حانث
نہوگا شارح کہتا ہی کہ یہ مثال اور اُسکے بعد کی مثالین مصنف کے قول مین ہذا البسر پر عطف ہین جس سے حالف حانث نہین ہوتا ولا یاکل
ہذا اللبن فصار جبنا او لا یاکل من ہذا البیضۃ فاکل فراریجہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کھائی کہ اُس دودھ کو نہ کھاویگا
پھر وہ پنیر ہوگیا یا اس انڈے کو نہ کھاویگا پھر اُسکے بچے کھاے شارح کہتا ہی مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون مین اسیطرح فراریجہا کا لفظ ہی
اور متن کے نسخون مین جو شرح سے سوا ہین اُنمین فرخہا کا لفظ ہی او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا
او مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زردآلو ہوگیا
تو اُسکو کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت وان ضم الیہ
شئی من السمن او غیرہ بحر وفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شئی یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحلف علی کلہ
والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نہ کھاویگا سو اُس نے حیس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ حیس

عبارت ہی کھجور کے چورے اگرچہ اُسکے ساتھ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسیمین ہی کہ جب قسم کھائی کہ چیز معین کو نہ کھاویگا سو اسمین سے کچھ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین
قاعدہ کلیہ یہ ہی جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھاجاتا ہو یا ایکبار اُسکو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اُسکے کل پر ہوگا یعنی اُسکے سب کھاجانے سے
حانث ہوگا اور اگر آدمی یکبارگی نہ کھاسکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اُسکے تھوڑے کھانے مین ہوگا وکذا لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او
لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب الیضا اسیطرح حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاویگا پھر اُسنے پکی تر کھجور کھائی
یا انگور کو نہ کھاویگا پھر اُسنے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کے اسواسطے کہ مانند جوز اور بادام کا نام تر او خشک کو بھی شامل ہی ولو حلف لا یاکل
رطبا او بسرا او حلف لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لاکلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاویگا
یا قسم کھائی کہ نہ پکی تر کھجور کھاویگا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اُس نے محلوف کو کھایا ساتھ زیادتی کے مذنب بکسر نون مشددہ اُس
کھجور کو کہتے ہین جو نیچے کیطرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہی جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اسکے بالعکس ہی کذا فی المنح عن المغرب ولا حنث
بشراء کباسۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل
لوقوعہ شیئا فشیئا اور حانث نہوگا گدر کھجور کے گودے کے مول لینے سے جسمین کچھ پکی کھجور بھی ہی اسطرح قسم کھانے مین کہ پکی کھجور کو خرید نہ کریگا اسواسطے کہ مول لینا
یکبارگی واقع ہوتا ہی اور مغلوب تابع ہوتا ہی غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنی اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نکھاویگا پھر اُسنے گدر کے ساتھ تھوڑی پکی کھجور بھی
کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یکبارگی مانند خرید کے ہم کباسہ بکسر کاف عرجون ہی اور
عنقود بھی اُسکو کہتے ہین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اُسکو گود بولتے ہین یعنی جس چیز مین مجتمع ہوکر پھل پھلتے ہین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما
باکل مرقۃ او سمک الا اذا نواہما ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا ولا یجلس علی وتد فجلس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا للعرف
اور حنث نہین اس قسم مین گوشت نہ کھاویگا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ حانث
ہوگا اور اسمین بھی حنث نہین کہ دابہ یعنے چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھیگا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ
قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہی حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہی نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیین
فی حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان ردہ فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونے کا تبیین مین ہی اس قسم
مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اسکو نہر الفائق مین رد کیا ہی اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہی مانند عرف قولی کے
م تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہی کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو
شامل ہی اور عرف عملی یعنے انسان پر سوار ہونے کی عادت نہین ہی یہ مخصص انسان کا نہین ہوسکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح
نہین اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہی کہ حقیقت متروک ہوتی ہی عادت کی دلالت سے اور عادت لعینہ عبارت ہی عرف عملی سے اور تحریر مین ہی کہ عرف عملی
مخصص ہی حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہی کذا فی النہر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال
والخنزیر لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور
پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت مین داخل ہی لیکن یہ عرف کوفیون کا ہی اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے
کذا فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنی حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا
اعتبار لازم ہی عرب کا عرف اُسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہی کہ مفتی پر واجب ہی کہ بموجب عادت اُس شہر کے فتوی دیوے جسمین قسم

حالف کی واقع ہوئی ہو وفی الخانیۃ الراس والاکارع کم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ مین ہو کہ سر اور پاے گوشت ہین اکل کی یمین مین نہ مول
لینے کی یمین مین یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کلے پاے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدیگا تو اُنکے مول لینے سے حانث
نہوگا وفی لا یاکل من ہذا الحمار یقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا یقع علی صیدہ اور اس قسم مین کہ اس گدھے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی کرایہ پر واقع ہوگی
یعنی اُسکا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع
ہوگی کذا فی النہر ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہین گاے بھینس کو یعنے اگر قسم کھائی کہ گاے یا بیل کا گوشت نہ کھاویگا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث
نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہو ولا یحنث باکل النی ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہو یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کچا گوشت
کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کھانے کی عادت نہین اور نہر الفائق مین مذکور ہو کہ قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گاے چڑیون کے
گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء
اتفاقا کا لالیۃ فی الاعظم اتفاقا فتح اور اس قسم مین کہ چربی نہ کھاویگا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہو بخلاف صاحبین کے
اُنکے نزدیک اُسکے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتونکی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانے
سے باتفاق حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ چربی نہین کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری مین ہو شحم ظہر سے وہ مراد ہو جسکے ساتھ گوشت مخلوط ہو اور اگر چربی کو گوشت
سے علحدہ کیا تو اُسمین امام سے روایت نہین اور ممکن ہو کہ امام کے نزدیک اسکے کھانے سے حانث نہو اور اگر فارسی زبان مین ہو تو حانث نہوگا اسواسطے
کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہین والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کھی علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اُسکے کھانے کی یمین کے مانند ہو
مین اور خلاف صاحبین مین کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خرید نہ کریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا
پیٹ اور انتڑیون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالیۃ فی حلفہ
لا یاکل او لا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم مین کہ چربی یا گوشت نہ کھاویگا یا خرید نہ کریگا دنبہ کی چکتی کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی
گوشت کے سوا تیسری قسم ہو ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا ولو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیۃ ف
یحنث الا بالنیۃ فتح اور اس قسم مین کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اُسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث
اگر گیہون بھونے ہون جیسے اُبالے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہو ہمارے عرف مین اور کچے گیہون چابے تو حنث نہین مگر کچے کی نیت سے کذا
فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ فیشیر بصیرۃ وہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہ
کیف کان ولو نیۃ او خبز الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا بحو الخبز اور نہر الفائق مین کشف سے منقول ہو کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہو ایک
یہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو دوسری وجہ یہ کہ اسکو نہ کھاویگا بدون ذکر
گیہون کے تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہون کھاوے یا اُسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہون نہ ک
بلا اسم اشارہ تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرع لم یحنث بالخارج ا
محلوف علیہا نے گیہون کو بویا تو اُسکے کھیت سے جو گیہون پیدا ہونگے انکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخ
کعصیدۃ حلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق مین یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاویگا تو حانث ہوگا اُن چیزون کے کھانے
آٹے سے تیار ہوتی ہین چنانچہ روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح مین چنانچہ اُسکی وجہ

کھجور کے درخت کھانے مین مذکور ہو چکی یعنے کچا آٹا کھانا عرف مین متروک ہی مجازی معنی متعین ہو گئے والخبز ما اعتادہ اہل بلد الحالف فالشامی بالبر والیمنی بالذرۃ والطبرے بخبز الارز وبعض اہل القری بالشعیر فلو دخل بلد الہر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین مین وہ روٹی مراد ہو گی جس روٹی کے کھانے کی اُس شہر والون کو عادت ہو گی جسمین قسم کھانے والا رہتا ہی تو شام کا رہنے والا گیہون کی روٹی کھانے سے حانث ہو گا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہو گا اور طبرستان کا رہنے والا چانول کی روٹی کھانے سے حانث ہو گا اور بعض گانون کا رہنے والا جو کی روٹی کھانے سے حانث ہو گا تو اگر جو کی روٹی کھانے والا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اُسکی یہی عادت ہی وہان بھی کہ سوائے جو کے گیہون کی روٹی نہ کھائی تو حانث ہو گا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی عادت گیہون کی ہی اسواسطے کہ اُس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہی اور باب یمین مین اُسکے حق مین کذا فے فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا من عجنتہ وہیئتہ للضرب ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی نہ کھاویگا تو یہ قسم اُس روٹی پکانے والے کیطرف پھر یگی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہی نہ اُس عورت کی طرف جس نے اُس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور مین لگانے کے واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریۃ ومنہ الرقاق لا القطائف والثرید ولعدم العادۃ لو دقہ لانہ لا یسمی خبزا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائف اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہو گا اسواسطے کہ اُسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اُسکا نام قطیر اور ثرید اور ملیدہ ہی مم رقاق جمع ہی رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی بولتے ہین اور قطائف جمع ہی قطیفہ کی اور قطیفہ ایک قسم کی روٹی کا نام ہی اور ثرید اُسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے مین تر کیجاوے وحنث فی لا یاکل طعاما من طعام فلان باکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو لطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اور اس قسم مین کہ کوئی کھانا نہ کھاویگا فلانے کے طعام سے حانث ہو گا اُسکے سرکہ اور اُسکے روغن زیتون اور اُسکے نمک کے کھانے سے اگرچہ اُسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کھاوے اور اگر اُسکا نبیذ یا پانی لیا اور اُس سے روٹی کھائی تو حانث نہو گا مم ہرچند طعام لغت مین ہر مطعوم کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام نہین بولتے حموی نے کہا تو عرف مین بدون پختہ کھانے کے حانث نہو گا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہی خیسانده تر اور انگور وغیرہ سے وحنث فی لا یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان یحنث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوہرۃ اور اس قسم مین کہ گھی نہ کھاویگا پھر اُسنے گھی ملے ستو کھائے اور اُسکی قسم مذکور مین مخلوط گھی کھانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہون کہ اگر اُنکو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہو گا اور اگر گھی سائل نہ ہو تو حانث نہو گا کذا فی الجوہرہ مم اور اگر اُسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہو گا گھی سائل ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وفے البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث اور بدائع مین ہی قسم کھائی کہ کھانا نہ کھاویگا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا اسواسطے اُسنے اسکو کھایا حانث نہو گا اسواسطے کہ مردار طعام نہین والشواء والطبیخ لیقعان علے اللحم المشوے والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہین بھونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر مم ہرچند شواء بالکسر اول لغت مین ہر بھونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر او راسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کھائی کہ شواء یا طبیخ نہ کھاویگا تو بھونے چانول اور اُبالی دال یا چانول کھانے سے حانث نہو گا ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ لیقع علے کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یہ یعنے طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتھ اُنکے عرف قدیم مین تھا اور ہمارے عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے شامل مطبوخ ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبیٰ سے نقل کیا ہی مم لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہی کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو شامل نہین تو اُسکے کھانے سے حانث نہو گا وفی النہر الطعام لیعم ما یوکل علی وجہ التطعم کخبز وفاکہۃ لکن فے عرفنا لا اور نہر الفائق مین ہی کہ طعام عام ہی ہر چیز کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف مین ان اشیا کو طعام نہین کہتے ہین

کما مر والراس یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبارا للعرف اور سر سے وہ مراد ہی جو حالف کے شہر مین بکتا ہو باعتبار عرف کے مثلاً قسم کھائی کہ سر نہ کھاویگا تو
اُس سر کھانے سے حانث ہوگا جو اُسکے شہر مین بکتا ہو امام سے منقول ہو کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہی
کہ فقط بھیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے ہو یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہین تو مفتی پر واجب ہی کہ موافق
عادت ہر شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاکہۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوہا اور میوہ سیب ہی اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اسکے چنانچہ انجیر اور شفتالو
اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ میوہ اُسکا نام ہی جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہو کر بطریق
تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین آم اور جامن اور فالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شیرین لیموں اور گنا اور
بیر میوہ مین داخل ہین کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہین لا العنب والرمان والرطب خلافا لہما خلاف عصر والعبرۃ للعرف فیحنث بالکل بالیدفاکہۃ عرفا
ذکرہ الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہین اور یہ اختلاف امام
اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہو اور قسم مین اعتبار عرف کا ہو تو حانث ہوگا اُسکے کھانے سے جسکو عرف مین میوہ شمار کرتے ہون یہ شمنی نے
مذکور کیا ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اُسکو مسلم رکھا ہو والحلوی مالیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اُسکو کہتے ہین جسکا
ہمجنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے مثلاً اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور
شکر کی کوئی قسم ترش نہین اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاویگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا ہوتا ہو خبیص اُس حلوے کو کہتے ہین جو کھجور اور
گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس فغی بلادنا لاحنث فی فانیذ وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت
مین لوگون کے عادات پر اعتماد ہی سو ہمارے شہرون مین تو فانیذ اور شکر کے کھانے سے حنث نہین ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ظہیریہ سے نقل
کیا ہو مثلاً اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن مین مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہی
لیکن حانث نہوگا اسواسطے کہ عرف مین شہد اور شکر کو حلوا نہین کہتے ہین فانیذ ایک قسم ہی شکر کی سرخ رنگ بشکل قرص بحر الرائق مین ہی کہ حلوا اور حلاوہ اور
حلوا ایک ہی چیز ہی لیکن ہمارے عرف مین حلوا شہد کو کہتے ہین جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اُسکو کہتے ہین کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ
پر پکایا جاوے تاکہ بستہ ہو جاوے کذا فی المنح ہندوستان کے عرف مین حلوا عبارت اُس سے ہی کہ میدہ یا انڈے یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ
اسمین میوے مخلوط ہون یا نہ ہون والادام ما یصطبغ بالخبز اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہی
جسمین روٹی ڈوبے اصطباغ خبز اسوقت صادق ہوتا ہی جب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے گھل جانے نمک کے
مُنہ مین تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہی مثلاً شارح نے یہ دفع دخل کیا ہی سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اُسکا نام ہی جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک
چیز ہی اُسمین اختلاط کہان جواب یون دیا کہ نمک مُنہ کے اندر گھل کر روٹی سے ملجاتا ہی تو سالن کہنا اُسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا
اور پنیر ادام نہین امام اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز نہین جسمین روٹی ڈوبے کذا فی المنح وقال محمد ہو ما یوکل
مع الخبز غالبا بہ یفتی کما فی البحر عن التہذیب اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہو جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہی یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہی چنانچہ بحر الرائق
مین تہذیب قلانسی سے منقول ہو مثلاً اور حاوی قدسی مین کہا ہو کہ قول محمد کا ماخوذ ہی اور محیط مین ہی کہ یہی اظہر ہی اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی کو لیا ہی اسواسطے
کہ ادام مواوت سے ہی اور مواوت یعنی موافقت کے ہی اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہی جیسے گوشت اور انڈے اور مانند
اسکے تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام مین داخل ہین کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ وبقل وسائر الفواکہ

بکل نسخ

لیس ادامًا الا فی موضع یوکل تبعًا للخبز غالبًا اعتبار اللعرف اور بحر الرائق مین ہی کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کھائی جاتی ہو اکثر جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہین ہین مگر اُس مکان مین البتہ ادام ہین یہ ماکولات جہان روٹی کے ساتھ کھائے جاتے ہین اکثر بنابر اعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبة فاکہة ویابسة ادام اور بدائع مین ہی کہ تر اخروٹ میوہ ہی اور خشک ادام ہی فروع مسائل الملحقہ شارح کے حلف لا یاکل لحمًا والآخر بصلا والآخر فلفلا فطبخ حسو فیہ کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا الا صاحب الفلفل لانہ لا یوکل الا کذا وہذا ان وجد طعمہ ویراد فی الزعفران رؤیتہ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھادیگا پھر حریرہ پکایا گیا جسمین یہ سب چیزین ہین سو تینون شخصون نے اُسکو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سواے صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہین کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہو کر اور یہ حانث ہونا اسوقت ہی جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہی اور زعفران کی قسم مین خود زعفران کے کھانے مین نظر آنا زیادہ کرنا چاہیے یعنے اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہ ہوگا وفی لا یاکل لبنا فطبخہ بارز او لا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ او رجلہ او علی راسہ لم یحنث والی راسہ ووجہہ وبطنہ حنث اُس قسم مین کہ دودھ نہ کھادیگا پھر دودھ کو چانول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھیگا پھر اُسکا ہاتھ یا پانون یا اُسکا کاسہ سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا م فتاوے عالمگیری مین منتقی اور محیط سے منقول ہی کہ رویت چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہی اور پیٹھ کے دیکھنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہی طحطاوی نے کہا تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام مین واو بمعنی او ہی وفی المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے مین حانث ہوگا ہاتھ اور پانون کے چھونے سے عرض علیہ الیمین فقال نعم کان حالفا فی الصحیح کذا فی الصیرفیۃ وغیرہا قال المصنف ہذا ہو المشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیۃ انہ بنعم لا یصیر حالفا ہو الصحیح ثم فرع ان ما یقع من التعالیق فی المحاکم ان الشاہد یقول للزوج تعلیقا فیقول نعم لا یصح علے الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اُس نے کہا ہان تو مجیب حانث ہوگا قول صحیح مین کذا فی الصیرفیۃ وغیرہا مصنف نے شرح مین کہا کہ یہی مشہور ہی اکثر کتب فقہ مین یعنے یمین کا صحیح ہونا ہان کہنے سے لیکن ہمارے اُستاد کے فوائد مین یعنے صاحب بحر کے فوائد مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ ہان کہنے سے حانث نہین ہوتا ہی یہی قول صحیح ہی پھر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ یہ جو تعلیقات قاضیون کی کچہریون مین واقع ہوتی ہین کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہی اسطرح کہ اگر تو نے چھ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہی پھر زوج کہتا ہی کہ ہان تو یہ تعلیق طلاق صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے م معلوم ہوا کہ یمین مجیب کی تصحیح مختلف ہی لیکن ظاہر ا معلوم ہوتا ہی کہ قول اول اصح ہو بدلیل شہرت چنانچہ اُسکی تائید آخر کتاب الیمین مین آویگی واللہ اعلم السعد لکی الاکل المتراوف الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی ولا بد ان یاکل اکثر من نصف الشبع فی غداء وعشاء وسحور تغذی یعنے اول روز کا کھانا عبارت ہی پوری کھانے سے جس سے آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہوگا اور اسیطرح تعشی یعنے آخر روز کے کھانے مین اکل متراوف بقصد آسودگی داخل ہی اور ضرور ہی آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور سحور مین م غدوہ عبارت ہی اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غداء بفتح اول ومد اول روز کے طعام کو کہتے ہین اور عشاء بفتح اول ومد آخر روز کے طعام کو بولتے ہین اور سحور بفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہی فی وقت خاص ہو ما بعد طلوع الفجر وفی البحر عن الخلاصۃ عند طلوع الشمس قال وینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر یسمونہ فطورًا الی ارتفاع الضحی الاکبر فیدخل وقت الغداء قیل بعرفہم قلت وکذلک اہل الشام الی زوال الشمس تغذی عبارت ہی وقت خاص مین کھانے سے اور وہ وقت خاص ہی بعد طلوع ہونے فجر کے آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق مین خلاصہ سے منقول ہی کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہی کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق اعتماد ہی بسبب عرف کے نہر الفائق مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی کہ اہل مصر اس طعام کو فطور کہتے ہین یعنے طلوع آفتاب سے ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک

پھر اُسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہی تو مصر مین اُنکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہی اور اسیطرح اہل شام لطور اور غدا کا وقت جدا جدا
کہتے ہین م اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہین تو اہل ہند کا غدا اکثر
پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہی ثم لابدان یکون مما یتغذی بہ اہل بلدہ عادۃ پھر تغذی مین یہ ضرور ہی کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر لطور اپنی عادت
کے کھاتے ہون و غدا کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا حتے لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری ملعی اور ہر شہر مین اول روز کے کھانے سے
وہ کھانا مراد ہی جو وہانکے لوگون مین رائج ہو یہانتک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہوجاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا شہری کذا فی
شرح الزیلعی م اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیون کی غذا اکثر دودھ ہی اور وہانکے شہرون مین یہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کھجور سے پیٹ بھریگا
تو حانث نہ ہوگا کسبب عدم عرف کے والتعشی منہ ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوٰۃ العصر قلت وہو فی عرف
مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنے آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہی آدھی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہی کہ
ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر کے شارح کہتا ہی اور یہی مصر اور شام مین عادت ہی م اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات
گذرنے تک معمول ہی والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحرگہی اور سحری وہ کھانا ہی آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک
قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای
شئی اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل میاہ العالم حتے لا یحنث اصلا لان النیۃ تحتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر مین کھاؤن یا یون بولا کہ اگر
مین پیون یا پہنون یا نکاح کرون اور مانند اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو تو میرا غلام آزاد ہی اور نیت کی قائل نے معین
چیز کی یعنے روٹی کی اکل مین اور دودھ کی شرب مین اور روئی کی لبس مین مثلا تو اسکی ہرگز تصدیق ہوگی نہ دیانۃ نہ قضاءً تو حانث ہوگا ہر چیز کے
کھانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کھانون
اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہ ہو تو صحیح ہی بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنے فعل مین عموم تو ثابت تھا اسکو
اُسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم لان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال
عنیت شیأ دون شئی لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنے یون
کہا کہ اگر مین طعام کو کھاؤن یا پینے کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی جب کہ قائل یون کہے کہ مین نے مثلاً طعام سے روٹی کا ارادہ
کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اُسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہی تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہی سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ
سیاق نفی مین عام ہوگا م شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہی تو حالف کا یون کہنا کہ ان لبست ثوبا راجع ہی لا البس ثوبا کی طرف لیکن یہ تاویل خلاف
ظاہر ہی لہذا قاضی اسکو قبول نہ کریگا کذا فی منح القدیر والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص
الجنس کحبشیۃ او عربیۃ لا الصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت مین بدون
ملفوظ بھی نیت صحیح ہی تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی
یا بصری عورت کذا فی الفتح م یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکھون تو غلام آزاد ہی پھر اُسنے خروج سے سفر کی نیت اور
مساکنت سے ایک کوٹھری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہی اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہی سفر کے واسطے اور غیر سفر کیواسطے اور مساکنت بھی
کئی طرح کی ہوتی ہی یعنے ایک کوٹھری مین ساتھ رہنا یا ایک گھر مین یا ایک شہر مین اور فعل محتمل ہی تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسی طرح اگر اُسنے حلف کیا

کہ عورت سے نکاح نہ کریگا اور اُسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہی اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہی عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی اور اگر مثال مذکور مین کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح ہوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہی عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور نہین تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح ہوگی کذا فی الطحطاوی نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہی دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی پھر اُسنے کہا کہ مین نے فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاء اُسکی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہی اور اسی طرح جس نے ایک انسان کے درم غصب کیے پھر جب مدعی نے اُسکو عام قسم دلائی تو اُس نے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہی کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہی نہ قضاء بخلاف خصاف کے کہ اسکے نزدیک تخصیص عام دیانۃ اور قضاء دونون طرح درست ہی ہم مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہی اسواسطے کہ خدا کی قسم مین قاضی کا حکم جاری نہین چنانچہ شارح بیان کریگا صورت قسم لینے کی یون ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لیے مدعی نے اُس سے عام قسم لی اسطرح کہ اگر مین نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اُسکی عورت کو طلاق ہی پھر اُسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اُسکی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوی کیا یعنی کہا کہ مین نے قسم کے وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اُسکی تصدیق نہ کریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلفہ ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ مین ہی کہ جب حالف کو ظالم قسم دلادے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہی کہ اگر اخذ دیانۃ مراد ہی تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہین ظاہر الروایت مین بھی تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہی اور اگر اخذ قضاء مراد ہی تو اُسکی کوئی وجہ ظاہر نہین اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاء بقول خصاف امر معنی ہی یہ اُس صورت مین ہی کہ جب اخذ کا فاعل حالف ہوا اور اگر قاضی کو فاعل اُسکا قرار دیجیے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت مین قاضی مذکور نہین اور پریشانی ضمائر کی اِسپر علاوہ ہی تو بھی قاضی کو حکم کرنا بقول ضعیف جائز نہین لیکن خلاصہ مین یہ ہی کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ فاعل اخذ کا مفتی ہی یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہی کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمین بھی خلل ہی کہ مفتی کو فتوی بالدیانۃ بھی جائز ہی یا نہین اور معلوم ہو چکا ہی کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہی قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہین بہرصورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہی واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق وعتاق وکذا باللہ لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہا نے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہی اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہو اور اسی طرح حلف باللہ کی نیت مین اُسکو اختیار ہی اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ مین حلف لینے والے کی نیت معتبر ہی ہم ظہیریہ مین ہی کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے شخص کو سو اسنے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہی تو حالف کی نیت معتبر ہی خواہ حالف ظالم ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہی تو اگر حالف مظلوم ہی تو اُسکی نیت معتبر ہی اور اگر حالف ظالم ہی تو مستحلف کی نیت معتبر ہی طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت مین ہی جب گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہی نہ قضاء کی ولا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہین قاضی کے حکم کو خدا کی قسم مین ہم اسواسطے کفارہ یمین حق اللہ ہی اُسمین حق العبد نہین تاکہ وہ حالف کے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہین کہ یمین باللہ کو دار القضا سے کچھ اصلا تعلق نہین اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہ ہونگے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من نہر یکون فیہ الکرع یحنث بالکرع منہ حتی لو شرب من نہر اخذ منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیے گا اُس شی سے جسمین منھ ڈال کر پینا ممکن ہی جیسا کہ نہر وجلہ یا لب لب تغار سے تو یمین اُسکی اُسمین منھ ڈال کر پینے پر منعقد ہوگی یہان تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اُٹھا کر

پیے گا تو حانث نہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لایکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحرالرائق مین ظہیریہ سے
منقول ہے کہ کرع متحقق نہین ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی مین لیکن قہستانی مین کشف سے منقول ہے کہ کرع مین پانی کے اندر گھسنا شرط نہین م کرع لغت
مین اس سے عبارت ہے کہ اپنے مُنھ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور مین ثابت ہے کہ وہ بدون اوخال اپنے اکارع کے پانی مین نہین پیتا
غالبًا بعد اسکے کرع انسان مین مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی مین مُنھ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی مین پانون نہ ڈالے کذا فی المنح الاکارع جمع کراع بالضم
یعنے پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضًا بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے مین
وفیما لایاتی فیہ الکرع کالبئر والحب یحنث بالشرب بالاناء مطلقًا سواء قال من البئر او من ماء البئر لتعین المجاز اور جسمین مُنھ ڈال کر پانی پینا نہین ہوسکتا جیسے
کنوان اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے مین ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لااشرب من البئر کہا ہو یا لااشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب متعین ہوجانے مجاز کے
م جب منھ لگا کر پانی پینا متصور نہ ہوا تو مجاز متعین ہوگیا یعنے برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہان حقیقت حاصل ہے
یعنے مُنھ ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے جب بجائے مہملہ بڑا مٹکہ ہے جسکو مٹھور اور گولی بھی بولتے ہین اور فارسی مین خم کہتے ہین
طحطاوی نے کہا کہ کنوان اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہ ہون ورنہ مُنھ ڈال کر پانی پینا متصور ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لایاتی تکلف
فیہ ذلک ای الکرع لایحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے بتکلف مُنھ ڈالکر اُسمین سے پانی پیا جسمین کرع نہین حاصل ہوتا مثلاً کنوئین مین اتر کے
کرع کیا تو حانث نہوگا قول اصح مین بسبب عدم عرف کے امکان تصور البر فے المستقبل شرط انعقاد الیمین ولو بطلاق وبقاءہا اذ لابدّ من
تصور الاصل لتنعقد فے حق الخلف وہو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل مین شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اُسکے باقی رہنے کے
اگرچہ طلاق کی یمین ہو اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق مین یعنی کفارہ کے حق مین پھر مصنف نے
اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول متفرع کیا م مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہین ولہذا یمین غموس
اور یمین لغو مین کفارہ واجب نہین اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اسواسطے
کہ ترک نہین ہوسکتا مگر اسی چیز مین جسکا وجود ہوسکے کذا نے الطحطاوی عن الشلبی سفے حلفہ لاشربن ماء ہذا الکوز الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء
وصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل او اطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء فیہ لایحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء اولا فی الاصح لعدم امکان البر فی الحلف
قسم کھائی کہ واللہ اس کوزہ کا پانی مین آج ضرور پیون گا اور حالانکہ اُسمین پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگر حالف کے فعل سے گرا یا خود کوزہ کے ڈھلنے
سے گر گیا اسی دن مین رات سے پہلے یا یمین مطلق بولا یعنے اُسمین وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ مین پانی نہ تھا تو حانث نہوگا بسبب عدم امکان
بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ مین پانی ہونے کا اُسکو علم ہو یا نہ ہو قول اصح مین م جس صورت مین کہ کوزہ مین پانی نہین تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا
سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت مین بقاے یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب
البر فے المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففے آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یون قسم کھائی کہ واللہ
اس کوزہ کا پانی پیون گا اور قسم کے وقت اُسمین پانی تھا سو اُس نے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق مین بمجرد فراغت
ہونے کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت مین تو وجوب بر آخر وقت مین ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے
قبل از لیل یمین موقت مین حانث نہین ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصلے الصبح غدًا فانت کذا لایحنث بحیضہا بکرۃ فی الاصح اور اُسکی یعنی
امکان بر یمین کے بہت فروع ہین از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھے گی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح وہ حانث

حانث نہ ہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کے وقت شرعاً ممکن نہین ومنہا ان لم تردی الدینار الذے
اخذیتہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور ازانجملہ یہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جسکو تو نے میری تھیلی
سے لیا ہی تو تو مطلقہ ہی اور ناگہان وہ دینار زوج کی تھیلی مین ہی تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیرنا بدون لینے کے نہین ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک
الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج لعجزہا
عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرویۃ اور ازانجملہ یہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجکو نہ ہبہ کریگی
تو تو مطلقہ ہی اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری مان مطلقہ ہی تو تدبیر اُسکی مخلصی کی یہ ہی کہ زوجہ بعوض
اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اُسپر قبضہ کرلے پھر جب وہ دن گذر جاویگا تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ
زوج اُسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہوجانے مہر کے بیع سے یعنی جب اُس نے بعوض مہر
کپڑا خرید کیا تو وہ اُسکی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار
رویت کے پھیر دے تو مہر اُسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہوجاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنے کی قید اتفاقی ہی اسواسطے
کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہی اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہی تا پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو صاحب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل
کرتا ہی ازانجملہ یہ ہی کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا سو رات ہونے سے پہلے اُسکو کوئی
کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ دیگا یا اُسکو نہ ماریگا یا اُس سے بات نہ کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو
حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہین یا قسم کھائی کہ اس رات کو اس گھر مین سووے تو عورت اُسکی مطلقہ ہی اور حالانکہ
وقت حلف صبح ہوچکی تھی اور اُسکو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی تو ام ہی سو اب متصور نہین کذا فی الطحطاوی
وعن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقت الیمین
لم یحنث مالم یمض ذلک الوقت اور اس قسم مین کہ واللہ مقرر چڑھے گا آسمان پر یا واللہ مقرر اس پتھر کو سونا کر ڈالیگا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن
ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسیوقت کر موقت کریگا تو جبتک وہ وقت
نہ گذر جاویگا حانث نہ ہوگا مع آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہی اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہی اور اسیطرح پتھر کا سونا ہوجانا بتحویل الٰہی ممکن ہی
متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہی لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ
کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہ ہونے کے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ مین ہو ممکن نہین کذا فی منح الغفار وفی حیرۃ الفقہاء قال لامراتہ ان لم اعرج
الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا نصب سلما ثم یعرج الی سماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی والظاہر خروجہا عن قاعدۃ
مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہاء مین مذکور ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین آج کی رات آسمان پر نہ چڑھون تو تجکو طلاق ہی
تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالی یعنے
چاہیے کہ رسی تلنے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف مین گھر کی چھت ہی یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید مین چھت پر آیا ہی تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا
تو حانث نہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہی خروج اس حیلہ کا مبنی یمینون کے قاعدے سے یعنی بنا یمین عرف پر ہی نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین مین
مذکور ہوچکا ہی تو جسنے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اُسنے بناء یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسی طرح کا حکم ہے انعقاد اور حنث نے الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اُسکی موت کو جان کر اسواسطے کہ ممکن ہے قتل اُس میت کا بعد زندہ کردینے
حق تعالی کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علی حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان ترکت
مس السماء فعبدی حر لان البر لا یتصور نفی المقدور اور اگر اُس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اُسکے قتل کی قسم کھانے سے اسواسطے
کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اُس حیات پر جو اُسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہین بالفرض اگر حقتعالی نے اُسکو زندہ بھی کردیا تو یہ زندگی
وہ زندگی نہین جس پر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان مین مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر مین آسمان کا چھونا چھوڑ دون
تو اُسکا غلام آزاد ہے اسواسطے کہ ترک متصور نہین امر غیر مقدور مین یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو بر یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے
عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلاً زید سے کلام نہ کریگا
پھر اُسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اُسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اُسکے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہ ہوگا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے
یعنے الفاظ شرط نہین حنث کی ولو مستیقظا حنث لو بحیث یسمع لشرط القضاء عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق
مالم یرد الاستیناف ولو قال ذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اُسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ اُسکی آواز کان لگانے
سے سن سکے بشرطیکہ کلام نداء منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھسے کلام کرون تو تو طالق ہے
سو تو جا یا یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تا وقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی کہیگا بدون فے اور واو
کے تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جدا گانہ ہے یمین سے متصل نہین ہے فاذہبی با واذہبی بسبب فی اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام سے بلا نیت
استیناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذہبی کے کہ اُسمین کوئی حرف وصل نہین تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا او قصد
اسماع المحلوف علیہ لم یحنث زیلعی اور اگر کہا کہ اے دیوار سُن یا ایسا ویسا کام کر اور اِس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الزیلعی اور
اگر سنانے کا قصد نہو تو بطریق اولی حانث نہ ہوگا اسواسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہین ہوتا اور دلیل اُسکی وہ روایت ہے
کہ عبد الرحمن بن عوف رض نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفان رض سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن اُنکی طرف ہو کر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یون
کہتے تھے کہ اے دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہین بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہے عدم حنث مین چنانچہ
بحر الرائق مین مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کریگی تو تجھکو طلاق ہے پھر جب اُسکا بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے پاس ایک لڑکا
تھا تا ہم تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کرکے کہ میرے زوج نے ایسا کیا ویسا تک کہ اُسکی بھائی نے سُنا تو اُسپر طلاق نہوگی اسواسطے کہ اُسنے بھائی سے
شکایت نہین کی کیونکہ اُسکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بھی تھا سو حانث ہوگا اور
اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ
بائین طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ مین دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سال محمد
حال صغرہ ابا حنیفۃ عمن قال لا اخر واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد رح وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابو حنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد
احسنت فقال ابو حنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع قولہ احسنا او احسنت اور سراجیہ مین ہے کہ سوال کیا محمد رح بن حسن نے طفلی کی حالت مین امام ابو حنیفہ
سے اُس شخص کے حق مین جسنے دوسرے سے کہا واللہ مین تجھ سے کلام نہ کرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد رح نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب
تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دوبار حانث ہوا تو محمد رح نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ لفظون مین سے

کونسا لفظ میرے واسطے درد ناک ہی اُسکا حسنًا کہنا یا احسنت کہنا م سوال محمد کا دو امر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہی یا قال سے اگر لا اکلمک سے متعلق ہی تو یہ مطلب ہی کہ تجھسے تین بار کلام نہ کرونگا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا کہ پھر گیا ہوا یعنی حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے متعلق کیجیے تو مطلب یہ ہی کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجھسے کلام نہ کرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا جواب مین کہا کہ تامل کر کے جواب دیجیے پوچھنے کی کچھ حاجت نہین پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دوبار حنث ہوا اور انظر حسنًا کہنا اسواسطے مکروہ معلوم ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہی اور احسنت کہنا اسواسطے بُرا معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہی یعنے سائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کیواسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہ گفتگو ہوئی تو اُسمین محمد ابن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہین ہوتی او حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کھائی کہ اُس سے کلام نہ کریگا مگر اُسکے اذن سے سو اُس نے اذن دیا اور حالف کو اُسکا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اُس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنے اعلام ہی تو اذن مین علم شروط ہوا م اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہی کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر مین مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن وقوع فے الاذن سے ماخوذ ہی ہرصورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضے من اعمال القلب فیتم یہ بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اُسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اسکے کلام سے اور حالف کو اُسکی رضا کا علم نہ ہوا پھر اُسنے کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہی تو اُسکا تحقیق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہین الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کریگا پھر اُسکو خط لکھا یا اُسکی طرف پیام بھیجا یا اُسکی طرف آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فے المنح وفے الخانیۃ لا اقول لہ کذا فکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ مین ہی قسم کھائی کہ اُس سے نہ کہونگا ایسا پھر اُسکی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہی کہ قول مانند کلام کے ہی یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے م تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین تین قول ہین جامع کا یہ قول ہی کہ کلام اور قول کتابت سے ثابت نہین ہوتے اور قاضیخان کے نزدیک تفریق ہی کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین کہا کہ کلام اور قول دونون کتابت سے ثابت ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہین نہ اشارہ اور ایماء سے م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ ایضًا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہی اور کلام سے بھی والاظہار والانشاء والاعلام یکون بالکتابۃ وبالاشارۃ ایضًا اور اظہار اور انشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہی اور اشارہ کرنے سے بھی م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین انشاء یون ہی اور بحر الرائق مین افشاء ہی فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے اشارہ کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یعنے اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کھائی اور اشارہ کر دیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفے لا یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اس قسم مین کہ اُسکو نہ بلاویگا یا اُسکو بشارت نہ دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی ان فلانا قدم

ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہی تو حانث ہوگا صدق اور کذب
سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس
القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا مانند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ بار
جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہی چنانچہ اصول کی کتاب مین ہم نے اُسکو محقق کیا ہی بار جارہ کی بحث مین یعنی با رجارہ الصاق کے واسطے
موضوع ہی تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہین ہوسکتا لہذا اخبار
بالکذب اسمین مراد نہین ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنے ان فلانا قدم مین بار جارہ مقدر ہی اسواسطے کہ حذف جار کا ان ساتھ مطرد ہی تو چاہیے
کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہو وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجئ نے الباب الاتی اور اسی طرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہی
اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانے کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا وسال الرشید محمدا عمن حلف لا یکتب الی فلان فاومی بالکتابۃ
ہل یحنث فقال نعم یا امیر المومنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمدؒ سے کہ جس نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھیگا پھر
اُس نے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمدؒ نے کہا ہان یا امیر المومنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہوم کہ بادشاہ خود
نہین لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہی کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہ ہی کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہین لا یکلمہ شہرا فمن حین حلفہ قسم کھائی کہ
فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس ٣٠ دن ... وعرفہ فعلی باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ مذکور کیا
یعنے یون کہا لا یکلمہ الشہر تو اُس مہینے کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلا پچیسوین ٢٥ تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی مین اگر کلام کریگا تو حانث
ہوگا بخلاف لاعتکفن اولاصومن شہرا فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ رکھونگا تو حالف کو تعیین
کا اختیار ہی چاہے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے ھ اور یہی حکم ہی سال اور دن کا اور بدائع
مین ہی کہ اگر مثلا پہر دن رہے قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے پہر دن تک اور
یہی حکم ہی رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناولہ الابد لاخراج ما ورائہ وفیما لا یتناولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف مین
یہ ہی کہ ذکر وقت کا اُس فعل مین جو شامل ہی دوام کو واسطے اخراج ما سوا وقت کے ہوتا ہی اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین تو اسمین ذکر وقت
کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہی اس وقت تک کذا فی زیلعی مثلا اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر
کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا
واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہی حلف لا یتکلم فقرأ القرآن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقا قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا پھر اُسنے قرآن پڑھا
نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکو عرف اور شرع مین متکلم نہین کہتے کذا فی النہر
وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقراءۃ
الکتب فی عرفنا انتہی واقرہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من اکثر تیہ التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف وبقیاس علیہ القار درس ما لکن یعکر علیہ ما فی النہر
واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہی فغیر المنظوم اولی فتامل اور اگر قرارت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنابر ظاہر مذہب کے چنانچہ
اسی کو ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہی عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قرارت اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج
نماز خواہ اسمین عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور بعدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہی بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب فلان سے منقول ہی کہ حانث نہین

ن القرآن

ہوتا کتابون کے پڑھنے سے ہمارے عرف مین انتہی کلامہ اور قوی کیا ہی فتح القدیر کے قول کو شرنبلالیہ مین اسطرح کہکر تجھپر اکثر یت بہ تصحیح حنث کا تردد کرنا لازم
نہین باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہی درس کا القا یعنی شاگرد کا پڑھانا بھی کلام مین داخل نہین مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے یہ
قیاس ہی صاحب نہر کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہی جو فتح القدیر مین ہی یعنے شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہی انتہی کلام الفتح تو
غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کرم تامل کی وجہ یہ ہی کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے جنانچہ
درس ہی بطریق اولی حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرارت کتب پر غیر مسلم ہی کذا فی الطحطاوی حلف لایقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراۃ
فی الصلوۃ او خارجہا قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھے گا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز مین یا غیر نماز مین ولو قرأ البسملۃ فان نوی
ما فی النمل حنث والا لا انہم لایریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قرارت سے سورۂ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا
اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بسم کہنے سے لوگ قرارت قرآن کا ارادہ نہین کرتے ہین بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہین ولو حلف لایقرأ سورۃ
کذا او کتاب فلان لایحنث بالنظر فیہ وفہمہ بہ یفتے واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی سورۃ یا فلانے کا خط نہ پڑھے گا تو اُسمین نظر کرنے اور اُسکا مطلب سمجھنے
سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قرارت نہین حلف لایکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانہ الیوم بفعل
لایمتد قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونون پر شامل ہوگا کیبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اُس فعل سے
جسکو امتداد نہین تو لیل اور نہار دونون کو شامل ہوگا کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت
مراد ہوگا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہی لہذا لیل و نہار دونون کو شامل ہوگا لیل و نہار کو جدیدین بواسطے اُنکے تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال
صحیح نہین اسواسطے کہ لاکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہی کہ یمین باقی دن تک ہی رات کو شامل نہین اسواسطے کہ البحر الرائق مین ہی کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑھے
کہا لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اُسکی کنز وغیرہ متون مین ہی سو یون ہی یوم اکلم فلانا
فعلی الجدیدین فان نوی النہار صدق لانہ الحقیقۃ اگر مثال مذکور مین نیت نہار کی کریگا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو اُسکی تصدیق ہوگی دیانۃ بھی
اور قضاءً بھی اسواسطے کہ نہار حقیقت ہی یوم کی تو در صورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اِس صورت مین یوم لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلۃ اکلم فلانا فکذا
فہو علی اللیل خاصۃ لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یون کہا کہ جس رات کہ مین کلام کرون فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی
بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت مین ہم یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب مین لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہی خلاصہ جواب
یہ ہی کہ بلفظ جمع لیل لغتہ مطلق وقت مین مستعمل ہی نہ بلفظ مفرد قال ان کلمتہ ای عمروا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلم
قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو بعدہما لا لیحنث لجعل القدوم والاذن غایۃ لعدم الکلام کہا اگر مین عمرو سے کلام کرون مگر یہ کہ زید آوے یا یہانتک کہ زید آوے
یا یون کہا کہ اگر مین اُس سے کلام کرون تا اینکہ زید اذن دے یا یون بولا کہ اگر مین اُس سے کلام کرون تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اُس سے بات کی قبل قدوم
زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت
عدم کلام کے ہم یمین باقی رہتی ہی قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہی بعد غایت کے تو بعد انتہاے یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو صریح
ہی مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہی اسواسطے کہ اصل الا مین استثنا ہی لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازا استعمل ہوتا ہی جبکہ استثنا متعذر ہو اسواسطے
کہ استثنا اور شرط اور غایت مین یہ مناسبت ہی کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہی مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلہما سقط الحلف اور اگر زید
مر گیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہو گئی اسواسطے کہ بر یمین کا محل ہی نہ باقی رہا قید بتاخیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال امراتہ طالق الا ان یقدم زید لم یکن للغایۃ

بی للشرط لان الطلاق ممالا یحتمل التاقیت فلا تطلق بقدومه بل بموته مصنف نے مثال مذکور کو مقید بتاخیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین جزا کو مقدم کرے سو یون کہے کہ اُسکی عورت مطلقہ ہی مگر یہ کہ زید آوے تو اِس صورت مین الا واسطے غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہی اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے مم الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہی جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق اُسکا محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہی تو گویا اُسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہی تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع ہوگی بلکہ اُسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہی کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمه واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینه الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقط والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینه غایة وفاتت الغایة بطل الیمین بها خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجھ سے نہ بولونگا یہان تک کہ مثلاً زید مجکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ مین تجھکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار نے قسم کھائی کہ البتہ اُسکا قرض آج ادا کریگا پھر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرضدار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجائیگی اور اصل سقوط کی یہ ہی کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اُسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہوجاویگی امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمة مازال وما دام وما کان غایة ینتهی الیمین بها فلو حلف لا یفعل کذا ما دام ببخارا ای مخرج منها ثم رجع ففعل لا یحنث لانتهاء الیمین کلمہ مازال اور مادام اور ماکان کا غایت کیواسطے ہی تو یمین اُسی کے ساتھ آخر ہوجاویگی تو اگر قسم کھائی کہ ایسا نہ کریگا مادام اسکہ بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام مادام فی ملک فلان فباع فلان بعضه لا یحنث باکل باقیه لانتهاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم کھائی کہ اس طعام کو نہ کھاویگا جب تک کہ فلانے کی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اُس طعام سے کچھ بیچا تو باقی طعام کے کھانے سے حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقته بعده ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقه بعده بحر اور اسی طرح قسم کھائی کہ مجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یون کہا کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تجکو حاکم کے پاس لیچلون آج کے دن تو حانث نہ ہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا اور اُسنے اسکو نہ چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ حالف نے اُسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کیواسطے اُسیدن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفه فاعترف الخصم او ظهر شهود سقط الیمین لتقییده من جهة المعنی بحال انکارہ کما سیجیی فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم کھائی اِسکی کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ پر کھینچ لیجاویگا اور قسم دلا دیگا پھر اقرار کیا اُسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہوجاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفه لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسه او صدیقه او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبه او لا یاکل طعامه او لا یرکب دابته ان زالت اضافته ببیع او طلاق او عداوة وکلمه لم یحنث فی العبد ونحوه مما یملک کالدار اشار الیه بهذا او لا علی المذهب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار اور اس قسم مین کہ فلانے کے مثلاً زید کے غلام سے کلام نہ کریگا یا اُسکی زوجہ یا اسکے دوست سے یا اُسکے گھر مین نہ داخل ہوگا یا اُسکا کپڑا نہ پہنے گا یا اسکا کھانا نہ کھاویگا یا اُسکے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ مین یا دشمنی ہونے

سے دوست ہین اور کلام کیا اُس سے تو حانث نہو گا غلام ہین اور اُسکے مانند مین جو قابل ملک ہی چنانچہ گھر خواہ قسم کے وقت اُسکی طرف اشارہ کیا ہو بنا بر قوی مذہب کے یعنی خواہ یون کہا کہ واللہ مین زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یون کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا بہر صورت اُسکے بولنے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہی احرار کے نزدیک تو وہ مانند ثوب اور دار کے ہوگیا مع غلام اس لائق نہین ہوتا کہ شخص حر اُسکے عدم تکلم کی قسم کھاوے تو یہ قسم ہوگی مگر اُسکے مالک کے سبب سے پھر جب اُسکا دوسرا مالک ہو گیا بیع سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا لہذا حانث نہو گا اور یہی حکم ہی ترک دار اور ثوب اور طعام کا و فی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من المرأۃ والصدیق لا الدار لانہا لا تکلم فتکون الدار سکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اُسکے غیر مین یعنی غیر عبد کے کلام کرنے مین مراد غیر عبد سے زوجہ اور دوست ہی نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہین تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا یہ طریق اولی معلوم ہی سو خبردار ہو جا ماتن نے مثال مین اول عبد و زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل مین اول عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد مین دار بھی داخل ہی لیکن حکم ثانی مین وہ شامل نہین لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہی اس دلیل سے کہ دار لائق کلام نہین تو اُسکا حکم مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہین کیا تو اُسکے ذکر سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے بطریق اولی معلوم ہی تو اُسکے حکم کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی وجہ اولویت کی یہ ہی کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہ ہوا حالانکہ عبد مین عقل ہی کراہت ذاتی اُسمین سے ممکن ہی تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہ ہوگا اسواسطے کہ دار مین تعقل نہین کہ اُسکے دخول سے کراہت ذاتی متصور ہو پھر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو آگاہ کر دیا کہ تعمیم ماتن غیر مناسب ہی ان اشار و بہذا او عین حنث لان الحر یہجر لذاتہ وان لم یشر ولم یعین لا یحنث وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد مین یعنی زید کی زوجہ اور دوست کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اُسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہوگا زوال اضافت کے اسواسطے کہ حر بالذات بھی چھوڑا جاتا ہی اور اگر اشارہ نہین کیا اور نام اُسکا لیا یعنی یون کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نہ کریگا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہ ہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور زوجہ جدیدہ کے کلام سے تجدد کی صورت یہ ہی کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لا یکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد ما باعہ حنث لان الاضافۃ للتعریف ولذا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کھائی کہ مثلاً اس طیلسان والے سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کیواسطے ہی کچھ قید نہین اور اسیواسطے اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کریگا تو حانث نہ ہوگا طیلسان معرب ہی تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہی سیاہ اور مدور اُسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہی کذا فی المنح الزمان والحین ومنکرہما ستۃ اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اُس سے چھ مہینے ہین ابتدار حلف سے اسواسطے کہ چھ مہینے متوسط استعمال ہی زمان اور حین کا مع حین گاہے زمان قلیل مین مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہان ساعت سا ہی اور گاہے حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی (ہل اتی علی الانسان حین من الدہر) انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہین اور حین سے چالیس سال مراد ہین اور گاہے حین چھ مہینے مین مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی (تؤتی اکلہا کل حین) ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہان چھ مہینے مراد ہین اور چونکہ چھ مہینے متوسط رتبہ ہی استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف مین اسی قدر مراد ہوگا اسلیے کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر موقوف نہین بلا قسم بھی متصور ہی اور چالیس برس کی مدت دراز ہی بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہین لہذا متوسط رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا استعمال مین حین کے برابر ہی ما رایتک منذ حین ومنذ زمان ایک ہی معنی مین مستعمل ہی کذا فی المنح والطحطاوی وبہا ای بالنیۃ مانوی فیہما علی الاصح بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان مین کریگا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع یعنے چھ مہینے کی تقدیر حین اور زمان مین اُسوقت ہی جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نہ کی ہو اور در

صورت نیت اُسکی نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی وغرۃ الشہر وراس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہو
واولہ الی ما دون النصف واخرہ اذا مضی خمسۃ عشر یوما فلو حلف ان یصوم اول یوم من اخر الشہر وآخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر
اول شہر نصف مہینہ سے کم تر تک ہو اور آخر شہر اسوقت سے ہو جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر
دن مین روزہ رکھیگا تو پندرھوین اور سولھوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولھوین آخر شہر کا پہلا روز ہو اور پندرھوین اول شہر کا پچھلا دن ہو طحطاوی نے
کہا کہ ماتن کو مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہو جیسا کہ قہستانی نے کہا ہو اسواسطے کہ پندرھوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہی
والصیف من حین القاء الحشو الی لبسہ ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اُسوقت سے ہو جب روئی بھرا کپڑا اتار ڈالا جاوے یہانتک کہ پھر اُسکے پہننے کی نوبت
آوے اور سردی کا موسم اُسکے بالعکس ہو کذا فی البدائع م فتاوے عالمگیری مین واقعات سے منقول ہو کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہو
اور قول مختار یہ ہو کہ اگر قسم کھانے والا اُس شخص مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون
تو اُسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہ ہو جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اُسکی بالعکس ہو
اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہو اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہو اول شتا تک وفی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ہو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف
عند عدم النیۃ اور اس قسم مین کہ کلام نہ کریگا اُس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہو یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کیوقت یعنی درصورت
نیت اُسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اُسوقت ہو جب کہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودہر منکر لم یدر وقالا ہو
کالحین وغیر خاف انہ اذا لم یرد عن الامام شیء فی مسألۃ وجب الافتاء بقولہما اور دہر منکر کو امام اعظم نے نجانا کہ اُسکی حد کیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ وہ
مانند حین کے ہو یعنی چھ مہینے پر محمول ہو اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہوئی کسی مسئلہ مین تو اُسمین فتوی دینا صاحبین کے
قول پر واجب ہو کذا فی النہر الفائق م اعظم نے دہر منکر مین یعنی جسپر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہو اسواسطے کہ استعمال دہر کا
اُمور ثلثہ پر یعنے مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اُسکی تقدیر کیجیے اور اقل زمان متیقن تھا لیکن اُسکی
عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہو اسواسطے کہ لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بھی متصور ہو لہذا اُسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہو امام
کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اُسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی
کے حاشیہ مین ہو کہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہ ہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل
کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین مصرح کہا ہو اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہو کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو
امام شافعی کی طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے
رضی اللہ عنہم اجمعین فی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسألۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن جبرئل علیہ السلام ایضا
اور سراج مین ہو کہ توقف کیا ہو امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون امامون سے منقول ہو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور جبرئل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہو جو کرمانی مین مذکور ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہی فرمایا کہ
مین نہین جانتا جبرئل سے دریافت کرونگا جبرئل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جلشانہ نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہین اور
مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنیوالون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب پیچھے آتے ہین اور اول نکلجاتے ہین اور
حقائق مین کہا ہو کہ اسمین تنبیہ ہو عالم اور مفتی کیواسطے کہ جو امر معلوم نہ ہو اُسمین توقف کرنے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نکرے اسواسطے کہ درصورت عدم علم

جرات کرکے مسئلہ بناتا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے نو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم مین یون بیان کیے ہین نظم
حمل الامام اباحنیفۃ دینہ + ان قال لا ادری لتسعۃ اسولہ + اطفال اہل الشرک این محلہم + وہل الملائکۃ الکرام مفضلہ + امام ابنیاء اللہ ثم اللحم من + جلالۃ انی لطیب
الاکل لہ + والدہر مع وقت الختان وکلبہم + وصف المعلم ای وقت حصلہ + والحکم فی الخنثی اذا ما بال من + فرجیہ مع سور الحمار المشکلہ + او جائز نقش الجدار المسجد + من وقفہ
ام لم یجز ان یفعلہ + کذا فی الطحطاوی الایام وایام کثیرۃ والشہور والسنون والجمع والازمنۃ والاحائین والدہور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور
ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احائین اور دہور کے الفاظ مین بشرط معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہین اسواسطے کہ لفظ عشرہ
اُن الفاظ مین اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہین ہم یعنی ایام کے لفظ مین دس روز مراد ہونگے اور شہور مین دس مہینہ اور سنون مین دس برس اور جمع مین دس
جمعہ اور ازمنہ مین دس زمانہ اور احائین مین دس حین اور دہور مین دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام اقتضی استعمال لفظ
جمع کی طرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت عرب مین بولتے ہین ثلثۃ رجال واربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہوتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل
نہین ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح مین جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے دن کی جمع ہے تو اگر قسم کھائی کہ لا یکلمہ الجمع تو یمین دس
دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام مین بولے گا تو حانث نہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہے ہان اگر لفظ جمع سے حالف
اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم مین کہ لا یکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے
کہ سابق مین مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہے تو جب چھ مہینے کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہین و منکرہا
ثلثۃ لانہ اقل الجمع ما لم توصف بالکثرۃ کما مر اور الفاظ مذکور جبکہ نکرہ ہون بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جبتک نکرہ
موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ماتن کے قول مین لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو یہین جمع منکر تین پر محمول نہین بلکہ دس پر محمول ہے اور
اسیطرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہونگے حلف لا یکلم عبیدا او عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث وان
کان لہ ای لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ غلامون کسے یا فلانے کے غلامون سے کلام نکریگا یا اسکے جانورون پر سوار نہوگا یا اسکے کپڑے نہ پہنیگا
پھر انہین سے تین کو عمل مین لایا یعنی اسکے تین غلامون سے بات کی یا اسکے تین جانورون پر سوار ہوا یا اسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص
کی ملک مین ہر نوع تین تین سے زیادہ ہون ہم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہین اور شارح نے عبیدا کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہوجاوے
کہ یہان منکر اور مضاف مین کچھ فرق نہین والا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث وتصح نیۃ الکل اور اگر ویسا نہ کیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہوگا
اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلامون کی یا تمام جانورون کی یا سب کپڑون کی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاءً صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او اصدقائہ
او اخوانہ لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی ہؤلاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اسکے دوستون یا اسکے بھائیون
پر ہو تو حانث نہوگا جبتک کل سے کلام نکریگا جس نوع کا کہ اسنے نام لیا ہے یمین مین اسواسطے کہ رد کنا کلام کا ان لوگون سے کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین
متعلق انہون کی ذاتون سے ہوگی ہم بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہان یمین متعلق ہے ان ذاتون سے جو فلانے کیطرف منسوب ہین اور چونکہ نسبت
بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل مین لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب فلانے کے لائق نفرت کے
نہین لہذا وہان نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حریت کے لائق نفرت ہین لہذا وہان نسبت کا اعتبار نہین گویا یون کہا لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا
اخ واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاصدقاء والزوجات قلت وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع للواحد کما فی الاشباہ
اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیون سے کلام نکریگا تو اگر اسکا سواے ایک کے دوسرا بھائی نہو سو اگر حالف اسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلیے کہ اس نے

باعث ہوا امام ابو حنیفہ
اٹکا دین اس بات کی کرونا
لا ادری کہ نو سوالون کے
جواب مین اول اطفال
مشرکین کا محل کہان ہے
دوزخ یا بہشت دوم
فرشتے افضل ہین یا انبیاء
علیہم السلام سوم گوشت
نجاست خوار جانور کا
کھانا کب اچھا ہوتا ہے
چہارم دہر سے کیا مراد ہے
پنجم وقت ختنہ
کی کسی عمر مین
ششم کتے کی صفت تعلیم
یافتہ ہونے کی کب حاصل
کرتا ہے ہفتم حکم خنثی مشکل مین
کیا ہے جبکہ اپنی دونون پیشاب
گاہون سے پیشاب کرتا ہو
ہشتم گدھے کا جھوٹا پاک ہے یا
ناپاک ہے نہم مسجد کا نقش
نگار وقف مسجد سے درست
ہے یا نہین ۱۲ سال مین
کلام کریگا اس کی بابت
زمانے ۱۲ سال مین کلام
مین ان لوگون سے
۱۲

جانکر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا نجانتا ہوگا تو حانث نہوگا کذا فی الواقعات سواسطے کہ اُسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہین کیا نہر الفائق مین زوجات اور
اصدقا کو بھائیون کے ساتھ ملحق کیا ہو تفصیل مذکور مین شارح کہتا ہو یہ مسئلہ اُن چارون مسائل سے ہو جنمین صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہو کذا فی الاشباہ مسئلہ اول
کی کتاب الیمین مین ایک مسئلہ بھائیون کا ہو جو مذکور ہوچکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہو یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اُسکا ایک ہی لڑکا ہو اور تیسرا مسئلہ
یہ ہو کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر مین رہتے ہین اور سوا اسکے کوئی باقی نرہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیان نہ کھاویگا اور اس
اناج مین ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی واما الاطعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعہد ان امکن والا فللجنس وہو نوی الکل
صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا درصورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہو واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو
تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کریگا تو صحیح ہو یعنی اگر قسم کھائی کہ لاآکل الاطعمۃ تو جس طعام کی حالف کے شہر مین عادت ہوگی اُسی کے کھانے سے حانث ہوگا اور
اگر طعام احد کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد مین بھی ہوتا ہو اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یون کہا کہ لاآکل اطعمۃ تو تین طعام سے کم سے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہو طلاق اور عتاق کی یمین مین الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والوسط لفرد بین العددین
المتساویین اس باب کے بعض مسائل مین قاعدہ یہ ہو کہ میت ولد اپنے غیر کے حق مین ولد ہو اور اپنی ذات کے حق مین ولد نہین اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہو اور
اخیر فرد لاحق کا نام ہو اور وسط اُس فرد کا نام ہو جو برابر دو عدد کے درمیان مین واقع ہو مع ولد میت غیر کے حق مین ولد ہو یعنے اُسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہو
حاملہ کی اور اُسکے تولد کے بعد کا خون نفاس ہو اور ماں اُسکی ام ولد ہو جاتی ہو اور اُسکے تولد سے طلاق معلق بالولادۃ واقع ہو جاتی ہو لیکن ولد میت اپنے حق مین
ولد نہین یعنی اُسکا نام نہین رکھا جاتا اور اُسکو غسل نہین دیا جاتا اور اُسپر نماز جنازہ نہین پڑھی جاتی اور وہ وارث نہین ہوتا اور وصیت اُسکے حق مین نافذ نہین
ہوتی اور آزاد نہین ہوتا اور اول کے مفہوم مین عدم تقدم غیر ضرور ہو لیکن وجود فرد متاخر لازم نہین اور اخیر کے مفہوم مین وجود فرد سابق لازم ہو تو اگر شارح اول
کی تعریف یون کرتا کہ اول وہ ہو جسپر اُسکا غیر مقدم نہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان المتصف باحدہا لایتصف بالاخر للتنافی ولا کذلک الفعل لعدمہ لان
الفعل الثانی غیر الاول فلو قال اخر تزوج اتزوج فالتی اتزوجہا طالق طلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الاخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الاخر اور
قاعدہ یہ ہو کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہوگی یعنے جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف باخریت
نہین ہوسکتی بسبب مخالفت کے اور نہین ہو ایسا فعل یعنے فعل البتہ موصوف باولیت وآخریت ہوتا ہو بسبب عدم تخالف اور تنافی کے اسواسطے کہ فعل
ثانی جو موصوف بالآخریت ہو وہ غیر ہو فعل اول کے جو موصوف باولیت ہو تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو مین کرون تو جس سے یہ پچھلا نکاح کرون وہ مطلقہ
ہو تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دو بار نکاح کیا اسواسطے کہ اُسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہو تو پہلا نکاح عورت کا وہی
آخر ہو مع ایک عورت سے دو بار نکاح کرنے کی یہ صورت ہو کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف
باولیت ہوا اور دوسرا موصوف باخریت ہوا اور اگر یون کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہو بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دے
پھر اُس سے نکاح کرے پھر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہوچکی اب وہ پچھلی نہین ہوسکتی بسبب
تنافی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مر ان الاول اسم لفرد سابق وقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کرون وہ آزاد
ہو پھر اُسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ اول اُس فرد کا نام ہو جو سابق ہو اور وہ امر حاصل ہوا مع ثانی نے کہا کہ وجود سابق
مین بیان تامل ہو اور شاید وجہ تامل کی یہ ہو کہ سابق لاحق کا مقتضی ہو اور لاحق یہان موجود نہین تو اگر شارح یون کہتا کہ اول وہ فرد ہو جسپر کوئی مقدم نہو تو خوب

ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ولو اشتری عبدین معا ثم اٰخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلامون کو ساتھی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہو گا بسبب عدم فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خریداری پر تھی سو وہ غلام کی خریداری متحقق نہین اور تیسرا غلام اول نہین فان زاد بکلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث عملا بالوصف پھر اگر قول مذکور مین وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہو گا وصف پر عمل کرنے سے م یعنی اگر یون کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا مین خرید کرون وہ آزاد ہی تو تیسرا آزاد ہی اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہی جو تنہا خرید ہوا یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام جسکو سیاہ خرید کرون یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنے پہلا غلام جسکے دینارون سے خرید کرون تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہو گا یا دو غلام درم سے خرید ہوئے ہونگے اور تیسرا دینارون سے تو وہ آزاد ہو جاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحدا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولی فلا یعتق بالشک وجوز فی البحر نصبہ صفۃ للعبد فہو کوحدہ وجوز فی النہر الرفع خبر المبتدا المحذوف فہو کواحد اور اگر کہا کہ غلام جسکو مین خرید کرون درحالت وحدۃ وہ آزاد ہی پھر اُس نے دو غلام خرید کیے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہ ہو گا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال مین محتمل ہی کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولے سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونون سے واقع ہو سکتا ہی تو آزاد نہ ہو گا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہان لفظ وحدہ کا حال نہین پڑ سکتا ہی بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق مین واحد کے لفظ مین جو تجویز کیا ہی باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجاے وحدہ ہو گیا یعنی عبد ہی کا وصف ہو گا نہ مولی کا تو غلام آزاد ہو جاویگا اور نہر الفائق مین رفع واحد کا تجویز کیا ہی مبتدا محذوف کی خبر ڈال کر یعنے ہو واحد تو اس تقدیر مین مانند اول عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فہو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف المکیلات والموزونات للمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا مین مالک ہون سو وہ آزاد ہی پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہو گا اور یہی حکم ہی کپڑونکا بخلاف کیلی اور وزنی چیزون کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی م نصف غلام کا پورا غلام نہین تو عبد کامل کے نام مین نہ شریک ہو گا تو عبد کامل سے فردیت اور اولیت کے نام کو قطع نہ کریگا بخلاف کیل اور موزون کے یعنی اگر یون کہا کہ اول سیر جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہی پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اُسپر کچھ لازم نہو گا اسواسطے کہ کیل اور موزون مین نصف کل مین شریک اور مزاحم ہو جاتا ہی اسواسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہو جاتا ہی یعنی آدھ سیر کو جب آدھ سیر سے ملائے تو پورا سیر ہو جاتا ہی اور ثوب اور عبد مین یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہین کذا فی المنح قال اٰخر عبد املکہ فہو حر فملک عبدا فمات الحالف لم یعتق اذ لا بد للاٰخر من الاول بخلاف العکس کالبعد لا بد لہ من قبل بخلاف القبل کہا پچھلا غلام جسکا مین مالک ہون سو وہ آزاد ہی پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مر گیا تو وہ غلام آزاد نہو گا اسواسطے کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہی سو یہان موجود نہین بخلاف بالعکس کے یعنی اول کیواسطے آخر کا ہونا ضرور نہین جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہی بخلاف قبل کے کہ اُسکے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہین فلو اشتری الحالف المذکور عبدا ثم عبدا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مر گیا تو دوسرا غلام آزاد ہو گا خرید کے وقت سے مستند ہو کر تو اعتبار اُسکے عتق کا کل مال سے ہو گا اگر خرید اُسکی حالف کی صحت مین ہوئی ہوگی اور نہین تو ثلث مال سے آزاد ہو گا م وجہ استناد کی یہ ہی کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا ہی اسواسطے کہ حیات مین تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہی اور فی الحقیقۃ متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت کے وقت شرا سے ثابت ہی لہذا اُسکا عتق بھی وقت شرا سے ہو گا وعلیہ فلا یصیر فارا لو علق البائن بالاٰخر خلافا لہما اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہو گا اگر اُسنے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے م یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح مین کرون مطلقہ ہی تو امام کے نزدیک نکاح کیوقت سے طلاق واقع ہو گی لہذا وہ فار نہ ہو گا تو اگر اُس سے صحبت کی ہو گی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور

عدت اسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی
عدت مین جو ابعد ہوگی وہ اُسپر واجب ہوگی کذا فی المنح واما الوسط ففی البدائع انہ لا یکون الا فی وتر فثانی الثلثۃ وسط وکذا ثالث الخمسۃ وہکذا اور فرد وسط کا
(زیادہ دونون والی ۱۲)
بیان تو بدائع مین یون ہے کہ متوسط متحقق نہین ہوتا مگر طاق عدد مین تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلی ہذا
القیاس اور جفت مین متوسط متحقق نہین ہوتا تو جب ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نہ رہا پھر جب
پانچوان خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خریدا تو نہ بھی متوسط نہ رہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ مین متوسط ہونا ثابت
نہین ہوسکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو مین خرید کرون آزاد ہے تو بعد موت مولی کے تین مین دوسرا اور پانچ مین تیسرا آزاد ہوگا امام
کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھ تو کوئی آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت
فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر تو جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا جسکے اعضا ظاہر ہوگئے
پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہون یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہوگا بخلاف فہو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق
بالموت بخلاف الولد او الولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنے بعد اسکے زندہ لڑکا جنے تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل
ہو جانے مملوکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہو جاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے
کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس ببشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف مین
اُس خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہین عرف مین بلکہ لغت مین اسکو بھی بشارت کہتے ہین اور بنابر
لغت کے یہ قول ہے حقتعالی کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دردناک کی اور یمین مین عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خرج الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست ہو تو
اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہین یعنی جھوٹی خبر بشارت نہین لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکی بشارت دی گئی وہ
اسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنادی تو جسنے اول خبر دی اُسکی خبر کو بشارت کہینگے
نہ اُسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہو چکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فہو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی
نے کہا کہ جو غلام مجکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اُس وجہ سے جسکو ہم ابھی
بیان کر چکے ہین وتکون بکتابۃ ورسالۃ مالم ینو المشافہۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھکر بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہے جبتک مولی نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نکی
ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسول اور
اگر مولے کے بعضے غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اُسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہین تو پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا یعنے
اگرچہ پیام پہونچانیوالے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھسے پیام کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اُس نے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانے والا
آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققہا من کل بدلیل فبشروہ بغلام علیم اور اگر مولے کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہونچائی بلا تقدم
تاخر تو سب آزاد ہو جاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم
علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت مین جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ مین فبشروہ کہا
مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحرالرائق کے حالانکہ قرآن مجید مین وبشروہ ہے والبشارۃ لا فرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہا بخلاف الخبر فانہ
یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کی لفظ مین کچھ فرق نہین درمیان ذکر کرنے بای جارہ کے اور اُسکے عدم ذکر مین یعنی خواہ بشارت کے ساتھ بای جارہ مذکور ہو

یا نہو بہر صورت لبشارت مخصوص بصدق ہی بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ بارجارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہی چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر
اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہی امر مذکور مین یعنی بارجارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہی اور بدون اسکے صدق اور کذب دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ کتابت عبارت ہی
جمع حروف سے مطلقا الاعلام لابد فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لایفیدہ بدائع اور اعلام کی لفظ مین صدق خبر ضروری ہی
اگرچہ بدون بارجارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اسواسطے کہ اعلام عبارت ہی اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہین کذا فی البدائع قاعدۃ النیۃ
اذا قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلاً بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہی کہ جب نیت مقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید کرنا مثلاً
بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہی عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لم تقارن العلۃ او قارنتها والرق غیر کامل کام
الولد لا یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہی کہ مملوکیت معتق کی کامل ہی تو کفارہ دینا اُس عتق سے صحیح ہی اور اگر ایسا نہ ہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی مقارن
نہو یا مقارن ہو علت کی درحالیکہ مملوکیت غیر کامل ہی چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین پھر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اسکلے قول کو اُسپر متفرع کیا
فصح شراء ابیہ للکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہی بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ
خرید علت ہی عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکور کے بلا شبہہ تکفیر صحیح ہو گی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا نہ خرید کرنا اُس غلام
کا جسکی آزادی کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے م چنانچہ اگر کہے کہ مین فلانے کو خرید کرون تو وہ آزاد ہی پھر اُسکو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہین
اسواسطے کہ شرط صحت اتصال نیت کا ہی ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہی اور خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہی تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ
نہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقها عن کفارتہ بشراءها لنقصان رقها اور صحیح نہین کفارہ کے واسطے خرید کرنا
منکوحہ لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے مثل لیکر بسبب ناقص ہونے اُسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر کہا اگر مین تجکو خرید
کرون تو تو آزاد ہی میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اُسکو خرید کیا تو مجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت
اُسکی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق یعنی ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہ ہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اُسین ناقص ہی حالانکہ قاعدہ مین
مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراها حیث
تجزیہ عنها للمقارنۃ کاتہاب وصیتہ ناویا عند القبول بخلاف ارث لما مر زیلعی بخلاف اُسکے یہ ہی کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر مین تجھکو خرید کرون تو تو آزاد ہی میری قسم
کے کفارہ کی طرف سے پھر اُسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کے واسطے کافی ہی بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہی ہبہ قبول کرنے اور وصیت
مین قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اُسمین قران نیت کا کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی م شرح زیلعی مین مذکور ہی کہ اگر اُسکے قریب نے
اُسکو غلام ہبہ کیا یا اُسکے واسطے غلام کی وصیت کی سو اُسنے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہی بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی الطحطاوی
وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسراها وہی فی ملکہ حینئذ ای حین علقہ لمصادفتہا الملک اور اس قول سے کہ اگر مین حرم بناؤن کسی
لونڈی کو تو وہ آزاد ہی اُس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولی نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اُسکے ملک مین تھی اُسوقت یعنی اُسکی تعلیق کے وقت بسبب تحقق
ہونے تعلیق کے ملک مین لا تعتق من اشتراها فتسراها آزاد نہوگی وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اُسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت
الی الملک کے صحیح نہین وثبت التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہی حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے
ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہی کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہی کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے م تسری عبارت ہی اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین وتشدید را مہملہ
و یاء تحتیہ مشددہ حرم ہی یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف مین آوے سریہ یا سرور سے ہی اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہی اور مولی بھی اُس سے خوش ہوتا ہی

یا ستر یعنی جماع اور خفا سے ہی اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہین اور تحصین عبارت اس سے ہی کہ اسکو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی
ولو قال ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر و تسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت و عتق افاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع
لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر مین کسی لونڈی کو حرم بناؤن تو تو مطلقہ ہی یا میرا غلام آزاد ہی پھر اُسنے حرم بنایا اُس لونڈی
کو جو اُسکی ملک مین تھی یا اُس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہوجاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس
مثال مین اور مثال سابق مین اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق
کو یاد رکھنا چاہیے م ایک عالم معصر صاحب بحرالرائق سے خطا ہوگئی کہ اُسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے
سے وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امۃ فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہوکر حرم
بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہی اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین لہذا وہ لونڈی آزاد نہین ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اُسکی
تعلیق ہر شرط سے صحیح ہی شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے امر کیا تا دوسرا عالم خطا کرے **کل مملوک لی حر عتق عبیدہ و مدبروہ وعبیدہ فی نیۃ الذکور لا الاناث**
وامہات اولادہ لملکہ یدا ورقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہی تو اس قول سے اُسکے سب غلام اور مدبر اور اُسکی سب لونڈیان ام ولد آزاد ہوجاوینگی بسبب اُنکے مملوک ہونیکے
تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اُسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت مین نہ اناث کی نیت مین م یعنی اگر مولی کہے کہ مین نے اس قول سے غلامون کی آزادی
کی نیت کی نہ لونڈیون کی تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہی نہ قضاءً اور اگر کہے کہ مین نے اس قول سے لونڈیون کا عتق مراد لیا نہ
غلامون کا تو مطلقاً تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہی نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہین لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہون تو لفظ مذکر کا
مستعمل ہوتا ہی بطریق تغلیب کے تو اسصورت مین اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی **لا مکاتبۃ الا بالنیۃ ومعتق البعض کالمکاتب لعدم الملک** یدا نہ آزاد ہوگا قول
مذکور سے مکاتب اُسکا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہوچکا ہی وہ مکاتب کے مانند ہی بسبب عدم ملک کے مکاتب پر ازراہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی
کل مرقوق لی حر ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر مین ہی اس قول مین کہ ہر مرقوق میرا آزاد ہی لائق یہ ہی کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد
مین رقیت کمتر ہی مکاتب سے **ہذہ طالق او ہذہ و ہذہ طلقت الاخیرۃ وخیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار** لان او لاحد المذکورین وقد ادخلہا بین الاولیین و
عطف الثالث علی الواقع منہما فکان کاحدہما طالق وہذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتون سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہی یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اُسکو اختیار رہیگا پہلی دو
عورتون مین جسکو چاہے اُنمین سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہی عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی مین یا ترجمہ ہی دو امر مذکورین مین سے ایک امر کے واسطے ہی اور اُسکو
زوج نے داخل کیا ہی پہلی دو عورتون کے درمیان مین اور عطف کیا تیسری عورت کو اُس مطلقہ پر جسپر اُن دونون مین سے طلاق واقع ہوئی ہی تو قول مذکور
اس قول کے مانند ہوگیا کہ تم دو عورتون سے ایک مطلقہ ہی اور یہ مطلقہ ہی م اور عتق کی مثال یون ہی کہ مولی نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہی یا یہ تو
تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلامون مین تعیین عتق کا مولی کو اختیار رہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہی کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین یا خالد کے اور محمود کے
تو پانسو درم محمود کے ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو مین مقر کو بیان کا اختیار ہی چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یصح عطف
ہذہ الثالثۃ علی ہذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہین اس تیسری عورت کا عطف کرنا اُس دوسری عورت پر بسبب لزوم خبر ڈالنے مفرد کے مثنی سے م یہ جواب
ہی فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہی کہ ہذہ ثالثہ کا عطف بالواو محتمل ہی کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو اُسصورت مین تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب
تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان مین اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان مین ساتھی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہی کہ عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہین ہوسکتا
اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہی یعنی ہذہ طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہین واقع ہوتی اور خبر کو

تثنیہ مقدر کرنا یعنی یوں کہنا او ہاتان طالقان سو جائز نہین اسواسطے کہ معطوف علیہ مین تثنیہ مذکور نہین اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف مین وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی و ہذا اذا لم یذکر للثانی و الثالث خبرا فان ذکر بان قال ہذہ طالق او ہذہ و ہذہ طالقان او قال ہذا حر او ہذا و ہذا حران فانہ لا یعتق احد و لا تطلق بل یخیر ان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ و طلقت الاولی وحدہا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران و طلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اُسوقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اُسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہ دونون مطلقہ ہین یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونون آزاد ہین تو اسصورت مین نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اُسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونون غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونون عورتین مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی و بہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کے عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے م اس مسئلہ کا محل باب دخول و خروج اور سکنی ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا تفاوت وہان بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضرب حنث عند الثانی لا عند الثالث و بہ یفتے کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تا کہ مین تجھکو ماروں تو تو آزاد ہے مثلاً پھر غلام آیا سو مولی نے اُسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد السکوت فصححہ الثانی و ابطلہ الثالث و بہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا و سکت ثم قال و لا کذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیۃ اختلاف صاحبین کا ہے شرط کے ملانے مین یمین معقود کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اُسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہوگا اسطرح کہنے مین کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ م شارح کی عبارت مین نہایت اجمال اور وقت ہے کہ ہر شخص اُسکو سمجھ نہین سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اُسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اُسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہے اور یہ کہکر چپ ہو رہا ایکساعت پھر اسنے بعد اسکے کہا و لا غیرہا یعنی تیری وجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہین رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہوئی اور ان دونون عالمون کا جواب مختلف ہوا بسبب اختلاف صاحبین کی شرط کے ملانے مین ساتھ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہین اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اُسوقت ہے جب شرط سے مضرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق مین اُسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہین انتہے کذا فے الطحطاوی

باب الیمین فے البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوۃ وغیرہا کی یمین کے احکام مین الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع و اجارۃ لا حنث بفعل مامورہ و کل ما تتعلق حقوقہ بالامر کنکاح و صدقۃ و ما لا حقوق لہ کاعارۃ و ابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر و معبر قاعدہ اسباب مین یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہون چنانچہ بیع اور اجارہ تو امر پر حنث نہین ہوتا اُسکے مامور کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق امر سے متعلق ہوتے ہون جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہون جیسے عاریت دینا اور ابراء کرنا تو امین امر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل مین محض سفیر اور معبر ہوتا ہے م عقود تین قسم پر ہین ایک وہ ہین جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہین لہذا اُنکا اثبات جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہین ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اُس سے متعلق ہوتے ہین چنانچہ نکاح اور طلاق

اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہین جنمین کچھ حقوق نہین چنانچہ اعارہ اور ابرا اور قضا کذا فی المنح عن الخانیہ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان
ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ الہبۃ بعوض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جبکہ حالف اُس قسم کے لوگونمین ہو جو بذات خود کرتے ہون بیع مین اور بیع مین ہبہ
بالعوض بھی داخل ہو کذا فی الظہیریہ ہم قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید فروخت کرنے والونمین ہوگا تو بذات خود بیع یا ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اسکی طرف سے وکیل نے
بیع کی تو حانث نہوگا اسیطرح عقود آیندہ مین سمجھنا چاہیے والشراء ومنہ السلم والاقالۃ بل التعاطی شرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنے مین حانث ہوگا اور خرید مین سلم
اور اقالہ بھی داخل ہو اور بعضون کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ م ظہیریہ مین عدم شراء کے حلف مین اُس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہو جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو
اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولی ہو والاجارۃ والاستیجار فلو حلف لا یوجر ولہ مستغلات اجرتہا امرأتہ واعطتہ الاجر لم یحنث کمن کہا فی ایدی الناس
وکا خذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے مین حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اُسکے مکانات مین جنکو
اُسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور اُسکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہوگا چنانچہ اُن مکانات کو اُنکے رہنے والون کے ہاتھ مین چھوڑنے سے حانث نہین ہوتا اور جیسے
اُس مہینہ کے کرایہ لینے سے جسمین لوگ سکونت کر چکے ہین حانث نہین ہوتا بخلاف اُس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمین اُنھون نے سکونت نہین کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے
کہ آیندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہو لہٰذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے مین
مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہو م قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا
علیہ اقرار کرتا ہو مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہوگا اور اگر مدعا علیہ اُسکے دعوی کا منکر ہو تو اس
صورت مین وکیل سفیر محض ہو تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونون طرح حانث ہوگا یہ حکم اُسوقت ہو جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح
مدعی کی طرف سے ہو تو مطلقا حانث نہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ
فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنے کا باپ
مالک ہو تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہو تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہو تو اُسکے مارنے کا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہو تو وکیل
کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا
یباشر ہذہ الاشیاء بنفسہ حنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء
مذکورہ کو بذات خود نکرتے ہون تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اُسکے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف
اشیاء مذکورہ مین یہ قصد کرے کہ نہ خود کریگا نہ اُسکا مامور کریگا تو صحیح ہو وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعۃ فلو مما یشتریہا
بنفسہ لشرفہا لا یحنث بوکیل والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکور کو گاہے خود کرتا ہو اور گاہے دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو غلبہ معتبر ہوگا یعنے اگر مباشرت غلبہ ہوگی
تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضون نے کہا قماش اور جنس معتبر ہو تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اُسکو خرید کرتا ہو
بسبب اُسکی عمدگی اور خوبی کے تو یمین وکیل کے فعل سے حانث نہوگا اور اگر ذلیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ فی التعلیق لان حق
ہذا النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع مین استقراض بھی
داخل ہو اور استقراض مین وکیل کرنا جائز نہین م توکیل استقراض مین اسواسطے جائز نہین کہ اگر وکیل یون کہے کہ مجکو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور
اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجھسے قرض مانگتا ہو تو یہ رسالت اور امر ہو توکیل نہین اور رسالت استقراض مین جائز ہو جسکو
مامور کا لفظ شامل ہو کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح مین نکاح کرا دینے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکرونگا تو اگر

بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سو اُسنے اُسکا عقد کیا دونون صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اُسکا نکاح کردیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث
ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نکردیگا تو یمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے
والطلاق والعتاق لوقعین بکلام وجد بعد الیمین لاقبلہ کتعلیق بدخول دار زیلعی اور حانث ہوگا مطلقاً اُس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئے ہون بسبب اُس کلام کے جو
بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین
ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہی کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اُسکو با جازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل
ہوگی تو تو مطلقہ ہی یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نکریگا بعد اسکے دخول دار سے طلاق
یا عتاق پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی **والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد** او انکار کما مر اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے
یا انکار مال کی صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین **والہبۃ** ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض
ہو م یہ قول شارح کا منافی ہی قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہی اور حکم بیع کا یہ ہی کہ اپنے فعل سے
حانث ہوتا ہی نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو اُن عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی
کذا فی الطحطاوی م **والصدقۃ والقرض والاستقراض** وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض
مین قبول نہوا ہو م نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور ما بعد ہبہ کی طرف راجع ہی **وضرب العبد** قیل **والزوجۃ** اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے مین اور بعضون
کے نزدیک زوجہ کے مارنے مین بھی م نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہی اور بعضون کے نزدیک ضرب لڑکے کے مانند ہی **والبناء والخیاطۃ**
وان لم یحسن ذلک ظہیریہ اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اُسکو خوب نہ کر جانتا ہو کذا فی الخانیہ **والذبح والایداع والاستیداع** اور ذبح کرنے
مین اور کسی کے پاس ودیعت رکھنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ **والاستعارۃ** ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسی
طرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ
م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اُسکو مقتضی ہی کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہی حالانکہ نکاح اور بعد نکاح
مین وکیل محض سفیر ہی تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہی چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اغلب کہ تاتارخانیہ کی عبارت
عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہی تو اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے **وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ** ولیس منہا التکفین الا اذا اراد التر دون
التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوۃ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا
مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے دلانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اُسکو لباس نہ دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر
محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر بہ نیت مذکور اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہی تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین **والحمل** اور حانث ہوگا
مطلقاً بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نلادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہی اسواسطے کہ اجارہ کی صورت
مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہو چکا دو ذکر منہا فی البحر نیفا و اربعین اور بحر الرائق مین اشیاء مذکورہ جنمین اپنے فعل سے حانث ہوتا ہی چالیس
اور چند عقود کو مذکور کیا ہی م نہر الفائق مین ان امور سے چوالیس[۴۴] امر کو مذکور کیا ہی بائیس[۲۲] تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا ہی باقی مذکور ہوتے ہین ہدم قطع قتل شرکت ضرب
زوجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر بہ نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیہ نظم

والذی بالاحنث فیہ لفعل الوکیل لانہ الا الفعل مشیرا الی حنثہ فیما بقی فقال س لفعل وکیل لیس بحنث حالف ج بیع شراء صلح مال خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ کذا قسمۃ

والحنث فی غیرہا اثبت ٭ اور نہر الفائق میں شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرے والد نے منظوم کیا ہے اُن مسائل کو جنمیں وکیل کے فعل سے حنث نہیں ہوتا ہو اسواسطے کہ وہ کم ہیں اس طرف اشارہ کر دیا نظم سے کہ انکے سوا باقی مسائل میں حنث ثابت ہے وکیل کے فعل سے تو یون کہا ہے کہ وکیل کے فعل سے حانث نہیں ہوتا حالف بیع شراء صلح مال خصومت اجارہ استجارہ ضرب ولد قسمت میں اور ان مسائل کے غیر میں حنث ثابت ہے **ولام دخل** مبتدا خبرہ اقتضے الاتی **علی فعل** اراد بدخولہا علیہ قربہا منہ ابن کمال **تجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصباغۃ وبناء اقتضی** ای اللام **امرہ** ای توکیلہ لیخصہ بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص ولا تحقق الا بامرہ المقید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہوا اُس فعل پر جسمین غیر کے واسطے نیابت جاری ہے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اُسکے امر کو یعنی اُسکے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کردے فعل کو ساتھ اُسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اُسکے امر کے جو توکیل کا مفید ہے متحقق نہیں ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت میں لام کا لفظ مبتدا ہے اور خبر اسکی لفظ اقتضی ہے اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہے کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہے بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہے چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کما عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور نظیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ محلوف علیہ کے امر میں یہ شرط ہے کہ اُسنے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اسکا مراد نہیں کذا فی الطحطاوی **فلم یحنث فی ان بعت لک ثوبا ان باعہ بلا امرہ** لانتفاء التوکیل **سواء ملکہ** ای المخاطب ذلک الثوب **اولا** بخلاف الو قال ثوبا لک فانہ یقتضی کونہ ملکا لہ کما یجیء تو اس یمین میں ان بعت لک ثوبا میں یعنی یون کہتے ہیں کہ اگر بیع کروں تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اُس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے کہ یون کہے ان بعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اُسکا ان بعت لک ثوبا میں لام اُس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جسمین غیر کی نیابت ہو سکتی ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہو گیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب نے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اسکی بیع سے حانث ہوگا جیسے اسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا **فان دخل اللام علی عین** ای اسم **او علی فعل لا یقع** ذلک الفعل **عن غیرہ** ای لا یقبل النیابۃ **کاکل وشرب ودخول وضرب الولد** بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ **اقتضی دخول اللام ملکہ** ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص سو اگر لام داخل ہو عین پر یعنی ذات پر یا اُس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہیں ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہیں ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور ولد کا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اسکی ملک کا مقتضی ہے یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ مالک ہونے میں نہایت اختصاص ہے ۔ لام ہر حال میں اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت میں اختصاص امر کی طرف منصرف ہے اور یہان ملک کی طرف **فیحنث فی ان بعت ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ** ہذا نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین میں ان بعت ثوبا لک یعنی اگر میں بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچے گا یہ مثال ہے عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہے اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہے کہ اگر میں وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہے ۔ تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا واما نظیر دخولہ علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ **وکذا** ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب **قولہ ان اکلت طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب** کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اُس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہیں ہوتا اُسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنی مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونے کی اشتراط میں ان اکلت لک طعاما یعنی اگر میں کھاؤں تیرا خاص کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالوں میں اسکا مقتضی ہے کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک میں ملک مخاطب کا مقتضی ہے اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہے بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح

کے اسباب سے ہو م منح الغفار مین مذکور ہو ہر چند بیان لام ظاہر مین اکل سے متعلق ہو لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہو یعنی لهذا مملوکیت طعام اسمین شرط نہوئی و اما
ضرب الولد فلا یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل یراد الاختصاص بہ اور ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک متصور نہین بلکہ اختصاص ولد کا ساتھ والد کے مراد ہو م
تو اپنے خاص الدکی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکون نے کیا تو اُسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص
کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار اور ضرب لدکو مذکور کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نہ تھی لهذا شارح نے اُسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا
حموی نے کہا اس دار کے دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہو یعنی وہ دار جو اُسکی طرف منسوب ہو کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اکرایہ والے گھر کے داخل ہونے
سے بھی حنث ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہو کہ اختصاص لام جب اُس ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی
کے بعد واقع ہو تو دو حال سے خالی نہین یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اُسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہوا اور دونون صورت مین یا فعل محتمل ہو نیابت کا یا
نہین سو اگر نیابت کا محتمل ہوا اور دونون کے درمیان مین پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اُسکی حنث کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اُس شخص کے
جسکی ضمیر ہو خواہ عین اُسکا مملوک ہو یا نہو اور یہ خصوصیت بدون اُسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا
اور شرط اس اختصاص کی یہ ہو کہ عین اُسکا مملوک ہو خواہ فعل اُسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اُسکے حکم مین افتراق نہوگا لام
کے توسط اور تاخر مین بلکہ حانث ہوگا جبکہ اس فعل کو کریگا خواہ اُسکے امر سے خواہ بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اُسکا انتقال غیر فاعل مین ممکن ہو تو
امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہ متعین ہوگیا کہ یہان لام واسطے اختصاص عین کے ہو تا اُسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وان نوی غیرہ ای غیر ما صدق
فیما فیہ تشدید علیہ قضاء و دیانۃ و دین فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اُسکی تصدیق
قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اُس امر مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اُس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے
دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت اور قضاء کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہین م تشدید کی صورت یہ ہو کہ مخاطب کا مملوک
کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نکرتا تو حانث نہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے
بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہوتی تو حانث نہوتا تخفیف کی صورت یہ ہو کہ دونون مسئلو نمین بالعکس نیت کرے
یعنے مسئلہ اولی مین اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اُسنے محتمل کلام کی نیت
کی لیکن قضاء تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہو اور وہ متہم ہو کذا فی الشیخ قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط
ولو بالخیار لغیرہ لا وان اجیز بعد ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کہا مولے نے کہ اگر مین غلام کو بیع کرون یا اُسکو خرید کرون تو
وہ آزاد ہو پھر اُسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خرید یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہوگا اگرچہ
غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح مین چنانچہ اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہو یعنی پھر
اُسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اُسکے عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اُسکی ملک مین داخل ہونے سے
مانع ہو کذا فی الطحطاوی م یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ بیع بائع کی ملک سے
خارج نہین بشرط اُسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اُسکی ملک کے دخول سے مانع ہو امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہو اُسکی تعلیق سے اور معلق منجز کے
مانند ہو تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسیطرح تعلیق مین بھی ملک ثابت ہو کذا فی النہر الفائق
قید بالخیار لانہ لو قال بعتہ فہو حر فباعہ بیعا صحیحا بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ وینحل الیمین لتحقق الشرط زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون

کہیگا کہ اگر مین اُسکو بیع کرون تو وہ آزاد ہی پھر اُسکو صحیح بیع کرکے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہین
ہوتا اور یمین باطل ہوجاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی **وحینث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا الباطل لعدم الملک**
دون قبضہ اور حالف حانث ہوگا دونون صورتون مین یعنی بیع اور شرا کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل
سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اُسمین قبض سے ملک ہوجاتی ہی بیع موقوف کی یہ صورت ہی کہ حالف نے مثلاً
غلام کو زید غائب سے بیچا اور فضولی نے اُسکی طرف سے قبول کیا چونکہ بائع کی طرف سے قبول کیا تو بائع کی طرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی المنح **ولو اشتری مدبرا او مکاتبا**
لم یحنث الا باجازۃ قاض و مکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے ہم قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خرید کریگا پھر اُسنے مدبر
کو خرید کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہی تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہی حکم جواز
کا دیگا تو اُسوقت مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اُسکی بیع کی اجازت دیگا
تب حالف حانث ہوگا اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو ثانی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **قال لامتہ ان بعت منک**
شیأ فانت حرۃ فباع نصفہا من زوج ولدت منہ او من ابیہا لم یقع عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر مین تیری ذات
سے کچھ نصف یا ثلث بیع کرون تو تو آزاد ہی پھر آدھی لونڈی اُسکی اُس زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہی یا لونڈی کے باپ کے ہاتھ اُسکو بیچا تو عتق مولی
کا نہ واقع ہوگا اور اگر اُسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونون صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہی م ظہیریہ مین وجہ فرق یون مذکور ہی کہ ولادت زوج سے اور نسب
باپ سے مقدم ہی یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولی سے سابق الوجود ہی تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہی اور اس امر کا اعتبار اجنبی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر **وانما قید بالبیع**
لانہ فی حلفہ لا یتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کرنہ مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم
کھانے مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اُس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے
وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ
یثبت بالفاسد والہبۃ والاجارۃ کبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ
مقصود عبادات مذکورہ سے ثواب ہی اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہی تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے کرنے سے یمین منحل نہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا
بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہی اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہوجاتی ہی اور ہبہ اور اجارہ مانند بیع کے ہی ہبہ فاسد اور اجارہ فاسدہ سے بھی حنث ہوگا **ولو**
کان ذلک کلہ فی الماضی کان تزوجت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی مین ہو جیسا کہ ان تزوجت
یا ان صمت تو وہ دونون پر محمول ہوگا یعنے نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونون سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہی یعنی ماضی سے خبر دینا
مقصود ہی اور اخبار میں ثواب یا حلت کا مقصود ہونا ضروری نہیں بلکہ نام نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونون پر برابر بولا جاتا ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان
صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہی اسواسطے کہ تعلیق ہی تو بہتر یون مثال دینا تھا کہ ما تزوجت و ما صمت م ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین ماضی کی یون
مثال دی ہی ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو **فان عنی بہ الصحیح صدق لانہ النکاح المعنوی** الخ پھر اگر اُسکے
نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اُسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہی کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر
مترتب ہی شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر ایسی حکم صوم اور صلوۃ مین بھی ہی کذا فی الطحطاوی **ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر فقیقہ بر**
مطلقا فلا یحنث بالمقید فتح او استولد الامۃ حنث لتحقق الشرط بفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حرۃ فدبرہا او استولدہا عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولی نے

آزاد کیا یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا
استیلاد کے مملوک لائق بیع کے نہ رہا یہانتک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ مین تجکو بیع نکرون تو تو آزاد ہی پھر اُسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسلیئے کہ شرط پائی
گئی یعنے عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید مین قبل وجود شرط کے بیع جائز ہی ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ
لانہ موہوم اور معتبر نہین تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہی دم شارح نے یہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہی کہ معتق اور مدبر اور ام ولد
کی بیع ممکن ہی اسطرح کہ وہ مرتد ہوجاوین اور دار الحرب مین جا ملین اور پھر گرفتار ہو آوین اور سولی کے مملوک ہون یا جبر قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہی وہ جو بیع مدبر کا حکم دے تو
تحقیق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہی تو لائق اعتبار کے نہین طحطاوی نے
کہا جب یہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا کہ ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ ولا القضاء ببیع المدبر تاکہ پورا دفع دخل ہوجاتا قالت لہ امراۃ تزوجت علی فقال
کل امراۃ لی طالق طلقت المحلفۃ بکسر اللام وعن الثانی لا وصححہ السرخسی فی جامع قاضیخان وبہ اخذ عامۃ مشائخنا وفی الذخیرۃ ان فی الحال الغضب طلقت والا لا کہا
اُس سے اُسکی عورت نے کہ تو نے مجھپر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہی وہ مطلقہ ہی تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگئی
امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک اسواسطے کہ کل امراۃ مین وہ بھی داخل ہی اور ابو یوسف سے یہ روایت ہی کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہین اسواسطے کہ بقرینہ دلالت
حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنی ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی سرخسی نے اور جامع قاضیخان مین ہی کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہی اور ذخیرہ مین یون تفصیل مذکور ہی
کہ اگر زوج نے حالت غضب مین یہ حلف کیا تو وہ بھی مطلقہ ہی اور نہین تو وہ مطلقہ نہین طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اُس صورت مین ہی جب زوج نے
اُسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا ولو قیل لہ الک امراۃ غیر ہذہ المراۃ فقال کل
امراۃ لی فہی کذا لا تطلق ہذہ المراۃ لان قولہ غیر ہذہ المراۃ لا یحتمل ہذہ المراۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیرے کوئی اور عورت ہی سوا
اس عورت کے سوا اُسنے کہا جو عورت میری ہی سو وہ مطلقہ ہی تو یہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اُسکا غیر ہذا المراۃ احتمال نہین رکھتا ہذا المراۃ کا یعنی جب کہا سوا
اُس عورت کے تو یہ عورت اُسکو شامل نہ ہی تو کل امراۃ کے تحت مین نہ داخل ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوئی کہ کل امراۃ غیر ہذہ المراۃ فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان
کل امرأۃ مین محلفہ داخل ہی فروع تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہین بسبب فوت ہونے محل یمین کے ان لم تصبی فی
ہذا الصحن فانت طالق فکسرتہ چنانچہ زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلاً پانی نہ گراوے اس صحن مین تو طالق ہی پھر عورت نے اُسکو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا
اسواسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا مقصور ہو او ان لم تذہبی فتاتی بہذا الحمام فانت کذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ اگر تو نہ جاکر
کہ اس کبوتر کو لاوے تو تو مطلقہ ہی پھر کبوتر اُڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمہ ان تزوجتک فعبدی حرفتزوجہا حنث لان یمینہ تنصرف الی ما یتصور کہا مرد نے اپنی
محرم عورت سے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہی پھر اُس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اُسکی منصرف ہوئی اُسکی طرف جو ہو سکتا ہی یعنی عقد
اگرچہ فاسد ہی حلف لا یتزوج بالکوفۃ فعقد خارجہا لا لان المعتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ مین نکاح نہ کریگا تو اُسکے باہر عقد کرے حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر
عقد کا مکان ہی دم بحر الرائق مین ہی قسم کھائی کہ کوفہ مین نکاح نہ کریگا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونون کوفہ مین ہین تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ مرد اپنی طرف سے
ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونون وکیل شہر سے باہر نکلکر نکاح کردین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہی کذا فی الطحطاوی
ان تزوجت ثیبا فہی کذا فطلق امراتہ ثم تزوجہا ثانیا لا تطلق اعتبار الغرض وقیل تطلق اگر مین ثیب سے نکاح کرون تو اُسکی عورت مطلقہ ہی پھر اُسنے اپنی زوجہ کو
طلاق دی پھر اُس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیب سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول یہ ہی کہ مطلقہ ہوگی
باعتبار عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بحر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی بیٹیون سے نکاح نہ کریگا

اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہین تو حانث نہوگا زید کی اُس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہی اسواسطے کہ حاشیہ شلبی مین فتح القدیر سے یہ منقول ہی قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہین پھر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اُس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہی کہ محمدؒ کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہی اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا او الدارلہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہی نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہین ہوتا ہی نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہی یا اُسکے غیر کا پھر اُس گھر مین حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے م یعنی حالف نے آپ کو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہین مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہی وہ بھی شامل ہوگیا بموجب قاعدۂ مذکورہ ولو قال داری ودارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر مین یا تیرے گھر مین تو حانث نہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہی بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اُسکو مناسب تھا یون کہنا لا لحنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہی بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی طلاق معزیا للاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کی طرف تو حالف اسکے چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہی حالف سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت سے کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی تر ہی داری کی اضافت سے اور اُسکو مصنف نے ذکر کیا ہی باب الیمین سے پہلے طلاق مین اشباہ کی طرف اشارہ کرکے الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام مین داخل ہوتا ہی چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہی حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنی اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو اسوجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر م جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اُس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہی تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اُسکا غلام اسمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم الثالث من ایمان ظہیریہ شارح کہتا ہی اشباہ مین ہی کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہی یعنی معرفہ اُس نکرہ مین داخل ہوتا ہی جو شرط کے محل مین واقع ہی چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو تو مطلقہ ہی پھر زوجہ اُسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہی م حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہی بنا بر مطلب لیکن نہ جزا مین واقع ہی تو اُسکا دخول اُس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہی ممتنع نہین اسواسطے کہ دو جملے مانند دو مختلف کلاموں کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین واقع ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دونون واقع ہین ویجب حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لا وخالۃ النقص ولو اراد ببیت اللہ بعض المساجد لم یلزمہ شیٔ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھپر واجب ہی پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور ذبح کرے اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اُسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعضی مسجد کا ارادہ کریگا تو اسپر کچھ لازم نہوگا نہ قضا

نہ دیانۃ اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا مصنف نے بلاقید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہین اور کہیگا تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ
ہدایہ مین مصرح ہی اسواسطے کہ ایجاب حج عمرے کا باعتبار مدلول لفظ یا اُسکے استلزام کے نہین اور نہ باعتبار مجاز کے اور منظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہی یعنی
علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ مین مروج ہی تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ولا شئ بعلی الخروج او الذہاب
نہ یلزمہ
الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یون کہتے ہین کہ مجھپر واجب
ہی نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا جانا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک کچھ واجب نہین نہ حج نہ
عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلۂ مذکورہ مین اور مسئلۂ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوا عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان
لم احج العام فانت حر ثم قال حججت وانکر العبد واتی بشاہدین فشہدا بنحرہ لاضحیتہ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج اذ التضحیۃ لا تدخل تحت القضاء وقال
محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اُسکے مولی نے کہا کہ اگر مین اگلی سال حج نکرون تو تو آزاد ہی پھر مولی نے کہا کہ مین نے حج کیا اور
غلام اُسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دونون نے کوفہ مین اُسکے قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی بسبب اُسکے قائم ہونے کے نفی حج پر
اسواسطے کہ قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمدؒ نے کہا کہ غلام نہ آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین م ہرچند
ظاہر مین اثبات کی گواہی ہی یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہی اسواسطے کہ کوفہ بہت دور ہی کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہو اُسکا ہونا اس سال
کے حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے تعلق نہین تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر
یہ ہی کہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی پر ہی جو متضمن ہی نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ وان افطر لوجود شرط قسم کھائی کہ روزہ نرکھیگا
تو حانث ہوگا ایکساعت کے صوم سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اُسنے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اُسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایکساعت کی امساک سے
بھی پائی گئی اسواسطے کہ صوم عبارت ہی امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف الی الکامل اور
اگر کہا کہ لا اصوم صوما یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحاً ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایکدن تو پورے ایکدن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کمتر سے اسواسطے کہ لفظ صوم
کا مطلق ہی تو فرد کامل کی طرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوما مین لفظ یوم کا خود صریح ہی تقدیر مدت مین کذا فی الطحطاوی حلف
لیصومن ہذا الیوم وکان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ مقرر روزہ
رکھیگا اُسدن مین حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہوجاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر معتمد نہین بلکہ تصور پر
مانند تصور صوم کے ناسی مین م یعنی صوم بعد الاکل و الزوال ناسی مین متصور ہی یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اُسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہی یا تصور صوم مین ناسی کا بعد زوال
کے جو نیت کرنا بھول گیا کذا فی الطحطاوی وہو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان
الیمین تصح وتطلق فی الحال لان درور الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور بوجہ اور وہ یعنے مثال سابق
مانند اس مثال کے ہی کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہی پھر اُسیوقت اُسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو
یمین صحیح ہی اور زوجہ اُسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلۃ الکوز کے یعنی قسم کھائی کہ اس
کوزہ سے پانی پیے گا اور حالانکہ اُسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اُسمین مطلقا موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے متصور نہین وحنث فی لا
یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھے گا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنے کے اس لیے کہ صلوۃ عبارت ہی ارکان
مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہی اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہ ہی کہ ارکان حقیقۃ نماز

کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہی کہ ختم صلوٰۃ کے واسطے واجب ہوا ہی تو حنث کے حق ہین اسکی رکنیت معتبر نہوگی کذا فی فتح اور نہر الفائق مین قعدہ کو شرط
قرار دیا ہی نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا لتعلیق العتق بالاولی شفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک
رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہی آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثانی ہو ہم ہر چند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہی نہ دو رکعت پر لیکن بدون دو رکعت
کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہی تو ایک رکعت پڑھکر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی لا یصلی صلوٰۃ بشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوٰۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اُسنے قعدہ نہ کیا ہو اسواسطے کہ
فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلاً فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلاً نہ پڑھیگا تو اسکے حانث
ہونے مین تشہد شروط ہی ہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہی اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہی کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھا دیگا تو حانث نہ ہوگا تاوقتیکہ چوتھی
رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احداً باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان حلف بقصدان لا یؤم احداً الا انہ اعہم اس قسم مین
کہ کسی کی امامت نہ کریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اُسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اُسنے کسی کی امت کا قصد نہ کیا ہو اسواسطے حانث
ہوگا کہ وہ امام اُنکا ہو گیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یؤم احداً اور حالف کی فقط دیانۃ
تصدیق ہوگی اگر اُسکی نیت کریگا یعنی اس نیت مین دیانۃً تصدیق ہوگی کہ کسی کی نیت نہ کریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احداً لا یحنث مطلقاً
لا دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحساناً اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نہ کریگا تو کسی طرح حانث نہوگا
نہ دیانۃ اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیون کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنا بر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہی سو
بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہی کما لا حنث لو امہم فی صلوٰۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہما جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز
جنازہ یا سجدہ تلاوت مین بسبب اُسکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوٰۃ کی حلف مطلق متصرف ہی فرد کامل کی طرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب
عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیاً عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اُسکی جماعت کرنے سے
حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہی ہم جماعت نفل کی اُسوقت ممنوع ہی جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہی کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین
کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد
ہی سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اُسکا انکار کیا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسپر مطلع ہونا ممکن ہی بلا مشقت قال ان ترکت الصلوٰۃ فانت
طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوج نے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہی سو اُس نے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی
الظہیریہ حلف ما اخر صلوٰۃ عن وقتہا وقد نام وقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اُسکے وقت سے موخر
نہ کریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اُسکو قضا کیا باقانی نے اُسکے عدم حنث کو قوی کیا ہی اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز
کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اُسکا وقت ہی حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہی اور عرف مین اُسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضا ر
کہے ساجمع حدثان فالطہارۃ منہما وحدثہ جمع ہوئین تو طہارت دونون سے ہوگی م قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کریگا پھر اُسکی ناک سے خون نکلا پھر اُسنے پیشاب
کیا پھر اُسنے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونون حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امراتہ ولا یغتسل لیصلی الفجر والظہر
والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت لیصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اُس دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے
پڑھے گا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نہ کریگا تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے

قربت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غسل رات مین واقع ہوا نہ دن مین کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا اسمین اعتراض ہی کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہی تو غروب تک تین ہی نمازین ہوئین اور قسم ہی پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہی تو بہر صورت حانث ہوگا خواہ دن مین نہاوے خواہ رات مین حلف لا یحج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہوگا م لا یحج اور لا یحج حجۃ کا حلف برابر ہی بخلاف صلوٰۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخاری ومات بہا سنۃ سبع وخمسمائۃ اور عدم حج کی حلف مین حانث نہوگا یہانتک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہی امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہوگا یہانتک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط کے حانث نہوگا یہ مروی ہی امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہی منہاج مین جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہی وہ بخارا کے فقہاء کبار مین سے تھے اور پانسو سات ہجری مین وہین وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہوگا عمرہ نکرنے کے حلف مین یہانتک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من مغزولک فہو ہدی ای صدقۃ التصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلت ونسج ولبس فہو ہدی عند الامام وللتصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین پہنون تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہی یعنی صدقہ ہی جسکو مین مکۂ معظمہ مین تصدق کرون پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اُسکو کاتا پھر اُسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اُسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہی امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہی کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو معتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہی کہ اُسکی قیمت کو مکہ مین خیرات کرے نہ اور جگہ م جو صدقہ بلفظ ہدی ہی اُسکا صرف سوائے مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکہ یوم حلفہ ویفتی بقولہما فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا وبقولہ فی دیار الرومیۃ لغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق مین ملک زوج کی اُسکی حلف کے دن شرط کی ہی اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہی ہمارے ملک مین یعنی مصر مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنی کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہی اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہی روم کے ملک مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنے زوج کے کتان کو کاتتی ہی کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابساء فا قسم کھائی کہ زوجہ کے سوت کو نہ پہنے گا پھر اُسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ عرف مین اُسکو لابس یعنی پہلنے والا نہین بولتے ہین کما لا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنے گا جسکو فلانے نے بنا سو اُسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جبکہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بُنتا ہو اور اگر وہ نہ بُن جانتا ہوگا تو اُسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہنے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہی جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جبتک حقیقت ممکن ہوگی تو اسی پر حمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما حنث بلبس خاتم ذہب ولو رجلا بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم مین کہ زیور نہ پہنے گا حانث ہوتا ہی بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زر دو چاندی سونے مین جڑا نہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہی حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ مین مصرح ہی کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہی تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضۃ بدلیل حلہ للرجال الا اذا کان مصنوعا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی حنثہ بہ کخلخال ولو سوار حانث نہوگا حلف مذکور مین چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اُسکی حلت کے مردون کے حق مین مگر جبکہ چاندی کی انگوٹھی عورتون کی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اُسمین نگین ہو مانند عورتون کے تو اُسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی

پر سونے کا ملمع ہو تو لائق یون ہی کہ اُسکے پہننے سے حانث ہو گا کذا فی النہر جیسے گوجری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہی خواہ چاندی کے ہون خواہ سونے
کے ہم ہر چند سونے چاندی کا زیور مردون پر حرام ہی فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہی واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ اُنکے حق مین زیور کامل نہین اگرچہ
زینت سے خالی نہین لہذا اسکے پہننے سے حانث نہو گا کذا فی الطحطاوی حلف لایجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر وحلف
لاینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ آخر فنام علیہ او لایجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر لایحنث فی الصور الثلثۃ کما لو خرج الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ
بیٹھے گا زمین پر پھر بیٹھا اُس چیز پر جو حائل ہی جالس اور زمین مین اور زمین سے جدا ہی جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سوئیگا اس فرش
پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اُسپر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا پھر اُسپر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہو گا ان تینون صورتون
مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اُسپر بیٹھا تو حانث نہو گا بنا بر عرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا ابرہ اور آستر جدا کیا اور درمیان
کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہو گا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکر الاخرین حنث مطلقا للعموم ومافی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجوہرۃ علی المعرف
اور اگر اخیر دونون مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لایجلس علی فرش ولایجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھے گا اور کسی چارپائی
پر نہ بیٹھے گا تو ہر طرح سے حانث ہو گا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہی تو جوہرہ مین اُسکو معرفہ پر محمول کیا ہی بخلاف
ما لو حلف لاینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن
ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ نحو کما لو الی آخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام فصح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی دیارنا
دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوئیگا اس چارپائی کی پٹریون پر یا اس ناؤ کے تختون پر پھر اُنپر فرش بچھایا اور اُسپر سویا
تو حانث نہ ہو گا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہی ایسی عبارت ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون ہی کہ
تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لاینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے موخر کیجیے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ
نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہی ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہی کہ اس
مسئلہ کا حکم مسئلہ سابقہ کے مخالف ہی حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہی لہذا شارح نے اُسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا
لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہی اُسمین یہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہی
بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قراما بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر بساطا او حصیرا
حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا یا نہ سوئیگا اور اُس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی
کے بچھایا یا چارپائی پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اُسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہو گا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہو گا عرف
مین بخلاف اُس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اُسمین عرفا حانث نہین م قرام بکسر قاف عبارت ہی پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اُس پردہ کا نام ہی
جسمین نقوش ہون اور اسی طرح مختار الصحاح مین تصریح ہی اور ہمارے عرف مین قرام کو ملاءۃ کہتے ہین جو فرش پر بچھایا جاتا ہی کذا فی المنح ملاءۃ بضم
میم ومد لغت مین چادر کو کہتے ہین کذا فی المنح حلف لایمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم
کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا پھر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتھرون پر چلا تو حانث ہو گا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہو گا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان نمت علی
ثوبک او فراشک فکذا اعتبر اکثر بدنہ کہا زوج نے زوجہ سے اگر مین تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤن تو تو مطلقہ ہی تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہو گا یعنی اگر
اُسکا بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہو گی اور اگر فقط اُسکے فرش پر سر رکھا یا اُسپر بیٹھا تو مطلقہ نہ ہو گی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

ممانیاسب ان یترجم بمسائل شتی من الغسل والکسوۃ یہ باب ہی ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہی مناسب یون تھا کہ اس باب کو مسائل شتی کر تعبیر کرتا اور من الغسل والکسوۃ غیر ذلک کا بیان ہی والاصل ہنا ان مایشارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ ومااختص بحالۃ الحیوۃ وہو کل فعل بلذ ویولم ویغم ویسر کشتم وتقبیل تقید بہا ثم فرع علیہ قاعدہ بیان یہ ہی کہ جس امر مین مردہ شریک ہی زندے کا تو اُسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہی موت مین بھی اور حیات مین بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہی یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہونچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول تفریع کیا فلو قال ان ضربتک اوکسوتک اوکلمتک اودخلت علیک اوقبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتی لو علق بہا طلاقا اوعتاقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یون کہیگا اگر مین تجھکو مارون یا تجھکو کسوت دون یا تجھسے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہانتک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے مع تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہی کہ اگر مین تجھکو مارون یا کسوت دون یا تجھسے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہی یا غلام اُسکا آزاد ہی پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب اسواسطے میت مین نہین ہوسکتی کہ ضرب عبارت ہی فعل دردناک سے باستعمال آلۂ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہی تو اُسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہی بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین ایسی حیات عطا ہوتی ہی جو آنکھ سے معلوم نہین ہوسکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہی اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض انہام ہی اور موت اُسکی منافی ہی اور دخول سے مراد یا اکرام ہی یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہی شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر مین مذکور ہی کہ میت کو سماعت نہین تو فہم بھی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہی نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری مین مروی ہی کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولون کی لاشون کو کنوئین مین ڈلوا کر اُنسے فرمایا کہ جو تمھارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اُسکو تمنے سچا پایا عمر فاروق رض نے کہا آپ مردون سے کلام کرتے ہین یارسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہی اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہی کہ تم اُنسے زیادہ تر نہین سنتے ہو اُسکا ایک جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری حدیث ثابت ہی کہ عائشہ رض صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اوّل آیت یہ ہی کہ (ما انت بمسمع من فی القبور) یعنی تو سنا نہین سکتا اُنکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہ ہی (فانک لاتسمع الموتی) یعنی مقرر تو سُنا نہین سکتا مردون کو اور دوسرا جواب یہ ہی کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندون کی نصیحت کے واسطے چنانچہ علی مرتضی رض سے منقول ہی کہ قبرستان مین جاکر فرمایا کہ تمھاری عورتون نے نکاح ہو گئے اور تمھارے مال تقسیم ہوگئے اور تمھارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہ خبر تمھاری ہی ہمارے پاس سو ہماری خبر تمھارے پاس کیا ہی اور تیسرا جواب یہ ہی کہ یہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تھا بنا بر اعجاز تھے تاکہ کفار دِن کو حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہی جب لوگ اُسکو دفن کرکے پھرتے ہین اُسکا جواب یہ ہی کہ ابتدا دفن کا یہ سماع اور فہم مقدمہ ہی جواب ہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہی تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہو جاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کی مقید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہی یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہی حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہی کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اُس سے کہتے ہین کہ نم کنومۃ العروس

یعنی آب آرام سے سو جیسے دولھا سوتا ہے ظاہرا یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ مومن کامل عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم لوگ اہل التقلید ہیں یا یہ اجتہاد کا نہیں رکھتے پھر جن فقہا کے ہم مقلد ہیں جب اُنکے نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو ہمیں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بے موقع ہے واللہ اعلم

بخلاف الغسل والحمل واللمس والباس الثوب کحلفه لا اغسله ولا احمله لا تقیید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اُٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یوں قسم کھائی کہ مثلاً زید کو غسل نہ دیگا یا اُسکو نہ اُٹھاویگا تو یہ میں مقید بحیات نہیں یعنی اگر زید کے مرنے کے بعد اُسکو غسل دیگا یا اُٹھاویگا یا اُسکو چھوئیگا یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہیں بلکہ میت اُنمیں شریک ہے زندہ کا یحنث فی حلفه ولو بالفارسیة لا یضربها فمد شعرہا او خنقها او عضها او قرصها ولو ممازحا خلافا لما صححه فی الخلاصة حانث ہوگا اپنی اس قسم میں اگرچہ فارسی زبان میں قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پھر اُسکے بال کھینچے یا اُسکا گلا دابا یا اُسکو دانت سے کاٹا یا اُسکے چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کیے ہوں بخلاف اُس قول کے جسکو خلاصہ میں صحیح کہا ہے خلاصہ اور بحر الرائق میں جامع قاضیخان سے اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضیخان سے مصرح ہے کہ اگر بال کھینچنا اور گلا دابنا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب میں ہے تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی حالت میں ہے تو حانث نہ ہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علما کے بلا رو شارح کو اُنکی مخالفت کرنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیه ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبه بحر وبه جزم فی الخانیة والسراجیة اور ضرب میں قصد کرنا شرط نہیں اور بعضوں نے کہا قصد شرط ہے بنا بر قول اظہر اور اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ میں یقین کیا ہے واما الایلام فشرط یفتی ویکفی جمعها بشرط اصابة بدنه کل سوط اور درد پہنچانا تو ضرب میں شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا کوڑوں کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے مثلاً قسم کھائی کہ سو کوڑے زید کے ماریگا پھر سو کوڑے اُسنے جمع کیے اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہو گا بشرطیکہ ہر کوڑا اُسکے بدن پر لگجاوے اسطرح پر کہ اُنکے اطراف قائمہ یا اعراض مبسوط بدن پر لگیں بشرط تکلیف کذا فی الفتح واما قوله تعالی وخذ بیدک ضغثا ای حزمة ریحان فخصوصیة لرحمة زوجة ایوب علیه السلام فتح اور وہ جو حقتعالی کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتھ میں مٹھا یعنی ریحان کا دستہ سو یہ خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ مساۃ رحمت کی کذا فی الفتح م رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھیں ایوب علیہ السلام کی وہ کسی کام کو گئی تھیں وہاں دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب مارونگا حقتعالی نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان اُنکو مارین اور ایک روایت یہ ہے کہ درخت کی شاخیں مارین خلاصہ سوال یہ ہے کہ تمنے ضرب میں ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کی ضرب میں تکلیف کہاں شارح نے جواب دیا کہ یہ امر مخصوص ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام میں ممنوع ہے علی الخصوص بصورت روایت شاخوں کی ضرب سے تفسیر کشاف میں ہے کہ جواز حیل میں اس آیت کی رخصت باقی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف مرة فهی علی الکثرة والمبالغة کحلفه لیضربنه حتی یموت او حتی یقتله او حتی یترکه لا حیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنے حقیقی مراد نہیں چنانچہ یوں قسم کھانا کہ البتہ اُسکو ماریگا یعنی کوڑوں سے کذا فی البحر یہانتک کہ وہ مر جاوے یا یہانتک کہ وہ مقتول ہو جاوے یا یہانتک کہ اُسکو چھوڑے ایسا کہ نہ زندہ رہے نہ مردہ تو یہ بھی کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے نہ حقیقت پر ولو قال حتی یغشی علیه او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقة اور اگر یوں کہا کہ البتہ اُسکو ماریگا یہانتک کہ اُسکو غش آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد کرنے لگے یا رونے لگے تو یہ بھی حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تا وقتیکہ اُسکو غش نہ آوے یا فریاد نہ کرے یا نہ روے قسم پوری نہوگی ان لم اقتل زیدا فکذا وہو ای زید میت ان علم الحالف بموته حنث والا لا وقدرها عند کیصعدن السماء اگر نہ قتل کروں زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ زید میت ہے اگر حالف اُسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہیں جانتا ہے تو حانث نہ ہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کر چکا ہے صعود سما کی (آسمان پر چڑھنا ۱۲) حلف کے قریب حلف لا یقتل فلانا بالکوفة فضربه بالسواد فمات بها حنث کحلفه لا یقتله یوم الجمعة فجرحه یوم الخمیس ومات یوم الجمعة حنث وبعکسه ای ضربه بکوفة وموته بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانه بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریہ قسم

کھائی کہ فلانے کو کوفہ مین نہ قتل کریگا پھر اُسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ نہ قتل کریگا اُسکو جمعہ کے
دن پھر اُسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اُسکے بالعکس مین یعنی کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث نہوگا
اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہی مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہی مثال اول مین بشرطیکہ ضرب و زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ ثم قریات کوفہ کو
سواد اسواسطے کہا کہ وہ شدت سے سرسبز ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فہو علی الاتیان ضربہ اولا او ظہیریۃ یمین ہی اگر تو نہ آویگا میرے پاس
تا مین تجھکو مارون تو یہ قسم اُسکے آنے پر ہی خواہ اُسکو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے ثم حتی اس مثال مین لام سببی کے معنی مین ہی اور لام سبب کا یہ حکم ہی کہ وجود
سبب مشروط ہی نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی ان رایتہ لاضربنہ فعلی التراخی مالم ینو الفور اگر مین اُسکو دیکھونگا تو البتہ اُسکو مارونگا تو یہ مارنا درنگی پر محمول ہی نہ
شتابی پر تاوقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نکرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر بمجرد دیکھنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رایتک فلم اضربک فرآہ الحالف وہو مریض
لا یقدر علی الضرب حنث اگر مین تجھکو دیکھون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر حالف نے اُسکو دیکھا اپنے مرض کے ایسے حال مین کہ اُسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا
ان لقیتک فلم اضربک فرآہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر مین تجھسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر اُسکو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے
کہ اتنی دور دیکھنے کو ملاقات نہین کہتے ہین الشہر وما فوقہ ولو الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر ذلک فی لیقضین دینہ اولا یکلمہ الی بعید او الی قریب و لفظ
العاجل والسریع کالقریب والآجل کالبعید وہذا بلا نیۃ مہینا اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید مین داخل ہی اور مہینے سے کمتر مدت قریب مین داخل
ہی تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نکریگا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہی اور لفظ
عاجل کا بعید کے مانند ہی اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہی ثم اگر قسم کھائی کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث
نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بعیداً یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت مین وان نوی بالقریب والبعید مدۃ
معینۃ فیہما فعلی مانوی ویدین فیما فیہ تخفیف علیہ بحر اور اگر قریب اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون مین نیت کی تو اُسکی نیت کے موافق
اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد لے تو بھی صحیح ہی اسواسطے کہ دنیا بہ نسبت آخرت کے قرب ہی کذا فی النہر اور جس مدت مین حالف پر
تخفیف ہوگی اُسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر ثم درصورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق مین بہ طور بحث کے مذکور ہی شارح نے
اُسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شہر ویوم کذا فی البحر عن الظہیریۃ
وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اُس سے کلام نکریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اُسی قدر معتبر ہی اور اگر کچھ نیت نہین کی تو ایک
مہینے اور ایکدن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہی کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم ثم ملی بفتح اول وکسر ثانی عبارت
ہی مدت زمانے سے اور اسی جہت سے لیل اور نہار کو ملوان کہتے ہین وکذا ایاما احد عشر وبالواو احد وعشرون وبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف مین کذا کذا ایاما
کہا تو گیارہ دن مراد ہین اور دو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا وکذا ایاما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ دن مراد ہین بر فی حلفہ لیقضین دینہ ۸۱۰
الیوم لو قضاہ بنہرجۃ ما یردہ التجار او زیوفا ما یردہ بیت المال او مستحقۃ للغیر وعتق المکاتب بدفعہا بار ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ
آج کے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اُسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کیے اور مکاتب انکے پہچانے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین
جنکو سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نکرے ثم نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین
چاندی کم ہوتی ہی اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اُسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہی اور چاندی زیادہ لہذا اہل
تجارت مین اُسکا دینا لینا رائج ہوتا ہی لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کھرا مال لینا معتاد ہی ہرچند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہین کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم مین قبول کرے انکو تو جائز ہی اور اسیطرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہی
لہذا اگر انکا مالک اجازت دے تو جائز ہی لفظ بہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہین لیکن فقہا مین مستعمل ہی کذا فی النہر الفائق لا بہرلو قضاہ رصاصا او ستوقۃ
وسطہا غش لانہا لیسا من جنس الدراہم ولذا لو تجوز بہا فی صرف وسلم لم یجز بازنہ ہو گا یعنی حانث ہو گا اگر اُسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے
بیچ مین غش ہوتا ہی ادا کیا اسواسطے کہ دونون دراہم کی جنس سے نہین لہذا اگر انکو صرف اور سلم مین دیجیے تو جائز نہین م ستوقہ بفتح سین مہملہ وتشدید تا معرب
ہی سہ تہ کا یعنی تین پرت دونون طرف چاندی اور بیچ مین تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبہرجۃ اذا غلب غشہا لم تو خذ واما الستوقۃ
فاخذہا حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالۂ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم نبہرجہ مین حب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہی
اسواسطے کہ وہ تانبا ہی انتہی نقلا م اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل
الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضاء دین اُن پانچ مسائل سے ایک مسلہ ہی جنمین فقہانے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہی م امام
اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر مین ذکر کیا ہی کہ دراہم زیوف بجاے جید دراہم کے ہین پانچ صورتون مین پہلی یہ ہی کہ ایک مرد نے گھر مول
لیا کھرے درم سے اور قیمت مین زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کر اُسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اُسنے کھوٹے درم دیے
تو مکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اُسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہو گا
چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہو گا پانچوین یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اُس نے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا
اور بعد صرف کرنے کے اُسکو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اُس سے کھرے درہم نہین لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح بر المدیون فی حلفہ
لرب الدین لاقضین مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ ودفع القاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی نتیہ المفتی حانث نہو گا قرضدار خواہ قرضخواہ سے
یون قسم کھائے ہین کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اُسنے قرضخواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اُس مکان مین موجہان قاضی نہین
تو حانث ہو گا اسی پر فتوی ہی کذا فی نتیہ المفتی وکذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والا لا لکن کذلک لا یبر ظہیریہ
اور اسی طرح حانث نہو گا اگر اُسنے قرضخواہ کو پایا پھر اُسکو مال دیا سو اُسنے قبول نہ کیا اس مال کو پھر اُسنے اتنا قریب رکھدیا کہ اُسکا ہاتھ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا
ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنے اتنی دور ہو کہ اُسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے تو بازنہو گا یعنی حانث ہو گا کذا فی الظہیریۃ وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان بادع
بالقاضی بیعہ لرفع الامر الیہ اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ البتہ کوشش کریگا اُس دین کے ادا کرنے مین جو اُسپر فلانے شخص کا ہی تو وہ واسطے اداے
دین کے بیچ ڈالے اُس مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہی اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی وکذا یبر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ فیہ
بہ اداء بالدین لان الدیون تقضی باثمالہا اور اسی طرح باز ہو گا یمین مذکور مین بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہی جسمین مقابلہ اور
معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ اداے دیون اپنے مانند سے ہوتا ہی م یعنی اگر قسم کھائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اُسنے کوئی چیز زید سے بعوض اُسکے
دین کے بیچی تو حانث نہو گا اسواسطے کہ اُسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچھ ضرور نہین اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے مین نکاح ہی مثلاً یعنی طالب دین نے
اپنے دین والے کی لونڈی سے نکاح اور اپنا دین اُسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہو جاویگا حانث نہو گا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون
لیس بقضاء لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے اداے دین نہین اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی اسقاط سے یعنی صاحب دین نے
اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہین یعنی یہ فعل ہی قرضخواہ کا اور اداے دین حالف کا فعل ہی سو پایا نہ گیا وحینئذ فلا یحنث لو کان الیمین موقتۃ لعدم
امکان البر مع ہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اُسوقت مین تو حانث ہو گا اگر یمین موقت

ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کردینے دین کے یعنی بعد ہبہ کردینے دین کے اداے دین ممکن نہین اور امکان بر یمین شرط ہی بقاء یمین کی چنانچہ
وہی شرط ہی ابتداء یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزے مین مذکور ہو چکا مگر یمین موقت ہی اسطرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کردینے دین کے حانث
نہو گا اور اگر مطلق یمین ہی اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق مین امکان بر بقاء یمین مین شرط نہین بلکہ ابتداء یمین مین شرط
ہی اور جبکہ حالف نے قسم کھائی تھی اُسوقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے جسمین حالف اداے دین پر قادر تھا بسبب
مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم
او حلف لیاکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اُسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اُسکو کردیا یا قسم
کھائی کہ مقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مرگیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کھاؤنگا کل پھر اُسکو آج کھا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی
اسواسطے کہ تینون صورتون مین امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہوگیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر او ان قضی
عنہ متبرع لا بیر ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اُسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر اداے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اُسپر
قبضہ کرلیا تو حانث نہوگا اور اگر اُسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کی
طرف منسوب نہین ہوسکتا

وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتے
ہرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ اپنے قرض دار کو نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان مین کہ قرض دار کو دیکھتا ہو
اور اُسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اُسکا چھوڑنے والا نہین یعنی حانث نہین اور اگر قرض خواہ سوگیا یا غافل ہوگیا یا کسی آدمی نے اُسکو باتون مین لگایا یا اُسکو کسی نے
اُسکے ساتھ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرض دار بھاگ گیا تو حالف حانث نہ ہوگا منح الغفار اور بحر الرائق مین یراہ ویحفظ ہی لہذا او عاطفہ کا ترجمہ کیا

ولو حلف لطلاقہا ان یعطیہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال فاذا لم یخل یوما ولیلۃ عن دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم
کھائی کہ اُسکو ہر روز ایکدرم دیا کریگا پھر گاہے اُسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے
سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن البحر اکثر نسخون مین یدفع الیہ ہی اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب مین یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح الغفار
کے لہذا اسکو اختیار کیا

حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط الحنث وہو قبض
الکل بصفۃ التفریق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرض دار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ مین کیا مثلاً پانچ درم یا دس درم تو
حانث نہ ہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق سلے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث
کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان یقبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن
قسم مذکور مین حانث نہ ہوگا جب کہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف مین اُسکو
تفریق نہین کہتے جبتک کہ وہ تولنے مین مشغول ہی اسواسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہی تو اسقدر تفریق ضروری مستثنے ہوئی ہی عرف مین
کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی

لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ والا جمیعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریہ فہو الحیلۃ فی عدم
حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہی مگر یکبارگی پھر حالف نے اُسمین سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا
جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ اُسنے سب مال کو متفرق نہین لیا اور سارے مال کا متفرق لینا ہی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہی پہلے
مسئلہ عدم حنث مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایکدرم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہی کہ ایک درم چھوڑ کر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لی

الامانة او غیر او سوی مائة فکذا ایملکہما ای المائة او بعضہا لان غرضہ نفی الزیادة علی المائة وحنث بالزیادة لو مما فیہ الزکوٰة والا لا چنانچہ حانث نہین ہوتا وہ شخص جسنے کہا کہ اگر میرے ملک مین درم ہون مگر سو یا غیرے پاس غیر سو یا سوائے سو درم کے ہون تو ایسا شخص حانث نہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونے سے اسواسطے کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہو جسمین زکوٰة واجب ہوتی ہے اور نہین تو حانث نہین م یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوٰة والا مال ہو اگرچہ درم نہ ہون بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہون تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہونچے اور اگر زیادتی زکوٰة والے مال کی نہ ہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح حتی لو قال امرأتہ کذا ان کان لہ مال ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارة لم یحنث خزانة الاکمل یہانتک کہ اگر شخص نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اُسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اُسکے پاس اسباب اور زمین اور گھر ہین بغیر تجارت کے تو حانث نہوگا کذا فی خزانة الاکمل م تو اس سے معلوم ہوا کہ مال اُسی کو کہتے ہین جسمین زکوٰة واجب ہے حلف لا یفعل کذا ترکہ علی الابد لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرة فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نکریگا یعنی مثلاً نہ ماریگا یا کلام نہ کریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور مین ضرب اور کلام مصدر منکر ہے اور نکرہ نفی مین عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اُسنے یون کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ مین نہ ماریگا یا کلام نکریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہین ہوتا مگر نکرہ صریحہ مین اور ثبوت مصدر کا فعل مین ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط مین سیبویہ سے منقول ہے کہ فعل مین عموم نہین کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف علیہ مرة حنث وانحلت یمینہ وما فی شرح المجمع من عدمہ سہو پھر اگر قسم مذکور کھا کر محلوف علیہ کو کیا مثلاً ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کھل گئی منعقد نہ رہی اور جو کہ ابن مالک کی شرح مجمع مین ہے عدم انحلال یمین کا سہو ہے نصوص فقہا سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جسکی توضیح کر چکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ مین کذا فی المنح فلو فعلہ مرة اخری لا یحنث الا فی کلما پھر بعد کھل جانے یمین کے اگر دوسری بار وہی فعل کریگا تو حانث نہوگا مگر کلما کے لفظ مین البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق مین طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو قیدہا بوقت کو اللہ لا افعل الیوم فمضے الیوم قبل الفعل بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یون کہا کہ بخدا نہ کرونگا آج کے دن پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وکذا ان ہلک الحالف والمحلوف علیہ بر لتحقق العدم ولو جن الحالف فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہوگیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون ہوگیا حالف اُسدن تو حانث نہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح م موضوع مسئلہ فتح القدیر مین کلام مثبت ہے نہ منفی صورت اُسکی یہ ہے قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاؤنگا پھر اُسیدن حالف مجنون ہوگیا اور اُسنے نہ کھایا تو حانث ہوگا اگر نفی کی صورت مین جب کہ مجنون ہوگا اور نہ کھائیگا تو بلاشک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرة لان النکرة فی الاثبات تخص والواحد ہو المتیقن ولو قیدہا بوقت فمضی قبل الفعل حنث ان بقی الامکان والا بان لم یبق لوقوع الیاس بموتہ او لفوت المحل بطلت یمینہ کما مر فی مسئلة الکوز زیلعی اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنے یمین مین ایکبار کے کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات مین خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن ہے اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت کر کے مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نرہا ہو اسطرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے مایوسی واقع ہوگئی ہو تو یمین اُسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلة الکوز مین مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ وال لیعلمنہ بکل داعر بمہملتین ای مفسد دخل البلدة تقید حلفہ بقیام ولایتہ بیان لکون الیمین المطلقة تصیر مقیدة بدلالة الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اُسکو اطلاع کردیا کرے ہر مفسد کی جو شہر مین وے تو یہ حلف اُسکی حکومت کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہ بیان ہے یمین مطلق کے ہو جانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور نہین لہذا یہ یمین بزمان مقصود مقید ہوئی داعر بدال المہملة وعین مہملة بمعنی مفسد ہے وینبغی تقیید یمینہ بفور علمہ واذا سقطت لا تعود اور لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا بمجرد علم

حالف کے اور جبکہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہو صاحب فتح القدیر کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہو کہ اطلاع کرنا بمجرد دخول مفسد کے لازم نہین البتہ تا موت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز نہین کذا فی العنایۃ و الزیلعی تو تعجب ہو شرنبلالی سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہو اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہو ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلی منصب کی طرف تو یمین مذکور باقی ہو بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح م طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہو صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لاتعود کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ہذا الجنس مسائل منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے چند مسائل ہین جنمین یمین مطلق بدلالت حال مقید ہو زمان مخصوص سے انمین سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اُس مال ضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہو اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے بدون اُسکے اذن کے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہین مگر اُس شخص سے جسکو قدرت ہو روکنے کی تا وقت قیام قدرت ومنہا لو حلف لا تخرج امراتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج امرأتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید زیلعی اور مسائل مذکورہ مین سے یہ مسئلہ ہو اگر قسم کھائی کہ نہ نکلے گی عورت اُسکی مگر اُسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اُسکی گھر سے کہ یہ یمین مقید بحال زوجیت نہین بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی م یعنی مثال اول مین اذن قرینہ ہو قیام زوجیت کا اور مثال ثانی مین کوئی قرینہ زوجیت کا نہین طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی مین دلالت زوجیت کی موجود ہو یعنے اضافت اسواسطے کہ بعد انقضاے عدت کے اُسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیہبن فلانا فوہبہ لہ فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پھر اُسکے واسطے ہبہ کیا سو اُسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور اسیطرح حکم ہو ہر عقد تبرع پر جسمین احسان ہو معاوضہ نہین جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین مین کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہو طرف نفی مین م مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہو کذا فی النہر اور طرف نفی کی یہ مثال ہو قسم کھائی کہ ہبہ نہ کریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ مین یہ ہو کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب ہوتے ہین اور معاوضات کے عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہین وحضرۃ الموہوب لہ شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن مالک فلیحفظ اور ہبہ کی یمین مین حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہو حنث مین تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور زفر کے کذا فی شرح ابن مالک تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم ریحانا بشم ورد ویاسمین والمعول علیہ العرف فتح اس قسم مین کہ ریحان کو نہ سونگھیگا حانث نہوگا گلاب اور چنبیلی کے سونگھنے سے اور یاسمین معتمد علیہ عرف ہو کذا فی فتح القدیر م مغرب مین مذکور ہو کہ ریحان لغت عرب مین ہر خوشبودار گھاس کو کہتے ہین اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہو جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار مین یعنی مصر اور اسکندریہ مین واجب ہو کہ ریحان سے ریحان حماحم مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہو کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہو قسم مین اہل ہند ریحان کو تلسی اور مروا بولتے ہین ویمین الشم تقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ وان دخلت الرائحۃ الی دماغہ فتح اور قسم سونگھنے کی واقع ہوتی ہو بالقصد سونگھنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھیگا پھر اُسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی ہو بو اسکے دماغ مین کذا فی الفتح ویحنث فی حلفہ لا یشتری بنفسجا او وردا البشر اور ورقہا لا دہنہما للعرف اور اس قسم مین کہ خرید نہ کریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیون کے خرید کرنے سے

بنفشہ اور گلاب کے تیل خریدکرنے سے بسبب عرف کے ہم نبات پر بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہوتا قیل پر یہ عرف ہو صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہین عرف
بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار قسم کا حالف کی عرف پر ہو نہ فقہا مصنفین کے عرف پر حلف لایتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث
و بالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لایحنث بہ یفتی خانیہ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نکریگا پھر اُسکا نکاح فضولی نے کردیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا تو
حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتوی ہو کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی مین اجازت بالکتابت بھی داخل ہو یعنی اگر لکھدیا کہ مین نے نکاح قبول کیا
تو بھی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اُسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہو ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یفتی کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا
اسواسطے کہ خانیہ مین فتوی کا لفظ اجازت قولی مین مذکور ہو نہ اجازت فعلی مین ولو زوجہ فضولی ثم حلف لایتزوج لایحنث بالقول ایضا اتفاقا
لاستنادہا لوقت العقد اور اگر نکاح کردیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اُسنے قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت
کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لایحنث بخلاف
کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث اتفاقا لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح مین داخل ہو یا یون کہا کہ جو عورت
مجھپر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہو پھر اُسنے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہ ہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول
کے کہ جو غلام کہ میری ملک مین داخل ہوگا وہ آزاد ہو پھر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ یعنی مالک ہونے کے
اسباب بہت ہین چنانچہ خریدکرنا یا وراثت پانا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہو یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بقول ہو تو نکاح مین کچھ فرق نہین ہو سکتا صریح اور
غیر صریح مین کذا فی الطحطاوی وفیہا حلف لایطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فہو کالنکاح غیر ان سوق المہر الیہا اجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق اور عمادیہ مین ہو قسم کھائی کہ
طلاق نہ دیگا پھر اُسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہو سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی ہین طلاق مین بسبب
واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہو ہم جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق مین حانث
نہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب نئے گھر سے نکالدے لیکن طلاق بہر صورت واقع ہوگی یہان کلام ہو حانث ہونے
یا نہونے مین کذا فی الطحطاوی قال لامرأۃ الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر مین داخل
ہو گی تو تو مطلقہ ہو پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلا ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من
نحو قولہ ان تزوجت بامرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی وعاملہ تزوجت
وہو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہو نہ حانث ہونے مین اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جسکو دارالقضا کے وثائق نویس تعالیق مین زوج کی
طرف سے اسطرح لکھتے ہین کہ اگر مین نکاح کرون کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کرون یا عورت داخل ہو میرے نکاح مین کسی طرح
تو ہو گی زوجہ اُسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکا قول او بفضولی عطف ہو بنفسی کے قول پر اور عامل اُسکا تزوجت ہو اور تزوج مخصوص ہو ساتھ
قول کے ہم زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکھواتی ہو دارالقضا مین تا زوج دوسرا نکاح نکر سکے سو اس قرار نامہ سے زوج اصالۃ یا وکالۃ یا نکاح فضولی باجازت قولی نہین
کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کر سکتا ہو شارح نے اسکے سد باب کا بھی طریقہ آیندہ قول مین بتایا و انما ینسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی
ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافۃ وقد منا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی
کے نکاح کا سد باب تو اسطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ مین اتنا مضمون زیادہ لکھدے یا مین نکاح فضولی کو جائز رکھون اگرچہ باجازت فعلی جائز
رکھون تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہین واسطے جواز نکاح کے مگر جبکہ منکوحہ متجددہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تا کہ وہ یمین

مضاف باضافت الی الملک کو فسخ کردے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق مین ہم مقدم مذکور کرچکے ہین کہ اسمین فتوی مبنا بھی کافی ہی کذا فی البحر ہم یعنے
اُس روایت پر فتوی مبنا جو امام محمدؒ سے مروی ہی جسپر علماے خوارزم کا فتوی ہی کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہین ہوتی بلکہ نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول
ہی کہ محمد کا یہی قول ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان انتظم المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ لان المراد بہ المسکن عرفا ولا بد ان تکون سکناہ
لابطریق التبعیۃ فلو حلف لا یدخل دار فلانۃ فدخل دارہا وزوجہا ساکن بہا لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن وہو الزوج نہر عن الواقعات قسم
کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے کے گھر مین تو یہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہی بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت
ہی عرف مین اور ضرور ہی کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا
اُس عورت کے اُس مملوک گھر مین جسمین اُسکا زوج رہتا ہی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہی رہنے والے کی طرف اور وہ زوج ہی کذا فی النہر عن الواقعات اور
گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہی لیکن اسکی سکونت باتباع زوج ہی نہ بالاصالت لا یحنث فی حلفہ انہ لا مال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام ای محکوم بافلاسہ او علی
ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہ ہوگا اس قسم مین کہ البتہ اُسکا کچھ مال نہین حالانکہ اُسکا دین ہی اُس شخص پر جسکے
مفلس ہونے پر حکم کردیا یا اُسکا دین ہی مالدار نادہندہ پر تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ دین مال نہین یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہی ذمہ مین یعنی دین عبارت ہی
شغل ذمہ سے اور متصور نہین قبضہ کرنا دین کا فی الحقیقت لہذا فقہانے کہا ہی کہ قضا دین بالمثل ہوتی ہی م مفلس بتشدید لام اُس محتاج کو کہتے ہین جسکے افلاس پر قاضی نے حکم کردیا
ہوتا کوئی اُس سے خرید فروخت نکرے اور لفظ غنی کا تفسیر ہی لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر فروع مسائل لمحقہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فہو حالف فان لم یفعلہ المخاطب
حنث مالم ینو الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہی تو اگر مخاطب نے وہ فعل نہ کیا تو زید حانث ہوگا تا وقتیکہ زید اُس
کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نکرے م اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ قسمت علیک باللہ
او لم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ہو المبتدی مالم ینو الاستفہام مثلاً زید نے غیر سے کہا کہ مین قسم دیتا ہون تجھکو اللہ کی یا فقط قسمت باللہ کہا بدون علیک
کے یعنی قسم دیتا ہون اللہ کی البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کھانے والا وہی زید ہی جسنے اول یہ کلام کیا تا وقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نکرے م اور اگر استفہام
کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بے معنی امر ہی کذا فی الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال
نعم فالحالف المجیب اگر غیر سے یون کہا کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اُسنے کہا کہ ہان تو قسم کھانے والا مجیب ہی نہ مبتدی اسواسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہی
لا یدخل فلان دارہ فیمینہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلی النفی والمنع جمیعاً قسم کھائی کہ فلانا شخص م اسکے گھر مین داخل نہوگا تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے پر ہی اگر اُسکو
روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روک دینے دونون پر ہوگی م اگر ہاتھ سے روکا اور زبان سے نہ
روکا تو ظاہرا حانث ہوگا آجر دارہ ثم حلف انہ لا یترکہ فیہا بر بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اُسمین نہ چھوڑیگا تو حانث نہوگا یون کہنے سے
کہ نکل م اسواسطے کہ اُسنے اُس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہین کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہی بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث مین کافی ہی لا یدع
مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ بر قسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرضدار پر نہ چھوڑیگا پھر اُسکو قاضی کے پاس پکڑ لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم لائی تو قرضخواہ
حانث نہوگا م یعنی قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اُسنے قسم کھائی کہ مین اسکا قرضدار نہین تو اب حالف
حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اُسپر صادق آوے تو بر یمین غیر متصور ہی یا یہ وجہ ہی عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہین چھوڑا
بلکہ قاضی نے اُسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلاً زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو
تیری عورت مطلقہ ہی تو زید نے کہا ہان اور حالانکہ زید وہ فعل کرچکا تھا تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہی جواب مین تو گویا اُسنے یون کہا کہ اگر

مین نے ایسا کیا ہو تو زوجہ مطلقہ ہے و فی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السؤال معاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق او عبدہ حر او علیہ المشی الی بیت اللہ ان دخل الدار فقال
زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ مین گیارھوان قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب مین کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہے اور غلام اسکا آزاد ہے اور اسپر
بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اُسنے ایسا کیا ہو اور زیدنے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اسکی مطلقہ ہوگی اور
غلام اسکا آزاد ہو جاویگا اور اسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ مالا فحلف بالطلاق ماله علیہ شئ فبرہن بالمال حنث به یفتی دعوی کیا گیا ایک
زید پر مال کا سو اُسنے قسم کھائی کہ مجھپر مدعی کا کچھ نہین پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم یہی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے
گواہون کے قاضی یا پنج ثبوت مال کا حکم کردین اسواسطے کہ برہان بدون حاکم کے معتبر نہین اور اگر گواہ جھوٹے ہووینگے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر ایہ ہے کہ اگر زید
فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلانا ثقیل وہو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کھائی کہ
فلانا شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہین اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہوگا مگر اُس صورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ
ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا یعمل معہ فی القصارۃ مثلا فعمل مع شریکہ حنث ومع عبدہ الماذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلا کام نکریگا کپڑے
دھونے مین پھر زید کے شریک ساتھ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہے
اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہین اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیع ہو جاتا ہے بلا رضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ و
بین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذ لم یکن ساکنا قسم کھائی کہ مثلا زید کی زمین زراعت نکریگا پھر اُسنے زراعت
کی اُس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر زید مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلا زید کے گھر مین داخل
ہوگا پھر زید کے مشترک گھر مین داخل ہوا جبکہ زید اُسمین نرہتا ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ نصف گھر کو گھر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گھر مین زید رہتا ہوگا تو اب
یہ زید کا گھر شمار مین ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ مستاجر کیطرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترکہ بطریق اولی اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبۃ تھا لہذا الکتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات
خالصہ ہین اور حدود چھ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد سکرات اور حد سرقہ اور حد قذف اور حد قطع طریق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خوبیان حدود کی ظاہر ہین
محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اُسکی دریافت مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے
ہین سو زنا مین تو بربادی ہے اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسبت کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بےعزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان
امور کی عقول سلیمہ مین پیدائشی امر ہے ولہذا اباحت اموال و ناموس و زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ گاہے شرب مباح تھا ولہذا حدود مانعہ ان افعال
قبیحہ سے حقوق اللہ خالصۃ ہوئے اسلیے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع وہ یعنی حد جسکی جمع حدود ہے
لغت عرب مین عبارت ہے منع یعنی روکدینے سے ولہذا ڈیوڑھی بان اور قید خانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور
قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو
مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ اُنکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہے اور خروج بعض مملوک کو غیر کیطرف سے روکتے ہین کذا فی الفتح اور
عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ اسکے محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالی (تلک
حدود اللہ فلا تقربوہا) اور حدود احکام الہی کو بھی کہتے ہین اسلیے کہ اُس سے آگے بڑھنا ممنوع ہے قال اللہ تعالی (تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا) کذا فی النہر الفائق وغیرہ

مقدرۃ وجبت حقا للہ زجرا فلا تجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی
ہی بجہت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد سے بچانے مین بعد پہنچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے عقوبت عبارت ہی
اُس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہی جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور عقوبت معینہ رجم مین موت
سے ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہی کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر ہین بعد فعل کے یعنی حد کے
مشروع ہونے کو جاننا مانع ہی فعل کی پیش قدمی سے اور بعد القاع فعل کے مانع ہی عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا مقدمہ رجوع کرنے
والا اُسکو چھوڑ دے اور اسیطرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلیے کہ
ترک واجب کی طلب ہی ولہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب اُنھون نے عورت مخزومیہ کی
جسنے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حد مین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسمین ہلاک ہوگئے کہ جب اُنمین شریف
چُراتا تھا اُسکو چھوڑ دیتے تھے اور جب ضعیف چُراتا تھا تو اُسپر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمدؐ کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اُسکا بھی ہاتھ کاٹون
اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنے والی
گناہ سے توبہ ہی اور اجماع کیا علما نے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ہی یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے اور اکثر
اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہی صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اُسپر مار پڑی دنیا مین تو وہ کفارہ ہی اُسکے
واسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اُسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے
استدلال کیا قال اللہ تعالی (ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا) یعنی حقتعالی نے فرمایا کہ یہ یعنی قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا
اور نفی کرنا اُنکے واسطے رسوائی ہی دنیا مین اور اُنکو آخرت مین عذاب عظیم ہی مگر وہ لوگ جنھون نے توبہ کی تو حقتعالی نے خبر دی کہ اُنکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی
اور عقاب اخروی ہی سوائے توبہ کرنے والے کے کہ اُس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا ہی اس لیے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط
نہین اور واجب یہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیے اسواسطے کہ ظاہر ہی کہ مسلم ضرب اور رجم کے ساتھ توبہ بھی کرلیتا ہی تو یہ قید لگانا حدیث مین ضرور ہی
تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہوجاے تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر متعین ہی نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص
حد لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص
حق ہی مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہی مقتول کا اور وارثون کیطرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل
اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون مذہبون کو شامل ہوتا علاوہ یہ ہی کہ مقتول کا گاہے وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ
قصاص اُسکا حق نہین فلہذا وہ عفو کرنے کا مالک نہین والزنا الموجب للحد وطی وہو ادخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلہ تناسل کو
بقدر حشفہ یعنی سر ذکر کے داخل کرنا شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر
حشفہ زنا مین مشروط ہی انزال ہو یا نہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہوگیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی وطی مکلف سے تو
صغیر اور بیہوش نکل گیا اور مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اُسی کے مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر
اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقاً للشبہۃ زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا ہو تو اس
قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہین بسبب شبہہ کے گو گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اُسکے زنا پر گواہ

قائم ہون بہر صورت اُسپر حد نہین لسبب شبہہ کے اسلیے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہو عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال دعا شبہہ ہو یعنی اگر گونگا بولتا ہوتا تو شاید
کوئی شبہہ حلت کا بیان کرتا واما الاعمی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوہبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا ماری جاویگی اقرار زنا سے نہ گواہون سے کذا فی شرح
الوہبانیہ م علامہ عبد اللہ نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون کہکر کہ میرے پاس اُسکے نسخہ مین اسطرح ہو کہ اقرار زنا مین اندھا مانند بصیر کے ہو اور اُسکے
زنا کے گواہ مقبول نہین اور بحر الرائق مین اُسکے مخالف ہو اسطرح کہ بخلاف عمی اسواسطے کہ اُسکا اقرار اور اُسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین کذا فی الطحطاوی طائع
فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا خرج المکرہ والمدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہو وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص برغبت اور اپنی خوشی بلا جبر وطی
کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنے نو برس کی عمر سے بیری تک تو طائع
کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کی وطی نکل گئی م حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہو اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ اور
مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہین تو اُنکے وطی پر حد نہین مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہو بخلاف فرج کے کذا فی النہر خال عن ملکہ
ای ملک الواطی وشبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل
ہو نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال م ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہو اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہو شبہہ ملک یمین
کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال
جیسے ایک عورت سے بےگواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اُسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اُس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فے
الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لا حد بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین
کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہو اُس وطی سے جو دار الاسلام مین واقع ہو اسواسطے کہ دار الحرب مین زنا سے
حد نہین اور مانند دار الحرب کے ہو دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک بان استلقی فقعدت علی ذکرہا فانہما یحدان لوجود التمکین یا زنا عبارت
ہو قادر کردینے مرد سے اُسپر یعنی وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹے اور عورت اُسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونون پر حد ماری جاویگی بسبب وجود
تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین ثم التعریف یا زنا عبارت ہو عورت کے قادر کردینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہو سو اب پوری
ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی م یہ تعریض ہو صاحب کنز کے نقصان تعریف پر اُنہون نے زنا کی تعریف یون ہو کہ زنا عبارت ہو وطی فی القبل سے جو خالی ہو ملک اور شبہہ ملک سے اسواسطے
کہ یہ تعریف منقوض ہو باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کے زنا پر یہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین متصور ہو اور تمکین سے
اُسپر حد لازم آتی ہو تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون اور مکرہ اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور
وطی دار الحرب داخل ہوگئی حالانکہ ان مع اجنع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ ورد فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف
مین محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہو
بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا ہر دین مین حرام ہو یہانتک کہ اگر حربی دار الاسلام مین آوے پھر مسلمان ہوکر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان مین زنا
حلال تھا تو اُسپر حد ماری جاویگی اگرچہ دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہو اسواسطے کہ تحریم زنا کی
سب دینون مین اسکے منافی نہین کہ بعضے لوگ اُسکو نہ جانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعاے حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اُنکی وہ روایت ہو جو سعید
بن مسیب سے مروی ہو کہ ایک مرد نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حقتعالی نے زنا کو حرام کیا ہو تو اُسپر کوڑے مارو اور اگر نجانتا ہو
تو اُسکو حرمت کی تعلیم کرو بعد اُسکے اگر پھر زنا کرے تو اُسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ اسکے رد کرنے کی لہذا فتاوی عالمگیری مین ۱۴۰

محیط کے قول کو مسلم رکھا ہی اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر مین مذکور ہی شاید اُسکی بنا اُس شخص کے قول پر ہی جو علم حرمت کو شرط نہین کرتا واللہ اعلم ویثبت بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا اور ثابت ہوتا ہی زنا چار مردون کی گواہی سے ایک مجلس مین سو اگر متفرق چند مجالس مین گواہی دینگے تو اُنپر حد قذف ماریجاویگی م اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہون کی نشست کی جگہ بیٹھینگے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا تو گواہی اُنکی مقبول ہوگی اور خارج مجلس ہونگے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرر ان مایفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا ہی ثابت ہی نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہ ہی کہ جو لفظ کہ معنے زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہی م ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہین تو اگر گواہی دین کہ اُس نے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اُسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر تین گواہون نے زنا کی گواہی دی تو تین گواہون پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولا یشہد بزناہا بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریۃ چار مردون کی گواہی سے زنا ثابت ہی اگرچہ اُن چارون مین ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اُسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب نہ لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو ورنہ اُسکی گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہی اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف مین اور ساقط کرتا ہی نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہی اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت مین یعنی اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی مین فیسألہم الامام عنہ ماہو ای عن ذاتہ الشرعیۃ وہو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دین تو امام یعنی سلطان یا اُسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہی یعنی اُسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہی ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی م فائدہ اس سوال کا یہ ہی کہ گاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہین اور حدیث مین نظربازی کو بھی زنا عین فرمایا ہی مجازا کذا فی المنح وکیف ہو وأین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء اور سوال کرے حاکم کہ زنا کسطرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دار الاسلام مین یا دار الحرب مین اور کب ہوا عمر عیب یا زمانہ دراز مین طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہی کہ جائز ہی کہ زنا زبردستی مجبوری کیحالت مین ہوا ہو یا دار الحرب مین ہوا ہو یا اُسکی طفلی مین ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نجانتے ہون اور اُسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جاوے م قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہی اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابو ہریرہ ہی جسکو ابو یعلی نے اپنی مسند مین روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنے حدود کو ٹالو جہانتک تمسے ہو سکے اور ترمذی مین یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہی کذا فی الفتح القدیر فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطیہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ ہو زیادۃ بیان احتیالا للدرء سو اگر گواہون نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہمنے اُسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ مین جیسے سلائی سرمہ دان مین یہ تفسیر مزید بیان ہی حد ٹالنے کی تدبیر کیواسطے ورنہ حقیقت زنا کا سوال کافی ہو لیکن ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ حکم موقوف ہی اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدون کو ضرور ہی وعدلوا سرا وعلانیۃ اذا لم یعلم بحالہم اور گواہون کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہون کا حال نجانتا ہو م تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہی کہ قاضی گواہون کے نام اور اُنکے محلے اُنکے نام لکھکر واقفون کے پاس بھیجے تا وہ اُسکے نیچے لکھدین کہ فلانا عادل مقبول الشہادۃ ہی اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہی کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور کہے کہ یہی شخص ہی جسکو تونے عادل کہا ہی اور جبکہ حاکم شاہدون کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اُسکو ضرور نہین اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہی لیکن حاکم فقط اپنے علم پر بدون گواہون کے حد زنا نہین مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو موجب پنے دریافت کے ساقط کردیا ہی یعنی حاکم کا علم تعدیل

شہود مین کافی ہو لیکن حد مارنے مین معتبر نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکم به وجوبا جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اُسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر ہوجانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہو کما فی البحر وترک الشہادۃ به اولی مالم یہتک فالشہادۃ اولی نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہو تاوقتیکہ بیحیائی اور پردہ دری کی نوبت نہ پہونچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہو کذا فی النہر م پردہ پوشی شرعاً مستحب ہو ولہذا زنا مین چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہو کہ زنا کی گواہی نہ دے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہو کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا اُسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت مین کریگا لیکن جب مزید بیحیائی اور ہتک کی نوبت پہونچے تو اُسوقت مین گواہی دینا بہتر ہو اسواسطے کہ مرضی شارع یہ ہو کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی مباک پر حد مارنے سے ہوتی ہو اور غیر مباک کی توبہ کرنے سے ویثبت ایضا باقرارہ صریحا صاحیا ولم یکذبه الآخر ولا ظہر کذبه بجبه او رتقہا ولو اقر بزناہ بخرساء او ہی باخرس لجواز ابداء ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہو زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری مین اور دوسرے نے اُسکی تکذیب نہ کی ہو اور خود مقر کا کذب بقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نہ کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نہ کیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اُس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہو یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہو کہ کوئی امر دافع حد بیان کرتا تو اس اشتباہ سے دونون پر حد نہ ماریجاویگی اور صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکلگیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکلگیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہوجاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقر به او بسرقۃ فی حال سکرہ لا حد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتمله اور اگر مستی کی حالت مین زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہین اور اگر مستی کی حالت مین چوری یا زنا کیا تو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا مشاہدہ ہوا تکذیب کا محتمل نہین اور اقرار تکذیب کا محتمل ہو کذا فی النہر تو یہ احتمال مستی کے اقرار مین معتبر ہوا نہ غیر مستی مین کذا فی المنح اربعا فی مجالسه ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہو چار بار مقر کی چار مجلسون مین م تعدد مجالس مقر شرط ہو نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تاوقتیکہ چار بار چار مجلس مین اقرار نہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر مین زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نہ فرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس مین اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہو کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اُسکو ہٹادیوے اپنے سامنے سے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر نظر نہ آوے م یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہو کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اُسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہوجاوے پھر مقر آوے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لیکن رد کرنا تین بار مین ہی نہ چوتھے بار مین کذا فی النہر وسأله کما مر حتی عن المزنی بہا لجواز بیانه بامۃ ابنه نہر اور سوال کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہوچکا یعنے سوالات خمسہ مانند گواہون کے مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہو اُسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ مین نے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر م ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہو اور زمان زنا سے سوال بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید اُس عورت کا ذکر کرے جسکے وطی سے حد نہین کذا فی النہر الفائق فان بینه کما یحق حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہو بیان کیا تو اُسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہوچکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہو تو ثابت نہوگا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہون سے م علم قاضی کا حجت نہین حدود مین باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہو اُسکے اعتبار کرنے کا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہین اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہین اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہو تو انکار رجوع ثابت ہوا اور اگر مقر ہو تو گواہی کی کچھ حاجت نہین کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہون پر حکم کیا یعنی گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا زنا کا تو اُسپر حد ماری نجاویگی ابویوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہو اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہو پھر جب اُسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نرہی

اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہین لہذا حد نہین اور اگر قبل قضاے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہی کذا فی الطحطاوی ولو اقر بعد بطلت الشہادۃ اجماعا سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگی اور اسپر حد واجب ہوگی بموجب اسکے اقرار کے ویخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ قبل الحد او فی وسطہ ولو رجعہ بالفعل کہربہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑدیا جاویگا مقر اگر اُسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اُسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اُسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اُسکے پیچھے پتھر مارتے چلے جاوینگے یہانتک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہی صدق کی محتمل مانند اقرار اور کوئی اُسکا مکذب نہین تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوٹ جاویگا کذا فی النہر عن الحاوی وانکار الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجئ اور انکار اقرار کا رجوع ہی اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہی چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد مین آویگا وکذا یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لما علم انہ شرط للحد صار حقا للہ تعالی فصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسیطرح صحیح ہی رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اُس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہی بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف مین اقرار کر کے رجوع کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ اُسکا تکذیب کرنے والا یہان موجود ہی یعنے عبد وکذا عن سائر الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسیطرح صحیح ہی رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہین چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک قبلت او لمست او وطیت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہی حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز یا یون کہے کہ شاید تونے نکاح کرلیا ہوگا بخاری مین مروی ہی جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ یہ ہی کہ اُس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹل جاوے کذا فی النہر سنن ابوداود اور نسائی مین ابوہریرہ سے روایت ہی کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اُسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا یہانتک کہ وہ اُسمین غائب ہوگیا اُسنے کہا ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہوجاتی ہی سرمہ دانی مین یا رسی کنوئین مین اُسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہی کہ زنا کیا چیز ہی اُسنے کہا ہان مین نے اس عورت سے حرام فعل کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہی فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہی کہا مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو پاک کیجیے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابوداود مین مروی ہی کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجیے حضرت نے منھ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اُسکے پاس لیٹا تھا کہا ہان فرمایا کیا اُس سے مباشرت کی تھی کہا ہان فرمایا کیا اُس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اُسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اُسکے پکڑنے سے تھک گئے عبداللہ بن انیس کو ملا اُنھون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبداللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اُسکو چھوڑدیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اُسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہون کے دعوی کیا زانی نے کہ عورت اُسکی زوجہ ہی تو اُسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو بلا بینۃ متعلق ہی ادعی سے کذا فی الطحطاوی ولو تزوجہا بعدہ ای بعد زناہ او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنے کے یا اُسکو خرید کیا تو اُسپر سے حد ساقط نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہوگیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح یا ملک یمین نتھا ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت یصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہون پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفون کے مانند جب ایک قوم پتھر مار چکے تو علیحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار

کرے م زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہی مانند علی مرتضی کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور
خصوصیات کی روایات احاد ہین اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہی اور انکار خارجیون کا مشروعیت رجم مین باطل ہی اجماع قطعی سکا مبطل ہی اور جبکہ خارجیون
نے عمر بن عبد العزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہین اُنھون نے الزام دیا خارجیون کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوۃ بھی قرآن سے
ثابت نہین پھر اسکے کیون مقر ہو خارجیون نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہی اُنھون نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت
ہی بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر فلو قتلہ شخص او قطع یدہ بعد القضاء بہ فہدر وینبغی ان یعزر لافتیاتہ علی الامام نہر پھر اگر اُسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اُسکی ہاتھ
پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہی کہ وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اس شخص کے
حاکم پر وقبلہ ای قبل القضاء بہ یجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء لان الشہادۃ قبل الحکم بہا لا حکم لہا اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل دینے
حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص اور قتل خطا مین خون بہا قاتل پر واجب ہی اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہین یعنی جبتک گواہی کے موافق حاکم
حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہین یعنی شہادت بلا قضا مثبت رجم نہین کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط بداءۃ الشہود ولو بحصاۃ صغیرۃ الا لعذر
کمرض فیرجم القاضی بحضرتہم اور وجوب رجم کی شرط یہ ہی کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر
مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی مرتضی کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدون کو
سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتداے رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی
فتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا الطریق بعد الشہادۃ او بعضہم سقط الرجم لفوات الشرط ولا یحدون فی الاصح پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے
انکار کیا یا وہ مر گئے یا غائب ہو گئے یا اُنکے دونون ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہو گیا بسبب فوت ہونے
شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاویگی بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریحاً رجوع نہین کذا فی المنح کما لو خرج بعضہم عن الاہلیۃ
للشہادۃ کفسق او عمی او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہی اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت
سے خارج ہو گیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہو گئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا
حکم مین داخل ہی تو جب حد واقع نہین ہوئی اور شہادت پر عمل کرنے کا مانع ظاہر ہو گیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلاً حاصل نہ ہوا کذا فی الطحطاوی
وہذا لو محصناً اما غیرہ فیحد فی الموت والغیبۃ کما فی الحاکم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اُسوقت ہی جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اُسپر حد ماری جاویگی
گواہونکی موت اور غائب ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجاے کذا فی الحاکم کے کافی حاکم ہی
اور یہی نسخہ بہتر ہی کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہی اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہ مسئلہ منقول ہی اسیطرح دو فی غیر المحصن قال الحاکم الشہید فی الکافی یقام
علیہ الحد فی الموت والغیبۃ العینی اور غیر محصن مین حاکم شہید کی کافی مین کہا ہی کہ اُسپر حد قائم ہو گی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی م اور
بعینہا یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی ثم الامام ہذا لیس حتما کیف وحضورہ لیس بلازم قال ابن الکمال و ما نقلہ المصنف عن الکمال تعقبہ فی النہر
پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اُسکا نائب پتھر مارے یہ یعنے حاکم کا مارنا لازم نہین کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام مین لازم نہین
یہ کہا ہی ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کی ہی اُسپر اعتراض کیا ہی نہر الفائق مین م
ماتن نے منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا ہی کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اُسکو مقتضی ہی کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاوے بسبب
اتحاد ماخذ کے نہر الفائق مین کہا کہ یہ اُسوقت تمام ہو جب وجوب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے ثم الناس افاد فی النہر ان حضورہم لیس بشرط فرمیہم

کذلک فلو امتنعوا لم یسقط بعد حاکم کے بعد اور لوگ پتھر مارین نہر الفائق مین بیان کیا کہ لوگون کا حاضر ہونا شرط نہین رجم کی تو انکا مارنا بھی ایسا ہی ہو تو اگر وہ مارنے
سے انکار کرین تو حد ساقط نہ ہوگی م نہر الفائق مین درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہو کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہون صاحب نہر نے
استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہین ویبدا الامام لو مقرا مقتضاہ انہ لو امتنع لم یحل للقوم رجمہ وان امرہم لفوات شرطہ فتح لکن سیجی انہ لو قال
قاضی عدل قضیت علی ہذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہوا بتدا لے حاکم کا مقتضا یہ ہو کہ اگر حاکم نہ مارے
تو قوم کو اُسکا رجم کرنا حلال نہین اگرچہ وہ لوگون کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اُسکی شرط کے یعنی ہدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص
سے قاضی عادل کہے کہ مین نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہو تو تجھکو اُسکا رجم کرنا جائز ہو اگرچہ تو نے حجت کو یعنے اقرار یا گواہون کو معائنہ نہ کیا ہو م حاصل استدراک
شارح یہ ہو کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اُسکی اباحت رجم مین رویت رجم قاضی شرط نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم
مین قطعاً حاضر نہوئے بلکہ لوگون نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہی
اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہو اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا وغسل وکفن وصلے علیہ وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم
سے مارا گیا اُسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اُسپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہو کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے
اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑھتے ہین تو فرمایا کہ اُسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اُسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیون پر
تقسیم کیجاوے تو اُنپر پھیل جاوے اور تو نے کسیکی توبہ اس سے افضل پائی کہ اُسنے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ مین سوائے بخاری کے
بروایت عمران بن حصین مروی ہو اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگون نے کہا یا رسول اللہ کیا کرین ماعز کے ساتھ فرمایا کہ وہ اُسکے ساتھ
جو اپنے موتے کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدیر وغیر المحصن یجلد مائۃ جلدۃ ان حرا ونصفہا للعبد بدلالۃ النص فالمراد
بالمحصنات فی الآیۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاوین اگر وہ آزاد ہو اور اُسکا نصف یعنی پچاس کوڑے غلام کو مارے جاوین بطریق
دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی مین آزاد عورتین ہین ایسا ہی مذکور کیا ہو بیضاوی وغیرہ مفسرین نے م سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہو
(الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ) یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی کو ہر ایک کو اُنمین سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونون کو شامل ہو
لیکن محصن کے حق مین کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہو اور تعیین ناسخ مین رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہو تو نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور
زانی غلام غیر محصن پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہین قال اللہ تعالی (فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب) یعنے
حقتعالی نے لونڈیون کے حق مین فرمایا کہ اگر وہ زنا کرین تو اُنپر آدھا عذاب ہی جو محصنات پر ہی محصنات سے مراد آزاد عورتین ہین تو عبارت النص سے لونڈیون
پر بیبیون کا آدھا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت اور مرد مین کچھ فرق نہین تو غلام مین نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہوگیا
کذا فی فتح القدیر وذکر الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہو زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتون کو مردون پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے
بالعکس ہو م زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ آیت مذکورہ یعنی (فعلیہن نصف ما علی المحصنات) نے غلامون کو لونڈیون کے حکم مین تغلیباً داخل کردیا تو اس تقدیر مین
غلامون کا حکم عبارت النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہو اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہو کہ عورتین حکم مین تابع مردون کی ہوتی
ہین نہ تغلیباً عورتون کی مردون پر والعبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ ہل یکفی الظاہر لا لقولہم رکنہ اقامۃ الامام نہر اور غلام کو حد نہ مارے
مالک اُسکا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد ماریگا تو کیا کافی ہو ظاہر جواب یہ ہو کہ کافی نہین بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہو کذا فی النہر
عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب مین روایت کیا ہو کہ حاکمون کیطرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات

اور نہ یعنی غنیمت لیکن مولی کو تعزیر عبد بلا اذن امام جائز ہو یعنی غلام کی تادیب مین اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہو تو تادیب کا اسکو اختیار ہو بخلاف
حد کے کہ وہ حق اللہ ہو تو اسکی اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اسکا نائب کذا فی الفتح والمنح بسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسطا بین
الجارح وغیر المولم غیر محصن کو حد ماریجاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کر ڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہو کہ ثمرۃ السیاط
اُنکی عقد اطراف کو کہتے ہین م شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہو اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہو کہ زخم سے خوف ہو ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب
مقصود سے خالی ہو یعنی انزجار سے کذا فی الہدایہ ونزع ثیابہ خلا ازار لستر عورتہ اور مارنے کے وقت اسکے کپڑے اُتارے جاوین سوائے ازار کے واسطے ستر عورت کے
وفرق جلدہ علی بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجہ قیل وصدرہ وبطنہ اور اسکے بدن پر جا بجا کوڑے مارے جاوین سوا اُسکے سر اور مُنھ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور
سوا اسکی چھاتی اور پیٹ کے م تفریق ضرب کا یہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہو ہلاکی کا اور حد زاجر ہو نہ متلف ولو جلدہ فی یوم خمسین متوالیۃ وخمسین فی الیوم الثانی اجزاہ
علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو ۵۰ کوڑے مارے اور اُتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہو بنابر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما
والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن الکمال اور فرمایا
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹا کر زمین پر جیسا کہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہین کذا
فی النہر اور اسیطرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اُٹھا کر مارے نہ اُسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہو جاتا ہو کذا ذکرہ
ابن کمال م مشترک سے ممدود کا لفظ مراد ہو جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہو لہذا تینون معانی مین عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اُٹھانا
یا کوڑے کو اُسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضے کا اثر یون مروی ہو یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود ولا تنزع ثیابہا
الا الفرو والحشو وتضرب جالسۃ لما روینا اور نہ اُتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماریجاوے عورت بیٹھی بدلیل اُس اثر کے جسکو
ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترک لستر ہا تبیانہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جاوے اُسکی چھاتی تک سنگساری مین اور اُسکا ترک
بھی جائز ہو بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولا یجوز الحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک ولو ہرب فان ہو مقرا لا یتبع والا اتبع حتی یموت کما
اور جائز نہین گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم مین چنانچہ اسکو شمنی نے مذکور کیا ہو اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اُسکو پکڑے رہے مگر جبکہ کھڑا نہ رہے
تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہو کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اُسکے اقرار سے ہوا ہو تو اُسکا پیچھا نکرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر
مارتے ہوئے اُسکا پیچھا کرنا چاہیے یہانتک کہ مر جاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس
وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علی موضوعہ بالنقض اور جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے
اور نفی یعنی شہر سے نکالدینے کے کواری مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر تبعید اور حبس کی ہو اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہو نکالدینے سے اسواسطے
کہ زانی مسافرت مین پھر وہی کام کریگا حیا چھوڑکر یعنی نکالدینے مین فتح باب زنا ہو اسواسطے کہ سفر مین اپنے ہم چشم قوم کی کچھ حیا نہین م جمع بین الجلد والرجم بالاتفاق ائمہ اربعہ جائز
نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت مین جمع ثابت ہو عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جسکو مسلم اور ابو داود اور ترمذی نے
روایت کیا ہو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ ورجم یعنی فرمایا کوارے کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایکسال نکال دینا
اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہو کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے
تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہو علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک
ہو بدلیل اول حدیث مذکور اُسکا جواب یہ ہو کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہو تو اگر کوڑے کے ساتھ نکالدینا بھی داخل حد ہو تو لازم آئے زیادت علی الکتاب

بحدیث احاد حالانکہ یہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر ملخصا الاسیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین
الجلد والنفی جائز ہے نہ بنابر حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنابر تعزیر کے ہوا تو اُسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسیطرح ہر قصور مین
امام کو اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی مین مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایۃ ویرجم مریض
زنی ولا یجلد حتی یبرأ الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ بحر اور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری اسواسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے
سے نہ مارا جاوے بیمار یہانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہ کہ اُسکی صحت سے ناامید ہو جاوے پھر تو اُسپر حد قائم کیجاوے کذا فی البحر یعنی جب صحت سے ناامیدی ہو مریض
کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک
اُسکو کھجور کی گود سے ایکبار مارنا چاہیے جسمین سو شاخین ہون طحطاوی نے مسند اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کے حد
مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اُسکو مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمین سو شاخین ہون پھر اُسکو ایکبار
مارو چنانچہ السیاہی کیا ہم اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول مین ابوداؤد اور نسائی سے مروی ہے ولیقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زناہا ببینۃ اور
حد قائم کیجاوے حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اُسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا چاہیے
فان کان حدہا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اُسکو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جبکہ
مولود کا کوئی پالنے والا نہو تو اُسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریہا النساء فان قلن نعم حبسہا سنتین
ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعوی کرے تو حاکم اُسکو عورتون کو دکھاوے سو اگر وہ کہین کہ ہان وہ حاملہ ہے تو اُسکو قید رکھے دو سال تک
پھر اُسکو پتھر مارے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد اقامت حد چاہیے اسواسطے کہ نفاس
بیماری ہے اور بیماری مین تا صحت انتظار ہے وشرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کے سات ہین یعنی شرائط احصان وہی احصان ہے تو احصان
عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اُسمین نکاح اور دخول شرط نہین کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور
لونڈی محصن نہین اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہین کہ زنا کا محتاج نہ ہے والتکلیف بعقل وبلوغ اور شرائط احصان سے مکلف ہونا یعنی عقل و بلوغ
م عقل اور بلوغ دو شرطین ہین تو مجنون اور صغیر محصن نہین بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہین اسواسطے
کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن
نہین اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اُسکا جواب یہ ہے
کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اس آیت کے جسمین کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑون کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث
سابق اسپر دلیل ہے کذا فی الفتح والوطی اور پانچوین شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہین اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال
حشفہ انزال ہو یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہوگیا تو ایسے نکاح سے محصن
نہوگا اور اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکلگیا جسنے عورت کی طلاق اُسکے نکاح پر معلق کی پھر اُس نے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اس
عورت سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہوگئی کذا فی النہر وکونہما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان
کل منہما شرط لصیرورۃ الآخر بہ محصنا اور ساتوین شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے
شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہونے کی سبب سے م وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ مین شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ

کے محصنہ ہونے پر موقوف ہی اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہی تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہو گا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہین اور سبب اسکا یہ ہی کہ نکاح ایسی عورتون کا لائق نفرت ہی تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہین اور اسیطرح وہ شخص محصن نہین جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت مین اور پھر وہ محصن ہو گیا زنا کے وقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ او الحرۃ عبداً فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق لتحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہین مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اسکا بعد آزاد ہونے کے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہو گا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہانتک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اُسپر رجم نہو گا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط آخر ذکرہ ابن الکمال وہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے مذکور کیا ہو وہ شرط یہ ہی کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہو گیا ہو سو اگر دونون مرتد ہو جاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے م ساتھ ہی مرتد ہوتے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہین ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہین اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہو گا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ جماع بعد از صحت سے عود احسان ہو گا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہی وعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا او زنی یرجم اور جان رکھ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہین تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر مین ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مر گئی اور مرد مجرد بنا رہا اور اُسنے زنا کیا تو سنگسار ہو گا ونظم بعضہم الشروط فقال ؎ شروط احصان اتت ستۃ فخذ ہا عن النص مستفہما ✤ بلوغ وعقل وحریۃ ✤ ورابعہا کونہ مسلما ✤ وعقد صحیح ووطی مباح ✤ متی اختل شرط فلا یرجما ✤ اور بعضے علمانے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شروط احصان کے چھ ہین سو لے اُنکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اُسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو م اس نظم مین دو شرطین باقی رہ گئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسرے نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہی

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہی اُس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہی اور جس سے حد واجب نہین ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہانتک کہ تم سے ہو سکے م عنقریب مذکور ہو چکا کہ ابو یعلی کی مسند مین حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہی کہ (ادرؤا الحدود ما استطعتم) اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہی (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات) ٹالو حدود کو شبہون سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون میرے نزدیک محبوب تر ہی کہ اُنکے شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ اُن حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو ٹالدے ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹلنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہی اور فقہاء امصار کا اُسپر اتفاق اور اجماع ہی تو انکار اُنکا باطل ہی لائق التفات کے نہین کذا فی الفتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الشئی الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی وہو کھا وہ چیز ہی جو مشابہ ہو شئی ثابت کے حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہین یعنی شبہہ عبارت ہی امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

رکھے چنانچہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہی حلت ملک یمین مین اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع مین حلال نہین باپ پر وہی ثلثۃ انواع شبہۃ حکمیۃ فی
المحل اور شبہہ تین قسم پر ہی ایک شبہہ فی المحل ہی جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین م محل سے مراد وہ عورت ہی جس سے وطی کی وشبہۃ فی اشتباہ فی الفعل ور دوسرا شبہہ
فی الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہین یعنی فعل وطی مین اشتباہ واقع ہوا وشبہۃ فی العقد دالتحقیق دخول ہذہ فی الاولیین وسنحققہ اور تیسرا شبہہ فی العقد ہی یعنی نکاح
کا شبہہ اور تحقیق یہ ہی کہ شبہہ عقد کا پہلے دونون شبہون مین داخل ہی کوئی علیحدہ شبہہ نہین اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاہا ای الشبہۃ وبرہن قبل
برہانہ وسقط الحد وکذا یسقط ایضا بمجرد دعواہا الا فی دعوی الاکراہ خاصۃ فلا بد من البرہان لانہ دعوی بفعل الغیر فیلزم ثبوتہ بحر سو اگر زانی نے شبہہ کا
دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہون سے ثابت کیا تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور حد اسپر سے ساقط ہوجاویگی اور اسیطرح سے ساقط ہوگی حد فقط دعوی
بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی مین مجرد دعوی بلا برہان مسقط حد نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی مین برہان سے ہواسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا
دعوی ہی تو مدعی پر اسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر لاحد بلازم لشبہۃ المحل ای الملک وتسمی شبہۃ حکمیۃ ای الثابت حکم الشرع بحلہ حد لازم نہین شبہہ محل سے یعنے
ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین شبہہ حکمیہ وہ جسمین محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہو م شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہی بحذف
مضاف اسمین یون ہی ای الثابت شبہۃ حکم الشرع بحل المحل) یعنی شبہہ حکمیہ وہ ہی جسمین محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت ہو یعنی شبہہ محل مین ثابت ہی بسبب
قائم ہونے اُس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہی یعنی جب دلیل شرع کو دیکھے قطع نظر مانع سے تو اُسکو منافی حرمت کی پائے کذا فی النہر الفائق نے کہا شبہہ محل وہ ہی
جہان محل مین شبہہ ثابت ہو اسطرح کہ محل مین شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اُسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہین اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہی اسقلط
حد مین اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہی وان ظن حرمتہ شبہہ محل سے حد نہین اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنی
شبہہ محل مین اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہی نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر مین شبہہ قائم ہی زانی اُسکو جانے یا نجانے
دونون برابر ہین کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہین کوطی امۃ ولدہ وولد ولدہ وان سفل ولو ولدہ حیا فتح لحدیث انت ومالک
لابیک چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پروتے کی لونڈی کے وطی سے حد
نہین کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی م ابن ماجہ نے جابرؓ سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہی اور میرا بیٹا ہی اور
میرا باپ مال کو مانگتا ہی حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہین حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی
روایت کی ہی مع القصۃ الطویلۃ کذا فی فتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہی تو اُسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہوگیا
بلکہ یہین اگرچہ واقع مین بنظر اور دلائل شرعیہ کے اُسکی حلت ثابت نہین ومعتدۃ الکنایات ولو خلعا خلا عن مال وان نوی بہا ثلثا نہر لقول عمر رضی اللہ عنہ الکنایات
رواجع اور چنانچہ کنایات طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہین اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمرؓ کے
کہ کنایات رواجع ہین یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی م قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علیؓ مرتضی کا قول ہی کہ کنایات سے طلاق
باین واقع ہوتی ہی اور خلع بلا مال مین اسواسطے حد نہین کہ اُسکے بائن ہونے مین صحابہ مختلف ہین کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر مین خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ
مین داخل نہین کیا تو ظاہرا اسمین دو قول ہین کذا فی الطحطاوی ووطی البائع الامۃ المبیعۃ والزوج الامۃ الممہورۃ قبل تسلیمہا المشتری وزوجۃ وکذا بعدہ فی
الفاسد اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اُس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر مین مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے
اور اسیطرح نکاح فاسد مین بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہی ووطی الشریک ای احد الشریکین الجاریۃ المشترکۃ ووطی جاریۃ مکاتبۃ وعبدہ
الماذون لہ وعلیہ دین محیط بمالہ ورقبتہ زیلعی اور وطی شریک کی یعنی دو شریکون مین سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی

لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی مسقط حد ہی اور حالانکہ اُس عبد پر اتنا دین ہو جو اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط ہو کذا فی الزیلعی
اور اگر عبد مدیون نہو گا تو بطریق اولی حد نہیں م مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہی اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہی مولی کا تو اُسکے حق
مین شبہہ ملک البتہ ثابت ہی و وطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے م غازیون
کا حق بعد استیلا کے ثابت ہی تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر امر او یہ ہی کہ وطی اُسکی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے
کذا فی الطحطاوی و وطی جاریۃ قبل الاستبراء والتی فیہا خیار للمشتری التی ہی اختہ رضاعا اور حد نہین خرید کی لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اُس لونڈی کی وطی سے جسکے خرید
مین ہنوز اختیار باقی ہی مشتری کو اور اُس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہی م اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہین اور یہی حکم ہی جب کہ بائع اور
مشتری دونون کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو و زوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ لامہا او بنتہا لان من الائمۃ من لم یحرم بہ اور حد نہین اُس زوجہ
کی وطی سے جو حرام ہو گئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہو گئی یا اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہو گئی بسبب جماع
کرنے زوج کے اُسکی مان یا اُسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اُسکی حرمت کے قائل نہین م یہ تعلیل متعلق ہی ارتداد اور اُسکے مابعد سے کتاب النکاح مین
مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوے دیا ہی اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہی بہرصورت شبہہ پیدا ہونے
سے حد ساقط ہو گئی وغیر ذلک کما لا یخفی علے المتتبع فدعوے الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان اسئلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین چنانچہ
کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھ مکانون مین ممنوع ہی م یہ تعریض ہی صاحب درر پر ہر چند صاحب درر نے دعوی حصر کا
نہین کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہی حصر کا کذا فی المنح ولا حد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق
من حصل لہ اشتباہ اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اُسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے شبہہ اُسکے حق مین ثابت ہی جسکو دھوکا پڑا حلت مین م شبہہ فعل کو شبہہ
مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حلۃ الغیرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہۃ فعل سے اُسوقت حد ساقط ہو گی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور
اعتبار ہی ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ فی الواقع اُسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحدا حتے یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت مین
سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونون ملکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ مین
اُسوقت دونون پر حد ماری جاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح پر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویہ وان
علیا شمنی چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین اوپر کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا بھی
مسقط حد ہی اسواسطے کہ اتصال الملاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہی کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین ولایت ہی چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہی
کذا فی المنح و معتدۃ الثلاث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہو گئی ہون م اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہی
لیکن بقا بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہی موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامۃ
امرأتہ وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا م حقتعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ رض کے مال سے
غنی فرمایا چنانچہ ارشاد کیا (ووجدک عائلا فاغنی) اس آیت سے شبہہ پڑ سکتا ہی کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہی اور غلام محتاج ہی اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوجہ یا
غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا و وطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختارۃ زیلعے اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ
لونڈی سے مسقط حد ہی کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہی کذا فی شرح زیلعی م جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت
جانتا تھا اور اُس سے جماع کیا تو اُسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اُسپر حد نہین تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

مین حد واجب ہی ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول مختار ہی کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہی جماع
مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الہدایۃ المستعیر للرہن کالمرتہن اور ہدایہ مین ہی گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کے برابر ہی حکم مین یعنی اگر
مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو قول مختار مین اُسپر حد نہین چلپی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہی تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کے واسطے عاریت
لیا اور یہ لام تعدیہ کا نہین تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا دیکھی حکم المستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا و ینبغی
ان الموقوفۃ علیہ کالمرہونۃ نہر اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہی کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہی حکم مین یعنی بگمان حلت اُسکی وطی سے حد نہین و
معتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسیطرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول صحیح
کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہی مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہوگی و
معتدۃ الاعتاق والحال انہا ہی ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہی مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت
ہی لیکن اشتباہ حلت ہو سکتا ہی بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب ثبت فی الاولی ای شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل
المتمحضۃ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا بشرطہ بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ وکذا المختلعۃ والمطلقۃ بعوض بالاولے عنایۃ اور جماع کرنے والا
اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنے شبہۃ المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنی شبہۃ الفعل مین اُسکے خالص زنا
ہونے کے سبب سے اور حد جو ساقط ہو گئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہی اُسکی شرط کے پائے جانے سے اسطرح کہ مطلقہ
مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہو چکا اور
اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولی ثابت ہی کذا فی النہایۃ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہی کذا فی الطحطاوی
پھر جب اکثر مین ثبوت نسب ہوا تو اقل مین بطریق ادنی ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبہۃ العقد ہی بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے
کہ وہان شبہہ عقد کا نہین کذا فی المنح من البحر والا فی وطی امرأۃ زفت الیہ وقال النساء ہی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرہن فیثبت نسبہ بالدعوۃ بحر
اور نسب ثابت نہین ہوتا شبہۃ الفعل مین مگر اُس عورت کی وطی مین جو بیوی بنا کے لائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہی اور حالانکہ وہ اُسکی زوجہ نہین
بشرطیکہ مرد نے عورتون کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اُسوقت مین اُسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای
الامام کوطی محرم نکحہا اور حد نہین شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اُس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا محرم کو مطلق کہا تو
محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل رہا ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنا بر سیاست کے اُسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب
ہی اگر اسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتوی خلاصۃ اور صاحبین نے کہا اگر وطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر
فتوی ہی کذا فی الخلاصۃ لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم فی تصحیحہ لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہی
تو اُسی پر فتوی بہتر رہی یہی کہا ہی شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لکن فی القہستانی عن المضمرات علی قولہما الفتوے فی المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول
ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوے ہی متون مین ہم یہ استدراک ہی شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہی تو عموم جمیع
شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل مین داخل
ہی اور اسمین نسب ثابت ہوتا ہی چنانچہ مذکور ہو چکا و وطی فی نکاح بغیر شہود لا حد لشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین بسبب
شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج بمحرمہ او منکوحۃ الغیر او معتدتہ ووطیہا ظانا الحل لا یحد ولیعزر وان ظانا الحرمۃ فکذلک عندہ خلافا لہما انتہی ان

تقسیمھا ثلثة اقسام قول الامام اور مجتبی مین ہی کہ نکاح کیا مردنے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اُس سے جماع کیا
حلال گمان کرکے تو اُسپر حد نہ ماریجاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اُسنے حرام جانکر وطی کی تو اُسیطرح اُسپر بھی حد نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے
کہ اُنکے نزدیک اُسپر حد ہی تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہة المحل اور شبہة الفعل اور شبہة العقد یہ قول ہی امام کا مم حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم
من حیث الحکم مراد ہی تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہی غایة الامر یہ ہی کہ شبہة العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہة المحل کا حکم ہی اور صاحبین کے نزدیک شبہة الفعل
کا حکم ہی اور اگر تقسیم من حیث المفھوم مراد ہی تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہی اسواسطے کہ بعضا شبہة العقد شبہة الفعل مین داخل ہی چنانچہ سعدہ ثلث اور بعضا شبہة المحل مین
داخل ہی چنانچہ مسئلہ حق کا وحد بوطی امة اخیه وعمه وسائر محارمه سوے الولاد لعدم البسوطة اور حد ماریجاوے اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی
وطی سے اور سواے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیون کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہما کے مال مین توسع اور بے تکلفی جاری
نہین چنانچہ باپ اور بیٹے کے مال مین جاری ہی ولہذا ظن حلت اور حرمت یہان برابر ہی و بوطی امراة وجدت علی فراشه فظنھا زوجته ولو ھو اعمی
لتمیزه بالسوال الا اذ دعاھا فاجابته قائلة انا زوجتک او انا فلانة باسم زوجته فواقعھا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابته بالفعل ولم تقل حد اور حد ماریجاویگی
اُس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اُسنے گمان کیا کہ وہ اُسکی زوجہ ہی اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہی بسبب امتیاز حاصل کرسکنے اندھے
کے سوال کرکے مگر جبکہ اُسنے عورت کو بلایا سو اُسنے جواب دیا اُسکو یون کہکر کہ مین تیری جورو ہون یا مین فلانی ہون اُسکی جورو کا نام لیکر پھر اُسنے اُس سے
جماع کیا تو اندھے پر حد نہین اسلیے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہی یہانتک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنی جماع پر قادر کریگی یا فقط ہان کہیگی تو مرد پر حد ماریجاویگی
م بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہی کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کا امتیاز کرلینا مرد پر مخفی نہین ہوسکتا لہذا ظن حلت یہان مستند بدلیل نہین
بخلاف شب زفاف کے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ یہ تیری جورو ہی وذمیة عطف علی ضمیر حد وجاز للفصل زنی بھا حربی مستامن اور حد ماریجاوے
ذمیہ عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہی اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہی بسبب جدائی
واقع ہونے کے اور عدم جواز بصورت عدم فصل ہی وحد ذمی زنی بحربیة مستامنة فلا یحد الحربی فی الاولے والحربیة فی الثانیة والاصل عند الامام الحدود کلھا
لا تقام علی مستامن الا حد القذف اور حد ماراجاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت مین اور نہ حربیہ
عورت پر دوسری صورت مین اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہی کہ جمیع حدود کی اقامت نہین ہوتی مستامن پر سواے حد قذف کے ولا یحد بوطی بھیمة
بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکره الانتفاع بھا حیة ومیتة مجتبی اور نہ حد ماریجاوے جانور کے جماع سے بلکہ اُسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے
اور مکروہ ہی فائدہ لینا اُسکے جیتے اور مرتے کذا فی المجتبی م ذبح کرنا جانور کا واجب نہین بلکہ مستحب ہی تا کہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہی گفتگو منقطع
ہوجاوے یہ جلانا اُسوقت ہی جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اُسکو اختیار ہی کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی المنح وفی النھر الظاهر انه یطالب
ندبا لقولھم یضمن بالقیمة اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ
جانور مضمون بالقیمت ہی م طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہین اور یہ عبارت نہر الفائق مین بھی نہین بلکہ اُسکی عبارت یون ہی فان کانت الدابة
لغیره امر صاحبھا ان یدفعھا الیه بالقیمة ثم تذبح والظاهر انه تطالب ای بالدفع علی وجه الندب ولذا قال فی الخانیة کان لصاحبھا ان یدفعھا الیه بالقیمة یعنی اگر
جانور غیر شخص کا ہو تو اُسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہی کہ مالک مطالب بالدفع علی وجه
الاستحباب ہی اور اسی واسطے خانیہ مین کہا ہی کہ اُسکے مالک کو اختیار ہی کہ جانور اُسکو دیوے قیمت لیکر ولا یحد بوطی اجنبیة زفت الیه وقیل ھی زوجتک الواحد
کاف فی کل ما یعمل فیه بقول النساء بحر ہی عینی وعلیه مھرھا بذلک قضی عمر رضی الله عنه وبالعدة اور حد نہ ماری جاویگی اجنبی عورت سے جماع ۱

سے جو شب زفاف مین پہونچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہی اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہی یعنی مہر مثل اُسکا حکم کیا عمر فاروق نے
اور عدت کا شارح کہتا ہی خبر دنیا ایک عورت کا کافی ہی جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہی یعنی اگر ایک عورت بھی کہیگی کہ یہ تیری زوجہ ہی تو حد ساقط ہی
اسواسطے کہ ابتداے ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کا غیر عورت سے نہین ہوتا تو مقام ہی اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ
بحر الرائق وغیرہ مین یہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہی او لوطی دبر وقالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر
بنحو الاحراق بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد واصح یا وطی مقعد سے حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ
فعل اجانب مین کیا تو حد ماریجاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر مین کہا
کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اُسپر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے سے پتھرون کے ساتھ ڈھلکا کر اور حاوی
مین ہی کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہی ہم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہی اس دلیل سے کہ لواطت مانند زنا ہی اسواسطے کہ محل شہوت
مین شہوت رانی اور آب ریزی ہی بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین ولہذا اصحابہ کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سے
جلانا اور کسی نے اُسپر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھرون کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ
انساب نہین تو اگر لغت عرب مین لواطت زنا ہوتی یا معنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھے اُسکے موجب مین مختلف نہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہ
جو ابن عباس سے سنن ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہی کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کردو تو یہ
حکم بطریق سیاست ہی نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النہر معزیا للبحر التقیید بالامام
یفہم ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر مین ہی کہ لواطت کرنے والا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ مرجاے یا توبہ کرے اور
اگر اُسکو لواطت کی عادت پڑگئی ہو تو امام یعنی سلطان اُسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہی اور نہر الفائق مین بحر الرائق سے منقول ہی کہ امام کی
تقیید اسکی مفہم ہی کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہین ہم بحر الرائق مین یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہی نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکے امام کے واسطے خصوصیت
قتل اس جزئی سے لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کے واسطے امام کے اور معین الحکام مین مذکور ہی کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو اختیار
ہی کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو مکن امراتہ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شئ
علیہ اور جوہرہ مین ہی کہ زلق مار کر منی نکالنا حرام ہی اور اسمین تعزیر ہی اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنے
کا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہ مکروہ ہی اور اُسپر کچھ نہین نہ حد نہ تعزیر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح
اور لواطت نہ ہوگی بہشت مین بنا بر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اُسکو قبیح فرمایا اور قرآن مجید مین اُسکا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہی
خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل
کالاناث والصحیح الاول اور اشباہ مین ہی کہ حرمت لواطت کی عقلی ہی تو اُسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ حرمت اسکی سمعی ہی تو اُسکا
وجود جنت مین ہوگا اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو انکا بدن نصف اعلی مردون کے مانند ہوگا اور نصف اسفل
عورتون کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہی ہم فتوحات مکیہ مین مذکور ہی کہ اہل جنت کے دُبر نہ ہوگی اس لیے کہ دنیا مین دبر مخلوق ہوئی واسطے
دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین حموی نے کہا تو اس صورت مین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین کذا فی الطحطاوی وفی البحر
حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا بل للتغلیظ لانہ مطہر

علی قول اور بحر الرائق مین ہی کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہی زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً اور حرمت عقلی سے یہ
مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہی حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت مین شرع ہی تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہی کذا فی الطحطاوی
اور زنا حرام نہین باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلاً اور شرعاً حرام ہی اور حرمت اُسکی زائل ہو جاتی ہی عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا
کی حرمت دائمی نہین بخلاف لواطت کے کہ اُسکی کسی طرح زوال پذیر نہین اور لواطت مین حد کا نہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہین کہ اُسکی حرمت
خفیف ہی بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہی اسلیے کہ حد پاک کرتی ہی گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبی مین ہی کہ لواطت
کا حلال جاننے والا کافر ہی اکثر علما کے نزدیک م طحطاوی نے کہا کہ یہ تکفیر مقید بغیر مملوکہ ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اُسکا کافر نہین اگرچہ اُسنے گناہ
عظیم کا ارتکاب کیا او زنی فی دار الحرب والبغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ ہدایہ یا زنا کیا دار الحرب مین یا دار البغی مین تو اُسپر حد نہین مگر جبکہ اُسنے
زنا کیا اُس لشکر اسلام مین جسکے سردار کو ولایت ہی اقامت حد کی تو البتہ اُسپر حد ہی کذا فی الہدایہ م ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہی یا امیر بلا کو نہ امیر لشکر کو کہ اُسکا
اختیار فقط تدبیر جنگ مین ہی نہ اقامت حدود مین دار الحرب وغیرہ مین حدود اسواسطے نہین کہ وہان ولایت امام کی منقطع ہی ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقا
لا علیہ ولا علیہا اور حد نہین مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقاً نہ مرد نہ عورت پر م غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت
پر اسواسطے حد نہین کہ فعل مرد کا اصل ہی زنا مین اور عورت اُسکی تابع ہی اور ممتنع ہونا حد کا اصل مین موجب ہی امتناع حد کا تابع مین وفی عکسہ حد فقط اور اُسکے بالعکس
مین یعنی مرد مکلف کے زنا مین ساتھ غیر مکلف کے فقط مرد پر حد ہی جاریگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ لہ ای الزنا اور حد نہین اُس عورت کے ساتھ
زنا کرنے سے جسکو زنا کے واسطے اجارہ لیا م یعنی اگر عورت سے مرد نے یون کہا کہ مین تجکو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہون یا اسقدر درہم لے تا کہ مین تجھسے
قربت کرون تو اُسپر حد نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ مورث شبہہ ہی طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہین لیکن
مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہی اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہی اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہین ہوتی تو خالص زنا ہوا
والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا مین حق ہی جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے مین بالاتفاق حد واجب ہی کذا فی الفتح م فتح
القدیر مین کافی سے منقول ہی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجکو اتنا مہر دیا تا مین تیرے ساتھ زنا کرون تو حد واجب نہین اور اسیطرح استیجار
اور عطا درہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتون مین حق یہ ہی کہ حد واجب ہی اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ سکے معارض ہی حقتعالی فرماتا
ہی والزانیۃ والزانی فاجلدوا) اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہین مٹاتا انتہی ملخصا ولا بالزنا باکراہ اور حد نہین جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف
سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہی صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہی اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہی نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہ اختلاف
امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہی یعنی امام نے زمانے مین غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل
تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر الآخر للشبہۃ اور حد نہین ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے م اقرار سے مراد چار بار کا
اقرار ہی اور انکار یہ کہ کہے مین نے مطلق نہین زنا کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت ہر صورت حد ساقط ہی اسواسطے کہ زنا فعل مشترک
ہی بدون دو شخص کے نہین ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ٹلنا مورث شبہہ ہی دوسرے شخص مین اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر وکذا لو قال
اشتریتہا ولو حرۃ مجتبی اور اسی طرح حد ساقط ہی اگر مرد نے کہا کہ مین نے اس عورت کو مول لیا ہی اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی وفی قتل
امۃ زنا بہا الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے مین اُسکے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہی بسبب زنا کے اور قیمت ہی بواسطے قتل کے
م لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہی اور خون بہا کذا فی النہر ولو ذہب عینہا لزمہ قیمتہا وسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء

فاورث شبهة ہدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اُسکی قیمت لازم ہی اور حد ساقط ہی بسبب مالک ہونے مرد کے اندھے جسم کا یعنی قیمت دینے سے تملک جثہ بے بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک یمین کا پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی كذا فی الهداية وتفصيل مالو افضاها فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا زنا سے تو اُسکی تفصیل مصنف کی شرح مین ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ دونون راہین یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جاوین اسکو افضا کہتے ہین تو لونڈی یا کبیرہ ہی یا صغیرہ اگر کبیرہ راضی بزنا تھی بلا دعویٰ شبہہ تو دونون پر حد ہی مہر مرد پر نہین اور افضا سے کوئی چیز اُسپر لازم نہین اور اگر ادعا شبہہ ہی تو حد نہین اور افضا سے کچھ نہین مگر مہر واجب ہی اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعویٰ شبہہ تو مرد پر حد ہی نہ لونڈی پر اور مہر نہین پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اُسکا نہ تھمتا ہو تو مرد پر پورا خونبہا واجب ہی اور اگر پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہی اور اگر شبہہ کا دعویٰ ہو تو دونون پر حد نہین پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہی اور مہر واجب ہی ظاہر الرواية مین اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہی اور مہر واجب نہین شیخین کے نزدیک خلافاً لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہی کہ جماع کے لائق ہی تو وہ کبیرہ کے مانند ہی جمیع احکام مین سوائے سقوط دیت کے اُسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اُسکا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہی لیکن مرد پر حد نہین اور بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہی نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہی ملخصاً ولو غصبها ثم زنی بها ثم ضمن قيمتها فلا حد عليه اتفاقاً بخلاف ما لو زنى بها ثم غصبها ثم ضمن قيمتها كما لو زنى بحرة ثم نكحها لا يسقط الحد اتفاقاً فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا پھر اُس سے زنا کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہین بالاتفاق بخلاف اُسکے یہ کہ اگر زنا کیا اُس سے پھر اُسکو غصب کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا چنانچہ حرہ سے زنا کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہین ہوتی بالاتفاق كذا فی فتح القدير والخليفة الذي لا والي فوقه يؤخذ بالقصاص والاموال لانها من حقوق العباد فيستوفيه ولي الحق اما بتمكينه او بمنعة المسلمين وبه علم ان القضاء ليس بشرط لاستيفاء القصاص والاموال بل للتمكين فتح اور وہ خلیفہ جسکے اوپر کوئی حاکم نہین ماخوذ ہی قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہی تو صاحب حق اُسکو لے سکتا ہی خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانون کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہی اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کے واسطے قضاء قاضی شرط نہین بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہی كذا فی الفتح ولا يحد ولو للقذف لغلبة حق الله تعالى وإقامته اليه ولا ولاية لاحد عليه اور حد نہ ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود مین حق اللہ غالب ہی حقوق العباد پر اور اقامت حدود کی امام کے اختیار مین ہی اور کسی کی ولایت اور حکومت نہین خلیفہ پر جو اُسپر حد کو قائم کرے بخلاف امير البلدة فانه يحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ اُسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها

یہ باب ہی زنا پر گواہی دینے کے احکام مین اور اُسکی گواہی سے رجوع کرنے مین شهدوا بحد متقادم بلا عذر كمرض وبعد مسافة او خوف طريق لم تقبل للتهمة شاہدون نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہوگی بسبب تہمت کے وجہ تہمت یہ ہی کہ حدود کا شاہد مخیر ہی ادائے شہادت یا پردہ پوشی مین تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہی اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہین اور جیسے تقادم مانع شہادت ہی ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہی یعنی اگر بعد بعض ضرب حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا تو تقادم زمان سے اقامت حد نہوگی كذا فی النہر الا فی حد القذف اذ فيه حق العبد مگر حد قذف مین بعد تقادم کے بھی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ اسمین حق العبد ہی یعنی دعویٰ اسمین شرط ہی شہادت کی تو تاخیر انعدام دعویٰ پر محمول ہوگی تو فسق شاہدون کا نہ ثابت ہوگا ويضمن المال المسروق لانه حق العبد فلا يسقط بالتقادم اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہ حق العبد ہی تو تقادم زمان سے ساقط نہوگا یعنی جب شاہدون نے بعد مدت کے گواہی دی تو ضمان متاع کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دعویٰ شرط ہی حقوق العباد مین تو تاخیر دعویٰ پر محمول ہی تو

فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح ولو اقر بہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما سیجئ اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم کیجاویگی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر مین تقادم سے حد نہین چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہین مانند شہادت کے وتقادمہ بزوال الریح وبغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے ہی یہی قول اصح ہی ہم یہ قول محمد سے منقول ہی اور شیخین سے بھی مروی ہی کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدون نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخانیہ عدم حد کرخی کا قول ہی شہدوا علی زناہ بغائبۃ حد گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہی اور شاہد اسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی بالاتفاق ائمۃ اربعہ اور اسیطرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہی کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہ ہی کہ دعوی نکاح مثلاً شبہہ ہی اور احتمال اسکے دعوی کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہی حالانکہ معتبر شبہہ ہی نہ شبہۃ الشبہۃ والا جمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہی یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہی اور گواہی بھی محتمل رجوع ہی تو اگر شبہۃ الشبہہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی عدم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لشرطیۃ الدعوی فی السرقۃ دون الزنی اور اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب مشروط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک لا لاحتمال انہا امراتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ نا واقف عورت کے تو اسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ نا واقف عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہین رہ سکتا کاختلافہم فی طوعہا چنانچہ حد نہین شاہدون کے اختلاف مین عورت کی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اسپر جبر تھا تو دونون پر حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہی اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت مین شاہدون پر حد قذف نہین امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل زنی اربعۃ لکذب احد الفریقین یقینا ان ذکروا وقتا واحدا وتباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدون کا اختلاف ہوا شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو یعنی وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح م اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین تو مرد اور عورت دونون پر حد نہین اسلیئے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہ ہی کہ چار گواہون نے باوجود دوری دونون مکان کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا بصرہ مین اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی کوفہ مین اسیوقت اسی معین دن مین تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایکساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہو سکتا اور شاہدونکا صدق اور کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہی بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہی اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہی اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہی بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المراۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور عورت دونون پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہی اسطرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے مین ہوا اور انتہاء فعل دوسرے کونے مین بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا ولکن ہی بکر او رتقاء او قرناء اوہم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ اربعۃ وان شہد الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کی زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہی یا اسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان

زائد سے بند ہی یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اُسکے یعنی بعد گواہی دینے فروع کے تو کسی پر حد نہین یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہون پر م شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین زیادہ شتباہ ہی کیونکہ اسمین دو جگہ احتمال کذب ہی شہادت اصول مین اور شہادت فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول بھی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہو گی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوئی بسبب رد شہادت فروع کے اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہی نہ حد کذا فی النہر المنح شارح نے کہا کہ ان شہدوا کا ان وصلیہ ہی تاکہ کوئی فعلیہ سمجھکر لم یحد کو اُسکے جزا نہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جاوے وکذا لو شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا اور اسیطرح مرد پر حد نہین اگر شاہدون نے گواہی دی مرد کے زنا پر سو وہ مقطوع الذکر والخصیتین نکلا ولو شہدوا بالزنا ولکن ہم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبد او وجد احدہم کذلک بعد اقامۃ الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد انپر پڑ چکی ہی یا تین شاہد ایسے ہین یا چار مین سے ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہی یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اگر مقذوف طلب حد کریگا م شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماریجاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کے پوری نہین تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہی اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اُسکا حق ہی کذا فی النہر والمنح وارش جلدہ وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہی اگرچہ وہ کوڑون سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی گواہون نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہی سو اُسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہو گیا یا مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہی تو اُسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہی اسلیے کہ کوڑون کی ضرب ظاہر امو لم ہی نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اُسکی دیت بیت المال مین واجب ہی کذا فی المنح ودیۃ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی در صورت عدم اہلیت شہود ویحد من رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اسلیے کہ شہادت اُسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہو گئی م ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہین اور سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماریجاویگی وغرم ربع الدیۃ اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہون پر حد قذف ماریجاویگی اور زانی سنگسار نہو گا اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا قضا مین داخل ہی باب حدود مین یعنی تو گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا م سب گواہون پر اسواسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہی لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو انکا قذف شہادت ہو گیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل نہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شئی علی خامس رجع بعد الرجم اور اُس پانچوین گواہ پر کچھ نہین نہ حد نہ دیت جسنے شہادت سے رجوع کیا بعد رجم کے فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا حاوی پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونون پر حد قائم ہو گی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی چوتھائی دیت کا ضمان دیگا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوین گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی الحاوی القدسی م یہ حکم درصورت رجم ہی اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہروا غیر اہل الشہادۃ عبیدا او کفارا فیما اذا اخبر المزکی بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائما تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی المال اتفاقا ضمان دے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اُسوقت ہی جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اُسنے شہادت سے رجوع کیا ہو

ہو یون کہکر کہ ہمین بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار مین اور دیت اُسکی بیت المال مین ہو بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوے بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل بنی خطا کے ہوئے بالاجماع اُنپر ضمان نہین اور اگر مزکیون نے خبر دی کہ گواہ عادل ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہین تو بھی اُنپر ضمان نہین بالاجماع کذا فی النہر مزکی وہ جو قاضی کے روبرو شاہدون کی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث مجرا اور شاہدون پر حد قذف نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ قذف مین وراثت جاری نہین کذا فی البحر یعنی شاہدون نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مر چکا اور چونکہ قذف مین ارث نہین تو وارث اُسکے طلب حد نہین کر سکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہر واکذلک غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا لشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کی ضمان دے جیسے قاتل ضمان دیتا ہو اگر قتل کرے اسکو جسکی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسیطرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت کے نہین تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بسبب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص ور ضمان اُسکی دیت کا تین سال مین واجب ہو کذا فی النہر فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصا فظہر الشہود عبیدا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاوے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہو اُس قاتل کے مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہو گیا بنا بر قصاص کے خواہ شاہدون کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفاء قصاص کا حق واسطے وارث کے ہو کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ وان رجم ولم تزک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حالانکہ شہود زنا کی تعدیل نہ ہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال مین ہو بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی طرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال مین ہوتی ہو اسواسطے کہ امام نائب ہو مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت لاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا تعمدناہ للتلذذ فلا تقبل لفسقہم منح اور اگر زنا کے گواہون نے کہا کہ ہمنے قصداً زنا کو دیکھا تو گواہی اُنکی مقبول ہو گی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جب کہ گواہون نے کہا کہ ہمنے عمداً زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی انکی مقبول نہو گی بسبب فاسق ہو جانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح م تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہو جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے کو مباح ہو اور اسیطرح واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہو کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی نہر رجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اُسکے احصان پر گواہی دی یا اُسکی زوجہ اُس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہو گا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اُسکو طلاق دی اور بولا کہ مین نے اُس سے جماع کیا اور عورت منکر ہو جماع کی تو مرد محصن ہو گا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہو گی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ اقرار حجت قاصرہ ہو یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہو نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیرجم المحصن ویجلد غیرہ وبہ استغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ مین نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہو گا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے سنگسار ہو گا نہ عورت تو اُسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہو اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخون مین پائی جاتی ہو وہ یہ قول ہو کہ جب دو زانیون مین ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اُنمین سے وہ حد ماری جاویگی جو اُسکی حد ہو یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرے اسکو مصنف کی شرح مین یہ عبارت موجود ہو فیرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہین بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل

تزوج بلا ولی فدخل بہا لایکون محصنا عند الثانی لشبہۃ الخلاف شہر مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پھر اُس سے صحبت کی تو مرد اُس نکاح اور صحبت سے محصن نہین ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہی اور احادیث بھی آسمین مختلف ہین لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کیا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی النہر

باب حد الشرب المحرم

یہ باب ہی شرب حرام کی حد کے بیان مین م محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہی اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد لانہ لا یقام علی الکفار ظہیریۃ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من المحرم حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جاوے سلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماری جاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریۃ لیکن منیۃ المفتی مین ہی کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین م ذمی پر حد مارنا یہ قول ہی حسن کا اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہی اور مذہب یہی ہی کہ اسپر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایہ ناطق فلا یحد اخرس للشبہۃ حد مار یجاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اُسکے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اُسپر حد نہین اس اشتباہ سے کہ شاید اُسکے گلے مین لقمہ اٹکا ہو سو اُسکے اتارنے کے واسطے اُسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر شرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے م حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہی بخلاف اور اشربہ کے کہ اُنکی حرمت ظنی ہی تو بدون نشہ کے اُنکے پینے مین حد نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کے واسطے شراب پیے گا تو اُسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی اوسکر من نبیذ ما یفتی یا مسلم مذکور مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اُسی پر فتوی ہی م یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہی اُنکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہی کذا فی النہر نبیذ اُس پینے کی چیز کو کہتے ہین کہ سوائے انگور کے کھجور یا مونیر یا شہد یا جو بھی پانی ڈالکر چند روز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہوا اور خمر یعنی شراب عبارت ہی انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش مین آوے اور گاڑھا ہو جاوے اگرچہ اُسمین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہی اور اسی پر فتوی ہی طوعا عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ لا یحد بخلاف الزنا لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہی بخوشی شراب پیکر اسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقۃً ہو یا حکماً اُس طرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہی کہ حربی دار الاسلام مین داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پھر اُسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اُسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنی اگر بعد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اُسپر حد ہی بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین شارح کہتا ہی اس تعلیل پر وارد ہوتی ہی حرمت سکر بھی ہر دین مین سو تامل کر م طحطاوی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظہیریہ مین شرب خمر مذکور نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہی اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہین بعد الافاقۃ فلو حد قبلہا فظاہرہ انہ یعاد عینی حد ماریجاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری گئی تو ظاہر اُس تقیید کا دلالت کرتا ہی کہ دوبارہ حد ماریجاوے کذا فی شرح العینی م یہ استظہار ہی صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی مین بھی درد حاصل ہی اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کی بعد الافاقہ کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب و ریح ما شرب من خمر او نبیذ فتح فمن قصر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر موجودۃ خبر الریح وہو مؤنث سماعی غایۃ حد ماریجاوے جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اُسکی بو موجود ہو منھ مین خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جس نے فقط خمر کی بو پر قصر کیا اُسنے بیان مین قصور کیا یہ اشارہ ہی اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہی ریح کی اور ریح مؤنث سماعی ہی کذا فی غایۃ البیان

یہ رد ہی صاحب کنز پر کہ اُسنے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ وحینئذ فلا بد ان یشہد بالشرب طائعا ویقولا اخذناہ وریحہا
موجودۃ وجود بو ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہی مگر یہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اُسوقت مین ضرور ہی کہ شاہد یون گواہی دین کہ اُسنے شراب
اپنی خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اُسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اُسوقت بو موجود تھی ولا یثبت الشرب بہا بالرائحۃ ولا بتقایئہا بل بشہادۃ رجلین اور ثابت
نہین ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قی کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہی شرب دو مردون کی گواہی سے م فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ گاہے غیر خمر
سے خمر کے مانند بو آتی ہی جیسے سفرجل یعنی بہی کے کھانے سے اور قی سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اُسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو یسالہما الامام عن ماہیتہا وکیف
شرب لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتی یسال عن العدالۃ ولا یقضی بظاہرہا فی
حد ما خانیۃ دونون شاہدون سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہی اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے
شارب کے دار الحرب مین پھر شاہدان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد مین ظاہر
عدالت پر بلا تحقیق کذا فی الخانیۃ م ماہیت خمر کا سوال سواسطے ہی کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما بالسکر
من الخمر والآخر من السکر لم یحد ظہیریۃ اور اگر شاہد مختلف ہون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اُسکے خمر سے مست ہونے کی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے
مست ہونے کی تو اسپر حد نہین کذا فی الظہیریۃ م سکر بفتحتین عبارت ہی عصیر رطب سے جب اُسمین اشتداد ہوا اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہی کذا فی النہر او ثبت
باقرارہ مرۃ صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہی شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین م بحر الرائق مین ہی کہ جب ثبوت شرب کا گواہ
اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے اُنکو پیتے نہ دیکھا ہو تو اُنپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی ثمانین
سوطا متعلق بیحد للحر ونصفہا للعبد اسی کوڑے حد ماریجاوین آزاد کو اور اُسکے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہی وفرق علی
بدنہ کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اُسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور مُنہ اور شرمگاہ پر نمارے اور
کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اُتارا جاوے سواے پاجامے کے تا کشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدا بعد زوال
ریحہا لا لبعد مسافۃ او اقر کذلک او رجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالی فیعمل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا برای عمر و
ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بوے خمر کے بلا بعد
مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اُسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہی اللہ تعالی کا تو اسمین اقرار
سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پھر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہی اور اجماع حاصل نہین بدون راے عمر فاروق اور عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اُن دونون بزرگون نے قیام بوے خمر کو شرط کیا ہی م شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظمؒ کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین
اور یہی قول ہی امام مالکؒ کا اور ایک روایت ہی امام احمدؒ کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول اصح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہو
اگر اُسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہی صحیح مسلم مین انسؓ بن مالک سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور
جوتیون سے مارا پھر ابو بکرؓ نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت مین پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم
کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری راے مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کے مانند تو عمرؓ نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور مؤطا
مین مروی ہی کہ عمر فاروقؓ نے خمر مین مشورت کی تو علیؓ بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری راے مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب آدمی نے
شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کریگا پھر جب بیہودہ بکے گا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہین اور ان دونون روایتون

مین کچھ تعارض نہین بس احتمال ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف اور علیؓ مرتضی دونون نے ۸۰ کوڑے تجویز کیے ہون کسی نے انکا قول ذکر کیا کسی نے انکا اور صحیح مسلم مین انس بن مالکؓ سے روایت ہو کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے ۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبر کے وقت اور ابتدار خلافت عمر فاروق مین ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پھر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ کرام ہوگیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل ایکبار ایک مرد کے حق مین لسبب اسکے زیادتی فساد کے انتہٰی تک منتہی ہوا یعنی دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو ۸۰ ہوگئے پھر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہوگا فساد زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر ملخصا عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب الخمر کو ہلاکر منہ سونگھو اگر بو کو پاؤ تو اسکو مارو اور عمر فاروقؓ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اسنے اقرار کیا شرب کا تو اسکو تعزیر دی حد نہ ماری کذا فی الطحاوی عن الزیلعی والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس لسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہو جو تفرقہ نکرے مرد اور عورت مین اور آسمان اور زمین مین اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہو جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہین کذا فی البحر ویختار للفتوی تو لہا لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کے واسطے صاحبین کا قول مختار ہو لسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وہذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اسکا ارتداد صحیح نہین تو اسکی زوجہ اسپر حرام نہین اس ارتداد سے اور یہ ایک مسئلہ ان سات مسائل سے ہو جو مستثنی ہین اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہو چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح مین اشباہ وغیرہا کی طرف نسبت کرکے مشرح بیان کیا ہو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہو کہ نشہ محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہو مگر سات مسائل مین اسکے مانند نہین مرتد ہونے مین ۲-حدود خالصہ کے اقرار مین ۳-اشہاد علی الاشہاد مین ۴-تزویج صغیرہ اور صغیر مین جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہ تزویج نافذ نہین ۵-وکیل ہوا طلاق کا ہوشیاری مین پھر مست ہو کر اسنے طلاق دی تو واقع نہین ۶-بیع کا وکیل اگر مست ہو کر بیچے تو بیع نافذ نہین موکل پر ۷-کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پھر اسکو پھیر دی حالانکہ وہ مست تھا ونقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح مین جوہرہ سے کتاب الاشربہ مین نقل کی ہو حرمت خراسانی اجواین کی اور بھنگ اور افیون کی لیکن انکی حرمت کمتر ہو شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کھانے سے مست ہوگا تو اسپر حد نہین بلکہ اسکو تعزیر دی جاویگی انتہی نقلہ وفی النہر التحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق مین ہو کہ تحقیق عنایہ کا قول ہو کہ خراسانی اجواین مباح ہو اسواسطے کہ حشیش یعنی گھاس ہو پر اسکا نشا حرام ہو مم طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج مین تعلیل حشیش کی بے معنی ہو اور یہ عبارت عنایہ مین نہین بنج یعنے خراسانی اجواین کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق مین مصرح ہو اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہو تو ظاہرا اختلاف ہوا اسکی اباحت اور حرمت مین تو دونون قولون کی توفیق یہ ہو کہ خراسانی اجواین دو قسم پر ہو بقول قہستانی ایک قسم حرام ہو اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہو اور محمدؒ کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اسکا قلیل بھی حرام ہو اور اسی قول پر فتوی ہو چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مران الامضاء من القضاء فی باب الحدود شارب الخمر پر اقامت ہوئی حد کی شلا تیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اسپر حد نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ جاری کرو دینا قضا مین داخل ہو باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لتداخل المتحد کما سیجئ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا مم یعنے اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اسپر شراب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہو بسبب اتحاد قصور کے اور یہی حکم ہو زانی کے بھاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سکران اوصاح بجمع بہ فرسہ فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن والا لا مصنف عمادیہ مست

یا ہوشیار کے گھوڑے نے اُسکے ساتھ سرعت کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مرگیا اگر سوار قادر تھا اُسکے روکنے پر تو اُسپر ضمان ہی اور اگر قادر نہین تو اُسپر ضمان بھی نہین
کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ م مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کیون کہتا مصنف عن العمادیہ

باب حد القذف

باب حد القذف

یہ باب ہی حد قذف کے بیان مین ہو لغۃ الرمی وشرعا الرمی بالزنی وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب مین عبارت ہی مطلق عیب لگانے سے اور
اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہی زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہی باجماع امت کذا فی الفتح م حق تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہی کہ البتہ جو لوگ
محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ
مہلک سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا
اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہی حقتعالی نے فرمایا کہ جو
عیب لگا دین محصنات کو اور چار گواہ نہ لا دین تو اُنکو ۸۰ کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہی تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا
مسلمان کو عیب لگا دیگا تو اسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کذا فی المنح نہر الفائق مین ہی کہ ہر چند نص قرآنی مین قذف محصنہ مذکور ہی لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہی بطریق دلالۃ
النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہی لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہی کہ غیر محصن
کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بےحیا کا صغیرہ گناہ ہی م نہر الفائق مین یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہی تو ظاہر الاستدراک غیر مناسب ہی بلکہ خود شارح نے
ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہی کہ قذف کبیرہ گناہ ہو اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہی سو وجوب حد کے واسطے ہی نہ کبیرہ گناہ ہونے کے
واسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہی کہ جو ذمی کو قذف کریگا اُسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے ہان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو
صغیرہ کہتا ہی انتہی کذا فی الطحطاوی ہو کحد الشرب کمیۃ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہی مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مردون
کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کے ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اُسمین عورتون کی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علی الشہادت
اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسالہما الامام عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نائب
اُسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اُسکی سے م حقیقت قذف کا سوال اُسوقت ہی جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر
گواہ بجز لفظ قذف اُسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے مراد ہی جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہد القولہ یازانی فرجب
دونون گواہون نے بلفظ یازانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یازانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہین کہ خود اُسنے مذکور کی ثم یحبسہ
لیسال عنہا لما یحبسہ لشہود یمکن احضارہم فی ثلثۃ ایام والا لاظہیریۃ پھر بعد اسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہی اُسکو
شہود کے واسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہی اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفلہ خلافا للثانی نہر اور امام حاضر
ضامنی نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر و یحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والا ففیہ التعزیر اور حد
مارا جاوے حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اُس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہی قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اُسکی حریت ثابت نہین تو اُسکے قذف مین تعزیر ہی
قاذف پر حد ہی اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو م طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل ہی البالغ العاقل العفیف
عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہی زنا کے فعل سے م اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زنا کار کی قذف سے حد نہین نہر الفائق مین ہی کہ عفیف وہ ہی جسنے
کسی عورت سے وطی زنا اور شبہ اور نکاح فاسد سے نہ کی ہو فینتقص عن احصان الرجم بتشبیہ النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم دو جز مین

حلیمی

کم ہی یعنی نکاح اور دخول مین یعنی احصان رجم مین نکاح اور دخول زوجہ شرط ہی بخلاف احصان قذف کے کہ اُسمین شرط نہین خواہ ہون یا نہون وبقی من الشروط ان
لایکون ولدہ او ولد ولدہ خیرا او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او بملک فاسد او ہی رتقاء او قرناء اور شروط احصان قذف سے یہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف
قاذف کا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر و الخصیتین یا خصی نہو یا اُسنے بنکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نہ کی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے
بند نہو ہم گونگے کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاء حد مقذوف کے دعوی پر موقوف ہی اور دعوی اُسکا نہین ہوسکتا الا باشارہ اور نیابت اُسمین کافی
نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہی لیکن بسبب عدم امکان زنا اُسکو قذف سے عار لاحق نہین ہوسکتی اور یہی علت ہی رتقاء و قرناء مین اور خصی وہ ہی جسکے ذکر
ہو خصیتین نہون سواس سے زنا کرنا متصور رہی تو خصی کا بیان مذکور کرنا غلط ہی شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہو گیا اسواسطے کہ محیط مین مصرح
ہی کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اُسپر حد ہی اسواسطے کہ زنا کرنا اُنسے متصور ہی کیونکہ آلہ زنا اُنکے بدن مین موجود ہی اور نکاح فاسد ہی احصان البتہ ساقط ہی لیکن ملک فاسد
سے ساقط نہین اسواسطے کہ ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہی نا لهذا اُسکے واطی کے قاذف پر حد ہی چنانچہ قہستانی
اور محیط مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی و ان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو سلم بعد ذلک فتح اور شروط باقیہ سے یہ ہی کہ احصان
مقذوف کا حد مارنے کے وقت پایا جاوے یہانتک کہ اگر وہ مرتد ہو جاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی
فتح القدیر م شروط مذکورہ سے یہ باقی رہگیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک قذف مین ارث نہین اور یہ شرط ہی کہ مقذوف حد
قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو کذا فی المنح بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد بلا اجارہ سے یعنی جو یون کہے کہ تونے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ
انت ازنی من فلان او منی علی ما فی الظہیریۃ اور صریح زنا مین داخل ہی یون کہنا کہ تو زانی تر ہی فلانے سے یا مجھسے کذا فی الظہیریہ م مسوا مین مثال اول کے مخالف ہی اور
خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہی یعنی دونون صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر و مثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہی لفظ نیک
کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے نقل کیا ہی م نیک مصدر ہی یعنی جماع کرون یعنی اگر مرد سے کہے یا ناک یا عورت سے کہے یا منیوکہ تو گویا یون کہا
کہ او زانی اور او زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہی ولو قال یا زانی بالہمزۃ لم یحد شرح تکملہ اور اگر یا زانی کہا یعنی بجاے یا ر تحتیہ ہمزہ بولا تو اُسپر حد نہین کذا فی شرح
التکملہ م ظاہر یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور ہی اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے صعود کے معنی اُسوقت
مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہی اسواسطے کہ عرب بجاے حرف علت ہمزہ بدلتے ہین اور بجاے ہمزہ حرف علت
بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہو گی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او بقولہ زنات فی الجبل بالہمزۃ فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود و
حالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہی صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنأت فی الجبل یعنی تونے زنا کیا پہاڑ مین یا تو چڑھ گیا پہاڑ مین اسلیے کہ زنأت مہموز
مشترک ہی فاحشہ اور صعود کے معنون مین اسلیے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب و دشنام تعین کر دیتی ہی معنی فاحشہ کو م یہ قول ہی
شیخین کا فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر زنأت علی الجبل کہیگا تو اُسپر حد نہو گی اسلیے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہو گئے او لست لابیک او زاد لست لامک وقال
لست لابویک فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوفۃ لا الطالب
شمنی یا حد قاذف ہی اس قول مین کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی مان کا نہین یعنی یون کہا کہ تو اپنے مان باپ کا نہین تو اُسپر حد
نہین اسواسطے کہ جب قائل نے ولادت کی نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہی یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اُسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب
معروف النسب ہی اور حالانکہ مان اُسکی محصنہ ہی احصان اُسکی مان کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہی دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست
بابن فلان مین قذف درحقیقت اُسکی مان کو ہی اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہی نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی م مقذوف اُسکی والدہ ہی اور طالب حد اُسکا

ولد ہو جبکہ ماں اسکی مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب اسکی والدہ ہوگی نہ اسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب تعلیق بالصور الثلث فی غضب تینوں صورتوں سے متعلق ہے یعنی زنأت فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کیحالت مین قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا مین اقوال ثلثہ مین سے کوئی قول کہیگا تو حد نہین اسلیے کہ قول اول مین زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین مین نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے ولطالب المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اُسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اسکو عیب لگاتے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر م درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ مین نے یون کہا تھا بل وان امر المقذوف بذلک شرح تکملۃ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملۃ م باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے تو صیغہ کی اباحت سے مباح نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شرب و زنا اور حد مارنے کے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اُتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے کے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے م حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہین کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اُسکے سب کپڑے نہ اُتار بجاوینگے سوائے پوستین اور روئی بھرے کپڑے کے تا خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوائے پاجامہ انمین سب کپڑے اُتار ڈالے جاوینگے لا بحد لست بابن فلان لجدہ لصدقہ یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماریجاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا ونسبتہ الیہ او الی خالہ او عمہ او رابہ بتشدید الباء مربیہ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانہم آباء مجازا اور حد نہین اسکی دادا کی طرف اسکے نسبت کرنے سے یا اُسکے ماموں یا اُسکے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ دادا اور چچا وغیرہ آباء مجازی ہین راب بتشدید باء موحدہ بمعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء وفیہ نظر ابن الکمال اور یون کہنے سے حد نہی کہ او بارش آسمانی کے فرزند اسمین اعتراض کیا ہے ابن کمال نے م اسواسطے حد نہین کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارثہ ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط مین مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھی اپنے حسن اور جمال کے سبب سے اور اُسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی الفلاح الاصلاح مین ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب مین جود اور جمال سے تشبیہ نہین ہوسکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم التزام کرتے ہین اور اسکو نفی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹھہراتے ہین اسحالت مین کذا فی النہر فتح القدیر مین مذکور ہے کہ اگر وہان کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اُسپر حد ہے ابن ماء السماء کہنے مین اور نہین تو نہین ولا بقولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہین م نبط ایک گروہ ہے آدمیون کا عراق مین وہ احد کو نبطی کہتے ہین اور شرح جامع صغیر مین ہے کہ انباط عجمی کشتکار ہین اسواسطے حد نہین کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت مین مراد ہے بلا گمان قذف فی النہر ستی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا عزر نہر الفائق مین ہے کہ جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کو اُسکے غیر قوم کی طرف یا اُسکے قوم سے اسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے م نہر الفائق مین یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا نخل الزنا قذف اور نہر مین ہے کہ یون کہنا کہ او زنا کے چوزے او زنا کے انڈے او زنا کے حمل او زنا کے نخل قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہین حمل بفتحتین بچہ گوسفند جب چار مہینے کا ہو اور نخل بچہ گوسفند بمجرد پیدایش م نہر الفائق مین جوہرہ سے منقول ہے کہ یون کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہین بخلاف یا کبش الزنا او یا حرامزادہ قنیۃ بخلاف اس قول کے او زنا کے مینڈھے یا او حرامزادے یہ قذف نہین م طحطاوی نے کہا کبش الزنا مین شاید یہ وجہ ہے کہ قذف مین مستعمل نہین اور حرامزادہ شریر

اور مکار کو بولتے ہین اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہین یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہی اور زنا نہین وفیہا لو محمد ابوہ لسبہ فلا حد اور قنیہ مین ہی کہ اگر ایک شخص کا
باپ منکر ہوا اُسکے نسب کا تو اُسپر حد نہین ولا حد لقولہ لامرأتہ زنیت بعیر او بثور او بحمار او بفرس لانہ لیس بزنا شرعا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ
تو نے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدھے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ یہ شرعاً زنا نہین بخلاف زنیت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او بثوب او بدراہم
فانہ یحد لانہا لا تصلح للایلاج فیراد زنیت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گاے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے یا کپڑے سے یا درہم
سے تو مرد پر حد ماری جاویگی اسواسطے کہ عورت ادخال فی الفرج کے لائق نہین تو یہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قیل ہذا الرجل
فلا حد لعدم العرف باخذہ المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین وانما یطلبہ بقذف المیت
من یقع القدح فی نسبہ بسبب قذفہ ای المیت وہم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محروما عن المیراث بقتل او رق او کفر
ولد بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوقہم العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی الغائب لجواز تصدیقہ اذا حضر اور قذف میت سے
طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہی بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع ہین اگرچہ عالی یا سافل ہون
اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص ابعد باوجود اقرب کے یا اُسکے عفو کر دینے
یا اُسکے تصدیق کر دینے کی طالب حد ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہر طرح ہی اسواسطے کہ سب کو لحوق عار ہی بسبب جزئیت کے ماتن نے طلب کو مقید بمیت
کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو م طحطاوی نے نہر اور بحر سے
نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنی ہین یعنی اُنکو حق طلب نہین قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد واحد للتداخل الآتی ثم موت
ابویہ لیس بقید بل فائدتہا فی المطالبۃ کہا او دو زانیون کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مر چکے ہین تو قاذف پر ایک ہی حد ہی بسبب تداخل کے
جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اُسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اُسکا مطالبہ مین ہی یعنی اگر والدین میت ہونگے
تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف اُنکی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی آخر المبسوط ان معتوہۃ قالت لرجل یا ابن الزانیین فجاء بہا الی ابن ابی لیلی
فاعترفت فحدہا حدین فی المسجد فبلغ ابا حنیفۃ فقال اخطأ فی سبعۃ مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا حدین واقامہما معا وفی المسجد وقائمۃ وبلا
حضرۃ ولیہا مبسوط کے آخر مین مذکور ہی کہ بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اُسکو لایا قاضی ابن ابی لیلی کے پاس سو اُس نے
قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اُسکو دو بار حد ماری مسجد مین تو یہ خبر پہونچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ ا حکم کی بنا کی بیہوش عورت
کے اقرار پر ۲- اور اُسپر حد لازم کی ۳- اور اُسکو دو حدین مارین ۴- اور دونون حدون کی ساتھ ہی اقامت کی ۵- اور مسجد مین حد قائم کی ۶- اور
اُسکو کھڑا کر کے حد ماری ۷- اور بلا حضور اُسکے ولی کے ہم فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہی کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو
سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہی یا ابن الزانیین تو اُسکے دو حدین مارین مسجد مین پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہی ہمارے شہر کے قاضی سے
کہ اُسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہ خطا کی اوّل یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر
اُسکے نزدیک دو حدین تھین تو دونون حدون مین ایکدن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اوّل کا اثر خفیف ہو جاتا چوتھے یہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہ کہ اُسکو
دریافت کرنا تھا کہ اُسکے والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا اُنکو اختیار تھا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید یہ زیادت
اور نقصان بسبب اختلاف راویون کے ہی اور قاضی ابن ابی لیلی کی طرف سے یہ جواب ممکن ہی کہ وہ مجتہد تھے اُنکے اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی
وقال فی الدرر ولم تعرف ان ابویہ حیان فتکون الخصومۃ لہما او میتان فتکون الخصومۃ للابن اور درر مین کہا اور معلوم نہوا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ

تھے سو حق خصومت انکو ہوتا یا مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف وشرب وسرق وزنا غیر محصن لقیام علیہ
الکل بخلاف المتحد جمع ہوئین ایک شخص پر حدود کی چند جنسین مختلف اسطرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اُمپر سب
حدود قائم کی جاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہی اور حد قذف سے حفظ آبرو ہی اور حد شرب سے حفاظت عقول
ہی تو اقامت حد واحد سے جمیع مقاصد مذکور نہین حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہی بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور
ہوگا ولا یوالی بینہا خیفۃ الہلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان مین اتصال نہ کیا جاویگا یعنی لگاتار برابر اُنکی اقامت نہوگی ہلاک ہوجانے کے خوف
سے بلکہ وہ محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ہو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود
مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمین حق اللہ غالب ہی پھر امام مختار ہی جاہے حد زنا کو شروع کرے جاہے
قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجید سے یعنی دونون قوت مین برابر ہین کسی کی ترجیح نہین ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور
موخر کرے حد شرب کو بسبب اُسکے ثابت ہونے کے صحابۂ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ العینین بدأ بالفقار ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغی غیرہا اور اگر کسی کو
زخمی بھی کیا تو امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور اُنکے سوا اور حدود لغو ہوجاوینگے کذا فی البحر طحطاوی نے
ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہی جو قصاص کی موجب ہی وفی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقۃ ثم قتل وترک
ماالتقی اور حاوی مین ہی کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماریجاوے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود ترک ہون ویؤخذ السرقۃ من
ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جسقدر اُسنے چوری کی وہ اُسکے متروکہ سے لیجاوے بسبب اُسکے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہی قطع ید کی ضرورت سے
سو یہان پایا نہین گیا ولا یطالب ولد ای فرع وان سفل وعبد اباہ ای اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف امۃ الحرۃ المسلمۃ
المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نہ کرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی مان کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہی ولد سے مراد فرع ہی اگرچہ سافل
ہو اور باپ سے مراد اصل ہی اگرچہ عالی ہو حرہ غلام کی مان کا حرہ ہونا اسطرح پر کہ مان آزاد ہوگئی اور بیٹا اُسکا غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی
سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہی تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لہا ابن من غیرہ او اب ونحوہ ملک الطلب فی النہر واذا
سقط عنہ الحد عزر بالشتم ولدہ یعزر پھر اگر اُس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اُس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا باپ ہو یا
اُسکے مانند کوئی اور اصول اور فروع مین تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہی اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جائیگا بلکہ بیٹے
کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مر گیا تو حد باطل ہی وارث
دعوی نہین کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہی بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقرار ولا
اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز
نہین اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہی یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہوجاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیہ متعلق ہی رجوع
سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہان اگر مقذوف عفو کردے تو
حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہی بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہی حد کی یہانتک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور
طلب حد کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہوگی مگر بعد حاضر ہونے مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر
مقذوف کہین چلا گیا تو باقی کوڑے نہ ماریجاوینگے تا وقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال الآخر لا بل انت حدا لتعلقہ حق اللہ تعالی فیہ کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو قذف

۴۷

جواب دیا بلکہ تو یعنی میں زانی نہیں تو زانی ہے تو دونوں پر حد قذف ماریجاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف میں یعنی اُس قول میں دونوں قاذف ہوئے اگر بنا بر حق بعید
کے کہے کہ دونوں برابر ہوگئے تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونوں پر حد ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال لہ مثلاً یا خبیث فقال بل انت لم یعزر لانہ
حقہما وقد تساویا فتکافیا بخلاف اُسکے یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص سے مثلاً کہا یا خبیث سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے تو دونوں پر تعزیر نہیں اسواسطے کہ تعزیر
دونوں کا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہوگئے تو دونوں کی مکافات ہوگئی یعنی دونوں سے تعزیر ساقط ہوگئی بخلاف
ما سیجی لو تشاتما بین یدی القاضی او تضاربا لم یتکافئا لہتک مجلس الشرع ولتفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہے جو آویگا کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی
دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر نہو جاوینگے سقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دیجاویگی بسبب بے ادبی مجلس شرع کے
اور بسبب متفاوت ہونے ضرب کے ولو قالہ لعرسہ وہو من اہل الشہادۃ فردت بہ حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ
زوج اہل ہے شہادت کا سو زوجہ نے وہی قول پھیر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اُسنے جواب
دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں تو زانی ہے تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اُسکا قذف
لعان کا موجب نہوگا تو دونوں پر حد ماری جاویگی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدہما اسقاط الآخر وجب تقدیمہ
احتیالا للدرء قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدین جمع ہونگی اور ایک حد کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا اسقاط ہوگا
تو اسکی تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان
کا اہل نہیں اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہ تھا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں ہوتی ہے اور لعان
تو حد نہیں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنی مشروعیت لعان کی واسطے انزجار کے ہے مانند حدود کے ولذا قالوا
لو قال لہا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدئ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہا نے کہا ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ
یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہوجاوے یعنے زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماریجاویگی تو لعان ساقط ہوجاوے گا
اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہیں رہتا بحرالرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونوں میں قاضی لعان کراویگا پھر زوجہ کی ماں نے قذف کے حد کی
طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماریجاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اُسصورت میں مفروض ہے جب زوجہ اور اُسکی ماں معا طالب ہوں ولو
قالت فی جوابہ زنیت بک او معک ہدر الحد واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اُسکے جواب میں کہا کہ میں نے تجھسے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا
کیا تو حد اور لعان دونوں باطل ہوجاوینگے بسبب شک کے تفصیل شک یوں ہے کہ عورت کا قول اسکا محتمل ہے کہ اُسنے قبل النکاح کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب
ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اُسکی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے اُس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ بعد
نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر بزنا کیا بقرینہ تقابل تو بموجب اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد اسواسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کیطرف سے
تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہوگئے کذا فی المنح قید بالخطاب لانہا لو اجابتہ بانت ازنی منی حدت وحدہ
خانیہ مصنف نے جواب کو بخطاب کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یوں جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجھسے تو فقط زوج ہی پر حد ماریجاویگی کذا فی الخانیہ
اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام میں ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یوں کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہیں
کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعضے نسخے میں ہے کہ حدت بدل حدہ سو تحریف ہے ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت دونہ لتصدیقہا اور اگر وہ یعنی گفتگو مذکور

لعان نہ ہونا بوجہ عدم ...

زنا کو بہ نسبت ...

کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف کیا اور اُسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بولدٍ ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج
نے ولد کا پھر اُسکی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اُسکے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماریجاوے اور ولد دونون صورتون مین مرد کا
ہی اُسکے اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق ہی اور دوسری صورت مین اقرار لاحق ہی اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہی کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر
لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہی نہ تیرا تو یہ باطل ہی نہ اس قول سے حد متعلق ہی نہ لعان اسلیے کہ مرد ولادت کا منکر ہی اور انکار ولادت سے
قاذف نہین ہوتا قال لامرأۃ یا زانی حد اتفاقا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یازانی تو اُسپر حد ہی باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اسواسطے کہ کلام
عرب مین ہا ہوز محذوف ہوسکتی ہی بسبب ترخیم کے یعنی اصل مین یازانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہوگیا ترخیم عبارت ہی حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا
زانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یازانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمدؒ نے کہا کہ اسکا قائل
حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا ہوز صیغہ مذکر مین مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہی جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین مذکر لانا ہی لفظ
کا اور تانیث غیر اصل ہی ولا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہین اُس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہین اُس
شہر مین جہان قذف واقع ہوا نہ ہر شہر مین کذا فی البحر او من لاعنت بولدٍ لانمارۃ الزنی یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا
باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کردیا اور ولد کو مان کے ساتھ ملحق کردیا اسواسطے حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت
ہی زنا کی اور سو اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نہ کریگا تو اُسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہوجاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر
حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او بقذف رجل وطی فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامۃ ہی
اختہ رضاعا فی الاصح لفوات العقد یا حد نہین اُس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک مین ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ
سے غیر ملک مین وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اُس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اس لونڈی سے وطی کی جو ہولی کی رضاعی
بہن تھی یہان حد نہین قول اصح مین بسبب فوت ہوئے عقد کے ام یہ علت ہی مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان
یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث
شبہۃ یا حد نہین اُس مکاتب کے قذف سے جو مرگیا بدل کتابت ادا کرکے حد نہین بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے
شبہہ پیدا کیا سقوط حد مین ہم وفاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفاء مرجاویگا تو اُسکے قاذف پر بطریق اولی حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلاشبہہ غلام مرا
کذا فی البحر وحد قاذف واطی عرسہ حائضا وامۃ مجوسیۃ ومکاتبۃ ومسلم نکح محرمۃ فی کفرہ لثبوت ملکہ فیہن وفی الذخیرۃ خلافہما اور حد مارا جاویگا قاذف
اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت مین اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اُس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر
مین اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اُسکے ملک مین یعنی پہلی اور پچھلی صورت مین ملک نکاح ثابت ہی اور باقی مین ملک یمین ہی اور پچھلی صورت مین خلاف ہی
صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین وحد مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد
بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالی المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر غایۃ اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا
اسواسطے کہ اُس نے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہی بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہین اس لیے کہ زنا اور سرقہ
کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہی مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماریجاوینگے سواے شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان الکن فی رمز
عن النہر تصحیح حدہ بالسکر ایضا لکن ہم باب الشرب مین مقدم ذکر کرچکے ہین منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح درست ہونے سکر کی شارح نے استدراک کیا غایۃ البیان

کے استثنا پر وفی السراجیۃ اذا اعتقدوا حرمۃ الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ مین ہو کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہون تو مسلمین کے مانند ہین وجوب حد مین
م شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہو یعنی غایۃ البیان کی روایت اُس صورت پر محمول ہو جب اہل ذمہ معتقد حرمت
خمر ہون منیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہو تو تناقض نرہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہو کذا فی النہر وفیہا لو سرق الذمی او زنی
فاسلم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ مین ہو کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اُسکا
اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہین اسواسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہین اقر القاذف
بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کیے مقذوف
کے زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر مین ہو بسبب ساقط ہوئے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہی حد قذف مین نہ قاذف کا جیسا کہ
مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس مین کیا چنانچہ اُسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد حرر
فی البحران البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان منکرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ
فتنبہ عبارت درر کی یون ہی یا اُسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اُسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کیے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق
مین تحریر کی ہی کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہین اور اُسپر اعتماد نہین اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہی تو رجوع اُسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی اور اگر مقر
ہی تو گواہی لائق سماعت نہین باوجود اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہی جسکی تفصیل اشباہ مین مذکور ہو اُن سات مقامون سے
یہ مسئلہ نہین لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا سو خبردار ہو جا یعنی یون کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کیے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف
پر حد ہی م اشباہ والنظائر مین مذکور ہی کہ مقر پر گواہ مسموع نہین مگر سات جگہ ا میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثون پر حکم متعدی ہو
۲ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہین ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہین دفع ضرر کے واسطے ۴ استحقاق
کی گواہی باوجود اقرار مستحق کے مسموع ہی تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ سے خصومت کیجاے صغیر کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہی
۶ اگر وارث نے موصی لہ کیواسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہی ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اُسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر
ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کے کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہوگی کذا فی الطحطاوی حد المقذوف یعنی ان لم تبن الشہادۃ
بحد متقادم کما لا یخفی حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد متقادم پر نہو گی چنانچہ یہ مخفی نہین م حد المقذوف جزاء ہو ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لاویگا
مقذوف کے زنا پر یا مقذوف خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماری جاویگی وان عجز عن البینۃ للحال و استاجل لاحضار شہودہ فی المصر یؤجل الی قیام المجلس فان
عجز حد اور اگر قاذف عاجز ہو گواہ ہونکے لانے سے اُسوقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہون کے حاضر کرنیکی جو اُسی شہر مین موجود ہین تو اُسکو مہلت دیجاوے
قیام مجلس تک پھر اگر نہ لا سکے تو اُسپر حد قذف ماریجاوے م لا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس و یقال ابعث الیہم من یحضرہم اور حاضر ضامنی نہ لیجاوے قاذف سے
تاکہ وہ گواہون کی تلاش کو جاوے بلکہ وہ محبوس یعنی نظر بند رہے اور اُس سے کہا جاوے کہ گواہون کیطرف اُس شخص کو بھیج جو اُنکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فساقا انہ کما قال
درئ الحد عن القاذف والمقذوف والشہود ملتقط اور اگر قاذف نے چار گواہون فاسق سے اپنے قول کی گواہی دلائی تو قاذف اور مقذوف اور گواہون سے حد
منع ہو جاویگی کذا فی الملتقط م قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہی کہ نصاب شہادت پوری ہی اگرچہ گواہ عادل نہین اور مقذوف پر اسواسطے حد نہین کہ
وجوب حد شہود عدول پر موقوف ہی یکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف ام تعدد بکلمۃ او
کلمات فی یوم او ایام [illegible]

کے واسطے جنکی جنس متحد ہی بخلاف اُن جنایات کے جنکی جنس مختلف ہی چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین اسی باب مین حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہی اطلاق مصنف کا جبکہ مقذوف متحد ہو یا متعدد قذف اُنکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن مین قذف کیا ہو یا چند ایام مین طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہی اطلاق اُس صورت کو جبکہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اُسنے دوسری بار اُسی مجلس مین دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی یعنے فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کیواسطے کچھ نہین بسبب تداخل کے م اکتفا حد واحد اُسوقت ہی جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماریجاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فعتق فقذف آخر حد حد العبد فان اخذہ الثانی کمل لہ ثمانون لوقوع الاربعین لہما فتح اور جبکہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اُسپر غلام کی حد ماریجاویگی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی اُسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسّی کوڑے پورے کردیے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑونکے دونون حدون کے واسطے کذا فی الفتح یعنی حد چالیس کوڑے دونون قذفون مین شمار ہوگئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسّی مین چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد ماریجاوینگے و فی سرقۃ الزیلعی قذفہ فحد ثم قذفہ لم یحد ثانیا لان المقصود وہو اظہار کذبہ ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب السرقہ مین ہی کہ قذف کیا زید کو مثلاً سو اُسپر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اُسکو قذف کیا تو دوسری بار اُسکو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نرہی انتہی کلام زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہین اسواسطے کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ مین بھی مطلقاً نفی حد ہی مانند زیلعی کے واللہ علم کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو قال لہ یا ابن الزانیۃ وامہ میتۃ فخاصمہ حد ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اُسکی مان کو اور حالانکہ اُسکی مان میت ہی پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اُسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اسکی پوشیدہ نہین یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اُسنے اپنی مان کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اُسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اُسکی مان کی طرف سے دلیکن اگر قاذف نے دونون کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونون کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے و افاد تقییدہ بالحد ان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظہ لانہ حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہی اپنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہی م طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہی کہ مین نے اُسکو مصرح نہین دیکھا مگر فقہا کے کلام سے بوجھا جاتا ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحد استحسانا وعن محمد یحد قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وہو مندوب للدرء بالخبر فلحقہ التہمۃ حواشی السعدیہ دیکھا قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اُسپر حد نہ مارے بنابر استحسان کے اور محمد سے مروی ہی کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفاے حد ضرب کا حق قاضی کے واسطے ہی اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہی بموجب اس حدیث کے کہ ادرؤا الحد ما استطعتم تو اُسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنے جب قاضی نے حد کو نہ ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہوا بخلاف حد قذف کے کہ اُسکا حق استیفا مقذوف کو ہی نہ قاضی کو اور قصاص مین حق استیفا ولی مقتول کیواسطے ہی نہ قاضی کیواسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ علم

باب التعزیر

یہ باب ہی تعزیر کے احکام مین م چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے اُنکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر تھی حدود سے مقدار اور دلیل مین تو اسکو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہی کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی (واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا) اس آیت مین حکم ہی

[illegible]

اگر کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکو تعزیر دی اور مجتبیٰ مین حدیث مرفوع مروی ہی کہ خدا رحم کرے اُس شخص پر جسنے اپنا عصا وہان لٹکا رکھا
کہ اہل و عیال کو نظر آوے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہی کہ سواے حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نا رے جادین اور بروایت صحیح ثابت ہی تعزیر لڑکون
کے مارنے سے جب وہ دس برس کے ہو کر ترک صلوۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہی مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہی کہ افعال شنیعہ سے زجر کرنا واجب ہی تاکہ بدفعل کی عادت
نہ پڑے کہ بتدریج اقبح اور افحش افعال کی نوبت پہونچے کذا فی فتح القدیر وہو لغۃ التادیب مطلقا وہ یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہی تادیب سے مطلقا خواہ ضرب سے ہو
خواہ غیر ضرب سے خواہ ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہی بمعنی رد اور ردع کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ یطلق علی ضرب دون الحد غلط نہر اور قاموس کا
یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہی غلط ہی کذا فی النہر نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر کی کیطرف منسوب ہی اسواسطے اُسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہی جو صاحب
قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہو گی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین
کیا بلکہ اُسکی عادت ہی کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسیطرح الفاظ فارسیہ کو بھی تکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہی اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس مین
موجود ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود وشرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہی
تادیب کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس ۳۹ کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب والی تعزیر کا یہ بیان ہی نہ مطلق تعزیر کا م یہ
قول ہی قدوری کا اور صحیح یہ ہی کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رائے پر مفوض ہی یہانتک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہو گا تو اتنا ہی کافی ہی
کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے ہین امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور
ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کر دیے اور اصل اسمین وہ حدیث ہی جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہی من بلغ حدا فی غیر حد
فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہی اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہی لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور عمل
کے لائق ہی اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیے تو امام اور محمد نے یہ نظر احتیاط عبد کی حد سے جو اقل حدود ہی تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہی
اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے کہ حر یت اصل ہی اور یہ جو صحیحین وغیرہ مین حدیث مرفوع ہی کہ غیر حد مین دس کوڑے سے زیادہ مارنا نچاہیے تو اسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہی
کہ یہ حدیث منسوخ ہی صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بخلاف اُسکے بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین
کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علی اربع مراتب اور درر غرر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہی وہ مراتب کو رہیون مین تعزیر اشراف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام
سے ہی اسطرح کہ قاضی انسے کہے کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہی کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امرا اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانے سے
ہی دہقان معرب اور منیار ہی یعنی ملک کانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہی دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کی کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہی
اور تعزیر خسیس یعنی کمینون کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہی کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی ثم کلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انہا لیست علی اطلاقہا فان من کان من اشرف
الاشراف لو ضرب غیرہ فادماہ لایکفی تعزیرہ بالاعلام والذی انہ بالضرب صواب نہر اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہی عدم تفویض تعزیر پر نسبت
حاکم کے باوجود اُسکے کہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنے اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اُسکے خون نکلے تو اُسکی تعزیر فقط اعلام
اور اطلاع سے کافی نہین اور مجکو معلوم ہوتا ہی کہ اسوقت مین اُسکی تعزیر ضرب سے صواب ہی کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشراف الاشراف مین افراط
کی بلکہ اسصورت مذکورہ مین اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہی اسواسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہی چنانچہ نہایہ مین مذکور ہی کہ اعلام کے ساتھ
نیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہو کر لازم ہی یعنی بمقدار حیثیت تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا یفرق الضرب فیہ وقیل یفرق ووفق ان بلغ اقصاہ یفرق والا لا شرح وہبا
اور تعزیر مین ضرب متفرق نہ کیجائے اور دوسرا قول یہ ہی کہ متفرق کیجاوے بدن پر اور دونون قولون مین توفیق یون دی گئی ہی کہ اگر تعزیر اپنے نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے

یعنی انتالیس کوڑے کو تو بدن پر علٰحدہ علٰحدہ مارنا چاہیے تا خوف ہلاکی کا نہ ہے اور اکثر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نہ کیجائے کذا فی شرح الوہبانیہ اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ کوڑے متفرق
مارنا چاہیے اعضا پر سوائے منھ اور سر اور شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور پیٹھ کو بھی بچانا چاہیے کذا فی المنح ویکون بہ وبالحبس وبالصفع علی العنق وفرک الاذن
وبالکلام العنیف وبنظر القاضی لہ بوجہ عبوس وبشتم غیر القذف مجتبی اور تعزیر ہوتی ہے ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپ رسنے سے پشت کی جانب سے
اور کان مروڑنے سے اور سخت کلام کہنے سے اور قاضی کے دیکھنے سے ترش رو ہوکر اسکو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہو کذا فی المجتبی وفیہ عن السرخسی لایباح بالصفع لانہ
من اعلی مایکون من الاستخفاف فیصان عنہ اہل القبلۃ اور مجتبی میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر دھپ مارکر اسواسطے کہ یہ استخفاف اور ذلت
کا اعلی مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہیے لاباخذ مال علی المذہب بحر وفیہ عن البزازیۃ وقیل یجوز ومعناہ ان یمسکہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ لہ فان ایس
من توبتہ صرف الی مایری وفی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں کذا
فی البحر الرائق اور اسمین بزازیہ سے یون منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ اسکے مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے
نادم ہو اور ڈر جاوے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اسی کو حوالہ کرے پھر اگر ناامید ہو مجرم کے توبہ کرنے سے تو حاکم اس مال کو جہان مناسب دیکھے صرف کرے اور
مجتبی میں ہے مال سے جرمانہ لینا ابتداے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا یعنی تا ظالم حاکم لوگون کے ناحق مال لینے کا اسکو وسیلہ نہ ٹھہراوین کذا فی الطحطاوی عن
ابی السعود اور بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہے تو پھیر دینے کی نیت سے ہے بعد از مجاز کے اور یہ نہیں کہ حاکم اسکو خود لے جیسے کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہین اسواسطے
کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی المنح والتعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رای القاضی وعلیہ مشایخنا زیلعی لان المقصود
منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر اور تعزیر میں کوئی چیز متعین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور اسی پر ہمارے مشایخ ہین اور یہی قول سرخسی کا مختار
ہے اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہے اور آدمیون کے احوال اسمین مختلف ہین کذا فی البحر یعنی بعضا شخص فقط اعلام اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہے اور بعضے
کو بیس کوڑے کی کچھ پروا نہیں ہوتی تو جیسا قاضی مناسب دیکھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امراۃ لاتحل لہ ولو اکرہہا فلہا دفعہ
[illegible] کذا العلام وہبانیہ اور گاہے تعزیر قتل کرڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی مرد کو اس عورت کے ساتھ پایا جو اسکو حلال نہیں یعنے زنا کرتے پایا مجرد
خلوت مراد نہیں یہ قید فقہا کے کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحطاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے والے کو قتل اسکا جائز ہے اور خون اسکا
باطل ہے اور یہی حکم ہے مرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیہ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اجبر میں قتل بدون شرط آیندہ جائز ہے اور نہیں تو اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں
نزدیک اتحاد حکم کے یا شارح کی عبارت میں واو عاطفہ زائد ہے بہرصورت یہ امر تحریر کے لائق ہے ان کان یعلم انہ لاینزجر بصیاح وضرب بمادون
السلاح والا بان علم انہ ینزجر بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اس شرط سے ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آویگا شور کرنے اور مارنے سے سواے
ہتھیار کے اور اگر جانے کہ وہ باز رہیگا للکارنے اور مارنے سے تو اسکی تعزیر قتل کرنے سے نہیں وان کانت المراۃ مطاوعۃ قتلہما کذا عزاہ الزیلعی للہندوانی اور اگر
عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونون کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف سے منسوب کیا ہے ثم قال وفی منیۃ المفتی لو کان
مع امراۃ وہو یزنی بہا او مع محرمہ وہما مطاوعان قتلہما جمیعا انتہی واقرہ فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر دیکھنے والے کی زوجہ کے
ساتھ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اسکی محرم عورت کے ساتھ زنا کرتا ہو اور وہ دونون راضی ہون تو دونون کو قتل کرے یعنی مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سبکو
انتہی کلام الزیلعی اور اسی قول کو ثابت رکھا ہے درر غرر میں قال فی البحر ومفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ والمحرم مع الاجنبیۃ لایحل القتل الا بالشرط المذکور
من عدم الانزجار المزبور وفی غیرہا یحل مطلقا انتہی اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ ہندوانی اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت
کے اور زوجہ اور محرم کے سوا اجنبی عورت کے ساتھ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے یعنی عدم انزجار مزبور کے اور اسکے غیر میں یعنے

زوجہ اور محرم مین قتل حلال ہی مطلقا شرط مذکور ہو یا نہو انتہی کلام البحر ورده نے النہر بما فی البزازیۃ وغیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ تنکیر الہندوانی

للمرأۃ نعم ما فی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامہم ولذا جزم فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وہو الحق بلا شرط احصان لانہ لیس من الحد بل ہو من الامر بالمعروف اور بحر الرائق سے فرق کو رد کیا ہی نہر الفائق مین بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے ہان یعنے اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم مین شرط مذکور برابر ہی بلا فرق اور اس برابری پر لفظ مرأۃ کو نکرہ لانا ہندوانی کے قول مین دلیل ہی ہان منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہی زوجہ اور محرم مین تو اُسکو قید پر محمول کرنا چاہیے یعنی شرط عدم انزجار وہان بھی ملحوظ رہے تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جاوے اور اسی واسطے وہبانیہ مین شرط مذکور کا جزم کیا ہی مطلقا اجنبیہ مین بھی اور زوجہ اور محرم مین بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق حق ہی بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل مین احصان شرط نہین اسواسطے کہ یہ قتل حد زنا نہین جو احصان شرط ہو بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین داخل ہی م اسکو نہی عن المنکر کہنا خوب ہی اسواسطے کہ جب اس امر خلاف شرع کا زائل کرنا قتل مین متعین ہوا تو اُسمین احصان کا شرط کرنا بے معنی ہی ولہذا بزازی نے اُسکو مطلق کہا ہی بزازیہ کی کتاب الحدود مین مصرح ہی پایا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک مرد کو اگر وہ باز رہے للکارنے اور سواے ہتھیار کے مارنے سے تو قتل اُسکا حلال نہین اور اگر نمانے بدون قتل کے تو اُسکا قتل کرنا حلال ہی اور اگر زوجہ اُسکی اُس مرد سے راضی ہو تو اُسکا قتل بھی حلال ہی اور یہ نص ہی تعزیر پر اور اُسپر کہ قتل کو غیر محتسب بھی کرتا ہی انتہی کذا فی النہر وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی اور مجتبی مین ہی اصل یہ ہی کہ جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکھا اُسکا قتل کرنا اُسکو حلال ہی اور قتل کرنے سے جو باز رہتا ہی تو اس خوف سے کہ اُسکو سچا نجانین گے مقتول کے زنا کرنے مین م اس قول سے معلوم ہوا کہ اُسکو قتل اور عدم قتل مین اختیار ہی پھر اگر اُسکو قتل کریگا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ بادنی شئ لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھین لے اور راہزن اور صاحب ظلم اور سب ظالم جو کمتر قیمت والے چیز کو بھی ظلم سے چھین لین اور جو ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالمون کے مددگار اور چغل خور جو حاکم کو فساد پر رغلاتے ہین تو ان سب کا قتل کرنا بنا بر تعزیر کے جائز ہی اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبی م قتل ان شخصون کا بھی ظاہرا مشروط بشرط عدم انزجار مذکور ہی چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اُسپر دلالت کرتا ہی اور مکابر سے مراد وہ شخص ہی جو غیر کی چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر مین یہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہی فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے مرد پر سو اُسنے اُسکو پایا اور اُسکی برادری کے لوگون کو حاکم کے یہان ناحق گرفتار کرایا تو اُسنے اُنکو قید کیا اور انکا مال چھین لیا ناحق تو اگر مظلوم لوگ اُسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کرین تو اُس مفسد پر تعزیر ہی یا نہین جواب دیا کہ ہان اُسپر تعزیر ہی کذا فی الطحطاوی وافتی الناصحی بوجوب قتل کل موذ اور فتوی دیا ہی امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر م امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو رعیت مین فساد ڈالے اور لوگون مین فساد پھیلاوے حاکم کے پاس لیجا کر اُسپر کیا واجب ہی جواب دیا کہ اُسکا قتل واجب ہی واسطے دفع فساد کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ وجوب قتل امام اور اُسکے نائبون پر بشرط عدم انزجار مذکور ہی اور اُنکے سوا اور لوگون کو مباح ہی وفی شرح الوہبانیۃ ویکون بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین بالاخراج من الدار وبہدمہا وکسر دنان الخمر وان ملحوہا ولم ینقل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ مین ہی اور تعزیر ہوتی ہی مفسد اور موذی کو شہر مین سے نکال دینے سے اور مفسدین کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر مین سے نکال دینے سے اور اُسکا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکون کے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب مین اُنھون نے نمک ڈالدیا ہو اور مفسد کا گھر جلا دینا منقول نہین م حموی نے برجندی سے نقل کیا ہی کہ کلوار یعنی شراب بنانے والے کا گھر جلا دینا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کے حق مین جائز ہی ولقیمیہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ قنیۃ واما بعدہا فلیس ذلک لغیر الحاکم والزوج والمولی کما سیجئ اور تعزیر کو قائم کرے ہر سلمان معصیت کرنے کے وقت مین کذا فی القنیہ اور گناہ واقع ہونیکے بعد سواے حاکم اور زوج اور مولی کے یہ جائز نہین چنانچہ آگے مذکور ہوگا م اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کے وقت تعزیر بالضرب کا ہر سلمان مالک ہی اگرچہ محتسب نہو کذا فی الملتقی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ہاتھ سے خلاف مشروع کا ازالہ نہی عن المنکر مین داخل ہی اور شارع نے اسکا حکم دیا

ہر مسلم کو دیا ہی اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم مین سے منکر خلاف شرع کے دیکھے تو چاہیے
کہ ہاتھ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکو طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اتنگی بھی نہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہی انتہی بخلاف حدود کے کہ اسکی ولایت نہین
مگر حاکم کو منیع الغفار مین کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہین اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہین تو یہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو یہ مین سوا ے
امام کے کسیکو دخل نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا من علیہ التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعلہ ثم رفع للحاکم فانہ یحسب قنیہ واقرہ المصنف ومثلہ فی دعوی الخانیۃ لکن فی
الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہی اُسنے کہا ایک مرد سے کہ مجھپر تعزیر قائم کر سو اُسنے تعزیر قائم کی پھر اسکی نالش
حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اُس سے احتساب کرے کذا فی القنیہ اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور اسی کے مانند خانیہ کی کتاب الدعوی مین ہی لیکن فتح القدیر مین ہی
کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہی اسکو قائم نہ کرے سوا ے امام کے بسبب توقف اُس تعزیر کے دعوے پر اور دعوی نہین مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ
مدعی اور مدعا علیہ اپنے کسی کو حکم اور پنچ مقرر کرین تو حکم بجاے قاضی ہو جائیگا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہی کہ حق العبد کی تعزیر سوا ے
حاکم کے جائز نہین اور حق اللہ کی تعزیر مین ہر مسلم مامور ہی شارع کے جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق ضرب المضروب ایضا یعزران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافا
کہ مارا غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دیے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیے جاوینگے اور گالی دینے
سے باہم برابر ہونگے بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع مین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم مضاربت سے اسواسطے تعزیر ہی کہ ضرب مین اکثر تفاوت ہوتا ہی تو مکافات حاصل نہین ہوتی
ویبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی منہما لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کیجاے اُس سے جسنے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی ظالم ہی کذا فی القنیہ وفی مجمع الفتاوی
جاز المجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ بدلا لینا اور عوض مین
کہنا جائز ہی اس فعل مین جو حد کا موجب نہین بسبب اسکی اجازت کے حقتعالی نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو اُن لوگون پر راہ نہین یعنی مواخذہ
نہین اور معاف کر دینا افضل ہی انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اسکا ثواب حق تعالی پر ہی ہم ظلم کا بدلا لینا جائز ہی سوا ے
ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہوچکا کہ اگر مضروب ضارب کو ماریگا تو دونون پر تعزیر ہی تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کر دے وصح حبسہ ولو
فی بیتہ بمنعہ من الخروج منہ مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ التادیب اور درست ہی قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اُسکے گھر ہی مین ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر
ساتھ اسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے اُسوقت ہی جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے وضربہ اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم
حد الزنا لثبوتہ بالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع الصحابۃ لا بالقیاس لانہ لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر
ہی حد زنا کی ضرب سے اسواسطے کہ تعزیر کے شمار مین تخفیف ہوئی تو وصف مین تخفیف نہوگی تاحاصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہی حد شرب سے بسبب
ثبوت زنا کے حد کے قرآنمجید سے پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہی قذف کی ضرب سے بسبب اسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس
جاری نہین حدود مین پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہی بسبب ضعیف ہونے اُسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہر چند حد قذف قرآنمجید سے ثابت ہی
لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ شرب کا سبب متیقن ہی گو ثبوت اسکا ضعیف ہی حد قذف کے ثبوت سے یعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او
فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جاے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی مین کذب
قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب کہنے سے تو اسپر تعزیر نہین کذا فی البحر اور اسی کے مانند یا خنزیر کہنا ہی ولو بغمز العین او باشارۃ الید لانہ غیبۃ کما یجئ فی الحظر فمرتکبہ مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا فیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذاے فعلی آنکھ مارنے سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہی چنانچہ اسکا بیان
کتاب الحظر والاباحۃ مین آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہی اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمین حد نہین تو اسمین تعزیر ہی کذا فی الاشباہ والنظائر

م شرح الشرعۃ مین مصرح ہی کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہین بلکہ اُسمین تعریض بھی مثل صریح کے ہو اور اسیطرح فعل مانند قول کے ہی اور اسیطرح اشارہ اور آنکھ مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت مین داخل ہی اور اسیطرح کسیکی چال کی نقل کرنا غیبت ہی بلکہ تفہیم مخاطبین مین باقی غیبت سے بھی زیادہ تر ہی کذا فی المنح ملخصاً فیعزر بشتم ولده وقذفه ولبقذف مملوک ولو ام ولده وکذا بقذف کافر وکل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ به غایته کما لو اصاب من اجنبیة بزنا غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعه للمتاع قبل اخراجه وفیما عداها لایبلغ غایته تو تعزیر دیا جاوے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اُسکے قذف کرنے سے اور مملوک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسیطرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ مین تعزیر کی منتہا کو پہونچانا چاہیے یعنی انتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سواے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے قبل اُسکے نکالنے کے تو اُسپر بھی غایت تعزیر ہی اور سواے امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نہ چاہیے م غیر محصن کی قذف مین جو حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر لازم ہوئی اسواسطے کہ موجب حد کی قریب نوبت پہونچی ویعزر بقذف ای بشتم مسلم بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلاً او علم القاضی بفسقه لان الشین قد الحقه هو بنفسه قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اُسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم ہو چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اُسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس عشر ظالم کو کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے ماکس کی تفسیر عشار کی ہی اور مانند اسکے قاموس مین ہی فان اراد القاذف اثباته بالبینة تجرداً بلا بیان سببه لاتسمع ولو قال یا زانی واراد اثباته تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقه بما فیه حق لله او للعبد قبلت وکذا فی جرح الشاهد پھر اگر گالی دینے والا اُسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اُسکے سبب کے تو شہادت مسموع ہنوگی اور اگر کہیگا یا زانی اور اُسکے اثبات کا ارادہ کریگا تو اُسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سے یہانتک کہ اگر شاہد اُسکا فسق اُس فعل سے بیان کرین جسمین حق اللہ یا حق العبد ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہی شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہی م فسق مجرد یہ ہی کہ اُسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوٰۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسال القاضی عن سبب فسقه فان بین سبباً شرعیاً کتقبیل اجنبیة وکذا اعناقها وخلوته بها طلب بینة لیعزره ولو قال هو ترک واجب سال القاضی المشتوم عما یجب علیه تعلمه من الفرائض فان لم یعرفها ثبت فسقه لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقه لاتقبل شهادته والمراد ما یجب علیه تعلمه منه نهر اور لائق ہی کہ قاضی گالی دینے والے سے اُسکے فاسق ہونے کا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اُسکو گلے سے لگانا یا اُس سے خلوت کرنا تو اُسکے گواہ طلب کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اُسنے سبب فسق کا مفصل بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اُسکا ترک کرنے واجب سے ہی تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا سوال کرے یعنی فرائض اسلام سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہی پوچھے سو اگر مشتوم اُسکو نجانے تو اُسکا فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبیٰ مین ہی کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اُسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے اُسقدر ہی جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہی کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے بلکہ تعلم واجبات مراد ہی وعزر الشاتم بیا کافر وهل یکفر ان اعتقد المسلم کافراً نعم والا لا به یفتی شرح وهبانیة اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہین جواب سکا یہ ہی کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہان کافر ہو جائیگا اور نہین تو نہین اسی پر فتوی ہی کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اُسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہی اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہ کفر نہین بلکہ فسق ہی کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہ جو حدیث ہی اذا اکفر الرجل اخاه فقد باء بها احدهما تو یہ مستحل پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی ولو اجابه بلبیک کفر خلاصه اور اگر اُسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہو جاویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی یا کافر کے جواب مین

حلال جاننے والا ۱۲

لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر یا بالطاغوت ملول کر کے کہا تو کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی (وفی التتارخانیۃ قیل لا یعزر بالمقول یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا) اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہ ہے کہ مطلقا یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جبتک یوں نہ کہے یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں ہے یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق واقع ہے (یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خاین یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی) اور تعزیر دیجاویگی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں مخنث بفتح نون وہ ہے جو اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث [illegible] مستعمل ہے لہذا اسمیں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہنی کے مستعمل ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کی طرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہے اور عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغلخور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جاویگا کذا فی الطحطاوی (یا لوطی وقیل یسال فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد انہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب وہزل فتح) اور تعزیر دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اُسنے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اُسنے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہے تو اُسپر تعزیر نہیں اور اگر اُسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اُس قوم کے تو امام کے نزدیک اُسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اُسپر حد زنا ماریجاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اُسنے حالت غضب در بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل یعنی بیہودگی اور مسخراپن سے یہ مراد ہے جسکو امر قبیح کے مسخراپن کرنے کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر (یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر) اور تعزیر دیجاوے یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہے معرب ہے زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر (یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل) کما مر اور تعزیر دیجاوے یا لص کہنے سے یعنی او چور مگر اُسوقت تعزیر نہیں جبکہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کو اُسنے اپنی ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے (والنداء لیس بقید اذ الاخبار کانت او فلان فاسق ونحو کذلک ما لم یخرج مخرج الدعوی قنیہ) اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں ندا مخاطب قید نہیں اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر میں تا وقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیۃ مع قنیہ میں ہے کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اسپر تعزیر نہیں (یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ) اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح (یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرص) اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے بمعنی معرص مع قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اُسکے پاس جانے کو چھوڑدے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کر دے امر قبیح کیواسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے کی اجازت دے اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرس بکسر الرا و بالسین بمعنی قلتبان ہے اور عوام خطا سے بفتح الرا بولتے ہیں اور بجاے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر عن العینی (یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ او شتم اصلہ عزر بطلب الولد کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ) اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اسمیں اشارہ ہے اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کے طلب کر دینے سے چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے میں اور اسکا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا مع قحبہ بضم قاف وسکون حا مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے یعنی کھانسنے کے اور جو قحبہ زانیہ عرب میں جب مردم اسکے پاس ہوکر نکلتا تھا تو کھانستی تا اپنا مطلب کرے لہذا زانیہ سماۃ بالقحبہ ہوگئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہے اور بعضوں نے کہا قحبہ تبرج زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہے پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا خرچی لیتی ہے کذا فی الدر عن الظہیریۃ (لا یقال القحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہا بالاجرۃ لانا نقول

لذلک المعنی لم یحد فان الزنا بالاجرۃ لیسقط الحد عندہ خلافا لھما ابن کمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بدتر ہی اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہی اجرت لیکر
اسواسطے کہ ہم کہتے ہین اسی مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کیونکہ زنا اجرت سے مسقط حد ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن
کمال ہم صاحب درر نے اس سوال کا یون جواب دیا ہی کہ حد قذف اسوقت واجب ہی جب قذف صریح زنا سے ہو یا اُس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ
کے واسطے موضوع نہین نہ صراحۃً نہ اقتضاءً اسواسطے کہ قحاب لغت مین بمعنی سال ہی لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وھو ظاھر لیکن مضمرات مین
وجوب حد کی قحبہ کی لفظ مین تصریح ہی مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہی اور اپنی شرح مین بعض اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہی کہ
قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک مین حد واجب ہی اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوا مقام زانیہ کے استعمال نہین کرتا خصوصاً حالت غضب مین تو گویا حقیقت عرفیہ
ہوگئی کذا فی الطحطاوی یا ابن الفاجرۃ اور تعزیر ہی یا ابن الفاجرۃ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہی جو ہر گناہ کرتی ہو تو معنے زانیہ نہین لہذا اسمین حد نہین کذا فی المنح انت
ماوی اللصوص انت ماوی الزوانی اور تعزیر ہی یون کہنے مین کہ تو چورون کا ٹھاکی ہی تو زانیہ عورتون کا ٹھاکی ہی یعنی سارق اور زانیات کا جائے
پناہ ہی یا من یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہی کہ اے شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہی ہم ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی مین نے نہین دیکھی بعضے کہتے ہین
غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف لا یراد ذلک
بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد بہ الخداع اللئیم فلذا لا یحد اور تعزیر ہی یا حرامزادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض
دونونکو شامل ہی فقط زنا نہین جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ یعنی حالت حیض کی وطی مراد نہین ہوتی بلکہ عرف مین حرام زادہ کی لفظ سے
ولد الزنا مراد ہوتا ہی اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہی تو اسیواسطے حد نہین یعنی باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر
مخصوص نہین لہذا حد نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بھا لا یقتل ما لم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ اوبلا من جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص
نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اُس فعل قبیح کر مشہور ہی تو قتل نہ کیا جاویگا جب تک دیوثی کو حلال نجانے اور اسکی تعزیر مین شدت اور سختی کیجاوے یا وہ شخص
اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اُسپر تعزیر لازم ہی یا لعان درصورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہی
جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیھا فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشھدوا علیہ انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا
ولو قال ان رجعت فھو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اسمین یعنے جواہر الفتاوی مین ہی فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تو تم اُسپر
گواہی دو کہ وہ رافضی ہی سو اُسنے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہی سو پھر وہی فعل کیا تو اُسپر
کفارہ قسم کا لازم ہی اسواسطے تعلیق بالکفر یمین ہی لا یعزر بیا حمار یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الھدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ
الزیلعی وغیرہ لتعزیر نہ کیجاویگی یون کہنے سے کہ اے گدھے اے سور اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہین ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اُسکے جھوٹ کے
اور ہدایہ مین تعزیر مستحسن جانی ہی اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہین اس استحسان مین یا حجام یا ابلہ یا ابن
الحجام وابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہین اور زیلعی نے
یا ابن الحجام کہنے مین تعزیر واجب جانی ہی ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہین بسبب کذب کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہین اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہی
مخاطب کے باپ کے مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اُسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اُسکو رد کیا ہی کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب
کے باپ کے موت سے مقید نہین ہم حجام وہ ہی جو پچھنے لگاوے اور ہند مین حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہین اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقاً یا شر سے غافل
اور احمق وہ جسکو کچھ تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنے الموجر اور یا مواجر مین تعزیر نہین اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر کے ہی ہم صاحب درر نے کہا کہ موجر

بکسر جیم وہ شخص ہی جو اپنی زوجہ کو زنا کیواسطے دے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف مین سوا جر بمعنی موجر مستعمل ہی یعنی ٹھیکہ کرنیوالا اور ٹھیکہ کرنا شرعًا عیب نہین لهذا تعزیر نہین طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہی یا لغا ہو اللا. بون بالفارسیۃ وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیهما دون ولد الحرام نہر اور تعزیر نہین یالغا کہنے مین اسواسطے کہ عام اسکو بولتے ہین لیکن معنی اُسکے نہین جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی بان مین لغا اسکو کہتے ہین جو اغلام کرا دے اور ملتقط مین ہی کہ ہمارے عرف مین ملی سو جر اور لغا دونون مین تعزیر ہی اور ولد الحرام مین بھی تعزیر ہی کذا فی النہر م طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق مین یہ عبارت ملتقط سے موجود نہین بلکہ اسمین یون ہی کہ لائق یہ ہی کہ یا ولد الحرام مین تعزیر واجب ہو بلکہ اولی ہی حرامزادہ سے انتہی اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اُسمین ملتقط کی روایت نہین پائی شاید کسی نسخہ مین ہو والله اعلم لغا بالفتح موحدہ وغین معجمہ مشددہ اور اسکو باغا بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی عن البحر والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعًا ویعد عارا عرفا یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اُس فعل اختیاری کیطرف جو شرعًا حرام ہی اور عرفًا عار اور عیب گنا جاتا ہی تو اُسمین تعزیر ہی قائل پر اور اگر ایسا نہین یعنی وہ فعل منسوب اختیاری نہین یا اختیاری ہی مگر شرعًا حرام نہین یا حرام ہی لیکن عرف اور رواج مین ننگ در عار نہین تو اُسمین تعزیر نہین کذا ذکرہ ابن کمال م فعل اختیاری کی قید سے یا کلب در مانند اُسکے نکلگیا اور حرام شرعی کی قید سے سواجر بمعنی موجر نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس اما بفتحها فهو من یضحک علی الناس وکذا یا سخرۃ واختار فی الغایۃ التعزیر فیهما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیها او علویا اور تعزیر نہین یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد وسکون حا وہ شخص ہی جسپر لوگ ہنسین اور اسی طرح یا سخرہ ہی یعنے بضم سین وسکون خا معجمہ وہ شخص ہی جس سے لوگ مسخراپن کرین اور ضحکہ بفتح حاوہ ہی جو لوگون سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہی جو لوگون سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان مین ہی کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ مین تعزیر دینا مختار ہی اور یا ساحر اور یا مقامر مین اور ملتقی مین ہی کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہی اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو م طحطاوی نے کہا ملتقی مین استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہی نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حا رمهملہ وسخرہ بفتح خا معجمہ وہ شخص ہی جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق مین ہی کہ یا لاہی یا مسخرہ یا مقامر یا سوقی یا کشخان مین تعزیر ہی کشخان مرادف دیوث ہی ادعی سرقۃ علی الشخص وعجز عن اثباتها لا یعزر کما لو ادعی علی آخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ فانہ لا شئے علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اُسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوے سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہی نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوے کہ جو موجب ہی مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اُسپر کچھ نہین بشرطیکہ اُسکا یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ بخلاف دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہ ہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات زنا بدون نسبت الی الزنا ممکن نہین تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقۃ متصور ہی تو نسبت الی السرقۃ مقصود بالذات نہ ہوئی بلکہ حصول مال مقصود بالذات ٹھہرا وهو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر مین حق العبد غالب ہی یعنی حق العبد کی افراد تعزیر مین غالب ہین حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد نہین کہ حق العبد اور حق اللہ دونون تعزیر مین مجتمع ہین اور حق العبد غالب ہی کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر مین حق العبد کی افراد غالب ہوئین تو تعزیر مین ابرا اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہی کذا فی شرح الزیلعی م ابرا اور عفو مین یہ فرق ہی کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہی اور عفو بعد نالش کے والیمین ویحلف باللہ ما لہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصۃ اور یمین جائز ہی تعزیر مین یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اُس سے یون قسم لے اللہ کی کہ مدعی کا تجھپر وہ حق نہین جسکا وہ دعوے کرتا ہی تو مدعا علیہ کے قسم اللہ کی مین نے نہین کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر مین جائز ہی چنانچہ حقوق العباد مین سب امور مذکورہ جاری ہین ویکون ایضا

تعالی فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہو تو اُسمین معاف کرنا حاکم کو جائز نہین مگر جبکہ امام فاعل کا باز رہنا قبل
تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہو کذا فی فتح القدیر ولا یمین کما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلا اور حق اللہ کی تعزیر مین قسم نہین چنانچہ
ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اُسکی بہن کا بوسہ لیا ہو مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہو اور گواہ نہین تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجایگی ویجوز اثباتہ بمدع شہد بہ
فیکون مدعیا شاہداً لو معہ آخر اور جائز ہو اثبات حق اللہ کا اُس مدعی سے جس نے اپنے دعوی کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد دونون ہوگا بشرطیکہ اُسکے
ساتھ دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد مین جائز نہین وما فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدعی علیہ ذا مروۃ وکان اول ما فعل یوعظ استحسانا ولا یعزر یجب ان
یکون فی حقوق اللہ تعالی فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ مین ہو کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اُس سے قصور ہوا ہو
تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنابر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہو کہ یہ قول حقوق اللہ مین محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز
نہین کذا فی الفتح م صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی مین ہو طحطاوی نے کہا بعضے علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر
محمول کرنا کچھ ضرور نہین جائز ہو کہ اُسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاتم اُس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر فقط وار القضا تک کھینچ جانا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہو کہ
اگر لوگون کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وفی
کراہیۃ الظہیریۃ رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا بأس باعلام السلطان بہ لینزجر لیفیدانہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی للتعزیر نہر اور ظہیریہ کی کتاب
الکراہیۃ مین ہو کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہو اور لوگون کو ضرر پہونچاتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہو اور سخت گیری کرتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے
مین تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید ہو کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہو تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمین حاجت نہین اور یہ کہ قاضی کا یہ اعلام اُسکی تعزیر مین کافی ہو کذا فی النہر قلت وفیہ
من الکفالۃ معزیا للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ شایع کہتا ہو اور نہر الفائق مین کتاب الکفالہ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کرکے کہا
ہو کہ قاضی کو جائز ہو تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعا گناہ ثابت نہو م بحر الرائق مین ہو کہ تہمت ثابت ہوتی ہو دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہرا ایک
مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہین تو تعزیر بالحبس بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالی یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالی یقضی فیہا
بعلمہ اتفاقا اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہو اُسمین ایک عادل کی خبر کافی ہو اسواسطے کہ حقوق اللہ مین قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہو بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم
حاصل ہوتا ہو طحطاوی نے کہا یہ قول منافی ہو سابق کے (فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر) ویقبل فیہا الجرح المجرد کما مر اور حقوق اللہ مین جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق
مقبول ہو چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق مین یہ مضمون نہین مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد مین البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہو وعلیہ فما
یکتب من المحاضر فی حق الانسان یعمل بہ فی حقوق اللہ تعالی ومن افتی بتعزیر الکاتب فقد اخطأ انتہی ملخصا اور بنابر اُسکے یعنی حق اللہ مین خبر واحد کے مقبول
ہونے پر جو محضر حق انسان مین لکھے جاتے ہین اُسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالی کے حقوق مین اور جسنے فتوی دیا ہو تعزیر کاتب کا اُسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا صاحب
نہر نے کتاب الکفالہ مین کہا کہ حقوق اللہ مین اخبار واحد عادل کافی ہو اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہو ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہو اور فقہا نے کہا ہو کہ جرح اور تعدیل
مین کتابت ایک عادل کی قاضی کیطرف کافی ہو تو بنابر اسکے جو محاضر حق انسان مین لکھے جاتے ہین تو حاکم کو اُسپر اعتماد کرنا عدل سے جائز ہو اور بموجب اُسکے حقوق
اللہ مین عمل کرنا چاہیے اور مین نے فتوی دیا ہو کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہین اور جسنے اسمین بوجوب تعزیر کا فتوی دیا ہو اُسنے خطا کی انتہی شرح طحطاوی نے
کہا شاید محضر سے یہان وہ مراد ہو جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجین وفی
کفالۃ العینی عن الثانی من یجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلوۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ ومن یتہم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتی یتوب لان شر ہذا
علی الناس وشر الاول علی نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ مین ابو یوسف سے مروی ہو کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اُسکو حاکم

قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اُسکو قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چرانے اور لوگون کے مارنے کے اُسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اُسکو قید
مین رکھے یہانتک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگون پر ہی اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہی م ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذمیا عزر لانہ ارتکب
معصیة فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے گناہ کیا تو مسائل شتم مین مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہی کذا فی
الفتح وفی القنیة قال لیہودی او مجوسی یا کافر یاثم ان شق علیه ومقتضاه انه یعزر لارتکاب الاثم بحر واقره المصنف لکن نظر فیه فی النهر ثابت ولعل وجهه ما مر فی یا فاسق تامل
اور قنیہ مین ہی کہا کہ یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہی کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور
مصنف نے اُسکو ثابت رکھا ہی لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہی شارح کہتا ہی شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہی جو یا فاسق مین گذری سو تامل کر اسمین وجہ اعتراض
یا فاسق مین اسطرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات مین خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اسوجہ کے ضعیف ہونے
پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اُسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہی تو اب اُسکو کافر کہکر ایذا دینا صریح عہد شکنی ہی
یعزر المولی عبده والزوج زوجته ولو صغیرة لما یجی علی ترکها الزینة الشرعیة مع قدرتها علیها تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار
کے چھوڑنے پر باوجود اسکے قادر ہونے کے اُسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا م زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردون کی سی زینت یا فاحشہ عورتون کی
سی زینت زوج زوجہ سے نہین کرواسکتا ہی وترکها غسل الجنابة وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابة الی الفراش لو طاهرة من نحو حیض اور تعزیر دے زوج
زوجہ کے غسل جنابت کے ترک کرنے سے اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم
تمکین جماع ہی ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدها الصغیر عند بکائه او ضربت جاریته غیرة ولا تتعظ بوعظه او شتمته ولو بنحو یا حمار او دعت علیه او مزقت ثیابه او کلمته لیسمعها اجنبی او کشفت
وجهها لغیر محرم او کلمته او شتمته او اعطت ما لم تجر العادة به بلا اذنه اور ملحق ہین اُسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہین کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو
اُسکے رونے کے وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جہل سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی کردہ
کلمہ کہا یا زوج کو بددعا دی یا اُسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکارکے بولے تا اُسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا مُنہ کھول دیا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اُسکو
گالی دی یا کسی کو کوئی چیز دی جسکے دینے کا دستور نہین بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور مین زوج اُسکو تعزیر دیسکتا ہی والضابط کل معصیة لا حد فیها فللزوج
والمولی التعزیر ولیس منه ما لو طلبت نفقتها او کسوتها والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہی کہ جس گناہ مین شرعا حد
مقرر نہو تو اُسمین زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہی اور یہ تعزیر کی چیز نہین اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اُسمین سخت طلبی اور جھگڑا کیا اسواسطے کہ حق دار کو
اپنے حق کی طلب مین گفتگو کا اختیار ہی کذا فی البحر الرائق ولا علی ترک الصلوٰة لان المنفعة لا تعود الیه بل الیها کذا اعتمده المصنف تبعا للدرر علی خلاف
ما فی الکنز والملتقی واستظهره فی حظر المجتبی اور تعزیر نہین زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اُسکی نماز کی زوج کی طرف نہین پھرتی بلکہ زوجہ کیطرف ہی
تو زوج کا کچھ نقصان نہین جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہی مصنف نے درر غرر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی مین ترک صلوٰة
پر تعزیر مصرح ہی اور مجتبی کی کتاب الحظر مین اسی قول کو ظاہر جانا ہی م مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوٰة
پر تعزیر ہی اور بعض سلف صالحین سے منقول ہی کہ اگر مین حقتعالی کے حضور مین حاضر ہون اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اس سے بہتر ہی کہ بے نماز زوجہ کے
ساتھ رہون کذا فی الطحطاوی وللاب تعزیر الابن علیه وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوٰة ویلحق به الزوج نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوٰة
پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوٰة مین مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہی مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہی حکم مذکور مین م
اور شارح نے کتاب الصلوٰة مین سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہی وفی القنیة له اکراه طفله علی تعلم قرآن وادب وعلم لفریضته علی الوالدین اور

تتنیہ مین ہی کہ ولی کو جائز ہی اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اُسکے فرض ہونے کے والدین پر ولہ ضرب الیتیم فیما یضرب ولدہ اور ولی کو جائز ہی یتیم کا مارنا اُس امر مین جسمین اپنے ولد کو مارتا ہی یعنے ترک صلوٰۃ وغیرہ مین صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہی الصغر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان ولہذا وجوب تعزیر کی مانع نہین تو تعزیر لڑکون مین بھی جاری ہی یعنے اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وہذا لو حق عبد اما لو کان حق اللہ بان زنا او سرق منع الصغر منہ مجتبی اور یہ یعنی عدم منع تعزیر صغیر بشرطا حق العبد ہی اور اگر حق اللہ ہو اسطرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اسمین مانع ہی کذا فی المجتبی

من حد او عزر فہلک فدمہ ہدر الا امراۃ عزرہا زوجہا لمثل ما مر فماتت لان تادیبہ مباح فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف وبہذا ظہر انہ لا یجب علی الزوج ضرب زوجتہ اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مرگیا تو خون اُسکا رایگان اور باطل ہی یعنی ضمان نہین بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت جسکو اُسکے زوج نے تعزیر دی امر مذکورہ مین سو وہ مرگئی تو اُسکا خون باطل نہین اسواسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہی تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہین اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت علی زوجہا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنے ضرب زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہون سے اُسپر ثابت ہوگیا تو وہ تعزیر دیا جاویگا جنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اُسکو تعزیر دیجاویگی اور معلم ضامن ہوگا اُسکے خون کا اگر وہ اُس ضرب سے مرگیا کذا ذکرہ الشمنی م طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوے مین ضرب فاحش مجرد تصویر ہی قید نہین اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اُسپر تعزیر واجب ہی شرح ملتقی مین ہی کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک زوج اور معلم تعزیر مین ضامن نہین اور نہ باپ تادیب مین اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتاد ہو الا ضامن ہی باجماع فقہا وعن الثانی لو زاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف الدیۃ فی بیت المال لقتلہ بفعل ماذون فیہ وغیر ماذون فیتنصف زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مضروب مرگیا تو نصف دیت اُسکی بیت المال مین ہی یعنے اور نصف باقی قاضی پر بسبب اُسکے مقتول ہونے کے اس فعل سے جسمین شرع کا اذن تھا اور اُس فعل سے جسمین اذن شرع نہ تھا تو دیت آدھون آدھ کیجائیگی کذا فی شرح الزیلعی م طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہی متن کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر مین مرجاوے اُسکا خون باطل ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نہ کرتا فروع مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ یعنی ملتقط عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اُسکے اسلام لانے پر اور اُسپر پچھتر کوڑے تعزیر مارے جاوین بقول ابو یوسف اور نکاح نکرے غیر زوج سے اسیکا فتوی ہی کذا فی الملتقط م کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کی طرف انتقال کیا تو اُسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیۃ م تعزیر اُسوقت ہی جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہوجاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے جنانچہ اتباع مذہب شافعی مین آسانی پاوے تو اُسپر تعزیر کا حکم نہین جنانچہ حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطا ابن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہی اور یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ اُسکو اشد تعزیر دے اسواسطے کہ اُسنے ادون یعنی کمتر مذہب کیطرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہین کرتا تھو یعنی متعصب پر زور اور قول با انصاف وہ ہی جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہی تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اسمین مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی شافعی ہو جاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہو جاوے وعلی ہذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی مین ہی کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کیا تو اُسپر تعزیر دیجاویگی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ شخص تردد بین المذاہب سے متلاعب ہوگیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو ولعب

کرتا ہو لہذا مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعزر حادی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی جیسا کہ یون کہے کہ مین تو زانی
نہین مراد یہ کہ تو زانی ہو تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہین جو قائل پر حد ہوتی زنی بامراۃ بیتۃ یعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الاختیار
ادعی علی آخر انہ وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلا تعزیر المدعی مبینہ دعوی کیا دوسرے پر کہ اُسنے اسکی لونڈی سے قربت کی
اور وہ حاملہ ہی تو اسکی قیمت ناقص ہو گئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہون سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاویگی قائل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم
کھائی عدم وطی کی درصورت عدم شہادت تو اسکو تعزیر مدعی کا اختیار ہو کذا فی العینۃ وفی الاشباہ خدع امراۃ النعان واخرجہا وزوجہا لحبس حتی یتوب او یموت لسعیہ فی
الارض بالفساد اور اشباہ مین ہو کسی نے فریب یا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو فریب دینے والا قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یا قید
مین مر جاوے بسبب سعی کرنے اس شخص کے زمین مین فساد کے ساتھ من لہ دعوی علی آخر فلم یجدہ فامسک اہلہ للظلمۃ فحبسوہم وغرموہم عزر المدعی ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے
پر سو اسنے اسکو نہ پایا تو اسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑوایا سو انھون نے انکو قید کیا اور اُنسے ڈانڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے ویعزر علی الورع البارد کتعریف نحو تمرۃ اور
تعزیر دیجاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیز گاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے بیچوانام تاتارخانیہ مین مروی ہو کہ خلافت عادلہ کے وقت مین ایک شخص نے کھجور کا ایک
پھل مدینہ کے بازار مین پایا سو اسکو اٹھالیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کسکی کھجور ہو اس قول سے اسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق مین منظور تھا امیر المؤمنین عمر فاروق نے
یہ سنا اور مطلب اسکا پایا فرمایا کھالے اسکو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہو جس سے حق تعالی بغض رکھتا ہو کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط
نہین ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال واستثنی الشافعی ذوی الہیئات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطقی فی اجناسہ ما لم یتکرر فیضرب التعزیر بھم
صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی متدین اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہو مین کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ مین اپنے اصحاب حنفیہ کے قول
قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق مین عدم تعزیر بسبب اکتفا علی النصیحۃ کی ہو اور ناطقی نے اپنے اجناس مین اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اُسوقت تک حد ساقط
ہو جبتک بار بار قصور نہو اور مکرر ہونے مین تو تعزیر ماریجاویگی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اُسنے دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب مروت نہین دونے
الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث مین ہو کہ دور ہو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوائے حد کے ہم یہ حدیث دونون مذہبون میں عدم تعزیر صاحبان
مروت پر دلیل ہو وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتق اللہ لا تاتی یوم القیمۃ ببعیر تحملہ علی رقبتک لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال ابن حجر فیہ تجریس السارق
ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث مین کہ ڈر اللہ تعالی سے کہین نہ لاوے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ بلبلاتا یا گائے
بیل ہائین ہائین کرتا ہوا یا بھیڑ بکری مین مین کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اس حدیث سے چور اور اسکے مانند کو گھنٹا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہو کہ ابن حجر نے کہا کہ مجکو یہ گمان ہو کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکمون نے اس حدیث سے نکالی ہو لغت عرب مین رغا اونٹ کی آواز کو کہتے
اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہین اور ثواج بضم ثاء مثلثہ اور بعد اسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اسکے بعد جیم بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ہم یہ حدیث ترغیب دارد
ہو یعنی جو جانور کو چراویگا وہی جانور اسکی گردن پر قیامت کیدن اپنی بولی بولتا آویگا فضیحت کرنیکو انتقال مذہب سے یہانتک سب اقوال شارح نے اشباہ سے نقل کیے تمتا اگر
کسیکو کسی نے یا ممسک کہا تو بہتر یہ ہو کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلاوے تو جائز ہو اور اگر یون جواب دے بلکہ تو خبیث ہو تو کچھ مضائقہ نہین اگر غلام باز وجہ بے ادبی کرے تو مولی
اور زوج کو تادیب حلال ہو اور جو شراب خوارون کی مجلس مین حاضر ہوتا ہوا اسپر تعزیر ہو اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جسکے پاس شراب ہو برتن مین اور جو مقیم رمضان شریف مین دنکو کھاتا
پیتا ہو جیسا کہ اسپر تعزیر ہو اور قید کرو اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیماج کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہو یہانتک کہ توبہ کرین
کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اسپر تعزیر ہو اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علماے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مدعی خصم نے کہا کہ مین اسپر عمل
نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہو جیسا ان علمانے فتوی دیا ہو حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہو تو اسپر تعزیر واجب ہو آدمی کے حق مین بہتر یہ ہو کہ جب اسکو کہا جاوے کہ کون خبر موجب حد اور تعزیر ہو

تو اسکا جواب دے کتابت صکوک اور خطوط کی زور سے یعنی جعلی اسناد بنانا موجب تعزیر ہی احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہی اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اسکی پگڑی سر پر سے اچھالے بازار مین تو اسپر تعزیر ہی کذا فی العالمگیریہ

کتاب السرقہ

یہ کتاب ہی سرقہ یعنی چوری کے احکام مین سرقہ بفتح سین و کسر را مہملہ ہی اور سکون را بھی جائز ہی چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہی لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا مذکور کرنا مناسب ہوا اسواسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہی ہی لغۃ اخذ الشیٔ من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجاز وہ یعنی چوری لغت مین غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے ہین چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہین تو باعتبار مجاز کہتے ہین اور سرقہ لغوی مین داخل ہی استراق السمع یعنی چھپکر غیر کی بات سننا کذا فی النہر وشرعا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع مین باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اصطلاح کے لینے سے عبارت ہی یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہو وباعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع مین سرقہ عبارت ہی مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنی مجنون نے اپنے ہوش کی حالت مین چوری کی تو وہ بھی مکلف مین داخل ہی کذا فی النہر سرقہ مین رکن اخذ ہی اور باقی اور جنکو ماتن اور شارح ذکر کرینگے وہ شرائط ہین مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی و حکمی دونون کو شامل ہا اخذ حقیقی یہ ہی کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہی کہ چند سارق کسی کے مکان مین داخل ہون اور مال کو چرا وین اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے باہر نکلین تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکلگئے کہ انپر قطع ید نہین لیکن مال کی ضمانت ہی کذا فی البحر ناطق بصیر فلا قطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اسکے شبہہ بیان کرنے کے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا جسمین قطع ید نہین اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکی ناداستگی کے مال غیر سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہی گویا اسکو ناداستگی ہوتی ہی عشرۃ دراہم ای القدر المعلوم مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہی دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار اسواسطے کہ مغرب مین ہی کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہی یعنی درم کی حقیقت مین ضرب داخل ہی تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہی کہ غیر مضروب کا درم نام نہین ہم اس مین اختلاف ہی کہ ہر مقدار مالی مین قطع ہی یا اس مقدار معین مین جس سے کمتر مین قطع نہین پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہی بدلیل قرآن اور حدیث کے حقتعالی نے فرمایا (السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما) یعنی چور اور چورنی دونون کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہی مقدار معین اسمین مذکور نہین اور حدیث متفق علیہ مین رسی اور انڈے کے چرانے مین قطع ید مذکور ہی اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علماے اقطار اس قول پر متفق ہین کہ بدون مال معین کے قطع ید نہین اسواسطے کہ بخاری اور مسلم مین حدیث مرفوع متفق علیہ ہی لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنی قطع نہین مگر ربع دینار مین یا اس سے زیادہ مین تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی وہ درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہی اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہی یا حدیث اول منسوخ ہی اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہی اسکا جواب یہ ہی کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہین جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کیطرف ہی اسواسطے کہ باب الحدود مین تعارض کیوقت مانند قول جمہور متعین ہی یعنی نظر باحتیاط و استحباب ورء مقدار حد کا معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہی علاوہ اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہی تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی سواسطے کہ حقیر مطلق مین رغبت نہین ہوتی تو اسکو کوئی روکتا بھی نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ تو آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہون کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی نقطہ معہودہ کے نزدیک نہین بلکہ اخذ من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہی پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع مین شرط ہی وہ تعیین مقدار مین مختلف ہین تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہی اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہی اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ایک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہوچکی اور مسند احمد مین عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہی کہ قطع کرو ربع دینار مین اور نہ قطع کرو اس سے کمتر مین اور ربع دینار اسوقت مین تین درم کا تھا امام مالک نے موطا مین کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ

ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود مین واسطے حیلہ دفع حد کے اولی ہی حاکم نے مستدرک مین مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع
ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نہین ہوا مگر ڈھال کی قیمت مین اور قیمت اُسکی اُسوقت مین ایک دینار تھی ہرچند ایمن مین اختلاف ہی کہ صحابی ہی یا تابعی اگر صحابی ہی تو کچھ اشکال نہین
اور اگر تابعی ہی تو بقول ابو زرعہ رازی و ابن حبان ثقہ اور محتج ہی تو حدیث مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہین بلکہ حجت ہی تو اُسکا معتبر رکھنا واجب
ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت مین اختلاف ہوا تین درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب مین حد کا تا امکان دفع کرنا واجب کیا اور مقوی اس قول کی
نسائی کی روایت ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرتؐ سالت کیوقت مین دس درم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ مین ثابت ہی اور ابن ابی شیبہ مین
حدیث مرفوع ہی کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت پہونچے تو اسکے صاحب یعنی چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم مین اور عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن
مسعود سے روایت کی کہ قطع نہین مگر دینار مین یا دس درم مین اور یہ حدیث مرسل ہی کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہین لیکن مسند
ابو حنیفہ مین عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان یقطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہین بلکہ موصول ہی اور ابن خسرو نے بروایت
محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم تو یہ حدیث موصول مرفوع ہی اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجا مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدرات شرعیہ
مین قیاس مجتہد کو دخل نہین تو موقوف ایسین محمول علی الرفع ہی کذا فی فتح القدیر لمنصاحبیا داو مقدارہا فلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ مضروبۃ عبارت
ہی کھرے دس درم کے لینے سے یا بمقدار دس درم کے تو قطع نہین اُس چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہی مگر دس درم مضروب کے برابر نہین قیمت مین اور قطع نہین اُس دینار سے جسکی قیمت دس درم
سے کم ہو وتعتبر القیمۃ وقت السرقۃ ووقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لہما معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہی قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے
وقت اور معتبر ہی قیمت قطع کرنے کے مکان مین دو عادلون کے قیمت ٹھہرانے سے جنکو معرفت ہی قیمت کی اور قطع نہین وقیمت ٹھہرانے والون کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ تیم
تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت دس درم تھی سو مالک نے دوسرے شہر مین اسکو گرفتار کیا اور وہان اسکی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہی کہ ایک
شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہی اور دوسرا اس سے کم تو قطع نہین اور اگر نصاب سے زیادہ مین اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہین مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ
دینار او دراہم مصرورۃ الا اذا کان وعاءً لہا عادۃ تجنیس ایسے دراہم جنکا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہین اُس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہو اور اسمین ایک دینار
یا دس درم بندھے ہین اسواسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے مین البتہ قطع ہی جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی
التجنیس یعنی جیسا کہ دینار اور درہم کی تھیلی لی تو البتہ قطع ہی اگر اسمین بقدر نصاب ہو اسواسطے کہ تھیلی لینے مین دراہم مقصود ہوتے ہین اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درم سے کم
ہو ظاہرۃ الاخراج فلو ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال ایسے دراہم جنکا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر
سارق نے ایک دینار کو مکان محفوظ مین نگل لیا اور نکل آیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اُسکے پیٹ سے ظاہر نہین اور انتظار نکیا جاویگا اُسکے ہگنے کا بلکہ مثل اُس
دینار کے اُس سے ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اُسنے اسکو مستہلک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہی خفیۃ ابتداءً وانتہاءً لو اخذ نہارا وہو ما بین العشائین وابتداء
فقط لو لیلا لینا چھپ کر ہو ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن مین داخل ہی اور فقط ابتدا مین اخفا شرط ہی اگر رات
ہو مراد اخفا کی قید سے غارتگری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اُچک لیجانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر چوری دن مین ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہی ابتدا مین بھی اور
انتہا مین بھی اور عشا تک دن مین اسواسطے داخل ہوا کہ اُسوقت تک آمد و رفت آدمیون کی ہوا کرتی ہی اور اگر رات مین چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہی نہ انتہا
کا تو اگر سارق رات کو گھر مین داخل ہوا بطور خفیہ پھر اُسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق
ام لزعم احدہما خلاف اور خفا مین کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہی یا سارق اور صاحب مال مین سے کسی ایک کا اسمین خلاف ہی محل اختلاف اس صورت مین ہی کہ جب سارق نے گمان کیا کہ
صاحب خانہ جانتا ہی اور حالانکہ صاحب خانہ کو اسکا علم نہین تو شرح زیلعی مین کہا کہ اس مین قطع نہین اسواسطے کہ سارق کے گمان مین خفیہ نہین بلکہ اُسنے کھلکر لیا اور خلاصہ اور محیط اور

ذخیرہ مین قطع مذکور ہی اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے گمان مین خفیہ ہونا کافی ہی اور یہ مسئلہ رباعی ہی یعنی اسمین چار صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی سارق اور صاحب خانہ دونون کو علم ہو اسمین قطع نہین بالاتفاق دوسری صورت یہ ہی کہ دونون کو علم نہین اسمین قطع ہی بالاتفاق تیسری صورت یہ ہی کہ صاحب خانہ جانتا ہی اور سارق کو اُسکے علم کا علم نہین تو ظاہر اسمین بھی قطع ہی بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا قطع السارق من السارق یعنی لینا مال کا اُس شخص سے ہو جسکا قبضہ صحیح ہی تو جسنے چور کے پاس چوری کی اُسپر قطع نہین کذا فی الفتح مما لایتسارع الیہ الفساد کلحم وفواکہۃ المجتبی مال مسروق اُس قسم سے ہو جو جلدی بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوے کذا فی المجتبی تو انکی چوری مین گو بقدر نصاب ہون قطع نہین ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا او خنزیرا او میتۃ لا القطع لعدم تقومہا عندنا ذکرہ الباقانی اور ضرور ہی مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنے ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہین مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسی طرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرا دے تو قطع نہین اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہین ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو باقانی نے مذکور کیا ہی ہم حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اُس صورت کو شامل نہین جب کہ مسلم ذمی کی شراب چرا دے تو اگر یون کہتا کہ لا قطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہین شراب کی چوری سے تو اخصر اور اشمل ہوتا فی دار العدل فلا القطع بسرقۃ فی دار حرب او بغی بدائع چوری دار العدل یعنے دار الاسلام مین ہو تو قطع نہین دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب مین چرایا پھر جب دار الاسلام مین آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اُسکا ہاتھ نہ کاٹے گا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہون ہم حرز یعنی حفاظت کا مکان دو قسم ہی ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ وہ مکان ہی جو حفاظت کے واسطے بنا ہو اور اُسمین جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو جیسا کہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہی جو حفاظت مال کے واسطے نہین بنا مگر اُسمین نگہبان موجود ہی چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قنیہ مین ہی کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اُسمین قطع ہی کذا فی البحر اور ایکبارگی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہین بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان مین تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہین واقع ہوا اور باوجود اسکے دو بار مین نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہی تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہی اور اگر دو شخصون نے بقدر نصاب یک کا مال چرایا تو دونون پر قطع نہین اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق مین ہی نہ مالک کے حق مین بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لا شبہۃ ولا تاویل فیہ وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح نہ شبہہ ہو اُس لینے مین نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ہم شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اُسمین قطع نہین اسواسطے کہ اُسمین تلاوت کرنے کی تاویل ممکن ہی یعنی سارق کہ سکتا ہی کہ مین نے چرایا نہین بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا ہی فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانی طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو داہنا ہاتھ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اُسنے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول نہ اُسکے قائل تھے کہ دو مجلسون مین دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہی فاقرارہ بہا کرہا باطل ومن المتاخرین من افتی بصحتہ ظہیریۃ زاد القہستانی معزیا لخزانۃ المفتین وحل ضربہ لیقر وسنحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہی اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوے دیا ہی کذا فی الظہیریۃ اور قہستانی نے خزانۃ المفتین کی طرف نسبت کر کے اتنا اور زیادہ کیا ہی کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہی تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شہد رجلان اور قطع ید ہوگا اگر دو مرد گواہی دین چوری کی ہم مصنف نے دو مردون کی قید سے لگائی کہ عورتون کی گواہی اسمین مقبول نہین اور اقرار شہادت مین حصر کرنے کی جہت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہین اگرچہ ضمان مال ہی کذا فی المنح ولو عبد الشرط حضرۃ مولاہ ولا قبل علی اقرارہ ولو بحضرۃ اور اگر سارق غلام ہی تو حضور اُسکے مولے کا شرط ہی شہادت کی اور گواہی مقبول

نہین غلام کے اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب گواہون نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اُسکا مالک موجود
ہی تو بالاتفاق قطع ہی اور اگر مال قائم ہی تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہی تو امام کے نزدیک قطع نہین اور سرقہ کا ضمان ہی اور اگر شاہدون نے کہ
نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہو وسالہما الامام کیف ہی واین ہی وکم ہی زاد فی الدرر وما ہی ومتی
ہی ومن سرق وبینا ہا احتیالا للدرء اور سوال کرے امام گواہون سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہان ہوئی اور کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری
کسکو کہتے ہین اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہین م کیفیت سرقہ
کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور بلا دخول ہاتھ ڈالکر چوری کی ہو تو اس مین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ شخص اُسکا ہوا نہ
چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہی کہ دار الحرب مین چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام مین چرایا ہو کہ اُسمین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال
سے ہی کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہی کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدون نے اُسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو
تا کہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہی اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہی اور صاحب
مال کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی وحبسہ حتی یسال عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید مین رکھے سارق
کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہونے حاضر ضامنی کے ہی حدود مین یعنی حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس
کرنا چاہیے تا بھاگ نہ جاوے ویسال المقر عن الکل الا الزمان وما فی الفتح الا المکان تحریف نہر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال
کرے سوائے زمانے کے اور یہ جو فتح القدیر مین ہی کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہی کذا فی النہر الفائق م مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم
مانع اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہی کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہی حق یہ ہی کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب مین
چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت مین چوری کی ہو وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان
ضمن المال وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیۃ اور صحیح ہی رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس
حالت مین ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع صحیح ہی اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہی یا دو گواہون نے اُسکی چوری کے
اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہی یا ساکت ہی تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیۃ م محیط مین مذکور ہی کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون
سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری مین جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہی کذا فی النہر فان
اقر بہا ثم ہرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر
بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا مجرد اقرار کے تو اُسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اُسکے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہی مصنف نے اپنی شرح
مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اُسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہر اتنافی ہوئی دونون نقلون مین م طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا بہتر
تھا فان اقر بہا ثم ہرب ان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا اُسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہی کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہین اسواسطے
اُسکا بھاگنا اُسکے رجوع قول کے برابر ہی اور رجوع صریح لفظا مین حکم مختلف نہین فی الفور اور تراخی مین تو اسوقت مین شرح وہبانیہ کے نقل مین کچھ منافات نہین اھ فتاوی
عالمگیری مین بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہی یعنی ان متصلہ ہی نہ منفصلہ ولا قطع بنکول او اقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال
لاقرارہ علی نفسہ اور قطع نہین سارق کے قسم نہ کھانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہی اپنی ذات پر اقرار کرنے سے م جب
سارق نے عدم سرقہ کی قسم نہ کھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولی کا اقرار موجب مطالبہ ہی والسارق لا یفتی لعقوبۃ لانہ یجوز تخمیس وعزاہ القہستانی للوہبانیۃ معللا بانہ

خلاف الشرع ومثلہ فی السراجیۃ اور فتوی نہین سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اُسکا مارنا ظلم ہی اور قہستانی نے اُسکو واقعات کی
طرف نسبت کیا ہی اسطرح دلیل لاکر مارنا اُسکا خلاف شرع ہی اور مانند اسکے سراجیہ مین ہی ونقل عن التجنیس عن عصام انہ سُئل عن سارق منکر فقال علیہ الیمین فقال الامیر
سارق ویمین ہاتوا بالسوط فما ضربوہ عشرۃ حتی اقر فاتی بالسرقۃ فقال سبحان اللہ ما رایت جورا اشبہ بالعدل من ہذا اور تجنیس سے منقول ہی کہ عصام بن یوسف سے سوال
ہوا اُس سارق سے جو چوری کا منکر ہو تو جواب دیا کہ اُسپر قسم ہی تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنے والون
نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اُسنے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لادیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ مین نے کوئی ظلم مشابہ بعدل اس سے زیادہ تر نہین دیکھا
کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیۃ من المشائخ من افتی بصحۃ اقرارہ بہا مکرہا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ مین ہی بعضے مشائخ نے چوری کا اقرار زبردستی کروانے کی صحت کا
فتوی دیا ہی یعنی ضمان کے حق مین نہ قطع کے حق مین وعن الحسن یحل ضربہ حتی یقر ما لم یظہر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہی کہ ضرب سارق کی حلال ہی یہانتک کہ چوری
کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کھلجاوے ونقل المصنف عن ابن الغرس الحنفی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض المعاہدین حین
کتم کنز حیی بن اخطب ففعل فدلہم علی المال قال وہو الذی یسع الناس وعلیہ العمل والا فالشہادۃ علی السرقات اندر الامور اور مصنف نے اپنی شرح مین قاضی القضاۃ
ابن الغرس حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کے مارنے کا حکم دیا جب کہ
اُنھون نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اُسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسکو مارا تو اُسنے بتا یا کہا قاضی مذکور نے کہ یہ وہ حدیث
مروی ہی جسمین لوگون کو وسعت ہی اور اسی پر عمل ہی اور نہین تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہی کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی آخر باب
قطع الطریق جواز ذلک سیاسۃ واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن الکمال زاد فی النہر ینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد وحمل ما فی التجنیس علی زمانہم پھر
مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا
نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہی کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے مین لائق اور سزاوار ہی بسبب غلبہ فساد کے اور تجنیس مین عقوبت
سارق کو ظلم کہا ہی وہ علماء سابق کے زمانے پر محمول ہی یعنے اُسوقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چندان حاجت نہ تھی م مصنف نے آخر باب قطع
مین قول مذکور یون نقل کیا ہی کہ زیلعی نے تصریح کی ہی کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہی اور از قبیل سیاست ہی جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہی
کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہی کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اُسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہی اور مال مسروق اُسکے پاس
ہی تو اُسکو مارے اور یہ یعنی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہی چنانچہ امام فاسقون کے پاس شراب کی مجلس مین کسی کو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اُسکو چورون کے ساتھ
چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہی چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچکر آوے اور اُسکو گمان غالب ہو کہ مجکو قتل کریگا کذا فی المنح
ثم نقل المصنف تبعا عن القنیۃ لو کسر سنہ او یدہ ضمن الشاکی ارشہ کالمال لا لو حصل ذلک بتسورہ الجدار او مات بالضرب لندورہ پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے
قنیہ سے نقل کیا ہی شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اسکو مارا اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا
اُس دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اُسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنے اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کے واسطے
اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ شخص ضرب کے صدمہ سے مرگیا تو مدعی نالش کرنیوالا اُسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین مر جانا قلیل الوجود ہی تو اُسکی نالش غالبا اسکا سبب
نہین ہوسکتی کذا فی المنح مشروحا وعن الذخیرۃ لو صعد السطح لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظہرت السرقۃ علی ید آخر کان للورثۃ اخذ الشاکی بدیتہ اجماعا و
بما غرمہ للسلطان لتعدیہ فی ہذا التسبیب یجیٔ فی الغصب اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا اور سلطان
کے پاس اُسکو گرفتار کرا یا اور وہ ایکبار مار نہ لائی پھر قید خانہ مین قید کروایا تو اگر وہ قید خانہ کی چھت پر چڑھ گیا تاکہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے سو اگر

دو گر پڑا اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اُسکے وارثون کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اُسنے ڈانڈ دیا تاوان اُس چور
سے لینا جائز ہے بسبب اُسکی تعدی کے اس تسبیب مین یعنی جو کچھ ہوا اُسکے سبب سے ہوا کذا فی النہر اور اُسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق
منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ منی او انما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو بباطل او ما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار
کے پھر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کہا تو قطع نہیں ہم بعضے علما کے قول
پر مدعی مذکور کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکو کار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نہ کرے ہم یہ
تلقین حد ٹالنے کے واسطے ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو کر آیا تو فرمایا کہ کیا اُسنے چوری کی ہے مین نہین گمان کرتا ہون
کہ اُسنے چوری کی ہو کذا فی المنح کما لا قطع لو شہد کافران علی کافر ومسلم بہا فی حقہما ای الکافر والمسلم ظہیریۃ چنانچہ اگر گواہی دی دو کافرون نے ایک کافر اور ایک مسلمان
کی چوری پر تو قطع نہین دونون کے حق مین یعنی کافر اور مسلم دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی الظہیریۃ تشارک جمع وصاب کل قدر نصاب قطعوا ان
اخذ المال بعضہم استحسانا سدا لباب الفساد ولو فیہم صغیر او مجنون او معتوہ او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری مین اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے
تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اُس مال کو اُنمین سے بعضون نے چورایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چورون کے گروہ مین صغیر
یا مجنون یا غافل بیہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سب کا ہاتھ اُسوقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز مین داخل ہو کذا فی الہدایہ اور فتح القدیر
مین ہے کہ اگر بعضے اندر جاوین اور حصے مین سب شریک ہون تو اُسی کا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہے اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کے واسطے دائم حبس
کیے جاوین یہانتک کہ توبہ کرین کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاہدیہا وقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا لا قطع وہذا فی کل حد سوی الرجم
وقود بحر قلت لکن نقل المصنف فی الباب الآتی تصحیح خلافہ فتنبہ اور شرط ہے قطع کے واسطے حاضر ہونا چوری کے دونون شاہدون کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی
بذات خود شرط ہے یہانتک کہ اگر دونون شاہد اسوقت غائب ہون یا مر گئے ہون تو قطع نہین اور یہ یعنی حضور گواہون کا ہر حد مین شرط ہے سوائے رجم اور قصاص کے
کذا فی البحر مین کہتا ہون مصنف نے اگلے باب مین اُسکے مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنی شرح منظومہ سے قطع مین عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا یہ حکم
کا مخالف سابق کے ہے اسواسطے کہ حد زنا مین مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہون یا مر جاوین تو حد ساقط ہے ویقطع بساج وقنا وآبنوس بفتح الباء وعود ومسک
وادہان وورس وزعفران وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد ویاقوت وزبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج واناء وباب غیر مرکب ولو متخذین من خشب ہاتھ کاٹا جاویگا
ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینون یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور
برتن اور بغیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو ہم اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہین کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اٹھ سکتا
ہو ہر چند لکڑی کی چوری مین قطع نہین لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات مین قطع ہے اسواسطے کہ یہ نفیس مال ہین لہذا مکان محفوظ مین رکھے جاتے ہین اور دار الاسلام مین
مباح الاصل نہین ملتے ہین تو قائم مقام چاندی سونے کے ہو گئین اور منح الغفار مین ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جسکے اوپر سرخی ہوتی ہے اور لکڑی اُسکی سخت ہوتی
ہے مانند پتھر کے اور ساگون اور آبنوس سوائے ہند کے کہین نہین ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یا یاقوت سبز کے مشابہ جواہر مین ہے کہ
زمرد اور زبرجد صاحب دیوان ادب اور صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب کشاف اور اُسکے محشیون کے نزدیک دو جوہر مختلف الحقیقۃ ہین وکذا کل ما ہو من اعز
الاموال وانفسہا ولا یوجد فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیہ ہذا ہو الاصل اور اسیطرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس
مال ہے اور دار العدل یعنی دار الاسلام مین مباح الاصل نہین پایا جاتا جسمین رغبت اور خواہش نہو یہی قاعدہ اصل ہے قطع مین عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس اور
نرکل وغیرہ مالک چیزین نکل گئین کہ اُنمین قطع نہین اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکلگیا جو ایک آدمی سے نہ اٹھ سکے اور مفتی

ابوالسعود نے کہا کہ اس قید سے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ دار الاسلام مین مباح الاصل ہین لیکن غیر مرغوب نہین لاتقطع بتافہ ای
حقیر یوجد مباحا فی دارنا کخشب لایحرز عادۃ قطع نہین اُس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام مین مباح پائی جاتی ہو جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ مین بنابر عادت کے
نہین رکھی جاتی مع تو جس لکڑی کو محفوظ مکان مین رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گڑھنے اور بنانے سے قیمتی ہوگئی ہو تو اُسکی چوری مین قطع ہو کذا فی النہر
فتح القدیر مین ہو کہ مصنف ابن شیبہ مین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہو کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت مین شئ تافہ یعنی حقیر چیز مین قطع نہوتا تھا
سارق کا وحشیش وقصب وسمک ولو ملیحا وطیر ولو بطا ودجاجا فی الاصح غایۃ اور قطع نہین گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیون کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور
اگرچہ چڑیا بط یا مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان وصید وزرنیخ ومغرۃ ونورۃ زاد فی المجتبی واشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہین شکار
اور ہڑتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی مین اتنا زیادہ کہا ہو اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اُسکے جلد ٹوٹ جانے کے
سبب سے ولا بما یتسارع فسادہ کلبن ولحم ولو قدیدا وکل مہیا للاکل کخبز وفی ایام قحط لا قطع بطعام مطلقا شمنی اور نہ اُس چیز کی چوری سے قطع ہو جو جلد سڑ جاتی ہو
جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت ہو اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اُسمین قطع نہین اور قحط کے دنون مین قطع نہین کسی طعام کی چوری سے
مطلقا کذا فی الشمنی مع ارزانی کے دنون مین طعام پختہ مین قطع نہین اور غیر پختہ چنانچہ گیہون مین قطع ہو اور قحط مین پختہ اور خام کسی مین قطع نہین اسواسطے کہ حدیث
مین وارد ہو کہ اضطرار کی بھوک مین قطع نہین اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ قحط کے سال قطع نہین کذا فی الفتح والبحر وفاکہۃ رطبۃ وثمرۃ علی شجر وبطیخ وکل
ما لا یبقی حولا اور قطع نہین تر میوون کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزے سے اور اُس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہین رہتی مع تر میوے کی قید سے
خشک میوہ نکلگیا تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہو کذا فی البحر وزرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہین گیا اُسکی چوری سے قطع نہین بسبب
عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ مین نہین رکھا گیا کہ سرقہ اُسپر صادق ہو واشربۃ مطربۃ ولو الاناء ذہبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہین اگرچہ برتن اُسکا سونے
کا ہو مع اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزین مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ سکر سونے کے برتن مین ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہو یہان مقصود بالذات اور شربہ سکرہ مین
اسواسطے قطع نہین کہ بعضے اُنمین حرام ہین تو لینا اُسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضون کی اباحت مین اختلاف ہو تو شبہہ پیدا ہوا سقط قطع ہین وآلات لہو ولو طبل
الغزاۃ فی الاصح لان صلاحیۃ للہو صارت شبہۃ غایۃ اور باجون کی چوری مین قطع نہین اگرچہ غازیون کا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اُسکا لہو اور لعب کے
لائق ہونا موجب شبہہ کا ہوگیا کذا فی غایۃ البیان مع آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہین صاحبین کے نزدیک اور یہی پر
فتوی ہو تو اسکے توڑنیوالے پر ضمان نہین اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ اُنکی قیمت ہو لیکن چورانا اُنکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح وصلیب ذہب
او فضۃ وشطرنج ونرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہین نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اُسکا
لینا توڑنے پر محمول ہوگا مع صلیب یعنی چلیپا مثلث ہو جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضون نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیان ہین ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہین
اسطرح ہر نصاری کا گمان کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اُسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہو اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہو اور نرد بفتح نون
ایک کھیل ہو جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہین کذا فی الطحطاوی وباب مسجد ودار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہین مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسواسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت
کے واسطے ہو خود محفوظ نہین ومصحف وصبی حر ولو محلیین لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہین اگرچہ مصحف یا صغیر زیوردار ہون اسواسطے
کہ زیور تابع ہو اور تابع کا اعتبار نہین مع مصحف مین اسواسطے قطع نہین کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہو تو تعلم کا احتمال ہو اور صغیر حر کی چوری
مین یہ احتمال ہو کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کے واسطے اُسکو لیا ہو کذا فی المنح وعبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا او اعمی لانہ غصب او خداع اور
اُس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہین جو باتمیز ہو یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہو اگرچہ اُسکے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون اور اندھا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا

یا غصب یا فریب بنا ہی سرقہ نہین جو قطع لازم آوے ہم عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہی جو اپنا حال بیان کر سکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر و دفاتر غیر الحساب لان مالو

شرعیۃ ککتب تفسیر وحدیث وفقہ فکمصحف والا فکطنبور اور سوائے حساب کے اور اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہین اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہین جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ

کی کتابین تو وہ حکم مین قرآن کے مانند ہین یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہی اور اگر کتب شرعیہ نہین تو طنبور کے حکم مین ہین یعنی باحتمال نہی عن المنکر انہین بھی قطع

نہین ہم شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت مین قطع ہی اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر

سحر کے کتب کا سارق اسکا شوقین ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا بخلاف العبد الصغیر و دفاتر الحساب الماضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا لانا

المعمول بہا فالمقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار و دیوان واوقاف نہر بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور اُن حساب کے دفترون کی

چوری کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہو چکی کہ اس چوری مین قطع ہی اسواسطے کہ ایسے دفترون کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہین نہ حساب کا دریافت کرنا

تو قطع ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہین ہو جب اُسکے لینا دینا باقی ہی تو اُنکے لینے سے اُسکا حساب دریافت

کرنا مقصود ہی اور یہ دریافت کرنا مال نہین ہی تو لہذا قطع نہین اسکی چوری مین بلا فرق سوداگر اور کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگرون کی بہیان ہون

یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف کی بہیان ہون کسی مین قطع نہین اور صورت عدم فراغت حساب اور اس صورت مین اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار ہی

وکلب وفہد ولو علیہ طوق من ذہب علم السارق بہ او لا لانہ تبع اور قطع نہین کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اُسکی گردن مین سونے کا طوق ہو سارق کو اُسکا علم ہو یا

نہو اسواسطے کہ طوق تابع ہی تو ساقط الاعتبار ہی ولا لخیانۃ فی ودیعۃ ونہب ای خذ نہارا واختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہین امانت مین خیانت کرنے

سے اور غارتگری سے یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت مین حرز نہین اور نہب اور اختلاس مین چھپکر لینا موجود نہین

پھر جب رکن سرقہ نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے مین دونون برابر ہین لیکن اختلاس مین سرعت اختطاف داخل ہی اور نہب مین داخل نہین جامع ترمذی مین

حدیث مرفوع ہی کہ (لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع) کذا فی المنح ونبش القبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن وکذا لو سرق من بیت فیہ

قبر او میت لتاولہ بزیارۃ القبر او التجہیز للاذن بدخولہ عادۃ ولو اعتادہ قطع سیاسۃ اور نبش قبور سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردون کے کفن چراوے قطع نہین اگرچہ

قبر مقفل کوٹھری مین ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو یا اگر اسکو چرایا اُس کوٹھری سے جسمین قبر یا مردہ ہی بسبب تاویل ہونے اُسکے دخول کے بسبب زیارت قبر

یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اُسکے دخول کے بنابر عادت کے اور اگر اُسکی عادت پڑ گئی ہو کفن چور لینے کی تو قطع کیا جاویگا بنابر سیاست کے نہ بنابر حد کے ومال عامۃ او

مشترک وحصیر مسجد واستار کعبۃ ومال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہین بیت المال کے مال اور مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیان اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے

مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہ تعلیل عدم قطع مین عجیب ہی اسواسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہی کہ

قطع ید پھر محافظ کی طلب سے ہوتا ہی اور تمثیل مین متولی وقف کو بیان کیا ہی جب وقف کا مال چوری ہو جاوے ومثل دینہ ولو دینہ مؤجلا او زائدا علیہ او جودا لصیر ورتہ

شریکا اور قطع نہین اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اُسکا دین موجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اُس سے بسبب ہو جانے سارق کے شریک ہم یہ تعلیل ہی کہ وہ

از دین یہ چورانے کی مثلاً زید کے من بھر گیہون قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہون اُسکے چرا لئے تو زید خالد کا شریک ہو گیا لہذا قطع نہین اذا کان من جنسہ ولو حکما بان

کان لہ دراہم فسرق دنانیر وبعکسہ ہو الاصح لان النقدین جنس واحد حکما صورت مذکور مین قطع اسوقت نہین جبکہ مسروق مجانس اور ہمجنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو

اسطرح پر کہ سارق کے اُسپر دراہم قرض تھے سو اُسنے دنانیر کو چرایا یا اسکے بالعکس یہی قول اصح ہی اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد مین حکما بخلاف العرض ومنہ

الحلی فیقطع بہ مالم یقل اخذتہ رہنا او قضاء بخلاف اسباب اور قماش کے اور اسمین زیور بھی داخل ہی تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جبتک صاحب دین

یون نہ کہے کہ مینے اسکو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے وطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسۃ فی المالیۃ قال فی المجتبی وہو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ اور امام شافعی نے

خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکھا ہی مالیت مین مجانس ہونے کے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونے کے طریق سے مجتبی مین کہا کہ اس قول
مین بڑی وسعت ہی تو ضرورت کے وقت اُسپر عمل کرلینا چاہیے اگرچہ ہمارا مذہب نہین اسواسطے کہ انسان معذور ہی ضرورت کے وقت اُسپر عمل کرنے مین کذا فی النہر عن المجتبی بخلاف سرقته
من غریم ابیه وغریم ولده الکبیر او غریم مکاتبه او غریم عبده الماذون المدیون فانه یقطع لان حق الاخذ لغیره بخلاف اسکے چورانے کے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ
بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کیواسطے ہی ولو سرق من غریم ابنه
الصغیر لا لکسرته شئی قطع فیه ولم یتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین چنانچه اُس چیز کی چوری مین
قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہین اسیطرح موجود ہی اور اگر اُسکی ذات بدل گئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی م تبدل
ذات کی یہ صورت ہی کہ مثلاً سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اُسکا کپڑا بنا گیا پھر سارق مذکور نے وہ کپڑا چورایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہ صورت
ہی کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروقه کو بیچ ڈالا پھر اُسکو مول لیا پھر سارق اول نے چورایا تو دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیته بلا
قطع کابن عم ہو اخ رضاعا فانه رحم نسبا محرم رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اُس قرابت دار سے کی جو محرم ہی بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم
ہونا رضاعت کے سبب سے ہی نہ نسب کے سبب سے تو اُسکی چیز کے چورانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہی باعتبار نسب کے اور محرم ہی باعتبار
رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہوگیا کلام زیلعی کا م زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹے یا بھائی کے مال چورانے سے قطع ہی اور
اُسکے اخراج کیواسطے لا برضاع کی قید کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ رحم محرم مین یہ لوگ داخل نہین عینی نے جوابدیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہی اور یہی حق ہی
اسواسطے کہ قرابت نہین ہوتی مگر نسبی اور محرم کاہے رضاعی بھی ہوتا ہی تو اُسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یون کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو سرق مال غیره ای غیر ذی الرحم
بخلاف ماله اذا سرق من بیت غیره فانه یقطع اعتبارا للحرز وعدمه قریب محرم سے چورانے مین قطع نہین اگر مال مسروق اُسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اُسکے جب کہ
محرم نسبی کا مال اُسکے غیر کے گھر سے چورایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے کہ محرم نسبی کا گھر اُسکے حق مین حرز نہین باعتبار آمد ورفت کے بلا استیذان تو وہانسے مال لینا چوری نہین
لهذا قطع نہین خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اُسکے حق مین حرز ہی کہ وہان آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہین تو وہانسے مال لینا چوری ہی شرعاً باعتبار حرز کے
لهذا قطع ہی خواہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا وبخلاف مرضعته صوابه مرضعه بلا تاء ابن کمال مطلقا سواء سرق من بیتها او بیت غیرها فانه یقطع لما مر اور بخلاف انّا کے دودھ
پلانے کے مال کے مطلقاً یعنی برابر ہی کہ دائی کا مال اُسکے گھر سے چورایا ہو یا اُسکے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشته یعنی دائی محرم نسبی نہین جو قطع ساقط ہو بنا بر عدم حرز
کے شارح نے کہا مقبول ابن کمال مرضعه بولنا صواب ہی بدون تاء مثناۃ م طحطاوی نے کہا کہ بعضے علمانے کہا کہ جب تک دایہ صغیر کو دودھ پلاتی ہی تو اُسکو مرضع بولتے ہین
بدون تاء مثناۃ اور جب وہ دودھ پلا چکی اور صغیر کو وضع کیا تو اُسکو مرضعه کہتے ہین تاء مثناۃ کے ساتھ اور یہان معنی ثانی مراد ہین تو مصنف کا الحاق تاء مثناۃ بے محل نہین اور صاحب
قاموس کا کلام بھی اُسی کے موافق ہی تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہوگیا ولا بسرقته من زوجته ان تزوجها بعد القضاء بالقطع جوہرہ اور قطع نہین زوجہ کے مال چورانے سے اگرچہ
عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرۃ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چورایا اور چوری اُسپر ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا اور اُسکے بعد سارق نے اُس
عورت سے نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہی یعنی باب سرقہ مین زوجیت کا ہونا ہر حال مین کافی ہی وزوجها ولو کان المسروق من حرز خاص له اور قطع نہین ہی زوج کے مال چورانے
سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اسواسطے کہ زوجین کے مال مین بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہی کذا فی المنح ولا عبد من سیده او عرسه او زوج سیدته للاذن بالدخول
عادۃ اور غلام کے چورانے مین اپنے مالک یا اُسکی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے مال سے قطع نہین بسبب آنے کی اجازت کے بنا بر عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہی کہ گھر مین غلام
کا آنا اکثر ممنوع نہین ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہی تو حرز باقی نہ رہا ولا من مکاتبه وختنه وصهره اور قطع نہین اپنے عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چورانے سے ہم زوجہ کے محرم نسبی کو صہر
کہتے ہین چنانچہ سسر اور سالا اور محرم نسبی کے زوج کو ختن کہتے ہین چنانچہ داماد اور بھتیجی بھانجی نواسی پوتی کا زوج ومن مغنم وان لم یکن له حق فیه لانه مباح الاصل فصار شبهة خاصه

یجتا قطع نہین غنیمت کے مال چورانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اُسمین نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہی تو شبہہ ہوگیا کذا فی غایۃ البیان بحثا وحمام فی نتت جرت العادۃ
بدخولہ ولذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہین حمام کی چوری سے اُسوقت مین کہ اُسمین داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسی طرح بوقت دخول قطع نہین
سوداگرون کی دوکانون سے اور کاروان سراؤن سے چوری کرنے مین کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق لکھا کذا فی المنح وبیت
اذن فی دخولہ ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہین اُس گھر کی چوری سے جسمین داخل ہونے کا اذن ہوگیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا
مین ہوتا ہی اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہوا پھر سوا اُنکے غیر شخص داخل ہوا اور اُسنے چوری کی تو لائق یہ ہی کہ قطع کیا جاوے م اگر دوکان اور سراءات کو چوری
کریگا تو قطع ہی اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنے ہین اور اذن دخول کا فقط دن کو ہی نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ
اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز بہ یفتی شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہین اسواسطے کہ حرز
مکانی قوی تر ہی نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہین حمام مین اسواسطے کہ وہ حرز مکانی ہی اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہی اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنی اموال
کی حفاظت کے واسطے مسجد نہین بنی اسی کا فتوی ہی کذا ذکرہ الشمنی م یعنی حمام مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہی صاحب مال اپنے مال کے پاس ہو یا نہو اور مسجد
مین اگر مالک اپنے مال کے پاس ہوگا تو قطع نہین اور یہی حکم ہی راہ اور جنگل کا وکلما کان حرز النوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب وقیل
حرز کل شیٔ معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز
ہی تو قطع کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شی کا معتبر ہی اسکے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہی کذا فی المجتبی
لیکن قہستانی نے یقین کیا ہی کہ ثانی مذہب صحیح ہی تو خبردار ہو جام شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہان دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہی تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چورانے
مین قطع نہین اسواسطے کہ اصطبل گھوڑون کا حرز ہی نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکھے م مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ قفاف وہ ہی جسکو دراہم پرکھنے کیواسطے دیے جاوین سو وہ بدون اطلاع مالک کچھ اُنمین سے رکھ لے وفشاش
بالفاء ہو من یہیٔ لتعلق الابواب ما یفتحہ اور فشاش بالفاء وہ شخص ہی جو ہر طرز کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے او افتش جانوتا او باب دار نہارا وخلا البیت من احد
فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن مین کھولے اور گھر مین کوئی نہ ہو اور اگر گھر مین کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو
قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی م زن مین قفل کا کھولنے والا مجاہر ہی مختفی نہین او سی طرح جو جانتا ہو کہ گھر مین کوئی ہی وہ بھی مجاہر ہی اور شرط قطع خفیہ ہی منح الغفار مین حاوی سے
منقول ہی کہ جب گھر کا دروازہ بھڑا ہو مقفل نہو پھر اسمین سارق چھپکر داخل ہو اور اسباب چوراوے تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چوراوے تو قطع نہین و
یقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا اگر چھت پر سے بقدر نصاب چراوے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہی کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر
چڑھکر چراوے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے ہی کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اُسکو کھینچ لے تو قطع نہین او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز نحو الطریق والصحراء
ورب المتاع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چراوے اور حالانکہ اسباب کا مالک اُسکے پاس ہی یعنی اُس جگہ مین جہان سے اُسکو دیکھتا ہی اگرچہ
حافظ سوتا ہو قول اصح مین مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد مابین قصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہی م مالک متاع سے حافظ مراد ہی
مالک ہو یا نہو اور پاس ہونا عام ہی کہ اُسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہی اور یہی قول اصح ہی کذا فی المجتبی لا یقطع
لو سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاویگا اگر مہمان نے چورایا اُسکا مال جسنے اُسکی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھری
سے چورایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریون کے ساتھ حرز واحد ہی تو دخول کے اذن سے اُسکی سب
کوٹھریون کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چورائی اور گھر سے باہر نہین نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کے

بخلاف غصب کے م چونکہ تمام گھر حرز واحد ہی تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہین ہوتی بخلاف غصب کے کہ اُسمین گھر سے نکال لیجانا شرط نہین یعنے بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اُسنے گھر سے باہر نہین نکالا اور اس مسئلہ مین گھر سے مراد چھوٹا گھر ہی اسواسطے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اُسکے مذکور ہوتا ہی وان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ جدا الی صحنہا او اغار من اہل الحجرۃ علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اُسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع نہین ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہی م حجرات دار سے وہ مکانات و منازل مراد ہین جنکے رہنے والونکو اُسکے گھر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن سے اسطرح منتفع ہوتے ہون جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح الطحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرقہ ہی اور مطلب سرقہ ہی او نقب فدخل او القی کذا رایتہ فی نسخ المتن و الشرح باو وصوابہ بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کو نبھل لگایا اور پھر گھر مین داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ مین ڈال دی پھر نکلکر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک تدبیر ہی جسکی چورون کو عادت ہوتی ہی تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اُٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہی شارح کہتا ہی اسیطرح مینے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخون مین او رالقی بلفظ او دیکھا اور ٹھیک واو ہی چنانچہ کنز مین ہی و لہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا نہ او کا م حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہی کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہین اگرچہ پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہی کذا فی الطحطاوی لو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیع لا سارق اور اگر پھینکدینے والے نے اُسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اُسکو لے لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہی نہ سارق یعنی تو اُسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہ و اخرجہ او علق رسنہ فی عنق کلب و زجرہ لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروق کو جانور پر لادا یا پھر اُسکو ہانکا اور اُسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن مین معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کی طرف منسوب ہوگا م اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسی طرح کتا بدون ڈانٹنے کے آپ نکل گیا تو اُسپر قطع نہین اسواسطے کہ خروج اُنکا آدمی کی طرف مضاف نہین کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق یا مال مسروق کو پانی مین ڈالدیا پھر اُسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی اسطرح کا نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا م صورت اسکی یہ ہی کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اُسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اُسمین ڈالکر پانی کو زور سے ہلا دیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا تحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نہ نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اُسکو باہر کر دیا تو بھی قطع ہی بنابر اصح قول کے اسواسطے اُسکا باہر کر دینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی قطع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ مین بسبب اُن وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا م قطع جزا ہی وان اخرجہ او ارسلہ العبد کے و یشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا و اللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنابر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہی وہ مسئلہ جسکو فقہا نے کہا ہی کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن مین لٹکا دیا سو چڑیا اوڑکر سارق کے گھر مین پہونچے تو قطع نہ کیا جاویگا تو و اللہ اعلم اسیواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ مین عدم قطع کا یقین کیا ہی م جیسے چڑیا کا اوڑنا اور سارق کے گھر مین پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلجانا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کیطرف منسوب نہو وان نقب ثم ناولہ اخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت و اخذہ یسمی اللص الظریف اور اگر نقب دی یا پھر گھر مین گھس کر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے باہر ہی یا نقب کے باہر سے کوٹھری مین ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہین اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف چوٹلہ کہتے ہین کہ چوری تو کرے اور گرفتار ہو قطع لازم نہ آوے م پہلی صورت مین دونون پر قطع نہین اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہین دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہین تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورت مین بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہین کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج و اخذہ لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب مین رکھ دیا پھر نکلکر لے لیا تو قطع نہین صحیح قول مین کذا فی الشمنی او طر ای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلۃ قطع فی الحل بعکسہ اور اگر چیر ا ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہی اور درا ہم کو لیا تو قطع نہین اور اگر ہمیانی آستین کے اندر رہی تو اُسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے مین بالعکس حکم ہی یعنی ربا ط خارج کے کھولنے مین قطع

ہی نہ داخل کے کھولنے مین طرّ بمعنی شق ہی ولہذا فاعل کو طرار کہتے ہین اور صرہ سے مراد ہمیانی ہی کذا فی الطحطاوی (سرق من مرعیً او من قطار) بفتح القاف الابل علی نسق
واحد (بعیرا او حملا) علیہ (لا) یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصدوا الحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اُسپر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو
قطع نہین اسواسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہین جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور
نقل متاع مقصود ہی اور راعی سے چرانا مقصود ہی شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہین جو نسق واحد پر ہون اور قطار بکسر قاف صواب ہی چنانچہ قاموس
اور شرح النقایہ اور حموی اور شرح ملتقی مین ہی کذا فی الطحطاوی (و ان کان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ او نائم
علیہ او بقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع) فی الکل و الاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا فبادخال الید فیہ والاخذ منہ اور اگر
قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیر کے اور اُسمین سے چرا وے یا اُس خرجی کو چرا وے جسمین اسباب ہی اور حالانکہ مالک اُسکی نگہبانی کرتا ہی یا اُسپر سوتا ہی یا اُسکے
پاس ہوتا ہی یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق مین ڈالا یا اُسکی جیب مین یا اُسکی آستین مین ڈالا پھر مال کو اُسمین سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتون مین اور اصل
ان مسائل مین یہ ہی کہ اگر حرز ایسا ہی جسمین گھسنا انسان کا ممکن ہی جیسے گھر ہی تو ہتک حرز اُسکے دخول سے معتبر ہی اور اگر ایسا ہی کہ اُسمین دخول ممکن نہین چنانچہ گون اور خرجی
اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اُسمین ہاتھ ڈالنے اور اُسکے مال لینے سے معتبر ہی جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہین اور جمع اُسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہی بفتح جیم (فروع
مسائل ملحقہ شارح کے) سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع و لو ملفوفا او فی فسطاط اخر قطع خیمہ کھڑے خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی چیز مین لپٹا ہوا ہی یا دوسرے خیمہ کے اندر رکھا ہی تو
قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ پہلی صورت مین خیمہ خود حرز ہی محرز نہین اور باقی صورتون مین محرز ہی اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے
بھیڑ یا بکری جو بقدر نصاب نہین نکالی پھر اُسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونون کے ملجانے سے تو قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو لے نکلا اتحاد بقدر
نصاب نہ تھی اور دوسرے کا نکلنا اُسکی طرف منسوب نہین سرق مالا من حرز فدخل اخر و حمل السارق بامتعہ قطع المحمول فقط سارق چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور
سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اُسپر لاد دیا تو جسپر لادا ہی وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنے والا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف
لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا و درر و توضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ و اذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ لمضارع
یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ مین اس کپڑے کا سارق ہون تو قطع کیا جاویگا اگر اُسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کی طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق
کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور کہا اسواسطے قطع ہوگا کہ یون کہنا چوری کا اقرار ہی اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع
نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی چوری کا اقرار نہین درر توضیح اسکی یون ہی کہ جب یون کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہی کہ اُسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یون بولا کہ ہذا
قاتل زیدا تو مطلب یہ ہی کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہی اور مضارع حال و استقبال کو محتمل ہی اور معلوم نہین کہ کون مراد ہی تو قطع نہ کیا جاویگا شک سے خلاصہ فرق اضافت و عدم
اضافت کا یہ ہی کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہو جاتا ہی تو گویا اُسنے یون کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت مین اسم فاعل بمعنی مضارع
ہوتا ہی تو گویا یون ہی کہ انا سرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہی کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہین کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی مین ہوتا ہی تو عمل نہین کرتا مگر کسائی
اور ہشام کے مذہب مین کذا فی النہر قلت و فی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم و الجاہل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یحمل شبہۃ لدرء الحد و فیہ بعد شارح
کہتا ہی اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہی اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہین ایسی تراکیب یعنے نصب اور اضافت مین
کچھ فرق نہین کرتے ہین مگر یہ کہ اسکو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمین بعد یعنی دوری ہی طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہی کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا
لازم آتا ہی اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اُس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تھا اگر جاہل مین اسکو اعتبار کیجیے تو عدم قطع اسوجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم
کے کلام سے مشابہ ہی للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر و ہذا ان عاد و اما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شیٔ نہر امام کو جائز ہی قتل کرنا چور کا

بنا بر سیاست کے بسبب اسکے فساد اوٹھانے کے زمین مین کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اوسوقت ہی جب مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری مین قتل کرنا سیاست شرعی مین کسی طرح داخل نہین کذا فی النہر حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اوسکا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کیواسطے جائز ہی حموی نے کہا کہ یہ جو ہمارے زمانے کے حاکم پہلے ہی بار کی چوری مین قتل کر ڈالتے ہین سیاست سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہی کیونکہ سیاست شرعیہ شرع مغلظ یعنی شرعی سخت حکم سے عبارت ہی قلت وقد قدمنا عنہ معزیا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفید انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد مین کہ قید لگانا امام کا مفہم ہی کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا ہم بھی اوسی مقام مین مذکور کر چکے ہین بسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہین واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہی کیفیت قطع اور اوسکے اثبات کے احکام مین تقطع یمین السارق من زندہ ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا فتح کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اوسکے بند دست یعنی پہونچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنا بر استحباب کے ہی کذا فی فتح القدیر مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو بنص قرآنی سے ثابت ہی اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قرارت سے ہی یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہ قرارت مشہور ہی تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرارت سے صحیح ہی اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہی اور پہونچے سے کاٹنا متوارث بجا متواتر ہی جسمین سند مخصوص کے طلب کرنے کی احتیاج نہین اگرچہ دارقطنی وغیرہ مین اس مضمون کے احادیث بھی مروی ہین اور قطع اصل ابع پر اکتفا کرنا یہ نقل شاذ ہی اور خارجیون کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے مخالف اجماع ہی اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہی حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑا آیا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ مین نہین گمان کرتا کہ اوسنے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اوسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پھر اوسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اوسکو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اوسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی بشرط مسلم اور اوسی کو ابوداود نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث مین بھی روایت کیا ہی اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہی اور مغرب وغیرہ مین ہی کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہی گرم تیل مین ہاتھ تلنے سے اور فائدہ داغ دینے کا یہ ہی کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے مین ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہی اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابوداود اور ابن ماجہ مین مروی ہی اور ہمارے نزدیک یہ امام کی تجویز پر موقوف ہی اور حضرت کا حکم تعلیق ہر قطع مین ثابت نہین کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الا فی حر وبرد شدیدین فلا تقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لتوسط الامر مگر سخت گرمی و سردی مین قطع نکیا جاویگا ہلاک ہونے کے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہی نہ تلف کر دینیوالی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا التسبیہ بخلاف اجرۃ المخصر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیۃ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اوسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اجرت سارق پر ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب ہوا ہی ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہی اور بعضون نے کہا کہ متمرد سرکش پر ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ شارح کہتا ہی اور خانیہ کی کتاب القضا مین ہی متمرد پر اجرت محضر کی ہونا بھی صحیح ہی لیکن بزازیہ کی کتاب القضا مین ہی اور ایک قول یہ ہی کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہی اور یہی قول اصح ہی مانند سارق کے وقطع یدین ورجلہ الیسری من الکعب ان عاد اور سارق کا بایان پانون کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای یظہر امارات التوبۃ شرح وہبانیۃ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اوسکو مارنے سے بھی تعزیر دیجاویگی یہانتک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون فقط

زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیۃ م سرقہ ثانیہ مین بایان پانٔون کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اور کوسب کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا فعل
ہی اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ مین قطع نہ کرنا امیر المومنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ
عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو مین اُسکا داہنا ہاتھ کاٹون پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اُسکا بایان پانٔون کاٹون پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اُسکو قید مین
رکھون یہانتک کہ آثار خیر اُس سے پیدا ہون مجکو حیا آتی ہی اللہ سے کہ مین سارق کو ایسا کرکے چھوڑدون کہ نہ اُسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پانٔون ہے جس سے چلے
اور دارقطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہی اور ابن ابی شیبہ مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا
مثل قول علی مرتضی کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی یقطع ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہی کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
مین بھی قطع کیا جاے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہی یا منسوخ ہونے پر امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری مین بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور
چوتھی بار کی چوری مین داہنا پانٔون کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داود بروایت جابر خلاصہ مضمون اُسکا یہ ہی کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری مین چارون ہاتھ پانٔون کاٹے گئے پھر جب
پانچوین بار اُسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکے قتل کرڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی مصعب ابن ثابت اسکا راوی
ضعیف ہی ہرچند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہی لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہین لہذا طحطاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسی کی ہمنے اصل نہین پائی اور
عقل سے نہایت بعید ہی کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سارق کے چارون ہاتھ پانٔون قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضی کی خلافت مین کوئی اُسکو ذکر
نہ کرتا اور مشورہ کے وقت اُسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضی کا اُسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہی یا سیاست پر محمول ہی یعنی یہ حکم
بطریق حد سرقہ نہین بلکہ بطریق سیاست ہی مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہ دلیل ہی کہ پانچوین بار کی چوری مین
قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہی سب کے نزدیک نہ بطریق حد کمن سرق وابہامہ الیسری مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سوی
الابہام او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حال یہ کہ اُسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہی یا سواے بائین انگوٹھے
کے اُسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پانٔون مقطوع یا شل ہی تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اسحالت مین داہنا ہاتھ یا بایان پانٔون
کاٹنا اُسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہی بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ ان مسائل مین قطع نہین کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہی کیونکہ
چلنے کا انگوٹھے پر ہی انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے فوت ہونے سے گرفت مین خلل نہین
ہوتا اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اسصورت مین بایان اور
داہنا پانٔون اسواسطے قطع نہ ہوگا کہ یہ محل قطع نہین ہمارے نزدیک اور نہ داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار ہو تو گرفت متصور نہ ہوگی اور یہ اہلاک
ہی اور اگر داہنا پانٔون شل نہ ہوگا تو ہاتھ پانٔون کا ایک ہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہی ولا یضمن قاطع الید الیسری لو عمدا فی الصحیح نہر اذ الامر بخلافہ
لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اُسنے عمداً کاٹا ہو قول صحیح مین کذا فی النہر جب کہ
قاطع کو اُسکے برخلاف حکم ہوا اسواسطے کہ اُسنے تلف کیا اور اُسی کے ہم جنس ایسا چھوڑا جو اُس سے بہتر ہی یعنی داہنا اور اسی طرح ضمان نہین اگر غیر حداد نے بائین ہاتھ کو کاٹا
قول اصح مین یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کرڈالا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہی نفی ضمان سے تعزیر لازم نہین تو اگر عمداً کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا
ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم
اور قضا کے تو قصاص واجب ہی عمد مین اور دیت واجب ہی خطا مین اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اُسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان قضاء القاضی بالقطع
کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع مین قاضی کی قضا مانند حکم کے ہی بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہین کذا فی الکافی وفی السراج

سرق فلم یوخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسری اور سراج مین ہی کہ ایک شخص نے چوری کی سو چور کا اُس سے مواخذہ نہوا یہانتک کہ اُسکا داہنا ہاتھ قصاص مین کاٹا گیا تو اُسکا بایان پاؤن کاٹا جاویگا مم قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنی اگر سرقہ مین اُسکا قطع ہوتا تو دوسری بار قطع نہوگا بسبب اتحاد جنس کے کذا فی الطحطاوی **وطلب المسروق منہ المال** لا القطع علی الظاہر بحر **شرط القطع مطلقا فی اقرار و شہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ** اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہی مطلقاً یعنی اقرار سارق مین اور شہادت مین بنابر مذہب قوی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے کی شرط ہی اور طلب قطع ظاہرا شرط قطع نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہی ولہذا مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہین کرسکتا پھر جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد مشروط ہوگی **وکذا حضورہ ای المسروق منہ عند اداء الشہادۃ** وعند القطع لاحتمال ان یقر لہ بالملک فیسقط القطع **لا حضور الشہود علی الصحیح** شرح المنظومۃ واقرہ المصنف قلت لکنہ مخالف لما قدمنا متنا و شرحا فلیحرر وقد حررہ فی الشرنبلالیہ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ہی اداے شہادت اور قطع کیوقت مین اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہوجاوے قطع سارق سے شرط نہین حضور گواہون کا قطع کے وقت بنابر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومۃ اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین شارح کہتا ہی لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہی اُس کلام کے جسکو ہمنے اس بات سے پہلے ذکر کیا ہی متن اور شرح دونون مین تو یہ مقام لائق تحریر ہی اور البتہ شرنبلالیہ مین ایسی تحریر کی ہی جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہی یعنی اشتراط حضور کی سو اسمین تامل کرو شرنبلالیہ مین فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہین بدون حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سو اگر غائب ہون شاہد یا مرجاوین تو قطع نہ کیا جاویگا انتہی ما فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاویگا ظاہر الروایت مین انتہی ما فی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہی تو یہان معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری مین ہی کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دین پھر غائب ہوجاوین بعد ظہور عدالت کے یا مرجاوین قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کرنیکے قبل تو دونون صورتون مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک دل قول مین اور قول اخیر امام کا یہ ہی کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہی اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہی جو قول اخیر ہی چنانچہ شارح نے شرح ملتقی مین توضیح تمام اسکو بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین مین اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہی ثم فرع علی قولہ وطلب المسروق الخ فقال **فلو اقر انہ سرق مال الغائب توقف القطع علی حضورہ ومخاصمتہ** پھر مصنف نے اپنے قول یعنی اشتراط طلب مسروق منہ پر متفرع کیا سو یون کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اُسنے فلانے غائب شخص کا مال چورایا تو قطع موقوف رہیگا اُسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر **وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم ولا ادری لمن ہی ولا اخبرک من صاحبہا لا قطع** لانہ یلزم من جہالتہ عدم طلبہ اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مین نے یہ دراہم چوری کیے ہین اور مین نہین جانتا ہون کہ کسکے ہین یا یون اقرار کیا کہ مین نے یہ دراہم چوری کیے ہین اور تجکو مین نہین بتاتا کہ کون اسکا مالک ہی تو قطع نہین اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی عدم طلب لازم ہی حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہی **وکل من لہ ید صحیحۃ ملک الخصومۃ** ثم فرع علیہ بقولہ **کمودع و غاصب ومرتہن ومتول واب ووصی وقابض علی سوم الشراء وصاحب ربوا بان باع درہما بدرہمین وقبضہما فسرقا منہ** لان الشراء فاسد بمنزلۃ المغصوب **بخلاف معطی الربوا** لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا ید شمنی اور جسکا قبضہ صحیح ہی مال پر وہ مالک ہی خصومت کرنے کا اُس مال کے چورانے والے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا جیسے امانت دار اور غاصب و مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال مین اور وصی اور جسنے بیع پر قبضہ کیا بائع کی خرید کے نرخ پر اور بیاج لینے والا اسطرح کہ اُسنے ایک درہم کو بعوض دو درہم کے بیچا اور دونون درم پر قبضہ کرلیا پھر اُسکے پاس سے دونون چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہی بخلاف بیاج دینے والے کے کہ وہ خصومت کا مالک نہین اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اُسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی مم غاصب بسبب وجوب ضمان کے صاحب قبض صحیح ہی شارح نے تصویر ربوا مین ایک درم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہین اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہین اور مصنف کی تصویر خوب ہی یعنی دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع لسرقۃ بلفظہ خانیۃ اور قطع نہین نقطہ چورانے

سے کذا فی الخانیۃ م طحطاوی نے کہا کہ خانیہ میں سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں ہے بلکہ صاحب بحر نے اُنکی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ ایک مرد نے لقطہ یعنی افتادہ چیز کو اٹھالیا پھر اُسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اُسکو غیر کے ہاتھ میں پایا تو یہ مرد اُس شخص سے خصومت نہیں کر سکتا اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت میں اُس اول شخص کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہو **و من لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ** کسارق سرق منہ بعد القطع لم یقطع بخصومۃ احد ولو مالکا لان یدہ غیر صحیحۃ کما یاتی آنفا اور جسکا قبضہ صحیحہ نہیں مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہیں چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری ہو گیا بعد قطع ید کے تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہو گا کسیکی خصومت سے اگرچہ اُس مال کا مالک ہی مطالبہ اسواسطے نکرے کہ قبضہ اُسکا غیر صحیح ہے چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے **و یقطع بطلب المالک ایضا لو سرق منہم** ای من الثلثۃ اور قطع ہو گا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہو گئی یعنی امانت دار اور غاصب و صاحب ربوا میں اسیطرح زیلعی اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کر سکتا ہے حالانکہ شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے بھی مذکور کیا ہے کہ معطی ربو مطالبہ نہیں کر سکتا اسواسطے کہ تسلیم سے اُسکا قبضہ اور ملک باقی نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **و کذا بطلب الراہن مع غیبۃ المرتہن** علی الظاہر لانہ ہو المالک اور اسیطرح قطع ہے راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہے کذا فی النہر عن الجامع الصغیر **لا بطلب المالک** للعین المسروقۃ **او بطلب السارق لو سرق من السارق بعد القطع** لسقوط عصمتہ قطع نہیں مالک کے مال مسروق کے طلب کرنے سے یا سارق کے طلب کرنے سے اگر سارق کے پاس چوری ہو گئی بعد قطع ید کے بسبب ساقط ہونے عصمت اُس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں لہذا اُسپر ہلاک کرنے سے ضمان واجب نہیں کذا فی المنح **بخلاف ما اذا سرق الثانی** من السارق الاول **قبل القطع** و بعد ما درئ بشبہۃ **فان لہ و لرب المال القطع** لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد فصار کالغاصب ثم بعد القطع ہل للاول استردادہ روایتان اختار الکمال ردہ للاول لا للمالک بخلاف اُسکے جبکہ سارق ثانی نے سارق اول سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ٹلجانے حد کے شبہہ پڑنے سے اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تھا سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہو گیا استحقاق طلب میں پھر قطع ہو جانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اسمیں دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول و ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہو تو قاضی اُس مال کو حفاظت میں رکھے جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح **سرق شیئا و ردہ قبل الخصومۃ** عند القاضی الی مالکہ ولو حکما کاصولہ ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق **بعد القضاء** بالقطع ولو بہبۃ مع قبض **او ادعی انہ ملکہ** وان لم یبرہن للشبہۃ **او نقصت قیمتہ من النصاب** بنقصان السعر فی بلدۃ الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چورائی اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو چنانچہ مالک کے اصول اگرچہ مالک کی عیال میں نہ داخل ہوں یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کر دیا اگرچہ تملیک ہبہ مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اُس مال کے مالک ہونیکا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بہ گواہی ثابت نکیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہو گا ان چاروں مسئلوں میں **اقر بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدہما شبہۃ مسقطۃ** للقطع لم یقطعا قید باقرارہما لانہ لو اقر انہ سرق فلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا و فلان اقرار کیا دو شخصوں نے قدر نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو ساقط کرتا ہے تو دونوں پر نہو گا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یوں اقرار کریگا کہ میں نے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا منکر ہے تو مقر پر قطع ہے مانند اس قول کے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہو گا م سرقہ نصاب سے جنس مراد ہے اسواسطے کہ دو سارقوں پر قطع نہیں تا وقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی الطحطاوی **و لو سرقا و غاب احدہما و شہدا** ای شہد اثنان **علی سرقتہما قطع الحاضر** لان شبہۃ الشبہۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک اُنمیں سے غائب ہو گیا اور دو شاہدوں نے گواہی دی اُنکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ شبہۃ الشبہۃ معتبر نہیں م یعنی اس احتمال سے قطع ساقط نہیں ہو سکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کے واسطے بیان کرے کیونکہ یہ شبہۃ الشبہۃ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ **و لو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع و ترد السرقۃ الی المسروق منہ** لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک

کو پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو م قطع اسواسطے ہی کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہی حدود اور قصاص مین مکلف کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہین
اور اگر مال ہلاک ہو گیا ہو تو قطع ہو گا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عند اقامتہا خلافا للثانی لاعند اقرارہ بحد اتفاقا فاجبا نجہ قطع ہو جاوے گا
پر اگر قائم ہون گواہ اسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اسکے مالک کے شاہدون کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہین موجود ہونا مالک کا غلام کے
اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ ہذا لفظ الحدیث درر وغیرہا ورواہ الکمال بعد قطع یمینہ اور تاوان نہین سارق پر
بعد قطع ہونے اسکے داہنے ہاتھ کے یعنی درصورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہین کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے یہ حدیث بایں لفظ روایت
کی کہ لاغرم علی السارق بعد قطع یمینہ ہم متن کی روایت حدیث بالمعنی ہی اسواسطے کہ بامصدر یہ ہی اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر
مین اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی مین حدیث مرفوع بایں لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث
بایں لفظ ہی لا یضمن السارق سرقۃ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہی واللہ تعالی اعلم وترد العین لو قائمۃ وان باعہا او وہبہا لبقائہا علی
ملک مالکہا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اسکو بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم
الضمان بین ہلاک العین واستہلاکہا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ یفتی باداء قیمتہا دیانۃ وسواء کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ مجتبی اور کچھ فرق
نہین عدم ضمان مین درمیان ہلاک ہو جانے مال مسروق یا اسکے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایت مین لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اسکی قیمت
کے ادا کرنے کا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ لو استہلکہ المشتری منہ او الموہوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی مین ہی
کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اسکو ہلاک کیا تو مالک مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہی م اور مشتری سارق سے
اتنا پھیر لے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن الا لم یقطع فیہ اور اگر بعضے چوریون کی جزا مین قطع ہوا تو باقی چوریون مین
سے کسی کا ضمان نہین اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اس مال کا جسمین قطع نہین ہوا م امام کی دلیل یہ ہی کہ جمیع سرقات مین قطع واحد بنا بر حق اللہ کے
واجب ہی اسواسطے کہ بنا ے حدود تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کی طرف سے قطع ہوا تو سب کی طرف سے قطع ہو چکا خواہ
ایک شخص کا چند بار مال چورایا ہو یا چند شخصون کا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن
اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملک مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چورایا پھر اسکو چیر کر گھر مین آدھا آدھا کیا پھر اسکو گھر
مین سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچے بعد پھاڑنے کے تا وقتیکہ پھاڑنا اسکے تلف کر ڈالنے کا موجب نہ ہو اسطرح پر کہ اسکی نصف
قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اسوقت مین مالک کو اسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہی تو ضمان دیکر سارق مالک ہو گا اس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق
استناد کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہین کذا فی الزیلعی م طحطاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکالکر کپڑا پھاڑا تو قطع ہو گا اگرچہ اسکی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو بعد
چیرنے کے وہل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہو سکتا ہی یعنے درصورت
تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہان وجوب ضمان حق ہی ومتی اختار تضمین القیمۃ لیسقط القطع
لما مر اور جب کہ مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہو گا بدلیل گذشتہ یعنے ضمان مین وقت اخذ سے مالک ہو جاویگا سارق کا پھر قطع کیونکر ہو ولو
سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا للما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا اور اگر بکری چورائی پھر گھر مین اسکو ذبح کر ڈالا پھر اسکو
گھر سے باہر نکالا تو قطع نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت مین قطع نہین اگرچہ گوشت اسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق اسکی قیمت کا ضمان
دیگا ولو فعل ما سرق من الحجرین وہو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم ودنانیر اد آنیۃ قطع وردت وقالا لا یرد لتقوم الصنعۃ عندہما خلافا له

اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چرایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہی چوری کے وقت اُسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دیے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا ہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبینؒ کے نزدیک بخلاف امامؒ کے مگر صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندی کا نام درہم ہوگیا اور سونے کا نام دینار ہوگیا اور امام اعظمؒ اور ائمہ ثلثہؒ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعاً معتبر نہین بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا بیچا جائے گیارہ درم سے تو جائز نہین پس حکما فاٹ ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اُسکے اور دینار مین چاندی سونے کا نام بھی باقی ہی اسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا واما نحو النحاس لو جعلہ اوانی فان کان یباع وزنا فکذلک وان عدوا ففی للسارق اتفاقا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اُسکو چرایا اور اُسکے برتن بنائے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسی طرح کا حکم ہی یعنی قطع ہی اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تداول اور بیع اور شرا کے ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ او لت السویق فقطع لا ردولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کردیا یا گیہون کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد مین لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہی نہ ڈانڈ وکذا لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسی طرح حکم ہی اگر کپڑے کو بعد قطع ید کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود ردہ لان السواد نقصان خلافا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگے گا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہی بخلاف ابی یوسفؒ کے کہ اُنکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہین اور یہ اختلاف زمان کا ہی نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظمؒ کے وقت مین سیاہی نقصان مین داخل تھی اور ابی یوسفؒ کے وقت مین موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاے عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان آخر قطعہ اذ لا ولایۃ لہ علے من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت مین تو دوسرے سلطان کو اُسکا قطع کرنا نہین پہونچتا اسواسطے کہ جو شخص اُسکے تحت اختیار نہین سرقہ کے وقت اُسپر اسکی ولایت اور حکومت نہین تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدر رم سراجیہ مین ہی کہ جب سمرقند مین چوری کرے تو اوزجند کے والی کو اسپر حد قائم کرنا نہین پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود مین خاص ہی یا جمیع امور مین اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل یقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم تقطع الزائدۃ لانہ غیر مستحق للقطع والا تمکن متمیزۃ قطعا ہو المختار لانہ لا یمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیان ہون ایک گٹے مین بعضون نے کہا دونون قطع کیجاوین اور بعضون نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز رہو اور فقط اسی کا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائدہ نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ زائد مستحق قطع نہین اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونون قطع کیجاوین یہی قول مختار ہی اسواسطے کہ حاصل نہین ہوتی اقامت واجب کی مگر اسی طرح کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

باب قطع الطریق

وہو السرقۃ الکبری یہ باب ہی قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام مین اور یہ سرقہ کبریٰ ہی اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہی اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہی لہذا اُسکو مقدم ذکر کیا کبریٰ پر ہرچند قطع طریق علانیہ ہوتا ہی نہ بطریق خفیہ تو اُسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہی کہ ایک نوع کا اخفا اسمین بھی ہی یعنی اخفا حاکم اور اُسکے نائبون سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہی کہ قطاع الطریق با قوت و شوکت ہون ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر مین یا دو کانون کے درمیان مین قطع طریق نہین بخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک شہر کے اندر رات کے وقت متحقق ہی اور اسی پر فتوے ہی لوگون کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہی کہ دار الاسلام مین ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب الاموال کے قرابتدار نہون اجنبی ہون اور یہ کہ قطاع الطریق انمین سے جو وجوب قطع کے ہین اہل ہون تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہی کہ قطع نہین اور یہ شرط ہی کہ قبل توبہ کرنیکے گرفتار ہون تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکون کو پھیر دیا جاویگا اور اُنپر سے حد ساقط ہوجاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشلبی والنہر والدر المنتقی من قصدہ ولو فی المصر لیلا بہ یفتی وہو معصوم علی شخص

معصوم ولو ذمیا جسنے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر مین ات کو قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتوی ہی حالانکہ قصد کرینوالا معصوم یعنی محفوظ الدم ہی شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونون ذمی ہون ہم قاصد معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع اُنکا خون محفوظ ہی خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکلگیا سو اگر حربی دار الاسلام مین قطع طریق کریگا تو وہ استیلار کفار مین داخل ہی جسکا بیان کتاب الجہاد مین آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اسکی حد مین اختلاف ہی کذا فی النہر فلو علی المستامنین

فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہین اسواسطے کہ بسبب جنبی ہونیکے اُسکا مال مباح ہی اور عصمت اُسکی دائمی نہین کذا فی النہر عن الکافی واخذ قبل اخذ شئ وقتل نفس حبس وہو المراد بالنفی فی الآیۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہی آیت قرآنی مین ہم نفی من الارض سے حبس اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اُسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہین ہو سکتا جبتک کہ وہ زندہ ہی اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر مین نکال دینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہین یعنی دفع اذیت آدمیون سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکالدینا مراد لیجیے تو اُسمین اُسکے ارتداد کا خوف ہی تو ثابت ہوا کہ نفی عن جمیع الارض مراد ہی اسطرح پر کہ اُسکو ایک مکان مین قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اُسکے شر سے محفوظ رہین بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس کو خارج عن الدنیا بولتے ہین و

ظاہران المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہی کہ آیت قرآنی مین تقسیم جزا اُن کی احوال پر مراد ہی چنانچہ کتب اصول مین ثابت ہو چکا ہی ہم قطاع الطریق کی جزا قرآن المجید مین قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پانون کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہی تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہو سکتی ہی اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہی تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہی اور یہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہی کہ ابی بردہ کے لوگون نے قطاع الطریق کی تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اور جسنے قتال کیا اور مال نہین لیا وہ قتل کیا جائے اور جسنے مال لیا اور قتال نہین کیا اُسکے ہاتھ پانون کاٹے جاوین جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہو کر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرادیا اور عطیہ کی روایت مین ابن عباسؓ سے یون ہی کہ جسنے راہ مین دھمکایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والطحاوی اور یہی مذہب ہی امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہی اطلاق آیت پر عمل کرنے کا بعد التعزیر لمباشرۃ منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظہور سیماء الصلحاء اویموت رہزن مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع دھمکانے کے سبب سے یہانتک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے یا مر جاوے قید مین اگر آثار توبہ ظاہر نہون ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ متون فقہ مین تعزیر مذکور نہین حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہی بسبب ارتکاب امر منکر یعنی تخویف کے اور صاحب کفایہ نے سرتاشی سے اسی طرح نقل کیا ہی چنانچہ اخی زادہ نے اُسکو مذکور کیا ہی انتہی وان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کما مر واصاب کل نصابا قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت نفعہ وہذہ حالۃ ثانیۃ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اُسکا ایک ہاتھ اور ایک پانون قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اُسکے ہاتھ پانون صحیح سالم ہون تاکہ اُسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہون اور یہ دوسری حالت ہی ہم مخالف سے یہ مراد ہی کہ داہنا ہاتھ اور بایان پانون کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اُسکا بایان ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب مین قطع نہین کذا فی النہر وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل ہذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا فلذا لا یعفوہ ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجبا للقصاص وجوبہ جزاء المحاربۃ اللہ تعالی المخالفۃ امرہ وبہذا الحل یستغنی عن تقدیر مضاف کما لا یخفے اور تیسری حالت یہ ہی کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنا بر حد کے قتل کیا جاویگا نہ از رہ قصاص کے تو اسیواسطے ولی مقتول اُسکو معاف نہین کر سکتا اور شرط نہین ہی کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ اور سب قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہین بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سبکے قتل کیواسطے کافی ہی بسبب واجب ہونے قتل کے اللہ تعالی کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اُسکی نافرمانی

مراد ہو اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہ رہی یعنی آیت قرآنی میں چنانچہ مخفی نہیں ہم آیت قرآنی یعنی انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ میں مضاف کو اکثر
علماء محذوف مانتے ہیں یعنی یحاربون اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہیں شارح نے کہا جب محاربہ کو معنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم سبب
مسبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھ حاجت نہ رہی والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او
فعل الثلثۃ او قتل او صلب وقتل فقط او صلب فقط کذا فصلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہو کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہو جزا دینے میں چھ طرح چاہے اگر چاہے
ہاتھ پاؤن جانب مخالف سے قطع کرے پھر اسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینون عمل مین لاوے یا قطع کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط
سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز مین ہم وجہ حصر یہ ہو کہ حالات تین ہین قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہو کہ اول و ثانی مین یا اول و ثالث مین جمع
کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث مین جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ویصلب حیا فی الاصح وکیفیتہ فی الجوہرۃ اور سولی پر زندہ چڑھاوے قول
اصح مین اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جوہرہ مین مذکور ہو ہم جوہرہ نیرہ مین کیفیت سولی پر چڑھانے کی یون مذکور ہو کہ ایک لکڑی زمین مین گاڑے پھر اسکے اوپر ایک لکڑی عرض
مین باندھے اُسپر رہزن کے دونون پاؤن کھڑے کرے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی دربانہ عرض مین اُسمین دونون ہاتھ اُسکے باندھے پھر برچھی لیکے اسکی بائین چھاتی مین کوچے اور برچھی
سے اُسکا پیٹ خوب ہلادے یہانتک کہ مرجاوے کذا فی المنح ویبعج بطنہ برمح تشہیرا لہ ویخضخضہ حتی یموت اور اُسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اسکی تشہیر کے واسطے اور اسکو برچھی
سے ہلاوے تاکہ مرجاوے ویترک ثلثۃ ایام من موتہ ثم یخلی بینہ وبین اہلہ لیدفنوہ لا اکثر منہا علی الظاہر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اُسے سولی پر چھوڑا
جاوے پھر اُسمین اور اُسکے قرابت والون مین تخلیہ کیا جاوے تاکہ اسکو وہ لوگ دفن کرین تین روز سے زیادہ سولی پر نرہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ بدبو سے
لوگون کو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہو کہ وہین رہے یہانتک کہ گل سڑ کر گر پڑے ولا یضمن بعد اقامۃ الحد علیہ ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زیلعی اور اُسپر حد قائم کرنے کے
بعد ضمان نہین اُسکے فعل کا یعنی اخذ مال و قتل اور زخم لگانے کا کذا فی الزیلعی ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہو کہ مال ماخوذ بعینہ باقی نہین رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی
وتجری الاحکام المذکورۃ علی الکل بمباشرۃ بعضہم الاخذ والقتل والاخافۃ اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریقون پر جاری ہونگے اُنمین سے بعضے لوگون کے مال لینے اور
قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کرین اور باقی کھڑے رہین یا مدد کرین لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا علی حسب
الحالات وحجر وعصا لہم کسیف اور پتھر اور اُنکی لاٹھیان مانند تلوار کے ہین یعنی ہرچند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان ہر صورت قتل ہوگا
اسواسطے کہ یہ جزا بطریق قصاص نہین جو لاٹھی اور تلوار مین فرق کیا جاے بلکہ جزا ہے محاربہ خدا اور رسول ہو بنا بر حد کے والحالۃ الخامسۃ ان انضم الی الجرح اخذ قطع من
خلاف وہدر جرحہ لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچوین حالت یہ ہو کہ اگر زخمی کرنے کے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پاؤن جانب مخالف سے قطع کیے جاوین
اور زخم کا خون بہا باطل ہو بسبب نہ جمع ہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط ای لم یقتل لم یاخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع ہذا الاخذ قتل فلا حد
ایضا لان المقصود ہنا المال وہی من الزوائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے ساتھ یعنی
کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہین اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہو نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہو ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا عیسی بن
ابان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہو پھر یہان کیون نہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ
یہ ہو کہ درصورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کی طرف غالب ہو تو نہی معتبر ہوا نہ غیر اُسکا بخلاف اس صورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف
ظاہر ہوگیا کہ انکا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ مین اس مسئلہ کو غرائب مین شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی ہر جنایت موجب خفت ہوگئی کذا فی
الطحطاوی عن البحر او قتل عمدا او اخذ المال فتاب قبل مسکہ ومن تمام توبتہ رد المال ولو لم یردہ قیل لا حد یا راہزن نے قتل کیا عمدا اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد
نہین اور اُسکی تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہو حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دیگا بعضون نے کہا تو بھی اُسپر حد نہین کذا فی المنح

چوب سوم

چوب دوم

چوب اول

او کان منہم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارۃ او شریک مفاوض یا قطاع الطریق مین کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا رہزن قرابتدار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہین اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہوگئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح او قطع بعض المارۃ علی بعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والون نے بعض پر تو بھی حد نہین بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحد کے ہوگیا او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہرون کے درمیان مین تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہین بسبب عدم شرط قطع طریق وعن الثانی ان قصدہ لیلا مطلقا او نہارا بالسلاح فہو قاطع وعلیہ الفتوی بحر ودرر واقرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اُسنے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسی طرح یا دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اُسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے فلا حد جواب للمسائل الست تو حد نہین یہ جواب ہے مسائل ششہ مذکورہ کا مع اگرچہ مسائل مذکورہ مین حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل عمد مین قصاص ہے اور اخذ مال مین رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی القود فی العمد او الارش فی غیرہ او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ مین ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد مین یا خون بہا لینا غیر عمد مین یا عمد اور غیر عمد مین معاف کر دینا والعبد فی حکم قطع الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب مجتبے اور عبد قطع طریق کے حکم مین مانند آزاد کے ہے اور اسی طرح عورت ظاہر الروایت مین مانند مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاویگی کذا فی المجتبی و فی السراجیۃ والدرر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال وہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر مین ہے کہ قطاع الطریقون کے گروہ مین ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتون نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی مع یہ قتل بنابر قصاص ہے نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر روایت پر ویجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہے کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کیواسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہونچے اور قتل کرے اُسکو جو اُس سے اُسکے مال پر مقاتلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے مین مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر مع نسائی مین مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اُسکو تذکیر کر اللہ تعالی کے نام سے یعنی یون کہ کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال ناحق مت چھین اُسنے کہا اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگون سے استعانت کر اُسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اُسنے کہا اگر حاکم دور ہو مجھسے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ کر اپنے مال بچانے کیواسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہوجاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق مین ہے کہ سارق جب کسی کے گھر مین گھسے اور اسباب کو نکالے تو اُسکو قتل کرنا جائز ہے جبتک کہ سارق کے پاس متاع اُسکی ہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینکدے تو صاحب مال کو اُس سے مقاتلہ جائز نہین اسواسطے کہ حدیث مذکور اُسکو شامل نہین اور سراجیہ مین ہے کہ سارقون نے لوگون کا مال لیا اور نکلے اور مالکان مال نے اور لوگون سے مدد چاہی سو اُنھون نے سارقون کا پیچھا کیا تو اگر مال کے مالک ساتھ ہون یا ساتھ نہون لیکن مددگار لوگ اُنکے مال کو پہچانتے ہون اور چورون سے چھین سکتے ہون تو ان مددگارون کو مقاتلہ کرنا مال چھیننے کیواسطے درست ہے اور اگر مالک ساتھ نہون اور مددگار اُنکے مال کو پہچانتے نہون اور نہ چھین سکتے ہون تو اُنکو مقاتلہ کرنا جائز نہین کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر مین مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کرڈالا جاے بطریق سیاست کے بسبب اُسکے فساد اُٹھانے کے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اُسکا شر قتل کرڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لا لانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایک ہی بار اُسنے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اُسکا قتل جائز نہین اسواسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہے اور اُسمین قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے سوا اور علما کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اُسمین دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہی جہاد کے احکام مین اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہین سِیَر بکسر اول وفتح ثانی جمع ہی سیرت کی بکسر اول و سکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہی سیر
اور سفر دو قسم ہی ظاہری و معنوی تو باعتبار قسم ثانی کے سیرت یعنی طریقہ کے مستعمل ہی خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہین کہ فلان محمود السیرت اور فلان مذموم السیرت ہی اور اہل شرع کی
زبان مین جنگ کفار اور اُسکے متعلقات مین سیرت مستعمل ہی جیسے مناسک حج مین اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہی اور مغازی جمع ہی مغزاۃ کی اور مغزاۃ اور غزوہ بمعنی
جنگ ہی کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیری مین ہی کہ تا جب جہاد کی دو شرطین ہین اول یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہون اور اہل اسلام نے انکو امان نہ دی ہو اور اُنسے عہد صلح کا نہ کیا ہو
اور شرط ثانی یہ ہی کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا جسکی رائے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اُسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی
قتال مین امید نہو تو لڑنا حلال نہین اسواسطے کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان کو ہلاکی مین ڈالنا ہی اور حکم جہاد کا ساقط ہو جاتا ہی جب کہ اپنے نفس سے دنیا مین اور حصول ثواب اور سعادت ہی آخرت
مین بہ سند عبادات کے اور وہ بعد الحدود لاتحاد المقصود و وجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہین ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک
چیز ہی یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسی واسطے حدود اور جہاد دونون حسن لغیرہ ہین اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہی کہ حدود مین اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہی اور جہاد مین کفار سے تو معاملہ
اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہی کہ حدود مین ازالہ فسق ہی اور جہاد مین ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہی یا یہ وجہ ہی کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہی وہو لغۃ مصدر
جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہی جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ مین اور یہ شامل ہی ہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو و شرعا
الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع مین جہاد عبارت ہی سچے دین کی طرف بلانے سے اور جو اُسکو نمانے اُسکے قتال کرنے سے کذا فی الشمنی ہم قہستانی
نے کہا کہ شریعت مین جہاد عبارت ہی قتل کفار سے اور اُنکے ضرب اور مال غارت کرنے اور اُنکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک اور مراد جہاد اور کوشش ہی دین کی
تقویت مین اہل حرب اور اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے لڑکر انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد مین فقط قتال پر اقتصار کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہی اور مراد یہ ہی کہ قتال اور
امداد مال وغیرہ سب جہاد مین داخل ہی تو تعریف ابن کمال کی جسکو شارح آگے ذکر کریگا تفصیل ہی اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی عرفہ ابن الکمال بانہ بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ
بمال او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہی کہ جہاد عبارت ہی بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ مین بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی
مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماو بڑھا کر یا سوا اُسکے اور طرح کی مددگاری انتہی کلامہ یعنی جیسے زخمیون کی تیمارداری اور غازیون کو کھانا پکا دینا اُنکے واسطے پانی لانا اُنکے اہل و عیال کی خدمتگزاری کرنا
سب جہاد مین داخل ہی چنانچہ اسکی تصریح احادیث مین مذکور ہی ومن توابعہ الرباط وہو الاقامۃ فی مکان یتوقع ہجوم العدو فیہ لقصد دفعہ لله تعالی ذکرہ ہو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہی اور وہ عبارت ہی ایسے
مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یہی قول مختار ہی یعنی سرحد دار الاسلام مین مجاہدین کا اسواسطے ٹھہرنا تا کفار دار الاسلام مین آکر اہل اسلام کو ضرر نہ پہونچا دین اسکو رباط کہتے ہین اسواسطے
کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھرون مین مرابط ٹھہرین حالانکہ ایسا نہین اور بعضون نے کہا کہ جس موضع مین ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہو گیا
اور جہان دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہان تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہی کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرہمہ بسبعمائۃ
وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہی کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانسو نماز کے
برابر ہی اور ایک درم اسکا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہی اور صحیح مسلم مین سلمان فارسی سے روایت ہی کہ جو رباط مین مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور
روزی اُسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہما سے محفوظ رہیگا اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہی کہ جو مرابط مریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی
دہشت اور ہول سے قیامت مین محفوظ اُٹھیگا اور پورا بیان اُسکا فتح القدیر مین ہی چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا ف حدیث مین وارد ہی کہ جب ابن آدم مرتا ہی
تو اُسکا عمل منقطع ہو جاتا ہی لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہی کہ تیرہ عملون کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہی ا نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا
کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم مین داخل ہی ۲ دعاے اولاد ۳ کھجور وغیرہ کے درخت کا جمانا ۴ صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثون کے

واسطے چھوڑ جانا ۶ سرحد اسلام کی چوکیداری ۷ کنوان بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافر خانہ بنانا ۱۰ محل فرکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲
شہادت ۱۳ طریقہ نیک نکالنا جو لوگون مین رائج ہو کذا فی الطحاوی ہم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہی اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور
مشقات کا ڈالنا ہی یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کیواسطے اور اسے زیادہ تر شاق نفس کو گھیر رکھنا ہی طاعات پر نشاط اور کاہلی مین علی الدوام اور نفسانی
خواہشون سے صاف کنارہ کرنا و لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کر رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر یعنی پھرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر
کیطرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہی فرمایا نماز کو اسکے وقت پر پڑھنا مین نے کہا پھر کون افضل ہی فرمایا کہ مان باپ کے
ساتھ نیکی کرنا مین نے کہا پھر کون افضل ہی فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث مین نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابو ہریرہ کی متفق علیہ حدیث مین جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ابو ہریرہ
سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہی فرمایا اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہی فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال
ہوا کہ پھر کون افضل ہی فرمایا حج مقبول تو اس حدیث مین صلوة اور زکوة ایمان کی لفظ مین داخل ہین بطریق عموم مجاز کے تو دونون حدیثون مین کچھ معارضہ باقی نرہا اسواسطے کہ اسمین کچھ
تردد کا مقام نہین کہ صلوة خمسہ پر مواظبت کرنا انکے اوقات مستحبہ مین افضل ہی جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہی اور باربار واجب ہوتی ہی بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہین ہوا
مگر شیوع ایمان اور اقامت صلوة کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہین چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح مین صاف
مصرح ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اسکی جسکے قابو مین میری جان ہی کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب مین بعد صلوة مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہین بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل
جہاد مین بکثرت ہین از انجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف مین فی سبیل اللہ افضل ہی خدا تعالی کے
نزدیک ستر برس کی عبادت سے ابو داؤد مین انس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہی جب سے کہ مجکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا یہانتک کہ میری پچھلی امت
دجال سے لڑیگی اسکو باطل نکریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہی تو جہاد کا نسخ بعد نبی کسی حالت متصور نہین کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی مین ابو ہریرہ سے روایت
ہی کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالی کی راہ مین بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور سوائے ابو داؤد کے صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے
مروی ہی کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہی فرمایا کہ تم اسکو نکر سکو گے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی
مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہی جسکے صیام اور صلوة مین فتور نہین واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز
اور قرآن مین بسر کرے ایک لمحہ آرام نکرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب مین ہو سکتا ہی سو یہ امر آدمی سے متصور نہین اور ترمذی مین ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ دو آنکھون کو آگ نہ لگیگی یعنی آتش جہنم نجلاویگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی دوسری وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ مین جاگی اور مسلم اور نسائی مین ابو مسعود بدری سے مروی ہی کہ ایک
مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کیواسطے ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیان مخطومہ یعنی نکیل والیان ملینگی اور صحیحین وغیرہما مین زید بن خالد
سے روایت ہی کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی پیچھے خبر گیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہی اور ابو داؤد مین ابو ہریرہ سے
روایت ہی کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہی تمپر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہی تمپر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور
صحیح مسلم وغیرہ مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اسنے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنیکا اپنے دل مین بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مر گیا اور صحیحین وغیرہما
مین ابو موسی سے روایت ہی کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہی اظہار شجاعت کیواسطے یا لڑتا ہی حمیت کیواسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہی انمین کون فی سبیل اللہ ہی فرمایا جو قتال
اسواسطے کرے کہ کلمة اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہی اور ابو داؤد مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا
ارادہ کرتا ہی اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہی یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہی تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہین پھر سائل نے تین بار یہی سوال کا اعادہ کیا حضرت
ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اسکو کچھ ثواب نہین کذا فی تیسیر الوصول ہو فرض کفایة کل ما فرض لغیرہ فهو فرض کفایة اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولعله قدم الكفاية لكثرته

(حاشیہ: ۴ بانتقیع و احمیر ۔ ۵ … ۔ … ۔ مین ترکوایا ۔ … ۔ چھوڑ دینے ۔ مین کر دودھ ۔ … اور بچے ۔ چھوڑ دینے ۔ مین نکو … کو فواق … ۔ مین کذا فی الصراح)

جہاد فرض کفایہ ہی یعنی بعضون کے جہاد کرنے سے نکرنیوالون سے فرضیت ساقط ہوجاتی ہی شارح کہتا ہی جو چیز اپنے غیر کیواسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہی جبکہ بعض کے کرنے
سے مقصد حاصل ہوجائے اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہر چند مفروض لغیرہ ہی و لیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہین ہوتا تو وہ فرض عین ہی اور شاید کہ مصنف نے
فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اُسکی کثرت کے کم یہ کلام ذکر کا مفید ہی اگ... تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی تو ادلہ قطعیہ مین قال اللہ تعالیٰ وقاتلوا
المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوهم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یعنی حقتعالی نے فرمایا کہ لڑو مشرکون سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو
اُنسے جو ایمان نہین لاتے اللہ کا اور پچھلے دن کا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تمپر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہانتک کہ نہ رہے فتنہ یعنی کفر کا فتنہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہوجاوے اگر
کوئی کہے ان آیات کا عموم صغیر اور مجنون کا مخصوص ہی اور عام مخصوص ظنی الدلالہ ہوجاتا ہی اس سے فرضیت ثابت نہین ہوتی اسکا جواب یہ ہی کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہی تو ایسی تخصیص سے
عام ظنی نہین ہوتا اور عورت اور مریض اس سے مخاطب بخطاب جہاد نہین اسواسطے کہ خطاب جہاد مکلفین کو ہی جو لیاقت محاربہ رکھتے ہین اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہی کہ وہ فرض لعینہ نہین
کیونکہ فی نفسہ افساد ہی بلکہ لغیرہ فرض ہی یعنی دین الٰہی کے غالب کرنے کیواسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیے فرض ہوا ہی تو جبکہ یہ مدعا بعض لوگون کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگون سے
ساقط ہوجایگا چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہی تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہی اسکا
جواب یہ ہی کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہی (لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنی) یعنی حقتعالی نے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سواے اہل ضرر کے
اور مجاہدین برابر نہین پھر آخر آیت مین فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالی نے نیکی کا وعدہ کیا ہی تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح
ثابت ہوا ہی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی مین تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہوگیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نکیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگون نے جہاد نہین کیا تو سب پر
واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنے کا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے کہ مدار وجوب کا یہان
ظن پر ہی کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم قطعی ایسے امور مین متعسر ہی (ابتداء وان لم یبدؤنا بہ وما قولہ تعالی فان قاتلوکم فاقتلوہم) وتحریمہ فی الاشہر الحرم منسوخ بالعمومات کاقتلوا المشرکین
حیث وجدتموہم جہاد فرض ہی پہلے پہل اگرچہ کفار نے ہمسے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہی کہ اگر کافر تمسے لڑین تو تم بھی اُنسے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینون مین
یعنی رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم مین سو منسوخ ہی عمومات آیات سے چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جسوقت اور جہان اُنکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونون
مین مستعمل ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ان قام بہ البعض ولو عبیدا او نساء سقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہی یعنی اگر بعضے لوگ اُسکو قائم کرین اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتین ہون تو سب سے
ساقط ہوجاتا ہی م بعض کے جہاد سے اُسوقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہی جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار مین کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہی سو اگر
کفایت نہوتی ہو بدون تمام مسلمین کے تو اُسوقت مین جہاد فرض عین ہوجایگا مانند صوم اور صلوٰۃ کے کذا فی المنح والا یقم بہ احد فی زمن ما اثموا بترکہ ای اثم الکل من المکلفین اور اگر جہاد کو
کسی نے قائم نکیا کسیوقت مین تو اسکے ترک کرنے سے سب گنہگار ہونگے یعنی سب عاقل بالغ مسلمان گنہگار ہونگے م یعنی ہر زمانے مین اگر بعض مسلمین جہاد نکرین تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب
نہین کہ اگر کسی زمانہ مین بعضے جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہووایگا ان توہم ان فرضیتہ تسقط عن اہل الہند بقیام اہل الروم مثلا بل یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو
الی ان تقع الکفایۃ فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عینا کالصلوۃ والصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز وتمامہ فی الدرر اور کہین ایسا نہ غلط سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہوجاتی ہی
اہل روم کے جہاد کرنے سے مثلا بلکہ جہاد فرض ہی اُسپر جو زیادہ تر قریب ہو دشمن یعنی کفار سے پھر اُنکے بعد اُسپر جو اُنسے اقرب ہی یہانتک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد
کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہوجاوین سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیون کے تو اُسوقت مین سب پر جہاد فرض عین ہوجایگا مانند صلوٰۃ اور صوم کے اور
جہاد کے مانند ہی نماز جنازہ اور تجہیز میت اور پورا بیان اسکا درر مین ہی م یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مر گیا تو اسکے پڑوسیون اور اہل محلہ پر اُسکی تجہیز اور تکفین و نماز جنازہ
فرض ہی نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اُس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والون نے جانا کہ اہل محلہ میت کے حقوق ادا نہین کرتے یا عاجز ہین تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والون پر فرض ہوگا اور اگر وہ

بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہو گی وعلی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہو گی لا تفرض علی صبی و بالغ له ابوان او احدہما لان

طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم العباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنة عند رجل امک سراج جہاد فرض نہین صغیر پر اور اُس بالغ پر جسکے ماں باپ یا ایک کوئی انمین سے زندہ ہی اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہی تو فرض کفایہ کیواسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے جبکہ اُسنے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہی کذا فی السراج جہاد مین جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہی اسواسطے کہ اُنکی اطاعت اُسپر فرض عین ہی اور جہاد فرض نہین تا صحیح بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہین کہا اُسنے ہان فرمایا انہین مین جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اُسمین بر والدین جہاد پر مقدم ہی اور ابوداؤد مین ابوسعید خدری سے مروی ہی کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن مین کوئی تیرا ہی اُسنے کہا میرے والدین ہین فرمایا تجکو اذن دیا ہی بولا نہین فرمایا تو پلٹ جا اور اُنسے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو جہاد کر اور جو اجازت نہ دین تو اُنکے ساتھ نیکی اور خدمتگزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق مین ہی کہ اصول کے سوا اور اہل و عیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو مکروہ جانین تو اگر اُنکے ضائع ہونے کا خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے خروج نہ کرے وفیہ لا یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنه السفر فی طلب العلم اور سراج مین ہی کہ جس سفر مین ہلاکی کا خوف ہو جیسا کہ جہاد اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیة الچلپی تو اُسمین جانا حلال نہین بدون اذن والدین کے اور جس سفر مین خطرہ نہین وہ بدون اذن کے حلال ہی اور سفر بلا خطر مین طلب علم کا سفر کرنا داخل ہی اور اسی طرح ہی تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر و عبد و امراة الحق المولی و الزوج ومفادہ وجوبه لو امرہا الزوج به فتح وعلی غیر المزوجة نہر قلت تعلیل القہستانی بضعف بنیتہا یفید خلافه قال فی البحر انما یلزم جہاد امرة فیما یرجع الی النکاح و توابعه اور جہاد فرض نہین غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی وجوب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر وجوب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہی کذا فی النہر شارح کہتا ہی اور تعلیل قہستانی کی بوجہ ضعیفی جسم عورت اُسکے مخالف کی مفید ہی یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق مین کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات مین ہی یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہی تو عورت پر امتثال اُسکا لازم نہین تو وجوب جہاد بھی نہین ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب و عدم وجوب کو مستفاد کرنا بیموقع ہی اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی مین محیط سے منصوص ہی خلاصہ اُسکا یون ہی کہ جہاد وغیرہ عورت پر واجب نہین خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک واجب الستر ہی اور جہاد مین گاہے کشف عورت ہو جاتا ہی چنانچہ محیط مین ہی تو مزوجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا بعضون نے گمان کیا ہی کذا فی الطحطاوی و اعمی و مقعد ای اعرج فتح اور جہاد فرض نہین اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین مقعد بمعنی اعرج دیوان ادب سے منقول ہی اور جوہری سے نقل کیا کہ مقعد وہ ہی جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا ہو و اقطع بغیر ہم اور جہاد واجب نہین دست بریدہ پر بسبب ہونے عاجز اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ کے ہم معذور ہونا اعمی اور اعرج و در بعض اور ضعفا کا قرآن مجید مین مصرح ہی اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہی قہستانی نے کہا اسمین اشعار ہی اسکا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اُسپر فرض نہین چنانچہ اختیار مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی و مدیون بغیر اذن غریمه بل و کفیله ایضا ولو بامرہ تجنیس ولو بالنفس نہر وہذا فی الحال اما المؤجل فله الخروج ان علم رجوعه قبل حلوله ذخیرہ اور فرض نہین قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ کے بلکہ اُسکے ضامن کے بلا اذن بھی اگرچہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو وہ بھی بلا اذن اُسکے جہاد کرنا فرض نہین اور یہ یعنی اذن قرضخواہ یا ضامن کا فی الحال کے قرضدار کے نیمن شرط ہی اور مدت والے قرض مین تو اسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہی اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت ہو چکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ ہم صحیح مسلم مین عمرو بن عاص سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین سوا دین کے و خائف العیس فی البلدة افقه منه فلیس له الغزو خوف ضیاعهم سراجیة و عمم فی البزازیة السفر ولا یخفی ان التقیید بغیرہ بالاولی و اس عالم پر فرض نہین جس سے زیادہ تر فقیہ شہر مین نہین تو اسکو جہاد کرنا جائز نہین لوگون کے ضائع ہونے کے خوف سے کذا فی السراجیة یعنی جب مسائل شرعیہ کا شہر مین بطور تحقیق کے بتلانے والا نہ رہا تو وہان کے اہل اسلام ضائع ہو سے بسبب تردد اور جہالت کے اور بزازیہ مین ہر سفر کو عام کہا ہی یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہین اور پوشیدہ نہین ہی کہ مقید غیر مقید کا بطریق اولی مفید ہی ہم مقید سے مراد سفر فقیہ ہی جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہی کہ جب جہاد کا سفر باوجود کفایہ ہونے کے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہین ہی بطریق اولی ممنوع ہو گا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہین کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہی چنانچہ حج مفروض کا سفر

و فرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویأثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کریں تو سب اہل اسلام نکلیں اگرچہ اہل حقوق کی اجازت
نہو اور زوج اور مانند اسکے جیسے باپ وغیرہ درصورتیکہ گنہگار ہوگا اس حالت میں جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ مترجم دشمن عام ہے کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی میں کہا اگر دار اسلام
کے کسی شہر پر کفار ہجوم کریں تو اگر وہاں کے گرد و پیش کے قریب لوگ دفع پر قادر ہوں تو انکے حق میں جہاد فرض عین ہے اور انکے سوا اور دور والوں پر فرض کفایہ ہے لیکن جب نزدیک والے عاجز
ہوں یا کاہلی کریں تو دور والوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے اسیطرح شدہ شدہ درجہ بدرجہ تمام اہل مشرق و مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن میں بیٹھا رہیگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہیں
نادانستگی میں اس واسطے کہ انسان مخاطب نہیں نادانستہ کا انتہی اور اسی واسطے فتح القدیر میں کہا ہے کہ فرض عین ہونے کی شرط سے مراد خبر ہے یہانتک کہ دور کے لوگوں کو خبر پہونچے نہیں تو تکلیف لا یطاق ہے
اور چھڑانا مسلم اسیر کا سب اہل مشرق و مغرب پر واجب ہے جسکو خبر ہو اور بزازیہ میں ہے کہ مسلمان عورت قید ہو گئی مشرق میں تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہے جبتک کفار دار الحرب میں داخل
ہو گئے ہوں اس واسطے کہ دار الاسلام بمکان واحد کے حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد لفرضیتہ من قید وہو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض الدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان
یخرج لتکثیر السواد فتح اور ضرور ہے جہاد کے فرض ہونے کیواسطے دوسری قید یعنی استطاعت و قدرت تو خروج نہ کرے ایسا بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اسکو بھی نکلنا چاہیے
جماو بڑھانے کے واسطے تا کثرت مسلمین سے کفار کو دہشت و خوف ہو کذا فی الفتح و فی السراج و شرط الوجوب القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ
القتال اور سراج میں ہے کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا تو اسپر قتال
لازم نہیں ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقا لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرہ اور قبول ہے خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک ان دونوں
میں سے فاسق ہو اس واسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہے تو مزید تحقیق کی حاجت نہیں کذا فی الذخیرہ مترجم مستنفر وہ ہے جو نفیر عام سناوے نفیر بمعنی خروج ہے یعنی بسبب
ہجوم کفار کے سب مسلمین کے نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے وکرہ الجعل ای اخذ المال من الناس لاہل الغزاۃ مع الفئ ای مع وجود شیء فی بیت المال درر و صدر الشریعۃ ومفادہ ان الفئ ہنا
یعم الغنیمۃ فلیحفظ اور مکروہ ہے جعل یعنے لوگوں سے مال کا لینا غازیوں کے واسطے باوجود ہونے فئ کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال میں کذا فی الدرر و شرح الوقایۃ اور
اس سے مستفاد ہوا کہ فئ یہاں غنیمت کو شامل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مترجم فئ اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو
قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جبتک بیت المال میں کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کیواسطے مکروہ ہے اس واسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہیں اور بیت المال ایسے ہی
مصارف کیواسطے ہے نہ سلطان کے عیش اور آرام کیواسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہیں والا لا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہیں بسبب دفع کرنے
اعلی ضرر کے کمتر ضرر سے مترجم اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مالداروں سے مال لینا بقدر انکے مقدور کے تا محتاج غازیوں کا سامان جہاد ہو فان حاصرناہم
دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فیہا والا فالی الجزیۃ لو محلا لہا کما سیجئ فان قبلوا ذلک فلہم ما لنا من الانصاف وعلیہم ما علینا من الانتصاف فخرج العبادات
اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا یؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافروں کو گھیریں تو اول ہم انکو مسلمان ہونے
کی طرف بلادیں سو اگر وہ اسلام قبول کریں تو کیا خوب بات ہے اور اگر اسلام نہ قبول کریں تو جزیہ کی طرف بلادیں یعنی جزیہ دینے کی انسے درخواست کیجاوے اگر وہ محل جزیہ ہوں چنانچہ اسکا ذکر
آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہوں نہ عرب کے مشرک اور مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کریں تو درصورت مظلومی انکے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف
ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور درصورت انکے ظلم کرنے کے انسے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئیں اس واسطے کہ کفار مخاطب
عبادات نہیں ہمارے نزدیک اور موید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ذمیوں نے تو جزیہ اس واسطے دیا ہے کہ انکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاویں اور انکے مال ہمارے
مال ہو جاویں مترجم قول مرتضوی امام شافعی کے مسند میں بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحطاوی میں ہے کہ جب کفار اسلام قبول کریں تو انکے اموال سے تعرض نہوگا
اور انکی اراضی سے خراج نہ لیا جاویگا بلکہ دسواں حصہ مانند اور اہل اسلام کے اور انکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام میں آکر اقامت کریں اس واسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب میں مکروہ ہے کذا
الطحطاوی ولا یحل لنا ان نقاتل من لم تبلغہ الدعوۃ بفتح الدال الی الاسلام وہو وان اشتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک

بقی لو بلغہ الاسلام لا الجزیۃ ففی التتارخانیہ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر خلافا لما نقلہ المصنف اور حلال نہین ہمکو لڑنا اُن کافرون سے جنکو اسلام کی دعوت نہین پہونچی اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہو گئی ہی شرق اور مغرب مین لیکن اسمین شک نہین کہ بلاد خدا مین ایسے کافر بھی ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین یعنی دعوت اسلام سے خبر نہین باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر انکو پہونچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ مین ہی کہ انسے لڑنا سزاوار نہین یہانتک کہ امام انسے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر خلاف نقل مصنف کے ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام اسواسطے واجب ہوئی تا کفار معلوم کرین کہ ہم دین کیواسطے لڑتے ہین نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہی لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم کے یعنی دین یا دار اور احراز بالدار اور دعوت عام ہی حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہونا کہ اہل اسلام کسواسطے لڑتے ہین تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہی چنانچہ سیر کبیر اور بدائع مین مصرح ہی انتہی تو رجح خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط اشتہار پر ہی اور صاحب نہر اسمین تابع صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر مین مجدیہ سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ اسمین شک نہین کہ اللہ تعالی کے بلاد مین وہ لوگ بھی ہین کہ جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت اسلام کرنا وہان واجب ہوگا جہان گمان اسکا ہو کہ انکو اسلام کی خبر نہین پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہوگا وندعوا ندبا من بلغتہ الا ان تضمن ذلک ضررا ولو بغلبۃ الظن کان یستعدوا او یتحصنوا فلا یفعل فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے انکو جنکو اسلام کی خبر ہو گئی ہو مگر جسوقت کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو اگرچہ بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہین کذا فی الفتح م دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہی جو صحیحین مین بایں مضمون ہی عبد اللہ بن عون نے کہا کہ مین نے نافع کو لکھا اور دعاء قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ تو اول اسلام مین تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور انکے جانور پانی پی رہے تھے تو انکے لڑنے والون کو قتل کیا اور انکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اُسی دن جویریہ کو پایا مجھسے یہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اُس لشکر مین موجود تھے و ان ابوا الجزیۃ نستعین باللہ ونحاربہم بنصب المجانیق وحرقہم وغرقہم وقطع اشجارہم ولو مثمرۃ وافساد زروعہم الا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نکرین تو ہم اہل اسلام مدد مانگین اللہ تعالی سے اور انسے لڑنے لگین مجانیق کو قائم کرکے اور انکو پانی مین ڈبو کر اور انکو آگ مین جلا کر اور انکے درختون کو کاٹکر اگرچہ پھلدار درخت ہون اور انکے کھیتون کو اُجاڑ کر مگر جبکہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختون اور کھیتون کو خراب کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح م مجانیق جمع ہی منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہی جس سے بڑے بڑے پتھر پھینک مارتے ہین اور یہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہی کہ افسران عساکر اسلام کو حکم ملجاتا تھا مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی مین بریدہ سے مروی ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اُسکی ذات کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانون کے واسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اور غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول نہ کیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو انکو تین خصلتون کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر انسے اور رک جا انکے لڑنے سے انکو اسلام کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر انسے اور باز رہ انسے پھر انسے نقل مکان کی درخواست کر اپنے ملک سے نکل کر مہاجرین کے ملک مین آرہین اور انسے خبر کردے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو انکے واسطے وہ ہی جو مہاجرین کے واسطے ہی اور انپر وہ ہی جو مہاجرین پر ہی سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول کرین تو انکو خبر کردے کہ وہ مثل اعرابی مسلمین کی طرح ہونگے انپر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہی اور غنیمت اور فئی سے انکو حصہ نہ ملیگا تا وقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہو کر جہاد نہ کرینگے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کرین تو انسے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اور انسے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کرین تو اللہ تعالی سے مدد مانگ انپر فتحیابی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول ورمیہم بنبل ونحوہ وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبی سئل ذلک النبی ونقصدہم ای الکفار اور اہل اسلام لڑین انپر تیر وغیرہ پھینک مار کر اگرچہ کفار بعضے مسلمانون کو سپر بنا دین یعنی اپنے آگے کھڑا کرین تا اس تدبیر سے بچ جاوین تو بھی ہم انکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنیکا قصد کرینگے نہ مسلمانون کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہی ہم لڑین یا نہ لڑین ہم رمی لغت عرب مین دور سے پھینک مارنے کو کہتے ہین خواہ دور کا ہتھیار کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان وما اصیب منہم ای من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات اور جو

مسلمان اُنکی طرف کے سپر بنانے سے قتل ہو جاوین تو ہمپر نہ دیت ہی نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہی اور فرائض ضمانت سے مقرون نہین ہوتے تم لڑائی مین
آواز بلند کرنا مستحب نہین اور مکروہ بھی ہین اگر اسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناخن بڑھانا مستحب ہی اسواسطے کہ اگر
تلوار وغیرہ ہاتھ سے گر جاوے تو ناخن سے کافر کو مجروح کر سکے شاید یہ بھی جاوے جیسے مونچھون کا بڑھانا غازی کو سنت ہی رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر خانیہ مین ہی کہ مسلمانون
کو لائق نہین کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہی کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہین ہوتے فتاوی عالمگیری
مین ہی کہ یہ عدم فرار اسوقت ہی جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہی ولو فتح الامام بلدة وفیہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احد منہم اصلا
ولو اخرج واحد حل حینئذ قتل الباقین لجواز کون المخروج ہو ذلک فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُنمین سے کسی کا
قتل کرنا اصلا جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اُنمین سے نکالدیا گیا ہو تو اُسوقت مین باقی لوگون کا قتل کرنا حلال ہی اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان
یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا عن اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامراۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرۃ واراد بالنہی فی
مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو اور ہم ممنوع ہین ایسے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہی اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہی جیسے مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث
کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہی اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کیواسطے یہی قول صحیح ہی کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین
مین ہم دلیل اگرچہ قرآن مین خاص ہی لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن لا تخرج العجائز والاماء اولی لکن اس بڑے لشکر مین
قرآن کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین اُسپر امن حاصل ہو لیکن بڈھی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کے واسطے بہتر ہی جوان اور حرہ کے لیجانے سے کہ جنگ در
دار در طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہی اور کمتر گھات ایک سو واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون بالعہد لان الظاہر
عدم تعرضہم ہدایۃ اور جبکہ مسلم دار الحرب مین اُنسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہی بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر اوہ متعرض نہونگے
کذا فی الہدایۃ ونہینا عن غدر وغلول وعن مثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ فلا باس بہ خیانت اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اُنپر فتح پانے کے بعد اور
فتح پانے کے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار نقض عہد کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ہم سے اور اُنسے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہان تک کہ
اُنکو اطمینان ہوا تو اب اُسدن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہی اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہی اسطرح کہ بلا عہد ہم نے ایسی حرکت کی کہ
اُنکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے اُنپر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہان رات کو اُنپر ٹوٹ پڑے اور
چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس داؤ گھات کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہی کہ حالت قتال مین مبارز نے ہاتھ مارا اسو کافر کا کان کاٹا پھر ہاتھ مارا تو انکھ پھوڑ دی پھر
ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہی انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اُسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہین اور خیار
شرح مختار سے نکلتا ہی کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہی تو جائز ہی وعن قتل امراۃ وغیر مکلف وشیخ فان لا صحاح ولا نسل لہ فلا یقتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین
عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کھاپٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی طاقت ہی جنگ کے وقت اور نہ اولاد ہونے کی اُس سے
توقع ہی تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جب کہ مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحطاوی مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہوا اور جو بڈھا
خرف پریشان حواس ہی وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہی واعمی ومقعد وزمن ومعتوہ وراہب واہل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کافر
اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیون سے
نہین ملتے اُن سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو اُنسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہی ہندوستان کے اُن جوگیون کا جو گوشہ گیر اور گوشہ نشین
ہین الا ان یکون احدہم ملکا او مقاتلا او ذا رای او مال فی الحرب مگر جب کہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر ان میں سے
کوئی قتل کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کے وقت مارے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورتیں اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہونے سے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ
عورت بہرصورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نہ کرے اور اسی طرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقاً مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کے قتل میں کفار کی کسر شوکت ہے اور پیر فرتوت
صاحب تدبیر جنگ بھی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمۃ کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اسکی عمر ایکسو بیس برس کی تھی
کذا فی فتح القدیر ولو قتل من لا یحل قتله ممن ذکر فعلیه التوبة والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولم یوجد ثم لا یترکونهم فی دار الحرب بل یحملونهم تکثیرا للفیء ذکره
فی السراج وسیجیء اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اسکو جسکا قتل حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے چنانچہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ کافر کا
خون متقوم اور محفوظ نہیں مگر پناہ دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہیں انکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب
میں نہ چھوڑ آویں بلکہ انکو دار الاسلام میں اٹھا لاویں غنیمت کی بہتایت کیواسطے اور پورا بیان اسکا سراج وہاج میں ہے اور آگے آویگا ہم سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہیں
اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو انکو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں انکو نہ چھوڑیں اسواسطے کہ جب عورتیں وہاں رہینگی تو انسے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ انکے رہنے سے
کفار کو قوت ہوگی اور انکے لانے میں مسلمین کو فائدہ ہے اور اسی طرح معتوہ اور اعمی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب میں نہ چھوڑے جاویں کہ انسے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ
زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہیں اور تدبیر بھی نہیں کر سکتا اور نہ اس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اسکو چاہیں لاویں اور چاہیں وہیں چھوڑ آویں کہ کفار کا اسمیں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم
بھوس بڑھیا کا کذا فی المنح ملخصاً فرعان دو مسئلے ملحق شارح کے الاول لا بأس بحمل راس المشرک لو فیه غیظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود راس ابی جهل والقاها بین یدیه علیه الصلوة والسلام
فقال صلی اللہ علیه وسلم الله اکبر هذا فرعونی وفرعون امتی کان شره علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامته ظهیریة پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر اٹھانے میں یعنی برچھی وغیرہ
پر اگر اسمیں کفار کو رنج اور غضب آوے یا غازیوں کی اسمیں تسکین دل ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعود نے ابو جہل کا سر اٹھایا تھا اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا تو حضرت
نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اسکا شر مجھپر اور میری امت پر عظیم تھا موسی اور انکی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت
موسی علیہ السلام کو پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابو جہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے
دم تک کفر پر مصر تھا الثانی لا بأس بنبش قبورهم طلبا للمال تاتارخانیة وعبارة الخانیة قبور الکفرة فعممت الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں انکی یعنی اہل حرب کی قبریں کھودنے
میں مال نکالنے کیواسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کھودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ
باصله المشرک بقتل کما لا یبدأ بقریبه الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کے قتل میں ابتدا کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے قرابت دار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہ ہو
اصول عام میں ماں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے ذکور ہوں یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسی طرح چچا اور
ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح ویمتنع الفرع عن قتله بل یشغله لاجل ان یقتله غیره فان فقد قتله اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اس طرح کہ اسکو چھوڑ دے
بلکہ مشغول رکھے تا کوئی غیر شخص اسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو اسکو خود قتل کرے کذا فی النہر ولو قتله فهدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل
میں ابتدا کی تو اسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچاوے ولو قصد الاصل قتله ولا یمکن دفعه الا بقتله قتله لجواز الدفع
مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اسکا دفع کرنا بدون انکے قتل کے ممکن نہیں تو اب انکو قتل کرے اسواسطے کہ اپنا بچانا اور انکا
روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوائے قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہے کذا
فی الطحطاوی ویجوز الصلح علی ترک الجهاد معهم بمال منهم او منا لو خیرا لقوله تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور ترک جہاد پر صلح کرنا کافروں سے انکا مال لیکر یا اپنا
مال دیکر جائز ہے اگر اسمیں مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کے واسطے بدلیل قول اللہ تعالی کے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی ادھر جھکو م ہر چند آیت

مطلق ہی لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہی تو اگر مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الفتح ونُنبذ ای نعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم لو خیرا لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دین یعنی صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کردین کافرون کو حرام عہد شکنی سے بچنے کے واسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل مکہ سے ہم اعلام نقض صلح اُسوقت ضرور ہی جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچھ حاجت نہین اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اُسکے حساب سے مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دار الاسلام مین آگئے ہون یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک مین نہ پہونچ لین یا اپنے مکانات مذکورہ کو نہ بنالین جبتک اُنسے لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی ہی اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سو بیموقع ہی بلکہ لائق تھا کہ قول آئندہ یعنی درصورت خیانت کفار اُس سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر مین مذکور ہی کہ جمیع کتب سیر اور مغازی مین مصرح ہی کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے نہین ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی ونقاتلہم بلا نبذ مع خیانۃ ملکہم ولو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو بدون اذنہ منتقض فی حقہم فقط اور ہم لڑین کافرون سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہونے اُنکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ صاحب خیانت قوت کے قتال سے ہو گئی باجازت بادشاہ اور اگر اُسکے بدون اذن کے بعضے کافرون نے قتل کیا ہو تو فقط انھین لوگون کے حق مین صلح ٹوٹیگی یعنی وہ مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسی کے حق مین نقض صلح نہین کذا فی الفتح ونصالح المرتدین لو غلبوا علی بلدۃ وصارت دارہم دار حرب لو خیرا بلا مال اور ہم اہل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جبکہ وہ غالب ہو جاوین کسی شہر پر اور اُنکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اُنسے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہی مشرکین عرب کا اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کرین کذا فی عالمگیری والا یغلبوا علی بلدۃ لا لان فیہ تقریر المرتدین علی الردۃ وذلک لا یجوز فتح اور اگر غالب نہوے ہون کسی شہر پر تو ہم صلح نہ کرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے مین مرتدون کو ارتداد پر قائم رکھنا ہی اور یہ جائز نہین کذا فی الفتح وان اخذ المال منہم لا یرد لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من بغاۃ فانہ یرد بعد وضع الحرب اوزارہا فتح اور اگر صلح مین مرتدون سے مال لیا تو اُسکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہین بخلاف باغیون سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اُنکا مال معصوم ہی کذا فی الفتح ولم نبع فی الزیلعی یحرم ان نبیع منہم ما فیہ تقویتہم علی الحرب کحدید وعبید وخیل اور ہم نہ بیچین اور زیلعی مین ہی کہ حرام ہی ہمکو کافرون سے وہ چیز بیچنا جسمین اُنکو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گھوڑے ولا نحملہ الیہم ولو بعد صلح لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہی عن ذلک وامر بالمیرۃ وہی الطعام والقماش فیجوز استحسانا اور اُنکی تقویت کی چیز کو ہم لادکر نہ لیجاوین بطریق تجارت کے اہل حرب کی طرف اگرچہ بعد صلح کے یہ ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہ جائز ہی بطریق استحسان کیونکہ ثمامہ رئیس یمامہ مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بیدین ہو گیا اُسنے کہا کہ مین بیدین نہین ہوا مین اسلام لایا ہون اور محمد کی مین نے تصدیق کی ہی اب تمکو ایکدانہ گیہون کا ملک یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی خدمت مین التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہان جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا نقتل من امنہ حر او حرۃ ولو فاسقا او اعمی او فانیا او صبیا او عبدا اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونون کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ہم ابوداؤد مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافؤ دماؤہم ویسعی بذمتہم ادناہم یعنی مسلمانون کے خون برابر ہین اور سعی کرتا ہی اُنکی ذمہ داری سے ادنی اُنکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہی ازالہ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہی کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اُسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اُنکے پاس مسلم یا ذمی قید ہو گا تو چھڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہ ہی کہ وہ عقد غیر لازم ہی اگر اُسکے توڑنے مین مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہی کذا فی الدرر الملتقی بابی لحقہ کان

الا امان و انکا نوا لا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہو کسی بولی مین ہوا گرچہ کفار اس بولی کو نہ جانتے ہون بعد دریافت کرنے مسلمانون کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے انکو مسلمانون سے تو امان نہین اگر کفار کے دور ہونے مین ہوئی ہو م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر کافرون نے مسلمانون کی امان دینے کی آواز نہین سُنی تو امان نہین انکا قتل اور گرفتاری جائز ہی اور اگر مسلمانون نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکین لیکن غائب معلوم ہوا کہ انھون نے سونے کے سبب سے یا لڑائی کی جہت سے نہین سُنا تو یہ امان ہی اور سبکی سماعت شرط نہین بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق مین کافی ہی وصح بالصریح کامنت او لا باس علیکم اور امان صحیح ہی صریح لفظ سے مانند اس قول کے کہ مین نے امان دی یا تیر کچھ خوف اور تنگی نہین اور اسی طرح تم نہ ڈرو یا مین نے تم سے صلح کی یا آؤ بات سنو یا تمپر خدا کا عہد ہی یا خدا کا ذمہ ہی کذا فی المنح و بالکنایۃ کتعال اذ ظنہ امانا اور امان صحیح ہی کنایہ سے چنانچہ یون کہنا کہ آ جبکہ کافر اسکو امان گمان کرے م عالمگیری مین ہی جب مسلم نے کافر سے کہا آ تا کہ مین تجھکو قتل کرون سو کافر نے بُلانا سُنا اور اسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سُنا یا سُنا لیکن اسکو نہ سمجھا تو یہ امان ہی اور اگر آخر کلام اسنے سُنا اور سمجھا تو امان نہین اور اسی کے مانند ہی یون کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہی آ اگر تو مرد ہی یا آتا تو دیکھیے کہ مین تیرے ساتھ کیا کرتا ہون تو سب مین بھی یہی تفصیل مذکور ہی وبالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہی آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے م اشارہ آسمانی کا مطلب یہ ہی کہ مین نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اسطرح کی امان مسلمین اور کفار مین مروج ہو یا نہو کذا فی العالمگیریۃ

ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہی اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسے مقام مین ہو کہ وہ ممتنع نہین اور حالانکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی کو بڑھائے ہوئے ہی تو وہ مال غنیمت ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ و صحیح ہی امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کیواسطے نہ اپنے اہل کیواسطے م حلبی نے کہا شارح یہان چوک گیا بحر الرائق کی عبارت مین بے تاملی کرنے سے وہ عبارت یہ ہی لو طلب الامان لاہلہ لایکون ہو منہا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کیواسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جبکہ اپنی اولاد کیواسطے امان مانگیگا تو وہ بھی امان مین داخل ہو جاویگا یہ عبارت اس مدعا مین صریح ہی کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد کیواسطے صحیح ہی مگر پہلی صورت مین طالب امان مین داخل نہین اور دوسری صورت مین داخل ہی بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہوگئی کہ کتب معتمدہ اسکے مخالف ناطق ہین چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہی و طلب الامان لاہلہ لایکون امنا بخلاف ذراریہ انتہی وبعدہ علم وعلمہ اعلم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہی اولاد کی امان مین بیٹون کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیون کی اولاد یعنی ناتی ولو غار علیہم عسکر آخر ثم بعد القسمۃ علموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد مسلم تبعا لابیہ وترد النساء والاولاد الی اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اسپر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد انکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جسنے قتل کیا اسپر خون بہا ہی اور جسنے انکی عورتون سے صحبت کی اسپر مہر مثل لازم ہی اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ مسلم ہی اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتین اور مال اُن لوگون کے پھیر دیے جاوین یعنی عورتین کسی معتمد کے پاس رکھی جاوین پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاوین کذا فی العالمگیریۃ

و ینقض الامام الامان لو بقاؤہ شرا و مباشرہ بلا مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق مین خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے م اور نقض امان مین بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہی کذا فی النہایۃ و بطل امان ذمی الا اذا امرہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہی مگر جبکہ مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہی کذا فی الشمنی م زیلعی اور بحر اور نہر اور در اور عالمگیری مین ہی کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہی تو اطلاق شمنی کا مقید بمسلم امیر ہی تو ظاہر غیر امیر کا امر کافی نہین و اسیر و تاجر و صبی و عبد محجورین عن القتال وصحح محمد امان العبد وفی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہی امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور ایسے صغیر اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہین آئی اور صحیح جانا ہی محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ مین ہی کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہی اسکے واسطے و مجنون و شخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا لانہم لایملکون القتال اور مجنون اور اس شخص کی امان باطل ہی جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اسنے ہماری طرف ہجرت نہین کی اسواسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہین م امان مخصوص ہی خوف کے محل مین تو جو شخص قتال نہین کر سکتا اسکی امان بیموقع ہی ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہین جو اسکی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب مین وارد ہی اور جو شخص وہان اسلام لایا وہ خود کفار کی امان مین ہی تو اسکا امان دینا بیمعنی ہی کذا فی المنح عن السراج

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اُسکے بانٹنے کے احکام مین قاموس مین ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہے فے سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے سے
بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوۃ والحرب قائمۃ فیخمس وباقیہا للغانمین والفئ ما نیل منہم بعد کالخراج وہو لکافۃ المسلمین مغرب مین ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے
حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہو تو اُسمین سے خمس یعنی پانچوان حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیون کا ہے اور فے وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہو چکنے اور دار الاسلام
ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانونکا حق ہے نہ فقط غازیون کا کذا فی المنح اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ غنیمت اُسکا نام ہے جو کافرون سے حاصل ہو غازیونکی قوت اور کفار کے
مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فے وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت مین خمس ہے نہ فے مین اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا ہبہ یا اُنکے بھاگنے سے حاصل ہو
وہ غنیمت نہین وہ فقط آخذ کی مملوک ہے اذا فتح الامام بلدۃ صلحا جری علی موجبہ وکذا من بعدہ من الامراء وارضہا تبقی مملوکۃ لہم جبکہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو
بموجب صلح کے عمل کیا جائے اور اسیطرح اُسکے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھین اور زمین اُسکی کفار کی ملک مین باقی رہیگی قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری با قاعدہ رہیگی تو اگر وہان کا پانی
خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہے تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہین کہ بجائے نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی ولو فتحہا عنوۃ بالفتح ای قہرا قسمہا بین الجیش
ان شاء او اقر اہلہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اُسکو لشکر کے درمیان یعنی غازیون کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہان کے لوگون کو
برقرار رکھے اُنکی ذاتون پر جزیہ باندھ کر اور اُنکی زمینون پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے اگر امام نے اراضی کو غازیون مین تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر مین کیا تو زمین غازیون کی
مملوک ہو جاویگی اور اُسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہان کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق مین کیا کہ اُنکے گھر اور اُنکی زمین کو
اُنھین کے تصرف مین رکھا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیون مین زمین تقسیم نہین کی تو کفار حر اصلی ذمی ہونگے اور زمین کے وہی مالک رہینگے کذا فی المنح اور کفار پر اُنکی رقاب اور اراضی کا احسان کرنا
بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کھاوین اور کھیتی کرین یہان تک کہ غلہ پیدا ہو اور کافرون کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہین کہ
اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہونگے امام مالک نے موطا مین اسلم سے روایت کی کہ مینے عمر فاروق سے سُنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانون کی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس گانون کو مسلمان
فتح کرتے ہین تو مین اُنھین کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا تھا لیکن
ابوداؤد مین بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجات مین اور نصف مسلمین کے درمیان مین مسلمین مین اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم مین سو مردون کے حصے
داخل کیے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولی عند حاجۃ الغانمین اور اول یعنی لشکر مین بانٹ دینا بہتر ہے غازیونکی حاجتمندی کے وقت واخرجہم منہا وانزل بہا قوما غیرہم ووضع علیہم
الخراج والجزیۃ لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیہا العشر لا غیر یا کافرون کو دار الحرب سے نکالدے اور وہان اور قوم کو بسا دے اور اُسپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان
ہون تو اُنپر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور مگر فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر مسلمان کو وہان لا دے چاہے اُنپر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا الیق بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی
اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین لما سیجئ اور قتل کرے قیدیون کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہو گئے ہون
یا اُنکو لونڈی غلام بنا دے یا اُنکو آزاد ذمی بنا کر چھوڑ دے سوائے مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ اُنکا ذمی ہونا جائز نہین چنانچہ آگے مذکور ہوگا قولہ ذمۃ لنا ای حقا واجبا لنا
علیہم من الجزیۃ والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اسواسطے کہ وہ مسلمین کے
عہد اور امان مین داخل ہین وحرم منہم ای اطلاقہم مجانا ولو بعد اسلامہم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقولہ تعالی
فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم شرح مجمع اور حرام ہے کافرون پر احسان کرنا یعنی اُنکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور اُنکے مسلمان ہونے کے اُنکو چھوڑ دے
کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیون کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافرون کے مالک ہو گئے تو اب مفت چھوڑنا اُنکی حق تلفی ہے اور
امام شافعی نے اُنکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنی کچھ مال لے کر

چھوڑ دو ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان اُنکو پاؤ کذا فی شرح المجمع دلیل نسخ یہ ہے کہ منّا و فدا سورۂ محمد مین کہا ہے اور یہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ براءۃ مین نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہے جو مدینہ مین نازل ہوئی اور جنگ بدر مین جو فدیہ لیکر کافرونکو چھوڑ دیا تھا اسیر مختار ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اُسکا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ مین نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فدا کے واللہ اعلم **وحرم فداؤہم بعد تمام الحرب** اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقال لا یجوز وہو ظاہر الروایۃ عن الامام شمنی و حرام ہے فدیہ لینا اُنسے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر و شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافرون کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اُس مسلمان کے عوض قبل از جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہین اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فدا اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سے کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز دونون مروی ہین لیکن جواز ظاہر الروایہ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے **واتفقوا انہ لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح الا لضرورۃ ولا باسیر اسلم** مسلم اسیر الا اذا امن علی اسلامہ ور امام اور صاحبین اسپر متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جائے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اُس قیدی کے عوض جو مسلمان ہوگیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اُسوقت جائز ہے جب کہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہو ہم لڑکون کا فدیہ اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہوکر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہین طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دنیا کے لینے پر ورنہ کافر بالغ کے عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکون مین کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم **وحرم ردہم الی دارہم** ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع المن بالاولی اور حرام ہے پھر بھیجنا کافرون کا دار الحرب مین شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق ابن کمال کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے ہم برجندی نے کہا کہ پھیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا مین داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من مین داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ من عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شے پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب مین پہونچا دینا **وحرم عقر دابۃ شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق** بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربہا اور حرام ہے کونچین کاٹنا اُس جانور کا جسکا دار الاسلام مین لے آنا شاق ہے تو اُسکو ذبح کر ڈالے اور ذبح کے بعد جلا دے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہین ہے واسطے اللہ تعالی کے **کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلہا وما لا یحرق منہا کحدید یدفن فی موضع خفی** لکسر اوانیہم وزراق ادہانہم مغایظۃ لہم جیسے جلائے جاتے ہین اُنکے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام کی طرف متعذر ہے اور جو چیز نہ جل سکے انمین سے چنانچہ لوہے کے ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاوین پوشیدہ مکان مین اور اُنکے برتن توڑے جاوین اور اُنکے تیل ڈھلکا دے جاوین اُنکی رنج رسانی اور دل سوزانی کے واسطے **وترک صبیان ونساء منہم شق اخراجہا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا** للنہی عن قتلہم ولا وجہ الی ابقائہم اور اُنکے لڑکے اور عورتین جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہے ویران زمین مین چھوڑے جاوین تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے مرجاوین بسبب منع ہونے اُنکے قتل کے اور دار الحرب مین انکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہین یعنی اگر اُنکو باقی رکھے تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر مین محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہ کہ اُنکے لانے کے واسطے باربرداری نہو **وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم ثمۃ** ای فی دار الحرب **ینزعون ذنب العقرب وانیاب الحیۃ** قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تتارخانیہ مسلمانون نے سانپ یا بچھو کو اُنکے مکانون مین وہان پایا یعنی دار الحرب مین تو بچھو کا ڈنک اور سانپ کے دانت نکال ڈالین تا مسلمانون سے ضرر منقطع ہو اُنکو قتل نہ کرین تا اُنکی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ماتت نساء مسلمات ثمۃ واہل الحرب یجامعون الاموات تحرقن بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مرگئین اور اہل حرب کی عادت یہ ہو کہ مردون سے جماع کرتے ہون تو اُنکو آگ سے جلا دین ہم طحطاوی نے کہا ظاہراً یہ حکم اسوقت ہے جب مکان مخفی مین دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہین **ولا تقسیم غنیمۃ** الا اذا قسم عن اجتہاد او لحاجۃ الغزاۃ فتصح او للابداع فتحمل اذ اعلم لکین للامام اور تقسیم نہ کیجائے غنیمت وہان یعنی دار الحرب مین مگر جبکہ امام نے قسمت کی

مسلمان عورت دار الحرب مین

اجتہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کے واسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس باربرداری نہو فان ابوا ہل یجبرہم باجر المثل روایتان فاذا تعذر فلو بحال لو قسمہا قدر کل علی حملہ قسم بینہم والا فہو مما تشق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت لانے کو نا مانین تو آیا پھر امام جبر کرے اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر در صورت عدم جبر امانت رکھنے کے واسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ دے اور اگر قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہوچکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون کو اور لڑکون کو ویران زمین مین چھوڑ دینا وحرم بیع الغنیمۃ قبلہا لا للامام ولا لغیرہ یعنی للتمول ولو باع شیئا بطعام جاز جوہرہ اور حرام ہے اہل اسلام پر بیچنا غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو یہ جائز ہے اسلئے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کیواسطے بیچے تو جائز ہے کذا فی الجوہرہ ورد البیع لو وقع دفعا للفساد فان لم یکن رد ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو اسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیۃ ومدد لحقہم ثمۃ کمقاتل لا سوقی وحربی وقد اسلم ثمۃ بلا قتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو مدد اور کمک غازیون سے ملی دار الحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہین کہ اسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہے کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوے اپنے زوج کی خدمت کیواسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو اسکے واسطے کچھ نہین کذا فی الاختیار اور فتح القدیر مین ہے کہ اسی طرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہین ولا من مات ثمۃ قبل قسمۃ او بیع ولو مات بعد احدہما ثمۃ او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبہ لانہ ملکہ تتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب مین مرگیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد آنے غنیمت کے دار الاسلام مین تو اسکے حصہ مین ارث جاری ہوگا یعنی اسکے وارث بقدر ورثہ کے پاوینگے بسبب ثابت ہوجانے اسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ادعی رجل شہود الوقعۃ وبرہن وقد قسمت لم تنقض القسمۃ ویعوض بقدر حصتہ من بیت المال ورنا تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونے کا اور اسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہوچکی تو قسمت شکستہ نہوگی بلکہ استحسانا کے اور بقدر اسکے حصے کے بیت المال سے اسکو عوض دیا جاویگا وما فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر وحررنا فی الوقف اور بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس کیا ہے غنیمت پر تو اسکو رد کیا ہے نہر الفائق مین اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا درر اور غرر مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور موذن کا حصہ ہے وقف مین سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصا ولہم اے للغانمین لا لغیرہم الانتفاع فیہا ای فی دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودہن بلا قسمۃ اطلق الاکل تبعا للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام عن اکلہ فان نہی لم یبح فینبغی تقیید المتون بہ اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اسمین یعنی دار الحرب مین جانورون کے چارے اور طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتھ نہ منع کردینے امام کے اسکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے تا سب چیزون کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحر الرائق سے نقل کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے کہ جب غازیون کو کھانے اور شرب کی حاجت ہوگی تو اسکے منع کرنے پر عمل نہوگا وبلا بیع ولا تمول فلو باعہ رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غیر فقیر

اور غازیون کو انتفاع جائز ہی بدون بیع اور عدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اُسکی قیمت کو غنیمت مین پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہو گئی ہو اور اُسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اُسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھا دے کذا فی المنح عن البحر من وجد مالا یملکہ اہل الحرب کصید وعسل فہو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک اوالثمن انفع اجازہ والاردہ للغنیمۃ بحر اور جو دار الحرب مین اُس چیز کو پاوے جسکے کفار مالک نہین جنانچہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہی سب غازیون مین تو اُسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہو گئی یا اُسکی قیمت نافع تر ہی تو امیر بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع نہو تو مبیع کو غنیمت مین پھر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرے کذا فی البحر وبعد الخروج منہا لا الا برضاہم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہین مگر سب غازیون کی رضامندی سے من اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کانوا اخذوا اخر نفسہ فقط اور کافرون سے جو شخص کہ مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اُسنے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچایا سو اگر غازیون نے اطفال اور مال کو لے لیا ہو اُسکے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اُسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او اودعہ معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی فغنی یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانت دار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہی کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہرنا علی الدار فمالہ ثمہ فی سوی طفلہ لتبعیتہ چنانچہ اگر کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر دار الاسلام مین نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوے دار الحرب پر تو اُسکا مال وہان غنیمت ہی سوا اُسکے طفل صغیر کے بسبب اُسکے تابع ہونے کے اسلام پدر ہی کے لا ولدہ الکبیر وزوجتہ وحملہا وعقارہ وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلۃ وحملہا لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب مین مسلمان ہوا تو اُسکا بالغ بیٹا اور اُسکی زوجہ اور اُسکا حمل اور اُسکی زمین اور اُسکا لڑنے والا غلام اور اُسکی لڑنے والی عورت اور اُسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل مان کا تابع ہی تو اگر اُسکا غلام یا لونڈی قتال نہ کرینگے تو اُسکے مال محفوظ مین داخل رہینگے حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذہ احدنا فہو وما معہ فی لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ وقالا الاخذ خاصۃ وفی الخمس روایتان قنیہ کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام مین داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اُسکے ساتھ کا مال غنیمت ہی سب مسلمانون کے واسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اُسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنے والے کی غنیمت ہی خاص کر اور وجوب خمس مین دو روایتین ہین امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ وفیہا استاجرہ لخدمتہ سفرا فغزا بفرس المستاجر وسلاحہ فسہمہ بینہما الا اذا اشترط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ مین ہی کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے گھوڑے اور ہتھیار سے تو اُسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان منقسم ہوگا مگر اسوقت منقسم نہوگا جب عقد مین شرط ہو گئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کیواسطے مخصوص ہی

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہ فصل ہی کیفیت قسمت غازیون مین کیونکہ قسمت ہو قسمت عبارت ہی نصیب شائع کو محل معین مین کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس وراجل وقت المجاوزۃ ای الانفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے مین مجاوزت کا وقت ہی یعنی دار الاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہی بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ امام کو لائق ہی کہ جب دخول دار الحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور اُنکے نام لکھے سو جسکا نام سوارون مین لکھا پھر اُسکا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کرے گا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا فشری فرسا استحق سہما تو اگر غازی دار الحرب مین سوار داخل ہوا پھر اُسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پھر اُسنے وہان گھوڑا مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ہی سوائے نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصہ مقرر فرمائے اور اُسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہی کہ معارض اُسکی وہ حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ کے

یعنی اُس صورت مین کہ اخذ وہ بطفیلہ محبوس ہوئے مالکہ او گر کر صغیر محفوظ ہوئے تو بعد اُسکے بعض نے کہا کہ اطفال وغیرہ اگر گرفتار ہو چکے ہون ۱۲

معنف مین ابن عمر سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ علاوہ اسکے بہت احادیث سے دو سہم
سوار کے ثابت ہین جنکی تفصیل فتح القدیر مین موجود ہی پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم مین معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل
یعنی انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہی ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یون کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث
سے اگرچہ راوی اسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جن سے بخاری نے روایت کی ہی سو دعوی بے دلیل ہی اسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح **ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح**
للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لو مہرا فکبر تتارخانیہ اور حصہ ندیا جاویگا سوا ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو اور تندرست
ہو جاوے قبل غنیمت بانٹنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنابر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ در اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نپاوے گا
وکان الفرق حصول الارہاب وہو بکبیر مریض لا بالمہر ادر گویا کہ فرق دونون صورتون مذکورہ مین حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے **ولو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ آخر**
او نفر او دخل راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اسپر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب مین پھر اسنے
اپنے گھوڑے کو پایا تو اسکو دو حصے ملینگے سب صورتون مین **لا لو باعہ** او ادبعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی شرنبلالیہ
عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ وتحفظ ہذہ القیود خوف الخطاء فی الافتاء
والقضاء دو حصے نہ پاوے گا اگر اسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو تو البتہ اسکا حصہ ساقط ہو جائے گا قول اصح مین اسواسطے کہ بیع
سے ظاہر ہو گیا کہ اسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہی لیکن شرنبلالیہ مین جوہرہ اور تبیین سے اسکے
مخالف منقول ہی اور قہستانی مین ہی کہ اگر غازی نے گھوڑا ایسا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہی بنابر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار ہی بالاتفاق
انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کاری افتا اور قضا مین مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اسکا حصہ
ساقط نہین ہوتا بعض کے نزدیک اور صحیح یہ ہی کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اسکا قصد تجارت کا تھا انتہی ما فی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے
غلط ہی فتح القدیر کی عبارت یہ ہی ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف والاصح انہ
یسقط لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب ہی تبیین و جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بے معنی ہی انتہی قول الحلبی طحطاوی
نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہی کہ اسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی
نہین اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہی واللہ اعلم **ولا یسہم لعبد وصبی وامراۃ وذمی ومجنون** ومعتوہ ومکاتب **ورضخ لہم قبل اخراج الخمس**
عندنا **اذا باشر والقتال او کانت المراۃ تقوم بمصالح المرضی** او تداوی الجرحی **او دل الذمی علی الطریق** اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور
صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت
بیمارون کی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتاوے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود
علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیون
سے یہودیون پر اور انکو کچھ عطا کیا تھا امام واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لے گئے تھے اہل خیبر
سے لڑنے کے واسطے اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح **ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی**
اذا دل فیزاد علی السہم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچے انکی عطا بقدر سہم کے یعنی غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی ہین جب کہ وہ
راہ بتاوے تو سہم پر زیادہ کیجاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہیے جس قدر کہ

له اگر بیچا اسکو بعد لڑائی کے فارغ ہونے کے تو نہیں ساقط ہوگا حصہ سوار کا بالاتفاق اور اسی طرح جبکہ بیچا ہو وقت لڑائی کے نہیں ساقط ہوگا نزدیک بعض کے اور نزدیک مصنف کے کہا کہ اصح یہ ہے کہ ساقط ہوگا اسلیے کہ ظاہر ہوا کہ قصد اسکا تجارت ہے

کہ ہو والبراذین خیل العجم والعتاق بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب والہجین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیة والمقرف عکسہ قاموس سواء اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عرب کے اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور مان عجمی اور مقرف بالعکس اسکے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور مان اسکی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہین سوار کا حصہ پانے مین ہم بعضے علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے مین منحصر ہے مصنف اور شارح نے انکار کر دیا کہ گھوڑون کا تفرقہ کرنا بے دلیل ہے اسواسطے کہ رب مضاف ہے جنس خیل کی طرف قال اللہ تعالی ومن رباط الخیل اور خیل سب گھوڑون کو کہتے ہین اور اسواسطے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب مین قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا اچھا کش اور باگ موڑنے مین نرم تر ہے تو ہر ایک مین جدی جدی منفعت ہے لا یسہم الراحلة والبغل والحمار لعدم الارہاب حصہ نہ دیا جاویگا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب اندازی کے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہین اور اسمین نص بھی وارد نہین باوجودیکہ صدر اسلام مین اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد مین بکثرت ہوتے تھے لیکن کسی کا حصہ منقول نہین والخمس الباقی یقسم اثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچوان حصہ ہمارے نزدیک تین تہائی بانٹا جاتا ہے یتیم اور مسکین اور مسافر کو اور یتیم وہ نابالغ ہے جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اسکو یتیم نہین کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فتح اور جائز ہے صرف کرنا خمس کا ایک ہی قسم مین کذا فی الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینون کو دے خواہ ایک قسم کو وفی المنیة لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ مین ہے کہ اگر خمس کو غازیون پر صرف کرے بسبب انکی حاجتمندی کے تو جائز ہے اور البتہ مین نے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی کا یہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تینون مال تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاوین انکے سوا اور کسی کا دینا جائز نہین اقسام ثلثہ مین سب کو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہون محتاج ہون وقدم فقراء ذوی القربی من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثة علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے مین محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہین مقدم کیے جاوین یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کیواسطے نہ بنی ہاشم کیواسطے ہم یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیمون پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینون پر اور انکا مسافر اور مسافرون پر نہر الفائق مین کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہین فقط اور انکا استحقاق فقط قرابت سے نہین بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کے ساتھ ہمکلامی کی موافقت و مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے و لہذا انکی عورتون کو بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہوگیا بسبب نہ باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب محتاجی کے ولا حق لاغنیائہم عندنا اور خمس مین کچھ حق نہین بنی ہاشم کے مالدارون کا ہمارے نزدیک ہم اسواسطے کہ خلفاء راشدین نے خمس کو اسی طرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی کو کچھ نہین دیا اور آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالی نے تمہارے واسطے لوگون کا غسالہ اور انکا میل یعنی زکوة کو مکروہ رکھا اور اسکے عوض مین خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہے زکوة کا اور زکوة کا مستحق نہین مگر محتاج تو اسی طرح خمس کا مستحق نہین مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے جو انکو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو انکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربی بیان ہے مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہے یا انکو غنی جانکر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہین اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد مین ہین اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد مین جب کفار قریش نے آپس مین عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹھین اور انسے کلام نہ کرین تاوقتیکہ وہ حضرت کو نہ دین قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوے یہان تک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی مین حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر مین یہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابوداود مین جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو مین اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی

فضیلت کے ہم منکر نہیں ہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے آپ کو نبی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہو کہ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو آپ نے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور اُنکی آپ کے
ساتھ ایک ہی طرح ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہوے کفر میں اور نہ اسلام میں بلادرہم اور وہ تو شی واحد ہیں اور اپنی انگلیوں کو آپ نے قینچی کیا
اُسمین حضرت نے اشارہ کیا اُنکی نصرت کا یعنی موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت میں جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اُسوقت نصرت قتال کی
نہ تھی کذا فی المنح والنہر والطحاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہی کہ خمس الخمس میں غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہیں اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہی چاہے
اُنکو دے چاہے نہ دے چاہے سب کو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں ومانقلہ
المصنف عن الحاوی من ان الفتوی علی الصرف الیہم ان ذکرہ صاحب القدسی لانّ ما فی الحاوی یفید ترجیح الصرف لاغنیائہم نظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحرالرائق سے یہ نقل کیا ہی کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہی وہ مفید ہی ترجیح صرف کا اغنیاء
ذوی القربی کیواسطے اسمین اعتراض کیا ہی نہرالفائق میں ہم حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہی کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء السبیل
میں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں بحرالرائق میں کہا کہ یہ اسکا مقتضی ہی کہ اغنیاء ذوالقربی کے دینے پر فتوی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے صاحب نہرالفائق نے لکھا کہ اسمین نظر ہی بلکہ اسمین
اُنکے دینے کی ترجیح ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی میں اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطاء خمس میں شروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہی کذا فی الدر
وذکرہ تعالی للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا مصارف خمس میں اُسکے نام سے برکت لینے کے واسطے ہی ابتداء کلام میں اسواسطے کہ
ہر چیز خدا کی مملوک ہی خمس کی کچھ خصوصیت نہیں ہم قرآن مجید میں ارشاد ہوا (واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل) یعنی معلوم کرو
کہ جو کچھ غنیمت میں حاصل کرو تو اُسکا پانچواں حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہی اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی اور ابن سبیل کے واسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے
آگاہ کردیا دفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہی کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہی اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہی وہ خدا ہی کا ہی اسمین ذکر
ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ میں صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق
بمشتق وہو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہوگیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہی
یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہی حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہوگیا آپ کی موت کے بعد صفی وہ ہی جسکو رسول علیہ الصلوۃ
والسلام اپنے واسطے پسند کرلیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ
کے واسطے ہی اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہوچکی وہ اُنپر حجت ہی در المنتقی میں کہا کہ ہر چند رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع نہیں چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہی
لیکن وصف رسالت میں آپ کا کوئی خلیفہ نہیں ہی سو واسطے کہ آپ کے بعد کوئی رسول نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہوگئی جیسا کسی
ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہوگیا بسبب منعدم ہونے اُسکی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس
ما اخذ لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاویگا اُس سے جو کہ وہ لوگ لائے
اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب میں نہ گیا اور کچھ مال لایا تو اسمین خمس نہیں اسواسطے کہ وہ چھپا مارنا اور بیجا اُچک لیا ہی
ہم خلاصہ یہ ہی کہ جسمین قہر اور غلبہ اور قوت ہی اسمین خمس ہی اور جسمین غلبہ نہیں یا شوکت جانے میں نہیں اُسمین خمس نہیں تو قوت کا ہونا صریح ہی اور امام کے اذن میں اسواسطے
قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اُسکی مددگاری کا التزام کیا تو یہ امر بحکم قوت ہو اور فی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس وتولنۃ لا اور منیہ میں ہی کہ اگر چار شخص دار الحرب
میں گئے اور کچھ مال لائے تو اُنسے خمس لیا جاوے گا اور اگر تین شخص گئے تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لہم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم
دار الحرب سے لاؤ گے میں اُسکا خمس نہ لونگا تو اگر غازی باقوت ہوں تو جائز نہیں اور اگر اُنکو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہی وندب للامام ان ینفل
وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ سماہ قتیلا لقربہ منہ اور امام کو مستحب ہی کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیب اور

لے یعنی امام کا یہ کہنا جائز نہیں ہی کہ خمس [illegible] لیا جاویگا اسلئے کہ [illegible] اور غنیمت کے حاصل ہونے سے ۱۲

چونکہ دلانے کے واسطے تو یون کہے کہ جو شخص قتل کرے گا کسی مقتول کو تو اُسکے واسطے اسباب ہے اُسکا زندہ کافر کو مقتول کہا بسبب اُسکے قریب ہونے کے قتل سے
ہم نفل بفتحتین لغت مین بمعنی زیادت ہے پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اسواسطے کہ اس امت پر اور حلال چیزون سے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتون پر غنیمت حلال
نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہے جسکو امام بعضے غازیون کے واسطے مخصوص کردے کذا فی المحیط اور انعام مین وقت قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل
قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہین او یقول من اخذ شیئا فهو له وقد یکون بدفع المال اذ ترغیب المال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو
لے گا وہ اُسی کی ہے اور کبھی تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسه واجب للامر به
واختیار الادعی للمقصود مندوب تو ترغیب فی نفسہ واجب ہے اُسکے امر کے سبب سے اور انعام مین اُسکا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز
ہو ولا ینافیه تعبیر القدوری بلا باس لانه لیس مطردا للمتارکة اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قاله المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب در استحباب تنفیل کے مخالف نہین
تعبیر کرنا قدوری کا لاباس کرکے اسواسطے کہ لفظ لاباس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہین بلکہ لاباس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسی واسطے
مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فله سلبه اذا قتل هو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اُسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو مارے گا
تو اُسکے واسطے اُسکا اسباب ہے جبکہ امام ہی قتل کرے بنا بر استحسان کے کہ قیاس مین اسواسطے جائز نہین کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور
استحسان مین اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہین تو در صورت عدم تخصیص سہمین تہمت نہین بخلاف ما لو قال من قتلتم او قال من قتلته انا فلی سلبه فلا یستحقه الا اذا عممه بعده ظہیریہ
بخلاف سابق یہ ہے اگر امام نے کہا کہ جو شخص تم سے مارے گا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اُسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اُسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اُسوقت مستحق
ہوگا جبکہ تعمیم کردے بعد اس تخصیص مذکور کے کذا فی الظہیریہ پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کرچکا اور دوسری صورت مین بسبب
تہمت کے مستحق نہوا ویستحقه مستحق سهم اورضخ کمن الذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو وذا التنفیل انما یکون فی مباح
القتل فلا یستحقه بقتل امراة ومجنون ونحوهما ممن لم یقاتل اور یہ یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی ہے تو اُسکا مستحق نہوگا عورت اور مجنون اور اُنکے
مانند کے قتل سے منجملہ اُن لوگون کے جنھون نے قتال نہین کیا وسماع القاتل مقالة الامام لیس بشرط فی استحقاقه ما نقله اذ لیس فی الوسع اسماع الکل اور سماعت قاتل
کی امام کے کلام کو شرط نہین اُسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور مین نہین یعنی اظہار وخطاب البتہ ہوسکتا ہے سو پایا گیا کذا فی المنح و
یعم کل قتال فی تلک السنة ما لم یرجعوا وان مات الوالی اوعزل ما لم یمنعه الثانی نہر اور تنفیل مذکور شامل ہے اُس سال کی ہر لڑائی کو جبتک غازی نہ پلٹ آوین اگرچہ
والی مرجاوے یا معزول ہو جبتک دوسرے والی نے اُسکو منع نہ کردیا ہو کذا فی النہر یہ اُسوقت ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہوئی ہو اور اگر عین حالت قتال مین
ہوئی ہو تو اُسی لڑائی تک مقید رہے گی کذا فی البحر وکذا یعم کل قتیل لانه نکرة فی سیاق الشرط فهو من اور اسی طرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے
شرط کے تحت مین اور وہ شرط لفظ من ہے یعنی من قتل قتیلا فله سلبه مین ہم حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضروری ہے اور سیاق شرط مین عام نہین ہوتا مگر
یمین مین علاوہ اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون مثالون مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی
بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف اس قول کے کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو مارے گا تو اُسکا اسباب تیرا ہے یعنی اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا
اور اُسنے دو کافرون کو مارا تو اُسکو اول مقتول کا اسباب ملے گا فقط اور اگر علی العموم اسطرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی مرد تم مین کسی قتیل کو مارے گا تو اُسکو
اُسکا اسباب ملے گا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہے کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس
فلک کذا لم یصح وان قطعت رؤس اولئک القتلی فلک کذا صح منیة اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر تو اُس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہے تو یہ صحیح نہین
اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے تو صحیح ہے کذا فی المنیہ قاضی نے کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہے تو وہ اجرت کا

مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی
نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضی خان متقدمین کے قول پر مبنی ہی کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہین **ولو نفل السریة ہی قطعة من الجیش من اربعة الی اربعمائة**
ماخوذة من السری وہو السیر لیلا در الربع مع العسکر دونہا فلہم النفل استحسانا ظہیریة اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپہ مارنے والون سے چوتھائی غنیمت
کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والون نے تو انکو یہ انعام ثابت ہی بنا بر استحسان کے کذا فی الظہیریہ سریہ عبارت ہی قطعہ لشکر سے یعنی چند
لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہی سرے سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر یہ باعتبار اصل وضع کے ہی تو اب استعمال مین اس مین ملحوظ نہین **وجاز التنفیل**
بالکل او بقدر منہ لسریة لا للعسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہی کل غنیمت سے یا اُسکے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر غرر مین مذکور ہی م درر مین وجہ فرق یون
مذکور ہی کہ مقصود تنفیل سے ترغیب و تحریض قتال ہی اور یہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہی اور
خمس کا بھی ابطال ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین بسبب بطلان اسہمین منصوصین کے اور یہ مسئلہ جو متن مین مذکور ہی کذا فی
حاشیة الحلبی ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لصنف واحد لکام اور امام تنفیل نہ کرے بعد پہونچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے
تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہی بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کیواسطے ہوتا تو محتاج مقاتل کیواسطے بطریق اولی
جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ **وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابة اخری** اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہی جو اُسکے ساتھ ہی یعنی اُسکی سواری اور کپڑے
اور ہتھیار اور اسی طرح وہ چیز جو اُسکی سواری پر ہی نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہی جسکو کوتل کہتے ہین م سلب بفتحتین بمعنی مسلوب ہی کذا فی القہستانی **والتنفیل**
حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہی باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے م
جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بعد تنفیل کے پاوے اُسمین خمس نہین اور وراثت اُسمین جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب مین مر جاوے اور یہ جو کہا
مالک ہونا تنفیل کا حکم نہین تو مطلب یہ ہی کہ ملک کامل نہین اور اگر ملک مطلق نہوتی تو اُسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا
ہی اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہی کذا فی الفتح **فلو قال الامام من اصاب جاریة فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ**
وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص تمرد استبرأہا لم تحل لہ اجماعا جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو
لونڈی کو پاوے تو وہ اُسی کی ہی پھر اُسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اُسکا استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اُسکو اُسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو
پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اُسکو وہ حلال نہین باجماع شیخین و محمد کے یہانتک کہ اُسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی
والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہی نہ فقط
قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اُسکو چاہے
تو ہم نے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا م حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہی کہ مراد قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہی تو علماء حنفیہ نے
اُسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نہ رہے حدیث اول مین حبیب بن مسلمہ سے خطاب ہی ہر چند یہ حدیث ضعیف
ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہی کذا فی الفتح **قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراة من الغزاة الان حیث**
وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمة شرعیة لکن فی سنة ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہة ابدا انتہی فلیحفظ
شارح کہتا ہی اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو سعود کے معروضات مین مرقوم ہی کہ کیا حلال ہی جماع اُن لونڈیون کا جو خرید کیجاتی ہین اب غازیون سے جب کہ
واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ مشروع تو جواب اُس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی

موجود نہین لیکن ۹۶۰ھ مین سلطان روم کی طرف سے تنفیل کلی واقع ہوگئی ہی سو بعد خمس دینے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تنفیل کلی سے یہ مراد ہی کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہی اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضون کے واسطے مراد نہین اور عنقریب مذکور ہوچکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی نہ لشکر کے واسطے جائز ہی نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہین اور بالفعل اہل روم کے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہیے ظاہر ایہ ہی کہ خمس نہین دیتے تو شبہہ موجود ہی علاوہ اسکے یہ جواب اسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہوچکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہوجاتی ہی تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولے جائز نہ ہوگی مگر اسوقت جب کہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہ باب ہی غلبہ کفار کے احکام مین بعضون کے بعضون پر یا ہمارے مالون پر حلبی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہی یون کہنا صواب تھا کہ بعضہم علی بعض اذا سبی کافر کافرا آخر بدار الحرب واخذ مالہ ملکہ لاستیلائہ علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب مین اور اسکا مال چھین لیا تو وہ مالک ہوگیا بسبب اسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر شرح ملتقی مین کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہی کہ احراز دار مالک شرط نہین تو اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہون اور رومیون کو ہند مین پکڑ لیجائین تو وہان کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب مین مباح ہین اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہی مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کر لے گئے کافر حربی ذمیون کو دار الاسلام سے تو انکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام مین آزاد ہین اور آزاد استیلاء سے مملوک نہین ہوتا اور ذمیونکے اموال شل اموال مسلمین کے انکے مملوک ہوجاتے ہین وملکنا ما نجدہ من ذلک ان غلبنا علیہم اعتبارا بسائر املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اس بندی کفار سے اگر ہم انپر غالب ہون باعتبار انکی باقی املاک کے یعنی اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین انپر غالب ہوے تو اس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیون کے اور اموال کے مالک ہوتے ہین ف فتاوی قاضیخان مین ہی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایت جائز نہین اور اگر مسلم دار الحرب مین جاکر حربی کا ولد مول لے اسمین اختلاف ہی امام سے ایک روایت یہ ہی کہ جائز ہی اور حسن کی روایت امام سے یہ ہی کہ یہ بیع باطل ہی اور یہی صحیح ہی پھر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی بموجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام مین نکال لایا اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہی لیکن جب اسنے بجبر نکالا تو اسکا مالک ہوگیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضون نے کہا کہ وہ حربی ہی اور بعضون نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہی تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہین تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہی اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہین اور صحیح قول یہ ہی کہ اگر اسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہوگا اور اگر اسکو بخوشی لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا لا للاستیلاء علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ بل لان العصمۃ من جملۃ الاحکام المشروعۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ صاحب المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہوگئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب مین لے گئے تو اسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلاء علی المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہ ہی کہ اشیا مین اصل توقف ہی اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہی بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہوگئے اسواسطے کہ عصمت یعنی وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہی اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین تو ہمارے اموال انکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اسکے ہوگئے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح مین کی ہی ہم اشباہ مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین یا اباحت ہی تا وقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر قائم ہو اور یہی مذہب ہی امام شافعی کا یا اصل تحریم ہی تا وقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیون نے اسکو امام اعظم کی طرف نسبت کیا ہی اور بدائع مین کہا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ افعال مین قبل شرع کے کچھ حکم نہین انتہی اور مصنف کی شرح منار مین ہی کہ

اصل اشیا مین اباحت ہی بعضے حنفیون کے نزدیک اُنھین مین کرخی ہی اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اہل سُنّت توقف ہی باین معنی کہ واقع مین اشیا کیواسطے اباحت
یا تحریم کا حکم ضرور ہی لیکن ہم اُسپر واقف نہین ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی طحطاوی نے کہا کہ شاید
صاحب ہدایہ یہان بعض اہل مذہب کی راے پر چلا ہو موافقت شافعی جب یہ ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کی طرف مناسب نتھا اور یہ جو
شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین یہ قول غیر صحیح ہی اور قول اصح یہ ہی کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ مین باعتبار اداء اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب
احکام شرعی کے نہوے تو اُنکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی تو اُنکے واسطے مباح ہوا تو اُسوقت مین قول بالاباحۃ کی طرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اُسی کا
قائل ہو گیا ویفترض علینا اتباعھم اور ہم پر فرض ہی اُنکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا کرنا اور اُنسے لڑنا اموال ہمارے لینے کیواسطے فرض ہی تاوقتیکہ وہ دار الاسلام مین ہین اور
جب دار الحرب مین چلے گئے تو فرض نہین بلکہ مستحب ہی اور اگر اولاد کو پکڑ لے گئے تو مطلقاً اُنکا پیچھا کرنا فرض ہی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا تقرر ملکہم اور اگر کفار مسلمان
ہو گئے تو اُنکی ملک ثابت ہو گئی یعنی کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب مین جا کر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اب صاحبان اموال اُنسے نہین لے سکتے کذا فی المنح
عن شرح الطحاوی وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوھا بدارھم اما قبلہ فھی لملاکہا مجاناً مطلقاً اور اگر ہم غالب ہوے اُنپر یعنی بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب لے گئے
اور قبل دار الحرب کے لیجانے کے تو اموال مذکورہ اُنکے مالکونکو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت اُنکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین
لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فھولہ مجاناً یعنی اگر ہم غالب ہون کافرونپر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو
درر مین محقق کیا ہی تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملے گا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعدھا فھولہ بالقیمۃ جبراً للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے
اُسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اُسکو بعوض قیمت کے ملیگا تابقدر ممکن دونون نقصان بھر جائین یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی زائل ہو گئی تو باین لحاظ اُسکے
لینے کا اُسکو حق ہی لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اُسکا ضرر ہی جسنے اُسکو اپنے حصہ مین پایا لہذا اس مال کو بہ قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی
ہی اور اسی کے موافق بحر الرائق مین حدیث منقول ہی ولو کان ملکہ مثلیاً فلا سبیل لہ علیہ بعدھا اذ اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلھا اخذہ مجاناً کما مرّ
اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اُسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہین اُسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اُسکو لیگا تو بعوض اُسکے مثل کے لیگا مثلاً گیہون
عوض گیہون کے لیگا تو اُسکی خرید مین کچھ فائدہ نہین اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اُسکو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ
منہم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اُس قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے اُنسے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور
اُسکو ہمارے دار الاسلام مین نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اُسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو اتھبہ منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے
لے اگر کفار سے اُسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے ولکن فی البحر اشتراہ بخمر او خنزیر لیس
لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو اشتراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدراً ووصفاً بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدراً او اردی وصفاً فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس
بربوا لانہ فداء لیکن بحر الرائق مین ہی خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اُسکے مالک کو اُسکا لینا باتفاق روایات جائز نہین اور
اسی طرح اگر اُسکو بعوض اُسکے مثل کے بوعدہ اداے قیمت خرید کیا یا بعوض اُس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف مین مبیع کے مثل ہی خواہ بعقد صحیح خرید کیا خواہ
بعقد فاسد تو جائز نہین بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اُسکا لینا جائز ہی اسواسطے
کہ یہ خرید مفید ہی اور یہ بیاج نہین اسلیے کہ یہ فدا ہی یعنی مثلی کی عدم مساوات یہان بیاج مین داخل نہین اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو یہ
فی الحقیقۃ فدا ہی نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان فقئت عینہ او قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او فداہ المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف
لا یقابلہا شئ منہ یعنی مالک کو جائز ہی کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اُسکے مملوک کی آنکھ پھوڑی گئی ہو یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اُسکے مشتری

تاجر نے اسکا خون بہا لیا ہو یا خود مشتری نے اسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اسکو کل قیمت سے لے اگرچہ ہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہیں ٹہرتی
والقول للمشتری فی مقداره ای الثمن بیمینه عند عدم البرہان لان البینة بینة ولو برہنا فبینة المالک ایضا خلافا للثانی نہر اور معتبر قول مشتری کا ہی قیمت کے مقدار
مین اسکے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہونے کے وقت اور اگر کوئی گواہ لادیگا تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہین اور اگر دونون گواہ
لادین تو مالک کے بھی گواہ اولے ہین بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ مین یون عبارت ہی فبینة المالک ایضا اولے اور یہی نسخہ اولے
ہی وان تکرر الاسر والشراء بان اسر ثانیا وشراه اخر اخذ المشتری الاول من الثانی بثمنه لورود الاسر علی ملکه فکان الاخذ له ثم یاخذ المالک القدیم
بالثمنین ان شاء لقیامه علیه بہما وقبل اخذ الاول ما یاخذه القدیم کیلا یضیع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ دوسری بار پھر غلام گرفتار
ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اسکی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک
پر تو اسیکو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اسکو دونون قیمتین دے کر لے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک
قدیم مشتری ثانی سے نہ لے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا لحریتہم من وجه فیاخذه مالکه مجانا لکن بعد القسمة تودی
قیمته من بیت المال اور کفار مالک نہین ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہو جانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح
سے تو اسکو اسکا مالک مفت لے بلا عوض لیکن بعد قسمت مین المسلمین اسکی قیمت بیت المال سے ادا کیجائے کم حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہوے کہ سبب مفید ملک
کا محل ملک مین ہوتا ہی یعنی مال مباح مین اور حر معصوم بنفسہ ہی اور اسی طرح مدبر وغیرہ مین من وجه حریت ثابت ہی اور اگر تاجر کافرون سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک
اسی سے بلا عوض لے کذا فی المنح ونملک علیہم جمیع ذلک بالغلبة لعدم العصمة اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہو کر انکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب بسبب کے مالک ہونگے
بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے ولو ند الیہم دابة ملکوہا لتحقق الاستیلاء اذ لا ید للعجماء اور اگر کافرون کی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اسکے
مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلاء کے دار الاسلام سے نکلتے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہین کہ دار الاسلام نکلنے کے وقت ظاہر ہوا اور
ملک کفار کا مانع ہو وان ابق الیہم قن مسلم فاخذوه قہرا لا خلافا لہما لظہور یده علی نفسه بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للملک اور اگر دار الاسلام سے کفار کی لونڈی
یا غلام یا مسلمان بھاگ نکلا اسواسطون نے اسکو زبردستی پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے
دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نرہا جبتک غلام دار الاسلام مین تھا تو اسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق
مولے کے تصرف کے تا مولی اسکے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے مولے کا تصرف اسپر سے زائل ہو گیا تو اسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم
بنفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نرہا جب کفار کی ملک اسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اسکو مفت لے گا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے
اسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو
بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق امام و صاحبین کے مالک نہونگے بخلاف ما اذا ابق الیہم بعد ارتداده فاخذوه ملکوه اتفاقا بخلاف اسکے جبکہ غلام انکی طرف بھاگ
جاویگا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اسکو پکڑین تو بالاتفاق مالک ہونگے ولو ابق ومعه فرس او متاع فاشتری رجل ذلک کله منہم اخذ المالک
العبد مجانا لما مر انہم لا یملکونه واخذه غیره بالثمن لانہم ملکوه اور اگر غلام دار الحرب مین بھاگ گیا اور اسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہی پھر ایک مرد نے یہ سب
انسے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے
کہ کفار اسکے مالک ہو چکے وعتق عبد مسلم او ذمی لانه یجبر علی بیعه ایضا زیلعی شراه مستامن ہہنا وادخله دارہم اقامة لتباین الدارین مقام الاعتاق
کما لو استولوا علیه وادخلوه دارہم فابق منہم الینا اور آزاد ہوگا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی

وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دار الاسلام مین خرید کیا اور دار الحرب مین داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اس صورت
مین آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہون غلام پر دار الاسلام مین اور اسکو دار الحرب مین داخل کرین پھر وہ وہان سے ہماری طرف دار الاسلام مین بھاگ آوے ہم امام کے نزدیک غلام
دار الحرب مین داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوتا ہے مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے سلہذا شرط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو شراہ حربی
لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استردادہ مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اُسکے حق استرداد کے مانع کے
سبب سے کذا فی النہر مطحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین لو شراہ کے مقام مین لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہر الفائق کی طرف رجوع کیا
تو طحطاوی کے موافق پایا چنانچہ اُسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لہم اسلم ثمہ فجاء الینا او الی دارنا او الی عسکرنا ثمہ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرض علی البیع وان لم یقبل
المشتری بحر چنانچہ حربیون کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دار الاسلام مین آیا یا اُس لشکر اسلام مین آیا جو دار الحرب
مین وارد ہے یا اُسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دار الحرب مین خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اُسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہرنا علیہم ففی
ہذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی درر یا ہم اہل اسلام غالب ہوے حربیون پر تو ان نو صورتون مین غلام مذکور آزاد ہوجائیگا
بدون آزاد کرنے کے اور کسی کو حق ولا اُسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر نو صورتین مستامن کی خرید سے آخر تک مین طلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتین
مین اسطرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہین یا اُسنے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسی طرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر د
فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ رح لانہ معتق ببیانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی مین ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا کہ اُسکا
ہاتھ پکڑکے کہ تو آزاد ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اُسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اسکے ہاتھ پکڑنے سے یعنی بمجرد زوال ملک استیلاء جدید
سے اُسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اُسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب مین واللہ تعالے اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام مین اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہین ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا
ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کے ملک مین پناہ لیکر جائے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دار الحرب مین اہل حرب سے
امان لیکر جائے یا کافر حربی دار الاسلام مین اہل اسلام سے پناہ لیکر آئے دونون کو مستامن کہتے ہین دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشیٔ من دم ومال وفرج
منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہو مسلم دار الحرب مین امان لے کر تو اُسپر حرام ہے کافرون کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام
اپنی شرطون کے نزدیک قائم رہنے ہین یعنی مستامن کو حربیون کا خون کرنا یا اُنکا مال ناحق لینا یا اُنکی عورتون سے قربت کرنا جائز نہین حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا
حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام مین کوئی چیز نکال لایا تو اُسکا مالک ہوگا بملک حرام بسبب دغابازی
کے تو اُسکا خیرات کردے بنابر وجوب کے ہم مالک اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق
ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اُسکی وطی حلال نہین اگرچہ اسکو دار الاسلام مین محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کو مستامن سے خرید کرے
اُسکو بھی وطی حلال نہین بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک مین دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اُسکا
مالک ہوا ہے بملک محظور اسواسطے کہ خانیہ مین ہے کہ حرمت اموال مین متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق مین اسواسطے کہ مورث کا مال وارث
کو حلال ہے اگرچہ وارث اُسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ مین حلت مال مورث مین یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو تب اسکو مال
مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت مین لیا ہے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی

عن الحموی قید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیئا ردہ علیہم وجوبا مصنف نے ملک میں اخراج کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دار الحرب میں کافرون کی کوئی چیز غصب کریگا تو انکو پھیر دے
بنابر وجوب کے تا وقتیکہ وہ دار الحرب میں ہے اور یہی حکم ہے چوری اور غارتگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف
اس مسلم کے جو دار الحرب میں گرفتار اور مقید ہے تو اسکو انکی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہین تو وہ متلصص کے
مانند ہے یعنی جو دار الحرب میں چھپکر جائے فانہ یجوز لہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لایباح الا بالملک لسلم مقید کو جائز ہے حربیون کا مال لینا اور جان کا قتل
کرنا سواے استباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ جزئیات کا اجماع حلال نہین مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے
الا اذا وجد امراتہ المأسورۃ او ام ولدہ او مدبرتہ لانہم ما ملکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہین مگر اسوقت حلال ہے جبکہ اسنے دار الحرب
مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اسواسطے کہ کفار انکے مالک نہین ہوے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے انکی مملوک ہو جاتی ہے تو اسکی وطی بھی حلال نہین
ولم یطاہن اہل الحرب اذ لو وطئوہن تجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اسوقت حلال ہین جبکہ انسے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اسواسطے کہ اگر انہون نے انسے وطی
کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہہ ملک کے فان ادانہ حربی دینا ببیع او قرض او بالعکس او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشئی لانہ ما التزم حکم
الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اسکے بالعکس ہو یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک
نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم نہ کرینگے اسواسطے کہ حربی
مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ زمان آیندہ مین التزام کیا اداینت مین تو اسواسطے حکم نہوگا کہ اداینت دار الحرب مین واقع ہوئی وہان
حکومت اسلام جاری نہین جو قاضی اسمین کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہین اسواسطے کہ اسنے زمان گذشتہ مین التزام احکام نہین کیا بلکہ آیندہ
مین کیا ہے اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار الحرب غلبہ اور قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا شیخ نعقار مین ہے کہ دین سے یہان علم ادی
جو خرید فروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت مین قرض کو دین نہین کہتے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی
یہی حکم ہے ویفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال وبرد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین
محقق نے اتنا زیادہ کیا ہے اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے دیانۃ اسواسطے فتوی ہوگا کہ عدم اداے دین دغا بازی ہے یعنی قاضی جبر
حکم نہ کریگا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الاداینۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے ان دو حربیون مین
جنھون نے وہ کیا ہے یعنی اداینت اور غصب دار الحرب مین کیا پھر دار الاسلام مین داخل ہوکر مستامن ہوے بنظر اس دلیل کے جسکو ہم نے بیان کیا ہے یعنی دونون مین قاضی اسلام
کچھ حکم نہ کریگا اسواسطے کہ انھون نے التزام احکام اسلام استقبال مین کیا ہے نہ ماضی مین خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ وقال الحربی کنت مستامنا فالقول
للحربی الا اذا قامت قرینۃ لکونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر پھر حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی
نے کہا کہ مین مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اسکی گرفتاری پر چنانچہ اسکی مشکین بندھی ہونا یا اسکے
گلے مین طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین وتحاکما قضی بینہما بالدین لو قوعہ صحیحا للتراضی واما الغصب
فلا لما مر انہ ملکہ اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور انھون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کی طرف تو ان دونون مین اداے دین کا حکم کیا جا دیگا بحیثیت
واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب مین غصب کرنے سے غاصب مالک ہو جاتا ہے
اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطا تجب الدیۃ لسقوط القود تہمۃ کالحد فی مالہ فیہما لتعذر الصیانۃ علی العاقلۃ
مع تباین الدارین دو مسلمان مستامنون مین سے ایکنے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوک کر تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط ہونے قصاص کے

وہان یعنی دار الحرب مین مانند عمد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے
یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہی تو اس سبب سے کہ انھون نے بچانے مین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت
دلائی جائیگی والکفارة ایضا فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب یا دار الاسلام کے
ارشاد ہوا ہی کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثون کو وفی قتل احد الاسیرین الآخر کفر فقط کما مر بلا دیة فی الخطاء اور
دو قیدی مسلمان مین سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے مین فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین مذکور ہوگی ولاشئی
فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومة لا المؤثمة فلذا یکفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلا نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری
کے اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اسکی عصمت مقومہ نہ عصمت موثمہ تو اسی واسطے قتل خطا مین کفارہ دے نہ عمد مین عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے
والی وہ ہی جو موجب مال ہو توض کے نزدیک اور عصمت موثمہ وہ ہی جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا او من اسلم ثمہ ولو ورثتہ المسلمون
ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے مین قیدی مسلم کو یا اسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود
ہون دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اس طرح پر کہ جو
ہتک عصمت کرے تو اسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہی نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامہ نوح

فصل فی استیمان الکافر

یہ فصل ہی کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لا یمکن حربی مستامن فینا سنة لئلا یصیر عینا لہم وعونا
علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنی دار الاسلام مین ایکسال تاکافرون کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو انکا مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا دار الاسلام مین
جائز نہین مگر باسترقاق یا جزیہ تاکافرون کا جاسوس نہ بنے اور مسلمین کے اضرار مین انکا مددگار نہو مگر کچھ مدت انکو رہنے دینا البتہ جائز ہی اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے
مین سد باب تجارت ہی لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایکسال کو قرار دیا کہ اس مدت مین جزیہ واجب ہوتا ہی کذا فی المنح وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنة
قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین درر لکن ینبغی ان لا یلحقہم ضرر بتقصیر المدة جدا فتح وضعنا علیک الجزیة اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کی طرف
سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایکسال رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایکسال رہنے کی قید اتفاقی ہی بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی
الدرر لیکن لائق یون ہی کہ انکو ضرر نہ پہونچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی
اجازت دی تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اسپر لازم آویگا فان مکث سنة بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ ذمیا فلو اقام
سنة او سنتین قبل القول فلیس بذمی بہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول الاوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام مین سال بھر بعد قول امام کے
ٹھہرے تو وہ ذمی ہی ظاہر عبارت متون یہ ہی کہ امام کا یہ قول اسکے ذمی ہونے کی شرط ہی تو اگر حربی ایکسال یا دو سال دار الاسلام مین ٹھہرے گا قول امام سے پہلے
تو وہ ذمی نہین اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہی درر مین فتح القدیر مین کہا
کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہی ولا جزیة علیہ فی اول الحول الا اذا شرط اخذہا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اس سے شرط کر لینے مین
سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم آوے گا تب تو لینا درست ہی والا نہین اسواسطے کہ وہ دوسرے سال
مین ذمی ہوا ہی نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہین اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیا یجری
القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمة خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جبکہ حربی ذمی ہوگیا تو قصاص جاری ہوگا اسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اسکی

شراب اور سور کی قیمت کا ضمان دیگا جبکہ مسلم اسکو تلف کر ڈالے گا وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ خطاءً اور مسلمان پر خونبہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے اُسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور اُسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لومات المستامن فی دارنا ورثتہ ثمہ وقف مالہ لھم ویاخذ ورثتہ ببینتہ ولو من اہل الذمۃ فیکفیل ولایقبل کتاب ملکھم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام میں مر گیا اور اُسکے وارث دار الحرب میں ہیں تو اُسکا مال اُنکے واسطے رکھ چھوڑا جاویگا اور اُسکے وارث مال کو گواہ لا کر پاوینگے اور اگرچہ اُنکے وارث کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن لیکر اُنکو مال ملے گا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول ولو لتجارۃ او لقضاء حاجۃ کما یفیدہ الاطلاق نہر منع لان عقد الذمۃ لاینقض ومفادہ منع الذمی ایضاً اور جبکہ کافر مستامن دار الحرب کی طرف پھر جانے کا ارادہ کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کیواسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسی کو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے روکا جائیگا کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونے کے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزم بہ فاخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اُسپر خراج زمین کا مقرر کیا جائے اسطرح پر کہ خراج اُسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائیگا اُسکے وقت آنے کے نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جانے میں یعنی جب مستامن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اُسپر خراج لازم آیا تو وہ اُس سے ذمی ہو گیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب میں نہ جانے پاویگا او صار لہا ای المستامنۃ الکتابیۃ زوج مسلم او ذمی لتبعیتہا وان لم یدخل بہا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہو گیا یعنی دار الاسلام میں اُسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کیواسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقہا بالعکس اُسکے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اُسکی طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں جا سکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نکحہا ہنا فطالبتہ بمہرہا فلہا منعہ من الرجوع تاتارخانیہ اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دار الاسلام میں نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اُسکو اُسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیۃ فلو لم یف حتی مضی الحول ینبغی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من الدرر سو اگر مستامن نے مہر نہ دیا یہانتک کہ ایکسال گذر گیا تو اُسکا ذمی ہو جانا سزاوار ہے بنابر اُس روایت کے کہ جو درر سے مذکور ہو چکی یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بروایت درر ومنہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہو گیا اُس دین کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا روکنا دار الحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادائے دین نکرے گا تو ذمی ہو جائیگا فان رجع المستامن الیہم ولو لغیر دارہم حل دمہ لبطلان امانہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں کی طرف اگرچہ دوسرے دار الحرب میں گیا ہو تو اُسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہو جانے اُسکی امان کے تو وہ حربی ہو گیا فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظہر بالبناء للمجہول بمعنی غلب علیہم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ وسلمہ وما غصب منہ واجرۃ عین اجرہا لسبق یدہ پھر اگر مستامن دار الحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون فتح ہونے دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُسکو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُسکا دین اور بیع سلم کا راس المال اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ اُس ذات کا جسکو اُسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہو گیا بسبب مقدم ہونے قبضۂ امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات ید بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل دائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے ید سے اسبق ہے تو اُسی کو مخصوص ہوگا لہذا دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعتہ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی بیتہ فی دارنا فیئا اور مال اُسکا چنانچہ اُسکی امانت اور جو مال کہ اُسکے شریک

یا مضارب کے پاس ہی اور جو اُسکے گھر مین ہی دار الاسلام کے اندر غنیمت ہوجاویگا یعنی اسواسطے کہ مال مذکور اُسکے قبضے مین ہی تقدیرا کیونکہ امانت دار وغیرہ کا قبضہ
قائم مقام صاحب امانت کے ہی تو امانت وغیرہ غنیمت ہوجاویگی اُسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرهن ورجح فی النهر انه للمرتهن بدينه اور اختلاف روایت ہی اُسکے
رہن مین اور نہر الفائق مین ترجیح دی ہی کہ مرتہن ہی کیواسطے ہی بعوض اُسکے دین کے ہم یہ قول ہی ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اُس سے مرتہن کا دین ادا
کیا جاوے اور جو زیادہ ہو وہ ادائے دین سے وہ غنیمت ہی مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہی اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفی السراج
لو بعث من یاخذ الودیعة والقرض یجب التسلیم الیه انتهی اور سراج مین ہی کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کے واسطے بھیجا تو اُسکو امانت اور قرض
کا سپرد کرنا واجب ہی انتهی کلامه یعنی اسواسطے کہ اُسکا مال غنیمت نہین ہوا مگر اُسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہین وعلیه فیوفی منه دینه هنا ولو صارت ودیعته فیئا
اور بنابر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اُسکے مال سے دین اُسکا جو اُسنے دار الاسلام مین مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگرچہ اُسکی ودیعت غنیمت ہوگئی طحطاوی نے
کہا یہ بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبة علیهم فدینه وقرضه وودیعته لورثته لان نفسه لم تصر مغنومة فکذا ماله کما لو ظهر علیه فهرب
فماله له اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مرگیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دار الحرب پر تو اُسکا دین اور قرض اور امانت
اُسکے وارثون کے واسطے ہی اسواسطے کہ ذات اُسکی مغنوم نہین ہوئی تو اسی طرح اُسکا مال بھی غنیمت نہین ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اُسکا مال اسی کے واسطے
ہی کیونکہ اُسکی گرفتاری اُسکے بھاگ جانے سے باطل ہوگئی ہم خلاصہ یہ ہی کہ یہان پانچ صورتین ہین تین صورتون مین تو اُسکا دین ساقط ہی اور اُسکی امانت غنیمت ہی ۱-
دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے گرفتار کرنے سے ۲- دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے قتل کرنے سے ۳- بدون غلبہ دار الحرب اُسکی گرفتاری سے اور دو صورتون مین
اُسکا مال غنیمت نہین بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہی تو آپ لے نہین تو اُسکے وارث لینگے ۱- اُسکے گرفتار ہونے سے پھر بھاگ جانے سے ۲- اُسکے مقتول ہونے
سے بدون مغلوبی دار الحرب کے یا اُسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ههنا له ثمه عرس واولاد وودیعة مع معصوم وغیره فاسلم ههنا او صار ذمیا ثم ظهرنا علیهم فکله
فیٔ لعدم یده ولایة ولو سبی طفله الینا فهو مسلم ایک حربی یہان دار الاسلام مین ہی جسکی وہان دار الحرب مین جورو اور اولاد اور امانت ہی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ
پھر وہ یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوے تو اُسکی زوجہ اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہی بسبب نہونے اُسکے
قبضے اور ولایت کے اور اگر اُسکا طفل دار الاسلام مین گرفتار ہوآیا تو وہ مملوک مسلم ہی ہم طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونون ایک ملک
مین مجتمع ہوے بخلاف اُن اطفال کے جو دار الحرب مین ہین کہ وہ اسلام مین تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمه فجاء ههنا فظهرنا علیهم
فطفله حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر یہان دار الاسلام مین آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اُسکا طفل صغیر حر مسلم ہی اپنے باپ
کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونون دار الحرب مین واقع تھے کذا فی المنح وودیعته مع معصوم له لان یده کیده محترمة
اور امانت اُسکی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کیواسطے ہی اسواسطے کہ قبضہ امانت دار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہی یعنی بسبب اسلام کے وغیرہ فیٔ ولو
غصبها مسلم لعدم النیابة فتح اور سواے امانت کے اور مال اُسکا غنیمت ہی اگرچہ اُسکی کسی چیز کو مسلم نے اُس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اسواسطے
کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہین جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیة مسلم لا ولی له اصلا اور امام کے واسطے اُس مسلمان کی دیت کے لینے کا
حق ہی جسکا کوئی ولی وارث نہین ہر گز مقصود یہ ہی کہ اُسکا خون بہا لے کر بیت المال مین رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہی ولهذا الکفارة مذکور نہ کیا اسواسطے کہ جنایات
مین مذکور ہوگا ودیة مستامن اسلم ههنا من عاقلة قاتله خطاء لقتله نفسا معصوما اور امام کو اُس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہی جو یہان دار الاسلام مین
مسلمان ہوا اور اُسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا مین بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن ولی دار الحرب مین کالعدم ہی لہذا
امام اُسکا خون بہا لے گا اسواسطے کہ امام اُسکا ولی ہی جسکا کوئی ولی نہین وفی العمد له القتل قصاصا او الدیة صلحا لا العفو نظرا لحق العامة اور لاوارث

مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد مین امام کو قاتل کا قتل جائز ہی بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال مین داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کردینے مین انکی حق تلفی ہی **حربی او مرتد او من وجب علیہ القود التجا بالحرم لا یقتل بل یحبس عنہ الغذاء لیخرج فیقتل لان من دخلہ فہو امن بالنص وسیجی فی الجنایات** حربی یا مرتد یا جسپر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم مین تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اسکا کھانا روکا جائے یعنی اسکو کوئی کھانا پینا مطلقا نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہوکر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اسواسطے کہ جو شخص حرم مین داخل ہوا وہ امن مین ہوگیا موجب نص قرآنی کے (ومن دخلہ کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات مین آویگا **لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اہل الشرک وباتصالہا بدار الحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ** دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے ۱- اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے ۲- اور اسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ۳- اور اس سے کہ وہان مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے ہم اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہین یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہون اور حکم اسلام وہان نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہی کہ دونون کے درمیان مین بلاد اسلام کا کوئی شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہی جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی جہت سے اور اس مسئلہ کی تین صورتین ہین یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہو جائین یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہوکر احکام کفر جاری کرین یا اہل ذمہ عہد توڑ کر اپنے ملک پر غالب ہو جائین تو ان صورتون مین وہ ملک دار الحرب نہوگا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مگر شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہی یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہی کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہان حدود اور قصاص نہ جاری ہوگا اور اسیر مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا حلال ہی سوائے حلت فروج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہو جائینگے جب دار الحرب دار الاسلام ہو جائیگا **و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا کجمعۃ وعید وان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام** درر وہذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانہ ترکہ لمجی بعضہ ووضوح باقیہ اور دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہی احکام اسلام کے جاری کرنے سے اسمین چنانچہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہان کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی سو گویا مصنف نے اسکو شرح مین ترک کردیا بسبب آنے بعضے مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حربی کا حرم مین کتاب الجنایات مین آویگا اور باقی مضمون واضح ہی طحطاوی نے کہا اسکے واضح ہونے مین بحث ہی ہم شرح ملتقی مین شرنبلالیہ سے منقول ہی کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریائے شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام ہی یا دار الحرب جواب دیا کہ وہ کسی مین داخل نہین کہ وہان کسی کا قہر اور حکومت نہین طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب مین مذکور کر چکے ہین کہ دریائے شور دار الحرب مین داخل ہی اور شیخ الاسلام ابو سعید کے حاشیہ مین بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہی شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم مین ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اسکی بحث ہی تو نص مقدم ہی اسیر اور استروشنی نے اپنی فصول مین ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا جبتک وہ سب امور باطل نہو جائین جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہی اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط مین اسی طرح مذکور کیا ہی اور امام ناظر الدین نے منشور مین ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہی جبتک تو کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہے گی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاوے گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط مین مذکور ہی کہ جو بلاد کفار کے ہاتھ مین ہین بلاشک وہ بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہین اور اسواسطے کہ کفار نے انمین احکام کفر کے بھی جاری نہین کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہین اور جس شہر مین انکی طرف سے حاکم مسلمان ہی تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہی بسبب استیلا مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا یہ مواعدۃ ہی یا مخادعہ اور جن شہرون پر کفار حاکم ہین تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہی اور آپس کی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہی اور اہل اسلام کو واجب ہی کہ کفار سے درخواست کرین کہ ہمپر مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیہ

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام میں جب مصنف نے اسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہے تو اسکے بعد وظائف مالیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونے کے بعد لازم آتی ہے یعنی ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات مین کثرت تھی لہذا انکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسی مین گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت مین عبارت ہے واحد من العشرۃ یعنی دسوان حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیداوار سے خارج ہوا اور جسکو بادشاہ وظیفہ ارض اور اس سے وہ مسمی بخراج ہے پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی المنح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اسکے مستحقین پر صرف کرے ورالا اسکا وبال اسکی گردن پر ہے اور اگر عشر و خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اسکو حلال جان کرے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنی ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور اہل استحقاق کو محروم کر کے اسکو بیہودہ اپنے عیش اور آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی **ارض العرب** وہی من حد الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن **وما اسلم اہلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ** ایضا باجماع الصحابۃ **عشریۃ** لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے انتہاے یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسوان حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہے کرخی نے کہا عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ مکہ تہامہ مین داخل ہے تہامہ بکسر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنی ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہے عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقیت جائز نہین ویسے ہی انکے ملک سے خراج درست نہین کذا بستان مسلم اور کرمہ کان دارہ در رو در فی باب لعاشر شی من ہذا و حررناہ فی شرح الملتقی اور اسی طرح مسلمان کا باغ اور انگور اسکا جہان اسکا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدرر اور باب العاشر مین اسکا بیان بیان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی مین جو شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اسمین خراج ہے مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اسمین خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اسکو گاہے خراج کے پانی سے سینچا اور گاہے عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا **وسواد قری العراق** وحدہ من العذیب بالضم فالفتح قریۃ من قری الکوفۃ **الی عقبۃ حلوان** بن عمران بضم فسکون قریۃ بین بغداد وہمدان **عرضا** اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بضم عین مہملہ وفتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا وسکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان ہم نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین انکو سواد کہا بسبب انکے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اس چشمے کے کنارے پر گانون آباد ہو جسسے بعذیب تو دونون قولون مین اختلاف نہ رہا **ومن العلث** بفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصنف عن المغرب **الی عبادان** بالتشدید حصن صغیر بشط البحر وفی المثل لیس وراء عبادان قریۃ مستصفی **طولا** اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول مین علث بفتح عین مہملہ وسکون لام پھر ثاے مثلثہ قریہ ہے دجلہ کے مشرق کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعضون نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی

منہ ۱۲

۲

ہے ہی مصنف نے مغرب سے اپنی شرح مین نقل کیا کہ غلط ہی عبادان بتشدید ثانی قلعہ صغیرہ ہی دریاے شور کے کنارے پر مثل مین وارد ہی عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین
یعنی بلکہ دریا ہی کذا فی المستصفی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہی دریاے فارس پر متصل بصرہ و بالایام اثنان و عشرون یوما و نصف
و عرضہ عشرۃ ایام سراج اور طول عراق کا باعتبار ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہی اور عرض اُسکا دس دن کی راہ ہی کذا فی السراج م بحر الرائق مین شرح ذخیرہ سے
منقول ہی کہ سواد عراق کا طول ایک سو ساٹھ فرسنگ کا ہی اور عراق اسی فرسنگ کا اور مساحت اسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہی کذا فی المنح **وما فتح عنوۃ** ولم یقسم
بین جیشنا الا مکۃ سوا **اقر اہلہ علیہ او نقل الیہ** کفار آخر او فتح صلحا خراجیۃ لانہ الیق بالکافر اور جو ملک کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سواے
مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اُس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اُس ملک کی طرف اور کفار بلاکر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہی اسواسطے کہ
خراج کافر سے مناسب تر ہی م سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہی نقل روایت کی اسمین حاجت نہین
اور اسی طرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اسواسطے مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہی اور اسمین تغلیظ ہی ولہذا خراج بجبر لیا جاتا ہی
اگرچہ کافر نے اسمین زراعت نہ کی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہی بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق ہی تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین اور ہرچند مکہ معظمہ
بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہی نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نہ لیا اور شاید کہ وجہ عدم خراج یہ ہو کہ وہان زراعت
نہین ہوتی واللہ اعلم **وارض سواد مملوکۃ** لاہلہا یجوز بیعہم لہا وتصرفہم فیہا ہدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک
ہی وہان کے لوگون کی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہی کذا فی الہدایۃ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر
وقف ہی تو وہان کے لوگون کی بیع اُنکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح م اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہی جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے یا جو ملک
بصلح فتح ہوا اور اُنکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اُنکو جائز ہی اور وراثت اسمین جاری ہی یہانتک کہ کوئی شخص اُنمین سے باقی
نرہے تب اُسکی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو گی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے شرعاً مالک ہین
اُنکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہی اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر **ویجب الخراج فی ارض الوقف** الا المشتراۃ من بیت المال
اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیۃ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی اور خراج واجب ہی وقف کی زمین مین مگر اُس وقفی زمین مین
خراج نہین جو بیت المال سے خرید ہوئی جبکہ اُسکو وقف کیا اُسکے مشتری نے تو نہ اسمین عشر ہی نہ خراج کذا فی الشرنبلالیۃ ناقلا عن البحر اور اسی طرح اُسمین عشر اور خراج
نہین اگر مشتری نے اُسکو وقف نکیا چنانچہ مین نے اُسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہی م بیت المال کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب
مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ **والصبی والمجنون** لو کانت الارض خراجیۃ **والعشر** لو عشریۃ درر ومن
الزکوۃ اور خراج واجب ہی وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہی اگر وہ عشری ہو کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ مین
مذکور ہو چکا وقالوا ارض الشام والمصر خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین م ہدایہ مین ہی کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جبکہ
اُسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسی طرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی الفتح الماخوذ الآن من اراضی مصر اجرۃ لا خراج
الا تری انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی ہذا فلا یصح بیع الامام ولا شراہ من وکیل بیت المال
شیئا منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر او غبن فی العقار الضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجیء فی باب الوصی جواز
بیع عقار الصبی فی سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہی کہ جو اب حاصل ہوتا ہی مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہی نہ خراج تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت
کرنے والون کی مملوک نہین گویا عدم مملوکیت اسکی بسبب مر جانے اُسکے مالکون کے ہی اندک اندک بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہو گئی اور بموجب اسکے

تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو اُسمین سے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے مملوک مین یتیم کے ولی کے
مانند ہی تو اُسکی بیع اور شرا جائز نہین مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا ہی یا زمین کی خرید مین رغبت زیادہ ہوگئی ہو اُسکی دونی قیمت ہوجانے سے
تو اُسکی بیع جائز ہی بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہی مین کہتا ہون باب الوصی مین آویگا اراضی صغیر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہی
جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی مین کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہان ایک تیسری قسم کی زمین ہی جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہین
یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہی جسکے مالک مر گئے بلا وارث اور اُسکی ملکیت بیت المال کی طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک مین
تا قیامت باقی رکھا گیا اور اس ارضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہی کہ سلطان کو جائز ہی کہ وہ اراضی زراعت کرنے والون کو دے دو طریق پر یا مزارعین کے مالکون کو
قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین انکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُنسے حاصل ہو وہ خراج ہی امام کے حق مین پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہی اور اگر بعض
خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہی اور مزارعین کے حق مین تو فقط اجرت ہی نہ عشر نہ خراج انتہی ما فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا بعض خارج سے جائز نہین کیونکہ اجارہ
فاسدہ ہی بسبب جہالت کے اُسکا جواب یہ ہی جو مذکور ہو چکا کہ حاصلات امام کے حق مین خراج ہی اور مزارعین کے حق مین اجرت بضرورت عدم صحت خراج حقیقۃ وحکما بموجب اراضی
مذکورہ دو طرح پر مزارعین کو دی تو اُس اراضی مین اُنکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہین اور وراثت اُسمین جاری نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا و افتی مفتی دمشق فضل اللہ الرضی
بان غالب ارضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا فالت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللہ رضی نے کہ اکثر ہماری اراضی
سلطانی ہی بسبب ہلاک ہوجانے اُنکے مالکون کے تو وہ بیت المال کی طرف راجع ہوئین سوا اپنے کاشتکارون کے ہاتھ مین عاریت کے مانند ہین انتہی وفی النہر عن الواقعات
لو اراد السلطان شراہا بالنفسیہ امر غیرہ ببیعہا ثم تشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق مین واقعات سے منقول ہی کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے
تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلا وکیل بیت المال کو امر کرے اُسکے بیچ ڈالنے کا پھر اُسکو اُسکے مشتری سے خرید کرے اپنے واسطے انتہی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہی
قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہین مگر یہ کہ اُسکو اُس حالت پر محمول کیجیے جب مسلمین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے واذا لم یعرف
الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ وانہ لاخراج علی اراضیہا اور جبکہ حال معلوم نہو
بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شرا مجوز بیع شرعا حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہی اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہوگئی صحت وقف اُس
زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہین اور یہ کہ اُس اراضی موقوفہ پر خراج نہین ہم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو اُنکے بموجب
عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو حموی نے توہم کیا ہی کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہی سو غیر صحیح ہی وموات احیاہ ذمی باذن الامام او رضخ لہ کما مر خراجی
اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اُسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہو چکا وہ خراجی ہی ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ما قارب الشیٔ
یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اُسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شی کے قریب ہوتا ہی اُسکو اُسی کا حکم دیا جاتا ہی ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہی تو وہ
بھی خراجی ہی اور اگر عشری کے نزدیک ہی تو عشری ہی اور یہ مذہب ہی ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان مین صاحب خانہ منتفع ہوتا ہی اگرچہ
وہ اُسکی ملک مین نہو یعنی اُسکو بسبب قرب کے وہان مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہی کذا فی المنح وکل منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی
بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر اذ الکافر لا یتبدا بالعشر اور دونون قسمین یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی
سے سینچی جاوے تو اُس سے عشر لیا جائے گا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اُس سے خراج ہی لیا جاوے گا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر
لینے مین ابتدا نہین کیجاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاے خراج کے پانی سے تو اُس سے
خراج لیا جائے گا اسواسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہوتی ہی ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنے افتادہ زمین مین جاری

ہے والا تقسیم اراضی کی باعتبار اُسکی ذات کے عشری اور خراجی کی طرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروع کو قبل پہنچنے پانی کے عشری اور خراجی کر موصوف نہیں کر سکتے اور مصنف نے یہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرب کو معتبر کہا موجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہے پھر پانی کو مذکور کیا موجب قول محمد کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی

وھو ای الخراج نوعان خراج مقاسمۃ ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوہ وخراج وظیفۃ ان کان الواجب شیئا فی الذمۃ یتعلق بالتمکن من الانتفاع بالارض اور وہ یعنی خراج دو قسم پر ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچواں حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کوئی چیز معین ہو ذمہ پر جو متعلق ہے بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے ہم اہل ہند خراج کو محصول اور لگان کہتے ہیں اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمعی بولتے ہیں خراج مقاسمہ خارج یعنی کھیت کی پیدائش سے متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہانتک کہ اگر زراعت کھیت نہ ہو ویگا اسپر کچھ دینا واجب نہو گا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہے لیکن مصرف اسکا خراج ہے کذا فی شرح الملتقی

کما وضع عمر رضی اللہ عنہ علی السواد لکل جریب ھو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسری سبع قبضات وقیل المعتبر فی کل بلدۃ عرفہم ودوف معر التقدیر بالقفدان فتح علی الاول والمعول بحر چنانچہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب پر کیونکہ جریب عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھ گز طول اور ساٹھ گز عرض کسری کے گز سے جو سات قبضے کا گز ہے اور بعضوں نے کہا جریب میں ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قابل صاحب کافی حافظ الدین اور صاحب محیط ہے اور قول اول اسواسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو خراج میں تو لازم آتا ہے اتحاد خراج کا باوجود اختلاف مقادیر کے ہندوستان میں مساحت زمین کی بیگھے کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگھہ ساٹھ گز قطعی طول میں اور اسی قدر عرض میں ہوتا ہے اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہے کسری کے گز سے

یبلغہ الماء صاعا من بر او شعیر ودرھما عطف علی الصاع من اجود النقود زیلعی فاروق اعظم نے ہر ایک اُس جریب میں جہاں پانی پہونچتا ہے ایک صاع گیہوں یا جو اور ایکدرم نہایت کھرے کو مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے مم پانی پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھ رطل ہوتا ہے اور لکھنو کے سیر سے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہے بحر الرائق میں کہا جو اناج کھیت میں بویا جاوے اُس سے ایک صاع لیا جاویگا گیہوں ہو یا جو مسور ہو یا جوار اور یہی صحیح ہے انتہی اور درم سے وہ درم مراد ہے جو دس درم سات مثقال کے برابر ہوں تو ایکدرم تین ماشے اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ میں فی بیگھہ تخمیناً تین سیر پختہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا ولجریب الرطبۃ خمسۃ دراہم اور رطبہ کی ہر جریب میں پانچ درم خراج مقرر ہوا نہر الفائق میں ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے ہیں اور غایہ میں ہے کہ رطبہ قصب کا نام ہے جبتک کہ وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب میں ہے رطبہ بفتح را اور قصب رطب ہے جمع اسکی رطاب اور کتاب العشر میں ہے کہ بقول غیر رطاب ہیں بقول جیسے گندنا اور رطاب لکڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اسکے سوا ہو اور کتب لغت میں قول اول ہی مذکور ہے انتہی کلام النہر رطبہ اور قصب کو فارسی میں سپست کہتے ہیں وہ نبات ہے نیل کے مانند گھوڑے اُسکو کھاتے ہیں اور ظاہر تفسیر کتاب العشر کی فقہ میں زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم ولجریب الکرم والنخل متصلۃ قید فیہما ضعفہا اور ہر جریب انگور اور نخلستان میں جنکے درخت باہم متصل ہوں اُسکا دونا خراج ہے یعنی فی جریب دس درم جسکے تخمیناً تین روپے ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونوں میں قید ہے مم جس زمین کے گرد احاطہ ہوا اور اُسمیں ایسے گھنے درخت انگور کے ہوں جسکے نیچے زراعت نہو سکے اُسکو زبان عرب میں کرم بولتے ہیں کذا فی المنح

ولما سواہ مما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان وھو کل ارض یحوطہا حائط وفیہا اشجار متفرقۃ ویمکن الزرع تحتہا فلو ملتفۃ ای متصلۃ لا یمکن زراعۃ ارضہا فہو کرم طاقتہ اور ما سوائے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جسمیں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توظیف اور تعیین نہیں چنانچہ زعفران اور بوستان بقدر اُسکی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا بوستان اُس زمین کا نام ہے جسکے گرد احاطہ ہو اور اُسمیں متفرق درخت ہوں اور زراعت اُسکے نیچے ممکن ہو اور اگر اسکے درخت پیچان ہوں یعنی ایسے متصل ہوں جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہے وغایۃ الطاقۃ نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ فی خراج المقاسمۃ ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان طاقت علی الصحیح اور نہایت طاقت نصف خارج ہے اسواسطے کہ تنصیف یعنی آدھا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جاوے بٹائی کے محصول میں اور نہ جمعی محصول میں زیادہ کی جاہیے اُس مقدار سے جسکو امیر المومنین

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنابر قول صحیح کے کذا فی الکافی مگر خراج فاروقی سے زیادہ لینا اسواسطے نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تم نے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اسکو طاقت نہیں اُنھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم نے بقدر طاقت کے متعین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اُسمین گنجائش تھی انتھی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز نہیں اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود دریافت طاقت و گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق اعظم کے مفتوح ہوئی سو اگر اُسمین گیہوں پیدا ہوتے ہوں اور حاکم چاہے کہ اُسپر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہیں کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے اُس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہوکر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجیہ باقی نہ رہی تو بھی اُجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا

وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف فینقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حدادی

اور کم کر ڈالا جاوے اُس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اُسکی طاقت نہو اسطرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دو چند تک نہ پہونچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنابر وجوب کے اور بنابر جواز کے طاقت کے وقت اور لائق یون ہے کہ زیادہ نہ لیا جاوے نصف خارج سے اور کم نہ کیا جاے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلاً دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نہ کرے اور یہ حکم بنائی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان تطعم

اور اُسمین یعنی جوہرہ حدادی میں ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے یا کوئی اور درخت پھلدار تو اُسپر زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہو مگر خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایکدرم ولذا لو قلع الکرم وزرع الحب فعلیہ خراج الکرم اور اسی طرح اگر انگور کو اُکھاڑے اور اناج بووے تو اُسپر انگور کا خراج واجب ہے اُسپر ہمیشہ انگور کا خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اعلی کو چھوڑکر ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو شخص ادنی کی طرف انتقال کریگا بدون عذر کے اُسپر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑکر مثلاً باجرا بووے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے اسکا فتوی نہ دینا چاہیے تا حاکم ظالم لوگون کے مال نہ چھین لیں یعنی جسکا مال ظلم سے لیا چاہینگے تو اُسپر تہمت رکھینگے کہ اُسنے مثلاً انگور یا زعفران کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اُس سے خراج زعفران اور انگور کا لینگے

واذا اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان

اور جبکہ انگور کھانے کے لائق ہو تو اُسپر خراج لازم آویگا بقدر اُسکی طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اس محصول سے جو اُس زمین پر قبل انگور بونے کے تھا طحطاوی نے کہا اذا اطعم مسئلہ اولیٰ سے مرتبط ہے تو بہتر یون تھا کہ بعد ان تطعم کے مذکور کرنا دکل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان وما لا یمکن فکرم اور جہان زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شئ فیہا انتھی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہیں اُنمین کچھ خراج نہیں انتھی ما فی الجوہرۃ الحدادی مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ میں کہا کہ وہ بند ہے یعنی جو سیلاب رُکنے کیواسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی زکوۃ الخانیۃ قوم ثمر واضیعۃ فیہا کرم وارض

فشری احدہما الکرم والاخر الارضی وارادوا قسم الخراج فلو معلوما کلما کان قبل الشراء والا کان کان جملۃ فان لم تعرف الکرم الا کرما قسم بقدر الحصص

اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمین انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہے گا جیسا خرید کرنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج وہان کا مجمل اور مجموعہ رہے گا سو اگر انگور سوا انگور کے کچھ اور نام سے مشہور نہون تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصون کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اُسکے حصون کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیۃ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان ایک قریہ ہے کہ وہان کے لوگون کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی ابتدا سے معلوم نہو کہ برابر تھا یا کم و بیش تو بطور سابق چھوڑا جاوے گا

ولا خراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفات سماویۃ کغرق وحرق وشدۃ برد الا اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیا اور محصول نہیں اُس کاشتکار پر جسکی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہان سے منقطع ہو گیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہونچین جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا اور زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر اُسوقت البتہ محصول ہو گا جب ان آفات کے بعد سال مین سے اسقدر مدت باقی رہے جسمین دوسری بار زراعت ہو سکے فتح القدیر مین کہا فتویٰ اسیر ہی کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط نہو گا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہی جسکو انسان دفع نکر سکے فتاویٰ خیریہ مین کہا کہ زاہدی نے ٹڈی کو بھی غرق اور حرق کے ساتھ ملحق کیا ہی اسواسطے کہ اُسکا دفع کرنا نہیں ہو سکتا اور شک نہیں کہ کھیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر اور چینٹا بھی اسی طرح ممکن الدفع نہیں لیکن ہمارے اکثر علمانے بندر اور درندے جانور اور افعی مین عدم سقوط کی تصریح کی ہی اور کچھ فرق نہیں خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر مین اور زراعت کے مانند طبلہ اور کرم در مانند انکے ہین اور یہی قول یعنی سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہی اور ظلم سے دور تر تھی اور فتاویٰ عالمگیری مین وجیز کردری سے منقول ہی کہ ملوک عجم یعنی نوشیروان وغیرہ کا کیا خوب طریقہ تھا کہ جب مزارع کی زراعت انکے وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اُسکو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانے سے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم انکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار تر تھی بحر الرائق مین کہا کہ اگر بادشاہ مزارع کو کچھ نہ دے تو لا اقل کہ اُس سے خراج کا دعویٰ نہ لے اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہما کانعام وفارۃ ودودۃ بحر اوہلک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط اور جبکہ آفت آسمانی نہو اور اُس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور اُنکے مانند کے کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہو گا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہو گا تو خراج ساقط ہو گا مگر اُسوقت ساقط نہو گا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کھیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہی نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین نہ داخل کرنا مسلم نہین بلکہ اسکے آفت آسمانی ہونے مین تردد کرنا لائق نہین اسواسطے کہ اُس سے احتراز ممکن نہین ولو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شئی اخذ منہ مقدار ما بیناہ مصنف سراج و تمامہ فی الشرنبلالیہ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہو بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل ٹرے خرچ سے تو اُس سے خراج لیا جائے اسقدر جسکو ہم نے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اسکا شرنبلالیہ مین ہی بحر الرائق سے ہم منح الغفار مین سراج وہاج سے منقول ہی کہ اگر بعض خارج ہلاک ہو تو محمد رح نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح کہ فی جریب بمقدار دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہی اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہی ہمارے مشائخ نے کہا اسمین صواب یہ ہی کہ اول اسکو دیکھنا چاہیے کہ مزارع کا اس کھیت مین کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدائش کو دیکھنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو مجرا کرے پھر اگر کچھ بچے تو اُسمین سے وہ مقدار خراج لے جسکو ہم نے بیان کیا یعنی نصف لے قال وکذا الحکم الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم ہی اجارہ ارض مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہی کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہی اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہی بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج پھر اگر خراجی زمین کو اُسکے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اُس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تھا یا اُس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی سے زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہی ہم مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اُسنے زراعت نہ کی تو تقصیر اُسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اُسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقت ہونے کے یا بسبب نقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اُسکی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لے کر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے مال سے زراعت کرا دے اور اگر یہ کچھ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا اختلاف ہی کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہے وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتدائً خراج نہین بلکہ بقائً ہی اسواسطے کہ صحابۂ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور اُسکا خراج دیا کرتے تھے

کذا فی فتح القدیر **ولو منعه انسان من الزراعة او کان الخراج خراج** مقاسمة لایجب شیٔ سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا
خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہین کذا فی السراج ہو سطیکہ روکنے سے اُسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیداوار کے لازم نہین وقد علمت ان الماخوذ
من ارضی مصر اجرة لاخراج فما یفعل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحة واجباره علی السکنی فی بلدة معینة یعمرداره ویزرع الارضی
حرام بلاشبهة نہر اور تجکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہی ارضی مصر سے اجرت ہی نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہی کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے اور سیمی فلاحت
ہی اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور ارضی مین زراعت کرے سو حرام ہی بلاشبهة کذا فی النہر ونحوه فی الشرنبلالیة
معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیة بل بالاجرة فلاشیٔ علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا ولاجبر علیه بسببها فما یفعله الظلمة من الافراد حرام
خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ مین ہی بحر الرائق کی طرف نسبت کرکے چنانچہ یون کہا ہی اور مقدم مذکور ہو چکا
کہ ارضی مصر کی بالفعل خراجی نہین بلکہ باجرت ہی تو کوئی چیز اُسپر واجب نہین جس نے اُسمین زراعت نہ کی اور حالانکہ وہ مستاجر نہین یعنی درصورت
مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اُسپر جبر نہین اُسکے سبب سے تو جو حکام ظالمین اُسکو ضرر پہونچاتے ہین وہ حرام ہی خصوصا جب کہ
مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیه خراج الاعلی وهذا یعلم ولایفتی به کیلا یتجری الظلمة علماء نے
کہا کہ اگر مزارع بووے کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اُسپر عمدہ چیز کا خراج واجب ہی اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوے نہ
دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگون کے اموال پر جرأت نہ کرین یعنی اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائے گا تو اُسکو مال لینے کا یہ حیلہ ملے گا کہ اُسنے مثلاً زعفران چھوڑ کر
باجرا بویا اور اُس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہی باع ارضا خراجیة ان بقی من السنة مقدار ما یمکن المشتری من الزراعة فعلیه
الخراج والا فعلی البائع غنایة بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہی جسمین مشتری زراعت کرنے پر قادر ہی تو مشتری پر خراج ہی اور نہین تو
بائع پر کذا فی الغنایة هم فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت مین تین مہینے پر فتوے ہی **ولا یوخذ العشر من الخارج من ارض الخراج**
لانهما لایجتمعان خلافا للشافعی رح اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ امام اعظم رض کے نزدیک بموجب حدیث کے
عشر اور خراج مجتمع نہین ہوتے بخلاف امام شافعیؒ کے کذا فی الفتح **ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنة لو موظفا والا بان کان خراج**
مقاسمة تکرر لتعلقه بالخارج حقیقة اور دوبار خراج نہین لیا جاتا دوبار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال مین اگر جمعی خراج ہی اور اگر جمعی خراج نہو بطور جبر
کہ بٹائی کا خراج ہو تو دوبار لیا جائے گا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقة یعنی تو جو بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا ہوگا کالعشر فانه یتکرر بٹائی کا
خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہی زراعت کی تکرار سے **ترک السلطان او نائبه الخراج لرب الارض** او وهبه له ولو بشفاعة جاز عند الثانی وحل له لو مصرفا
والا تصدق به یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حله لغیر المصرف خلاف المشهور سلطان یا اُسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اُسکو بخش دیا
اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور زمیندار کو وہ حلال ہی اگر وہ خراج کا مصرف ہو مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی
یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اسی پر فتوے ہی اور جو قول کہ حاوی قدسی مین ہی غیر مصرف کی بھی حلت
کی ترجیح مین سو قول مشہور کے خلاف ہی کذا فی النہر **ولو ترک العشر لایجوز** اجماعا ویخرجه بنفسه للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدة تصرف الامام منوط
بالمصلحة من الاشباه معزیا للبزازیة فتنبه اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہین باتفاق صاحبین کے اور مالک اُسکو
آپ نکالے فقیرون کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اُس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدہ مین ہی بزازیہ کی طرف نسبت کرکے کہ تصرف
امام کا مصلحت سے متعلق ہی سو آگاہ رہنا ہم درر الملتقی مین کہا بزازیہ مین ہی زمین عشری کے مالک پر عشر کا چھوڑنا جائز ہی خواہ وہ غنی ہو

یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضمان دے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہین انتہی پھر مین نے برجندی مین دیکھا مضمر
جزیہ مین اور اسی طرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہی اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ روایت رافع
اختلاف ہی یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہی تو اُسپر منع ہی جو مقاتل اور غازی نہین اور بزازیہ مین جو جواز کا قول ہی تو مقاتلین پر محمول ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی فرع فی النہر
یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من ارضی بیت المال اذ حاصلہا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی
اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق مین ہی کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اُسکے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہی بیت المال کی اراضی کی معافی
کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہی کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہی اور محصول زمین کا معافیدار کیواسطے ہی اور اسوقت مین تو صحیح نہین معافیدار کی
بیع اور نہ اُسکا ہبہ اور نہ اُسکا وقف ہان اُسکو جائز ہی اجارہ دینا بقیاس اجارہ مستاجر ہم اقطاعات کو بعضے عرف مین انعام کہتے ہین اور بعضے اُسکو برا اور صلہ
بولتے ہین اور صورت اُسکی یہ ہی کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگون کو عطا کرے کہ وہ اُس سے فائدہ پاوین تو یہ جائز ہی بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو کہ بادشاہ نے
عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف مین اقطاعات کو معافی کی زمین اور ائمہ اور ملک اور معاش
بولتے ہین اور جسکو وہ زمین ملی اُسکو معافیدار اور ائمہ دار اور ملکی کہتے ہین اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہین کہ وہ معافیدار کی مملوک نہین اُسکو فقط
خراج مین اختیار ہی نہ رقبہ ارض مین ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان
وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان آخر ہل یکون لاولادہ لم ارہ ومقتضی قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ
ہی کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اسکو اور اُسکی اولاد کو اور اُسکی نسل اور ذریت لیس ماندہ کو اس شرط پر کہ اُسکی اولاد سے جو مرے اُسکا حصہ اُسکے بھائی کو
پہونچے پھر معاف کرنے والا سلطان مر گیا اور جسکے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانے مین منتقل ہوا کیا وہ معافی اُسکی اولاد کے واسطے ہوگی صاحب نہر
نے کہا کہ اس مسئلہ کو مین نے فقہا کے کلام مین نہین دیکھا اور مقتضی اُنکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہی تعلیق کرنیوالے کی موت سے سو اُسکو غور کر مع تعلیق سے یہ قول
مراد ہی کہ جو اُنمین سے مرے اُسکا حصہ اُسکے بھائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنے والے سے سلطان اول مراد ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اُسکا یہ حکم ہی کہ وہ اراضی اُسکی
اولاد کیواسطے ہی اسواسطے کہ اُسکی اولاد بالاصالت معافیدار ہی بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا اور اگر
سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کر دی یا بادشاہ زمین مذکور کا مالک ہوا پھر اُسنے ایک شخص کو معاف کر دی تو اُسکو وقف کرنا اُس زمین کا جائز ہی زمین
افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہی کہ اس شخص نے زمین مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہ ہی کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا
وقف کرنا اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اُسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوے والا ارصاد من السلطان لیس بایقاف البتۃ
اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا جائز نہین ہی البتہ انتہی ما فی النہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اُس سے عبارت ہی کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہین اُنکے واسطے بیت المال
مین سے بقدر اُنکے حصے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہ جائز ہی اُسکا نقض باتفاق جائز نہین اور یہ جو بحکم وزرا مصر علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بناء
مساجد اور موذن اور امام اور خطیبون کے واسطے ارصاد مقرر ہی اُسکا نقض ہرگز جائز نہین اسواسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہین اور بیت المال
منتظم مصالح مسلمین کے واسطے ہی اور ہرگز مصلحت نہین ارزاق مستحقین بیت المال کے قطع کرنے مین اور ابن عبد السلام اور اکمل اور طرطوسی اور ابن جماعہ کا یہی فتوی
ہی انتہی آور شیخ علیسے حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد مین کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا
استفسار ہوا اسو اُنھون نے اسکے جواز کا فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما اُنکے ساتھ متفق ہوے اور ابن عصرون اور اُنکے موافقین نے یہ ارادہ نہین کیا کہ یہ
وقف حقیقی ہی اسواسطے کہ وقف کرنا غیر مالک سے صحیح نہین یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہین جو اُسکا وقف صحیح ہو بلکہ علما مذکورین نے اسکو ارصاد

معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اُسکے مستحقین کے واسطے علیحدہ ہوگیا تا اُنکو بسہولت پہونچ جاے اسواسطے کہ فقرا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہون تک اور بناحق اُسے
لینا متعذر یا متعسر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور تنبیہ مین
قبل گفتگو دین کے ہی علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہی کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کردے یعنی اراضی کو ضبط کرے مع دیکھ
اجارہ یہ ہی کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہی تو وہ مستاجر کے مانند ہی نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہی اسی طرح معافیدار کو بھی جائز ہی وقیدہ ابن نجیم
بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ یملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہی
اور زمین افتادہ مین تو سلطان کو اُسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہین اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنے کے وہ مالک ہوجاتا ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے
م والی ملک کو لازم ہی کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے مین انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہو اُسکے موافق خراج نے
یہان تک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بمقدار غلہ لے یہان تک کہ اگر زمین مین غلہ ربیع اور غلہ خریف دونون ہوتے ہون تو تخمین کرے
اگر دونون فصلون مین برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع مین لے اور آدھا خریف مین اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو
تو اُسکا پانچ بار مین محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلے ہذا القیاس جسپر عشر اور خراج ہو اور وہ مر جاے تو اُسکے متروک سے لے
اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہین غلہ کھانا بدون اداے خراج کے اور اسی طرح
عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہین بدون اداے عشر کے اور اگر کھائے گا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہی محصول
لینے کے واسطے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی الجزیۃ یہ فصل ہی جزیہ کے احکام مین ہی لغۃ فی الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کالحیۃ واللحی وہی نوعان جزیہ لغت مین یعنی جزاء ہی اسواسطے
جزیہ جزا واقع ہوا ہی قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہی اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہی بضم اول وفتح ثانی جیسا لحیہ کی جمع لحی ہی اور وہ یعنی
جزیہ دو قسم ہی جزیہ صلحی اور جزیہ قہری الموضوع من الجزیۃ بصلح لا یقدر ولا یغیر تحرزا عن الغدر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اسمین تقدیر اور تغییر نہین
عہد شکنی سے بچنے کے واسطے ہم یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اُسکو بدل ڈالنا عہد شکنی ہی اور یہ جو کہا کہ اسمین تقدیر نہین یعنی تقدیر آیندہ نہین و
الا وہ تو صلحاً مقدار ہو چکا ہی وما وضع بعدما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع
ولکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جاے کافرون کے مغلوب ہونے اور املاک پر اُنکو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج
کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہی کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اُسکا اکثر سال مین وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہی کذا فی الہدایۃ
کمانے والا ہو
بارہ درم اُسپر معین کیے جاوین ہر مہینے مین ایک درم یعنی تخمیناً پانچ آنہ مہینا وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہی
نہ غنی اُسپر اُسکا دونا مقرر کیا جاے ہر مہینے مین دو درم ہر سال مین چوبیس درم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا للبیان لوجوب لانہ
باول الحول بحر اور غنی کثیر المال پر اسکا دونا ہر مہینے مین چار درم اور یہ مشاہرہ اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہی نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب
جزیہ کا ابتداے سال مین ہوتا ہی کذا فی البحر ہم اصل وجوب ابتداے سال مین ہی اور وجوب اور سال مین ومن ملک عشرۃ الاف درہم فصاعدا غنی
ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک ما دون المائتین او لا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بحر واعتبر ابو جعفر العرف
وہو الاصح تاتارخانیہ اور جو ذمی دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہی اور جو دو سو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہی اور جو دو سو درم سے کم کا مالک
ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ فقیر اور محتاج ہی یہ قول امام کرخی کا اور یہ احسن الاقوال ہی اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہی اور یہ

قول صحیح تر ہے کذا فی التاتارخانیہ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہے سو جسکو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہوں وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری میں اسکو صحیح کہا اور اختیار میں اسکو مختار کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی آخر السنۃ فتح لانہ وقت وجوب الاداء نہر اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین آخر سال میں معتبر ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہے کذا فی النہر وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہود والسامرۃ لانہم یدینون بشریعۃ موسی علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمن واما الصابئۃ ففی الخانیۃ توخذ منہم عندہ خلافاً لہما اور مقرر کیا جاے جزیہ اہل کتاب پر یہودیوں میں قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت موسی علیہ السلام پر چلتے ہیں اور نصاری میں فرنگی اور ارمنی داخل ہیں اور خانیہ میں ہے کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاے نہ صاحبین کے نزدیک اھ کتابی عربی ہو یا عجمی بہرصورت اُسپر جزیہ ہے اور صابئی امام کے نزدیک منجملہ نصاری ہیں اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہیں حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اُسپر دلالت کرتا ہے کہ صابئی منجملہ عرب ہیں اسواسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتے تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ میں اُنپر اختلاف نہوتا اسواسطے کہ عجمی پر بہرصورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا مشرک ومجوسی ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست پر اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیوں پر ہجر بفتحتین بحرین میں ایک شہر کا نام ہے اور وہ عرب میں داخل ہے ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اسکے استرقاق اور مملوکیت کے تو اسپر جزیہ بھی جائز ہوا عجمی خلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار میں منقوش ہو اور اسکا جثہ نہو اور صنم اسکا نام ہے جو بصورت انسان ہو اور صلیب وہ ہے جسکا نہ نقش ہے نہ صورت کذا فی المنح بحرالرائق میں کہا وثن وہ ہے جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی میں ہے کہ وثن وہ ہے جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی لا علی وثنی عربی لان المعجزۃ فی حقہ اظہر فلم یعذر جزیہ نہ مقرر کیا جاے عربی بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اُسکے حق میں ظاہر تر ہے تو وہ معذور نہوا ہم حق عرب میں معجزہ اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں میں پیدا ہوے اور قرآن مجید انھیں کی زبان میں اُترا تو وہ اُسکے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہوے تو کفر انکا سخت ہوا لہذا اُنپر سخت حکم ہوا کہ جزیہ اُنسے مقبول نہیں یا اسلام لاوین یا مقتول ہوں اور ہر چند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تھے حقیقت اسلام سے لیکن اُنمین قیاس متروک ہوگیا بسبب نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہوگئے اگرچہ وہ عرب میں رہیں اسواسطے کہ وہ عربی الاصل نہیں ومرتد فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف اور جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سے کچھ مقبول نہیں سواے اسلام یا تلوار کے یعنی مسلمان ہو یا مقتول ہو اور چونکہ مرتد محاسن الاسلام سے مطلع ہو کر کافر ہوگیا لہذا اُس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے اور کچھ مقبول نہیں ولو ظہرنا علیہم فنساؤہم وصبیانہم فیئی اور اگر ہم غالب ہوں کفار عرب یا مرتدین پر تو انکی عورتیں اور لڑکے غنیمت میں ہیں مگر یہ کہ نساء اور صبیان مرتدین مسلمان ہونے پر جبر کیے جاینگے بخلاف نساء اور صبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشلبی صبی وامراۃ وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہیں ہم ہدایہ میں وارد ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہیں اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب نساء احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا مراد وہاں ام ولد سے ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمن بن زمن زمن زمانہ نقص بعض اعضاۂ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہیں زمن مشتق ہے زمن یزمن زمانہ سے یعنی جسکے بعض اعضا ناقص ہوگئے یا اسکے قوی بیکار ہوگئے تو اس تعریف سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن میں داخل ہوگیا واعمی وفقیر غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ اور اندھے اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اُس درویش پر جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا جزیہ نہیں اسواسطے کہ درویش نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم اسقاط قتل کیواسطے ہے وجزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس ومفادہ ان الاستحسان بخلافہ فتامل اور حدادی نے یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصطلاح میں نقل کیا ہے کہ یہی قیاس ہے اور قیاس سے مستفاد یہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اُسکو تامل کرو برجندی نے فتاوی قاضی خان سے نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ لینا ثابت ہے ظاہر الروایت میں اور ایک روایت محمد سے یہ ہے کہ جزیہ نہ لیا جاے انتہی تو اس سے معلوم ہوا

کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی **والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت الوضع فمن فاق او عتق او بلغ او برأ**
بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ ہوش مین آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر
بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اسپر جزیہ نہ رکھا جائیگا عام یہ مراد نہین کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ مقرر نہو گا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے
کہ اس سال مقرر نہو گا بلکہ سال آیندہ سے معین ہو گا کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان **بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیہ لان سقوطہا**
لعجزہ وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے اسواسطے جزیہ اسپر مقرر کیا جائیگا کہ اسکا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے
اور حالانکہ اسکا عجز زائل ہو گیا کذا فی الاختیار وہی ای الجزیۃ **لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملحدۃ بل انما ہی عقوبۃ لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جاز امہالہم**

للاستدعاء الی الایمان بدونہا فبہا اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوۃ والسلام من مجوس ہجر ونصاری نجران واقرہم
علی دینہم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضا مندی اہل اسلام کی نہین اُنکے کفر پر جیسا کہ ملحدان دین نے طعنہ دیا ہے بلکہ جزیہ تو اُنکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب اُنکے
قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافرون کا ایمان کی طرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی
نے فرمایا یہان تک کہ کفار جزیہ دین ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجر کے مجوسیون اور نجران[ع] کے نصاری سے جزیہ لیا اور اُنکو اُنکے دین پر رہنے
دیا یعنی اُنکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کرین ہم شارح نے یہ جواب دیا اس سوال کا جو منح الغفار مین اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت
ہے تو اسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہو گا اور اگر جائز ہو تو چاہیے کہ زانیون سے عوض زنا کے اور اسی طرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ
جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہین بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیہ بقولہ **فتسقط**
بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی
سال کے اسلام لاوے ہم حلبی نے کہا کہ بعدیت یہان مقارنت پر محمول ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان ہو گا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار
کے ہو گا نہ بسبب اسلام کے **ویسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین فیرد علیہ سنۃ خلاصۃ** اور ساقط ہو گا پیشگی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا
اُسکو پھیر دیا جاویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتداء سال مین جزیہ دیا پھر اُسی سال مین وہ مسلمان ہوا تو اُسکو جزیہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ
پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اُسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسپر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی **وبالموت وبالتکرار للسنۃ الا لما سیجئ** اور ساقط ہوتا ہے جزیہ
بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے **وبالعمی والزمانۃ وصیرورتہ فقیرا او مقعدا او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل**
اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہو جانے کے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج یا پیر فرتوت کہ کام نہین کر سکتا ثم بین التکرار فقال

واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت والاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب باول الحول بعکس خراج الارض
پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یون کہا اور جب ذمی پر دو سال مجتمع ہون تو جزیہ متداخل ہو جاویگا یعنی ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کرے گا اور
پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال مین ہوتا ہے خراج الارض کے برعکس کہ وہ
آخر سال مین واجب ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی **ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی و**
بالتداخل کالجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاہ فی النہایۃ لصاحب المذہب فکان ہو المذہب
اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح مین کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف مین ساقط نہین ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول
اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور خانیہ مین سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب کے

[ع] نجران ایک شہر کا نام ہے یمن میں ۱۲

مذہب کی طرف نسبت کیا تو وہی قوی مذہب ہو م محل اختلاف وہ ہی جب خراج مکرر ہو جائے بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سوا اگر مکرر بسبب عاجزی کے نہو تو
بالاتفاق خراج لیا جائیگا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج مین سقوط اور عدم سقوط مین دو روایتین امام اعظم سے نقل کی ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا
کذا فی العالمگیریہ عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف مین ہے اور خراج مقاسمہ تو مین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی فیہا
لا یحل اکل الغلۃ حتی یودی الخراج اور خانیہ مین ہے کہ حلال نہین غلہ کا کھانا وقت ادائے خراج م اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر مین عالمگیری سے مترجم نے
اسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے **ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعدا**
ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جاے اگر اسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول اصح مین بلکہ اسکو حکم کیا جاے کہ آپ لاوے سو اسکو کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹھا رہے کذا
فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل ان اذاہ بہ قنیۃ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے ای دشمن خدا اسکو دے اور اسکی گردن مین دھپ
مارے اور اسکو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اور اسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیہ **ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت**
نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی **فی دار الاسلام** ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہین ذمی کو نیا بنا وے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان
اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام مین اگرچہ دار الاسلام کے قریہ مین احداث کرے تو بھی جائز نہین قول مختار مین کذا فی الفتح م اصل لغت مین عبادتخانہ
یہود اور نصاری کو مطلقاً بیعہ کہتے ہین پھر غلبۂ استعمال سے عبادتخانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہین اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہین اور دیر کا لفظ نصاری کیواسطے
مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا سر لنبا بنایا جاے تاکہ خلق سے منقطع ہو کر اسمین عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان مین نصاری اپنے عبادتخانہ
کو گرجا کہتے ہین ویعاد المنہدم ای لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم بنفسہ اشباہ فی آخر الدعاء برفع الطاعون اور ذمیون کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے
یعنی نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی دفع وبا کی دعا کے اخیر مین مذکور ہے م مصنف کے کلام سے معلوم
ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نہ چاہیے اور جو قدیم گرجاے اسکا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح **من غیر زیادۃ علی البناء الاول** ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی و
تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنیکے پہلی عمارت پر اور تجاوز کرنا نچاہیے شکست ولے سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین
ہے م اگر بناے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو یہمین بناے ثانی کی زیادتی ہے اول پر کذا فی النہر شرح وہبانیہ مین مذکور ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے منع زیادتی کی تو اس سے
معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہو اسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہے اسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی م اما القدیمۃ فتترک مسلکنا فی الفتحیۃ بعد افی الصلحیۃ
بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کیواسطے چھوڑے جائین بلاد مفتوحہ مین اور عبادت کیواسطے چھوڑے جائین بلاد صلحیہ مین کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے
قہستانی کے سو خبردار رہنا م حلبی نے کہا قہستانی مین تتمہ سے منقول ہے کہ جو بلاد صلح سے قابو مین آگئے اسکے کل معابد منہدم کیے جائین جمیع روایات مین ویمیز الذمی
عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ وہ مرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز اور جدا کیا جاے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت مین اور اپنی سواری اور زین
اور ہتھیار مین شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہے لباس اور ہیئت سے اور نووی نے شرح مسلم مین کہا کہ زی بالفتح والتشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان
بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرۃ وجاز بغل کحمار تاتارخانیۃ تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر اسوقت جبکہ امام اُنسے مدد چاہے لڑائی کیواسطے اور دفع کرنے کیواسطے ہمارے کفار
کے مسلمین سے کذا فی الذخیرۃ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے کے کذا فی التاتارخانیۃ وفی الفتح ہذہ عند المتقدمین والمختار المتاخرون انہ لا یرکب
اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر مین ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر
سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض مین اور اشباہ مین ہے اور
قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقا نہ سوار ہون اور پگڑیان باندھین اور اگر ذمی سوار ہو گدھے پر بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین مین سواری سے اتر پڑے

لہ شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ اصل اسکی زوال کا نفع
نہ ہو اور قاعدہ اجتماع
دو اور دو باے داودیا یک
دوسرے مین اوتام
ہو گئی پھر نفعہ کو کسرہ سے
بدلنے کی کیا ضرورت ۱۲

و یرکب سرجا کالاکف کالبرذعة فی مقدمہ شبہ الرمانة اور سوار ہوا یسے زینون پر جو پالانون کے مانند ہین یعنی الگندہ جنکے آگے لکڑی ہو مانند انار کے مگر محل رکوب
ذی استعانت امام ہی یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب مین اختلاف ز ہا طحطاوی نے کہا کالبرذعة بحذف حرف تفسیر ہی مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبراذع کہتا
اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہی و لا یعمل بالسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھکر اسواسطے کہ ہتھیار کے استعمال مین غرض ہی کذا فی القہستانی و یظہر الکستیج فارسی معرب
الزنار من صوف او شعر اور ذمی نمودار رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہی معرب یعنی زنار صوف یا بال کا ہو ابو یوسف سے منقول ہی کہ وہ تاگا ہی موٹا انگلی کے برابر جسکو
ذمی اپنے سب کپڑون کے اوپر باندھے بلا زین کذا فی المنح عن المغرب و ہل یلزم تمیزہم بکل العلامات خلاف اشباہ والصحیح انہ اذا عنوة فلہ ذلک والا فعلی
الشرط تاتارخانیة اور کیا لازم ہی تمیز ذمیون کی جمیع علامات سے اسمین خلاف ہی کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہی کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہی تو اسکو یہ جائز ہی اور
اگر بصلح فتح ہوا ہی تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز تین علامات سے ضرور ہی اور بعضون نے کہا نصرانی مین
ایک علامت کافی ہی اور یہودی مین دو اور مجوسی مین تین اور اسی پر بعضون کا فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة و یمنع من لبس العمامة ولو زرقاء او صفراء
علی الصواب نہر و نحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ کما قدمناہ وانما تکون طویلة سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول
صواب کے کذا فی النہر اور اسی طرح بحرالرائق مین ہی اور اسی قول پر صاحب بحر نے اشباہ مین اعتماد کیا ہی چنانچہ اسکو ہم نے پہلے ذکر کیا ہی اشباہ سے اور ذمی
کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہی ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرة والمختصة باہل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ رفیع وابراد رقیقة اور منع کیا جائے
ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑون سے اور اس پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو مخصوص ہی جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادرین باریک طحطاوی نے
کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہی کہ مخصوص باہل قرآن اور اہل علم ہی ہم فرجیہ عرب کا ایک لباس ہی اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس عرب کا ہی جسکو
قمیص اور جبہ پر پہنتے ہین ومن استکتاب ومباشرة یکون بہا معظما عند المسلمین وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جائے ذمی لکھانے اور اس کام کی مباشرت سے جس سے
وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہی ہم یعنی کافر کو تحریر کا کام مثل منشی گری یا متصدی کے نہ دینا چاہیے اسی طرح اسکو داروغگی یا
تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نہ چاہیے جسمین مسلمان اسکے حاجتمند ہون وفی الحاوی وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شیء وعلیہ فیمنع من القعود
حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی مین ہی اور سزاوار یہ ہی کہ لازم کیجائے ذمی کہ ذلت اور حقارت ان معاملات مین جو اسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع
ہون ہر چیز کے اندر اور اسکے بموجب تو منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے وقت اسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ بالسلام
الا لحاجة ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہی تعظیم اور توقیر اسکی اور مکروہ ہی اس سے مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نہ کیا جائے مگر بسبب حاجت کے
اور اسکے سلام کے جواب مین وعلیک سے زیادہ نہ کہا جائے ہم ذمی کی خدمت کرنا اور اسکے واسطے کھڑا ہونا تعظیم محرم مین داخل ہی ذخیرہ مین ہی کہ جب یہودی
حمام مین گیا اگر خادم مسلم نے اسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اسکا دل اسلام کی طرف مائل ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر خدمت کی اسکی تعظیم کیواسطے
بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہی اور اسی طرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر اسنے تعظیم کیواسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ
یا بسبب اسکی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہی ویضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامة وتمامہ فی الاشباہ من احکام الذمی اور اسپر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے مین
یعنی مسلمانون سے راہ مین دب کر چلے اور اسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجائے اور اسکا پورا بیان ہی احکام ذمی مین اشباہ کے ہم علامت کا فائدہ یہ ہی تا سائل
اسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہی وفی شرح الوہبانیة للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکة والمدینة لانہما من ارض
العرب قال علیہ الصلوة والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارة جاز ولا یطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ
والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اور د فیہ ما استقر علیہ الحال انتہی اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور کفار ذمی روکے جائین مکہ اور

مدینہ کے وطن بنانے سے اسواسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین سے ہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہوں عرب کی زمین مین دو دین اور اگر ذمی
وہان سوداگری کیواسطے جاے تو جائز ہی اور وہان زیادہ قیام نکرے اور مسجد الحرام مین اسکا جانا سو سیر کبیر مین تو منع مذکور ہی اور جامع صغیر مین عدم منع ثابت
ہی اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہی محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہی کہ سیر کبیر مین اسی قول کو ذکر کیا ہی جو آخر الامر مین ثابت ہو گیا انتہی یعنی مانع دخول راجح ہی وفی الخانیۃ
ویمیز نساءہم لا عبیدہم بالکستیج اور خانیہ مین ہی اور امتیاز کیجاے ذمیون کی عورتون مین نہ انکے غلامون مین زنار سے ہم انکی عورتون کے گلون مین لوہے کے طوق
ڈالے جائین اور انکی ازارین مسلمات کی ازارون سے مخالف ہون کذا فی الاختیار **والذمی اذا اشتری دارا ای اراد شراءہا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ**
فلو اشتری یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت درر اور ذمی نے جب ایک گھر مول لیا یعنی اسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر مین تو اسکے ہاتھ بیع کرنا لائق
نہین سو اگر اسنے مول لیا تو اسپر جبر کیا جاے اسکے بیچڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہی کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہین مگر جبکہ بکثرت گھرون کو خرید کیا ہو کذا
فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت احد من المسلمین واحاطہ الکفرۃ فکان الامام والموذن فقط
لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیوذنان ویصلیان بہ فہل تحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ تلک البیوت یاخذہا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الفور وقد ورد الامر الشریف
السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یوخر ہذا الحکم اصلا مین کہتا ہون اور مفتی ابی سعود کے معروضات مین کتاب الصلوۃ سے وارد ہی کہ انسے سوال ہوا اس مسجد کا
کہ اسکے گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہین رہا اور اسکو کافرون نے گھیر لیا سو امام اور موذن وہان جایا کرتے ہین اپنے مہینے یا سالانے کیواسطے سو وہان اذان
دیتے ہین اور نماز پڑھتے ہین تو انکو مہینہ یا سالانہ حلال ہی یا نہین سو مفتی موصوف نے باین قول جواب دیا کہ ان گھرون کو اہل اسلام قیمت دے کر
زبردستی سے فورا لین اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب مین وارد ہوا ہی تو حاکم اسمین ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب مین سے بقدر مناسب مقام ذکر
کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہی کہ امام اور موذن مستحق وظیفہ ہین کہ اپنے کام پر مستعد اور قائم ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا من الجہاد وبعد ان ورد الامر
الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری لو استخدم ذمی عبدا او جاریۃ فاذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس ففی الخانیۃ وغیرہا ویوخرون
بما کان استخفافا لہم وکذا ان یمیز دورہم عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات مین ہی کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی
کے غلامون اور لونڈیون کو نہ خدمت کرنے ذمیون کا اگر ذمی خدمت لے غلام یا لونڈی سے اسپر کیا لازم ہی تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اسپر تعزیر
شدید اور قید کرنا لازم ہی سو خانیہ وغیرہا مین یہ مضمون ہی اور ذمیون کو وہ امر کیا جاے جسمین انکی ذلت ہو اور اسی طرح جدائی کیجاے انکے گھرون کی
ہمارے گھرون سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی مامور باستخفاف ہوے تو استخدام مین انکی تعظیم ہوتی ہی لہذا اسپر تعزیر شدید لازم آوے گی
وان تکاری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود نفعہ علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات
بسکناہم شرطہ الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھرون کو کرایہ لین مسلمانون کی آبادی کے اندر تاکہ اسمین رہین شہر مین تو جائز ہی بسبب عائد ہونے اسکی
منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھین تو اسلام قبول کرین بشرطیکہ کمتر ہونے جماعات مسلمین کے انکی سکونت سے
یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہی **فان لزم ذلک من سکناہم امروا بالاعتزال عنہم والسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون** وہو محفوظ عن
ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر انکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو انکو مسلمین سے علیحدہ ہونے کا اور اس کنارے مین سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے
جسمین مسلمین نہ بستے ہون اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہی کذا فی البحر عن الذخیرۃ وفی الاشباہ واختلف فی سکناہم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ
المصنف وغیرہ لکن ردہ شیخ الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ فہم خطاء فکانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعد
ما نقل عن الشافعی انہم یوجرون بیع دورہم فی امصار المسلمین وبالخروج عنہا وبالسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ نقلا عن السرخسی والمراد

بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لهم فی المصر محلة خاصة یسکنونها ولہم فیہا منعة عارضة کمنعة المسلمین فاما سکناہم بینہم وہم مقہورون فلا کذلک کذا فی الفتاوی
الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ مین ہی اور اختلاف واقع ہی ذمیون کی سکونت مین اہل اسلام کے اندر شہر مین جواز سکونت محلہ خاص مین قول معتمد ہی انتہی اور
اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے اسکو رد کیا ہی اور اسپر یقین کیا ہی کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہی سو گویا وہ ناحیہ سے
محلہ سمجھا ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح مین بعد نقل کرنے امام شافعی رح سے اس قول کو کہ ذمیون کو اپنے گھر بیچنے کا
اہل اسلام کے شہرون مین اور وہان سے نکل جانے کا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تاکہ انکے واسطے ایک محلہ خاص ہو نسفی سے تمرتاشی نے نقل کرکے تصریح کی ہی
کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہی کہ انکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوص ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ انکے واسطے وہان جماعت باشوکت وقوت
ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی اتھمین اور حالانکہ وہ دبے اور ذلیل ہون اسطرح منع نہین کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حم
خلاصہ یہ ہی کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کم زور ہو کر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین رہین لیکن اگر با جماعت اور قوت ہون چنانچہ تمرتاشی نے مذکور کیا یا انکی
سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہی تو منع کیے جاوینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہی
تو اسپر محمول ہی کہ جب انکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہو واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی **وینقض عہدہم بالغلبة علی موضع للحرب**
او باللحاق بدار الحرب زیادۃ فی الفتح او بالامتناع من قبول الجزیة **او بجعل نفسه طلیعة للمشرکین** بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثه اہل الاسلام لا ینقض عہدہم
وعلیه یحمل کلام المحیط اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جائیگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب مین جا کر ملنے سے فتح القدیر مین اتنا زیادہ کہا ہی
یا عہد شکنی ہوگی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح کہ کافر حربی دار الحرب مین بھیجا جاے تاکہ مسلمین ہو کر تا اخبار دشمن پر مطلع
ہو سو اگر اہل حرب اسکو انکے واسطے نہ بھیجین تو انکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہی ہم محیط مین لکہا ہی کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر
پہونچائے تو یہ نقض عہد نہین صاحب بحر نے رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ یہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ اہل حرب نے اسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر
اور حموی اور شراح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی **وصار الذمی فی ہذہ الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامه الا انه لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی**
قبول الذمة والمرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہو گیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائیگا اور
مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا **لا ینقض عہدہ بقوله نقضت العہد** یعنی بخلاف الامان
للحربی فانه ینتقض بالقول بحر نہ ٹوٹیگا اسکا عہد اسکے یون کہنے سے کہ مین نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جائیگی قول مذکور سے کذا فی البحر
ولا بالاباء عن اداء الجزیة بل عن قبولها کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء قال وہو قول الثلثة لکن ضعفه فی البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا
اداے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہی قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار اداے جزیہ کے
نقل کیا ہی کہا اور یہی قول ہی تینون امامون کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہی بحر الرائق مین اسوجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہی **ولا بالزنا بمسلمة**
وقتل مسلم وفتنان مسلم عن دینه وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اسکے
دین سے بہکا دینے سے اور قطع الطریق سے اسواسطے کہ زنا سے اسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہی کہ اسکی
اولاد صغار رقیق نہوگی اور اسکا مال غنیمت نہوگا **وسب النبی صلی اللہ علیه وسلم** لانه کفر والمقارن له لا یمنعه فالطاری لا یرفعه فلو من مسلم قتل کما سیجی اور نہین
ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیه وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہی عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ طاری ہو اسبب
دشنام کے وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آوے گا مگر شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

تفصیل

تفصیل اسمین نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا اُنھون نے یہودیون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کی طرف نسبت کذب کی
تو بعض علما کے نزدیک اسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح کہ آنحضرت کی طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹیگا
انتہی اور یہ محمول ہی عدم اعلان پر کذا فی الطحاوی **ويؤدب الذمي ويعاقب على سبه دين الاسلام او القرآن او النبي صلى الله عليه وسلم** حاوی وغیرہ قال
العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الهمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وھو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاے اور مارا جاے دین اسلام یا قرآن یا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہ ہی کہ وہ قتل کیا جاے اور تابع ہوا ہی عینی کا ابن ہمام
صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہی ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہی امام شافعی کا مگر بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہان بحث
مخالف اہل مذہب کے کی ہی عینی کا تابع ہو کر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہی کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہ البتہ ہی کہ موسن کا دل مسئلہ سب مین
قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہی لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہی ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلين بقتله اذا ظهر انه معتاده
وبہ افتی پھر مین نے مفتی ابو سعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہی ہمارے اُن علما کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہین ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ
ظاہر ہو جاے کہ بدگوئی اُسکی عادت ہی اور اسی کا فتوی دیا ہی مفتی ممدوح نے ثم طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اُسکی یہی
عادت ہو تو اُسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد زنی بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوة والسلام انتہی پھر مفتی
ابو سعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین کہ معاذ اللہ کہ تمھارا نبی عیسی ولد الزنا ہی یہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاے بسبب اُسکے گالی دینے کے حضرات
انبیا علیہم الصلوة والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ
لاتکونی فاحشۃ مانصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوة والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول
بما روی ان عمر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلها لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور مفتی
ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہی کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین اُس حدیث کے اندر یعنی یا عائشہ رضی اللہ عنہا لاتکونی فاحشۃ مین جو اس طرح تصریح کی ہی
اور حق یہ ہی کہ کافر ذمی قتل کیا جاوے گا ہمارے نزدیک جبکہ آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہی اس مسئلہ کی ذخیرہ کی
کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہی اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوة والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال
کیا ہی اس روایت سے کہ عمر بن عدی نے جبکہ سُنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام کو ایذا دیتی ہی تو اُسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول
علیہ الصلوة والسلام نے اُسکے قاتل کی مدح کی انتہی مافی الذخیرۃ تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہ ہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اُسکو
بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرۃ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہو تو اب دونون قولون
مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم **ويؤخذ من مال بالغ تغلبي وتغلبية** لا من طفلهم **لا الخراج ضعف زكوتنا** باحكامها **مما تجب فيه الزكوة المعهودة**
بیننا لان الصلح وقع كذلك اور لیا جاے گا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ اُنکے اطفال سے سواے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جائیگا باحکام
مفصلہ زکوۃ اُس مال سے جسمین زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہی اسواسطے کہ صلح اُس قوم سے اسی طرح پر واقع ہوتی ہی ہم تغلبی بکسر لام منسوب ہی
تغلب بن وائل بن ربیعہ کی طرف وہ عرب کی ایک قوم ہی جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر
فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اُنسے جزیہ طلب کیا اُنھون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہم سے بھی زکوۃ لیجیے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو
فاروق اعظم رضی نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اُس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المومنین یہ لوگ بڑے لڑنے والے

لہ ای عائشہ سے شروع ہونا
غلط نامہ ...
صواب ...

ہین اور عرب مین جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہین سو تنگی نہ کیجیے اور انسے جزیہ بنام زکوٰۃ لیجیے سو فاروق اعظم نے انکو بلایا اور زکوٰۃ کا دونا انپر مقرر کیا پھر اسی پر
صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا انکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دو چند زکوٰۃ پر ہوئی لہذا انکے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم نہین کیونکہ زکوٰۃ انپر
واجب نہین کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہی اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہی عبادت نہین کذا فی البحر اور جب انپر دو چند زکوٰۃ
کا دینا لازم ہوئی تو چالیس بکریون مین سے دو بکریان اور ایکسو بیس بکریون سے چار بکریان وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح ویؤخذ من مولاہ
ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا انکے مولی سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور
خراج مین قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہی یعنی یہ جو حدیث ہی کہ آزاد غلام قوم کا اسی قوم مین داخل ہی سو یہ مخصوص ہی حرمت
صدقہ ہی یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو انکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہین ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وہدیتہم للامام وانما یقبلہا
اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرہ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج
کا اور تغلبی کے مال کا اور اس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اس مال کا جو کافرون سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام کے مصالح مین ہی سلطان
کفار کا تحفہ اسوقت قبول کرے جبکہ انکے نزدیک ثابت ہو جاے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہی نہ دنیا کی تحصیل کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اس ذمی
کا ترکہ داخل ہی جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہی مصرف کی اور مصالح جمع ہی مصلحت کی یعنی
جسکی منفعت اسلام کی طرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونے
سے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہی کذا فی البحر کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے جیسا کہ
دار الاسلام کی سرحدون کی حفاظت کرنا اور پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی
مصرف مین داخل ہو گئے کذا فی الفتح سد بالفتح والضم مضبوط کرنا وثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہی موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہی کہ ان
لوگون پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اس محل خوف کی محافظت کرتے ہین جو فاصل ہی دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین اور
ظاہر العلما سے مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہما کو بھی شامل ہی کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول ہی کہ
رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بھی حصہ ہی جواب دیا کہ نہین مگر جبکہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمین حصہ نہین مگر اس فقیہ کا حصہ ہی جو لوگون
کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہی والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیون اور عاملون کے جیسے قاضیون کے کاتب
اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شہر کا کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل
من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم ارہ اور جیسے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور انکی ذریت کی یعنی محافظین حدود
اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی شرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا البحر الرائق مین یون کہکر اور کیا انکی ذریت کو روزی دیجائیگی
انکے باپون کے مرجانے کے بعد حالت طفلی مین مین نے اسکا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا ام طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالہ سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح نے
کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہی اور اسکے واسطے اسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہو گیا تو اسکی ذریت کے واسطے بھی مفروض
ہوگا اسکی تبعیت سے اور اسکی موت سے ساقط نہ ہوگا صاحب حادی نے کہا فتوی اسپر ہی کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو
اسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو انکی اولاد کے اسواسطے مفروض ہوا وہ انکی موت سے ساقط نہین ہوتا وانّ امہات مصارف بیت المال ثلثۃ
فہذا مصرف جزیۃ وخراج مصرف زکوۃ وعشر مر فی الزکوۃ ومصرف خمس ورکاز مر فی السیر وبقی رابع وہو لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی ومصرفہا

لقیط فقیر وفقیر بلا ولی اور یہان تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال کے مصارف سو یہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہی اور زکوۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر مین یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی افتادہ مال اور ترکہ بلا وارث اور خونبہا اُس مقتول کا جسکا کوئی ولی نہین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہی یعنی اُنکے نفقات اور اُنکے معالجات اور اُنکے موتی کی تکفین اور اُنکے جنایات کی دیت مین صرف کیا جاوے گا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہی کہ ہر قسم مال کا ایک ایک گھر بنا دے کہ وہ گھر اُسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانہ کرنے کا یہ ہی کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہو جاے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہی کذا فی البحر وله ان یستقرض من احدها لیصرفه للآخر اور جائز ہی بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تاکہ اُسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف مین پھر جب اُس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اُسمین پھیر دے مگر جبکہ مال مصرف از قسم صدقات اور خمس کے ہوا اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہین تو پھیر دینا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ فقرا اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجة والفقه والفضل فان قصر کان الله علیه حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے سو اگر اُسمین بادشاہ قصور کرے گا تو حق تعالی اُس سے حساب کا لینے والا ہی کذا فی شرح الزیلعی م قنیہ مین ہی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق رضہ اُنکو بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین احسن ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی مین ہی کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کے واسطے دو سو دینار ہین مفتی ہی اسواسطے کہ جو صحابۂ کرام کے زمانے مین حافظ قرآن ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اسوقت کے کذا فی الطحطاوی والذمی اذا لم یکن له شیء فی بیت المال الا ان یہلک لضعفه فیعطیه مالیسد جوعته اور ذمی کا کچھ حق نہین ہی کیونکہ بیت المال مین مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اُسکو بیت المال سے دے جس سے یکبارہ گرسنگی دفع ہو ومن مات ممن ذکر فی نصف الحول حرم من العطاء لانه صلة فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہو چکا نصف سال مین مر گیا محروم رہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہی یعنی صدقہ اور احسان ہی تو وہ مملوک نہین ہوتا بدون قبضے کے م حموی کی شرح مین ہی کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہانے دونون مین فرق کیا ہی سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جاے اُسکو رزق کہتے ہین اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی کے دیا جاے اُسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ عطا وہ ہی کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری مین لکھا جاے چنانچہ جاگیہ جاگیہ ماہانہ ہی اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر شریعۃ اور اہل عطا یعنی سالانہ وار ہمارے زمانے مین قاضی اور مفتی مدرس ہین کذا فی شرح الوقایہ م بحر الرائق کی عبارت مین مثل القاضی والمفتی والمدرس ہی اور یہی بہتر ہی کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہی ولو مات فی آخرہ او بعد تمامه کما صححه اخی زادہ یستحب الصرف الی قریبه لانه اوفی تعبه فیندب الوفاء له اور اگر اہل عطا مر گیا آخر سال مین یا بعد تمام ہو جانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اُسکی تصحیح کی ہی تو مستحب ہی عطا کا صرف کرنا اُسکے قریب کی طرف اسواسطے کہ اُسنے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطا کا بھی پورا کر دینا اُسکے واسطے مستحب ہوا یعنی میت کے وارثون کو دے کرم استحباب صرف علامۂ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہی اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہی محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی مقتضی ہی کہ اُسکے وارثون کو دینا واجب ہو اسواسطے کہ حق متاکد ہو گیا سال کے اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہی بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اُسوقت مین اگرچہ اُسکی ملک ثابت نہین کذا فی الطحطاوی ومن تعجله ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقة المعجلة زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مر جاے یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضون نے کہا جسقدر سال مین سے باقی رہا اُتنا حساب سے پھیر دے اور بعضون نے کہا پھیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے نزدیک

ف تفسیر رزق وعطا وغیرہ

علافا لمحمد کذا فی الشرح عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف فلم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذلک القاضی وقیل
لا یسقط لانہ کالاجرۃ وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف ۔ اور موذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف انکے واسطے
ہو اور انکو پورا سال نگذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہی اور یہی حکم ہی قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ وہ ساقط
نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بجاے اجرت کے ہی اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی اور متن کے نسخون سے ساقط ہی اور پورا بیان اسکا درر غرر مین ہی
اور کتاب الوقف مین ہم نے اسکو ملخص بیان کیا ہی ۔ م ۔ اور اگر امام اور موذن کے واسطے اجرت معین ہی تو وہ موت سے ساقط نہین ہوتی درر غرر مین صدر الاسلام
طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہی کہ ایک گانون مین امام مسجد پر زمین وقف ہی سو امام نے اسکا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اس گانون سے چلا گیا تو باقی
سال کا حصہ اُس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہی اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہی طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی ۔

باب المرتد

یہ باب ہی مرتد کے احکام مین جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہی کہ اُسپر ایمان مقدم نہوا ہو
بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہی جسپر ایمان مقدم ہوا ہو ہو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام ۔ مرتد لغت مین پھر جانیوالے کو کہتے ہین مطلقا خواہ
ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع مین دین اسلام سے پھر جانیوالے کو مرتد کہتے ہین ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور درد یعنی ارتداد
کا رکن جاری کرنا ہی کلمۂ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ۔ م ۔ یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہی اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہین چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق موصوف
اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہوجانیکا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی
ایمان عبارت ہی سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز مین جسکو آنحضرت لائے اللہ تعالی کی طرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات
دین محمدی کو دل سے مان لیا یہی حقیقت ہی ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہی جسکو عوام بھی جانتے ہین بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت
انبیاء و بعثت و جزاء و وجوب صلوۃ و زکوۃ و حرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول
اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہی یا تصدیق مع الاقرار سے اسمین دو قول ہین اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہین اور علماء محققین قول اول پر م محققین سے مراد
اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہین اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہی تصدیق مع الاطاعۃ سے لہذا اُنکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہوجاتا ہی اور کرامیہ کے نزدیک
فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہی سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہی تو وہ مومن ناجی ہی والا مومن مخلد فی النار ہی والاقرار شرط لاجراء الاحکام
الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہی احکام دنیویہ کے جاری
کرنے کیواسطے اُنکے متفق ہونے کے بعد اسپر کہ مومن اسکا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اُس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اُس سے ایمان کا مطالبہ
ہوا اور اُسنے اقرار نہ کیا تو اسکا یہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہی م احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ
اور مقابر مسلمین مین دفن کرنا ہی پھر اگر وہ مرگیا اور اپنے ایمان کا اقرار نکیا اور اسکے دل مین یہ تھا کہ جو کوئی اُس سے پوچھے گا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے
نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اُسپر جاری نہونگے علماء محققین کا اسپر اجماع ہی کہ ترک عناد شرط ہی ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہی کہ جب
اُس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اُسنے اقرار نکیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہی اعتقاد سابق اُسکو مفید نہوگا باقی رہا یہ کہ اگر
اُسکا معتقد نہو یعنی خالی الذہن ہو یا اُسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کرے گا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی
ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر جواب یہ ہی کہ جب اُسنے اقرار کیا تو اُسکے ایمان مین

کچھ شک نہین اور قبل اقرار کے درصورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنی نیت مین قرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے واللہ تعالے اعلم قال المصنف وفی الفتح من ہزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فہو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر مین لکہا ہے کہ جسنے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے فتاوی خیریہ مین بحر الرائق سے منقول ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہے سب کے نزدیک اور اسکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اُسکا تکلم کیا وہ سب کے نزدیک کافر نہین اور جسنے معلوم کر کے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اُسکے کفر ہونے سے جاہل ہے تو اسمین اختلاف ہے والکفر لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت مین بمعنی اخفا کے ہے اور شرع مین عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلاتردد یعنی ضروریات دین مین سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لایفتی بالکفر بشیء منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منہا اور کلمات کفر کے فتاوون مین مشہور ہین بلکہ اُنکی جدا گانہ تالیف ہوئی ہے رسائل مین باوجود اسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہین جاتا بسبب کسی چیز کے اُنمین سے مگر اُنمین جنپر فقہا کا اتفاق ہے چنانچہ آویگا بحرالرائق مین کہا کہ مین نے اپنی ذات پر لازم کرلیا ہے کہ مین فتوی ندونگا کسی چیز پر اُنمین سے یعنی جسمین فقہا کا اختلاف ہے اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہے فائدہ بعضے موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے تا اہل اسلام اُس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہے اُسکا صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہین اور اُسکی اولاد ولدالزنا ہے جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اُسکے کسی نام مقدس سے یا اُسکے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اُسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اُسکا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہراوے یا اُس علیم اور قدیر کی طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے جو کہے کہ اگر خدا مجھکو اس کام کا امر کرے تو مین نکرون وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہے جو خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے اُنکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہے تو بھی اُسکا ایمان نلاؤن وہ کافر ہے رافضی جب شیخین کو بد کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہے بخلاف اور ازواج طاہرات کے کہ اُنکا قاذف کافر نہین لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیون کا یہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہ صاف کفر ہے یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین اور مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اور اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ گنہگار ہے بسبب ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور اُنکو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی (حقارت کرتا ۱۲) کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اُسنے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ ہمارے واسطے لوگ نماز پڑھتے ہین یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یون بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے یہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ ہم نے بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہین یا حلال مجھکو سزاوار نہین یا نماز کو مین نے طاق پر رکھدیا وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اُسپر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہین داستان سیکھتے ہین اور بادہوائی کہتے ہین یا یون کہا کہ یہ زور ہے سو وہ کافر ہے اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہین یا یون بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہے درم چاہیے کہ جب حشمت اور عزت ہے علم کسکے کام آتا ہے سو یہ قول کفر ہے جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور واعظین کے اور اسکے ساتھ چند لوگ ہون اور اُس سے

ف جن باتوں سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اُسکا ذکر ۱۲

مسائل پوچھتے ہین اور اُس سے ہنسی کرتے ہین اور اُنکو لکیون سے مارتے ہون تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم اُسکا فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہی جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہی لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تو اُسکا مال بک جاے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہین دراصل یہ ہی کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہی چنانچہ غیر کا مال تو کافر نہین اور اگر حرام لعینہ ہی سو اگر اُسکی دلیل قطعی ہی تو وہ کافر ہی اور نہین تو نہین ہر کبیرہ صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اُسنے جواب دیا کہ مین نے کیا کیا ہی کہ توبہ کرون وہ کافر ہی جو شخص پیالہ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے وقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہی اذکار اور اذان سے مسخرا پن اور بے ادبی کرنا کفر ہی جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہی اور اگر بعینہ ایک مرد کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہین ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نہ کر کہ دوسرا جہان بھی ہی اُسنے کہا کہ اُس جہان کو کون جانتا ہی وہ کافر ہی جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھاوے وہ کافر ہی اگرچہ بطریق لہو و لعب کے سکھاوے اور اسی طرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاے یہ بھی کفر ہی جو شخص مجوسیون کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہی بقول صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہین اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہی مگر جبکہ جنگ مین بطور خدعہ کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہین جو مشرکین کی عید مین بطریق تعظیم جاے تو کافر ہوتا ہی مترجم کہتا ہی اعیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے چنانچہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہی آدمی مجوسیون کے نوروز مین جانے سے اُنکے افعال کی موافقت کے سبب سے اُسدن مین اور اُس چیز کے خرید کرنے سے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے نہ واسطے کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہی اُسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اُسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہی تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کھانے کے وقت کلام نہ کرنا یا حالت حیض مین عورت کو پاس نہ رکھنا بہتر فعل ہی مجوسیون کا تو وہ کافر ہی شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہی اور بعضون نے کہا کہ کافر نہین خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہین اسواسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور شہنشاہ خصائص اسماء الٰہیہ سے بلا وصف اعظم ہی عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کے وقت جو بھوانی کو پوجتی ہین اور اُس سے شفا چاہتی ہین کافر ہو جاتی ہین نکاح اُنکا ٹوٹ جاتا ہی اور اگر اُنکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانے مین بدون خیانت اور دروغگوئی کے میرا گذارا نہین ہوتا یا یون کہے کہ جبتک خرید فروخت مین تو جھوٹ نہ بولے گا روٹی کھانے کو نہ پاوے گا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہی جسنے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اُسکا دل ایمان پر ہی وہ کافر ہو خدا کے نزدیک مومن نہین جس قول باطل کے کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہو تو اُسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہین ہکذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالی اعلم وشرائط صحتہا العقل

والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہی تو صحیح نہین مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی مرتد ہونے کے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ مین ہی کہ صحیح نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہی اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا اور اُسکا قصور معاف نہوگا ہم بحر الرائق مین قید لگائی ہی کہ اُسکا سکر حرام چیز سے ہو اور اُسنے اپنی خوشی بلا جبر اُسکو استعمال کیا ہو ورنہ وہ مجنون کے مانند ہی ومن ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام

استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جاے حاکم اُسپر اسلام عرض کرے یعنی اُس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنی جسکو دعوت پہونچ گئی اُسپر عرض اسلام واجب نہین وتکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اُسکا شبہہ

دور کیا جاوے یہ بیان ہی ثمرہ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہی کہ اگر اُسکو کوئی شبہہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جاے ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثة ایام یعرض علیہ الاسلام فی کل یوم منہا خانیة اور مرتد قید کیا جاے بنا بر وجوب کے تین دن قول ضعیف مین حبس بنا بر استحباب کے ہی تینون دنون مین ہر روز اُسپر اسلام عرض کیا جاے کذا فی الخانیة ان استمہل ای طلب المہلة والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اُسوقت ہی جبکہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور حاکم اُسکو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہہ کے مگر اُسوقت قتل مین جلدی نہ کرے جبکہ اُسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثة یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبة فان عاد فکذلک تاتارخانیة قلت لکن نقل فی الزواہر عن اخر حدود الخانیة معزیا للبلخی ما یفید قتلہ بلا توبة فتنبہ اور اسی طرح مہلت دیجائیگی اگر دوسری بار مرتد ہو گا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسرے بار کے ارتداد مین ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائیگا یہان تک کہ اُسپر آثار توبہ کے ظاہر ہون پھر اگر چوتھے بار ارتداد کی طرف عود کریگا تو یہی حکم کریگا یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن التاتارخانیة شارح کہتا ہی لیکن زواہر مین آخر حدود خانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کی طرف نسبت کر کے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مفید ہی مرتد کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا ہم فتح القدیر مین تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایة قرار دیا ہی اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھہرایا ہی اور اجناس ناطفی اور مختصر سرخسی مین مذکور ہی کہ چوتھے بار کے ارتداد مین امام اُسکو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہی والا اُسکو قتل کرے کذا فی حاشیة الطحطاوی فان اسلم فبہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہی والا امام اُسکو قتل کرے بدلیل اُس حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اُسکو قتل کر درواہ احمد والبخاری کذا فی المنح واسلامہ ان یتبرا عن الادیان سوی الاسلام او عن ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہی کہ بیزار ہو جاے سب دینون سے سواے اسلام کے یا اُس دین سے بیزار ہو جسکی طرف اُسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی ہم بحر الرائق مین کہا کہ مرتد کے اسلام مین بعد الشہادتین سواے اسلام کے اور دینون سے بیزار ہونا دار الاسلام مین شرط ہی اور اگر دار الحرب مین مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ مین اسلام مین داخل ہوا یا دین محمدی مین آیا تو یہ دلیل ہی اُسکے اسلام کی ولو اتی بہا علی وجہ العادة لم ینفعہ ما لم یتبرا بزازیة اور اگر مرتد کلمۂ شہادت کو بولا بطریق عادت کے تو اُسکو نافع نہین جبتک سواے اسلام کے اور دینون سے تبرا نکرے کذا فی البزازیة وکرہ تنزیہا المام قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہی اُسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہی اُسکے خون کا اور دلیل گذشتہ یہ ہی کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہی اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہی نہ تحریمی فتح القدیر مین کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہین لیکن تعزیر ہی اور اسی طرح قاتل عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسة من ینکر الصانع کالدہریة ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن یقر بہا لکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة ومن ینکر الکل کالوثنیة ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویة فیکتفی من الاولین بقول لا الہ الا اللہ وفی الثالث بقولہ محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراہیة الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہین بعضے خالق کے منکر ہین چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہین چنانچہ مجوسی کہ دو خالقون کے قائل ہین یعنی یزدان اور اہرمن کے اور بعضے کافر خالق اور اُسکی وحدانیت کے مقر ہین لیکن رسالت انبیا کے منکر ہین جیسے حکما و فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہین چنانچہ بت پرست اور بعضے سب کا اقرار کرتے ہین لیکن عموم رسالت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہین چنانچہ فرقۂ عیسویہ تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیون سے لا الہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکما و فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستون سے دو مین سے ایک پر یعنی کلمۂ توحید یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنی عیسویہ سے دونون قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہی دین اسلام کے کذا فی البدائع واٰخر

کراہیۃ الدرر م فلاسفہ سے یہان سب حکمار یونانیین مراد نہین بلکہ بعضے مراد ہین اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاکے قائل ہین اور عیسویہ سے نصاریٰ مراد
نہین بلکہ ایک قوم ہی یہود کی جو عیسیٰ صفہانی یہودی کی طرف منسوب ہی شارح مسایرہ کا قول ہی انتہیٰ اور درر کے مخالف ہی یعنی مجوسیون مین اداے شہادتین ضروری ہی
اور ظاہر ادہر یہ بھی مجوسیون کے مانند ہین انکار توحید اور رسالت مین ہکذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہا فیستفید من حمل حالہم بل عمم فی الدرر اشتراط التبری فی کل یہودی
ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رہن فتاوی قاری الہدایۃ کذا نبی علماؤنا والذی افتی بہ وصحتہ بالشہادتین بلا تبری لان التلفظ
بہما صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد اور اسوقت مین یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہین اور انکے اسلام مین حکم مختلف ہی تو استفسار کرنا چاہیے
جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ مین سے کس دین پر مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہی درر مین مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی مین اور اسی کے مانند ہی
مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاوون مین اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن مین ہی ایسا ہی فتوی دیا ہی ہمارے علمانے اور جو مین فتوی دیتا ہون
وہ صحت اسلام ہی شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہوگئی ہی تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جاے درصورت عدم الاعادہ م اسلام م
مین بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہی کذا فی الدرر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک
روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی الصغری اور اسکو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جاے اس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے محل پر ممکن ہو یا اسکے
کفر مین علما کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق مین اسکو خوب منقح کر کے لکھا ہی اور اشباہ مین عدم تکفیر درصورت اختلاف کو فتاوی
صغری کی طرف منسوب کیا ہی م مفتی ابو مسعود نے حاشیہ اشباہ مین تصریح کی ہی کہ عدم تکفیر مین روایت ضعیف بھی کافی ہی اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب
کی ہو وفی الدرر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ اور درر وغیرہ
مین ہی جبکہ ایک صورت مین چند وجوہ ہون موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہی میل کرنا اس وجہ کی طرف جو مانع کفر ہی پھر اگر اس شخص کی
نیت مین وہی وجہ ہی جو مانع کفر ہی تو وہ شخص مسلمان ہی اور اگر اسکی نیت مین وہ وجہ نہین ہی تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اسکے خلاف پر وینبغی التعوذ بہذا
الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم
انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہی پناہ مانگنا بوسیلے اس دعا کے صبح اور شام اسواسطے کہ وہ سبب ہی کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول
صادق امانت دار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہی یعنی خداوندا مین پناہ مانگتا ہون بوسیلے تیرے اس سے کہ کسی چیز کو مین تیرا شریک
ٹھہراؤن جان بوجھکر اور تیری مغفرت چاہتا ہون اس گناہ کیواسطے جسکو مین نہین جانتا بلاشک تو علام الغیوب ہی وتوبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس
درر اور توبہ کرنا گناہون سے اسوقت جب زندگی کی امید نرہے مقبول ہی نہ ایمان لانا اسوقت کا کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس متفق علیہ
نہین بلکہ بعضے علمانے عدم قبول کی تصحیح کی ہی واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وکذا لو شہد رجل و
امرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور یہ بھی درر مین ہی کہ گواہی دی دو
نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا اور حالانکہ وہ منکر ہی تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون نے منجملہ مسلمین کے
اور نوازل مین ہی کہ مقبول ہی ایک مرد اور دو عورتونکی اسلام لانے پر اور مقبول ہی گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہو گیا انتہی وکل مسلم ارتد
فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا تو اسکی توبہ مقبول ہی مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہین انہین سے ایک وہ ہی جسکا ارتداد
چند بار واقع ہوا ابنا بر گذشتہ م یہ قول غیر معتمد ہی اور حق یہ ہی کہ اسکی توبہ مقبول ہی چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ
یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہین اسکی

مرتد کی جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا مین سے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اُسکی توبہ مقبول نہوگی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ
اُسکی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دے تو توبہ مقبول ہی اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہی اور اول یعنی نبی کی گالی حق العباد ہی جو توبہ کرنے سے
زائل نہین ہوتا اور جو کہا کہ اُسکی توبہ مقبول نہین یعنی اسقاط قتل مقبول نہین کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اُسکی توبہ مقبول ہی
چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہی ومن شك فی عذابه وكفره كفر وتمامه فی الدرر فی فصل الجزية معزيا للبزازية اور اسکی توبہ مقبول نہین جو نبی کے گالی دینے والے کے
عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین ہی بزازیہ سے نقل کرکے ہم بزازیہ مین ہی کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہی
اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہی اور حکم اسکا قتل ہی اور جو شک کرے اُسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہوگیا وكذا لو ابغضه بالقلب فتح واشباه اور اسیطرح وہ مرتد ہی
جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباه وفی فتاوى المصنف ويجب الحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه ايضا اور مصنف کے فتاوے مین
ہی اور واجب ہی الحاق استہزا اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنے جو نبی صلعم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہی اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق
ہوگیا وفيها سئل عمن قال لشريف لعن الله والديك والدى الذين خلفوك فاجاب الجمع المضاف يعم مالم يتحقق عهد خلافا لابی هاشم وامام الحرمين كما فی جمع الجوامع
وحينئذ فيعم حضرة الرسالة فينبغی القول بكفره واذا كفر بسببه لا توبة له على ما ذكره البزازی وتوارده الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی هاشم وامام الحرمين باحتمال
العهد فلا كفر وهو اللائق بمذهبنا لتصريحهم بالميل الى ما لا يكفر اور اسی مین یعنے فتاوی مصنف مین سوال واقع ہوا اُسکے حق مین جسنے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے
اللہ تیرے باپون کو اور اُن باپون کو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہوجاتی ہی تاوقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور
امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت مین تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہوجائیگا تو اُسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہی اور جب وہ
کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اُسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اُسکے جسکو بزازی نے ذکر کیا ہی اور شارحین متون نے اُسپر اتفاق کیا ہی ہان اگر ابی ہاشم
اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اُسکا ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہی بسبب تصریح کرنے ہمارے
اہل مذہب کے اُس وجہ کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہی ہم وجہ مانع کفر اس سوال مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہی کہ جمع مضاف عام نہین ہوتی
اور احتمال عہد یہان یہ ہی کہ والدین اقربین معہود ہین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفيها من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبه صلی الله عليه
وسلم او بفعله بان بغضه بقلبه قتل حدا كما مر التصريح به لكن صرح فی آخر الشفاء بان حكمه حكم المرتد ومفاده قبول التوبة كما لا يخفی اور فتاوی مصنف مین ہی کہ جو
گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اُس محبوب رب العالمین سے
بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح کی ہی کہ حکم اسکا مانند حکم
مرتد کے ہی تو مستفاد ہوا اُس سے کہ توبہ اُسکی مقبول ہی چنانچہ مخفی نہین زاد المصنف فی شرحه وقد سمعت من مفتی الحنفية بمصر شيخ الاسلام ابن
عبد العال ان الكمال وغيره تبعوا البزازية والبزازی تبع صاحب السيف المسلول وعزاه اليه ولم يعزه لاحد من علماء الحنفية وقد صرح فی النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوی
وحاوی الزاهدی وغيرها بان حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب صلی الله عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهی وهو ظاهر فی قبول توبته
كما مر عن الشفاء فليحفظ اور یہ بڑھایا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مین نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ
کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی سبکی کا تابع ہی جو مصنف ہی سیف مسلول کا اور بزازی نے اس
قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا اور اسکو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور بتقریر تصریح کی ہی نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی
وغیرہا مین اسکی کہ حکم اسکا مانند مرتد کے ہی اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہی کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہی اور حکم اسکا

مانند حکم مرتد کے ہی اور اُسکے ساتھ وہ کیا جاے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہی انتہی یعنی اصرار مین قتل ہی اور توبہ مین نہین اور یہ ظاہر ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین چنانچہ شفا سے مذکور ہوچکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہی کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کیطرف منتہی ہی جو سیف مسلول کا مصنف ہی اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہین جو اُسکا قول حنفیون کیواسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اُسکے مخالف موجود ہین و اللہ اعلم قلت ظاہر الشفا

ان قوله یا ابن الف خنزیر او یا ابن مائة کلب ان قوله لهاشمی لعن الله بنی هاشم کذلک وان شتم الملائکة کالانبیاء فلیحرر مین کہتا ہون اور ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہی کہ یون کہنا کہ ای بیٹے ہزار سورون کے یا ای فرزند سو کتون کے اور یون کہنا ہاشمی سے کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اسیطرح کفر ہی اور البتہ شتم ملائکہ انبیا کے شتم کے مانند ہی تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب حنفیہ مین تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہی اسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہی اُسکا قول حنفیون کیواسطے حجت نہین ومن حوادث الفتوى ما لو حکم حنفی بکفره بسب نبی هل للشافعی ان یحکم بقبول توبته الظاهر نعم لانها حادثة اخری وان حکم بموجبه نہر اور حوادث فتوی سے یہ ہی کہ اگر حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہی کہ اُسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر اجواب یہ ہی کہ ہان جائز ہی اسواسطے کہ دوسرا حادثہ ہی مغایر حادثہ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بموجب کفر حکم بھی کردیا ہو کذا فی النہر یعنے اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہوجانا اور عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نرہا عدم قبول توبہ مین طحطاوی نے کہا کہ یہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہی حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہین اسکا ذکر بلا وجہ ہی قلت ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود سوالا ملخصه ان طالب علم ذکر عنده حدیث نبوی فقال کل احادیث النبی صلی الله علیه وسلم صدق یعمل بها فاجاب بانه یکفر اولا بسبب استفهامه الانکاری وثانیا بالحاقه الشین بالنبی صلی الله علیه وسلم ففی کفره الاول عن اعتقاده یؤمر بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یقید الزندقة فبعد اخذه لا تقبل توبته اتفاقا فیقتل وقبله اختلف فی قبول توبته فعند ابی حنیفة تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمة لا تقبل ویقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنة اربع واربعین وتسع مائة لقضاة الممالک المحمیة برعایة رای الجانبین بانه ان ظهر صلاحه وحسن توبته واسلامه لا یقتل ویکتفی بتعزیره وحبسه عملا بقول الامام الاعظم وان لم یکن من اناس یفهم خیرهم یقتل عملا بقول بقیة الائمة ثم فی سنة ۹۵۵ تقرر هذا الامر بآخر فلینظر القائل من ای الفریقین هو فیعمل بمقتضاه انتهی فلیحفظ ولیکن التوفیق شارح کہتا ہی پھر مین نے دیکھا مفتی ابوسعود کے معروضات مین ایک سوال جسکا خلاصہ یہ ہی کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اسنے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جنپر عمل کیا جاے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہوگیا اول بار اپنے استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسرے بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اسکے پہلے کفر اعتقادی مین امر کیا جاے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جاے اور کفر ثانی اُسکا مقید زندقہ ہی سو بعد گرفتار ہونے کے اُسکی توبہ مقبول نہین بالاتفاق تو قتل کیا جاے اور قبل اُسکی گرفتاری کے اختلاف ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہی تو وہ مقتول نہوگا اور باقی تینون اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہین اور مقتول ہوگا بنا برحد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہی یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ مین ممالک محروسہ کے قاضیون کو ساتھ مراعات کرنے راے جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت کیجاے اُسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اُن لوگون سے نہو جنکی خیر اور نیکو کاری دریافت ہو تو قتل کیا جاے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر ۹۵۵ھ مین مستحکم ہوگیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق مین سے وہ کس مین ہی اہل صلاح مین ہی یا اہل فسق مین جسکے موافق ہو اسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی دفع ہوگیا م طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر مین تامل ہی اسواسطے کہ اُسکا کلام محل حسن پر محمول ہوتا ہی یعنے اُسکے کلام کی یہ مراد ہی کہ اثبات احکام مین عمل نہین ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور اسمین حدیث ضعیف پر عمل نہین یا یہ مراد ہی کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہین اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہی جس سے حکم شرعی ثابت نہین ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے یا اُسکے احتمال سے اُسپر کفر کا حکم نہین ہوسکتا اور محل استفہام اُسکے قول یعمل بہا پر ہی نہ صدق پر تو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہوا اور بر تقدیر تسلیم ارتداد زندقہ اسکا ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم

او الکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار للفتوی

انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وہذا یقوی القول بعدم قبول توبۃ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الجانب الذی ینبغی التعویل علیہ

فی الافتاء والقضاء رعایۃ جانب حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی حاشیۃ بعض النسخ فالحق بالاصل

مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت ویکفینا ما مر من الامر فتدبر یا جو کافر ہو بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونون
مین سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہو البحر الرائق مین جوہرہ سے صدر شہید کیطرف نسبت کر کے منقول ہی کہ جسنے شیخین کو بد کہا یا اُن دونون کو طعن کیا
کافر ہوگیا اور توبہ اُسکی مقبول نہین اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہی اور یہی پسندیدہ ہی فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر
یقین کیا ہی اشباہ مین اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یون کہکر کہ یہ یعنی شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہی عدم قبول توبہ شاتم
مصطفوی کے قول کو اور عدم قبول توبہ یہی جانب سے ہی جسپر اعتماد کرنا افتاء اور قضا مین لائق ہی برعایت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق مین ہی
اور اسکا وجود ہی نہین اصل جوہرہ مین وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دیگئی باوجود اسکے کہ اس عبارت کو کچھ ربط نہین لینے
ماقبل سے انتہی مافی النہر شارح کہتا ہی اور کفایت کرتا ہی ہمکو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی مین حکم سلطانی عام جو قبل اسکے مذکور ہو چکا کافی ہی سو غور اور
تامل کرو شیخین کے تبرا کرنے والے اور طاعن کا کفر بروایت خلاصہ و بزازیہ و وہبانیہ بلاشبہ ثابت ہی کذا فی المنح لیکن اُسکا عدم قبول توبہ کتب مذکورہ مین مذکور نہین فقط صاحب
بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہی سو اسکا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہین کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب مین داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ
کی تقویت کی ہی اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہی برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہین عدم قبول توبہ نصوص مذہب کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق
اعتماد کے ہین نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ وہ ارباب ترجیح مین نہین اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف و رحیم ہی تو اس دریاے کرم سے عفو متوقع ہی بعد توبہ کے
سید حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے حکایت ہی کہ اُسکے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اس سے روایت طلب ہوئی تو پائی نہ گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر
مین کہتا ہون اگر جوہرہ کے سب نسخون مین روایت مذکورہ ہوتی تو بھی حجت نہ تھی اسواسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہین کہ ہمارے مذہب مین شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہی خلافا للمالکیۃ
والحنابلۃ اور جب یہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلا دلیل ہی بلکہ میری دانست مین کسی امام سے یہ قول ثابت نہین انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی المعروضات المزبورۃ ما معناہ

ان من قال عن فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ماذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف بعض المتصلفین

لارجاعہا الی الشریعۃ لکن تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات وقد صدر امر السلطانی بالنہی فیجب الاجتناب من
کل وجہ انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کے معروضات مذکورہ مین وہ سوال ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ جو شخص شیخ محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے
خارج ہی اور اسکو گمراہ کرنے کے واسطے تصنیف کیا ہی اور جو اسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہی کیا لازم ہی اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہان اس کتاب مین چند کلمات
مخالف شرع ہین اور بعضے اہل تکلف نے ان کلمات کے پھیرنے مین شریعت کیطرف بناوٹ اور تکلف کیا ہی لیکن ہمکو بالیقین ثابت ہو گیا ہی کہ بعضے یہودیون نے اُن
کلمات کو شیخ قدس سرہ پر افترا کیا ہی تو واجب ہی احتیاط کرنا اُن کلمات مخالفہ شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہی حکم سلطانی اُسکے عدم اشتغال پر تو اب
واجب ہو گیا پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنی نہ اسمین نظر کرے نہ یاد رکھے نہ سنے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور
بہ ابن العربی و شیخ اکبر پانسو ساٹھ مین پیدا ہوے اور چھ سو اڑتیس مین وفات پائی اور صالحیہ مین دفن ہوے علامہ عصر اور عارف کبیر تھے مناوی کے طبقات مین امام ناصر الدین بلاوی
منقول ہی کہ مرد عجمی ولی اللہ مصر مین وارد ہوا اکثر لوگ اس سے فیضیاب ہوے اور بار ہا ملتجی رہے کہ آپ ہمکو فصوص الحکم پڑھکر سنائیے وہ قبول کرتے تھے آخرش بعد الحاح کثیر
استخارہ کرکے وعدہ کیا کہ دریاے نیل کے پار در صورت عدم صحبت اغیار ہمارا مطلب ہو گا چنانچہ چند مدت وہان جاکر اوقات معینہ مین بلسان حقیقت موید بالشریعت سے تقریر بدیع فرمایا کرتے

پھر نوبت کے دن اس مشغولی سے باز رہے مخلصین نے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درس کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اسمین غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر عالم قدس کیطرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھپر منکشف ہو تو حقیقت مجھپر کشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ مین مختل ہوگیا لہذا مین اس کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب مین اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہین جنکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہوگئے ہین حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ اُن کلمات کا جو ظاہر مطلب موہم ہے وہ مراد شیخ نہین بلکہ مراد شیخ وہ امور ہین جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہین اُنکی اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ اُن امور کے معتبر الفاظ موہمہ سے کیجاے تاکہ نااہل کذاب اُن امور کا دعوی نکرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ام شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی مین اہل منصف کو تردد نہین لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ اُنکی بعض تصانیف مین البتہ جا بجا موجود ہین یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطاے کشفی سے معصوم نہین چنانچہ طبقات مناوی سے بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل مین اختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بناے کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے ناواقف اصطلاح اُنکو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور واقع مین مخالف نہین یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کے کلام مین گمراہی مسلمین کیواسطے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کردیے ہین چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو سعود کے معلوم ہوچکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہین چنانچہ اُنکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اُن کلمات کا جائز نہین علی الخصوص کم علم ناآشناے عرفان کے حق مین اُنکا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہین کہ مخالفت شریعت کی کچھ ضرر نہین شریعت عوام کیواسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہ قول صاف جہالت اور الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف مین فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ کفر اور زندقہ ہے طبقات عارف مناوی مین جو کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا مین سے ایک حکم کا جاہل ہوا اسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہین سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہو اور شریعت محمدیہ وغیرہا مین سے ایک حکم اُسپر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالیٰ ہمکو اور مسلمانون کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچاوے آمین۔ وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سوال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحی رسوم المعارف فعلا واسما ٭ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف ٭ من علمہ غرقت فیہ خواطرہ ٭ اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اس سوال مین جو اُنکے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب مین سو یون کہا ہے کہ الٰہی مجھکو گویا کر اُسمین جسمین تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ مین رکھتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ مین حق تعالیٰ کی عبادت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارف کا زندہ کرنے والا تھا بنابر فعل اور اسم کے جبکہ فکر مرد کی نزدیک جا اُسکے دریاے علم کے کنارہ سے تو ڈوب جاتی ہین اُسمین خطرات اُسکے یعنی اُسکے فہم سے عاجز ہو ٭ ہو عباب لا تکدرہ الدلا ٭ وسحاب تتقاصی عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملأ الآفاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ٭ وما علی اذا ما قلت معتقدی ٭ دع الجہول یظن الجہل عدوانا ٭ واللہ واللہ واللہ العظیم ٭ ومن اقامہ حجۃ للہ برہانا ٭ ان الذی قلت بعض من مناقبہ ٭ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا ٭ الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وہ سیلاب عظیم ہے جسکو ڈول گدلا نہین کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہوجاتے ہین یعنی حجاب ہین ستارون سے مراد اُنکے زمانے کے اہل عرفان ہین اُنکی دعا ساتون آسمانون کو پھاڑتی تھی یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتین اُنکی متفرق تھین سو آسمان کے کنارے اُنسے پر تھے اور البتہ مین اُنکی صفت کرتا ہون اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہین اور جو مین نے اُنکی تعریف لکھی ہے اُسکا مین گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ مین نے اسکا انصاف نہین کیا یعنے اسکا حق پورا ادا نہین کیا اور کچھ مجھپر حرج نہین جبکہ مین اپنا اعتقاد بیان کرون دور کر اس جاہل کو جو جہالت کا گمان وہم کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اسکی قسم ہے جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کر کے قائم کیا ہے کہ بیشک جو مین نے اُنکی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے اُنکے مناقب اور فضائل سے مین نے زیادہ نہین بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید مین نقصان کو زیادہ کرون اسواسطے کہ مرد کامل کی ادنی فضیلت کا بیان کرنا درحقیقت اسکی تنقیص ہے

یہانتک کہ صاحب قاموس نے کہا کہ اُنکی کتابون کے خواص سے یہ ہے کہ انکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اُسکا سینہ کھل جاتا ہے فک معضلات اور حل مشکلات کیواسطے وقد اثنی علیہ

شیخ العارف عبدالوہاب شعرانی سماہ فی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف عبدالوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف مین خصوصاً اپنی اس کتاب مین جسکا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر العلوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اس کتاب کو وباللہ التوفیق م عبدالوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب مین مشہور کثیر التصانیف ہین والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو کافر ہے بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کے اُسکی توبہ مقبول نہین م حاشیہ حلبی مین ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اُسکی طرف منسوب ہون اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا کہ سحر کی حقیقت ورتاثیر ہو ایلام اجسام مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہین بجز خیال بندی کے اور سحر کا سکھانا اور سیکھنا بلا اختلاف اہل علم کے حرام ہے اور اُسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اُسکو حرام جانے یا نہ جانے اور اُسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم مین امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا خطا ہے بلکہ اسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر مین اُس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط مین لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے والا کفر نہین پھر جو سحر کہ کفر ہے اُسمین مرد مقتول ہونگے نہ عورتین اور جو سحر کہ کفر نہین اور اُسمین اہلاک نفس ہے تو اسمین قطاع الطریق کا حکم ہے اور اُسمین مرد اور عورتین برابر ہین مقتول ہونے مین بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہے توبہ ساحر کی اسواسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو انکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے حق مین محمول ہے اور احکام آخرت کے حق مین تو بلا شبہہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہین ہوتا تفسیر ابن عادل مین وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص بیر کے سات پتے سبز لے اور انکو دو پتھرون کے درمیان کچلے پھر اُسکو پانی مین گھولکر آیۃ الکرسی اُسپر پڑھے پھر اُس سے تین چلو لیکر غسل کرے تو اُسکی بستگی انشاء اللہ تعالے دفع ہو جاے کذا فی حاشیۃ الطحاوی ولو امرأۃ فی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو قول اصح مین بسبب اُسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے م غیر اصح منتقی کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہو گی بلکہ حبس کیجائیگی اور مرتد کے مانند ماری جائیگی زیلعی نے اپنی شرح مین کہا کہ اُسکے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہوا بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی خطر الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہے بسبب زندقہ کے اُسکی توبہ مقبول نہین اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر مین ظاہر المذہب اقرار دیا ہے لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب ساحر یا زندیق مشہور جو لوگون کو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہو قبل توبہ کرنے کے پھر اُسنے بعد گرفتاری کے توبہ کی تو اُسکی توبہ مقبول نہین اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا تو اُسکی توبہ مقبول ہے وافاد فی السراج ان الخناق لا توبۃ لہ اور سراج وہاج مین تصریح کی ہے کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہین یعنی جو گلا گھونٹکر آدمی کو مارتا ہے چنانچہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی مین ہے کہ کاہن کو بعضون نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ مین م فتح القدیر مین کہا کہ بعضون کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہے اور بعضون کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہین جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضون کے نزدیک کاہن وہ ہے جسکے پاس جن خبر لاتے ہین ہمارے علما نے کہا کہ اگر وہ اُسکا معتقد ہو کہ شیاطین کرتے ہین جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہین وفی حاشیۃ البیضاوی الملاحد والداعی الی الالحاد والاباحی کالزندیق اور ملاحدہ کے حاشیہ بیضاوی مین ہے جو الحاد کیطرف لوگون کو بلاتا ہے اور اباحی زندیق کے مانند ہے یعنے اُسکی توبہ مقبول نہین اباحی وہ ہے جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے حرمت کا معتقد نہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر ویظہر اعتقاد حرمتہ وتمامہ فیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق کے مانند ہے جو کسی دین کو نہین مانتا ہے اور اسیطرح وہ شخص زندیق کے مانند ہے جو باطن مین بعض ضروریات دین کا منکر ہے مانند حرمت خمر کے اور ظاہر مین اُسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور پورا بیان اسکا اسمین ہے م فتح القدیر مین

کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ مین منافق زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہین کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق
اسکے مانند ہے اخفا مین اور اُسکا حال یون معلوم ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اسپر کسیطرح سے آگاہ ہوگیا یا اُسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ
اعتقد تحریمہ اولا ویقتل لکن فی حظر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنے احد عشر اور فتح القدیر مین ہے کہ کافر ہوتا ہے ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے
سے اسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان کیواسطے اور اُسکی اباحت کا
اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہین ہوتا اور اسوقت مین گیارہ قسم کے مرتد مستثنے ہین یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوائے گیارہ شخصون کے یعنی جسکا ارتداد مکرر ہوا
اور جسنے انبیاء علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق
اور بعضے ضروریات دینی کا منکر باطن مین و اعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام
ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا وہ قتل کیا جاے اگر توبہ نکرے مگر چند اشخاص مرتدین پر قتل نہین اگرچہ توبہ نکرین عورت
اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہوجاے اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونون گواہ گواہی سے
پھر گئے ہون کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہ صورت ہے کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اُس سے مسموع نہوا
تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا اسواسطے کہ ہنوز اُس سے تصدیق نہین پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اُسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کا فرجب اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو
مقتول نہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم رکھا جائیگا کذا فی الشرنبلالیۃ زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ جسکا اسلام ایک مرد
اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہوگا انتہی ثم حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو منکر لم یقتل شہادتہما ولو قبل و
علی نصرانیۃ قبلت اتفاقا وتمامہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہوچکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف
یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر مین ہے دونون مین
وجہ فرق یہ ہے کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی
روایت یہ ہے کہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی اسلام پر اور نصرانیون کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضیخان نے امام ہی کے قول پر اعتماد
کیا ہے کہ عورتون کی گواہی پر قتل نہین اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحاوی عن نوح افندی ویلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ بیننا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا
اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل مین ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جسکو مرتدہ نے دار الاسلام مین جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہوکر یا مست جبکہ اسلام لایا اور اسیطرح سے لقیط ہے
اسواسطے کہ مسلمان ہونا اسکا حکمی ہے نہ حقیقی وقیدہ فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی
جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ مین مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور کافر ذمی اور مستامن کا
اسلام زبردستی سے صحیح نہین لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ مین عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان مین صحیح کہا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مستثنی
چودہ قسم کے مرتدین ہین یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہوجاے اور توبہ نکرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ اسلام قبول کرے اور
حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ بزور مسلمان کیے جائیں اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی
سے ثابت ہوا اور دو نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور جسکو مرتدہ دار الاسلام مین جنے جبکہ وہ بالغ ہوتے مرتد ہوا اور مست جبکہ
اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل
وبطلان وقف وبینونۃ زوجتہ لو فیما التقبل والا قتل کالردۃ لسبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رایت من یغلط فی ہذا المحل واقرہ المصنف وحینئذ

فالمستثنی اربعۃ عشر گواہی دی گواہون نے ایک مسلمان کے ارتداد پر اور وہ منکر ہی تو اس سے تعرض نکیا جاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اسکا انکار کرنا ارتداد سے یہی توبہ ہی اور رجوع ہی ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہی کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہوجانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اس ارتداد سے ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہی اور نہین تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ گذر ہوچکا کذا فی الاشباہ بحرالرائق مین اتنا زیادہ کہا کہ مین نے دیکھا ہی اسکو جو اس مقام مین خطا کرتا ہی یعنے انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہی یعنے عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ مین بھی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین اور ہوسوقت تو مستثنی چودہ مرتد مین ہم طحطاوی نے کہا صواب یہ ہی کہ شارح خمسۃ عشر کہتا اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ صورتون سے زائد ہی وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہی اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہی اسکی اولاد زنا کی اولاد ہی اگر تجدید نکاح نہوا اور جس ارتداد کے کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہی اسمین استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنابر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاوے اور بطلان نکاح کا حکم نہوا اور محیط مین قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہون تو موجب کفر نہین اور اسمین تجدید نکاح کا امر نہین لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان موقت ولا بامان موبد ولا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتد خانیۃ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا اپنے ارتداد پر جزیہ دیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہین اسکا غلام بنانا بعد الحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا استرقاق بعد الحاق دار الحرب کے جائز ہی کذا فی الخانیۃ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ لم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کے ایک دین اور ملت ہین بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اسکے بالعکس تو اپنے اسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اسپر جبر نکیا جائیگا پہلے دین کے عود پر ویزول ملک المرتد لحن لہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ او حکم بلحاقہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ وقالا میراث ایضا ککسب المرتدۃ اور زائل ہوتی ہی مرتد کی ملکیت اسکے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اسکی ملک نے عود کیا اور اگر مرگیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا الحاق دار الحرب کا اسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اسکے کسب کا اسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اسکی زوجہ ہو بشرط بقائے عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادائے دین اسلام کے اور اسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہی بعد ادائے دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہی مرتدہ کی کسب کے مانند اور حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور ولوالجیہ مین کہا کہ یہی قول صحیح ہی تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وقسم مالہ ویودی مکاتبہ الی الورثۃ والولاء للمرتد لانہ المعتق بدائع اور اگر الحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اسکا دین موجل دفی الحال لازم الادا ہوگا اور اسکا مال وارثون مین قسمت کیا جائیگا اور اسکا مکاتب بدل کتابت کو اسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کیواسطے ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہی کذا فی البدائع یعنی اسکے وارث ابتداءً ولا کے مالک نہونگے بلکہ عصبہ بنفسہ اسکو وراثت مین پاویگا اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی اسمین داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء بہ الا فی ضمن دعوی حق العبد نہر اور لائق یہ ہی کہ الحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن مین کذا فی النہر یعنی حکم الحاق قصداً صحیح نہین ہوسکتا اسواسطے کہ الحاق موت کے مانند ہی اور موت کا داخل تحت قضا نہین اصل اس بحث کی صاحب بحر سے ہی واعلم ان تصرفات المرتد علی اربعۃ اقسام فلینفذ منہ اتفاقا ما لا یعتمد تمام ولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق وقبول الہبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی عبدہ الماذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہین سو اسکا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہی جو کمال ولایت پر معتمد نہین اور وہ پانچ چیزین ہین استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا ہم استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اسنے اسکا دعوے کیا

تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اُسکا وارث ہوگا اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہی پھر طلاق
اس سے کیونکر واقع ہوگی اُسکا جواب یہ ہی کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہین اور کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ مبائنہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی
ہی کذا فی البحر ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہی جو ملت پر معتمد ہی یعنے
جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہی اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور وارث م نکاح مرتد کا باطل ہی خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا
مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہی اور امہال اُسکا تامل کیواسطے ہی اور نکاح اسے باز رکھیگا اور باطل اداے شہادت ہی نہ تحمل اسکا اور ارث باطل ہی یعنے
مرتد کسیکا وارث نہین لیکن اگر وہ مریگا تو اُسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساوات وہو المفاوضۃ اور وہ
تصرف اسکا بالاتفاق موقوف ہی جو مساوات دینی پر معتمد ہی اور وہ شرکت مفاوضہ ہی یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو باطل
ہوگی او ولایۃ متعدیۃ وہو التصرف علی ولدہ الصغیر یا موقوف رہیگا اُسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہی اور وہ تصرف ہی اپنے ولد صغیر پر ویتوقف
منہ عند الامام وینفذ عندہما کل ما کان مبادلۃ مال بمال او عقد تبرع کالمبایعۃ والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابۃ والہبۃ والرہن والاجارۃ
والصلح عن اقرار وقبض الدین لانہ مبادلۃ حکمیۃ والوصیۃ اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہی
ساتھ مال کے یا عقد تبرع ہی چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبض
کرنا مبادلہ حکمیہ ہی اور وصیت کرنا م قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ اداے دین بالمثل ہوتا ہی تو قابض دین کا اُس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہی جو مدیون کے ذمے پر
ثابت ہی ویلغی امانہ وعقلہ ولا شک فی بطلانہما اور باقی رہا اُسکے امان دینے اور دیت کا حکم اور شک نہین اُنکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان
نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہی اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اُسکی دیت باطل ہی واما الایداع والاستیداع والالتقاطۃ واللقطۃ
فینبغی عدم جوازہا نہر اور مرتد کی ایداع و استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہی کذا فی النہر ان اسلم نفذ وان ہلک بموت او قتل او لحق بدار الحرب
وحکم بلحاقہ بطل ذلک کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور اُسکے
الحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہوجائینگے فان جاء مسلما قبلہ ای قبل الحکم فکانہ لم یرتد کما لو عاد بعد الموت الحقیقی زیلعی پھر اگر مرتد
دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہوجاوے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال
وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی م جب اُسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجاے عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اُسکا آزاد نہوگا اور اُسکا
دین موجل غیر موجل نہوگا اور اُسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اُسکو ملکیت اُسمین عود کریگی بلا حکم قاضی و رضاے وارث اور اگر وارث نے اُسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا
لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وان جاء مسلمان ومالہ مع وارثہ اخذہ بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانہ فئ اور اگر
دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حالانکہ مال اُسکا وارث کے پاس موجود ہی تو اُسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اسکا بیت المال
مین ہی تو اُسکو نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی کذا فی النہر م بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہی جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے کسب اسلام
کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہو تو اُسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان ہلک مالہ وازالہ الوارث عن ملکہ
لا یاخذہ ولو قائما لصحۃ القضاء اور اگر اُسکا مال ہلاک ہوگیا یا اُسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کردیا تو اُسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے
حکم قاضی کے حق وارث مین ولہ ولاء مدبرہ وام ولدہ او اسی کے واسطے ہی اُسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومکاتبۃ لہ ان لم یؤد وان عجز عاد رقیقا لہ بدائع اور مرتد کو
مکاتب م اسیکا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا اداے بدل کتابت سے تو پھر اُسکا مملوک ہوجائیگا۔ کذا فی البدائع

ویقضی ما ترک من عبادة فی الاسلام لان ترک الصلوة و الصیام معصیة والمعصیة تبقی بعد الردة اور جس عبادت کو حالت اسلام مین ترک کیا ہو
اُسکو بعد مسلمان ہونے کے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوۃ اور صیام معصیت ہی اور معصیت باقی رہتی ہی بعد ارتداد کے کذا فی قاضیخان عن شمس الائمة وما ادی منہا فیہ یبطل
اور جو عبادت کہ اسلام مین اداکی وہ باطل ہوگئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردة صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وہو غنی فعلیہ الحج فقط۔
اور قضا نہ کی جائینگی عبادتین سوائے حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہوگیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اُسپر فقط حج واجب ہی
مر قضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہی اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہی طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہی اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھکر مرتد ہوگیا اور
آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہی کیونکہ اُسکا وقت ہنوز باقی ہی مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیا یجب بہ القصاص او
حد السرقة یعنی المال المسروق لا الحد خانیة وحاصلہ انہ یؤاخذ بحق العبد وما غیرہ ففیہ التفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہی
یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہی نہ حد کذا فی الخانیة اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ مرتد حق العبد مین ماخوذ ہوگا اور غیر حق العبد مین تفصیل ہی جو
خانیہ مین ہی کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کی قید مین
محبوس ہی اور اُسکا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر مین ماخوذ ہوگا اور حدود اللہ مین ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہین اور اُسکا مرتکب ہوا پھر
مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اُسپر مواخذہ نہین کذا فی المنح او الدیة ثم ارتد او اصابہ وہو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء
مسلما یؤاخذ بہ کلہ یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام مین پھر وہ دار الحرب مین جاکر بلاد
اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام مین آیا مسلمان ہوکر تو ان سب چیزون کا اس سے مواخذہ ہوگا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور
دیت کا ولو اصابہ بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشئی من ذلک لان الحربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا
امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہوکر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ مین سے کسی چیز کا مواخذہ اُس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کافر
ہوگیا اور حربی ماخوذ نہین ہوتا بعد اسلام کے ان افعال مین جنکا مرتکب ہوا وقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجہا فلہا التزوج باٰخر
بعد العدة استحسانا کما فی الاخبار من ثقة بموتہ او تطلیقہ ثلثا وکذا لو لم یکن ثقة فاتاہا بکتاب طلاقہا واکبر رایہا انہ حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط عورت
کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہوجانے کی تو اُسکو دوسرے زوج سے نکاح کرلینا جائز ہی بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہی مرد
معتمد کی خبر کہنے مین زوج کی موت کی یا اُسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر مخبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اُسکے طلاق کا خط لادے زوج کیطرف سے اور عورت
کو ظن غالب ہوجاوے اُسکے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہین کہ وہ عدت مین بیٹھے اور بعد اُسکے نکاح کرلے کذا فی المبسوط والمرتدة ولو صغیرة او خنثی تحبس
ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس بیٹھائی جاوے
اور ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہی جو آپکو
اُسکا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ مین یہ دلیل ہی کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اُسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہی جسمین
قتل نساء کی نہی وارد ہی اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونون کو شامل بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اُنکے قید رکھنے اور
بزور اسلام قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہی کذا فی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیئا ولو امة فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کرڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن
نہوگا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول صحیح مین اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہی سو وہ زائل ہوگیا لیکن قاتل پر تعزیر ہی کذا فی الولوالجیہ وتحبس عند مولاہا
لخدمتہ سوی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح و تولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتد لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس کیجاوے اسکی خدمت کرنے کیواسطے سوائے جماع کے

خواہ اُسکے حبس کرنے کا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہو اور اُسکی ضرب کا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنے کے دونون حقون مین یعنی حق خدا اور حق مولی ولیس

للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدہا السئی لاباس بہ وتکون فیئا للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فیئ للمسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ لو مصرفا اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑکر غیر سے اسیکا فتوی ہی اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اُسکے برے قصد کے استیصال کے واسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور وہ ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلاء کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہی کہ وہ غنیمت ہی سب مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اسکو امام سے خرید کرلے یا امام اُسکو بخشدے اگر مصرف ہو غنیمت کا مرادہ کا برا قصد یہ کہ مرتد ہو کر اپنے زوج سے بائن ہو جاے اور امام سے اسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہین تو زوج استیلاء سے مالک ہوگا وصح تصرفہا لانہا لاتقتل اور صحیح ہی تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی واکتسابہا مطلقا لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لایرثہا لو صحیحۃ لانہا لاتقتل فلم تکن فارۃ فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اُسکے وارثون کیواسطے ہی اور اُسکا زوج مسلم اُسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا مین کہتا ہون اور زواہر مین ہی کہ زوج اُسکا وارث نہوگا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہین ہوتی تو اُسکو تامل کرلے م حلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا سو کلا مفہوم اسکے ماقبل مین پایا یعنے قولہ لو مریضۃ ہی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہی وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیۃ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہی بالاتفاق کذا فی الخانیۃ ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر وارثہ فی امتہ المسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد ان مات او لحق بدار ہم مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مرتد نے تو ولد اُسیکا بیٹا آزاد ہی اُسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اُسکو چھ مہینے سے کمتر مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہی اگر مرتد مرجاے یا دار الحرب مین جا ملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصفۃ لعلوقہ من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لایرث المرتد اور یہی حکم ہی اُسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اُسکا وارث ہوگا مگر اُسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اُسکو جنے چھ مہینے سے زیادہ مین ابتداے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا بسبب اُسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا یعنے ولد تابع ہوتا ہی والدین مین سے اُسکا جسکا بہتر دین ہی سو یہان ماں ہی کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہی تو ولد پر بھی جبر ثابت ہی تو ظاہر حال اُسکا اسلام پر دال ہی لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا زمان کا پھر جب وہ مرتد رہا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بمالہ ای مع مالہ وظہر علیہ فہو ای مالہ فیئ لا نفسہ لان المرتد لایسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اسپر غلبہ حاصل ہوا تو اُسکا مال غنیمت ہی نہ اُسکی ذات اسواسطے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا فان رجع ای بعد بالحق بلا مال سوا قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وہو الاوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ باللحاق انتقل لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکم بامرانہ لہ قبل قسمتہ بلا شیئ وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ پھر اگر مرتد دار الاسلام مین پھر آیا یعنے بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اُسکے الحاق کا حکم ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی وجہ قوی ہی کذا فی الفتح پھر دوسرے بار پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور اُسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اُسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اُسکا اُسکے وارث کیواسطے منتقل ہو گیا تو وہ مدت دراز سے اُسکا وارث ہو چکا اور حکم اُسکا گذر گیا کہ وہ مال اُسکے وارث کا ہی قبل اُسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاویگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اُسکو لیگا تو مثلی دیکر لیگا وان قضی لعبدہ شخص مرتد لحق بدار ہم لابنہ فکاتبہ الابن فجاء المرتد مسلما فبدلہا

والولاء وکلاہما للاب الذی عاد مسلما فجعل الابن کالوکیل اور اگر ایک شخص دار الحرب مین جا ملا اور اُسکے غلام کی ملک کا اُسکے لڑکے کیواسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے نے اُسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہوکر تو بدل کتابت اور ولا دونون باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہوکر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت مین مرتد قتل رجلا خطاء فلحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردۃ بحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر وہ دار الحرب مین جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد مین تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی مین ہی اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی مین اُسکی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیہ وکذا لو اقر لغصب اما لو کان الغصب بالمعائنۃ او بالبینۃ فانہ فی الکسبین اتفاقا ظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہی اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا مشاہدہ یا گواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونون کے کسب مین ہی بالاتفاق کذا فی الظہیریۃ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی اُنکی جنایت غیر ارتدادی کے برابر ہی یعنے مولی مختار ہی چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے چاہے اُنکو دیدالے اور مکاتب کی جنایت اُسکے کسب ارتدادی مین ہی اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات مین آویگی قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ ومات منہ او لحق وحکم بہ فجاء مسلما فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ لوارثہ فی المسئلتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاہدرت قید بالعمد لانہ فی الخطاء علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹ گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اُسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا سو اُسکے لحوق کا حکم ہوگیا پھر دار الاسلام مین مسلمان ہوکر آیا سو اسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضامن دے اپنے مال مین سے مرتد کے وارث کو دونون صورت مین یعنی فقط قطع یدکی دیت لازم ہوگی نہ جان کی اسواسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم مین حلول کیا تو باطل ہوگئی مصنف نے عمد کی قید لگائی اسواسطے کہ خطا مین عاقلہ پر دیت ہی وقیدنا الحکم باللحاق لانہ ان عاد قبلہ واسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت السرایۃ ایضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ اسواسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم الحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہان دار الاسلام مین اور دار الحرب مین ملحق نہوا پھر مرگیا اُسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری سب دیت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہی سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فہدر لو عمدا لفوات محل القود ولو خطاء فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء علیہم خانیۃ ولا عاقلۃ للمرتد قاطع ید مرتد ہوگیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کی قطع نے جان تک یعنی اُس زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہی اگر قطع عمدا ہو بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہی تین سال کے اندر جس دن سے کہ اُسپر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کیواسطے عاقلہ نہیں ہم خطا مین عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوگی کہ قطع کیوقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد مکاتب ولحق واکتسب مالا فاخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل الکتابۃ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دار الحرب مین جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اُسکا بدل کتابت اُسکے مولی کا ہی اور بدل کتابت دیکر جو مال باقی رہے وہ مکاتب کے وارث کا ہی اسواسطے کہ ارتداد اثر نہین کرتا کتابت مین زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ فولدا وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا فالولدان فی کانہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت بہ ثمہ لتبعیتہ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیتہ الجد علی الظاہر فحکمہ کحربی زوج اور زوجہ دونون مرتد ہوے اور دار الحرب مین جا ملے پھر مرتدہ بیٹا جنی اور اُس مولود کے بھی ولد ہوا پھر اُن سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا غنیمت ہین اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اُسکا حمل دار الحرب مین ہا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہی باتباع والدین نہ پوتا یعنے پوتے پر جبر علی الاسلام نہین بسبب اُسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ مین تو حکم اُسکا حربی کے مانند ہی ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہی نہ دو پشت پھر جب پوتا دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام مین تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا یا اسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا اسواسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقید بردتہما لانہ لو مات مسلم عن امرأۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم ای علی اہل

لملک الدار فانہ لا یسترق ویرث اباہ لانہ مسلم ولو لم تکن ولدتہ حتی سبیت ثم ولدتہ فی دار الاسلام فھو مسلم تبعا لابیہ مرقوق تبعا لامہ

فلا یرث اباہ لرقہ بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑکر پھر عورت مرتد ہوئی اور دار الحرب مین جا ملی پھر وہان لڑکا جنی پھر وہان کے لوگون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب مین نہ جنی یہانتک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام مین تو وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور وہ مرقوق ہے اپنی مان کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی

ولا خلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جبکہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہیں اُسکے مخلد فی النار ہونے مین بسبب نہ معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنے اختلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہے نہ اخروی مین کاسلامہ فانہ یصح اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین تفریع علی الثانی ویجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اُسکے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر ماں باپ کا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کیجائیگی مار کر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز و

ھو ابن سبع فاکثر مجتبی سراجیۃ وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ ویمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قائلہ الطرطوسی فی انفع الوسائل قائلا ولم ار من قدرہ بالسن قلت وقد رایت نقلہ اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل باتمیز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ مین قائل اُس قول ضعیف کا طرطوسی ہے کتاب انفع الوسائل مین یون کہکر کہ مین نے اُس فقیہ کو نہین معلوم کیا جسنے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کر چکا اُسکی نقل کو مجتبی اور سراجیہ سے م حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ ہے جو کلمۂ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور سبع خلاف شرا کے ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہین سمجھتا خصوصا اس زمانے مین کذا فی الطحطاوی ویؤیدہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وھو ابن سبع وکان یفتخر بہ حتی قال سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت اوان حلم وسبقتکم الی الاسلام قہرا بصارم ہمتی وسنان عزمی اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر اُنکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہانتک کہ فرمایا صحابۂ کرام سے مخاطب ہوکر کہ مین نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن مین جبکہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور چلا مین نے تمکو اسلام کیطرف زبردستی اپنی ہمت کی تلوار اور اپنے عزم کی برچھی سے م صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کیوقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہ ہے کہ صبیان مین علی مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نسا مین خدیجۃ الکبری اور موالی مین زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا اور نسطور اہل فترت سے ہین یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مومن اور مصدق تھے اور یہ تصدیق اُنکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام مین داخل نہین اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین اسواسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورۂ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع فرضا قبل البلوغ ظاہر کلامھم نعم اتفاقا وفی

التحریر المختار عند الماتریدی انہ مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار نہر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے قبل بلوغ کے ظاہر کلام علما یہ ہے کہ ہان فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر مین ہے کہ ابو المنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی عاقل اداے ایمان کا مخاطب ہے بالغ کے مانند یہانتک کہ اگر مرجائیگا بعد اُسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا کذا فی النہر الفائق وفی شرح الوہبانیۃ بدروشن در دلستان کفر بعضہم

وصح ان لا یکفر وہو المختار + کذا قول شئ للہ قیل یکفر + و یا حاضر یا ناظر لیس یکفر + علامہ عبد البر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ درویش درویشان کہنے کو بعضون
نے کفر کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ قول کفر نہین اور یہی تحقیق اور منقح ہی اور اسیطرح شئی للہ کے قول کو بعضون نے کفر کہا ہی اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہین م شرح وہبانیہ مین
بزازیہ سے منقول ہی کہ رسائیق شروان مین مشہور ہی کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہی اسواسطے کہ معنی اُسکے یہ ہین کہ جمیع اشیا مباح ہین تو لازم آیا کہ حرام بھی
مباح ہی حالانکہ اباحت حرام کفر ہی اور یہ تکفیر ہی باطل ہی اسواسطے کہ مطلب قول مذکور کا یہ ہی کہ (سکنتہ المساکین یا فقر الفقرا) تو گویا قائل نے یون کہا کہ ہم متمکن ہوے ہم
بسکنت مساکین یا محتاج ہوے تیری طرف لفقر فقرا اور اسمین ایک شئی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہین چہ جائیکہ اباحت جمیع اشیا اور شئی للہ کے کفر ہونے کی شاید یہ
وجہ ہی کہ قائل نے چیز اللہ تعالے کے لیے مانگی حالانکہ حق تعالے ہر چیز سے غنی ہی سب خلق اُسکے محتاج ہین اور لائق یون ہی کہ اس قول مین عدم تکفیر کو ترجیح دیجیے اسواسطے
کہ اسکی تاویل یون ہو سکتی ہی کہ قائل کہے کہ مین نے یہ ارادہ کیا کہ مین شئی کو طلب کرون اللہ تعالے کے اکرام کیواسطے شارح نے اسکو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ مین اسطرح ہی (ومن قال
شئی للہ بعض یکفر + ویخشی علیہ الکفر بعض یقرر +) کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یون کہا کرتے ہین یا عبد القادر شئی للہ اسمین راجح عدم تکفیر ہی لیکن خوف
کفر سے خالی نہین چنانچہ بیت وہبانیہ کی اسپر نص ہی تو ترک اس قول کا لازم ہی اور یا حاضر یا ناظر کہنے مین اسواسطے کفر نہین کہ حضور بمعنی علم ہی اور نظر بمعنی رویت ہی
قال اللہ تعالے (الم تعلم بان اللہ یری) تو گویا اُسنے حق تعالے کو یون ندا کی کہ یا عالم یا من یرنی + ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ + ولاسیما بالدف یلہو ویزمر + اور جو
رقص کو حلال جانے اُسکا کفر علما نے بیان کیا ہی خصوصًا وہ رقص کرنے والا جو دف پر بجاے اور حالت لاوے م قرطبی نے نقل کیا کہ یہ راگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہی
امام مالک اور شافعی اور احمد ابن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہی کہ مستحل اس رقص کا کافر ہی جب معلوم ہوا کہ اسکی حرمت بالاجماع ہی تو لازم آیا
کہ اُسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی - ومن لولی قال طی مسافۃ + یجوز جہول ثم بعض یکفر + واثباتہا فی کل ما کان خارقا + عن النسفی النجم یروی
وینصر + اور جو ولی کیواسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہی پھر بعضون نے اُسکی تکفیر کی ہی اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت مین امام نجم الدین نسفی سے
مروی ہی اور منصور ہی یعنے نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہی کہ ہم کرامات اولیا کے مومن ہین اسواسطے کہ قول طی مسافت کو بھی عام ہی مگر
جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہی جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہین چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حداد مین اسکا بیان گذر گیا

باب البغاۃ

یہ باب ہی باغیون کے احکام مین جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب منہ ذلک ما کنا نبغی البغی لغت
عرب مین بمعنی طلب ہی اور منجملہ معنی طلب یہ آیت ہی (ذلک ما کنا نبغی) یہ وہ چیز ہی جسکو ہم طلب کرتے تھے م صحاح مین ہی کہ بغی عبارت ہی قصد حد اور مجاوزت
اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم فتح اور عرف مین بغی عبارت ہی اُس چیز کی طلب سے جو حلال نہین جور اور ظلم سے کذا فی الفتح وشرعا ہم الخارجون
عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع مین باغی وہ لوگ ہین جو خارج ہوے امام حق کی اطاعت سے ناحق
اور اگر امام حق پر خروج کرین تو وہ باغی نہین اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین مین ہی کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اُسکے سبب سے امن مین ہوگئے پھر ایک
جماعت مسلمین نے اسپر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہ لوگ باغی نہین باقی مسلمان امام کی اعانت کرین کہ اعانت علی الظلم ہی اور نہ اہل خروج کی
اعانت کرین کہ اعانت علی الخروج ہی اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوے حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہین مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہی قلانسی
نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور اُنکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اُنکے اہل بغی اور ہمارے زمانہ مین غلبہ کا
اعتبار ہی فرقہ عادلہ اور باغیہ معلوم نہین ہوتا کہ سب طالب دنیا ہین انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق وعلم حکمہم وبغاۃ ویجئ حکمہم و
خوارج وہم قوم لہم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یستحلون دماءنا واموالنا ویسبون نساءنا ویکفرون اصحاب

نبینا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہین
ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلاتاویل اور بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہین جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہین اور انکا حکم آتا ہی
اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہین جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہی امام پر خارج ہوے ہین تاویل سے گمان کرتے ہین کہ امام باطل پر ہی باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے
جو موجب قتال ہی امام کا انکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہین ہم اہل اسلام کے خونون اور مالون کو اور بندی کرتے ہین ہماری عورتون کو اور کافر کہتے ہین
ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو انکا حکم مانند حکم باغیون کے ہی باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر مین کی اور فتح القدیر مین ہی کہ جمہور فقہا اور محدثین
کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہین اور بعضے محدثین انکے کفر کے قائل ہین ابن منذر نے کہا مین نہین جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج مین اور
یہ مقتضی ہی اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط مین مذکور ہی کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہین کرتے اور بعضے کرتے ہین اس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہو
اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہی اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہی ہان یا البتہ ہی کہ اہل مذہب کے کلام مین اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہی لیکن
تکفیر ان فقہا کے کلام مین وارد نہین جو مجتہدین ہین اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہین اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہی اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ واقف
ہی انتہی حلبی نے کہا کہ یہ کلام وجیہ ہی مگر مشکل یہ ہی کہ مقتضی ہی عدم تکفیر ان رافضیون کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہین حالانکہ یہ صریح کفر ہی طحطاوی نے کہا
اسکا جواب ممکن ہی کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنی ہی اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہی واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل
وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہین کرتے تو اس سبب سے کہ انکا قتال اور استحلال تاویل سے ہی اگرچہ تاویل باطل ہی بخلاف
مستحل بلا تاویل کے کہ اسکی تکفیر صریح ہی چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے اندر باب الامامۃ مین مذکور ہوچکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ
حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہوجاتا ہی امام دو چیز سے اشراف اور رئیسون کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہوجاوے اسکی رعیت مین اسکے غالب
ہونے اور دبدبہ سے ہم امامت ثابت ہوتی ہی اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت مین سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط
نہین بلکہ جماعۃ علما یا جماعۃ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی ہی کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم
لا یصیر اماما سو اگر لوگون نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا انمین بسبب اسکے عاجز ہونے کے اسکے مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار
اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جبکہ ایک شخص بشرط مذکورہ امام ہو پھر اسنے
ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہوا سواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہوجائیگا تو معزول کرنا مفید
نہوگا اور اگر اسکے واسطے قوت حاصل نہین تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہی اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام مین ہی
٦٦٠ فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جبکہ
جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اسکے اس نائب کی اطاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان مین ہین کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہوگئے ایک
شہر پر تو امام انکو اپنی اطاعت کیطرف بلاوے اور انکے شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی تفرق جمعہم
اذ الحکم یدار علی دلیلہ ہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیون نے ایک مکان پکڑا اسمین مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال انکا پہلے پہل یہان تک کہ انکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہی قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہی اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع انکا ارادہ قتال کی دلیل ہی لہذا انکا قتال حلال ہوا
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکرین اس قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور یہی مذہب مختار ہی اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تاوقتیکہ وہ شروع
نکرین کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جسکو امام نے انکے قتال کیطرف بلایا

تو انپر اجابت اسکی فرض ہی اسواسطے کہ اطاعت امام کی اس امر مین جو گناہ نہین ہی فرض ہی سوا ئیمین کیونکر فرض نہوگی جو طاعت ہی کذا فی البدائع اور یہ جو
امام اعظم رح سے مروی ہی کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گھر مین بیٹھکر سو اس صورت پر محمول ہی کہ جبتک امام نے اسکو نہین بلایا اور بعضے صحاب کبار کا بیٹھ رہنا
باغیون سے قتال سے انکی عدم قدرت پر محمول ہی اور بعضون کو کچھ تردد تھا حلت قتال مین اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول
دوزخ مین ہین سو حمیت و عصبیت کے قتال پر محمول ہی یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا والا لزم بیتہ در رو فی المبتغی لو بغوا لاجل
ظلم السلطان و لا یمتنع عنہ لا ینبغی للناس معاونۃ السلطان و لا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہی اگر وہ قادر ہی قتال پر اور نہین تو اپنے گھر مین بیٹھ رہے کذا فی الدرر
اور مبتغی مین ہی کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگون کو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور
نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعۃ اجیبوا الیہا ان خیرا للمسلمین کما فی اہل الحرب والا لا یجابوا بحر اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک
قتال پر تو اسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کیواسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہی اور اگر انکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نہ چاہیے
کذا فی البحر و لا یوخذ منہم شیئ اور انسے کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال صلح کے عوض مین فلو اخذ نا منہم رہونا و اخذ و امنا رہونا ثم غدروا بنا
و قتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن یحبسون الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا و کذلک اہل الشرک اذا فعلوا برہوننا ذلک لا نقتل برہونہم
ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پھر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہمسے اول لی پھر انھون نے ہمسے عہد شکنی کی اور ہمارے
اولون کو قتل کیا تو ہم انکے اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن انکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہی کفار کا
جبکہ وہ ہماری اولون کو قتل کرین تو ہم انکی اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہمارے ذمی ہو جائین ہم انکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ
وہ ہمارے قابو مین آکر ہماری امان مین ہو گئے کذا فی البحر و لو لہم فئۃ اجہز علی جریحہم ای اتم قتلہ و اتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو
امام انکے زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور انکے بھاگنے والون کا پیچھا کرے اور اگر جماعت انکی پریشان ہو گئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب
نہ رہنے خوف کے والامام بالخیار فی اسیرہم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تابوا حبسہ ایضا حتی یحدث توبۃ سراج اور سلطان کو اختیار ہی
انکے قیدی مین چاہے اسکو قتل کرے چاہے محبوس رکھے یہانتک کہ اہل بغاوت توبہ کرین سو اگر وہ توبہ کرین تو بھی قیدی کو قید مین رکھے یہانتک کہ وہ بھی توبہ کرے
کذا فی السراج و نقاتلہم بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم انسے لڑین منجنیق و غرق کر دینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے
و ما لا یجوز قتلہ من اہل الحرب کنساء و شیوخ لا یجوز قتلہ منہم مالم یقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈھون کا اسکا قتل باغیون مین سے
بھی جائز نہین تا وقتیکہ وہ نہ لڑتے ہون یعنے اگر باغیون کی عورتین یا بڈھے قتال کرینگے تو انکا قتال جائز ہی سوائے اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر و لا یقتل عادل محرمہ
مباشرۃ مالم یرد قتلہ اور عادل یعنے امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنی اگر محرم باغی قتل کا
ارادہ کرے تو دفع کرنا اسکا جائز ہی اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہی سوائے والدین کے کذا فی البحر و لا تسبی لہم ذریۃ و تحبس
اموالہم الی توبتہم فترد علیہم اور انکی ذریت بندی نہ کیجاے اور انکے مال محبوس ہین انکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ انکو پھیر دیے جائینگے اور انکی عورتین بھی
بندی نہونگی اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح و بیع الکراع
اولی لانہ انفع فتح اور بیچ ڈالنا انکے دواب کا بہتر ہی اسواسطے کہ نافع تر ہی کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہی کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان بلا مضرت ہی والا بیت المال
سے دانہ چارہ صرف ہوگا و یقاس علیہ العبید نہر اور دواب کی بیع پر انکے غلامون کی بیع قیاس کیجاے کذا فی النہر و نقاتل بسلاحہم و خیلہم عند الحاجۃ و لا ننتفع
بغیرہما من اموالہم مطلقا و لو عند الحاجۃ سراج اور قتال کرین ہم انکے ہتھیارون اور گھوڑون سے اور ان دو چیزون کے سوا انکے اموال سے مطلقا منفعت نہ لیجاے اگرچہ

انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج مترجم جناب مرتضوی نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے بعد میں اور تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت
نہیں اور انکی ذریت بندی نہیں کذا فی المنح ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح
کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ لبقاء البغیۃ فمتی القاہ کف عنہ والا فلا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار
اپنے ہاتھ سے ڈالدیے تو عادل اوسکے قتال سے باز رہے اور اگر اوسنے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینکدے
تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اوسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اوسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اوسکی بقائے بغاوت
کا سو جبکہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتلہ باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شئی فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک
باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور انپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اوسکے قتل میں کوئی چیز نہیں ہے قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اوسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر
جب قتل مباح ہوا تو اوسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں وقتلانا شہداء ولا یصلی علی البغاۃ بل یکفنون ویدفنون بدائع اور ہمارے یعنے اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو انپر
نماز جنازہ پڑھی جاے اور بدون غسل دفن کیے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاے بلکہ کفن پہنائے جائیں اور دفن کیے جائیں کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم
الی الآفاق وکذا رؤس اہل الحرب لانہا مثلۃ وجوزہ البعض للمتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح ومر فی الجہاد اور مکروہ ہے انکے سروں کو اطراف عالم میں پھرانا
اور اسیطرح کفار کے سروں کو نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مثلہ ہے اور اسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اسمیں انکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا
جہاد میں ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ ای المصر احکامہم وان جری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی غالب
ہوگئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اوس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اوس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر
باغیوں کے احکام نہ جاری ہوتے ہوں اور اگر انکے احکام جاری ہوتے ہوں تو قصاص نہوگا بسبب منقطع ہوجانے امام کی حکومت کے انپر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا
فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اوسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے
کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں وبالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے بالعکس یعنے باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا
اوسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اوسکا وارث نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے ہم باغی اسواسطے وارث نہوگا کہ اوسنے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق بتاویل
صحیح ہے جبکہ اوسکے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام واصر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع تبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں
حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوی سے رجوع کریگا تو اوسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا
ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا
امان لیکر پھر اوسکو عادل نے عمدا قتل کیا تو اوسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوگی نہ قصاص
اسواسطے کہ اوسکی اباحت دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے
اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر مترجم حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ و وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو
مکروہ تحریمی کہنا یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل
البغی لعدم تفرغہم لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اوس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے جیسا کہ لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب انکے
نہ فراغت پانے کے ہتھیار بنانے کیواسطے بسبب انکے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بسببہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا نہر
میں کہتا ہوں اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسا کہ ہتھیار اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ نہ قائم ہو جیسا کہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے والے

انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہیں اُسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر وفی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عادلا والالا ولو کتب قاضیہم الی قاضینا کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ والالا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیوں کے قاضی کا حکم نافذ ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اُسکا حکم نافذ نہوگا اور اگر باغیوں کے قاضی نے ہمارے قاضی کی طرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اُسنے دو عادلوں کی گواہی سے حکم کیا ہے تو وہ حکم نافذ ہوگا اور نہیں تو نہیں م محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہے کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رائے کے مخالف ہے اسواسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات میں نافذ ہے اگرچہ قاضی عادل کی رائے کے مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفتح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقیط

یہ کتاب ہے لقیط کے احکام میں عقبہ مع اللقطۃ بالجہاد لفرضیتہما الفوات النفس والمال و ف م اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدمۃ علی المال مصنف نے کتاب اللقیط کو کتاب اللقطہ کے ساتھ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اسواسطے کہ جان اور مال دونوں معرض ہلاک میں ہیں جیسے جہاد میں نفس و اموال معرض تلف میں ہیں اور مقدم کیا کتاب اللقیط کو بسبب اُسکے متعلق ہونے کے جان سے اور حالانکہ بیان مقدم ہے مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المآل لقیط لغت میں وہ ہے جو زمین سے اُٹھایا جاوے فعیل بمعنی مفعول ہے پھر اُسکا استعمال غالب ہوگیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پھینکا اور ڈالا گیا آخر اسکو کوئی اُٹھالیگا اسواسطے اُسکو لقیط کہا و شرعا اسم الحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع میں لقیط انسان کے اُس بچے کا نام ہے جسکو لوگوں نے اُسکو پھینک دیا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کیواسطے مضیعہ اثم ومحرزہ غانم اُسکا ضائع کرنے والا یعنی جو اُسکو نہ اٹھالے وہ گنہگار ہے اور اُٹھا لینے والا فائدہ یاب ہے یعنی ثواب پاویگا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ ولو لم یعلم بہ غیرہ ففرض عین ومثلہ رؤیۃ اعمی یقع فی بیر یعنی لقیط کا اُٹھالینا فرض کفایہ ہے اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اُسکی ہلاکی کا اگر وہ اُسکو نہ اُٹھاوے اور اگر لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوائے اُسکے تو اسوقت میں اُٹھانا فرض عین ہے اور اسی مانند ہے اندھے کو کوئیں میں گرتے دیکھنا کذا فی التنمی والا فمندوب لما فیہ من الشفقۃ والاحیاء اور اگر اُسکی ہلاکی کا خوف نہو تو اُٹھالینا لقیط کا مستحب ہے اسواسطے کہ اسمیں شفقت اور جلانا ہے جان کا اور شفقت اطفال پر افضل اعمال ہے اور ایک جان کا جلانا سب آدمیوں کے جلانے کے برابر ہے حق تعالی نے فرمایا ومن احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا) کذا فی الزیلعی وہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ رقہ علی خصم وہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد مسلمان ہے دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اُسکی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہاں ملتقط ہے بسبب سابق ہونے اُسکے ہاتھ کے م یہ دفع دخل ہے کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہیں اور مخاصم یہاں کوئی نہیں شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہے اسواسطے کہ اُسکے رکھنے میں بسبب سبقت ید کے احق ہے تو اُسکا تصرف بدون بینہ زائل نہوگا اور حجت سے یہاں بینہ مراد ہے نہ اقرار کذا فی الطحطاوی وما یحتاج الیہ من نفقۃ وکسوۃ وسکنی ودواء ومہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہے خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت اور دوا اور مہر جبکہ سلطان اُسکا نکاح کردے وہ بیت المال میں ہے بشرطیکہ ملتقط اُسکا اُٹھالینا گواہی سے ثابت کرے وان کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اُسکی کیمن قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اُسکے مال میں یا اُسکے قرابت والوں پر ہیں وارثہ ولو دیۃ فی بیت المال کجنایۃ لان الغرم بالغنم وراثت لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال میں ہے جیسے اُسکی جنایت بیت المال سے متعلق ہے اسواسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے ہے تو اگر لقیط محلہ میں مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لیکر بیت المال میں داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمدا قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت پر صلح کرے لیکن سلطان معاف نہیں کرسکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اُسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی ولیس لاحد اخذہ منہ قہرا وہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا واقرہ المصنف تبعا للبحر وردہ فی النہر نعم لکن لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسی کو جائز نہیں لینا لقیط کا ملتقط سے بزبردستی اور سلطان اعظم کو اُسکا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہے یا نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جائز نہیں اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں کہ ہاں سلطان کو لینا زبردستی جائز ہے لیکن اُسکا لینا لائق نہیں مگر سبب سے م سبب یہ کہ ملتقط محافظت کے لائق نہو فلو اخذہ احد وخاصمہ الاول ردالیہ الا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے

زبردستی لیا اور خصومت کی اُس سے ملتقط اول نے تو اسی کو پھیر دیا جاویگا مگر اُس وقت نہ پھیرا جائیگا جبکہ اُسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اُسنے اپنا حق آپ باطل کردیا وہذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد وترجح احدہما کما لو وجدہ مسلم وکافر فتنازعا قضی بہ للمسلم لانہ انفع للقیط خانیۃ ولو استویا فالرای فیہ للقاضی بحر بحثا اور یہی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اُس صورت مین ہے جبکہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہون اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر نے پایا پھر دونون نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیۃ اور اگر دونون ملتقط برابر ہون اسلام یا کفر مین تو اسمین قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر بحثا ویثبت نسبہ من واحد بمجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینۃ خانیۃ اور اگر دو ملتقط نے پایا اور ایکنے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو اُسکا نسب ایک ملتقط سے ثابت ہوجائیگا بمجرد اُسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو نسب دعوی سے ثابت نہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیۃ م وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کیواسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بالضرورت ثبوت نسب اور بہت چیزین ضمنا ثابت ہوجاتی ہین نہ قصدا کذا فی الحموی ومن اثنین مستویین کولد امۃ مشترکۃ اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو برابر شخصون کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکون سے بشرطیکہ مدعی دو شخص برابر درجہ ہین جنمین کوئی مرجح نہین تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا

وعبارۃ المنیۃ ادعاہ اکثر من اثنین فعن الامام انہ یثبت الی خمسۃ ظاہرۃ فی عدم قبول دعوی الزائد ولا یشترط اتحاد الام نہر لکن فی القہستانی عن النظم تقیید ثبوتہ من الاکثر فحرر اور عبارت منیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصون نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہو اور شرط نہین اتحاد ماں کا دعوی مذکور مین کذا فی النہر لیکن قہستانی مین نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ مین بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م قہستانی مین نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو مرد سے اکثر مین نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور لائق اعتماد کے صریح ہے نہ غیر صریح ولو ادعتہ امرأۃ واحدۃ ذات زوج فان صدقہا زوجہا او شہدت لہا القابلۃ او قامت بینۃ ولو رجلا وامرأتین علی الولادۃ صحت دعوتہا والا لا لما فیہ من تحمیل النسب علی الغیر اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اسکی تصدیق یا دائی جنائی نے اسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتین ہون تو عورت کا دعوی صحیح ہے اور اگر ایسا نہین یعنی زوج وغیرہ نے اسکی تصدیق نکی تو دعوے نسب کا صحیح نہین اسواسطے کہ اس دعوی مین شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنے زوج پر وان لم یکن لہا زوج فلا بد من شہادۃ رجلین اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب مین ولو ادعتہ امرأتان واقامت احدہما البینۃ فہی اولی بہ وان اقامتا جمیعا فہو ابنہما خلافا لہما اکمل من الخانیۃ اور اگر لقیط کا دو عورتون نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اُسکے ساتھ لائق تر ہے اور اگر دونون عورتون نے گواہ قائم کیے تو وہ دونون کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک وہ کسیکا بیٹا نہین سب مسائل مذکورہ خانیہ سے منقول ہین وان ادعاہ خارجان ووصف احدہما علامۃ بہ ای بجسدہ لا ثوبہ ووافق فہو احق اذا لم یعارضہا اقوی منہا کبینۃ الآخر وحریتہ وسبقہ واسلامہ وسنہ ان ارخا فان اشتبہ فبینہما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصون نے دعوی کیا اور ایکنے اسمین کوئی نشانی بیان کی یعنے اُسکے بدن مین نہ کپڑے مین تل یا پھوڑی بتائے اور اُسکا نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ ترحقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اسکی نہو چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اُسکا آزاد ہونا یا اسکی سبقت قبض یا مسلمان ہونا اُسکا یا اسکی اتنی عمر ہونا کہ اُسکے لڑکا ہوسکے بشرطیکہ دونون مدعیون نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونون مین مشترک ہوگا یعنے اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گذرانے یا کہ دوسرا آزاد ہے اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم ہے اور صاحب علامت کافر تو ان صورتون مین علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعی احدہما انہ ابنہ والآخر انہ ابنتہ فاذا ہو خنثی فلو مشکلا فبینہما والا فلمن ادعی انہ ابنہ اور اگر ایک نے دعوی کیا کہ لقیط اُسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اسکی بیٹی ہے پھر اُسکو جو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونون کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے اور اگر خنثی

مشکل نہین تو اُسکو دلا یا جائیگا جو دعوی کرتا ہی کہ وہ میرا بیٹا ہی یعنے بشرط توافق والا دوسرے کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع نہو گی تو حسم ہوگا
کذا فی الظہیریۃ مقدسی نے کہا یون کہنا مناسب تھا والا فلمن غ افوق کذا فی الطحطاوی ولو شہد لمسلم ذمیان وللذمی مسلمان قضی بہ للمسلم تاتارخانیۃ اور اگر گواہی مسلمان
کی دو ذمیون نے اور ذمی کیواسطے دو مسلمانون نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیۃ اسواسطے کہ دونون گواہیان صحت مین برابر ہین لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے
ترجیح ہوئی ویثبت نسبہ من ذمی لکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبیل عقل الادیان بالم یبرہن بمسلمین انہ ابنہ فیکون کافرا اور ثابت ہوگا نسب لقیط ذمی سے بسبب
دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہی بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتھ سے چھین لیا جائیگا تعقل ادیان سے پہلے تاوقتیکہ ذمی دو مسلمانون کی گواہی سے ثابت نکرے کہ وہ اُسکا بیٹا ہی
پھر جب یہ ثابت کریگا تو اب لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہ ہی کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہی اور اسمین لقیط کا فائدہ ہی باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام مین اُسکا
ضرر ہی اور ثبوت نسب کافر مین اُلٹا کا کافر ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہوجاتا ہی اپنی ماں کے مسلمان ہوجانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی منفعت مین
نہ اُسکی مضرت مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریتہم او بیعۃ او کنیسۃ لقیط مذکور مسلم ہی بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان مین نہ
پایا گیا ہو چنانچہ ذمیون کے گاؤن مین یا نصاری کے عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ مین والمسئلۃ رباعیۃ لانہ اما ان یجدہ مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر
فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار او رسالۃ مذکورہ چار صورت کا محتمل ہی اسواسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان مین یعنی اہل اسلام کی
آبادی مین تو وہ مسلم ہی یا کافر نے پایا کافرون کی آبادی مین تو وہ کافر ہی یا کافر نے پایا ہمارے مکان مین یا مسلم نے پایا کافرون کے مکان مین تو ظاہر الروایۃ مین مکان کا اعتبار
ہی بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہی آخذ پر اسواسطے کہ لقیط کا مکان مین ہونا متحقق ہی قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اس
باب سے ہی نہ غلام سے کذا فی فتح القدیر ویثبت نسبہ من عبد و ہو حر وان ادعی انہ ابنہ من امتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہی نسب لقیط
بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہی اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو کہ لقیط اُسکا بیٹا ہی اُسکی اُس وجہ سے جو لونڈی ہی اسواسطے کہ مملوکین کا ولد کبھی آزاد ہوجاتا ہی قبل
انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے اعتاق کے یہ قول محمد کا ہی اور زیلعی کا قول اس قول کے اختیار کرنے مین ظاہر ہی ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ
والآخر من ہذہ الامۃ فالذی یدعیہ من الحرۃ اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزاد دونے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اس آزاد عورت سے
اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہی حرہ سے وہ مقدم ہی بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے مقدم ہی
ایک جانب سے وان وجد معہ مال فہو لہ عملا بالظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابۃ ہو علیہا لا ما کان بقربہ اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو اُسیکا ہی ظاہر پر عمل کرنے سے یعنی ظاہر
اسپر دلالت کرتا ہی کہ جسنے لقیط کو ڈالا تو اُسکے صرف کیواسطے مال بھی رکھدیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جسپر لقیط ہی نہ وہ مال اسکا ہی جو اُسکے قریب ہی فیصرفہ
الواجد او غیرہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اس مال کو پانے والا یا غیر اُسکا لقیط کیطرف صرف کرے قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ وہ مال
ضائع ہی یعنی اُسکا کوئی حافظ اور مالک نہین تھی ایسے مال مین ایسے مصرف کیطرف قاضی کو اختیار ہی کذا فی الفتح ولو قرر القاضی ولاءہ للملتقط صح ظہیریۃ لانہ قضاء
فی فصل مجتہد فیہ نعم لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء ما لم یعقل عنہ بیت المال خانیۃ اور اگر قاضی نے لقیط کی ولاء ملتقط کیواسطے مقرر کی تو صحیح ہی کذا فی الظہیریۃ اسواسطے
کہ فصل مجتہد فیہ مین قضا ہی یعنے بعضے علما کا یہ مذہب ہی کہ ملتقط عتق کے مانند ہی کذا فی البحر ہان لقیط کو جائز ہی کہ اپنے بالغ ہونے کے بعد موالاۃ کرے جس سے چاہے جب تک
بیت المال سے اُسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیۃ یعنی اگر دیت بیت المال سے دیگئی ہوگی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہین ہی بلکہ اسکا مال اُسکی موت کے بعد
بیت المال مین داخل ہوگا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفۃ اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے صناعت سکھنے مین کہ منجملہ تادیب ہی نہر الفائق مین ہی یون مناسب تھا کہنا
کہ اسکو علم سکھاوے اور اگر اسمین قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکھاوے ولہ قبض ہبتہ وصدقتہ اور اسکی ہبہ و خیرات پر ملتقط قبضہ رکھے یعنی اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی
چیز بطور ہدیہ یا خیرات کے دے تو اُسکے واسطے محفوظ رکھے ولیس لہ ختنہ فان فعل فہلک ضمن ولو علم الختان انہ ملتقط ضمن خیرہ اور جائز نہین ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا پھر

اگر اُسنے یہ کیا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر ختنہ کرنے والے نے جانا کہ وہ ملتقط ہی تو ختان ضامن ہوگا کذا فی الذخیرۃ **ولہ نقلہ حیث شاء وقیل**
منعہ من مصر الی قریۃ بحر اور ملتقط کو جائز ہی اُسکا لیجانا جہان چاہے اور لائق ہی اُسکا روکنا شہر کے لیجانے سے گانون کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گانون مین اُسکی
خو بگڑ جائیگی **ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح وبیع وکذا اجارۃ فی الاصح لانہ الولایۃ علیہ فی مالہ ونفسہ للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی لہ** اور لقیط پر نکاح اور
بیع ملتقط کی نافذ نہین اور اسیطرح اُسکا اجارہ نافذ نہین قول اصح مین اسواسطے کہ لقیط پر حکومت اُسکے مال اور جان مین سلطان کیواسطے ہی بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ
اُسکا ولی ہی جسکا کوئی ولی نہین **فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وہب وتصدق وسلم ثم اقرانہ عبد لزید لا یصدق فی ابطال شئی**
من ذلک لانہ متہم وتمامہ فی الخانیۃ اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کرادیا پھر
اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال مین اسواسطے کہ وہ اُس اقرار مین متہم ہی اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہی **ومجہول النسب کلقیط**
اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اطلاق اسپر دلالت کرتا ہی کہ لقیط کے جمیع احکام مجہول النسب مین جاری ہین واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقطہ

یہ کتاب ہی لقطہ کے احکام مین **ہی بالفتح وتسکن اسم وضع للمال الملتقط علیٰ لقطہ** بضم لام وفتح قاف ہی اور سکون قاف بھی جائز ہی یہ اسم مال ملتقط کیواسطے موضوع ہی کذا فی
شرح العینی وشرعا مال یوجد ضائعا ابن کمال اور اصطلاح شرع مین لقطہ وہ مال ہی جو ضائع پایا جاوے یعنے مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو **وفی التاتارخانیۃ عن المضمرات مال**
یوجد ولا یعرف مالکہ ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ مین مضمرات سے تعریف لقطہ یون ہی کہ جو مال پایا جاوے اور اسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح نہو حربی کے مال کے مثل
وفی المحیط رفع شئی ضائع للحفظ علی الغیر لا التملیک اور محیط مین ہی کہ لقطہ عبارت ہی چیز ضائع کے اُٹھا لینے سے حفاظت کیواسطے غیر شخص پر نہ واسطے تملیک کے م لقطہ شی
مرفوع ہی نہ رفع تو یہان رفع بمعنی مرفوع ہی اور بہتر یہ تھا کہ تملیک کے مقام پر تملک ہوتا کذا فی الطحطاوی **وہذا یعم ما علم مالکہ کالواقع من السکران وفیہ نظرا مانۃ لا لقطۃ لانہ لا یعرف**
بل یرد علی مالکہ اور یہ تعریف محیط کی اُس مال کو بھی شامل ہی جسکا مالک معلوم ہو چنانچہ گری چیز مست سے اور اس تعمیم مین خلل ہی کہ مست کی گری چیز امانت ہی لقطہ نہین اسواسطے
کہ وہ پہچوائی نہین جاتی بلکہ اُسکے مالک کو دیجائیگی **ندب رفعہا لصاحبہا ان امن علی نفسہ تعریفہا والا فالترک اولی** اُفتادہ چیز کا اُٹھالینا اُسکے مالک کیواسطے افضل ہی
اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اُسکی تعریف کرنے کا اور اگر اعتماد نہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور عدم تعریف مین تو اُسکا ترک بہتر ہی **وفی البدائع وان اخذہا لنفسہ حرم لانہا**
کالغصب اور بدائع مین ہی اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہی اسواسطے کہ وہ غصب کرنے کے برابر ہی **ووجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعہا کما مر**
لان للمال المسلم حرمۃ کما لنفسہ فلو ترکہا حتی ضاعت اثم وہل یضمن ظاہر کلام النہر لا وظاہر کلام المصنف نعم لما فی الغیر فیہ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل قال فی البدائع الصحیح
انہ یضمن انتہی اور واجب ہی اُسکا اُٹھانا یعنے فرض ہی کذا فی الفتح وغیرہ اُسکے ضائع ہونے کے خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط مین مذکور ہو چکا اسواسطے کہ مسلمان کے مال
کیواسطے حرمت ہی جیسے اسکی جان کی حرمت ہی سو اگر اُسنے چھوڑا یہانتک کہ وہ مال ضائع ہوگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اسپر ضمان لازم آویگا یا نہین ظاہر کلام نہر الفائق
یہ ہی کہ ضمان نہین اور ظاہر کلام مصنف کا اُسکی شرح مین یہ ہی کہ ہان اُسپر ضمان ہی اسواسطے کہ صیرفیہ مین ہی کہ ایک گدھا کسی انسان کے گیہون کھاتا ہی سو اُسنے اسکو نہ روکا
یہانتک کہ وہ کھا گیا بدائع مین کہا قول صحیح یہ ہی کہ وہ ضمان دیگا انتہی م معتمد علیہ نہر الفائق کا قول ہی یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آیندہ روایت اُسکی مؤید ہی
اور مسئلہ حمار مین اتلاف مشاہد اور محقق ہی بخلاف ترک لقطہ کہ یہان اتلاف غیر مشاہد اور غیر محقق ہی اسواسطے کہ ممکن ہی کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ مین آوے جو اس سے زیادہ تر امین ہی
کذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغیرہ لو ترکہا حتی ضاعت ام الی ملکہا لم یضمن فی ظاہر الروایۃ اور فتح القدیر وغیرہ مین ہی کہ اگر لقطہ اُٹھایا پھر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین
م اور مقابل ظاہر الروایۃ کے قول بالضمان ہی **وصح التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدہوش ومعتوہ وسکران لعدم الحفظ منہم** اور صحیح ہی لقطہ اُٹھانا صغیر اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور
غافل اور مست کا بسبب نہونے حفاظت کے اُنسے م جب صغیر اور غلام لقطہ اُٹھاویگا تو تعریف ولی اور مولی پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی **فان اشہد علیہ بانہ اخذہ لیردہ**

علی ربہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علیّ سواگر اُسنے لقطہ لینے پر شاہد کیا اسطرح کہ اُسنے لقطہ لیا ہی تا اُسکو پھیر دے اُسکے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے اتنا کہنا بھی کافی ہو کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہی تو اُسکو میرے پاس بھیج دیجیو وعرف ای نادی علیہا حیث وجدہا وفی المجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی پُکارتا رہا جہان اُسکو پایا اور مجامع ناس میں یعنی مساجد کے ابواب اور بازارون اور رستون مین یون پکارتا رہا کہ مینے کسی کی چیز پائی ہی پس اُسکے مالک کو نہین جانتا تو اسکا مالک میرے پاس آوے اور اُسکا پتا بتاوے کذا فی المنح او یا اگر اُسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دیوے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیۃ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا تفسد ان بقیت کالاطعمۃ: اشعار یہان تک پکارتا رہے کہ معلوم ہو جاوے کہ اُسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یہانتک کہ لقطہ سڑ جائیگا اگر باقی رکھا جاوے جیسے کھانے کی پختہ چیز مین یا جبل ام علم سے مراد ظن غالب ہی عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایۃ مین ایک سال کی تعریف ہی مطلقاً کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال مین اقوال ہین کہ ہر جمعہ مین یا ہر مہینے یا ہر ششماہی مین تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کھجور کی افتادہ گٹھلیان یا انار کے چھلکے تو اس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہی لیکن مالک کی ملک اُس سے زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہین مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین سے کہا جو اٹھاوے وہ مالک ہی اور یہی حکم ہی التقاط سنابل متفرقہ کا نہ مجتمعہ کا کذا فی الطحطاوی، کانت امانۃ لم تضمن بلا تعد لشرط اشہاد او تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ مین امانت ہوگا یعنی بعد تعدی لائق ضمان کے نہین فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر بہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ سواگر ملتقط نے کسی کو گواہ نکیا باوجود اسکے قادر ہونے کے یا اُسنے تعریف نہکی تو ضامن ہوگا اگر اسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہی ابو یوسف نے قول ملتقط کا اسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہین یعنی یہی مفتی بہ ہی کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اُسکو مصنف رحمہ اللہ نے م قول اصح ہین محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہین کذا فی الینابیع تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق نہین درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کا دوسرے لقطہ سے م لقطہ حل اور حرم کی تعریف مین کچھ فرق نہین امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کا ایک قول مین اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہی کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہانتک کہ مالک اُسکا پیدا ہو اسواسطے کہ صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ لا تحل ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہین لقطہ مکہ کا مگر معرف کیواسطے اور اسمین تعریف کی قید نہین تو دوام ثابت ہوا اُسکا جواب یہ ہی کہ مطلب حدیث کا یہ ہی کہ التقاط حلال نہین مگر معرف کو اور ایسے واسطے لینا حلال نہین اور تخصیص مکہ کے واسطے رفع اس وہم کے ہی کہ کوئی وہان کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہر او چیز مسافرون کی ہی جو متفرق ہو گئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف مین کچھ فرق نہین قول معتمد مین اور غیر معتمد یہ قول ہی کہ دو سو درم یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو تک ایک مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایک دن تعریف چاہیے کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہ توضع فی بیت المال تاتارخانیۃ پھر بعد تعریف کے اٹھانے والا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اُسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اُسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جبکہ معلوم ہو جاوے کہ لقطہ ذمی کا ہی تو وہ بیت المال میں رکھا جائیگا کذا فی التاتارخانیۃ وفی القنیۃ لو رجی وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ مین ہی کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اُسکی وصیت کر جانا واجب ہی ورنہ واجب نہین کذا فی البحر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پھر اگر اُسکا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہی اُسکے تصدق کے جائز رکھنے مین اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت دی ہو اور اُسی مالک کو اُسکے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا نہر یا مالک مختار ہی ضمان لینے مین ظاہر یہ ہی کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہین وفی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان لم یشہد ثم لابیہ او وصیہ التصدق وضمانہ فی مالہما لا مال الصغیر اور وہبانیہ مین ہی کہ صغیر بالغ کے برابر ہی تو ضمان اسپر لازم آویگا اگر اُسنے اٹھانے کے وقت شاہد نہ کیا ہو پھر اُسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہی اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے ولو تصدق بہا بامر القاضی فی الاصح کما لہ ان یغیمن القاضی او الامام لو فعل ذلک

لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہی اگرچہ اُسنے یا مر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ اُسکو اختیار ہی کہ قاضی یا بادشاہ سے ضمان لے اگر قاضی یا امام
نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہ خیرات کرنا ہی غیر کے مال مین بغیر اُسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ او تضمن المسکین و ایھما ضمن لا یرجع بہ علی صاحبہ یا ضمان لے مالک
اُس فقیر سے جسنے اُسکا مال خیرات مین پایا اور دونون مین سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے پھیر لے ولو العین قائمۃ اخذھا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اُسکو
فقیر سے لے ولا شئی للملتقط من المال او بہیمۃ او ضال من الجعل اصلا الا بالشرط کمن ردہ فلہ کذا فعلیہ اجر مثلہ تاتارخانیہ کاجارۃ فاسدۃ اور مال یا جانور یا صغیر گم شدہ کے
ملتقط کیواسطے کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہین مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اُسکو لاوے اُسکے واسطے اتنا مال ہی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی التاتارخانیہ
جیسے اجارہ فاسدہ مین اجرت مثل ملتی ہی وندب التقاط البہیمۃ الضالۃ وتعریفہا مالم یخف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع بہ عن نفسہا کقرن البقر وکدم الابل تاتارخانیہ اور
بھولے بھٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہی جبتک اُسکے ضائع ہونے کا خوف نہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہی اور التقاط مکروہ ہی اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے
وہ اپنی جان بچاسکے غیر کو ہٹاکر جیسے سینگ گاے بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ قاموس مین ہی کہ بہیمہ وہ جانور ہی جسکے چار پاؤن ہون اگرچہ
پانی مین رہتا ہو یا ہر جانور بے تمیز کا نام بہیمہ ہی تو بموجب تفسیر ثانی کے دواب وطیور اور اونٹ وبیل وبھیڑ بکری ومرغی اور بالو کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہی اور یہ جو
حدیث صحیح مین خذ بہیمہ سے نہی وارد ہی اُسکا جواب مبسوطین یون پایا ہی کہ یہ حکم تھا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے مین تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہی ہرگز اطمینان نہین
کہ اہل خیانت اُسکو چھوڑ دین تا مالک پاجائے تو اب اُسکا التقاط ہی افضل ہی تا موس کا مال محفوظ رہے ولو کان التقاطی الصحراء ان ظن انہا ضالۃ حاوی اگرچہ التقاط بہیمہ
جنگل مین واقع ہو بشرطیکہ اُسکی گم گشتگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی وہو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف
کرنے مین احسان کا کرنے والا ہی بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہین کرسکتا جیسے غیر کا دین ادا کر بامر دین اُسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال لہ
قاض انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال لہ ذلک لا مازعمہ ابن ملک مگر اُسوقت
صرف مذکور دین ہوگا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کرنا پھیر لیجیو سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح مین یا اُسوقت دین ہوگا جبکہ لقیط
ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونے کے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اُسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اُس سے پھیر لینے کو کہا ہی اور اُسکا وہ مطلب نہین جسکو ابن ملک نے گمان
کیا ہی کذا فی النہر ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہ مطلب سمجھا ہی کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نہ کیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہی اور لقیط نے اُسکی تصدیق کی
تو اُسکو پھیر لینے کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی ثم المدیون رب اللقطۃ و ابو اللقیط او سیدہ او ہو بعد بلوغہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ درصورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہی اور لقیط کا باپ
یا اُسکا مولی یا خود لقیط بعد بالغ ہونے اپنے کے و ان کان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم و انفق علیہا منہ کالاتصال بخلاف الآبق ویجی فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق انتفاع ہو
کے جیسے گم ہوا گھوڑا اور اونٹ تو اُسکو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے اور اسپر صرف کرے اُسکی اُجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اُسکا اجارہ صحیح نہین اُسکے بھاگ جانے
کے خوف سے اور یہ عنقریب آتاہی باب الآبق مین وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ نظریۃ اختیار فلو لم یکن
ثمہ نظر لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اور اگر جانور مین نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بھیڑ بکری مین تو قاضی اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا اُسپر بہتر ہو
مالک کیواسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہی یعنی تامل مصلحت کے واسطے
ہی سو اگر وہان تامل مین مصلحت نہو تو اُسکا امر بالانفاق نافذ نہین کذا فی الفتح بحثا وللہ منعہا منہ حتی یاخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ سقطت وقبلہ لا اور ملتقط
کو جائز ہی کہ نہ دیا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہوگیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہوگیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہین ولا یدفعہا
الی مدعیہا اجبر علیہ بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہ دے اُسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے یعنی درصورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہی فان بین علامتہ
حل الدفع بلا جبر و کذا یحل ان صدقہ مطلقا بین او لا ولہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایہ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی tc.

تو دینا جائز ہی بلا جبر اور اسیطرح جائز ہی دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقاً کی خواہ اُسکی علامت بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو اور جائز ہی ملتقط کو ضامن
لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھ جائز نہین قول اصح مین کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا خصومۃ بینہما بخلاف الودیعۃ
مجتبے ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ خصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اُٹھایا سو ضائع ہوگیا اُسکے پاس سے پھر اُسکو پایا غیر کے ہاتھ مین تو دونون مین
خصومت نہین یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہین بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبے والنوازل لیکن سراج مین صحیح قول یہ ہی کہ اُسکو خصومت کرنا درست ہی اسواسطے کہ اُسکا ہاتھ زیادہ تر
حقدار ہی بسبب سبقت کے علیہ دیون و مظالم جہل اربابہا وایس من علیہ ذلک من معرفتہم فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ہذا
مذہب اصحابنا لانعلم بینہم خلافا لکن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقیہا اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون و مظالم ہین جنکے لوگ معلوم نہین اور جسپر دیون و مظالم
ہین وہ اُنکی پہچان سے نا امید ہوگیا تو اُسپر تصدق واجب ہی اُسکے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اُسکا تمام مال اُنمین کھپ جائے یہ ہی مذہب ہمارے اصحاب کا ہمین انکا اختلاف ہمکو معلوم نہین
چنانچہ جسکے ہاتھ مین ایسے اجناس و اسباب ہین جنکے مستحق معلوم نہین تو اُسپر تصدق واجب ہی دیون کا اعتبار اجناس سے کرکے ہم مظالم یعنے سرقہ اور غصب اور اگر اصحاب دیون و مظالم یا
اُنکے وارث معلوم ہون تو نہ بری الذمہ ہوگا دنیا و آخرت مین بدون اُنکے دینے کے اور اسیطرح اگر اُنکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہین اور تصدق سے یہ مراد نہین کہ اُنکے تصدق کا
ثواب اُنکے اصحاب کو ہوگا اسواسطے کہ تصدق کیواسطے اُنکا اذن ثابت نہین بلکہ مراد یہ ہی کہ تصدق خدا کے نزدیک خیرہ ہی حق تعالے سے اُمید ہی کہ اُنکے مخاصمین کو بسبب اسکے راضی کردیگا
کذا فی الطحطاوی ومتی فعل ذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی مجتبے اور جبکہ یہ تصدق کریگا تو اُسپر سے مطالبہ اصحاب دیون کا آخرت مین ساقط ہوگا کذا فی المجتبے طحطاوی
نے کہا شاید اسکی وجہ واللہ اعلم یہ ہی کہ دیون و مظالم مذکورہ مال ضائع کے مانند ہین دُر رفقرا اُسکے مصرف ہین صورت نہ معلوم ہونے مستحقین کے اور ادا دین مین حق تعالے کو اُسکی
صدق نیت معلوم ہی اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ ساقط ہوگا واللہ تعالے اعلم وفی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا ولم یر ربہا فانتفع بہا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور
عمدہ مین ہی کہ ایک شخص نے پایا لقطہ اور اُسکی تعریف کی اور اُسکے مالک کو نہ دیکھا سو اُس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پھر مقدور اُسکو ہوا تو واجب ہی اُسپر خیرات کرنا اُسکے مانند یعنی
بعوض اُسکے مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اہلہ ایک شخص مرگیا جنگل مین تو اُسکے رفیق کو اُسکے اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اُسکی اُسکے لوگون کو
پہونچانا جائز ہی ہم بشر طیکہ جنگل بعید ہو وطن سے والا لعینہ اُسکا اسباب پہونچانا چاہیے حطب وجد فی الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ والا فحلال لآخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ در
اور لکڑی پانی مین پائی اگر وہ قیمت والی ہی تو وہ لقطہ ہی اور اگر قیمتی نہین تو اُسکے لینے والے کو حلال ہی چنانچہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہی کذا فی الدرر وفی الحاوی
غریب مات فی بیت انسان لم یعرف وارثہ فترکتہ کلقطۃ مالم یکن کثیرا فلبیت المال لعد التفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلہ لو مصرفا اور حاوی مین ہی
کہ مسافر مرگیا ایک انسان کے گھر مین اور وہ اُسکے وارث کو نہین جانتا کہ کہان ہی تو اُسکا متروکہ لقطہ کے مانند ہی حکم مین جبتک زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہوگا تو
بیت المال کیواسطے ہی بعد تلاش کرنے اُسکے وارثون کے چند سال تک سو اگر وارثون کو نپایا تو وہی انسان اُسکو لے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر ہو ہم یہ تعمیم ہی اُسکی جو
لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا محصنۃ ای برج حمام اختلط بہا اہلی لغیرہ لاینبغی لہ ان یاخذہ وان اخذہ طلب صاحبہ لیردہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ فان
کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ ملک الغیر فان الام لصاحب المحصنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعلم ان برجہ غریبا لا شئی علیہ ان شاء اللہ تعالے
کبوترون کا برج ہی یعنی اُنکے رہنے کا مکان ہی جسمین غیر کے پالو کبوتر رل مل گئے تو لائق نہین صاحب مکان کو اُسکا لینا اور اگر لے تو بواسطے تعریف کے اُسکے مالک کو
طلب کرے تا اُسکو پھیر دے اسواسطے کہ وہ لقطہ کے مانند ہی سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر مادہ مسافر ہو تو مالک مکان اُس سے معترض نہو کہ غیر کی ملک ہی اسواسطے کہ جانور کا بچہ
مان کا تابع ہوتا ہی اور کبوتری اگر صاحب مکان کی ہی اور کبوتر مسافر تو بچہ مکان والے کا ہی اور اگر اُسکو معلوم نہین کہ اُسکے برج مین غیر کا مسافر کبوتر ہی تو اُسپر کچھ گناہ نہین انشاء اللہ تعالے
قلت واذا لم یملک الفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہم ثم اشتراہ وہکذا کان یفعل الامام الحلوانی ظہیریۃ مین کہتا ہون اور جب مکان والا مالک بچہ نہوا تو اگر
وہ فقیر ہی تو اُسکو کھائے اور اگر غنی ہی تو محتاج کو تصدق کرے پھر اُس سے خرید کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسی طرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی کیا کرتے تھے

کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ مر بثمار تحت اشجار فی غیر امصار لاباس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد اور وہبانیہ میں ہی کہ ایک شخص پھلوں پر ہوکر نکلا جو درختوں کے نیچے پڑے ہیں شہروں کے سوا دیہات میں تو اُنکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جبتک نہی صریحًا یا دلالۃ معلوم نہو اور اسی قول پر اعتماد ہی اور شرح وہبانیہ میں ہی کہ ایک شخص درختوں کے نیچے پڑے پھلوں پر ہوکر نکلا تو اگر وہ شہر ہی تو اُسکا کھانا درست نہیں مگر اس شرط سے کہ معلوم ہوجائے کہ اُسکے مالک نے مباح کر دیا ہی خواہ تصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اسواسطے کہ شہر میں مباح کر دینے کی عادت نہیں اور اگر باغ میں ایسے پھل ہوں جو سالہا سال باقی رہتے ہیں اور سڑتے نہیں جیسے اخروٹ اور بادام تو اُسکا لینا جائز نہیں جبتک اُنکا مالک نہ معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو مدت تک باقی نہیں رہ سکتے تو اُسمیں اختلاف ہی بعضوں نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ صراحۃ یا دلالۃ یا عادۃً نہی نہ معلوم ہوا اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اگر دیہات اور قریات میں ہوں تو اگر پھل باقی رہنے والے ہیں تو اُنکا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہیں اور اگر ایسے ہوں جو باقی نہیں رہتے جلد سڑ جاتے ہیں تو یہ قول بالاتفاق ہی کہ اُسکا لینا درست ہی جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہیں تو شہر اور گانوں میں کہیں لینا درست نہیں بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ بخل نہیں کرتے ہیں تو اُسکو کھانا درست ہی لیکن لادنا جائز نہیں انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہی اور تفصیل یہ ہی جو ہمنے ذکر کی وفیہا سہ واخذک تفاحا من النہر جاریا ✦ یجوز وکمثری وفی الجوز ینکر ✦ اور وہبانیہ میں ہی اور سیب اور امرود کو تیرا لینا جاری نہر سے جائز ہی اور اخروٹ میں لینا جائز نہیں ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہی سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد بگڑ جانے کے جائز ہی اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور مالک کیواسطے لے رکھنا درست ہی اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہی کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الآبق

یہ کتاب ہی آبق یعنے غلام گریختہ کے احکام میں مناسبتہ عرضیتہ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال ہی لیکن لقیط اور لقطہ میں عروض تلف باعتبار ذات کے ہی اور آبق میں باعتبار انتفاع مولی کے ہی نہ باعتبار اُسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا عرفہ ابن کمال لیدخل الہارب من موجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہی لونڈی غلام کے چلے جانے سے از راہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف کی ہی ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہی آبق کی تعریف میں وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے مستاجر اور عاریت مانگنے والے اور امانتدار اور اُسکے وصی کے پاس سے موجر بفتح جیم مستاجر ہی اور مودع بفتح دال ہی کذا فی الحلبی اور وصی عام ہی میت کیطرف سے ہو یا قاضی کیطرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہی اگر خوف ہو اُسکے ضائع ہونے کا یعنی مولی کے پاس پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ رکھنے میں مال مسلم کا قائم رکھنا ہی ویحرم اخذہ لنفسہ اور حرام ہی اُسکا پکڑ لینا اپنی ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب لما فی البدائع حکم اخذہ کلقطۃ اور اُسکا پکڑ لینا مستحب ہی اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اُسکے حفظ پر تا ایصال مولی قادر ہوا اور اگر عاجز ہو تو استحباب نہیں اسواسطے کہ بدائع میں ہی کہ اُسکی گرفتاری کا حکم لقطہ کے مانند ہی فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن وفی استوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اُسکو دے اگر اُسنے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اُس سے ضامن لے اگر چاہے بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اُسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اُس سے خدا کی یوں قسم لے کہ اُسنے غلام کو اپنے ملک سے کسی وجہ سے خارج نہیں کیا نہ بیع سے نہ ہبہ سے ہم یہ مسئلہ اُن مسائل میں سے ہی جنمیں گواہی اور قسم مجتمع ہوئی اسواسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود کے مغایر ہی کذا فی الطحطاوی یعنی گواہی سے اثبات ملک مقصود ہی اور قسم سے ابقاء ملک وان لم یبرہن عطف علی ان برہن واقر العبد انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا کہ یہ اُسکا غلام ہی یا مولی نے اُسکی علامت یا اُسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اُسکو دے ضامن لیکر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہی برہن پر تاکوئی اُسکو ان متعلق سمجھے طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ درصورت بینہ دفع واجب ہی اور درصورت اقرار اور ذکر علامت واجب نہیں فان انکر المولی اباقہ مخافۃ جعلہ حلف الا ان

یبرہن علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی سو اگر مولی اُسکے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہیں بھاگا مگر یہ کہ گرفتار کرنے والا گواہ لاوے اُسکے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہو گی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ مجی المولی باعہ القاضی ولو علم مکانہ لئلا یتضرر

المولی بکثرۃ النفقۃ سو اگر مولی کے آنے کی مدت دراز ہو جاے تو قاضی اُسکو بیچ ڈالے اگرچہ اُسکا مکان جانتا ہو تا مولی کا ضرر نہو کثرت خرچ سے وحفظ ثمنہ لصاحبہ وامسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اُسکی قیمت کو اُسکے مالک کیواسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اُسکی قیمت سے جو خرچ ہوا اُس پر یعنی اگر بیت المال سے اُس پر خرچ ہوا ہو تو اتنا اُسکی قیمت سے بیت المال میں رکھدے طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اسواسطے کہ مصنف کا قول یعنی منہ مغنی ہے وان جاء المولی بعدہ وبرہن او علم دفع باقی الثمن الیہ اور اگر مولی بعد بیع کے آیا اور گواہی سے اپنی ملک ثابت کی یا علامت بیان کری تو باقی قیمت اُسکو دیجاے حلبی نے کہا علم تشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ کو رکیا طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب بہ تخفیف ثابت ہوتا ہے ولا یملک المولی نقض بیعہ ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع لحکمہ لا ینقض اور مالک نہیں مولی اُسکے بیع کے توڑنے کا اسواسطے کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند نہیں ٹوٹتی قلت لکن رایت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ عن اعطاء الاذن

ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبید السباہیۃ فلہم اخذہا من مشتریہا ویرجع المشتری بثمنہ علی البائع واما فی عبید الرعایا فکذلک اذا کان بغبن فاحش والا فلا لرعایا الثمن وبذلک ورد الامر ایضا انتہی بالمعنی فلیحفظ فانہ مہم میں کہتا ہوں میں نے دیکھا ابو سعود مرحوم مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں کے منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت دینے سے اور اسوقت میں تو صحیح نہیں سپاہیوں کے گریختہ غلاموں کی بیع تو انکو مشتری سے لینا جائز ہے اور مشتری اُسکی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے غلاموں میں بھی یہی حکم ہے جبکہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع میں خسارا نہوا ہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا درست ہے اور اسکا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولی تدبیرہ او کتابتہ او استیلادہا لم یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ ولد منہا او برہن علی ذلک نہر اور اگر مولی گمان کرے اُسکے مدبر یا مکاتب ہونے کا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اُسکی تصدیق نہو گی نقض بیع میں مگر اُسوقت تصدیق ہو گی کہ مولی کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف فی الضال قبل اخذہ فضل

وقیل ترکہ ولو عرف بیتہ فالیصالہ الیہ اولی اور بھولے بھٹکے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اُسکا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا افضل ہے اور اگر اُسکا گھر جانتا ہو تو اسکا پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شیٔ علیہ ایک غلام بھاگا سو اُسکو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ میں نے اُسکے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اُسکی تصدیق ہو گی اور اُس پر کچھ نہیں ہے ولمن ردہ خبر لقولہ الاتی اربعون درہما الیہ من مدۃ سفر فاکثر وہو ای الحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاہ ممن یستحق الجعل اور جو پھیر لاوے غلام کو مولی کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا اُن لوگوں میں سے ہے جو محنتانہ کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اُسکے مولی کا ہے جعل بالضم وجعالہ بالکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجر سے لہذا جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جسپر محافظت مال مولی واجب نہیں اور جو اُسکا خادم نہو اور جس سے مولی نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا لمن ردہ کی خبر مصنف کا آئندہ

قول اربعون ہے یہاں ہی قید ہے لانہ لا جعل للسلطان والشحنۃ والخفیر ووصی الیتیم وعائلہ ومن استعان بہ کان وجدہ فجاء بہ فقال نعم او کان فی عیالہ وابن احد الزوجین مطلقا زیلعی وشریک نقف وہبانیۃ والوہبانیۃ فاستثنی احد عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی اسواسطے کہ محنتانہ نہیں واسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور معاہد اور یتیم کے وصی کے اور یتیم کے عیال کے اور جس سے مولی نے مدد چاہی اسطرح پر کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اُسکو پکڑ لینا سو اُسنے کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانے والا مولی کی عیال میں ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقاً عیال میں ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شریک کیواسطے اجر نہیں کذا فی النقف والوہبانیۃ والاجنبیۃ تو استحقاق اجر سے گیارہ شخص مستثنی ہوئے ہم طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحقین اجر اس حساب سے گیارہ ہوئے کہ احد الزوجین میں دو صورتیں ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی صورتوں میں اُن اور رباب کو شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال میں ہوں تو یہ دونوں صورتیں شارح کے اس قول میں داخل ہیں او کان فی عیالہ اربعون درہما فبطل صلحہ فیما زاد علیہا ولو شرط اعسانا

غلام کے پھیر لانے والے کیواسطے چالیس درم محنتانہ ہی اگرچہ شرط نکی ہو مولی نے محنتانہ کی بنا بر استحسان کے پھر جب محنتانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہی اور
قیاس یہ ہی کہ بدون شرط محنتانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابۂ کرام کا اجماع ہی اصل محنتانہ پر اگرچہ اسکی مقدار مین اختلاف ہی لہذا مدت سفر مین چالیس درم مقرر ہوے اور کمتر مین کمتر
تا جمیع روایات مجتمع ہو جاوین کذا فی الطحاوی عن الحموی ولو ردانه ولها ولد يعقل الاباق فجعلان نہر سمجھتا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اسکا ایک بیٹا ہی جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہی تو دو
محنتانے ہین کذا فی النہر مجتبا وان لم يعدلها عند الثانی لثبوته بالنص فلذا عول عليه ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہی اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب
ثابت ہونے چالیس درم کے صحابۂ کرام کی نصوص سے تو اسیواسطے متون فقہ کے مصنفون نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہی ان اشهد انه اخذه ليرده والا لاشئ له محنتانہ لازم ہی
اگر پھیرنے والے نے اسپر گواہ کیا ہو کہ اسکو گرفتار کیا ہی پھیر دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہین کیا تو اسکے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہی کہ اسنے اپنے واسطے گرفتار کیا
ولراده من اقل منها بالقسط وقيل يرضخ له برای الحاكم او يقدر باصطلاحهما به يفتی تاتارخانية اور اسکے پھیرنے والے کیواسطے کم مدت سفر سے محنتانہ ہی چالیس کے حساب سے
اور دوسرا قول یہ ہی کہ اسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر عن التاتارخانية ولو من المصر
فيرضخ له او بقسطه كما مر اور اگر اسکو اسی شہر سے پھیر لایا جسمین مولے رہتا ہی تو اسکو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے چنانچہ گذر گیا وام ولد ومدبر وماذون
كقن فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارة خالص غلام کے برابر ہی محنتانہ مین وان مات المولی قبل وصوله ای الابق وهو مدبر او ام ولد فلا جعل له
لعتقهما بموته اور اگر مولے مر گیا غلام گریختہ کے پہونچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہی تو پھیر لانے والے کیواسطے محنتانہ نہین بسبب آزاد ہو جانے دونون کے مولے کی موت سے اور آزاد کے
پھیر لانے مین کچھ محنتانہ نہین وان ابق منه بعد الاشهاد المتقدم لم يضمن لانه امانة حتی لو استعمله فی حاجة نفسه ثم ابق ضمن ابن ملک عن القنية اور اگر غلام بھاگ گیا
پھیر لانے والے کے پاس سے بعد اسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہین اسواسطے کہ غلام اسکے پاس امانت تھا اور امانت مین بلا تعدے ضمان نہین تو اگر اسنے غلام کو اپنے ذاتی
کام مین لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنية وفی الوهبانية لو انكر المولی اباقه قبل قوله بيمينه ويلزم مريد الرد قيمته مالم يبين اباقه اور وہبانیہ مین ہی کہ
اگر مولی نے اسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اسکی قیمت لازم ہوگی جبتک وہ اسکا بھاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہی یا مولے کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی
وضمن لو ابق او مات قبله مع تمكنه منه لانه غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اسکے قادر ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ
غاصب ہی ولا جعل له فی الوجهين خلافا للثانی فی الثانی لان الاشهاد عنده ليس بشرط فيه وفی اللقطة اور اسکے واسطے محنتانہ نہین دونون صورتون مین یعنی درصورت فرار
بعد الاشہاد اور درصورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت مین اسواسطے کہ انکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہین غلام کے محنتانہ مین اور لقطے مین طحطاوی نے
کہا کہ اسمین اعتراض ہی اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے مین محنتانہ واجب نہین تو ترک اشہاد مین بطریق اولے واجب نہوگا بلکہ انکے نزدیک محنتانہ بدون
پہونچا دینے کے واجب نہین ہان انکے نزدیک اشہاد شرط نہین تو بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہان سے حذف کرتا اور انه اخذه ليرده کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہی کہ خلافا
للثانی وضمن قبله کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ قسم ثانی ہی وان ابق منه کی ولا جعل له ومكاتب لحريته يدا اور محنتانہ نہین مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اسکے آزاد ہونے
کے تصرف کی راہ سے وجعل عبد الرهن على المرتهن لو قيمته مساوية للدين او اقل ولو اكثر من الدين فعليه بقدر دينه والباقی على الراهن لان حقه بالقدر
المضمون منه اور محنتانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہی اگر اسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہی بقدر اسکے دین کے اور باقی محنتانہ راہن
پر ہی اسواسطے کہ اسکا حق اس سے بقدر ضمان کے ہی محنتانہ بہر صورت مرتہن پر ہی خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہین ہو جاتا کذا فی الفتح
والبحر وجعل عبد اوصی برقبته لانسان وبخدمته لآخر على صاحب الخدمة فی الحال لان المنفعة له فاذا انقضت الخدمة رجع صاحبها على صاحب
الرقبة او بيع العبد فيه ای فی الجعل اور محنتانہ اس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کیواسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے انسان
کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہی فی الحال اسواسطے کہ منفعت اسی کے واسطے ہی پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاے تو صاحب خدمت اسکی گردن کے مالک سے

محتتانہ پھیرے یا غلام بیجڑ الا جائے محتتانہ مین وجعل ماذون مدیون علی من یستقر لہ الملک فان بیع بدا بالجعل البانی للغرماء اور محتتانہ غلام ماذون مدیون کا اسپر ہی
جسکی ملک اسپر ٹھہر جاے خواہ مولی کی خواہ دائن کی سوا گروہ بیچا جاے تو پہلے قیمت سے محتتانہ دیا جاے اور باقی قرضخواہون کو ملے کما یجب جعل الابق جنی خطاءً فی یدالاخذ
علی من یصیر لہ چنانچہ واجب ہی محتتانہ اس غلام کا جسنے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ مین اُسپر ہی جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولی خواہ ورثہ مقتول
اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر محتتانہ نہین کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبہ وموہوب علی موہوب لہ وان رجع الواہب لعد الرد لان زوال ملکہ
بالرجوع بتقصیر منہ وہو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا محتتانہ اُسکے غاصب پر ہی اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اُسکو پھیر لیا ہو موہوب کے پھیرنے کے بعد
اسواسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کے اُسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی مالہ اور صغیر کے غلام کا محتتانہ اُسکے مال مین ہی والانفاق
نفقتہ کنفقۃ اللقطۃ لما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہی چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہی تو احسان ہی اسکو
مالک سے پھیرے نہین سکتا اور اُسکے اذن سے پھیرے سکتا ہی بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کردی ہو ولہ حبسہ الدین نفقتہ اور غلام کے گرفتار کرنے والے
کو اُسکا حبس کرنا اپنے نفقہ کے دین کے واسطے درست ہی ولا یوجرہ القاضی خشیۃ اباقہ ثانیا ولکن یحبسہ تعزیرا لہ وقیل یوجرہ للنفقۃ وبہ جزم فی الہدایۃ والکافی
اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اُسکے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن اُسکو حبس رکھے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسکو اجارہ دے نفقہ کیواسطے
اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہی ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطۃ والضال وقدر فی التاتارخانیۃ مدۃ حبسہ ستۃ اشہر ونفقتہ فیہا من بیت المال ثم بعدہا یبیعہ
القاضی لما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ اُنکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ متعین کی ہی اور خرچ غلام کا مدت حبس تک
مین بیت المال سے ہی پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اُسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ مین یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اُسکو لیکر باقی قیمت
کو مالک کیواسطے رکھ چھوڑے فرع مسئلہ لحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی لیفسخ غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے
تو مشتری کو جائز ہی قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کردے اسواسطے کہ مشتری رد غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہی شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سے اس راہ سے ہی کہ غائب اور بے نشان ہونے مین دونون برابر ہین ہو لغۃ المعدوم وشرعا غائب لم یدر احی
ہو فیتوقع قدومہ ام میت اودع اللحد البلقع اے القفر جمعہ بلاقع فدخل الاسیر والمرتد لم یدر الحق ام لا مفقود لغت مین بمعنی معدوم ہی اور شرع مین اُس غائب کو
کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہی کہ اُسکا آنا متوقع ہو یا مردہ ہی کہ چٹیل میدان کی لحد مین گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہی یعنے زمین بے نبات اور جمع اُسکی بلاقع ہی
تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دار الحرب مین داخل ہوا یا نہین ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان
مفقود کو اعتبار نہین کیا اس دلیل سے کہ محیط مین مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود مین شمار کیا ہی حالانکہ مکان اُسکا معلوم ہی کہ دار الحرب ہی
لیکن نقایہ اور اُسکی شرح قہستانی مین تعریف مفقود کی یون کی ہی کہ وہ غائب ہی جسکا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اُسکا معلوم نہین انتہی کنز اور فتاوی
عالمگیری مین بھی جہل مکان کو شرط کیا ہی اور صاحب بحر نے لفظ صریح سے جہل مکانی ثابت نہین کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین
ضرور ہی وہو فی حق نفسہ حی بالاستصحاب ہذا ہو الاصل فیہ اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہی باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر ظاہر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے
اصل ہی مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آیندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسہ غیرہ ولا یقسم مالہ تو نکاح نہ کرے اُسکی زوجہ اُسکے غیر سے اور
اُسکا مال وارثون پر تقسیم نہ کیا جاے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس لامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ ممن امنہ علیہ قبل ذہابہ کما سیجی معزیا
للخزانۃ للمفقین مین کہتا ہون اور مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہی کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اُس شخص کے ہاتھ سے جسکو مفقود نے

اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا خزانۃ المفتیین سے ولا تفسخ اجارتہ اور اسکا اجارہ فسخ نہ کیا جاے وینصب القاضی من ای وکیلا باخذ حقہ
کغلاتہ و دیونہا المقر بہا ویحفظ مال ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اسکا یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اسکے وہ دیون
جنکے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اسکے مال کی اور قائم رہے اسپر اسطرح کہ مثلاً کھیت کا کٹوانا اور خرمنگاہ میں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کرکے مخزن میں
رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی سے مرتبط ہی بدلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسیطرح کیا گیا فلو لہ وکیل فلہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم لانہ
لعلہ مات ولا یکون وصیا تجنیس سو اگر مفقود کیطرف سے کوئی وکیل ہو تو اسکو اسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہی نہ اسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید
وہ مرگیا ہوا اور یہ شخص اسکا وصی نہیں کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعۃ وشرکۃ فی عقار او رقیق و
نحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی وانہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہیں ہوسکتا ہین
جو مفقود پر دعوی کیا جاے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ میں اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں اور نہ اسکا نائب ہے وہ تو قبض مال کا وکیل ہی
قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہی اور وہ جائز نہیں ہی بلکہ
اختلاف ہی مالک کے وکیل میں جسکو قبض دین کیواسطے اسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہی یا نہیں تو امام کے نزدیک وہ مالک ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک نہیں
کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء وتبعہ الکمال الا بتنفیذ قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر اور اگر قاضی
کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہوگا زیادہ کیا ہی زیلعی نے کتاب القضا میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اسکا تابع ہوا
کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہی کہ فتوی ہی حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر ہم عبارت
فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہی کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہی اور حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین کا یہ ہی کہ قاضی سے
مراد قاضی مجتہد ہی یا قاضی غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہو اور حنفی المذہب تو کیونکر اسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اس سے معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب
ہمارا مذہب نہیں علی ما ہو الصواب پھر اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اسکے نفاذ میں دو روایتیں صحیح ہیں پھر اگر دوسرا قاضی اسکو نافذ کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اسکا
حکم کریگا تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ اسکا امام اسکا معتقد نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف
فسادہ فانہ یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہیں نہ نفقہ میں بیچے نہ اسکے غیر میں بخلاف اس چیز کے کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا
خوف ہی کہ اسکو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم
یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر المامورین بفسخہ نعم اذا بیع بغبن فاحش فلہ فسخہ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات میں
یہ ہی کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچ ڈالنے کے مطلقاً اگرچہ اسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اسکے
واسطے قیمت ہی اسواسطے کہ قاضی مامور نہیں اسکی بیع فسخ کرنے کے ہاں جبکہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہی انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا وہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جاے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت والوں پر اور وہ اسکے اصول ہیں اور فروع ہم اصول اور
فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں مذکور ہوچکا ولا یفرق بینہ وبینہا ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور
تفریق نہ کیجاے درمیان مفقود اور درمیان اسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے ہو بخلاف امام مالک کے کہ ہم امام مالک کے نزدیک جب آدمی چار برس تک مفقود الخبر
ہوگیا تو قاضی اسمیں اور اسکی زوجہ میں تفریق کردے پھر وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرلے اسواسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اس شخص میں جسکو جن اٹھا لیگئے تھے ہماری
دلیل یہ حدیث مرفوع ہی کہ انہا زوجتہ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اسی کی زوجہ ہی یہانتک کہ اسکے پاس خبر آوے یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضی نے کہا کہ وہ عورت مبتلا

ہی

ہوئی ہی تو اُسکو صبر کرنا چاہیے تاوقتیکہ اُسکی موت معلوم ہو یا طلاق اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہیں اور موت خبر احتمال مین ہی تو نکاح شک سے زائل نہین ہوسکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہی کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت مین فتوی دے یعنے حنفی المذہب تو بھی سزاوار یہ ہی کہ لاباس بہ ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لومات رجل عن ابنتین وابن مفقود وللمفقود بنتان وابن الترکۃ فی ید ابنتین والکل مقرون بفقد الابن واختصموا للقاضی لاینبغی لہ ان یحرک المال عن موضعہ ای لاینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتیین اور مفقود میت ہی اپنے غیر کے حق مین تو وارث نہوگا غیر سے یہانتک کہ اگر ایک مرد مرگیا دو بیٹیان اور ایک بیٹا مفقود چھوڑکر اور مفقود کی دو بیٹیان اور ایک بیٹا ہی اور ترکہ مورث کی دو بیٹیون کے ہاتھ مین ہی اور سب لوگ مقر بفقدان ابن میت ہین یعنی کسی کو اُسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہین اور انہون نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہین کہ مال کو اُسکے مکان سے جنبش دے یعنی مال کو مورث کی بیٹیون کے ہاتھ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب اختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہین اُس مال کا جسکی وصیت ہوئی اُسکے واسطے جبکہ وصیت کرنے والا مرگیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ اُٹھا رکھا جاے اُسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ آدمی اپنے سب اقران و امثال سب سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہی اور اختیار کیا ہی زیلعی نے تفویض اسکی امام کیواسطے یعنی حاکم جسوقت مصلحت دیکھے تو اُسکی موت کا حکم دے م مقابل ظاہر مذہب گیارہ قول ہین اُنہین اقل تیس سال کی تقدیر ہی بحر الرائق مین کہا تعجب ہی مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے مخالف کیونکر اختیار کرتے ہین حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہی وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب علیہ قیما تقبل علیہ البینۃ نہر اور طریق قبول شہادت کا یہ ہی کہ جسکے ہاتھ مین مفقود کا مال ہی اُسکو قاضی خصم ٹھہراوے مفقود کی طرف سے یا قاضی کسی کو اُسکا کارندہ بناکر اُسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی واقعات المفتیین لقدری آفندی معزیا للقنیۃ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ مین کہتا ہون اور قدری آفندی کے واقعات المفتیین مین قنیہ سے یہ منقول ہی کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکی موت امر محتمل ہی تو جب تک اُسکی طرف قضاء قاضی منضم نہوگی حجت نہوگی ہم اور دوسرا قول یہ ہی کہ بمجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اُسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور اقتصار قدری آفندی کا قول اول پر اُسکی ترجیح کا مفید ہی قدری آفندی کا نام عبد القادر ہی کذا فی الطحطاوی فان ظہر قبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصرون کے تو اُسکو وہ حصہ وراثت کا ملیگا جو اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا ہم اور یہی حکم ہی اگر وہ زندہ ظاہر ہو العبد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر اوہ اُس میت کے برابر ہی جو زندہ ہوگیا اور مرتد کے برابر ہی جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھ مین باقی ہوگا اُسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہوگیا اسکا مطالبہ نہین شیخ شاہین نے کہا کہ اُسکی زوجہ اُسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہی اور اگر اُسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کرلیا تو اُسکا اُسپر کچھ اختیار نہین وبعدہ یحکم بموتہ فی حق مالہ یوم علم ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت وتقسم مالہ بین من ترثہ الان اور بعد موت اقران کے اُسکی موت کا حکم کیا جاے اُسکے مال کے حق مین جبدن کہ یہ معلوم ہو یعنے اُسکے اقران کا مرنا تو اُسی دن سے اُسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اُسکا مال تقسیم کیا جاے اُن لوگون کے درمیان مین جو اُسکے اب وارث ہین اور جو اُسکے وارث قبل موت کے مرگئے اُنکو حصہ نہ ملیگا گویا مفقود اب مرگیا اور اسیطرح اُسکے ام ولد اور مدبر اب آزاد ہونگے ویحکم بموتہ فی حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما مر ان الاستصحاب ہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ اور بعد موت اقران حکم کیا جاے مفقود کی موت کا اُسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیر جاوے اُن لوگون کی طرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اُسکی موت کے نزدیک اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی علم اصول مین کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہی نہ مثبتہ ہم اسیواسطے اُسکی موت کا حکم نہین

اُسکے مال کے حق مین گم ہونے کے وقت سے اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی حیات پر دلالت کرتا ہی اور وہ مقتضی ہی عدم قسمت کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه به اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق گم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُسکے دو حصون مین سے اُسکو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی اُٹھا رکھا جائیگا مثلا ایک شخص مرگیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑکر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ مین ہی اور سب وارثون نے فقدان ابن مین اتفاق کیا پھر دونون بیٹیون نے میراث طلب کی تو اُنکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اتنا اُنکا حصہ بہر صورت متیقن ہی اور نصف باقی اُٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکی خیانت ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل محله الفرائض

ولذا حذفه القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہی لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو بیان حذف کیا یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث ہو جو کسیطرح ساقط ہوتا ہو اور حمل سے متغیر ہوتا ہو تو اسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اُسکے متیقن ہونے کے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اُسکا حصہ ساقط ہوجاتا ہو تو اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہوجاتا ہو تو اُسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکو تغیر نہین اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہین ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہی اور ممکن ہی کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہوجاتا ہی بیٹے کے سبب سے اور جائز ہی کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط مین تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اسکو کچھ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اُٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی المنح والطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدہما وله ان یکاتبہما ویبیعہما قاضی کو درست نہین شخص غائب و مجنون کی لونڈی اور اُنکے غلام کا نکاح کر دینا اور اسکو اختیار ہی اُنکے مکاتب کرنے اور بیع ڈالنے مین اور اسیطرح اُنکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ الحلیم۔

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہی شرکت کے احکام مین لا یخفی مناسبتہا للمفقود من حیث الامانة بل قد تتحقق فی مالہ بموت مورثہ پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ گاہے شرکت ثابت ہوجاتی ہی مفقود کے مال مین اُسکے مورث کے مرنے کے وقت مصنف نے کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہی جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہی اور دوسری وجہ یہ کہ گاہے مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہوجاتی ہی چنانچہ اگر مفقود کا مورث مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑکر اور یہ مناسبت انھین دونون مین مخصوص ہی اور پہلی مناسبت عام ہی دونون مین اور آبق اور لقطہ اور لقیط مین اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح ہی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلط سمی بہا العقد لانہا سببہ شرکت بکسر اول و سکون ثانی بقول معروف لغت مین عبارت ہی خلط سے یعنی دو حصون کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہی عقد کی طحطاوی کہا ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہی اور بعضے نسخون مین لانہا سببہ ہی اور اسمین قلب ہی بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہی وشرعا عبارۃ عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہی عقد بین المتشارکین سے اصل یعنی راس المال اور منفعت مین کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت مین شرکت ہو نہ راس المال مین تو وہ مضاربت ہی اور اگر راس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہی کذا فی الطحطاوی ورکنہا فی شرکة العین اختلاطہما اور رکن شرکت کا شرکة العین مین دونون مالون کا ملجانا ہی یعنی دونون مالون مین ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کے مانند خلط ہی یعنی اور مال کا ملنا اور ملانا یکسان ہی حکم مین کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید له اور رکن شرکت کا شرکة العقد مین وہ لفظ ہی جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب اور قبول رکن ہی چنانچہ یون کہنا ایک شریک کا کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرے شریک کا یون کہنا کہ مین نے قبول کیا وشرط جوازہا کون الواحد قابلا للشرکة

اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا یعنے معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہوگیا تو ناظر وقف کو جائز نہین کہ غیر مستحق
وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وہی ضربان شرکۃ ملک وہی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا کثوب ہبتہ الریح فی دارہما فانہما شریکان فی الحفظ
قہستانی اور شرکت دو قسم ہی ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہی کہ چند شخص دو ہون یا زیادہ مالک ہون ایک چیز موجود کے یا مالک ہون حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوانے اڑا کر
دو شخصون کے گھر مین ڈالدیا تو وہ دونون شریک ہین اُسکی حفاظت مین کذا فی القہستانی او دینا علی ما ہو الحق فلو دفع المدیون لاحدہما فللاخر الرجوع بنصف ما اخذ
فتح وسیجی ستنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہون دین کے بنا بر اُس قول کے جو حق ہی تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین خود کا لینا
جائز ہی کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن مین آویگا مگر بعضون نے کہا کہ دین مین شرکت نہین الا مجازا اسواسطے کہ دین صفت شرعی ہی کہ مملوک نہین ہوتا اور حق یہ ہی کہ
شرعا مملوک ہوتا ہی بدلیل تفریع شارح وان من حیل اختصاصہ بما اخذہ ان یہبہ المدیون قدر حصتہ ویہبہ رب الدین حصتہ وہبانیہ اور جو دین کہ شریک نے لیا اُسکے اختصاص کی
یہ تدبیر ہی کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اُسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین اُسکو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوہبانیہ ہم ہبہ دین مجازا ہی اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو ہبہ
کرنا جائز نہین بارث او بیع او غیرہا بای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ آخر منیۃ چند شریک مالک ہون بسبب ارث کے
یا بیع کے یا سوائے انکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر اُس مین دوسرے
شخص کو شریک کرلیا کذا فی المنیۃ ہم سوائے ارث اور بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہی اور صدقہ اور دو شخصون کا غالب ہوجانا حربی کے مال پر یا قبیلی یعنی دو شخصون کا مال بلجانا
بلا قصد تخلیط یا بالقصد اسطرح غلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہون کا جَو مین ملادینا ان سب صورتون مین شرکت املاک متحقق ہوتی ہی و کل من شرکاء الملک اجنبی
فی الامتناع من تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنہا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہی اُس تصرف کے امتناع مین جو مضر ہی اُسکے ساتھی کے مال مین یعنے
شریک کے حصے مین تصرف مضر اُسکو کرنا جائز نہین بسبب نہ متضمن ہونے شرکۃ الاملاک کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی اسواسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہی چنانچہ مشترک
گھر کی چھت پر چڑھنا یا مشترک زمین مین کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت در صورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ
الخلط لمالیہما بفعلہما کحنطۃ بشعیر وکبناء وشجر وزرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الثلثین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہی بیچنا اپنے حصے کا اگرچہ
غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اُسکے اذن کے مگر خلط کی صورت مین غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہین یعنی دو شخصون نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے
جیسا گیہون کو جَو سے ملانا اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اُسکا عمادیہ کی تیسوین فصل مین ہی اور اسی کے مانند ابن نجیم کے فتاوی
مین ہی ہم خلط مین فعل شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہوجائیگا ضمان دے کر شرکت نہ رہیگی اگر کوئی کہے کہ خلط اور
اختلاط کی صورت مین اور انکی غیر مین کیا فرق ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ جب دو شریکون مین ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونون نے گیہون کو خرید کیا یا وراثت مین
پایا تو ہر دانہ گیہون کا دونون مین مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہی بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اُسمین ہر ہر دانہ مملوک ہی ایک شخص کا
اُسمین دوسرے کی شرکت نہین پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا تو اُسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصہ شریک کو مخلوط کرکے لہذا اُسکے اذن پر بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک
کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہی بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہی اور ظاہر ابیان شارح کا مقتضی ہی کہ عمارت اور درخت اور زراعت
مشترک من قبیل خلط ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ اُسمین بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسواسطے ہی کہ شریک کو درخت کے کھاڑنے سے اور عمارت کے
ڈھانے سے ضرر پہونچیگا کذا فی الطحطاوی وفیہا بعد ورقتین ان البطیخۃ کذلک لکن فیہا بعد ورقتین اخرتین جواز بیع البناء او الغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ
ولو للاجنبی فلیتنبہ اور ابن نجیم کے فتاوی مین دو ورق کے بعد ہی کہ خربوزون کی فالیز بھی اسی طرح ہی یعنے اُسکی بیع اجنبی سے جائز نہین لیکن اُسی کتاب مین
اور دو ورقون کے بعد جواز بیع ہی عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ مین قائم ہی اگرچہ اُسکی بیع اجنبی سے کی ہو تو خبردار رہنا ہم شارح نے تناقض کتاب ذکر کیا

آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہی جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہی بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہ الا باذن
ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو م حلبی نے کہا عدم جواز بیع راجع ہی خلط مالین اور اسکے مابعد کیطرف
وار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع ایک گھر مشترک ہی دو شریکون مین ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ
ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہی کہ بیع کو باطل کر ڈالے اسواسطے کہ بائع کا حصہ مبیع مین متحقق نہین اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو
بائع نے بیچا ہی اُسکے شریک کے حصے مین پڑے ہان اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچیا تو جائز ہوتا و فی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للآخر لم یجز لانہ لا یخلو اما
ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم و القلع لان
فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات مین ہی کہ ایک گھر مشترک ہی دو مردون مین اُنمین سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین سواسطے کہ دو
حال سے خالی نہین کہ یا اُسنے بیع کی ہی بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہی ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہی بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہین اسواسطے کہ
بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہی سوائے بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع مین اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہین اسواسطے کہ گھر کے گرانے مین اُس
شریک کا ضرر ہی جسنے اپنا حصہ نہین بیچا م بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہی چنانچہ عمادیہ مین مصرح ہی اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتھ زمین کے
بیچا تو اُسکے جواز کا کوئی مانع نہین کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع مین اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہین اسواسطے
کہ داخل ایک عقد کا ہی دوسرے عقد مین و فی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ مشاعا والاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضر بہا القطع جاز الشراء وللمشتری
ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی مین ہی کہ درخت مشترک مین ایک قوم مین اُنمین سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختون کے
کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا ضرر نہین کرتا تو خرید کرنا جائز ہی اور مشتری کو کاٹنا درست ہی اسواسطے کہ قسمت مین ضرر نہین م طحطاوی
نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہی اور یہ حکم اُن اشجار مین ہی جنمین قطع کرنا مقصود ہوتا ہی یعنے جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختون سے پھل مقصود ہوتا ہی اُنکا
یہ حکم نہین و فی النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغت اوان القطع جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم تبلغ فسد لتضررہ بہا
اور نوازل مین ہی کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار مین سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اُسکے قطع کا وقت ہی تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ مشتری کو ضرر
نہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہین پہونچا تو بیع فاسد ہی بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے و فیہا باع بناء بلا ارض علی انہ یترک المشتری البناء
فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل مین ہی کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑ دے
یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہی کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی تیسوین فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونون مسئلے مکرر ہوگئے پہلا
مسئلہ فتاوی مین مذکور ہی اور دوسرا واقعات مین والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع المشترکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون
وعبد و دابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہی مگر خلط اور اس اختلاط کی صورت مین جو بلا صنعت
احد الشریکین کے حاصل ہو تو اُسکی بیع جائز نہین مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ مین بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور
جانور مشترک کے اسواسطے کہ اُنمین سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہی چنانچہ اُسکو مشرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنے فتاوی مین م اختلاط بلا صنعت کی
صورت یہ ہی مثلا کہ تھیلی پھٹکر دراہم ملگئے یا گٹھیا پھٹکہ گیہون یا جو مختلط ہو گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہی خلط اور اختلاط کی دونون صورتون مین
چنانچہ مسئلہ خلط مین اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ فی
موافقۃ لمن ابتلی بالافتاء پھر ظاہر یہ ہی کہ مصنف کے قول مذکور مین بیع کی قید نہین بلکہ بیع سے مراد اخراج ہی اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ

فی الاشباہ المشترکہ مین ہی اور وہ رسالہ اُس شخص کو نافع ہی جو مبتلا با فتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہی تم رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہی کذا فی النہر و زاد الوانی محشی الدرر الشفعۃ ایضاً فراجعہ اور وانی محشی درر غرر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہی خلط اور اختلاط پر تو اُسکی طرف مراجعت کرم حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا یہ مطلب ہی کہ استثناء صورت خلط اور اختلاط پر یہ اعتراض وارد ہی کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثناء صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اسواسطے کہ اگر دو شخص وارث ہون زمین کے تو ایک اپنا

اپنا حصہ زمین کا غیر شریک کو بیچنا جائز نہیں بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ شریکہ ففی بیت خادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعھا الزرع والا لا

بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت مین سو بیت اور خادم اور زمین مین تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اُسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسوین فصل مین ہی حموی نے کہا جانور مشترک پر سوار نہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری مین تفاوت ہوتا ہی یعنی واقف کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہین اور ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہی اور علما نے کہا ہی کہ مشترک لونڈی ایکدن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی آب چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہین جناب مفتی ابوالسعود نے سراج سے نقل کیا ہی مہایاۃ عبارت ہی باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ مین سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع مشترکہ مین جائز ہی بنا بر استحسان کے اسمین قاضی کا جبر جاری ہی قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت قوی ہی استکمال منفعت مین اسواسطے کہ اسمین منافع کا اجتماع ہی زمان واحد مین اور مہایاۃ مین اجتماع منافع علی التعاقب ہی اور مہایاۃ باطل نہین ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہین کہ انکا بطلان ہو جاتا ہی موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہی اور کوئی ایسا عقد نہین جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوائے مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہی ایک مہایاۃ اُس چیز مین ہی جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہی اور اختلاف مستعمل سے مختلف نہین ہوتی یہ قسم صحیح ہی چنانچہ ایک گھر دو شخصون مین مشترک ہی سو انھون نے آپس مین یہ قرار دیا کہ بعضے مکان مین ایک رہے اور بعضے مین دوسرا اسمین بیان مدت کی کچھ حاجت نہین ہر شخص کو جائز ہی کہ آپ اُسمین رہے یا اتنا مکان اُس گھر کا کرایہ کو دے اور اگر آپسمین یہ قرار پایا کہ ایک شخص کوٹھے پر رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہی دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہی جو اُس شی کے منافع مین ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہین ہو سکتی لیکن اختلاف پذیر نہین چنانچہ دو غلام مین یون قرار دیا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہی صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہین لیکن اُنکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہی اسواسطے کہ جنس واحد غیر مختلف ہی تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہی جو منافع مختلفہ مین ہو چنانچہ سواری کے دو جانورون مین یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونون جانور دونون شریکون کی سواری مین رہین تو یہ مہایاۃ جائز نہین بسبب مختلف ہونے منفعت دوابّ کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی جائز نہین بخلاف عبد واحد اسواسطے کہ سوار ہونا مختلف ہی باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہین اسواسطے کہ غلام اپنے اختیار سے خدمت کرتا ہی مالا یطاق کا تحمل نہین ہوتا اور جانور سواری مین مجبور ہی اور اگر دو شریکون نے ایک نخل یا شجر مین یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری مین ایک تھن کا ایک شخص دودھ لے اور دوسرے تھن سے دوسرا شریک تو جائز نہین اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہی اس سبب سے کہ انکو بقا نہین تو قسمت اُنمین متعذر ہی اور پھل اور دودھ شی موجود ہی اُنمین تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہی بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہین اور اعیان مین قسمت جائز نہین الا بہ تعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصاً اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور مین مذکور ہی کہ مشترک گھر مین ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت مین تو اُسپر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہین اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق مین مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہی علی سبیل الکمال اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اُسمین داخل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاوین اور حالانکہ یہ جائز نہین پھر جبکہ یہ ٹھہرا تو شریک حاضر اپنی ملک مین ساکن رہا تو اُسپر کرایہ نہوگا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اُسمین رہا وشرکۃ عقد ای واقعۃ بسبب عقد قابلہ للوکالۃ اور دوسرے قسم شرکت کی عقد شرکت ہی یعنی وہ شرکت جو واقع ہی بسبب

قابل ہو واسطے وکالت کے ورکنہا ای ماہیتہا الایجاب والقبول ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا، ورکن اسکا یعنی شرکت العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہی اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ تو بھی ایسے درم نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہی جبکہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اپنے دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہوگئی کذا فی البحر وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط ہی ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہین شرکت امر مباح مین جیسے جنگل کی لکڑیان لینا معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اسمین قابلیت وکالت اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونون شریک حاصل کرین وہ دونون مین مشترک واقع ہو تو فاعل کیواسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کیواسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات مین حاصل نہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیون اور گھاس اور شکار مین اسواسطے کہ توکیل انمین صحیح نہین تو مباحات کو جو شخص حاصل کریگا وہی بالخصوص اسکا مالک ہوگا نہ اسکا شریک کذا فی شرح الزیلعی وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح اور شرکۃ العقد کی دوسری شرط نہونا اسکا جو قاطع ہو شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کیواسطے اسواسطے کہ ممکن ہی کہ گاہے منفعت سوا قدر معین کے نہو اور حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہی مثلاً زید اور خالد شریک ہین تجارت مین اور زید نے ہزار روپے دیے اور خالد سے کہا کہ مجھکو دو یا چار روپیہ ماہوار مشاہرہ دیا کرنا تو یہ شرط ناجائز ہی اور مفسد شرکت اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہوئی تو خالد منفعت سے بے نصیب ہوا یا مطلق فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری مین مبالغ منقول ہی کہ شرکۃ العقد کی یہ شرط ہی کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہی اور یہ شرط ہی کہ فائدہ جز شائع ہو فی الجملہ معین یعنی شریک اپنے واسطے نصف منفعت ٹھہرا لے یا تہائی سو اگر دس یا سو درم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائیگی انتہی وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجئی اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہی ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسمون سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہی چنانچہ آئیگا بحر الرائق مین کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھ قسم کہا ہی اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہی یا شرکت بالاعمال ہی یا شرکت بالوجوہ ہی اور ہر ایک دو قسم مین مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہی اور اسی کو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہی اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہی اسکا موہم ہی کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ مین مفاوضہ اور عنان نہین ہوتی انتہی اور علامہ مرغینانی نے بھی اقسام مذکورہ منقول ہین اما مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شئی اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہی اور مفاوضہ مشتق ہی تفویض سے اور تفویض بمعنی مساواۃ ہی یعنی ہر چیز مین برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہی کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہی اور یہ خلاف مشہور ہی کذا فی شرح الملتقی قاموس مین کہا کہ مفاوضہ عبارت ہی اشتراک فی کل شئی اور مساوات سے لہذا ہدایہ مین کہا چونکہ یہ شرکت عام جمیع تجارات مین ہی اور تفویض کرتا ہی ہر شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہ عقد مسمی بمفاوضہ ہی لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ مین ہر چیز کی مساوات لازم نہین اسواسطے کہ زیادتی ہر شریک کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مفسد شرکت نہین اور بعضون نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہی فوض سے بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہی لہذا اسکو مفاوضہ کہا ان تضمنت وکالۃ وکفالۃ لصحۃ الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ ہی اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہین تو لازم ہی کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہین لیکن ضمنا صحیح ہی چنانچہ مضاربت صحیح ہی باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے عبارت ہی لیکن در ضمن عقد مضاربت وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ اور بشرطیکہ دونون شریک اُس مال مین برابر ہون جس سے شرکت صحیح ہی ہم صحت شرکت کی قید سے عرض اور عقار خارج ہی تو اسکی زیادتی مفسد مفاوضہ نہین وکذا ربحا کما حققہ الوانی اور اسیطرح منفعت مین بھی دونون برابر ہون جیسا کہ وانی نے اسکی تحقیق کی ہی ہم وانی نے حاشیہ درر مین کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہی مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہی ولہذا فقہا نے اسکا تعرض نہین کیا کرخی نے اپنے مختصر مین منجملہ شرائط صحت

مفاوضہ کہا ہے کہ دونوں منفعت میں برابر ہوں بلا تفصیل کذا فی الطحطاوی وتصرفا ودینا لا یخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی فی الدین اور شرط یہ ہے کہ
دونوں شریک برابر ہوں تصرف اور دین میں مخفی نہیں کہ تصرف میں برابر ہونا مستلزم ہے دین کی برابری کو ولہذا زیلعی نے کہا کہ اختلاف فی الدین اختلاف
فی التصرف کا موّدی ہے کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلم اسکی بیع پر قادر نہیں اور شرط مفاوضہ یہ ہے کہ جمیع مشتریات شریک کی بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ وکیل
ہے بیع اور شرا میں اور اسیطرح مسلم ان دونوں کی خرید پر بھی قادر نہیں واجازہا ابو یوسف مع اختلاف الملۃ مع الکراہۃ اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہے اختلاف ملت
کے ساتھ بھی کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہیں فلا تصح مفاوضۃ وان صحت عنانا بین حر وعبد ولو مکاتبا او ماذونا وصبی بالغ ومسلم وکافر لعدم التساوی
تو شرکت صحیح نہیں باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہے باعتبار عنان درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب برابر نہ
ہونے دونوں کے اسواسطے کہ حر بالغ بذات خود تصرف کا مالک ہے اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور مولی کے مالک نہیں علی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف میں برابر نہیں چنانچہ عنقریب
مذکور ہو چکا وافاد انہا لا تصح بین صبیین لعدم اہلیتہما للکفالۃ ولا ماذونین لتفاوتہما قیمۃ اور مصنف نے اپنے کلام میں اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں دو نابالغوں میں بسبب
انکی عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہیں دو ماذون غلاموں میں بسبب متفاوت ہونے دونوں کی قیمت میں یعنی جب قیمت میں برابر نہ ہوئے تو ضمانت میں برابر نہ ہوئے
حالانکہ مفاوضہ میں ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کے واسطے ضرور ہے وکل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطہا ولا یشترط ذلک فی العنان کان عنانا
لکمام لاستجماع شرائطہ کما سیتضح اور جس موضع میں شرکت مفاوضہ صحیح نہ ہوئی بسبب فقدان اسکی شرط کے اور حالانکہ وہ شرط مفقود عنان میں مشروط نہیں تو وہ شرکت
عنان ہو جاویگی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر میں مفاوضہ صحیح نہیں لیکن عنان صحیح ہے اسکی شرائط کے جمع ہونے سے چنانچہ شرائط
عنان عنقریب واضح ہونگے وتصح المفاوضۃ بین حنفی وشافعی وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیۃ لتساویہما ملۃ وولایۃ الالزام بالحجۃ ثابتۃ اور صحیح ہے شرکت مفاوضہ
درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونوں ذبیحہ متروک التسمیہ میں متفاوت ہیں باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونوں کے ملت میں اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہے یعنی
متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہے اور ثبوت حجت کا بواسطہ اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہے اسواسطے کہ شافعی المذہب کا یہ گمان ہے کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی
اور حنفی دونوں کو درست ہے اور حنفی کا یہ زعم ہے کہ وہ دونوں کو جائز نہیں تو دونوں تصرف میں برابر ہوئے اپنے اعتقاد کی راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی المنح ولا تصح الا
بلفظ المفاوضۃ وان لم یعرفا معناہا سراج او بیان جمیع مقتضیاتہا ان لم یذکر لفظہا اذ العبرۃ للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہیں مگر بذکر لفظ مفاوضہ
اگرچہ شریکین اسکے معنی کو نہ جانتے ہوں یا اسکے جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہے اگر اسکے لفظ کو نہ ذکر کیا اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہے نہ لفظ کا تو لفظ مفاوضہ میں علم اسکے معنی کا
اسواسطے نہ شرط ہوا کہ صریح محتاج نیت کا نہیں اور جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہے کہ دو حر بالغ مسلم یا ذمیوں نے ایک دوسرے سے یوں کہا کہ میں تیرا شریک ہوا اپنے سب نقد مال میں بقدر
تیری ملک کے بطریق تعمیم عام دونوں جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ میں اس خبر سے کہ ہر شخص دوسرے کا ضامن ہے کذا فی البحر واذا صحت فما اشتراہ احدہما یقع مشترکا الا طعام
اہلہ وکسوتہم استحسانا لان المعلوم بدلالۃ الحال کالمشروط بالمقال فاراد بہما ما کان من حوائجہ ولو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما سیجئ اور جبکہ شرکت مفاوضہ باجتماع شرائط
مذکورہ صحیح ہوئی تو جس چیز کو کہ ایک شریک خرید کریگا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنے اہل وعیال کا طعام اور لباس خرید کرنا مشترک نہیں بنابر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت
حال معلوم ہے وہ زبانی شرط کے برابر ہے اور مصنف نے طعام اور لباس مستثنی سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کیواسطے اپنے شریک کے اذن سے چنانچہ فصل آئندہ میں آئیگا
وطی کے مانند خدمت ہے اور اذن شریک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی مشترک ہوگی وللبائع مطالبۃ ایہما شاء بثمنہما ای الطعام والکسوۃ ویرجع
الآخر بما ادی علی المشتری بقدر حصتہ ان ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہے دونوں میں سے جس سے چاہے کرے خواہ مشتری سے بالاصالۃ خواہ
اسکے شریک سے بالکفالۃ اور دوسرا شریک مشتری سے بھرے جو اسنے قیمت ادا کی بقدر اسکے حصے کے اگر اسنے شرکت کے مال سے ادا کی ہوگی ہم اگر اسنے غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع
کرے اور شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی اگر مال موروث اسی جنس سے ہو جس سے شرکت صحیح ہے اسواسطے کہ اس مال کے داخل ہونے سے اسکی ملک میں مال اسکا زیادہ ہو گیا مساوات مشروطہ باقی نہ رہی

اگر مال مودی اُ جنس شرکت نہیں چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدہما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ
لزم الآخر ولو لزومہ باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضمانی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دوسرے
شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو م کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر سے اسکے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت النفس
مین وہ بالاجماع ماخوذ نہین کذا فی الملتقی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح الشرکۃ فیہ مگر جبکہ شریک نے دین کا اقرار کیا
اُس شخص کیواسطے جسکے حق مین اُسکی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اُسی کو لازم ہوگا بالخصوص اسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایت اور
وہ چیز جسمین شرکت صحیح نہین م زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہین اسواسطے کہ یہ دیون اُس چیز کے بدل
مین جسمین اشتراک صحیح نہین تو یہ لازم نہین مگر مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدہما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ
البتۃ ولوالجیۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اُسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار و عدم بینہ اور اگر مدعی
نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کا قسم دینا جائز ہے اُسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اُس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اسواسطے
قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اُسپر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وہب لاحدہما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ کما بجی ووصل الیدہ ولو بصدقۃ
او ایصاء لفوات المساواۃ بقاء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہوجایگی اگر ایک شریک نے ہبہ اور وراثت مین وہ چیز پائی جسمین شرکت صحیح ہے منجملہ نقد وغیرہ کے
چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اُسکے ہاتھ مین پہونچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسی کی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات
مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے م اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ مین بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ میراث
مین قبضہ ہونا شرط بطلان نہین بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو لا تبطل بقبض ما لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہین ہوتی شرکت مفاوضہ اُس چیز کے قبضہ سے
جسمین شرکت صحیح نہین چنانچہ اسباب اور زمین واذا بطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جبکہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اُسکے جو مذکور ہوچکا تو شرکت
عنان ہوگئی یعنے مفاوضہ منقلب ہوکر عنان بنگئی بسبب ارکان کے اسواسطے کہ مساوات اسمین شرط نہین کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیہما المال الا بما تقبل
وجوہ تغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ ای ذہب وفضۃ لم یضربا اذا جری مجری النقود التعامل بہا والا فکعروض اور صحیح نہین شرکت مفاوضہ اور عنان سوائے
نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی کی ڈلی کے جبکہ بجائے نقود معاملات مین چلتی ہون اور اگر بجائے دراہم اور دنانیر رائج نہون تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے
شارح نے کہا سوائے نقد وغیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہین جنمین مال مذکور ہو اور اگر مال مذکور نہین تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہونگی
تبر بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض ہو المتاع غیر النقدین ویحرک قاموس ان باع کل منہما نصف
عرضہ بنصف عرض الآخر ثم عقدا ہا مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونون مین سے
اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونون شرکت کو منعقد کرین خواہ شرکت مفاوضہ ہو خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہوجانے شرکۃ العقد کے
اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اُس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوائے ہے اور حرکت کے ساتھ عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس م جب ایک نے اپنا نصف اسباب
دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونون قیمت مین شریک ہوگئے بشرکت ملک تو جائز نہین ایک کو دوسرے کے حصے مین تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال
شرکۃ العقد ہوگئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ مین تصرف جائز ہوگیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی
قید ہے اس واسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض بیع مین تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے
کافی ہے وہذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ یعنی نصف

عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا اُسوقت ہی جب دونون کے اسباب برابر ہون قیمت مین اور اگر قیمت مین متفاوت ہون تو کم قیمت والا اسقدر اپنا اسباب بیع کرے جس سے شرکت ہوجاے کذا صح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہی م مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہی اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہی تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیان بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے تو تمام مال دونون مین تین ثلث ہوگا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پھر دونون شخص شرکت کو منعقد کرین تو منفعت دونون مین بقدر ملک کے ہوگی کذا فی المنح اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ رہیگا وہ مفسد شرکت نہین اسواسطے کہ ملک اسباب مبطل شرکت نہین اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہی یا قصدی تا مفاوضہ اور عنان دونون کو شامل رہے اسواسطے کہ مفاوضہ مین تساوی شرط ہی نہ عنان مین کذا فی الطحطاوی ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ اور شرکت صحیح نہین غائب کے مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب نہ قادر ہونے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونون مال یا ایک مال حاضر نہو تو دونون مین منفعت کا ہونا متعذر ہی م شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہین بلکہ خرید کے وقت مال کا ہونا شرط ہی بسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر وتفتح اور یا شرکت عنان بالکسر ہی اور فتحہ عین کا بھی جائز ہی م اما عنان عطف ہی اما مفاوضۃ پر یہ بیان ہی شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہی یعنے پیش آمدہ اور سامنا ہونا سو جبکہ ایک شریک نے دوسرے کو اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے جو اُسکے سامنے آوے لہٰذا یہ شرکت مسمی بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہی عنان الفرس سے اسواسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی عنان تصرف دوسرے شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہی اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہ بیان ہی اسکی شرط کا م ظاہر قید فقط کی اسکو مقتضی ہی کہ تضمن کفالت سے عنان منعقد نہین ہوئی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود مین تو شرکت مفاوضہ ہی والا لائق یہ ہی کہ عنان منعقد ہو اور فقہا کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہین ہوتی یہ مطلب ہی کہ ذکر کفالت عنان مین شرط نہین اور یہ نہین کہ عدم ذکر کفالت شرط ہی کذا فی البحر فتصح من اہل التوکیل کصبی ومعتوہ یعقل البیع وان لم یکن اہلا للکفالۃ لکونہا لا تقتضی الکفالۃ تو شرکت عنان صحیح ہی اہل توکیل سے جیسا کہ صغیر اور اُس بالغ کم عقل سے جو بیع کو سمجھتا ہی اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نرکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہین م اہل توکیل رجال اور نسا اور بالغ اور صغیر ماذون اور حُر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سبکو شامل ہی کذا فی العالمگیریہ تو ان سب کورین مین شرکت عنان صحیح ہی بل الوکالۃ ولذا تصح عاما وخاصا ومطلقا وموقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہی اور اسیواسطے عنان صحیح ہی عام اور خاص ہوکر اور مطلق اور موقت ہوکر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہی اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہی تو عنان بھی اسیطرح صحیح ہی ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ اور عنان صحیح ہی مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنے تفاضل منفعت بے مال مین م دونون شریکون کا مال برابر ہو یا کم وبیش اور نفع دونون مین برابر ہو یا کم وبیش خواہ دونون تجارت کرین یا ایک بہرصورت شرکت عنان صحیح ہی لیکن اگر سب نفع ایک شخص کیواسطے مشروط ہو تو یہ جائز نہین کہ یہ شراکت نرہی قرض ہوگیا اگر عامل کیواسطے نفع مشروط ہوا یا بضاعت ہوگئی اگر نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر وببعض المال دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہی بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان مین شرط نہین وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من الآخر اور عنان صحیح ہی مخالف الجنس سے جیسا کہ ایک شریک کی اشرفیان اور دوسرے شریک کے روپے م عنان مین تخصیص خلاف جنس اسکے موہم ہی کہ شرکت مفاوضہ مین یہ جائز نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت مین برابر ہین تو مفاوضہ جائز ہی والا عنان صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ وبخلاف الوصف کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہی مخالف وصف سے جیسا کہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونون کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع دونون شریکون کی شرط کے موافق ہوگا ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم تشترط مساواۃ واتحاد وخلط اور عنان صحیح ہی ساتھ نہ ملانے دونون مالون کے بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کی طرف نہ مال کیطرف تو مشروط نہین مساوات اور اتحاد اور خلط م عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہی اور عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہی اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہی ولطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ اور فقط مشتری سے مطالبہ

قیمت کا کیا جائیگا نہ اُسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای مع بقاء مال الشرکۃ
والا فالشراء لہ خاصۃ لکلا یصیر مستدینا علی مال الشرکۃ بلا اذن بحر اور شریک مشتری قیمت بھرے اپنے شریک سے بقدر اسکے حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی
اپنے ذاتی مال سے یعنی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں رہا بلکہ بمنزلہ اعیان اور امتعہ کے ہوگیا ہو تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص
ہوگا تا نہو شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر محصلہ خلاصہ یہ ہو کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خرید کی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہو تو
شریک سے قیمت بھر لے بقدر اُسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترک ہو اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے اُدھار خرید کی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کیواسطے
مخصوص ہو اسواسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اُسنے شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ
بھلاک المالین او احدھما قبل الشراء والھلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیھما بعدہ اور باطل ہوجاتی ہو شرکت دونوں مالوں کے ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے
سے قبل خرید کے اور ہلاکی مالک کے مال پر ہی قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہی بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدھما بمالہ وھلک بعدہ
مال الآخر قبل ان یشتری شیئا فالمشتری بالنفع بینھما شرکۃ عقد علی ما شرطا ورجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر ایک
شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہوگیا قبل اُسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہو دونوں میں شرکت
عقد ہو جب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھرے اسکے حصہ کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت میں طحطاوی نے کہا قیام شرکت
علت ہو یعنی فالمشتری بینھما کی تو اسکا ذکر اُسکے متصل مناسب تھا وان ھلک مال احدھما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ بان قال علی ان
ما اشتراہ کل منھما بمالہ ھذا یکون مشترکا نھر وصدر الشریعۃ فالمشتری مشترک بینھما علی ما شرطا فی اصل المال لا الربح لبعید دہا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بھا
اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہوگیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح کردی عقد شرکت میں اسطرح کہ دونوں نے کہا
کہ ہم شریک ہیں اس شرط پر کہ دونوں میں سے جو شخص اپنے اس مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہو کذا فی النھر وصدر الشریعۃ تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترکہ ہوگی دونوں میں بموجب
اُنکی شرط کے یہ اشتراک اصل مال میں ہوگا نہ منفعت میں بسبب جاتے رہنے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اُس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہم ایک شریک کا مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد
باطل ہوگئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہو اور خرید ہوئی تھی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہوگئی سو اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب میں تصرف نہیں کرسکتا کذا فی النھر ورجع
بحصتہ ثمنہ والا ای وان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم ینصا علی الوکالۃ فیھا ابن کمال فھو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنھا من الوکالۃ اور شریک مشتری
اُسکی قیمت کا حصہ بھر لے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور ضمن وکالت پر اتفاق نکیا ہو کذا صرح ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اُسی شخص کی مخصوص
ہوگی جسنے خرید کی اسواسطے کہ شرکت جبکہ باطل ہوگئی بسبب ہلاکی مال کے تو جو اُسکے ضمن میں وکالت تھی وہ بھی باطل ہوگئی وتفسد باشتراط دراھم من الربح لاحدھما
لقطع الشرکۃ کما مر اور فاسد ہوتی ہو شرکت ایک شریک کیواسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں سے بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم
قاطع شرکت ہو ہم مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درم اول لیکر باقی کو تقسیم کرونگا تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہو بعض وجوہ میں کہ شاید کبھی فائدہ حاصل نہو اسواسطے
سو درم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایکسی ہی شخص کیواسطے مشروط ہوگیا تو یہ شرکت نرہی قرض یا بضاعت ہوگئی کذا فی المنح والطحطاوی لا لانہ شرط لعدم فسادھا بالشروط
وظاھرہ بطلان الشرکۃ بحر و مصنف شرکت فاسد ہوگئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہو بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے
اور ظاہر اس قول کا یعنی عدم فساد شرکت بالشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہو نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف قلت صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال بفساد
الشرکۃ میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہو صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب
ارتکاب کا ہوا اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہیں اور فقہا کے اس قول سے کہ شرکت فاسد

نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہ سمجھے ہیں کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہی نہ شرکت تو خوب واضح تر ہوتا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا
نفع بقدر مال کے یعنی درصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہی ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ
ان یستاجر من تتجر لہ ویحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکون مین سے جائز ہی کہ نوکر رکھے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے
کہ یہ تاجرون کی عادت ہی ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان لیشترط الربح لرب المال اور شریک کو جائز ہی کہ دے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے
مشروط ہو نہ عامل کیواسطے م طحطاوی نے کہا بضاعت کے یہ معنی عرفی ہین اور باعتبار لغت کے باضع بمعنی شریک ہی کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانہا
دون الشرکۃ فتتضمنہا اور جائز ہی شریک کو کہ امانت رکھاوے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہی تو شرکت اسکو
متضمن ہی ویوکل اجنبیا ببیع وشراء ولو نہی المفاوض الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہی شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اسکا دوسرا شریک مفاوض منع
کرے توکیل سے تو اسکا منع کرنا صحیح ہی کذا فی البحر م تقیید بمفاوض کی اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ ویبیع بما عز وہان خلاصۃ اور جائز ہی بیع
کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصۃ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہی وبنقد ونسیئۃ بزازیۃ اور جائز ہی بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیۃ ویسافر بالمال لہ الحمل اد
ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل تضمن والا لا ظہیریۃ اور جائز ہی ہر شریک کو سفر مین لیجانا مال کا خواہ اسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہی بخلاف اشباہ اور
بعضون نے کہا کہ اگر مال کیواسطے حمل ہو تو شریک پر ضمانت ہی والا نہین کذا فی الظہیریۃ م تفسیر ما لا حمل لہ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ وہ محمول بلا اجرہ ہی اور بعضون نے کہا کہ جو ایک ہاتھ
سے اٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہی کہ سفر مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مطلقا سفر جائز ہی اسواسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضائے شرکت ثابت ہی اور شرکت علی الاطلاق
صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہی مگر یہ دلیل فمونۃ السفر والکراء من راس المال ان لم یربح خلاصۃ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہی اگر
نفع نہوا ہو تجارت مین کذا فی الخلاصۃ م عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ شریک کا نفقہ اسکی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال مین سے ہی اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو نفع مین
محسوب ہو ولا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرۃ مالک نہین شریک غیر کو شریک کرنے کا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ م اسواسطے شریک نہین کر سکتا
کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایہ ولا الرہن الا باذنہ ویکون ہو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہین شریک رہن کا مگر اپنے
شریک کے اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین مین م یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز ہی اور
جیسے رہن جائز نہین ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہین الا درصورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی عن البحر والخانیۃ وحینئذ فیصح اقرارہ بالرہن والارتہان اور اسوقت
مین یعنی جبکہ راہن وہی عاقد بنفسہ ہو تو صحیح ہی اسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ وہذا کلہ لو عنانا اما مفاوضۃ
فلہ کل ذلک اور مالک نہین شریک غلام کے مکاتب کرنے کا اور اسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا اسوقت ہی جبکہ وہ شریک
عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہی ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا تنعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بناوے اگر اپنے
شریک کے اذن سے ہی تو جائز ہی اور نہین تو شرکت عنان منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر اسواسطے کہ عنان کمتر ہی مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہی ولا یجوز
لہما فی عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہین دونون شریکون کو عنان اور مفاوضہ مین تزویج غلام کی اور نہ اسکا آزاد کرنا
جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو ولا الہبۃ ای لثوب ونحوہ فلم یجز فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکون کو ہبہ کرنا جائز ہی یعنی کپڑا اور اسکے مانند
ہبہ کرنا صحیح نہین اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے حصہ مین جائز نہوگا اور جائز ہی ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوے کے خلاصہ یہ ہی کہ چاندی سونا اور اسباب
ہبہ کرنا درست نہین اور ماکولات کا ہبہ درست ہی ولا القرض الا باذن شریکہ اذنا صریحا فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہی مگر اپنے شریک کے اذن سے ایسا اذن
جو صریح ہی قرض مین کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برایک فلہ کل التجارۃ الا القرض والہبۃ اور سراج مین ہی جبکہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر

اپنی تجویز کے موافق تو اُسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہی سوائے قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے
مال سے شرکت کرنا جائز ہی مگر قرض اور ہبہ درست نہین کذا فی البحر وکذا کل ما کان اتلافا للمال او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت
للاسترباح وتوابعہ وما لیس کذلک لا ینتظمہ عقدہا اور اسیطرح قرض کے مانند ہی جسمین مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہی واسطے
طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہین اُسکو عقد شرکت منتظم نہین وصح بیع شریک مفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ وینفذ علی
المفاوضۃ اجماعا اور صحیح ہی شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اُسکا بیٹا اور باپ اور یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی
بالاجماع لا یصح اقرارہ بدین فلا ینفذ علی المفاوضۃ عندہ بزازیۃ صحیح نہین اُسکا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ
یعنی اگر شریک مفاوض نے مثلا اقرار کیا کہ مین نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہی تو یہ اقرار غیر صحیح شرکت مین جاری نہوگا فی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ لم تجز
فی حصۃ شریکہ اور خلاصہ مین ہی اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہین اُسکے شریک کے حصہ مین یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہی سو اُسنے
اقرار کیا کہ یہ لونڈی فلانے شخص کی ہی تو یہ اقرار اُسکے شریک کے نصیب مین جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان ولو باع احدہما لیس للآخر اخذ ثمنہ ولا الخصومۃ فیما
باعہ اوادانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اُسکی قیمت لینا جائز نہین اور نہ اُسکے بیع اور ادانت مین خصومت جائز ہی یعنے جس مال کو شریک نے
بطریق دین دیا اُسمین شریک ثانی خصومت نہین کرسکتا وہو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکہ ولو
ادعاہ بعد موتہ کما فی البحر مستندا لما فی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استینافہ ان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی فلیحفظ
ہذا الضابط اور وہ یعنی شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی امانت دار ہی مال مین تو اُسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ مقدار منفعت اور نقصان اور
راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کے دینے مین اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق مین ہی وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص
نے حکایت کی اُس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہین اگر اُسمین ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اُسکی تصدیق نہوگی اور اگر اُس حکایت مین نفی ضمان کی ہو اپنے ذات سے
تو اُسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے م صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہی کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اُسکا قول مع الیمین معتبر ہو خواہ
یہ دعوی شریک کی حیات مین ہو یا موت مین اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ مین اسکا مفید ہی اسواسطے کہ اُسنے کہا کہ اگر قبض ودیعت کیواسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا سو
وکیل نے کہا کہ مین نے قبضہ کیا اُسکی حیات مین اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اُسکے منکر ہین یا وکیل نے کہا کہ مین نے ودیعت موکل کو دی تو اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین
کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونون موقع مین اس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہین ہی وکیل بالقبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہی لہٰذا
اسکی تصدیق ہوگی اور وکیل بالقبض دین حاکی ضمان ہی موکل پر تو اُسکی تصدیق نہوگی انتہی ملخصا کذا فی المنح ویضمن بالتعدی وہذا حکم الامانات اور ضمان دیگا شریک بسبب تعدی کے
اور یہی حکم ہی امانات کا یعنی امانت دار پر ضمان نہین مگر بتعدی وفی الخانیۃ التقیید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ مین ہی کہ مقید کرنا شرکت کا ساتھ
مکان کے صحیح ہی تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی کے وفی الاشباہ نہی احدہما
شریکہ عن الخروج وعن بیع النسیئۃ جاز اور اشباہ مین ہی کہ ایک شریک نے نہی کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور اُدھار بیچنے سے تو بھی جائز ہی یعنی اگر اُسکے خلاف کریگا اور مال تلف ہوگا
تو ضمان دیگا کما یضمن الشریک عنانا او مفاوضۃ بموتہ مجہلا نصیب صاحبہ علی المذہب والقول بخلافہ غلط کما فی وقف الخانیۃ وسیجئ فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن ہوتا ہی
شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے اپنے شریک کے مال کا جو اُسکے پاس ہی حال نہ بیان کیا
تو وہ ضامن ہی بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہی کما فی وقف الخانیۃ۔ اور کتاب الودیعۃ مین اُسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے م اشباہ کی
کتاب الامانات مین ہی کہ احد المتفاوضین جب مر گیا اور اپنے بیان نہ کیا اُس مال کا جو اُسکے پاس ہی تو اُسپر ضمان نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی المحیط

قد وقع حادثتان الاولی نہاہ عن البیع نسیئۃ فباع فاجبت بنفاذہ فی حصتہ وتوقفہ فی حصۃ شریکہ فان اجاز فالربح لہما محیط میں ہی کہ دو حادثے واقع ہوئے پہلا حادثہ
یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیع کی تو میں نے جواب دیا بیع کے نافذ ہونے کا بائع کے حصہ میں اور موقوف ہونے بیع کا
اسکے شریک کے حصہ میں پھر اگر شریک اپنے حصہ کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اسکا دونوں کے واسطے ہی یعنی اگر جائز رکھیگا تو اسکے حصہ کی بیع بحال ہی الثانیۃ نہاہ عن الاخراج فخرج ثم
ربح فاجبت انہ غاصب حصۃ شریکہ بالاخراج فینبغی ان لا یکون الربح علی الشرط انتہی ومقتضاہ فساد الشرکۃ نہر دوسرا حادثہ یہ ہی کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے
سو شریک باہر نکلا یعنی مال لیکر پھر اسکو منفعت حاصل ہوئی تو میں نے جواب دیا کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا غاصب ہی بسبب اخراج کے تو لائق یہ ہی کہ نفع موافق شرط کے منقسم نہو انتہی اور
مقتضی اس جواب کا فساد شرکت ہی کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت غصب کیطرف منتقل ہوئی وفیہ وتفرع علی کونہ امانۃ ما سئل قاری الہدایۃ عمن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لا یلزم
بالتفصیل ومثلہ المضارب والوصی والمتولی نہر وقضاۃ زماننا لیس لہم قصد بالمحاسبۃ الا الوصول الی سحت المحصول اور نہر الفائق میں ہی اور متفرع ہی مال شرکت کے امانت ہونے پر
وہ مسئلہ جسکا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا بتفصیل لازم نکیا جائیگا یعنی جو شریک امین ہی
تو نفع نقصان میں اسکا قول اجمالا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب اور یتیم کا وصی و متولی وقف ہی کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے سوائے
کچھ ارادہ نہیں سوائے حرام لینے کے هم جلبی نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو نہ لاتا کہ لفظ فی کافی ہی اور آخر میں انتہی کہتا وما تقبل وتسمی شرکۃ
صنائع واعمال وابدان اور یا شرکت تقبل ہی اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں هم شرکت تقبل اسواسطے کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہی
اور اپنے شریک کیطرف ڈال دیتا ہی اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال اور ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل
کرتے ہیں غالبا اگرچہ دونوں کو عمل کرنا لازم نہیں ان اتفق صانعان خیاطان او خیاط وصباغ فلا یلزم اتحاد صنعۃ ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقہا اور شرکت تقبل کر
اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ ان اعمال کو قبول کریں جنکا استحقاق ممکن ہی اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد
حرفہ اور اتحاد مکان شرط لازم نہیں شرکت میں هم مکان استحقاق عمل کی قید سے ان اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے جیسا کہ دلالی اور یہ ضرور ہی کہ عمل حلال ہو نہ حرام
اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کسی کا کپڑا لے اور قطع کرکے دوسرے خیاط کو دے سینے کیواسطے تو جائز ہی کذا فی الطحطاوی
ومنہ تعلیم کتابۃ وقرآن وفقہ علی المفتی بہ اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ممکن ہی تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہی بموجب قول مفتی بہ کے هم متاخرین کے نزدیک اسپر فتوی
ہی کہ طاعات پر اجرت لینا صحیح ہی بخلاف شرکۃ دلالین ومغنین وشہود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسؤال لان التوکیل بالسؤال لا یصح قنیۃ واشباہ بخلاف دلالوں کی شرکت اور
گویوں کی شرکت اور محکموں کے گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کے اسواسطے سائلین کی شرکت جائز نہیں کہ
سوال کرنے کیواسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیۃ والاشباہ هم شرکت دلالین سو اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں بلا بیان مدت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی
گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہی اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق
قرأت زمزمہ یعنی گٹکری سے پڑھنا صحیح نہیں سو اسواسطے کہ ممکن الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین بھی بسبب عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت ہی مراد ماتم ہی جو اموات کیواسطے
ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ویکون الکسب بینہما علی ما شرطا مطلقا فی الاصح لانہ لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمہ اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب انکی شرط کے
مطلقا قول اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہی تو اسکی تقویم صحیح ہی هم اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہو اور مال اثلاثا یعنی ایک ثلث ایک شریک کا اور دو ثلث
دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہی باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہی وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی ہی جنس کے اتحاد کے وقت یعنی
جبکہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ راس المال یہاں عمل ہی اور منفعت مال ہی تو یہ مال عمل کا بدلا ہوا اور
عمل تقویم پذیر ہی یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہی چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھہرایا اجرت مثل سے زیادہ دیکر بخلاف شرکۃ اموال کہ اسمیں کمی اور زیادتی منفعت کی

صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی المنح وکل ما تقبله احدهما یلزمهما وعلی هذا الاصل فیطالب کل واحد منهما بالعمل ویطالب کل منهما بالاجر ویبرأ دافعها بالدفع الیه ای الی احدهما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر وہ لازم ہوجائیگا اور بموجب اسی قاعدے کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دیکر والحاصل من اجر عمل احدهما بینهما علی الشرط ولو الآخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیره او استاجره استحق الاجر بزازیه اور جو مزدوری ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمداً بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط مطلق عمل ہی کسی شریک کا عمل ہو نہ بالخصوص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگا دے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی البزازیۃ

واما وجوه هذا رابع وجوه شرکة العقد اور یا شرکۃ الوجوہ ہی یہ چوتھی قسم ہی شرکۃ العقد کے اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ اسواسطے اسکا نام ہوا کہ ادھار خرید کرنا بدون وجاہت کے نہیں ہوتا یعنے جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہی اسی کے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ان عقداها بلا مال علی ان یشتریا نوعا او انواعا بوجوههما ای بسبب وجاهتهما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منه ثمن ما اشتریا بالنسیئة وما بقی بینهما اور یا شرکت الوجوہ ہی اگر دونوں شریکوں نے ایجاب قبول کیا بدون مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں سو بیع سے جو حاصل ہو اُس میں سے قیمت اُسکی دیں جسکو ادھار خرید کرلیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونوں میں منقسم ہو شرکۃ الوجوہ یہ ہی کہ دو شریک ہوں اور اُنکے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں اُنکی وجاہت ہی سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوا اسپر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالیٰ نفع دے وہ ہمارا مابین منقسم ہو بموجب ایسی ایسی شرط کے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع ویکون کل منهما من التقبل والوجوه عنانا ومفاوضة ایضا بشرطه السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہی اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ اعمال کو قبول کریں اور ضامن ہوں اعمال کے برابر اور نفع اور نقصان میں متساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اور اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں یا اُسکے مقتضیات کو تو اثمان اور مبیعات میں وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہوجائیگی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح والمحیط

واذا اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتتضمن شرکة کل من التقبل والوجوه الوکالة لاعتبارها فی جمیع انواع الشرکة اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالة ایضا اذا کانت مفاوضة بشرطها اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جبکہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اُسکی شرط کے خلاصہ یہ ہی کہ شرکت کو ... میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہی اور کفالت درصورت مفاوضہ والربح فیها علی ما شرطا من مناصفة المشتری بفتح الراء او مثالثته لیکون الربح بقدر الملک فلا یودی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیز میں مناصفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدھوں آدھ خرید کی ہو تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اُسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اُسکے نفع کی طرف نوبت نہ پہونچے جسکا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہی کہ اُسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہی چنانچہ مذکور ہو چکا حاصل خلاصہ یہ ہی کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے ہی اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہی اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ میں زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہی تو نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خرید کی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کرلیا تو یہ نفع اُسکا ہوا جس کا ضمان اُسپر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی الدرر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بمال او عمل او تقبل اور درر میں ہی کہ نفع

استحقاق نہین ہوتا مگر بسبب ایک کے تین چیزون مین سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے مال سے نفع حاصل ہوتا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہی مضاربت مین اور عمل سے نفع ہوتا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہی اور قبول کرنے سے نفع ہوتا چنانچہ ایک شخص دکان پر بیٹھا ہی اور لوگ اسکو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہی تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہی بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرع مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہ فصل ہی شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہی جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریۃ لاتصح شرکۃ فی احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من کنز وطبخ آجر من طین مباح لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل فی اخذ المباح لایصح صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گھانس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پھلون کا چننا پہاڑون سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین ہم شرکت بلا وکالت نہین ہوسکتی اور مباحات مین وکالت متصور نہین اسواسطے کہ توکیل عبارت ہی اثبات ولایت تصرف سے اس چیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہی سو یہان حاصل نہین اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہی جسکی وضع بیدا ایشی ہو اور کنز وہ ہی جسکی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونون کو شامل ہی تو اگر شارح تعداد مباحات مین طلب معدن وکنز جاہلی کہتا فتاوی عالمگیری کے مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہی نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص انکو خرید کرکے اینٹ اور چونہ پکاوین اور بیچین تو جائز ہی علینی نے کہا یہ شرکۃ الوجوہ ہی اور فتح القدیر مین کہا کہ یہ شرکۃ الصنائع ہی کذا فی الطحطاوی وما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معا فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات مین سے جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جسکو دونون ساتھ ہی حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنے اگر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اسکے موافق مالک ہونگے م فتاوی خیریہ مین ہی کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گھر مین رہتے اور علحدہ علحدہ کسب کرتے ہین اور حاصلات کسب یکجا رکھتے ہین اور تفاوت اور تساوی اور تمیز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور اسیطرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث مین سوداگری یا کھیتی کرتے ہین اور مال زیادہ ہوا تو برابر سب مین تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون وما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ فلہ ولصاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لایجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیمہم قول محمد یوذن باختیارہ نہر وعنایہ اور مباحات مین سے جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اسی شخص کی ہی اور اسکے ساتھی کیواسطے اجرت ہی اسکی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی کیون نہو جاے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعضون نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اسکے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہی کذا فی النہر والعنایہ م حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہی اور غایۃ البیان مین ہی کہ قول ابو یوسف استحسان ہی والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرۃ بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللآخر اجر مثلہ کما لو دفع دابتہ لرجل لیوجرہا والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے ہی اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہی تو دوسرے شریک کو اسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون مین مشترک ہی تو یہ شرکت فاسدہ ہی اور تمام نفع مالک کا ہی اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہی اور یہی حکم ہی ناؤ اور گھر کا م قنیہ مین ہی کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہی اسنے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو نفع ہو اسمین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چارون مین برابر تو یہ شرکت فاسد ہی اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہی اور اسپر چارون کی اجرت مثل ہی ولو لبیع علیہا البر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما البغل وللآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البغل والبعیر نہر اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا کہ

اُسکے اوپر گیہوں لادکر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہی اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہی اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں مین منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر م صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہی کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہین رکھتی **وتبطل الشرکۃ ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر اولا لانہ عزل حکمی** اور باطل ہوجاتی ہی شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اُسکی موت معلوم کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہی تو علم اُسمین شرط نہین موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت مین وکالت ضرور ہی اور موت سے وکالت باطل ہوجاتی ہی کذا فی المنح **ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا** موت سے شرکت باطل ہوتی ہی اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے لحوق دار الحرب بر حالت ارتداد مین قاضی کا حکم ہوگیا ہو **وتبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فتح** اور شرکت باطل ہوتی ہی شرکت کے انکار سے اور یون کہنے سے کہ مین تیرے ساتھ کام نہین کرتا کذا فی الفتح **وبفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ مخالفا للزیلعی** اور شرکت باطل ہوتی ہی ایک شریک کے فسخ کرڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہی کذا فی البزازیۃ بخلاف زیلعی کے کلام کے م زیلعی کے کلام سے نکلتا ہی کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہین **ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی** اور فسخ شرکت موقوف ہی دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہی نہ حکمی م طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہی یعنے فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح **وبجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیہ** اور شرکت باطل ہوتی ہی شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہی لیکن وہ خیرات کردے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیۃ م ظاہرا شرکت فسخ ہونے کا حکم نہین بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہی یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی **ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل فادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ وتقاصا او رجع بالزیادۃ** اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اُسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن دیا پھر دونون نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم اور تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضمان دے اور دونون باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان ہو جس مین دونون کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلین اور اگر ایسی شرکت عنان ہو جسمین دونون مال کم وبیش ہون تو زیادہ مال والا اُس قدر زیادت کو شریک سے ضمان لے **وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ اولا کالمامور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی وفیہ لا یشترط العلم خلافا لہما** اور اگر دونون شریکون نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہو یا نہو جیسے اداء زکوۃ اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد اداکے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہی اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہی اور اسمین علم شرط نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اُنکے نزدیک ضمان نہین بصورت عدم علم درصورت تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ اُسنے ادا نکیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے سواسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اُسپر سے فرض ساقط ہوگیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اُسپر ضمان لازم آیا خواہ اُسکو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہوگیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہین ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کردینے سے معزول ہوجاتا ہی اُسکو عتاق کا علم ہو یا نہو کذا فی المنح **اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطاہا فہی لہ لا للشرکۃ بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہ الا بہا لحرمۃ وطی المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ وقالا یلزمہ نصف الثمن** ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی دوسرے شریک کے صریح اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خریدی کی تا اُس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اُسی کی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت مملوک مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہی اسواسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہین سوائے ہبہ بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اُس

اس مین جسمین تقسیم نہین ہوسکتی جائز ہی اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہی وللبائع وللمستحق اخذ کل ثمنها وعقرها التضمن المفاوضة
للکفالة اور لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہی لونڈی کی قیمت اور اسکا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو ہم یہان لف ونشر مرتب ہی یعنی
بائع ہر شریک سے قیمت اسکی لے سکتا ہی اور مستحق مہر مثل ومن اشترى عبدا مثلا فقال له آخر اشركني فيه فقال فعلت ان قبل القبض لم يصح وان
بعده صح ولزمه نصف الثمن ان علم والا يعلم بالثمن خير عند العلم به اور جسنے مثلاً ایک غلام خریدا کیا تو غیر شخص نے اس سے کہا کہ اسمین مجھکو شریک کرلے
سو مشتری نے کہا کہ مین نے یہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہ قول قبل قبض کے کہی تو صحیح نہین اور اگر بعد قبض کے ہی تو صحیح ہی اور اسکو نصف قیمت لازم ہی اور اگر دوسرے کو
قیمت معلوم نہین تو وہ مختار ہی قیمت معلوم ہونے کے وقت چاہے لے چاہے نہ لے ہم قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح نہوئی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہین
ولو قال اشركني فيه فقال نعم ثم لقيه آخر وقال مثله واجيب بنعم فان كان القائل عالما بمشاركة الاول فله ربعه وان لم يعلم فله نصفه لكونه مطلوبه شركة
في كامله وحينئذ خرج العبد من ملك الاول اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلاً غلام کی خرید مین سو مشتری نے کہا ہان تجھکو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا
شخص ملا اور اسنے بھی مانند اسکے کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب دیا گیا کہ ہان تو بھی شریک ہی تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہی تو وہ چوتھائی کا
مالک ہی اور اگر اسکو مشارکت کا علم نہین تو نصف کا مالک ہوگا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہی اور اسوقت مین غلام نکل جائیگا اول کی ملک سے
ہم قائل ثانی درصورت علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت
نہین کرسکتا مگر اپنے نصف مین تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد کامل مین شریک ہونا
مطلوب ہی حالانکہ ایجاب اول سے نصف عبد مین قائل اول کو شریک کرچکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام مین کچھ بھی ملکیت باقی نہ رہی کذا
في المنح ما اشتريت اليوم من انواع التجارة فهي بيني وبينك فقال نعم جاز اشباه ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو مین آج خرید کرون تجارت کی اقسام سے سو وہ مجھ مین اور
تجھ مین مشترک ہی سو دوسرے نے کہا ہان تو یہ جائز ہی کذا في الاشباه ہم ذکر یوم اور وقت شرط نہین اور ایک شخص دوسرے کا حصہ بیع نہین کرسکتا بدون اسکی اجازت کے اسواسطے کہ
دونون خرید مین شریک ہوئے ہین نہ بیع مین کذا في الطحطاوی وفيها تقبل ثلثة عملا بلا عقد شركة فعمله احدهم فله ثلث الاجر ولا شيء للآخرين اور اشباہ مین ہی کہ تین شخصون نے
ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کردیا تو اسکو تہائی مزدوری ملیگی اور باقی دو شخصون کو کچھ نہ ملیگا ہم چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث
عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص پر تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کردیا تو دو ثلث عمل کے اسنے بطور احسان کے کیے لہذا مستحق
مزدوری کا نہوگا ابن وہبان نے کہا یہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے اسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہی جبکہ اسنے کام لینا بطور یومیہ کے نہو اسواسطے
کہ ظاہر حال عامل یہ ہی کہ اسنے تمام کام اس امید سے کیا کہ پوری مزدوری پاویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے القول لمنكر الشركة قول معتبر شرکت کے منکر کا ہی ہم اگر
ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک مفاوض ہی اور وہ شخص منکر ہی اور مال منکر کے قبض مین ہی تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہی کذا في الفتح
برهن الورثة على المفاوضة لم يقبل حتى يبرهنوا انه كان مع الحي في حيوة الميت گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ پر تو مقبول نہیں جب تک کہ اسپر گواہ نہ لاوین کہ مال شریک
زندہ کے پاس تھا شریک میت کی زندگی مین اسواسطے کہ مفاوضہ مقتضی بقاء مال نہین بلکہ ممکن ہی کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اسکا بیان ضرور لازم ہی کہ یہ مال مشترک ہی
بعد اسکے نصف مال کا حکم ہوگا برهنوا على الارث والحي على المفاوضة قضى له بنصفه فتح وارث گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے
شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کے نصف مال میت کا دلایا جاویگا کذا في الفتح تصرف احد الشريكين في البلد والآخر في السفر واراد القسمة
فقال ذو اليد قد استقرضت الفا فالقول له ان المال في يده تصرف کیا ایک شریکنے شہر مین اور دوسرے نے سفر مین اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ مین نے
تو ہزار درم قرض لیے تھے یعنی شرکت نہین جو قسمت ہو تو اسیکا قول معتبر ہی اگر مال اسکے ہاتھ مین ہی ہم اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہی کذا في المنح حلبی نے کہا ذو الید لینے کے بعد

قبض مال کی شرط کی کچھ حاجت نہیں خریدا کرتا فباع واشتریٰ ودفعہ لاحدہم لیحفظہ فدسہ فی التراب لم یجدہ حلف فقط جب لوگون نے انگور کا باغ خریدا کیا پھر اسکا پھل بیچا اور اسکی قیمت آپسمین سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اسنے مال کو مٹی مین گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اس سے فقط قسم لیجائیگی یعنے ضمان اسپر نہین کہ وہ امین ہی دفع لآخر مالاً وقرضہ لنصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری امتعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یعبر لنفسہ اخذ المتاع بالقیمۃ لو وقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا نصف اسکو قرض دیا اور کل مال مین شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی تو اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نہ کرے تو اسباب کو لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب قیمت سے لے نہ خرید کے موجب منہما متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت فاکتری لہا حاملاً دابۃ لغیبۃ الآخر فاسن ہلاک المتاع ولنقصہ رجع بحصتہ قنیہ دو شخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ مین وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت مین دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اسکے حصہ کے کرایہ بھر لے کذا فی القنیہ دابۃ مشترکۃ قال البیطارون لا بد من کیہا فکواہا احاضر لم یضمن اور ایک جانور مشترک بیمار ہو سالوتریون نے کہا کہ اسکا داغنا ضرور ہی سو داغ دلایا اسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت مین پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر ضمان نہین کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدہما وخربت ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو مین مشترک ہی انمین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اسکی سکونت کے سبب سے منہدم ہوگیا تو ساکن پر ضمان ہی ہم مشترک گھر غیر مقسوم مین شریک کو بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرنا جائز ہی جدھر چاہے رہے اور مقسوم مین سوائے اپنے حصہ کے سکونت جائز نہین کذا فی الطحطاوی طاحونۃ مشترکۃ قال احدہما لصاحبہ عمرہا فقال ہذہ العمارۃ تکفینی لا ارضی لعمارتک فعمرہا لم یرجع ظواہر الفتاوی پن چکی مشترک ہی دو مین سو ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے شریک سے کہ اسکی سر نو تعمیر کر سو اسنے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہی مین تیری عمارت سے راضی نہین سو اسنے اسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہین لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوی ہم طاحون مشترک سے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہی وفی السراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ مین ہی مشترک پنچکی کی عمارت مین ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہین یعنی شریک سے اسکے حصہ کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہی یہ جمیع مسائل مذکور مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت والضابط ان کل من اجبران یفعل مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہوسکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہی اور اگر اس کام مین شریک پر جبر نہین تو فاعل محسن نہین ہم درصورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کرسکتا ہی تا قاضی بزبردستی شریک ثانی سے وہ کام کراوے پھر باوجود اسکے جبکہ اسنے نالش نہ کی تو وہ تعمیر وغیرہ مین مضطر نہ ٹھہرا محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعوی نہین کرسکتا اور درصورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کہ وہ اپنے مال بچانے کے واسطے مضطر ہی تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کریگا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہی سوائے مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہرا جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہی اسواسطے کہ قاعدہ مذکورہ کے اور نظائر کے موافق ہی یا سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وضرورۃ تعذر قسمۃ کگری نہر ومرمۃ قناۃ وبیر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فانکان لحائط یحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم کحمام وخان وطاحون تمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہین ہوتی مگر تین صورت مین وصی قیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی ضرورت مین چنانچہ اصلاح نہر اور کاریز اور کنوین اور رہٹ اور معیبہ کشتی کی مرمت اور اس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد منقسم نہین ہوسکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے مین پردہ کرسکتا ہو تو اسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر نکیا جاویگا اور اگر دونون شریکون مین آڑ اور پردہ نہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیواسطے جبر ہوگا اور ایسا ہی حکم علی التفصیل ہر ایک اس چیز مین ہی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ حمام اور خانقاہ اور پنچکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ مین ہی ہم خانیہ مین ہی کہ ایک دیوار مشترک ہی دو صغیرون کے دو گھرون کے درمیان مین اور اس دیوار پر دھنیون وغیرہ کا بوجھ ہی کہ خوف ہی سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہی سو ایک وصی نے

دیوار کی مرمت طلب کی اور دوسرا وصی اسکو نہین مانتا تو قاضی وہان امین کو بھیجے کہ وہ اسکو دیکھے کہ اگر ترک مرمت مین دونون کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی بنوا دے اور جامع الفصولین مین ہی کہ پنچکی اور حمام اگر منہدم ہو کر جنگل ہو گیا تو اوسکی تعمیر مین جبر نہین ہی بلکہ دونون شریک تقسیم کر لین اور اگر عمارت قائم ہی اور کچھ منہدم ہی تو جو شریک مرمت کرنا چاہے اسپر زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک درست کرے اور نصف خرچ اسپر دین ہو گا کذا فی الطحطاوی وفی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع لہ شریکہ نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز وبعدہ جاز وان اراد قلعہ یقاسمہ فیقلعہ من نصیبہ ویضمن الزارع نقصان الارض بالقلع والصواب نقصان الزرع اور مجتبی کی کتاب الغصب مین ہی کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سوا اسکے شریک نے اوسکو آدھا بیج دیا تا کھیتی دونون مین مشترک ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ معدوم ہی اور بعد کھیت جمنے کے جائز ہی اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت اوکھاڑنے کا ارادہ کیا تو اسکو باہم تقسیم کرلے پھر اوسکو اوکھاڑ ڈالے اپنے حصہ سے اور زراعت کرنے والا نقصان زمین کا ضامن ہے جو نقصان کہ اوکھاڑنے سے ہوا اور ٹھیک یہ ہی کہ نقصان زراعت کا ضامن ہے م طحطاوی نے کہا قول اخیر شارح کا ہی اسواسطے کہ عبارت مجتبی تا لفظ بالقلع منتہی ہو گئی چنانچہ مین نے مجتبی کے نسخ معتمدہ مین اسیطرح پایا ہی اور تصویب شارح کی بلا وجہ ہی اسواسطے کہ غاصب وہی شریک ہی جسنے بلا اذن اپنے شریک کے کھیتی کی انتہی ملخصاً وفی قسمۃ الاشباہ المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا جبر والا قسم الابنی ثم اجرہ لیرجع وتمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المحبیۃ اور اشباہ کی کتاب القسمۃ مین ہی کہ مکان مشترک جب منہدم ہو جاوے اور ایک شریک اسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہی تو اسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین اور اسکی تقسیم کیجاوے یعنی دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم کے نہو تو وہ شریک اوسکو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اسکو کرایہ دے تا نصف خرچ حاصل کرلے اور پورا اسکا بیان منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکۃ مین ہی وفیہا باع شریک نصیبہ من آخر ولو بلا اذن شریک الآخر وذا بیعہ بلا خلط وبلا اختلاط جوز ذاک البیع والتعاطی اور منظومہ محبیہ مین ہی ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک حاضر کے بیع کی ہو سوائے صورت خلط اور اختلاط کے تو یہ بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی ہے م یہ مسئلہ شرکۃ الملک کا ہی جو اول باب مین مذکور ہو چکا ہے ۵ ثم الشریک ہہنا لو باعا حصتہ من فرس وابتاعا ذاک منہ الاجنبی وہلکا وکان ذا بغیر اذن الشرکا فان یشاؤا ضمنوا الشریکا او من اشتری منہ علی ما قد رووا پھر یہان شریک اگر اپنا حصہ گھوڑے مین سے بیچے اور شخص اجنبی اوس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہو جاوے اور یہ بیع بغیر اذن شریکون کے ہوئی ہو تو موجب روایت فقہا کے شریکون کو اختیار ہی کہ شریک سے ضمان لین یا اوس سے جسنے اوسنے خرید کیا م درصورت اذن شریک کا تضمین نہین اور شریک پر ضمان اس صورت مین ہی جب اوسنے گھوڑا مشتری کو تسلیم کر دیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اوسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہی کذا فی الطحطاوی ۵ وان یکن کل شریک اجرا حصتہ حمام لہ من آخرا وکان شخص منہما قد اذنا لذلک فی تعمیرہا وبالبنا فلا رجوع صاح للمستاجر فی ذا البنا علی الشریک الآخر اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونون شریکون مین سے اس مستاجر کو اوسکی تعمیر اور بنانے کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہین اوس تعمیر کا خرچ مانگے دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی م حلبی نے کہا شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہان لکھی ہی قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الاذن لکن یرجع بالکل ام بحصتہ فلیراجع یعنی مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہی کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اوس سے لیگا یا بقدر اسکے تو اسکو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہی عبارت بعضے نسخ درمختار کے اندر مرقوم ہی اور آخر مین اسکے لفظ منہ ہی تو یہ قرینہ ہی کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہی اسواسطے کہ عادت مصنفین یہ ہی کہ حاشیہ کے اختتام سے بعد منہ لکھتے ہین ۵ لو واحد من الشریکین سکن فی الدار مدۃ مضت الزمن فلیس للشریک ان یطالبہ باجرۃ السکنی ولا المطالبہ بانہ یسکن مثل الاول لکنہ ان کان فی المستقبل یطلب ان یہائی شریکا یجاب فافہم ودع التشکیکا دو شریکون مین سے ایک شریک رہا گھر مین ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اوسکا اسکو مطالبہ ہی کہ اوسمین رہے زمان اول کے برابر لیکن اگر زمان مستقبل مین شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جاوے اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو م اب چند مسائل شرکت فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور بیٹے اوسکے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہی اگر بیٹا اوسکی عیال مین ہو اسلیے کہ بیٹا معین ہی باپ کا اور اسیطرح اگر زوجین کے پاس مال نہو اور

دونون نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہی زوجہ اُسکی معین اور مددگار ہوگی ہان اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ ہوگا تو اُسکی مالک وہی ہوگی دو شخصون کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہوگا سبب واحد ہی حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونون مین مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین مین سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو اُسمین مشارک ہونا جائز ہی اور جو دین دو شخصون کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہین تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اُسمین شریک نہین ہو سکتا ایک اونٹ دو مین مشترک ہی پھر ایک شریک اُسپر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ مین گر پڑا سو شریک نے اُسکو حلال کر ڈالا تو اگر اُسکی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہی اور اگر امید نہ تھی تو ضامن نہین اور اگر غیر شریک اُسکو حلال کر یگا تو بہر صورت اُسپر ضمان ہی امید ہو یا نہو یہی قول اصح ہی اور یہی حکم ہی گائے بکری چرانے والے کا کہ درصورت قطع امید حیات اُسکے ذبح کرنے مین ضمان نہین اور غیر شخص کے ذبح مین ضمان ہی مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکون مین مشترک ہین سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا مین امید رکھتا ہون کہ کچھ مضائقہ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا اختیار ہی اور مکیل اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت مین جائز ہی ایک گھر مین دو شریک رہتے ہین تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اُسکو روک نہین سکتا اسواسطے کہ وہ اپنے حق مین متصرف ہی اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ مین تجارت کی اور کچھ نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اُسیکا ہی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو ہزار درم قرض دے مین تجارت کرون نفع مین ہم اور تو شریک ہین پھر اُسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہی نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ✤

کتاب الوقف

یہ کتاب ہی وقف کے احکام مین ہم محاسن وقف کے ظاہر ہین کہ اُسمین انتفاع طبقاتِ[له] محبوبین ہی منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کی ادائیگی ہی کہ بعد موت کے بھی اُسکا ثواب جاری ہی امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست مین اہل جاہلیت مین وقف نہ تھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ مین وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کے اوقاف اب تک باقی ہین اور خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کے اوقاف مشہور ہین کذا فی الاشباہ

مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال مین غیر کا داخل کرنا ہی اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہی کہ مالک کی ملک شرکت مین باقی ہی نہ وقف مین ہم غیر کا ادخال شرکت مین تو ظاہر ہی کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع مین داخل ہی لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف مین لازم نہین مگر جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کے مانند یون کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہی کہ معقود دونون سے اُس مال کا انتفاع ہی جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت مین اصل مال صاحب مال کی ملک مین رہتا ہی اور وقف مین اکثر کے نزدیک اُسکی ملک سے نکلجاتا ہی تو خوب تر واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ الحبس وقف لغت مین بمعنی حبس ہی یعنی بند کرنا اور روکنا ہم ولہذا موقف الحساب اُس مکان کو کہتے ہین جہان لوگ قیامت مین حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہی بمعنی موقوف اسلیے اُسکی جمع اوقاف ہی وشرعا حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع مین وقف عبارت ہی حبس کرنے عین سے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملۃ ہو ہم یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہی شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہین اسواسطے کہ بتصریح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہی وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملۃ جواب ہی فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے او صرف منفعتہا الی من احب یعنی اُسکی منفعت کا صرف کرنا جدھر چاہے اسواسطے کہ اغنیا پر صرف کرنا بلا قصد قربت وقف مین صحیح ہی بشرطیکہ اُسکے آخر مین قربت والی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہی بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنے سے تعریف جامع ہوجاتی ہی حاصل جواب یہ ہی کہ تصدق فی الجملۃ مراد ہی اور اُسپر محیط کی عبارت دلالت کرتی ہی کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ قربت نہین بخلاف اسکے کہ اگر اُسکے آخر مین محتاجین کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملۃ کذا فی الحلبی والاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور قول اصح یہ ہی کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہی لازم نہین مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہی وعندہما ہو حبسہا علی

[له] یعنی جو لوگ کہ وقف کو محبوب ہین خواہ وہ اُسکی اولاد ہو یا محتاج یا عالم وغیرہ سب کو نفع اٹھانا اُس سے خوبی ہی وقف کی ۱۲

حکم ملک اللہ تعالی وصرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن کمال وابن الشحنۃ اور صاحبین کے نزدیک
وقف عبارت ہی عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالی کی ملک کے حکم پر اور اُسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب واقف کی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہوگیا تو واقف کو اُسکا باطل کردینا جائز نہین اور اُسکا وارث اُسکو وراثت مین نہ پاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی کذا صحح
ابن کمال وابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وبالآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہی محبوب دلی اور پسندیدہ جانی کا دنیا مین دوستون
کے اندر اور آخرت مین ثواب حاصل ہونے سے یعنی بالنیۃ من اہلہا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اس شخص کی نیت سے ہوتا ہی جو اہل ہی نیت کا یعنی
مسلم عاقل بالغ اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہی بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف فی نفسہ عبادت نہین تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد یکون

واجبا بالنذر فیتصدق بہا او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الزکوۃ جاز فی الحکم وبقی نذرہ وبہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہی نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے
یا اُسکی قیمت کو اور اگر اُسکو وقف کیا اُسپر جسکو زکاۃ دینا جائز نہین تو حکم مین وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اِس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی ہم صفت وقف
کی یہ ہی کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہی مباح وہ وقف ہی جو بلا قصد قربت ہو ولہذا آدمی سے وقف صحیح ہی اور اُسکو کچھ ثواب نہین اور وقف قربت بقصد عبادت
ہوتا ہی مسلم سے اور وقف فرض منذور ہی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا والد آوے تو مجھپر اُس گھر کا وقف کرنا مسافرون پر لازم ہی پھر اگر نذر کرنیوالا اپنے اصول اور فروع پر وقف
کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہوگی کذا فی البحر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر با وقف کو اُس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کردیا جبکہ صیغہ وقف
کا نذر ہو حالانکہ دونون کا حکم مختلف ہی نذر با وقف کا حکم تو ابھی معلوم ہوچکا اور صیغۂ وقف کے نذر ہونے کا بحر الرائق مین یہ حکم ہی کہ اگر بحکم عرف یا قائل کے پوچھنے سے
وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہی اور وہ اگر کہے کہ مین نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہی اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہو تو وہ میراث ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً
وحکمہ مر فی تعریفہ اور حکم وقف کا گذر گیا اُسکی تعریف مین ام حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف مین مذکور ہوا سو تصدق ہی منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال
متقوم ہی جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہی جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنیکے وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اُسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہین

ورکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط قال الشہید ونحن
نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہین چنانچہ یون کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہی مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یون کہنا کہ یہ زمین خدا
کے واسطے موقوف ہی یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہی اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہی یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہ زمین یا یہ باغ موقوف ہی بلا ذکر
محتاجین اور بلا قید دوام تو کافی ہی صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہین بسبب عرف کے ام الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع الشرائط لکھے بلا تلفظ تو وقف
صحیح نہین بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی مین ہی کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہین جبتک اُسکو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدون کو اُسکے مضمون پر گواہ نہ کرے
انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہی کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہی اور اکثر علمانے محمد رح کے قول پر فتوی دیا اشتراط تسلیم مین کذا فی
الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہی جو باقی تبرعات کی شرط ہی چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا وقف صحیح
نہین وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہی کہ فی ذاتہ قربت ہو ہم تو مسلم یا ذمی کا وقف نصارے یا یہود کے معبد اور فقراے اہل حرب پر صحیح نہین اور غنی
پر وقف کرنے مین قربت ہی اسواسطے کہ ذخیرہ مین ہی کہ تصدق علی الغنی مین ایک طرح کی قربت ہی کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا الا بکائن شرط وقف کی
یہ ہی کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہی ہم تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح نہین یا یون کہا کہ یہ زمین فقرا یا
میرے قرابت والون پر وقف ہی تو باطل ہی بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور اسیطرح وقف زمین باستثناء اشجار صحیح نہین بسبب عدم
تعیین وقف اور اگر بولا کہ اگر میرے بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہی مساکین پر تو صحیح نہین بسبب تعلیق کے اور اگر یون کہا کہ اگر یہ گھر میرا مملوک ہو پھر ظاہر ہو

کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اِسواسطے کہ تعلیق بھی شرط موجود پر ہو لا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہی کہ مضاف نہ ہو اور موقت
نہو اور خیار شرط نہو مع اضافت وقف اِسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہی کل یا پرسون چلپی نے کہاکہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہی اسواسطے کہ بحر اور نہر مین جامع
الفصولین سے صحت اضافت منقول ہی ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط یہ ہی کہ وقف کے ساتھ اُسکے بیچ کو اور اُسکی قیمت
صرف کرنے کو اپنی حاجت مین مذکور نہ کرے اور اگر مذکور کریگا یعنی اِسطرح کہ یہ زمین وقف ہی لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچکر مین اُسکی قیمت صرف کرونگا تو وقف
اُسکا باطل ہی کذافی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر مین ہی کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مرگیا یا مسلم بعد وقف
کرنے کے مرتد ہوگیا تو اُسکا وقف باطل ہی یعنی وقف مرتد میراث ہوجائیگا خواہ وہ مقتول ہوا ہو اپنے ارتداد پر یا مرجاے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح
ہی اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہی اِسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی کذافی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہین وقف کرنا مسلم یا ذمی کا
معبد نصاری پر یا حربی پر اور بعضون نے کہا یا مجوسی پر ہم معبد نصاری سے جمیع معابد کفار مراد ہین معابد کفار کا وقف عہد اسلام مین باطل ہی اور اگر زمانہ جاہلیت
مین یعنے حربی ہونیکے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہی کہ بعد ذمی ہونیکے اُس سے تعرض نہین اور قول معتمد یہ ہی کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہی کذافی البحر وجاز علی ذمی لانہ قربۃ
حتی لو قال علی من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شئی لہ لزمہ شرط علی المذہب اور جائز ہی وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہی لہذا اُسکو صدقہ اور نذر
اور کفارہ دینا جائز ہی یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اِس شرط پر کہ جو اُسکی اولاد سے مسلمان ہوجائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف انتقال کرے
تو اُسکو محاصل وقف سے کچھ حصہ نہین تو اُسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات مین اختیار ہی کذا نص الخصاف ثم الملک یزول
عن الموقوف باحد امور اربعۃ باقرار مسجد کما سیجی او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی معزیا للفتح المولی من قبل السلطان
لا المحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہی موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کردینے سے چنانچہ عنقریب اِسکا بیان آویگا یا اُس قاضی کے حکم
کردینے سے جو بادشاہ کیطرف سے مقرر ہی نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین مین مختلف فیہ ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ وقف متولی
کو وقف تسلیم کردے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب مین وقف نہین کرتا کذافی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے ہم مصنف نے لزوم
وقف زوال ملک کو تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہی اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہی اسواسطے کہ صحت وقف مین اختلاف نہین خلاف تو
لزوم وقف مین ہی سو امام کے نزدیک لازم نہین اور صاحبین کے نزدیک لازم ہی تو اُسمین بیع اور ارث نہین اور ترجیح دلیل سے ہی اور خصاف نے صاحبین کے مذہب کے واسطے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہی اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اُسکے نواح
مین اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا خلاصہ یہ ہی کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتوی دیا ہی علاوہ اِسکے فقہا نے
تصریح کی ہی کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اُسکا حکم نافذ نہین ہوتا اور ہمارے زمانہ مین قاضی رشوت سے خالی نہین تو اِسوقت مین لزوم وقف نہین ہوسکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا
فی الطحطاوی وسیجی ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور آگے آویگا کہ گواہی مقبول ہی بلادعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہی محصول کا اور وہ حق تعالی کا حق ہی اور حقوق اللہ
مین قضا بالشہادۃ بلادعوی صحیح ہی کذافی المحیط ثم ان القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر لا تسمع انتی ابو السعود مفتی الروم بالاول
وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ البدریۃ وبہ افتی المصنف پھر کیا قضا
بالوقف حکم ہی سب پر کہ اِسمین دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہین یا سب لوگون پر حکم نہین کہ دعوی مذکور مسموع ہو ابو سعود مفتی
روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوی دیا اور اِسی قول پر منظومہ محبیہ مین یقین کیا اور اِسی کی ترجیح مصنف نے دی تاکہ وقف ابطال کے حیلون سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح مین اِس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہی اور اُسکی فواکہ بدریہ مین تصحیح کی ہی اور اِسی کا فتوی

مصنف

مصنف نے دیا ہی او بالموت اذا علق بہ ای بموتہ کاذامت فقد وقفت داری علی کذا فی الصحیح انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لا قبلہ ولو لوارثہ وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین یا ملک زائل ہوتی ہی واقف کے موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اسطرح کہ جب مین مرجاؤن تو اپنے گھر کو فلانے پر وقف کیا تو صحیح یہ ہی کہ وہ وقف وصیت کے مانند لازم ہوتا ہی ثلث مال سے بسبب موت کے نہ قبل اسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو گو اسکے وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا ہو لیکن ثلث تقسیم ہوگا وارثون پر دو ثلث کے مانند ظہیریہ مین ہی کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت مین اپنے بیٹون پر وقف کیا انکے بعد انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتک کہ نسل باقی رہے بعد اسکے محتاجون کیواسطے پھر وہ عورت مر گئی اور دو بیٹیان اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اسکے وقف کرنے سے راضی نہین اور میت کا کچھ مال نہین سوائے اُس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث مین اور دو ثلث مین تو دو ثلث وارثون مین بقدر انکے سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث وقف رہیگا تو اُسکا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثون پر تقسیم ہوا کریگا بقدر انکے حصون کے جبتک وارث زندہ رہینگے یعنی بیٹیون پر پھر انکی اولاد پھر اولاد کی اولاد پر واقفہ کی شرط کے مانند اور وارثون کا اسمین حق نہین یعنی اسکی بہن کا یا اسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہی (قال ارضی ہذہ موقوفۃ علی ابنی فلان فان مات فعلی ولدہ ولد ولدی ونسلی ولم تجز الورثۃ فہی ارث بین کل الورثۃ مادام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلہا للنسل انتہی) یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین وقف ہی میرے فلانے ولد پر پھر جب وہ مر تو اسکے ولد پر اور میری نسل پر اور وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہی سب وارثون مین جبتک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا پھر جبکہ وہ مریگا تو تمام زمین نسل کیواسطے ہی انتہی الترجمہ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہین سواسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہوچکا کہ دو ثلث ملک ہین اور ایک ثلث وقف ہی اور اسکا محصول وارثون پر تقسیم ہوگا جبتک وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ مین یقول البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل فی عبارتہ فاعتبر الوارث بالنظر للغلۃ والوصیۃ وان ردوا بالنظر للغیر وان لم تنفذ لوارثہ لانہا لم تتمحض لہ بل لغیرہ بعدہ فافہم تو بزازیہ کا یہ قول کہ ثلث وقف کا ارث ہی محمول ہی ارث حکمی پر یعنی با وجود وقف ہونیکے تا حیات موقوف علیہ مانند میراث کے تقسیم ہوگا تو اب کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت مین تو فقہا نے وارث کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت یہان محض وارث کیواسطے نہین ہوئی جو جائز نہو بلکہ غیر وارث کیواسطے نافذ ہوئی ہی بعد وارث کے تو سمجھے یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہ تھی لہذا اسمین دونون اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہوجائے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہین اسواسطے کہ عبارت بزازیہ اسمین صریح ہی کہ تمام زمین ارث ہی جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہی اور اسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہو جاویگی اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہوسکتا ہی لیکن بنظر نسل نہین ہوسکتا اسلیے کہ نسل کے واسطے ثلث ہی نہ سب مین او بقولہ وقفتہا فی حیوتی وبعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندہم لکن عند الامام مادام حیا ہو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ الوفاء ولہ الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوتی ہی یون کہنے سے کہ مین نے اسکو وقف کیا اپنی زندگی مین اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہی امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جبتک وہ زندہ ہی تو وہ تصدق محصول کی نذر ہی تو اسپر وفا نذر لازم ہی اور اسکو اس سے رجوع کرنا بھی جائز ہی اور اگر اسنے رجوع نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو وقفہ جائز ہوگا ثلث مال سے ہم جواز یعنی مذکور صاحبین کے نزدیک منافی لزوم نہین قلت ففی ہذین الامرین لہ الرجوع ومادام حیا غنیا او فقیرا بامر قاض او غیرہ شرنبلالیۃ فقول الدرر وافتقر بفسخہ لقاضی تو غیر مسجل منظور فیہ مین کہتا ہون تو ان دونون امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بقید حیات وبعد ممات مین واقف کو رجوع کرنا جائز ہی جبتک کہ وہ زندہ ہی مالدار ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوا اسکے کذا فی شرنبلالیہ تو درر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اسکو فسخ کردے اگر وقف پر قاضی کی سجل ہوگئی ہو منظور فیہ ہی یعنی مسلم نہین ہم اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہین بلکہ واقف خود فسخ مین مختار ہی اور قید فقر کی بھی کچھ احتیاج نہین اور بموجب قول مفتی بہ کے واقف کچھ تصرف نہین کرسکتا اور مفتی کو بھی فسخ کا فتوی دینا جائز نہین سواسطے کہ بحر الرائق مین ہی امام کے قول پر کسی نے فتوی نہین دیا کذا فی الطحطاوی ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وتسلیمہ ایاہ ابن کمال اور وقف تمام نہین ہوتا یہانتک کہ مقبوض ہو مصنف نے یون نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اسکے لائق ہوتی ہی تو مسجد مین

تسلیم جدا کر دینے سے ہوتی ہے اور غیر مسجد میں متولی مقرر کرنے اور اُسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہے کذا صحح ابن کمال ویفرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافاً للثانی اور
وقف تمام نہیں ہوتا یہانتک کہ جدا کر دیا جاوے تو جائز نہیں وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے ہم وقف کا جدا کر دینا قسمت کر کے مبنی ہے
اشتراط قبض پر سو امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہے تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا
اور اختلاف ہے محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہے سواے مسجد اور مقبرہ کے کہ اسکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق
مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہے اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہے اور خلاصہ اور بزازیہ اور ولوالجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشائخ میں
امام محمد کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ویجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع ہذا بیان شرائطہ الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر
کیا جاوے اُس جہت قربت کیواسطے جو منقطع نہو یعنی انجام کار وقف موبد دائمی ہو مساکین پر یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہے وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے
قول پر اسواسطے کہ وقف مانند صدقہ ہے اور ابو یوسف نے اُسکو اعتاق کے مانند قرار دیا ہے ہم ابو یوسف سے دو روایتیں میں ایک روایت یہ کہ تابید وقف میں ضروری ہے لیکن
ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہے کذا فی الہدایہ والمنح طحطاوی نے کہا مصنف کا
بیان مناسب نہیں اسواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط میں محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے لزوم وقف
میں بلا قضا واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل فی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف در محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہے اور ابو یوسف
کا قول لینا احوط اور اسہل ہے وقف کی ترغیب کیواسطے اور درر اور غرر اور شرح وقایہ میں ہے کہ اسی کا فتوی ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے واذا وقتہ
بشہر او سنۃ بطل اتفاقاً درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت جزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقاً قنیۃ واقرہ الشرنبلالی اور جب وقف میں
مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہے بالاتفاق کذا فی الدرر اور بموجب بطلان توقیت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اُسکی موت کے بعد وقف کے وارثوں کی طرف موقوف
عود کریگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں اور خانیہ میں یقین کیا ہے صحت توقیت کا مطلقاً تو خیرات ہو جاوے اور ثابت رکھا ہے اسکو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی المعین بطلان توقیت پر مبنی نہیں ہو سکتا
جبتک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ مسئلہ اُسپر مبنی ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید صراحۃً شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث
ہوگا اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے گھر کو ایکدن یا ایک مہینہ یا وقت معین وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور وقف ابدی ہوگا یعنی تو اسکا قول یعنی عدم زیادت اس
تفصیل کا مشیر ہے جسکو ہلال نے بیان کیا ہے کہ اگر واقف یہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہے اور اگر یہ شرط نہیں تو صحیح ہے تو خانیہ کی عبارت میں
اطلاق نہیں جسکو شارح نے بیان کیا ہے مگر یہ کہ اطلاق وقت مراد رکھے اور توفیق عبارت کی یوں ممکن ہے کہ بطلان توقیت کا قول مطلقاً محمد کے قول پر محمول ہے کہ اُنکے نزدیک تابید لفظی شرط ہے اور صحت
موقت مطلقاً کا قول ابو یوسف کی اس روایت پر محمول ہے جسمیں مطلقاً اشتراط تابید نہیں اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اصل صحیح پر محمول ہے جسمیں تابید معنوی ضروری ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر فی التدبیر پھر جب وقف باجتماع شرائط وارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اُسمیں
نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن تو کتابوں کے وقف کرنیوالے کو رہن کا کرنا باطل ہے چنانچہ کتاب التدبیر میں مذکور ہو چکا ولو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف وللصغیر لزم اجر
المثل قنیۃ اور اگر وقف میں مشتری یا مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہے یا صغیر کا مملوک ہے تو اُسپر اجرت مثل واجب ہے کذا فی القنیۃ ولا یقسم بل یتہایان الا عندہما فیقسم المشاع وبہ افتی
قاری الہدایہ وغیرہ اور قسمت نہ کیا جاوے وقف مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت نوبت اُس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ وغیرہ نے
اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ المالک او الواقف الآخر او ناظرہ ان اختلفت جہتہ وقفہما قاری الہدایہ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہے جبکہ قسمت ہو درمیان واقف اور
اسکے شریک مالک کے یا دوسرے واقف یا اسکے ناظر کے بشرطیکہ جہت اُسکی وقف کی مختلف ہو کذا صحح قاری الہدایہ یعنی قاضی نے جبکہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی قضا نافذ
ہوکر رافع خلاف اور متفق علیہ ہوگئی سو اگر بعضے شریک طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہو گی نوبت نوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف نہیں

تو قسمت کی احتیاج نہیں اسلیے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہو ولو وقف نصف عقار کلہ فالقاضی یقسمہ مع الواقف صدر الشریعۃ وابن الکمال وبعد موتہ لورثتہ ذلک
فیفرز القاضی الوقف من الملک ولہم بیعہ بہ افتی قاری الہدایۃ واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر واقف نے اُس زمین کا نصف وقف کیا جسکی کل کا وہ مالک ہو تو قاضی
اُسکو تقسیم کردے باوجود واقف کے کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اُسکے وارثوں کو یہ تقسیم جائز ہو تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کردے
اور وارثوں کو نصف مملوک کا بیع کرنا جائز ہو اور اسی کا فتوی دیا ہو قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہو منظومہ محبیہ میں م انفع المسائل میں مذکور ہو کہ جمیع من الوقف
والملک کی قسمت قاضی کو جائز نہیں مگر شرکا کی تراضی سے کذا فی المنح لا الموقوف علیہم فلا یقسم الوقف بین مستحقیہ اجماعا درر وکافی وخلاصۃ وغیرہا لان حقہم لیس فی العین
وبہ جزم ابن نجیم فی فتاواہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ ہذا ہو المذہب وبعضہم جوز ذلک نہ جبکہ باہم موقوف علیہم کے قسمت ہو تو وقف مقسوم نہوگا باہم مستحقین کے باجماع
امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصۃ وغیرہا اسواسطے کہ مستحقین کا حق عین وقف میں نہیں بلکہ اُسکے محاصل میں ہو اور اسی کا یقین کیا ہو ابن نجیم نے اپنے فتاوی
میں اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہو کہ یہی مذہب ہو اور بعضے علمانے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہو م یہ قول غیر معتبر ہو کہ مخالف اجماع ہو کذا فی الطحطاوی ولو سکن
بعضہم ولم یجد الآخر موضعا یکفیہ فلیس لہ اجرۃ ولا لہ ان یقول انا استعمل بقدر ما استعملتہ لان المہایاۃ انما تکون بعد الخصومۃ قنیہ اور اگر بعض مستحقین نے وقف میں سکونت کی
اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اُسکو کافی ہو تو اُسکو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہیں اور نہ اُسکو یوں کہنا جائز ہو کہ مکان وقف کو میں استعمال کرونگا جسقدر تو نے
استعمال کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیۃ م طحطاوی نے کہا یہ خصاف کی عبارت ہو شارح نے قنیہ کیطرف منسوب کی
نعم لو استعملہ کلہ احدہم بالغلبۃ بلا اذن الآخر لزمہ اجر حصۃ شریکہ ولو وقفا علی سکناہما بخلاف الملک المشترک لو معدا للاجارۃ قنیہ ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال
کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونوں کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اُسمیں شریک
پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیۃ قلت ولو بعضہ ملک وبعضہ وقف یاتی فی الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو تو غصب میں
آویگا ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ اور زائل
ہوتی ہو ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطہ فعل کے یعنی علیحدہ کردینے سے یا اُس قول سے کہ میں نے اُس مکان کو مسجد کردیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اُسمیں
جماعت سے نماز پڑھنا شرط کیا ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہو اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہو م مسجد مخالف ہو مطلق وقف سے سب کے
نزدیک تو امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اُسکے واسطے شرط نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اُسمیں شرط نہیں مسجد کیواسطے
عمارت بنانا شرط نہیں اسواسطے کہ خانیہ میں ہو کہ ایک شخص کی زمین میدان ہو اُسمیں کچھ عمارت نہیں اور اُسنے لوگونکو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ابدا یا دوام کا لفظ ذکر نہ کیا
لیکن نیت دوام کی کی پھر وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہوگیا اُسمیں میراث نہیں کذا فی النہر جسنے مسجد بنائی تو اُسکی ملک جو دہی جبتک مسجد کو اُسکی راہ کے ساتھ اپنی ملک سے جدا
نکردے اسواسطے کہ وہ خالص اللہ تعالے کیواسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کردینے کے اور اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنائے اور لوگونکو دخول اور نماز کا اذن دے اگر اُسکی راہ بھی شرط کی ہو تو سب کے
نزدیک مسجد ہوگئی والا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہوگئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہوجاویگی بلاشرط اور نماز اسواسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک
تسلیم ضرور ہو اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہو بنا بر صحیح روایت کے امام سے اور اُسکے ساتھ اذان اور اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہو تو اگر نماز سری بلا اذان و اقامت ہوگی تو امام
اور محمد کے نزدیک مسجد نہ ثابت ہوگی اور اگر ایک شخص کو امام اور مؤذن مقرر کیا تو اُسکے تنہا نماز سے مسجد ہوگی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اُسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی
العالمگیریۃ ملخصا اور چونکہ وقف اور قضا میں ابو یوسف کا قول ارجح ہو لہذا مصنف نے اُسکو مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کے مانند یعنی بمجرد قول مسجد ہوجاتی ہو کذا فی الطحطاوی فروع
مسئلۃ ملحقۃ شارح کا اراد اہل المحلۃ نقض المسجد وبنائہ احکم من الاول ان کان البانی من اہل المحلۃ لہم ذلک والا لا بزازیۃ اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اُسکے بنانا اُسکا محکم تر اول
سے تو اگر دوسرا بنانیوالا منجملہ اہل محلہ ہو تو جائز ہو اور نہیں تو نہیں جائز کذا فی البزازیۃ ولو جعل ... المصالح ای المسجد جاز المسجد المقدس ولو جعل لغیرہا

او جعل فوقه بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وعزله عن ملکه لا یکون مسجدا وله بیعه ویورث عنه خلافا لهما اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہی
جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہی اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کے واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور اُسکو اپنی ملک سے جدا
کر دیا تو مسجد نہوگی اور اُسکو اُسکی بیع جائز ہی اور اسکے بعد اُسکا وارث پاویگا بخلاف صاحبین کے مذہب کے مگر امام کا قول ظاہر المذہب ہی اسواسطے کہ اُسمیں حق العبد باقی ہی اور جب حق العبد
مسجد کے اعلی یا اسفل یا جوانب میں باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوئی کذا فی الطحطاوی وعن البحر لما او جعل وسط داره مسجدا واذن للصلوة فیه حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط
الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنائی اور اسمیں نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہوگی مگر جبکہ مسجد کیواسطے راہ بھی مقرر کرے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا ہی
فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیه فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار
المسجد ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیه اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں اسواسطے کہ منجملہ مصالح مسجد ہی اور
اگر اس مکان کا مسجد ہونا پورا ہوگیا یعنی فقط قول سے جیسپر فتوی ہی یا اسمیں نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر
کہیگا کہ میں نے اسکی نیت کی تھی تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی التاتارخانیہ پھر جب واقف کا یہ حال ہی کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا واجب ہی
اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اُس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہی کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جاے کذا فی البزازیہ
لم کرایہ لینا بہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کیواسطے جائز رکھا ہی وہ قول غیر صحیح ہی کذا فی البحر ولو خرب ما حوله
واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہوگیا اور اُسکی کچھ حاجت نہ رہی تو وہ بھی
مسجد ہی باقی رہیگی امام اور ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتوی ہی کذا فی الحاوی القدسی یعنی اُسکی ملکیت واقف اور اُسکے وارثوں کیطرف عود نہ کریگی اور اسکا
نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد ہی علی الدوام کوئی اُسمیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذا فی النہر والحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثته
عند محمد اور مسجد منہدم عود کریگی طرف ملک کے یعنی بانی یا اُسکی وارثوں کو اُسکی ملک عائد ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابو یوسف سے دوسری
روایت ہی کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اُسکا شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اُسکی دوسری مسجد میں صرف ہوگی اور یہ روایت اسعاف
کی حاوی کے مخالف ہی کذا فی النہر ومثله فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحصیره مع الاستغناء عنهما اور خلاف مذکور میں مانند منہدم کے ہی مسجد کی گھاس اور اُسکی چٹایان جب اُنکی
حاجت نرہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک میں داخل نہیں اور محمد کے نزدیک واقف کی مملوک ہوجاوینگی وکذا الرباط والبیر اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبیر والحوض
الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیه تفریع علی قولهما درر اور اسیطرح مسافرخانہ اور کنوان جب لائق انتفاع کے نرہے تو صرف کیا جاے وقف مسجد اور مسافرخانہ اور کنوین اور
حوض کا اُس مسجد اور مسافرخانہ اور کنوین اور حوض کے جو اُس سے قریب تر ہی یہ تفریع ہی شیخین کے قول پر کذا فی الدرر عبارت میں لف و نشر مرتب ہی یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کیطرف
اور وقف مسافرخانہ اقرب مسافرخانہ کیطرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کیطرف صرف ہو وفیها وقف ضیعة علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لوصیه اعط من غلتها فلانا کذا وفلانا کذا لم
یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل فلو قبله صحت قلت لکن سیجی معزیا للفتاوی ومؤیدزاده ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا اور درر میں ہی کہ ایک شخص نے زمین فقرا پر وقف کی اور متولی
کو سپرد کی پھر اُسنے اپنے وصی سے کہا کہ اُس زمین کے محصول سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو یہ صحیح نہیں بسبب خارج ہو جانے موقوف کے واقف کی ملک سے قاضی کے حکم سجل سے
سو اگر قبل حکم کے وصیت کریگا تو صحیح ہوگا میں کہتا ہوں لیکن آگے آویگا فتاوی مؤیدزادہ سے منقول ہو کر کہ واقف کو شروط وقف میں رجوع کرنا جائز ہی اگرچہ وقف مسجل ہوگیا ہو مگر
یہ استدراک ہی عدم صحت پر طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ شارح نے اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاکم ان یصرف
من فاضل الوقف الاخر علیه لانهما حینئذ کشیء واحد واقف اور جہت متحد ہی اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ یا سالیانہ کم ہوگیا بسبب ویران ہو جانے احد الوقفین کے تو حاکم کو جائز
ہی کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے ادھر صرف کرے اسواسطے کہ دونوں مصرف ایک مصرف کے مانند ہیں ہم مصنف نے اپنی شرح میں اتحاد واقف و جہت کی اسطرح مثال دی کہ ایک شخص نے

دو مسجدین بنائین اور ہر ایک کے مصالح کیواسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا مؤذن کا وظیفہ کم ہوگیا اسکی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے انکو حاکم دے سکتا ہے انتہی علامہ نوح نے کہا کہ اتحاد جہت کو اسطرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریحًا مخالف ہے اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف اور جہت کی یون مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد پر ہون ایک وقف اسکی مرمت کیواسطے اور دوسرا وقف اسکے امام اور مؤذن کیواسطے کذا فی الطحطاوی وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیہما اوقافا لایجوز لہ ذلک اور اگر دو وقف اور جہت سے کوئی مختلف ہو اسطرح پر کہ دو شخصون نے دو مسجدین بنائین یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونون پر اوقاف موقوف کیے تو حاکم کو یہ جائز نہین کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے ولو وقف العقار ببقرہ واکرتہ ہم عبیدہ الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلون اور کھیتی کرنیوالے اپنے غلامون کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنابر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرۃ بفتح اول و ثانی جمع اکار ہے یعنی کشتکار اور اسیطرح باقی آلات کشتکاری کا وقف کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن علی مصالح الرباط خلاصۃ نفقتہ وجنایتہ فی مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فیہ بزازیہ بل تجب قیمتہ یشتری بہ بدلہ اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافرخانہ کے مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال مین ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمدا تو قصاص نہین ہے کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اسکی قیمت دینا واجب ہے تاکہ عوض اسکے دوسرا خرید کیا جاے کما صح وقف مشاع قضی بجوازہ لانہ مجتہد فیہ فللحنفی المقلد ان یحکم بصحۃ وقف المشاع وبطلانہ لاختلاف الترجیح واذا کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدہما بحر ومصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہوگیا اسواسطے کہ وقف مشاع مین مجتہدون کا اختلاف ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت و عدم صحت کے اور جبکہ مسئلہ مین دو قول صحیح ہون تو کسی ایک قول پر فتوی دینا مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر و شرح المصنف ثم وجہ کوئی قول نفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہین اور جب ایک قول پر فتوی دیا قاضی حکم کرے تو دوسرے قول پر فتوی نہ دے اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی کما یصح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفاس وقدوم بل ودراہم ودنانیر اور چنانچہ صحیح ہے وقف اُس مال منقول کا بھی بالقصد نہ بالتبع جسمین لوگون کا عمل جاری ہوگیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین مین رائج ہوگیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ بلکہ دراہم اور دنانیر مع گھوڑے اور ہتھیار کی صحت وقف مین صاحبین مین اختلاف نہین اسواسطے کہ اسمین احادیث و آثار وارد ہین بلکہ انکے غیر مین اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہین اور مجتبی مین یون منقول ہے کہ محمد مجوز وقف منقول ہین مطلقًا اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر الفاق اسپر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول نہین شہرون مین منحصر ہے جہان اسکے وقف کا رواج ہے اور مفتی ابو سعود کے نزدیک انحصار مقبول نہین کذا فی الطحطاوی قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابی السعود ویکیل وموزون فیباع ویدفع ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ فعلی ہذا لو وقف کرا علی شرط ان یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم اقرضہ لغیرہ وہکذا جاز خلاصہ مین کہتا ہون بلکہ سلطان روم کا امر قاضیون کو صحت وقف دراہم اور دنانیر کے حکم کرنے کا وارد ہوا ہے چنانچہ مفتی ابو سعود کی معروضات مین ہے اور ہر چیز کیلی اور وزنی کے وقف کریگا تو کیلی اور موزون بیچی جاے اور اُسکی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسی کو دیجاوے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کئی من گیہون یا جو وقف کرے اس شرط پر کہ متولی اسکو قرض دے اس مزارع کو جسکے پاس بیج نہین اُسکو وہ بود اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اُس سے لے لے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض دے اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور اتنا لے لیا کرے تو یہ جائز ہے کذا فی الخلاصہ وفیہا وقف بقرۃ علی ان ما خرج من لبنہا او سمنہا للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز اور خلاصہ مین ہے کہ ایک شخص نے گاے وقف کی اس شرط پر کہ جو اسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیرون کے واسطے ہے اگر وہان کے لوگ ایسے وقف کرنیکے معتاد ہون تو اسکے جواز کی مین امید رکھتا ہون وقدر وجنازۃ وثیابہا ومصحف وکتب لان التعامل ترک بہ القیاس لحدیث ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن بخلاف ما لا تعامل فیہ کثیاب ومتاع وہذا قول محمد وعلیہ الفتوی اختیار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اُسکے کپڑون اور مصحف اور کتابون کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس مجتہد متروک ہو جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جسکو اہل اسلام اچھا جانین وہ خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اُس منقول وقف کے جسکا رواج نہین چنانچہ کپڑون اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہین یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاختیار شرح المختار جنازہ بالکسر عبارت ہے نعش سے یعنی جسپر میت کو رکھکر دفن کیواسطے لیجاوین اور ثیاب جنازہ وہ ہین جو

نعش پڑے رہ جاویں علامہ نوح نے کہا کہ وقف کتب کا مطلقاً جائز ہے اگرچہ صرف و نحو بلاغت کی کتابیں ہوں وقف میں قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو منقول کا اسواسطے کہ تابید
یعنے ہمیشگی وقف میں شرط ہے سو منقول میں حاصل نہیں الحق فی البحر السفینۃ بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو اسباب سے عدم جواز وقف میں یعنی بسبب عدم عرف کے چلبی
نے کہا ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف رائج ہو گیا ہے اسواسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین کے اناج پہونچانے کیواسطے وقف ہیں و فی البزازیۃ جاز وقف الاکسیۃ علی الفقراء فیدفع الیہم
شتاء ثم یردونہا بعدہ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز ہے وقف کملوں کا فقیروں پر سو انکو دیئے جاویں جاڑے میں پھر انکو وہ پھیر دیں بعد اسکے موسم پس وقف عدم جواز وقف متاع سے مستثنیٰ ہے و
فی الدرر وقف مصحفا علی اہل مسجد لقراءۃ القرآن ان یحصون جاز اور درر غرر میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کیواسطے اگر اہل مسجد شماری لوگ ہوں تو جائز ہے م
ظاہرہ تقییدہ احصاءً دلالت کرتی ہے کہ درحالت عدم احصار وقف جائز نہو لیکن ملتقی اور اُسکی شرح میں احصار اہل مسجد شرط نہیں وان وقف علی المسجد جاز و یقرأ فیہ ولا یکون محصورا علی ہذا
المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اُسمیں پڑھا جاویگا اور محصور نہوگا یہ مصحف اُسی مسجد پر کذا فی البحر قنیہ میں ہے کہ ایک مسجد معین کا مصحف موقوف دوسرے
اہل محلہ کو دینا جائز نہیں بہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا للانتفاع بہا والفقہاء بذلک مبتلون فان وقفہا علی مستحقی وقفہ لم یجز نقلہا وان علی طلبۃ العلم و جعل مقرہا فی
خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نہر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا اُنکے مکانات سے فائدہ لینے کیواسطے اور فقہا اُسمیں مبتلا ہیں اگر وقف
نے کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور رکھنا کتب کا اپنے
اس خزانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر سبب ترددہ اختلاف ہے اُن دونوں عبارتوں کا جو سابق مذکور ہو چکیں کہ ایک روایت سے جواز نقل
معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز طحطاوی نے کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف میں عمل بالاصلح لازم ہے اُسکا مقتضی ہے کہ نقل کتب فقہیہ جائز نہو کہ نفع جابدون کا بعد نقل کے منعدم
ہو جاتا ہے خصوصاً زیادہ مدت گذرنے سے یا ناقل کے موت سے اُسکے وارث اُسکی ملک کے مدعی اکثر ہو جاتے ہیں واللہ اعلم ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ہو اقرب لعمارتہ کامام مسجد و مدرس مدرسۃ
یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح وتمامہ فی البحر وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجائے بعد اُسکے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد
کا امام اور مدرسہ کا مدرس انکو دینا چاہیے بقدر اُنکی کفایت کے پھر چراغچی اور فراشوں کو اسیطرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی موذن اور ناظر اور تیل اور چٹائیاں اور وضو کا پانی اور
بوریاں اسکا بحر الرائق میں ہے ثم یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتداء عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر اسیقدر مستحق ہے جس صفت پر
واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیواروں کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہیں مگر واقف نے ایسا ہی کیا ہو وان لم
یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء مرمت عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو بسبب اُسکے ثابت ہونیکے بنابر اقتضا کے یعنی اسواسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف
ہوتا رہے اور ہمیشگی نہیں ہوسکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاءً ثابت ہوئی کذا فی المنح وتقطع الجہات للعمارۃ ان لم یخف ضرر بین فتح فان خیف کامام و خطیب و فراش
قدموا فیعطی المشروط لہم اما الناظر و الکاتب والجابی فان عملوا زمن العمارۃ فلہم اجرۃ عملہم لا المشروط بحر قال فی النہر وہو الحق خلافا للاشباہ اور قطع کیے جاوینگے سب مصارف
مستحقین کے ہنگام عمارت میں اگر صریح ضرر کا خوف نہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر صریح کا خوف ہو جیسا کہ امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی سو انکو اُنکا مشروط دیا جائیگا اور
ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنے کام کریں تو انکو اپنے عمل کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلافاً للاشباہ اور اشباہ
میں کہا کہ انکو بقدر کفایت دیا جائیگا وفیہا عن الذخیرۃ لو صرف الناظر لہم مع الحاجۃ الی التعمیر ضمن ہل یرجع علیہم الظاہر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو اُسپر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر الحکم یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب
اُسکی تعدی کے دینے سے وما قطع للعمارۃ یسقط راسا اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہیں ہوتا اسلیے کہ ہنگام
عمارت میں اُنکا کچھ حق نہیں تو اگر سال آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل رہیگی تو انکو بعوض سال گذشتہ ملیگی کذا فی الاشباہ وفیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارۃ ثم
الفاضل للفقراء او المستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارۃ کل سنۃ وان لم یحتجہ الآن لجواز ان یحدث حدث ولا غلۃ بخلاف ما اذا لم یشترطہ فلیحفظ الفرق بین الشرط و عدمہ اور اشباہ میں ہے

کہ اگر واقف نے وقف میں تقدیم عمارت شرط کی بعد اُسکے فاضل آمدنی فقرا یا مستحقین کے واسطے تو ناظر کو لازم ہے کہ رکھ چھوڑنا بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ اُسکی بالفعل حاجت نہو کہ شاید کوئی
حاجت پیش آوے اور محصول نہو بخلاف اسکے جبکہ واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہر سال اُٹھا رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے وفی الوہبانیۃ لو زاد
المتولی والقاعلی اجر المثل ضمن الکل لوقوع الاجارۃ لہ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرت مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع
ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے صورت اسکی یہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک درم اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے مالسے
ڈانڈ دینا ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ عن قاضی خان اور دانگ ششم حصہ ہے درم کا وفی شرحہا للشرنبلالی عند قولہ شعر ویدخل فی وقف المصالح قیم * امام خطیب والمؤذن یعبر * الشعائر
التی تقدم شرط ام لم یشترط بعد العمارۃ ہی امام وخطیب ومدرس ووقاد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصیر وماء وضوء وکلفۃ نقلہ للمیضاۃ فلیس مباشر وشاہد وشادو
جاب وخازن کتب من الشعائر فیقدم بہم فی دفتر الحساب لیس بشرعی ویقع الاشتباہ فی بواب ومزملاتی قالہ فی البحر قلت ولاتردد فی تقدیم بواب ومزملاتی وخادم مطہرۃ انتہی
اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اسکے اس قول کے پاس ور داخل ہے مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور مؤذن یوں ہے کہ جو شعائر کہ مقدم ہیں واقف نے شرط کیا ہو
یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور مؤذن اور ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنیکی مزدوری
وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیر اور محصول کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحر الرائق میں
کہا کہ دربان اور مزملانی میں اشتباہ واقع ہوتا ہے کہ یہ بھی مقدم ہیں یا نہیں میں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی اور مزملاتی
منسوب ہے مزملہ کیطرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہے جسمیں پانی سرد ہو اور مراد بہان وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بھرے اور شاد وہ شخص جو خبر گیر مسجد ہو یعنی
جو ملازم مسجد رہے پاک صاف رکھنے کیواسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اُسکو پاک صاف رکھے اور مراد نہیں حوض مطہرہ میں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت
انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لایتعطل لغیبتہ بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مدرس اُسوقت شعائر
میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں اسواسطے کہ اُسکی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرس مدرسہ کے کہ وہ اسکے
نہونے سے بالکل معطل اور مقفل ہوجاتا ہے اور اشباہ میں ہے کہ مدرس مدرسہ اُسوقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس ہے واقف کی شرط کے مانند اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں انتہی
اور مدرس صورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا اور طالبین کو وہل یاخذ ایام البطالۃ کعید و رمضان لم ارہ وینبغی الحاقہ ببطالۃ القاضی و
اختلفوا فیہا والاصح انہ یاخذ لانہا للاستراحۃ اشباہ من قاعدۃ العادۃ محکمۃ وسیجیء مالو غاب فلیحفظ اور کیا مدرس ایام تعطیل جیسا کہ عید اور رمضان میں مشروط لیگا یا نہیں میں نے اُسکو
مصرح نہیں دیکھا اور لائق ہے الحاق تعطل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علما اسکے لینے میں مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ قاضی اُسکو لے اسواسطے کہ ایام تعطیل کے استراحت کیواسطے
ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اُس قاعدہ کے تحت میں العادۃ محکمۃ اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو قنیہ کی اس عبارت سے
رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس پر کچھ معین کیا پھر مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اسکو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا حلال ہے اگرچہ
ان دونوں دنوں میں درس نہ کرے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اُسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نہ کی ہو ولو کان الموقوف
دار افعمارتہ علی من لہ السکنی ولو متعددا من مالہ لا من الغلۃ اذ الغرم بالغنم اور اگر موقوف گھر ہو تو اسکی مرمت اس شخص پر ہے جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہے اگرچہ ساکن متعدد
ہوں رہنے والا اپنے مال سے مرمت کرے نہ گھر کے کرایہ سے اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارۃ علیہ بقدر الصفۃ التی وقفہا
الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نہ کرے قول اصح میں یعنی اُسپر تو عمارت بقدر اُسی صفت کے واجب ہے جس صفت پر واقف نے اُسکو وقف کیا ولو ابی من لہ السکنی او
عجز لفقرہ عمر الحاکم ای آجرہا الحاکم منہ او من غیرہ وعمرہا باجرتہا کعمارۃ الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضا من لہ السکنی زیلعی ولایجبر الآبی علی العمارۃ ولاتصح اجارۃ من لہ السکنی بل المتولی
او القاضی اور جسکے واسطے سکونت وقف ہے اگر عمارت بنانا نہ قبول کرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اُسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اُس گھر کو اسی شخص ساکن یا اُسکے

تعمیر کو کرایہ پر دے اور اُسکے کرایہ سے اُسکی مرمت کرے واقف کی عمارت کے مانند اور زیادہ عمارت نکرے اگر اُسکی رضامندی سے جسکے واسطے سکونت ہو کذا فی الزیلعی اور اگر ابا کرے یعنی وہ اپنے پر
زبردستی نہین عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہو اسکا اجارہ دینا صحیح نہین بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہو ثم رد ہا بعد تعمیر الی من لہ السکنی رعایۃ للحقین پھر حاکم اُس
گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دے اُسکو جسکے واسطے سکونت ہی برعایت دونون حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق واقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن ہوا اسواسطے کہ اگر تعمیر نہوتی تو سکونت بالکل
فوت ہو جاتی فلا عمارۃ علی من لہ لا استغلال لانہ لا سکنی لہ فلو سکن ہل تلزمہ الاجارۃ الظاہر لا لعدم الفائدۃ تو گھر کی عمارت اُس شخص پر واجب نہین جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہی
اسواسطے کہ اُسکے لیے سکونت نہین اگر وہ شخص گھر مین سکونت کرے کیا کرایہ اُسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہ ہی کہ اُسپر واجب نہین بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اُسپر لازم ہو تو آخر کرایہ
بھی اُسکو ملیگا پھر لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا اذا احتیج للعمارۃ فیاخذہا المتولی لیعمرہا ولو ہو المتولی ینبغی ان یجبرہ القاضی علی عمارتہا مما علیہ من الاجر فان لم یفعل نصب متولیا
لیعمرہا مگر اُسوقت کرایہ اُسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی اُس سے کرایہ لے تا گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہی کہ قاضی اُسپر زبردستی کرے
عمارت کیواسطے اُس کرایہ سے جو اُسپر لازم ہوا ہی بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نہ کرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اُسکی تعمیر کیواسطے ولو شرطا الواقف غلتہا لہ ومؤنتہا علیہ صحا
وہل یجبر علی عمارتہا الظاہر لا نہر اور اگر واقف نے آمدنی گھر کی ایکشخص کیواسطے شرط کی اور اُسکا خرچ بھی اُسپر شرط کیا تو یہ دونون شرطین صحیح ہین اور کیا اُس شخص پر عمارت کیواسطے
زبردستی کیجاویگی یا نہین ظاہر جواب یہ ہی کہ اُسپر جبر نہین کذا فی النہر وفی الفتح ولم یجد القاضی من یستاجرہا لم ارہ وخطر لی انہ یخیرہ بین ان یعمرہا او یردہا لورثۃ الواقف قلت ولو
کان ہو الوارث لم ارہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ یا یفید استبدالہ او بردثمنہ للوارث والفقراء اور فتح القدیر مین ہی کہ اگر قاضی اُسکو نہ پاوے جو اُس گھر کو کرایہ لے مین نے
اُسکو نہین دیکھا اور میرے دل مین یہ آتا ہی کہ جسکے واسطے سکنے وقف ہی اُسکو قاضی اختیار دے اسمین کہ یا اُسکی تعمیر کرے یا اُسکو واقف کے وارثون کو پھیر دے شارح کہتا ہی مین کہتا ہون
کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو مین نے اُسکو نہین دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین وہ مضمون ہی جو مفید ہی اسکے استبدال کا یا اُسکی قیمت پھیر دینے کا وارث کو یا فقیرون کو
ہم بحر الرائق مین بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا کہ یہ عجیب ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب وقف ویران ہو جائے اور لائق انتفاع نرہے تو اُسکا استبدال چاہیے خواہ
زمین ہو خواہ گھر ذخیرہ مین منتقی سے منقول ہی کہ ہشام نے کہا کہ مین نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہو جائے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہی کہ
اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ جائز نہین سوا قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اُسکے وارث کی طرف سوہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف
ہی حاصل یہ ہی کہ موقوف علیہ السکنی جب تعمیر سے انکار کرے اور قاضی مستاجر کو نپاوے تو اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے وہ زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہو انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر
موقوف علیہ السکنی وارث ہو اُسکو مین نے نہین دیکھا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ اُسکا حکم فقط استبدال ہی اور وہ مختلف نہین وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر
ہو گیا اور تعجب ہی شارح سے کہ اس قسم کا امر کیونکر مخفی ہی باوجود کلام بحر الرائق کے دیکھنے کے علی الخصوص کہ صاحب نہر الفائق نے بھی اُسکو ثابت رکھا ہی کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاوی
نقضہ وثمنہ ان تعذر اعادۃ عینہ الی عمارتہ ان احتاج والا حفظہ لیحتاج الا اذا خیف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ لیحتاج حاوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الحاوی وقف کے
منقوض یعنی مکان کی شکستہ لکڑی اور پتھر اور اینٹ کو یا اُسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اُسکی عمارت کیطرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہین تو اُسکو محفوظ رکھے حاجت کے وقت
کیواسطے مگر جب اُسکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کیواسطے ہم بحر الرائق مین تو بیع منقوض کی دو جگہ ہی در صورت تعذر اعادہ اور در صورت خوف
ہلاک ولا یقسمہ النقض وثمنہ بین مستحقی الوقف لان حقہم فی المنافع لا فی العین وتقسیم نہوگا وقف کا منقوض یا اُسکی قیمت مستحقین وقف کے درمیان مین اسواسطے کہ اُنکا حق منافع وقف مین ہی
نہ عین وقف مین یعنی اسواسطے کہ عین مین حق مالک ہی یا حق اللہ تعالی کا علی اختلاف القولین ورہین سے معلوم ہو گیا کہ مسجد کی پرانی چٹائیون کی تقسیم مستحقین مین جائز نہین اسیطرح باقی
رہین رمضان کی بتیان موم کی اور تیل امام اور موذن کو لینا جائز نہین بلا اذن مالک کے اور اگر اُسکے وہان رواج ہو کہ امام اور موذن بلا اذن صریح لیتے ہون تو جائز ہی کذا فی الطحطاوی جعل شی
ای جعل الباني شیئا من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز لانہما للمسلمین کعکسہ ای کجواز عکسہ ہو ما اذا جعل فی المسجد ممر التعارف اہل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر حتی
الکافر الا الجنب والحائض والدواب بلعی بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد مین کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جبکہ راہ چلنے والون کو مضرت نہو تو جائز ہی اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونون مسلمین کیواسطے ہین

چنانچہ بالعکس اسکے جائز ہے یعنے جبکہ مسجد میں گذرگاہ ٹھہرایا جاوے بسبب تعارف شہروں کے جوامع مسجد میں اور ہر شخص کو مسجد میں ہو کر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو سوائے جنب اور حائض اور
جانوروں کے کذا فی الزیلعی م اسکے مخالف فتاوی عالمگیری میں محیط سے یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کیواسطے راہ ٹھہراویں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں طحطاوی نے
کہا کہ اسمیں کچھ مخالفت نہیں اسلیے کہ مصنف کا کلام بانی مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوٰۃ
فی الطریق لا الممر فی المسجد چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد نہ بالعکس اسکے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا م چلنے کا یعنی
جنب اور حائض اور نفسا اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی ما تقدم نہیں ہے تو خذ ارض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا درر وعمادیہ
زمین اور گھر اور دکان مسجد کے پہلوؤں میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی تو اسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ م اسواسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی
تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح
والطحطاوی جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع م اسواسطے کہ شرط واقف کی شرط معتبر ہے نصوص کے مانند
اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ ولایت واقف منافی تسلیم نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول کسی کو
تسلیم کرے پھر اس سے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو واقف کی ولایت میں وکذا لو لم یشترط لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاہر المذہب نہر خلافا لما نقلہ المصنف اور اسیطرح اگر
واقف نے کسی کے واسطے ولایت شرط نہ کی ہو تو واقف ہی کیواسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اسکے جسکو مصنف نے نقل کیا ہے م مصنف نے
اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم فتاوی ابن نجیم وقاری الھدایۃ دیکھی پھر درصورت عدم شرط واقف
کے بعد اسکے وصی کیواسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کیواسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم وقاری الھدایہ اور آگے آویگا وینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ
بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیاء نہر بحثا اور نکال لیا جاوے وقف بنابر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو
کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو یا اسکا فسق ظاہر ہوگیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا
مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثا م خلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین اور قادر اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسیطرح جسکو
کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کہ سب محاصل وقف طلب کیمیا میں برباد کریگا وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح
تولیتہ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف نے اسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل
ہوگی جیسے وصی غیر مامون سے نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ م یعنی اگر وقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور
دوسرے کو قبول ٹھہراوے تو اسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی وقف کی جانب سے ہیں تو قاضی کو اسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اسکا پھر بحال کرنا جائز نہیں اور
خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقاً جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف والولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی اور جائز ہے آمدنی وقف کو یا ولایت
کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جبتک وہ زندہ رہے
اور بعد اسکی موت کے فقیروں کے واسطے ہے تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تا وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں انتہی کذا فی المنح حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول
وقف میں یہ شرط کرے کہ میرا قرض اسمیں سے ادا کیا جاوے یا میرے کفارات ایمان یا میرے دیون ادا کیے جاویں اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی وہ حدیث
دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور یہ حلال نہیں بدون شرط کے اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ بدون شرط یہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وجاز شرط
الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ او جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے اسوقت میں یعنی جبکہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہوا البحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں
نے اسکو ابو یوسف کا قول مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی او شرط بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرہا ثم لا یستبدلہا

ثالثة لانه حکم ثبت بشرطه والشرط وجد فی الاولی لا الثانیة یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اسکی قیمت سے دوسری زمین جب چاہے پھر جب یہ کر چکا تو دوسری زمین
پہلی زمین کے مانند ہوگی اسکی شرائط میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر نہ کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب
شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی ورد شرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کیواسطے ہو کوئی اسکا مالک نہیں سوا قاضی کے اور ذکر کیا
اور بحر الرائق میں استبدال قاضی کیواسطے شرط کیا ہے نکلجانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم وعمل معلوم شارح نے بحر الرائق
کی پانچ شرطوں سے دو شرطوں کو ذکر نہ کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہوسکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہو ۔ قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا بموجب اس حدیث مرفوع کے
جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی نار میں ہیں اور ایک قاضی جنت میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت
کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ دونوں نار میں ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النهر ان المستبدل قاضی الجنة فالنفس به مطمئنة فلا یخشی ضیاعه ولو بالدراهم والدنانیر وکذا لو شرط عدمه
وهی احدی المسائل السبع التی یخالف فیها شرط الواقف کما بسط فی الاشباه ونہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دل کو اطمینان ہے تو اسکے ضائع ہونیکا
خوف نہیں اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور اسیطرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جنمیں شرط واقف
کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اسکو اشباہ میں مشرح بیان کیا ہے م اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے واجب العمل ہونے میں مگر چند مسائل میں ۱۔ شرط کی واقف نے ناظر
کے نہ معزول ہونیکی تو نالائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے ۲۔ شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں
کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے نہ ناظر کو ۳۔ واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر اسواسطے
قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی ۴۔ شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں پر تصدق ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد
مذکور کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے ۵۔ شرط کی کہ مستحقین کو اتنی روٹی اور اتنا گوشت ہر روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کو
طلب میں یا قیمت لینا جائز ہے ۶۔ قاضی کو جائز ہے کہ امام کے مشروط کو زیادہ کرے اگر امام کو اسقدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو ۷۔ واقف نے عدم استبدال کی شرط
کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو اسکے حق میں انتهی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواهره ثامنة وهی اذا نص الواقف ورای الحاکم ضم مشارف جاز کالوصی وعزاها لانفع
الوسائل وزاد ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مسمی بہ زواہر میں آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہو اس وقف میں حاکم نے اسکے ساتھ
مشرف کے ملانے کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اسکی نسبت انفع الوسائل کیطرف کی م مشرف بضم اول وسکون ثانی وہ ہے جسکو حفاظت کا امر ہو
نہ کسی اور کام کا اور مشارف بھی بمعنی مشرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نواں مسئلہ یہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جاوے اور حالانکہ اجرت مثل
اس سے زیادہ ہے سراج حانوتی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیها لا یجوز استبدال العامر الا فی
اربع اور اشباہ میں ہے کہ وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں م اشباہ میں چاروں صورتیں یوں مذکور ہیں ۱۔ واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو ۲۔ غاصب نے اسکو غصب کیا
اور اسپر اتنا پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی تو متولی اس سے ضمان لیکر دوسری زمین اسکے عوض خرید کرے ۳۔ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے
قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے ۴۔ اگر کوئی شخص عمدہ زمین کثیر المحصول وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے
قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انه فی السنة احدی وخمسین وتسعمائة ورد الامر الشریف بمنع استبداله وامران یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعة انتهی فلیحفظ میں کہتا ہوں
لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نوسو اکاون سال میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا ہے اور حکم ہوگیا کہ استبدال باذن سلطان ہوا کرے
یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعہ ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یہ شارح اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا

کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہین اگر آمدنی کم ہوجاے اور ہم اُسکا فتوی نہین دیتے اور البتہ ہمنے استبدال مین بیشمار فساد دیکھے کہ ظالم قاضیون نے اُسکو حیلہ مقرر کیا ہو اوقاف مسلمین کے ابطال مین انتہی علاوہ اسکے اگر جائز ہو تو قاضی باعمل کو جائز ہی سو وہ کبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہو اوفیہا ایضا لو شرط الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات من تولی من اولادہ ولاید اخلہم احد من القضاۃ والامراء وان دخلوہم فعلیہم لعنۃ اللہ ہل یمکن مداخلتہم فاجاب انہ فی سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ قد حررت ہذہ التوقیفات المشروطۃ ہکذا فالمتولون لو من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن دونہم رتبۃ یعرض بآرائہم مع قضاۃ البلاد علی المشروع من المراد لایخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ بہذا ورد الامر الشریف فالواقفون لو ارادوا ای فساد صدر یصدر واذا ادخلہم القضاۃ والامراء فعلیہم اللعنۃ فہم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع جمیعہا لغو وباطل انتہی ملخصا اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہ بھی ہو کہ اگر واقف عزل اور نصب اور باقی تصرفات اُسکے واسطے شرط کرے جو اُسکی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت نہ کرے اُسکی اولاد اہل تولیت سے قاضیون اور امیرون مین سے کوئی اور اگر مداخلت کرین تو اُنپر اللہ کی لعنت ہو کیا اس صورت مین قاضیون اور امیرون کو دخل کرنا ممکن ہو تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نوسو چوالیس ہجری مین ایسے وقف مرقوم ہوے ہین جنمین ایسی شرطین ہین تو متولی اگر منجملہ امرار باوجاہت ہون تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کرین اور اگر متولی اُنسے کمتر رتبہ ہون تو اپنی تجویزون کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کرین اور دونون امور مشروعہ پر عمل کرین نہ قاضی متولیون کی مخالفت کرین نہ متولی قاضیون کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا ہی جب یہ معلوم ہوچکا تو اگر وقف کرنیوالے یہ ارادہ کرین کہ متولیون سے جو فساد صادر ہو وہ صادر ہوا کرے اور جبکہ قاضی اور امیرون سے مداخلت کرین دفع فساد مین تو اُنپر لعنت ہو تو وہ ہی واقف ملعون ہین اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہین انتہی کلام المفتی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین ہی کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی اور بادشاہ وقف مین دخل نہ کرین تو یہ شرط باطل ہی اسواسطے کہ اسمین مستحقین کی مصلحت کی تضییع اور وقف کی تعطیل ہی تو مقبول نہین انتہی چونکہ حتی الامکان رعایت شرط واقف اور مداخلت حاکم لازم ہوئی لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف مین تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لے تو حاکم کو اسمین مداخلت کرنا جائز ہی اور اُسپر کچھ گناہ نہین بلکہ واقف پر گناہ ہی بنی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدونہا ان الارض مملوکۃ لا یصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوک ہی کسی کی تو وقف صحیح نہین اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہ ہی کہ صحیح ہو اور اسی پر فتوی ہی سئل قاری الہدایۃ عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحۃ ذلک ورجحہ شارح الوہبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تامل فتعین بہ الافتاء قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اُسکے صحیح ہونے پر فتوی ہی اور اسی کو ترجیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہ دلیل لاکر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہی اور اسکے وقف مین عرف جاری ہی تو اسکا فتوی دینا متعین ہوگیا ہم قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہی وہ شاگرد ہی اکمل کا اور اُستاد ہی صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو اپنے اُستاد سے اٹھارہ بار پڑھا لہذا ملقب بقاری ہدایہ ہوگیا کذا فی الطحطاوی وعن ابی السعود وان موقوفۃ علی عین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان الارض لجہۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر زمین موقوف ہی اُسپر جسکے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہی وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کیواسطے وقف ہو تو اسمین اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ اُسکا وقف صحیح ہی کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب یصح لو الارض وقفا ولو لغیر الواقف اور ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہی اگر زمین وقف ہو اگرچہ واقف اشجار کے سوا کسی اور نے وقف کیا ہو ہم یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہوچکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرۃ ہل یجوز بیعہ ووقفہ وہل یجوز وقف العین المرہونۃ والمستاجرۃ فاجاب نعم اور اسکا بھی سوال اُنسے ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ مین ہین کیا انکی بیع اور وقف جائز ہی اور کیا جائز ہی وقف کرنا اُس زمین یا گھر کا جسکو گرو رکھا ہی یا مستاجر کو اجارہ دیا ہی تو جواب دیا کہ ہان ہم ارض محتکرہ عبارت ہی اُس زمین موقوف سے جسکی اجرت بطور ماہانہ یا سالانہ مقرر ہوگئی طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ زمین موقوف کی عمارت اور اشجار کا وقف بقول صحیح صحیح ہی اور ارض مرہونہ اور مستاجرہ کے

جواب مین اجمال ہے تفصیل اسکی بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شخص نے اُس زمین کو وقف کیا جو غیر شخص کے اجارہ مین ہے تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہو گا پھر جب اجارہ منقضی ہوگی یا موجر یا مستاجر مین سے کوئی مریگا تو مصرف وقف مین صرف ہوگی اور زمین رہن ہونے کو اگر چھوڑ رہا ہے یا واسطے ادا کرنے زر رہن کے کچھ مال چھوڑ مرا ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر کچھ مال ادائے دین اسکے نہین تو وہ زمین بیچی جاویگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہے تو قاضی ادائے زر رہن کیواسطے اُسپر جبر کریگا اگر اسکو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے وفی البزازیۃ لا یجوز وقف البناء فی ارض عاریۃ او اجارۃ اور بزازیہ مین ہے کہ جائز نہین وقف عمارت کا عاریت اور اجارہ کی زمین مین یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہین طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین ہے کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنی ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہے تو جائز ہے واما حکم الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ ففی القنیۃ حانوت لرجل فی ارض وقف فابی صاحبہ ان یستاجر الارض باجر المثل ان العمارۃ لو رفعت تستاجر باکثر مما استاجرہ امر برفع العمارۃ ویوجر بغیرہ لا تترک فی یدہ بذلک الاجر ومثلہ فی البحر اور اجرت زیادہ ہونیکا حکم قنیہ مین باین تفصیل ہے کہ ایک شخص کی دکان وقف کی زمین مین اور اُسکے مالک نے انکار کیا کہ زمین کو اجرت مثل پر دیوے تو اگر عمارت وہان سے ہٹا لی جائے تو اُسکی اجرت زیادہ ہو جائے مستاجر کی اجرت سے تو اسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اُٹھا لیجائے اور وہ زمین غیر شخص کو اجارہ دیجائے اور اگر عمارت دور ہونے سے اجرت زیادہ نہو تو اُسکو مستاجر کے ہاتھ مین اُسی اجرت پر چھوڑا جائے اور اسکے مانند بحر الرائق مین ہے وفیہ لو زید علیہ ان الاجارۃ مشاہرۃ تفسخ عند راس الشہر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او یتملکہ القیم برضی المستاجر وان لم یرض یبقی الی ان یتخلص ملکہ مجبلا اور بحر الرائق مین محیط سے ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اسکا اجارہ ماہواری ہے تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اُسکا فسخ کیا جائے بعد اسکے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اُٹھائی جائے اور اگر رفع مضر نہو تو اُٹھائی جائے یا متولی وقف اُسکا مالک ہو جائے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہو تو باقی رکھی جائے یہانتک کہ اُسکی ملک خالص ہو جائے بقی لو اجارۃ مسانہۃ ومدۃ طویلۃ والظاہر انہ لا یقبل الزیادۃ دفعا للضرر علیہ ولا ضرر علی الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا الزیادۃ فی نفس الارض انتہی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالانہ ہو یا مدت دراز کا اجارہ ہو ظاہر یہ ہے کہ یہان زیادتی اجرت مقبول نہو مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین کے فی نفسہا انتہی کلام صاحب البحر واما وقف الاقطاعات ففی النہر لا یجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا قال واغلب اوقاف الامراء بمصر انما ہو اقطاعات یجعلونہا مشتراۃ صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا سو نہر الفائق مین ہے کہ جائز نہین مگر اُسوقت جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اُسکا کوئی مالک نہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے اسکو کسی شخص کیواسطے معاف کر دیا صاحب نہر نے کہا کہ امیرون کے اکثر اوقاف مصر مین انعامی اراضی ہے وقف کرنیواسطے بیت المال کے وکیل سے اُسکو ظاہر مین مشتراۃ تحریر کر لیتے ہین مترجم تفصیل اس مقام کی یون ہے کہ واقف ارض یا مالک اصلی ہے اسکا اسطرح پر کہ وہ اُسکا مالک تھا جبکہ وہ ملک دار الاسلام مین ہوا اور امام نے اراضی وہان کی لوگون کے ہاتھ مین رکھی تو یہ وقف بلا تردد صحیح ہے یا واقف نے زمین کی ملکیت اُسکے مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے یا واقف کو زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لاوارثی ہے یا حاکم کی مملوک ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر بیت المال کی زمین سلطانی کسی کو دی تو اُسکا وقف صحیح نہین اسواسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہے نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اُس سے مکان لے اور اگر واقف نے بیت المال سے بوجہ شروع زمین خرید کر لی تو اُسکا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک ہے اسکی جمیع شرطین زمین مذکور مین مراعات ہونگی اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے بلا خرید کے علامہ قاسم نے فتوی دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اسکو باطل نہین کر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن التحفۃ المرضیۃ وفی الوہبانیۃ ولو وقف السلطان من بیت لنا لمصلحۃ عمت یجوز ویوجر قلت وفی شرحہا للشرنبلالی وکذا یصح اذنہ بذلک ان فتحت عنوۃ لا صلحا لبقاء ملک مالکہا قبل الفتح اور وہبانیہ مین ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال سے وقف کیا مصلحت عام کیواسطے تو جائز ہے اور سلطان ثواب پاویگا مین کہتا ہون اور وہبانیہ کی شرنبلالی کی شرح مین ہے اور اسیطرح اذن دینا بادشاہ کا اُسکے واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور اہل اسلام کے فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی رہنے ملک مالک کے قبل فتح کے ہم خانیہ مین ہے کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین مین سے فلانی زمین مین مسجد کے وقف کیواسطے دکانین بنالین تو اگر وہ ملک بقہر فتح ہوا ہے تو اذن سلطان کا نافذ ہے اسواسطے کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہو گیا تو اسمین امر سلطانی جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہے کذا فی الطحطاوی واطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باعہ الواقف او بعضہ او رجع عنہ و وقفہ لجہۃ اخری

وحكم بالثاني قبل الحكم بلزوم الاول صح الثاني لوقوعه في محل الاجتهاد كما حققه المصنف وافتى به تبعا لشيخه قارئ الهداية والمنلا ابي السعود قلت لكن حمله في النهر على القاضي المجتهد
فراجعه اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کی بیع کے وقف کی وارث کو سو اُسنے بیع کی تو یہ بیع صحیح ہے اور باجازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بواسطے نہ مسجل ہونے
وقف کے یہانتک کہ اگر واقف تمام وقف یا بعض کو بیع کرے یا رجوع کرے وقف سے اور دوبارہ اُسکو دوسرے مصرف کیواسطے وقف کرے اور وقف ثانی پر قاضی حکم کرے
قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اسکو محقق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا فتوی دیا ہے اپنے استاد
اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو سعود کی پیروی سے میں کہتا ہوں لیکن حمل کیا ہے اسکو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر سو اسکی طرف مراجعت کرو م خلاصہ یہ ہے کہ وقف مسجل کی بیع میں دو صورت
حکم اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قنیہ کی روایت اُسکے بطلان بیع میں صریح ہے اور اسی کو علامہ قاسم نے پسند کیا ہے اور
یہی قول اولی ہے سد باب کے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم ہونا بلا حکم قاضی اگرچہ بعضوں نے اسکی تصحیح کی ہے لیکن کسی نے اُسپر فتوی نہیں دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیونکو
غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی البیع لغیره ای لغیر الوارث لا یصح بیعه لانه اذا بطل عاد الی ملک الوارث فبیع مال الغیر لا یجوز در یعنی بغیر طریق
شرعی لما فی العمادیة باع القیم الوقف بامر القاضی ورآه جائزا اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اُسکی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا
یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدر یعنی عدم جواز اُسوقت ہے کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے
کہ عمادیہ میں ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اسواسطے کہ بطریق شرعی ہے قلت واما المسجل لو انقطع ثبوته واراد اولاد الواقف ابطاله فقال
المفتی ابو السعود فی معروضاته قد منع القضاة من استماع هذه الدعوی انتهی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہو اور واقف کی اولاد اُسکا ابطال
چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسے دعوی کے استماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م انقطاع ثبوت مسجل کی یہ صورت ہے کہ
مثلاً قاضی کی سجل میں یہ مرقوم ہے کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اُسپر حکم کردیا لیکن بسبب طول مدت کے اُسکے ثبوت پر گواہ نہیں ہیں الوقف
فی مرض موته کهبته فیه من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنے مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہے مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے ساتھ فان خرج الوقف من الثلث
او اجازه الوارث نفذ فی الکل والا بطل فی الزائد علی الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدره سو اگر وقف مذکور ثلث مال سے نکل آیا یا اُسکو وارث نے
جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز رکھا تو تہائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعضے وارث نے وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر
اُسکے جائز ہوگا وبطل وقف راهن معسر ومریض مدیون بمحیط اور باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اُس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہے بخلاف صحیح لو قبل الحجر فان شرط وفاء
دینه من غلته صح وان لم یشترط یدفع من الفاضل عن کفایته بلا سرف ولو وقفه علی غیره فغلته لمن جعله له خاصة فتاوی ابن نجیم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اُسنے وقف
کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اُسنے ادائے دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط کی ہو تو دین ادا کیا جائے اُس آمدنی سے جو فاضل بچے واقف
کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اُسکی آمدنی اُسی شخص کیواسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے واقف نے مقرر کردیا
کذا فی فتاوی ابن نجیم م دین محیط مریض میں مانع صحت وقف ہے نہ صحیح غیر محجور میں اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے محجور التصرف ہوا تو وقف اُسکا صحیح نہیں قلت قید محیط لان غیر
المحیط یجوز فی ثلث ما بقی بعد الدین لو له ورثة والا ففی کله فلو باعها القاضی ثم ظهر مال شری به ارض بدلها وتمامه فی الاسعاف فی باب وقف المریض میں کہتا ہوں میں محیط
کی قید لگائی گئی اسلیے کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہے اُس ثلث مال میں جو بعد ادائے دین باقی رہے بشرطیکہ واقف کے وارث ہوں اور اگر اسکے وارث نہوں تو
اُسکے کل مال میں بعد ادائے دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادائے دین واقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت واقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی
اُس مال سے دوسری زمین عوض اُسکے خرید کرے اور پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے وقف مریض کے باب میں فی الوهبانية ولو وقف المرهون فافتکه یجز فان مات عن
عین تفی لا بغیره ای والا فلیبطل وللغلة یمهل فلیتامل اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر شے مرہون کو وقف کیا پھر اُسکو خلاص کیا تو جائز ہے سو اگر مر گیا وہ مال چھوڑ کر

ہو اسکے دین مین پورا ہو تو وقف معتبر نہوگا یعنے اگر دین ادا نہوگا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آدمی کیواسطے مہلت دیجائیگی تو اُس سے دین ادا ہو اور وقف باطل نہو تو تامل کرنا چاہیے
ہم طحطاوی نے کہا کہ موجب امر شارح کے ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہین اسواسطے کہ شرنبلالی نے وہبانیہ مین کہا آدمی کیواسطے مہلت دینا بعضے علما کی بحث ہی
روایت نہین جسکو بطور نص ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود دسئل عمن وقف علی اولادہ وھرب من الدیون ھل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاة ممنوعون من الحکم
وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتہی قلت حفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات مین سوال ہوا اُس شخص کا جسنے اولاد پر وقف کیا اور اداے دین سے بھاگا گیا
یہ وقف صحیح ہی تو جواب دیا کہ صحیح نہین اور لازم نہین اور قاضیون کو منع ہی اسکا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہو دین سے انتہی جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم یہ منع سلطان روم کی جانب سے ہی جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوے منع ہی کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم الفقراء ویستوی فیہ
الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز للغنی بلا تعمیم او تنصیص فیدخل الاغنیاء
تبعا للفقراء فیہ وقف تین طور پر ہی یا فقیرون کیواسطے ہی یا مالدارون کیواسطے یا بعد اُسکے فقیرون کیواسطے یا امین دونون فریق برابر ہین چنانچہ مسافرخانہ اور خانقاہ اور قبرستان
آبدارخانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکے مانند اور چیزین جیسے مسجدین اور پنچکیان اور طاس کہ ان چیزون کے وقف مین فقیر اور غنی برابر ہین اسواسطے کہ انکی طرف سب کی حاجت ہی
بخلاف دوا کے یعنی جو دوا کہ دار الشفا مین وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہین بلا تعمیم یا تنصیص کے تو در صورت تعمیم اغنیا بھی امین فقیرون کے پیرو ہوکر داخل ہونگے کذا فی النہر تعمیم کی
یہ صورت ہی کہ واقف کہے کہ دوائین سب بیمارون کیواسطے وقف ہین اور تنصیص یہ کہ واقف اغنیا کو کھولکر مذکور کرے تو اغنیا امین بالقصد داخل ہین اور تعمیم مین بالتبع فرع مسئلہ ملحقہ
شارح کا اقر بوقف صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ وورثتہ یعلم خلافہ جاز الوقف ولا تسمع دعوی ورثتہ قضاء در اقرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور اسکا کہ اُسنے اسکو اپنے ہاتھ سے خارج کر دیا اور
واقف کا وارث اسکے خلاف جانتا ہی یعنی یہ جانتا ہی کہ مورث نے وقف نہین کیا تو وقف جائز ہی اور اُسکے وارث کا دعوی مسموع نہین در القضا مین کذا فی الدر ردنی الوہبانیہ سے
ویبطل وقف امراء بارتدادہ فیجعل ارتداد و منہ للوقف اجدر اور وہبانیہ مین ہی کہ باطل ہو جاتے ہین اوقاف مرد کے اُسکے مرتد ہو جانے سے تو حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہونگے

فصل

یہ فصل ہی شرط واقف کی مراعات مین یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لانہ لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجاے یعنے واجب الرعایت ہی واقف
کی شرط اجارہ وقف مین تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ ندے بلکہ قاضی اسکو شرط سے زیادہ کر سکتا ہی اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہی فقیر اور غایت اور میت کیواسطے
ہم مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے اجارہ ندے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہین کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیرون کے حق مین نافع تر ہی تو متولی
دو مین سال کا اجارہ نہین کر سکتا بلکہ قاضی سے حال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کر دے کذا فی البحر فلو اہمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ للقیم وقیل تقید بسنۃ
مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وہذا مما یختلف زمانا وموضعا پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضون
نے کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضون نے کہا کہ ایک سال کو مقید ہوگی ہر صورت مین اور اسپر یعنی سال کی مدت پر فتوی ہی گھر کے اجارہ
اور تین سال پر فتوی ہی زمین کے اجارہ مین مگر جبکہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہی باعتبار زمان اور مکان کے ہم زیادتی مدت اجارہ کی
اسلیے وقف مین جائز نہوئی کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اُسکی ملک کا اُسکو توہم ہوگا وفی البزازیۃ لو احتیج لذلک
یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ
قدری آفندی وصحح فی الاجارۃ اور بزازیہ مین ہی کہ اگر اُسکی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال
کا عقد ہی اور عقد ثانی لازم نہین اسواسطے کہ وہ مضاف ہی مین کہتا ہون لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہی اگرچہ بہ چند عقود ہو چنانچہ
اسکو کرمانی نے انیسوین باب مین ذکر کیا ہی اور قدری آفندی نے اسکو قائم رکھا ہی اور کتاب الاجارہ مین آئیگا مگر شارح نے استدراک سے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی روایت

خلاف مفتی بہ ہی و یوجر باجر المثل فلا یجوز بالاقل ولو ہو المستحق قاری الہدایۃ الا بنقصان یسیر او اذا لم یرغب فیہ الا بالاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جاے اجرت مثل پر
تو اس سے کمتر اجارہ دینا درست نہین اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایۃ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہی یا جبکہ اسمین کوئی خواہش نہ کرتا ہو
الا باقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہوجاے بعد عقد کے تو عقد منفسخ نہوگا بسبب لازم آنے ضرر وقف کے
بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ علی الاصح اور اگر اجرت وقف کی گران ہوجاے اسکی اجرت مثل سے تو بعضون نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کرے
بقول اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادۃ احد فللمتولی فسخہا بہ یفتی وما لم یفسخ فلہ المسمی اشباہ مین ہی اگر اسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہوگیا بدون زیادہ کرنے
کسی شخص کے تو متولی کو اسکا فسخ کردینا جائز ہی اسی پر فتوی ہی اور جبتک فسخ نہ کریگا تو اسکو اجر معین ہی ملیگا وقیل لا یعقد بہ ثانیا کزیادۃ واحد تعنتا فانہا لا تعتبر
ویجی فی الاجارۃ اور بعضون نے کہا درصورت زیادتی دوبارہ عقد نہ کرے مانند بڑھادینے کسی شخص کیواسطے تکلیف رسانی اور مشقت اندازی مستاجر کے کہ وہ زیادتی
معتبر نہین اور آگے آویگا کتاب الاجارہ مین والمستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادۃ اور پہلا مستاجر اولی ہی اپنے غیر سے جبکہ زیادتی اجر کو قبول کرے م یہ مبنی ہی
قول اول پر جو اصح ہی والموقوف علیہ الغلۃ او السکنی لا یملک الاجارۃ ولا الدعوی لو غصب منہ الوقف الا بتولیۃ او اذن قاض ولو الوقف علی رجل معین علی ما علیہ الفتوی
عمادیہ لان حقہ فی الغلۃ لا العین اور جسکے واسطے محصول یا سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہین اور نہ دعوی کا مالک ہی اگر اس سے کسی نے وقف غصب کرلیا ہو مگر
بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ دینے کا اسواسطے مالک نہین کہ حق مستحق کا محصول مین ہی نہ عین وقف مین
وہل یملک السکنی من یستحق الریع فی الوہبانیۃ لا وفی شرحہا للشرنبلالی والتحریر نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہی جو مستحق ہی اسکی آمدنی کا وہبانیہ مین کہا کہ وہ مالک
سکونت کا نہین اور اسکی شرح شرنبلالی مین کہا اور تنقیح یہ ہی کہ ہان وہ سکونت کا مالک ہی والموقوف اذا آجرہ المتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر لا المتولی کما غلط فیہ
بعضہم تمام ای تمام اجر المثل اور جبکہ متولی موقوف کو کمتر اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا متولی کو جیساکہ بعضون نے اسمین غلط سمجھا ہی کتاب
وکذا وصی خانیہ اجر منزل صغیرہ بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منہما ولایۃ الحط والاسقاط چنانچہ باپ اور اسیطرح وصی نے کذا فی الخانیہ اجارہ دیا اپنے صغیر کا مکان
اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونون مین سے کم کرنے اور ساقط کرنے کی ولایت نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے لکل منہما
کے لکل منہم کہتا تو متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ عن القنیۃ ان القاضی یامرہ بالاستیجار باجر المثل وعلیہ تسلیم زوائد السنین الماضیۃ ولو کان القیم ساکنا مع قدرتہ علے
الرفع للقاضی لاغرامۃ علیہ وانما ہی علی المستاجر واذا ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فیصرف فی مصرفہ قضاء ودیانۃ انتہی فلیحفظ اور اشباہ مین قنیہ
سے منقول ہی کہ قاضی مستاجر کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اسپر سنین ماضیہ کی زیادتیان لازم ہونگی یعنی درصورت کم ہونے اجارہ کے اجرت مثل سے اور
اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجود اسکے قادر ہونیکے قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اسپر تاوان نہین ہوتا تاوان تو مستاجر ہی پر ہی اور جبکہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پاجاے تو اسکو
بقدر نقصان اسمین لینا جائز ہی پھر اسکو صرف کرے وقف کے مصرف مین قضاء بھی اور دیانۃ بھی انتہی کلام الاشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وقید باجارۃ المتولی لما فی غصب الاشباہ
لو آجر الغاصب ما منافعہ مضمونۃ من مال وقف او یتیم او معد للاستغلال فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل وعلی الغاصب رد ما قبضہ لا غیر تاویل العقد انتہی فلیحفظ مین کہتا ہون کہ مصنف نے وقف مین
اجارہ متولی کی قید لگائی اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب مین یون ہی کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان غاصب پر ہی منجملہ مال وقف یا مال یتیم یا اس مکان کے جو کرایہ کیواسطے
مہیا ہی تو مستاجر پر اجر مسمی ہی نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہی اسکا جو اجر اسنے مستاجر سے لیا ماسوا اسکے بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یفتی بالضمان فی غصب
عقار الوقف وغصب منافعہ واتلافہا کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ یفتی صیانۃ للوقف وکذا منافع مال الیتیم درر فتوی ہی
تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اسکے منافع کے غصب اور منافع کے تلف کردینے مین چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف مین سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اسکو رکھا بلا کرایہ تو ساکن
پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا نہو تو اسی پر فتوی ہی وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہی مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما

اختلف العلماء فیہ حاوی القدسی ومتی قضی بالقیمۃ شری بہا عقارا آخر فیکون وقفا بدل الاول اور اسیطرح فتوی ہی ہر ایک اس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہو جسمین علما کا اختلاف ہو
کذا فی حاوی القدسی اور جبکہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو بعوض اُسکے دوسری زمین خرید کرے تو یہ زمین وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اُسکا وقف ہونا ملفوظ وقف پر موقوف
نہین کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت ہو مثلاً کہ ایک قول مین استبدال وقف درصورت قلت محصول جائز ہو اور دوسرے قول مین جائز نہین مگر درصورت فقدان محصول مطلقاً تو عدم
جواز پر فتوی دیا جائیگا کہ یہ وقف کو نافع تر ہو بسبب باقی رہنے اُسکی ذات کے اور احتمال تلف ہوجانے اُسکی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی اربعۃ عشر منہا الوقف
علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وہو حق اللہ تعالی اور جسمین گواہی مقبول ہوتی ہو تحصیل ثواب کے واسطے بدون دعوی کے وہ چودہ مقام ہین انمین سے ایک وقف ہو کذا فی الاشباہ اسواسطے
کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہو محصول کا اور تصدق حق اللہ ہو تو اُسکی گواہی مین دعوی مدعی کی کچھ حاجت نہین ہم چودہ مقامات مذکورہ مین وقف طلاق تعلیق طلاق لونڈی کا
آزاد ہونا اُسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا ظہار حرمت مصاہرت اپنے مولی کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ بقی لو الوقف علی معینین
ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقا وفی شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن وہذا التفصیل ہو المختار وفی التاتارخانیۃ ان ہو حق اللہ تقبل والا لا بلا دعوی فلیحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر
وقف معین لوگون پر ہوگیا آیا مین گواہی بلا دعوی مقبول ہو یا نہین خانیہ مین کہا لائق یہ ہو کہ مقبول نہین بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ مین ہو اور یہ تفصیل ہی مختار ہو
اور تاتارخانیہ مین ہو کہ اگر وہ حق اللہ ہو تو مقبول ہو اور حق اللہ نہین تو گواہی بلا دعوی مقبول نہین سو اسکو یاد رکھنا چاہیے مم تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہو کہ
غیر معین پر مقبول ہو نہ معین پر قلت لکن بحث فیہ ابن الشحنۃ مین کہتا ہون لیکن بحث کی ہو اسمین یعنی اطلاق قبول شہادت مین ابن شحنہ نے مم ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور
لابدی ہو اسواسطے کہ جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اس وقف کی قوم معین مستحق ہو تو اسمین دعوی ضرور ہوا بسبب ثابت ہونے اُسکے استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخر کار
اُسکے فقرا مستحق ہون بخلاف اُس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہو اُس اطلاق کیطرف جو کلام اس سے مستفاد ہو نہ تفصیل
کیطرف طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اسکے مخالف موہم ہو ووفق المصنف بقولہا مطلقا لثبوت اصل الوقف بقبولہ للفقراء بانتہا الا الدعوی لثبوت الاستحقاق لما فی
الخانیۃ لو کان ثمہ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شئی من الغلۃ وتصرف کلہا للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح مین اختلاف مذکور کو دفع کردیا ہی بدین واسطہ مقبول ہونے گواہی کے مطلقاً واسطے
ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اُسکے فقیر ہین اور بدین واسطے مشروط ہو دعوی کیواسطے ثابت ہونے استحقاق کیواسطے کہ خانیہ مین ہو کہ اگر وہان مستحق ہوا اور دعوی نکرے تو اُسکو
کچھ غلہ ندیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجون پر صرف کیا جائیگا مم خلاصہ توفیق مذکور یہ ہو کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہین دعوی کا مطلقاً اگرچہ مستحق بدون دعوی کے غلہ نہ پاویگا اور ثبوت
استحقاق شخص معین بلاشبہہ دعوی پر موقوف ہو تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہوگیا کذا فی المنح قلت ومفادہ انہ لو ادعی المستحق مع انہا لا تسمع منہ علی
المفتی بہ لا بتولیۃ کلام فتدبر مین کہتا ہون اور قول مذکور سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے کہ مستحق کا دعوی مسموع نہین بنا بر قول مفتی کے
بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر مم حلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہو کہ درصورت غصب مشتکی مدعی ہوگا نہ مستحق بلا تولیت اور اگر مستحق وقف مین اپنے استحقاق کا دعوی کریگا
تو بلاشبہہ صحیح ہو محتاج تدبر نہین وفی الاشباہ لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر ولیس لنا مدع حسبۃ الا فی دعوی الموقوف علیہ اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض والمفتی بہ لا الا بتولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ
فالاجنبی اولی انتہی وقدمنا قنیتہ اور اشباہ مین ہو کہ ہم حنفیون کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام مین ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہین مگر موقوف علیہ اصل وقف
کے دعوی مین کہ اُسکا دعوی مسموع ہو بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ مین مسموع نہین مگر بتولیت پھر دعوی اُسکا مسموع نہوا تو اجنبی اُس سے بہتر ہو انتہی کلام الاشباہ اور البتہ
مذکور ہوچکا سو آگاہ ہو جاؤ جو مذکور ہوا سو موقوف علیہ کا دعوی غاصب پر ہو اور یہان اصل وقف کا دعوی ہو تو دونون کی مغایرت مین شک نہین ولیشترط فی دعوی
الوقف بیان الواقف ولو الوقف قدیما فی الاصح بزازیہ لئلا یکون اثباتا للمجہول وفی العمادیۃ تقبل اور شرط ہی دعوی وقف مین بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول
صحیح مین کذا فی البزازیہ تا اثبات مجہول کیواسطے نہو اور عمادیہ مین ہو کہ مقبول ہو بلا بیان واقف اور یہ قول ہو ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہین اور چونکہ وقف مین ابو یوسف کے
قول پر فتوی ہو تو یہان بھی انھین کے قول پر فتوی ہوا کذا فی المنح وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان

لہ قال الطحطاوی قال صاحب النہر اربعۃ عشر فی الشہادۃ علی دعوی مولانا ... ۱۲

۱۴۷

صرح به ای بالسماع فی المختار ولو الوقف علی معینین حفظا للاوقاف القدیمة عن الاستہلاک بخلاف غیرہ اور مقبول ہے وقف مین گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتون کی مردون
کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کیواسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کردین قول مختار مین اور گو کہ وقف معین لوگون پر ہو بہر صورت گواہی مقبول
ہوتا اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہین بخلاف غیر وقف کے یعنے جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے چنانچہ نسب کہ اگر اسمین اپنی سماعت کی تصریح کرینگے تو گواہی مقبول نہوگی کذافی الطحطاوی
عن الدرر لا تقبل بالشہرة لاثبات شرائطہ فی الاصح درر وغیرہا مقبول نہین شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول اصح مین کذافی الدرر وغیرہم اسی پر فتوی ہے کذافی
العالمگیریہ علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہ کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دین اور شہادت بالتسامع یہ کہ شاہد
کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بسبب تسامع کے کذافی الطحطاوی اور بزازیہ مین ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد
قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہین وہ اسکی شرائط مین ہے کذافی المنح لکن فی
المجتبی المختار قبولہا علی شرائطہ ایضا واعتمدہ فی المعراج واقرہ الشرنبلالی وقواہ فی الفتح بقولہم یسلک بمنقطع الثبوت المجہولة شرائطہ ومصارفہ ما کان علیہ فی دواوین القضاة انتہی
وجوابان ذلک للضرورة والمدعی اعم بحر لیکن مجتبی مین کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج مین اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت
رکھا ہے اور فتح القدیر مین اسکو قوی رکھا فقہا کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور اسکے شرائط او مصارف مجہول ہین اسمین اسپر عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے
دفاتر مین ہے انتہی اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذافی البحر خلاصہ تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ درصورت مذکورہ جب دفاتر قضاة پر عمل ہوا یہی مطلوب
ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق مین یہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط اسکے مجہول تھے اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہون یا نہون علاوہ اسکے
کلام فتح القدیر کا اس وقف مین ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوائے دفتر کے اسکا حال معلوم نہو اور یہان گفتگو اس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے و بیان
المصرف کقولہم علی مسجد کذا من اصلہ لتوقف صحة الوقف علیہ فتقبل بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یون کہنا شاہدون کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے
اصل وقف مین بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر تو مصرف مین شہادت بالتسامع مقبول ہے و بعض مستحقیہ وکذا البعض الورثة ولا ثالث لہما کما فی الاشباہ قلت
وکذا لو ثبت اعسارہ فی وجہ احد الغرماء کما سیجیء فی التاجیل وقالوا تقبل بینة الافلاس بغیبة المدعی وکذا اعتراض بعض الاولیاء المتساوین یثبت لاعتراض الکل کملا وکذا الامان
والقود وولایة المطالبة بازالة الضرر العام عن طریق المسلمین والتتبع یقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجائے کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث اور ان دو کا تیسرا نہین یعنی سوائے
مستحق اور وارث کے ایک شخص بجائے کل اشخاص نہین ہو سکتا کذافی الاشباہ مین کہتا ہون اور اسیطرح حکم ہے اگر مفلسی مدیون کی ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ آویگا اسکو
تاجیل کرا اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت مین مقبول ہین اور یہی حکم ہے بعض اولیاء متساوین کا کہ اعتراض نکلیگا حق ہر ایک کو پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص
اور ولایت مطالبہ کا ضرر عام دفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی ہم یہ رد ہے صاحب اشباہ کا کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے ثم انہ ینتصب احد
الورثة خصما عن الکل لو فی دعوی دین لا عین مالم یکن بیدہ فلیحفظ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثون کیطرف سے اگر دین کے دعوی مین خصومت ہو
نہ عین کے دعوی مین تا وقتیکہ وہ مدعی علیہ کے ہاتھ مین نہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ینتصب خصما عن الکل ای اذا کان الوقف بین جماعة وواقفہ واحد فلو لاحد منہم او وکیلہ
الدعوی علی واحد منہم او وکیلہ یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سب کیطرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان مین اور اسکا وقف کرنیوالا ایک ہی
ہو تو انمین سے ایک مستحق کو یا اسکے وکیل کو دعوی کرنا اسمین سے دوسرے شخص پر یا اسکے وکیل پر جائز ہے وقیل لا ینتصب فلا یصح القضاء الا بقدر ما فی ید الحاضر اور دوسرا
قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سب کیطرف سے خصومت نہین کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہین مگر اسیقدر جو حاضرین کے ہاتھ مین ہے اور قائل اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے وہذا ا
انتصاب بعضہم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وتمامہ فی الوہبانیة اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اسوقت ہے جب اصل وقف ثابت ہوا اور
اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کر سکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لا یلحق بالمنازل

الموقوفة ویجوز بیعها فی الاصح لان اللزوم کالا کثیر ادلم یوجد بهما متولی وقف نے مال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کرنیکے واسطے تو یہ گھر منازل موقوفہ سابقہ کے ساتھ ملایا
جاے اور اسکی بیع جائز ہے قول اصح مین اسواسطے کہ اُسکے لزوم وقف مین بہت سا کلام ہے اور یہان وہ موجود نہین مات المؤذن والامام ولم یستوفیا وظیفتهما من الوقف سقط
لانه کالصلة کالقاضی وقیل لا یسقط لانه کالاجرة کذا فی الدرر قبیل باب المرتد وغیرها قال المصنف ثمه وظاهره ترجیح الاول لحکایة الثانی بقیل قلت قد جزم فی البغیة تلخیص القنیة
بانه یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباه ومنحة النهر مرگیا مؤذن اور امام اور حالانکہ دونونے اپنا وظیفہ یعنی ماہانہ یا سالانہ وقف سے نہین پایا تو ساقط ہوگیا
مثل قاضی کے اسواسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کے ہے کہ بدون قبض مملوک نہین ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ وہ اجرت کے مانند ہے کذا فی الدرر قبیل
باب المرتد وغیرہا مصنف نے اپنی شرح مین وہین کہا اور ظاہر در ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی سقوط کا بسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل مین کہتا ہون کہ بغیہ تلخیص القنیہ مین البتہ
یقین کیا ہے اسکا کہ امام اور مؤذن کا وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومنحۃ النہر ولو علی الامام دار وقف فلم یستوف الاجرة حتی مات ان اجرها المتولی سقطو ان
اجرها الامام لا عمادیہ اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو سو اُسنے کرایہ اس گھر کا پورا نہ پایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہوگیا اور اگر اُسکو امام نے
کرایہ دیا تو ساقط نہوگا کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اسکی قبض کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلة وقت الادراک وذهب قبل تمام السنة لا یسترد منه غلة باقی السنة
قصار کالجزیة وموت القاضی قبل الحول وبحل للامام غلة باقی السنة لو فقیرا وکذا الحکم فی طلبة العلم فی المدارس در امام نے غلہ لیا پختگی زراعت کے وقت اور اس مسجد سے چلا گیا قبل تمام
ہونے سال کے تو اس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائیگا تو وہ ہوگیا جزیہ اور موت قاضی کے مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم
ہے طالب العلمون کا مدرسون مین کذا فی الدرر یعنی اگر طالب العلم غلہ سال بھر کا مدرسہ سے لیکر چلا جاوے تو استرداد نہین جیسے اگر ذمی اثناے سال مین مرجاوے تو اُس سے ایام گذشتہ کا جزیہ
نہ لیا جائیگا اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثناے سال مین جزیہ پیشگی دے پھر ذمی مسلمان ہوجاے یا مرجاے تو وہ یا اُسکا وارث استرداد جزیہ نہین کرسکتا ونظم ابن الشحنة الغیبة المسقطة للمعلوم
المقتضیة للعزل منه ۞ وما لیس بدّ منه ان لم یزد علی ۞ ثلث شهور فهو یعفی ویغفر ۞ اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزول کو اور منجملہ
نظم مذکورہ یہ ہے اور جو غیبت ناچاری کی ہے اگر تین مہینہ سے زیادہ نہو تو وہ معاف اور مغفور ہے ۞ وقد اطبقوا لا یاخذ السهم مطلقا ۞ لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر ۞ اور البتہ علما
نے اتفاق کیا ہے کہ درصورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع مین مسافر کیواسطے ہے ہم حصہ نہ لے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت هذا کله فی سکان
المدرسة وفی غیر فرض الحج وصلة الرحم اما فیهما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی مین کہتا ہون اور یہ تمام مذکور سکان مدرسہ مین اور فرض حج اور صلہ رحم کے
سوا مین ہے اور ان دونون مین یعنی فرض حج اور صلہ رحم مین تو مستحق عزل اور مشروط کا نہین کذا فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی وفی المنظومة المحبیة ۞ لا تجز استنابة الفقیه لا ۞ ولا
المدرس بغیر عذر حصلا ۞ کذلک حکم سائر الارباب ۞ ان لم یکن عذر فذا من باب ۞ اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ جائز نہین نائب کرنا فقیہ اور نہ مدرس کا بسبب غدر کے حاصل ہوا ہے اسیطرح حکم ہے
باقی ارباب وظائف کا یا غدر نہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہوگی ۞ والمتولی لو اوقف اجرا ۞ لکنه فی صکه ما ذکره ۞ من ای جهة تولی الوقفا ۞ ما جوزوا ذلک حیث
یلغی ۞ اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن اُسنے وثیقہ اجارہ مین یہ ذکر نہین کیا کہ وہ کس وجہ سے متولی ہوا ہے وقف کا واقف کیطرف سے یا قاضی کیجانب سے تو
فقہانے یہ اجارہ دینا جائز نہین رکھا جہان کہین ہو ۞ ومثله الوصی اذ یختلف ۞ حکمهما فی ما علی ما یعرف ۞ بحسب التقلید والنقض فقس ۞ کل التصرف بهذا المقتبس ۞ اور مانند متولی
کے وصی ہے اسواسطے کہ متولی اور وصی دونون کا حکم بنا بر مشہور کے مختلف ہے بحسب تقلید اور نقض کے سو قیاس کرلے اجارہ دینے پر جمیع تصرفات کو اسواسطے فقہانے اجارت ندی نا احکام مین
اشتباہ نہ پڑے ہم جامع الفصولین مین ہے کہ ایجار متولی اور وصی بلا تصریح وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہین اسواسطے کہ باپ کے وصی اور دادا کے وصی اور ماں کے وصی اور قاضی کیجہت سے وصی کے
احکام مختلف ہین قلت لکن للسیوطی رسالة سماها الضیابة فی جواز الاستنابة ونقل الاجماع علی ذلک فلیحفظ مین کہتا ہون کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام اُنہونے ضیابۃ فی جواز
الاستنابۃ کہا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه لقیامه مقامه ولایت قائم کرنی متولی کی واقف کیطرف
ہے پھر اسکے وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام اسکے ولو جعله علی امر الوقف فقط کان وصیا فی کل شیء خلافا للثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل الآخر وصیا کان ناظرین

ما لم یخصص وتمامہ فی الاسعاف فلو وجد کتابا وقف فی کل اسم متول و تاریخ الثانی متاخر اشترکا ہے اور اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز میں وصی ہوگا بخلاف
ابو یوسف کے اور اگر واقف نے عہدۂ نظارت ایک مرد کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونوں ناظر ہونگے تا عدم تخصیص اور پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے تو اگر وقف کے دو وثیقے پائے گئے
کہ ہر ایک میں ایک متولی کا نام ہے اور دوسرے وثیقہ کی تاریخ متاخر ہے تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہونگے کذا فی البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا طالب التولیۃ لا یولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفید
نہر تولیت کی درخواست کرنیوالے کو تولیت نہ دیجائے سوائے اُس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو چکی تو اگر بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا
بسبب شرط کے تو وہ اِس خواست سے تنفید شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا طالب تولیت کو اسواسطے تولیت نہ دیجائے کہ حدیث میں نہی وارد ہے ثم اذا مات المشروط لہ
بعد موت الواقف ولم یوص لاحد فولایۃ النصب للقاضی اذ لا ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ کما مر پھر جبکہ وہ شخص مر گیا جسکے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور اُسنے کسی کے واسطے وصیت نہیں
کی تولیت کی تو نصب متولی کی ولایت قاضی کیواسطے ہے نہ مستحق وقف کیواسطے اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اسکی تولیت سے چنانچہ گذر گیا وما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف
لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم اور جبتک کوئی شخص تولیت کی لیاقت رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اسواسطے کہ
واقف کا برادری الاصلح والا مصلح زیادہ شفیق ہے اور اُسکا مقصود یہ ہے کہ وقف کی نسبت اُسکی خاندان کیطرف رہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ
بالشرط عاما صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض
تولیت بسبب شرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت مذکورہ صحیح ہے اور متولی مذکور اسکے معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہ رہیگا مگر جبکہ واقف نے اسکے واسطے متولی کرنا اور
معزول کرنا دونوں مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح وصحتہ کو محذوف کرتا تا تفصیل آئندہ صحیح ہوتی مانند صاحب اشباہ کے والا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرضہ صح و
ینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض الی غیرہ کالایصاء اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اُسکو
عزل اور تفویض غیر کا اختیار ہو مثل وصیت کرنیکے کذا فی الاشباہ مثلاً باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اُسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معین بالشرط ثم من بعدہ للحاکم فہل
اذا فوض النظر لغیرہ ثم مات ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم وان فی مرض موتہ لا مادام المفوض لہ باقیا لقیامہ مقامہ عن واقف شرط نظرہ لرجل معین ثم من بعدہ للفقراء ففرغ عنہ لغیرہ
ثم مات ہل ینتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھ سے سوال ہوا اُس ناظر کا جو معین ہو شرط سے پھر بعد اسکے حاکم کو اختیار ہے تو جب کہ ناظر مذکور غیر کو نظارت
سپرد کرے پھر مر جائے کیا اسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہان حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اُسنے
اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہ ہوگا جبتک وہ شخص باقی رہیگا جسکو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اُس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھ سے سوال ہوا اِس وقف
کرنیوالے کا جسنے بترتیب وقف کیا ایک مرد معین کیواسطے پھر بعد اسکے فقیروں کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کر کے کنارہ گیر ہوا پھر مر گیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں کیطرف منتقل
ہوگا میں نے منتقل ہونیکا جواب دیا یعنے بعد موت مستحق مذکور کے وفیہا للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ولم ار حکم عزلہ لمدرس و امام ولاہما ولو لم یجعل ناظرا فنصب القاضی لم یملک
الواقف اخراجہ ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف والقاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقاً یعنے خواہ اُسنے اپنے واسطے عزل شرط
کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی کا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اُس مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین نہیں کیا سو قاضی
نے منصوب کیا تو واقف اسکے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اسکا علم ہو تو عزل صحیح ہے ورنہ نہیں حم طحطاوی نے کہا کہ امام اور
موذن کی معزولی تو صحیح ہے بلا شک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور موذن بسبب عذر کے چھ مہینے اپنا کام نہ کریں تو متولی کو اُنکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز
ہے انتہی لیکن یہ عزل بسبب عذر کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم باعہا المشتری من اخری ثم ادعی انی کنت وقفتہا او قال وقف علی لم تصح فلا یحلف المشتری مثلاً زید نے
گھر بیچا پھر اُسکو خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ میں نے اس گھر کو وقف کر دیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر مجھپر وقف تھا تو یہ دعوی صحیح نہیں تو قسم لیجائیگی مشتری سے ثم مشتری
کا بیع کرنا قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال میں یہ مذکور تھا شارح نے اُسکو ذکر کر دیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہے ولو اقام بینۃ او برہن جہۃ شرعیۃ قبلت

فیبطل البیع ویلزم اجر المثل فیہ لا فی الملک لو استحق علی المعتمد بزازیہ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اُسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع باطل
ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں در صورت اُسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا اور وقف میں اجرت مثل لازم ہو جاتی ہی بلا عقد اجارہ بخلاف ملک
مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہی جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں مصرح ہی اور ظاہر بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہی
کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہی کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہی ہان
اشباہ کے بعضے محشیوں نے کہا ہی کہ قاضی کے محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبس المبیع بالثمن لانہ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں روک رکھنا وقف
مذکور کا قیمت لینے کیواسطے کذا فی القنیہ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بجائے رہن ہی اور وقف میں رہن جائز نہیں وہی احدی المسائل السبع المستثناۃ من قولہم من سعی
فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہی ان سات مسائل سے جو مستثنی ہین فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اُسکے توڑنے
مین جو اُسی کی جہت سے پوری ہوئی ہی تو اُسکی سعی نامقبول ہی کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وہو تفصیل حسن اعتمدہ
المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق مین اسپر اعتماد کیا ہی کہ اگر بائع نے اسکا دعوی کیا کہ مبیع ایسا وقف
ہی جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہو گیا تو دعوی اُسکا مقبول ہی اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہی جسپر مصنف نے باب الاستحقاق مین اعتماد کیا ہی لیکن آخر کتاب مین قول اول
پر یعنی اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہی کنز وغیرہ کے تابع ہو کر مگر تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہی اور بقول مفتی بہ حکم بالزوم کی
کچھ حاجت نہین وفی العمادیہ لا تقبل عند الامام وہو المختار وصوبہ الزیلعی قال وہو احوط اور عمادیہ مین ہی کہ گواہ مقبول نہین امام کے نزدیک اور یہی مختار ہی اور زیلعی نے اسکو تصویب
کی ہی اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہی وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا فی وقف ہو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد فلم یجز قلت قد قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لانہ
للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی مین ہی اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اس وقف مین
ہی جو حق اللہ ہی اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہین مین کہتا ہون ہم مقدم ذکر کر چکے مقبول ہونا شہادت کا مطلقاً واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اُسکا
انجام کار فقیرون کے لیے ہی تو اُسکو غور کر لے اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہی کہ ہان دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہی اور بیع باطل ہوگی البانی للمسجد اولی من القوم
بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بنانے والا مسجد کا مقدم ہی اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے مقرر کرنے مین بقول مختار مگر جبکہ قوم نے
امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اسوقت مین تجویز اہل محلہ بہتر ہی اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف راجع ہی صح الوقف قبل
وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیاہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہی وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے
زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اُسکے کوئی اولاد نہین یا اس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہی قول اصح مین وتصرف الغلۃ
للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیہ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرستہ یدرس فیہا المدرس مع طلبتہ فدرس فی غیرہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف
العلوفۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جائے محصول وقف کا فقیرون پر یہان تک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جائے کذا فی العمادیہ نہر الفائق
مین اتنا زیادہ کیا ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اُس مدرسہ پر جسمین مدرس درس کرتا ہی طالب علمون کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ مین سوا اسے
اسکے بسبب متعذر ہونے درس کے اُس مدرسہ مین تو لائق یہ ہی کہ علوفہ مدرس کو دیا جائے نہ فقیرون کو چنانچہ بلاد روم مین رائج ہی ہم تدریس متعذر ہوئی بسبب
منہدم ہو جانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونیکے آبادی سے فروع مہمۃ حدثت للفتوی یہ مسائل ضروریہ ہین جو فتوی کیواسطے حادث ہوئے ہم شارح علامہ نے آخر کتاب الوقف
مین بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگنائے ایجاز سے نکلکر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب مین پسند کیا ارصد الامام ارضاً علی
مسائقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا لخراب البلد فنقلہا وکیل الامام لمسائقیۃ ہی ملک ہل یصح اجاب بعض الشافعیۃ بان الارصاد علی

الملک صار علی المالک یعنی فتصح فحینئذ یلزم المرصد علیہ درارتہا کما کانت کما فی الحاوی الحوض اذا خرب صرفت اوقافہ فی حوض آخر فقد بر مقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک
نہر پر تاکہ اُسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اس نہر کی حاجت نہ رہی شہر کے ویران ہوجانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اسکا خراج اُس
نہر کیطرف نقل کیا جو مملوک ہی کیا یہ نقل کرنا صحیح ہی بعضے شافعیون نے جواب دیا مملوک پر مقرر کردینا مالک پر مقرر کرنا ہی یعنے صحیح ہی تو اسوقت مین مرصد علیہ یعنی مالک
نہر پر اسکا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہی چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اسواسطے کہ حاوی مین ہی کہ جب حوض ویران ہوجاے تو اُسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف
کرنا چاہیے سو اسکو غور کر م طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ مین نقل وقف ہی ایک وقف سے دوسرے وقف کیطرف اور حادثہ مذکورہ مین نقل ہی وقف سے ملک کیطرف

دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقہ فلان والباقی علی ذریتہ وعقبہ ثم عم علی عتقائہ قال الوقف الی العتقاء ہل یدخل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الافتاء
اخذا من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل بمال وللفقراء بمال والموصی لہ محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گھر ہی جسمین چند مکانات
اور کوٹھریان ہین مالک نے اسمین سے ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور پس ماندون پر وقف کیا پھر اُنکے بعد اپنے آزاد غلامون پر
پھر وقف مذکور بعد مرجانے ذریت کے آزادون کیطرف پھر آگیا اس وقف ثانی مین وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو واقف نے خاص کردیا تھا ایک کوٹھری دیگر اس سوال کے جواب
مین فتوی مختلف ہی باعتبار اس خلاف کے جو ذخیرہ مین مذکور ہی لیکن خانیہ مین ہی کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ایک مال کی اور فقیرون کے واسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور
جس شخص کیواسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہی کیا اُسکو فقیرون کے حصہ سے دیا جائیگا اسمین علما مختلف ہین اور قول اصح یہ ہی کہ ہان اسکو بھی دیا جائیگا م ذخیرہ مین مذکور ہی کہ اگر
اپنی زمین کا نصف محصول اپنے محتاج قرابتیون پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو اسکے قرابت والے محتاج ہوگئے کیا نصف مساکین سے اُسکو دیا جائیگا ہلال
نے کہا نہ دیا جائیگا اور یہی قول ہی ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی ورہندوانی نے کہا اُنکو بھی دیا جائیگا انتہی ذخیرہ مین کسی قول کی ترجیح نہ تھی لہذا خانیہ سے
استدراک کیا کہ دینا اصح ہی

استاجر دارا موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل لہ الاکل منہا الظاہر لا انہ اذا لم یعلم شرط الواقف لم یاکل لما فی الحاوی غرس فی المسجد شجرا الثمرۃ ان غرس
للسبیل فلکل مسلم الاکل فتباع لمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمین پھل والے درخت ہین کیا کرایہ دار کو اُنمین سے کھانا درست ہی ظاہر جواب یہ ہی کہ جب واقف کی شرط معلوم
نہو تو کھاے اسواسطے کہ حاوی مین ہی کہ واقف نے مسجد مین پھلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے تو ہر مسلم کو اُسکا کھانا جائز ہی اور نہین تو پھل بیچے جائین
ضروریات مسجد کیواسطے

قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب علیہ خدمتہ وظیفتہ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لا سیما فیما یلزم بترکہا تعطیل الکل من النہر
یہ قول فقہا کا کہ وقف کرنیوالے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہی یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل مین تو صاحب خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اس
شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو اور اگر باوجود عدم کارگزاری کے وجہ مقرری کو لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اُس خدمت مین جسکے ترک سے تعطیل لازم آوے
چنانچہ تدریس مدرس کی یہ سب فروع مذکورہ نہر الفائق سے منقول ہین م فتاوے خیریہ مین ہی کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہی جو محتمل تخصیص اور تاویل نہین تو
اسپر عمل کیا جائیگا اور جو من قبیل ظاہر ہی تو اسکا بھی یہی حکم ہی اور اگر محتمل ہی لیکن اُسمین قرینہ ہی تو اسپر بھی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہی تو عمل نہوگا لیکن اگر واقف زندہ
ہوگا تو اس سے دریافت کیا جائیگا

وفی الاشباہ الجامکیۃ فی الاوقاف لہا شبہ الاجرۃ ای فی ضمن المباشرۃ والحل للاغنیاء وشبہ الصلۃ فلو مات او عزل لا یسترد المعجلۃ وشبہ
الصدقۃ لتصحیح اصل الوقف فانہ لا یصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ مین ہی کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف مین اجرت کے مشابہ ہی ہنگام خدمت گزاری مین اور
اغنیا کیواسطے حلال ہونے مین اور مشابہ ہی صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلاً امام یا مدرس مرجاے یا معزول ہو تو جو پیشگی لیچکا وہ نہ پھیر لیا جاویگا اور
مشابہ ہی کہ صدقہ کیواسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہین مالدارون پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اسکا اسمین ہی م جاگیر عطا کے مانند ہی یعنی
جو دفتر مین مقاتلین اور غیر مقاتلین کے نام پر ثابت ہی لیکن عطا سالیانہ ہی اور جاگیر ماہیانہ مگر یہان جاگیر سے وہ مراد ہی جو واقف کی جانب سے مرتب ہو کذا فی الطحطاوی

بکرہ اعطاء نصاب لفقیر من وقف الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار ومنہ یعلم حکم المرتب الکثیر من وقف الفقراء لبعض العلماء والفقراء فلیحفظ مکروہ ہی

بقدر نصاب کے فقیرون کو دینا فقرا کے وقف سے مگر جبکہ واقف نے اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہین کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم
مرتب کثیر کا فقرا کے وقف سے بعضے محتاج علما کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے فقیرون کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ محتاج عالم کو دینا جائز نہین اسواسطے کہ وقف صدقہ
ہو مشابہ زکوۃ ہو ولیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الوقف باجر مثلہ قنیہ یہ قاضی کو جائز نہین کہ کسی کے واسطے وظیفہ
مقرر کرے وقف مین بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اسکو لینا حلال نہین مگر نظارت وقف بعوض کی اجرۃ مثل کے قاضی کو جائز ہو کذا فی القنیہ مگر
یہ اسوقت ہو جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور بحث مصلحت مقتضی ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاے اور ضرورت ثابت کیجائے تو قاضی اسکو مقرر کرے جو اسکی اصلاح کرے اور اسکے واسطے
اجرت مثل معین کردے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی دے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولیجبہ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام ان کان لا یکفیہ و کان عالما تقیا ثم قال
بعد ورقتین والخطیب ملحق بالامام بل ہو امام الجمعۃ قلت واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہو زیادہ کرنا امام کی وجہ مقرری پر جبکہ اسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو پھر
صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہو بلکہ خطیب وہ امام الجمعہ ہو مین کہتا ہون اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہو منظومہ محبیہ مین ونقل عن المبسوط ان السلطان
یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع یعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل
کیا ہو کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرع کی جائز ہو جبکہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی زراعت کی ہو تو اسکے حکم کے موافق عمل کیا جاے اگرچہ واقف کی شرط کے مغائر
ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی ملوک ہو یصح تعلیق التقریر فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف
مین مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہو تو اگر قاضی کہے کہ اگر فلانا شخص مرجاے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو مین نے تجھکو اسمین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہو لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد
شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہین قاضی کو معزول کرنا متولیہ کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اسپر خیانت ثابت کرین اور اسیطرح وصی
کو معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہین الناظر اذا اجر انسانا فہرب ومال الوقف علیہ فلم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے جب کہ
اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اسپر وقف کا مال ہو تو ناظر پر ضمان نہین بخلاف اسکے کہ جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبر گیری نکی یہانتک
کہ وہ ضائع ہو گئی تو اسپر ضمان لازم ہو ہم اور یہی حکم ہو مسجد کے فرش کا جب کہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبر گیری نہ کی
یہانتک کہ دیمک کھا گئی تو اسپر ضمان ہو اگر اسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی الصیرفیہ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف کتعمیر وشراء
بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یتیسر اجارۃ العین والصرف من اجرتہا والاستدانۃ القرض او الشراء
نسیئۃ جائز نہین استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جب اسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کے واسطے چنانچہ مرمت کرنا یا زمین وقف کے واسطے
بیج مول لینا تو استدانت جائز ہو دو شرطون سے شرط اول اذن قاضی ہو سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت
کرے دوسری شرط یہ ہو کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہ ہو اور یہان استدانت سے مراد قرض ہو یا ادھار خرید
کرنا ہم حلبی نے کہا صواب یہ ہو کہ شارح بجاے قرض استقراض کہتا اس واسطے کہ قرض عبارت ہو قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے
وہل للمتولی شراء متاع فوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہو خرید کرنا متاع کا اسکی قیمت سے زیادہ کرکے پھر اسکا
بیچنا عمارت کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہو کہ ہان متولی کو جائز ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید اس جواب کا عدم اطلاع حکم
سابقین ہو اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ مین ابو یوسف سے یون منقول ہو کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اسی پر فتوی ہو اقرار کی
ید غیرہ انہا وقف وکذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر مین ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہو اور قابض نے اسکی تکذیب کی پھر کسی وجہ
سے مقر اس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاویگی یعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الوقف لکن

فی حق المقر خاصۃً فلو اقر المشروط لہ الریع او النظر انہ یستحقہ فلان دونہ صح ولو جعلہ لغیرہ لا ویجی آخر الاقرار عمل کیا جائیگا باہم تصدیق کے بموجب مستحق ہونے پر اگرچہ یہ
مصادقت وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق مین مخصوص ہوگا سو اگر اُس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہے اقرار کیا کہ اس آمدنی یا
تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ مین تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کے واسطے مقرر کریگا تو صحیح نہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر مین یہ مسئلہ آویگا ہم اقرار موقوف
علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کے واسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ دینا صحیح اسواسطے نہوا کہ استحقاق
مشروط وارث کے مانند ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لابد من اثبات نسبہ ویجی فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہین کرتا
صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اسکی نسب کے اثبات سے اور دعوی ثبوت النسب کے باب مین آگے آویگا ہم صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا
ثبت استحقاق نہین متی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتاخر منہما عندنا لانہ ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطین متعارض کرین تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے
نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے ہم شرطین متعارضین چنانچہ واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا
والی الجمیع عند الشافعیۃ لو بالواو ولو بثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباہ وتمامہ فی القاعدۃ التاسعۃ صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف
کیطرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیون کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہوا اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ
اور شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہین اور پورا بیان اسکا اشباہ کے نوین قاعدہ مین ہے ہم یعنی اگر واقف نے یون
کہا کہ وقفتُ علی اولادی واولاد اولادی واولاد اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول اور ثانی کی بخلاف شافعیہ کے
من وقف حال صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورہم واناثہم بالسویۃ ہو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالۃ المرضیۃ
علی الفریضۃ الشرعیۃ ونحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت مین اور یون کہا کہ مین نے وقف کیا بموجب فریضہ شرعیہ کے تو
وارثون کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اسکو یہ تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضۃ
الشرعیۃ مین اور اسی کے مانند ہے مصنف کے فتاوی مین ہم طحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیہ سے شاید اسواسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت ہوئی کہ بسبب فرض
کے بین المتساوین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری مین اور تفاوت بین الابن والبنت تو بسبب عصوبت کے ہے نہ بواسطے فرض کے واللہ اعلم
وفیہا متی ثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان وجب نقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ ولو بنی المشتری او غرس فذلک لہما فیسلک معہما الانفع للوقف
اور فتاوی مصنف مین ہے جبکہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اُسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہین اُسکے بائع پر اسکی نادانستگی کے ساتھ اور
متولی کو اجرت مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف مین عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور
درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کے واسطے نافع ہو تو متولی اُسکا تصرف ہوا اور اگر مشتری
کے اجارہ مین رکھنا نافع ہو تو اُسکے پاس رکھے وفی البزازیۃ معزیا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء بعد نقضہ ان سلمہ المشتری للبائع وان اسکہ لم یرجع بشئ بخلاف
ما لو استحق المبیع اور بزازیہ مین ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بناء منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بناء قائم کی اگر مشتری نے اُسکو
بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر بیع مین استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہان مشتری بناء قائم
کی قیمت لیگا نہ بناء منقوض کی ولو انقطع ثبوتہ فما کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن برہن علی شئ حکم لہ بہ والا صرف للفقراء ما لم یظہر وجہ بطلانہ
بوجہ شرعی فیعود للملک واقفہ لو لوارثہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اُسکا یعنی مصرف وقف کا معلوم نہ ہو بسبب تقادم زمان کے
سو جو مصرف قاضیون کے دفاتر مین مرقوم ہو تو اُسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہان نہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو بگواہی ثابت کرے تو اُسکا حکم کیا جاے

اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیرون پر صرف کیا جاے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقرا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ اُسکے واقف نے
اُسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک مین پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اُسکے وارث کی ملک مین اگر واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک مین
عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفہ السلطان عاما جاز ولو لجہۃ خاصۃ فظاہر کلامہم لا یصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہو اور اگر
جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہو کہ یہ وقف خاص نہین ہم یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے
عام صحیح ہو نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ لو شہد المتولی مع آخر بوقف مکان کذا علی المسجد فظاہر کلامہم
قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہو لا تلزم المحاسبۃ
فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متہما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسہ بل یہددہ ولو اتہمہ یحلفہ قنیۃ قلت وقدمنا فی الشرکۃ ان
الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاتنا لیس الا الوصول لسحت المحصول لازم نہین محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی
کو محاسبۂ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت مین مشہور ہو اور اگر متہم بخیانت ہو تو اسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اسکو قید نہ کرے بلکہ اُسکو دھمکادے
اور اگر اُسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیۃ مین کہتا ہون اور ہم نے کتاب الشرکۃ مین مقدم ذکر کیا ہو کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب
دینا بتفصیل لازم نہین اور ہمارے زمانہ کے قاضیون کو حساب لینے سے کچھ غرض نہین سواے حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ
بلا یمین لکن افتی المنلا ابو السعود انہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی وقفہ کاولادہ واولاد اولادہ قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام بالجامع والبواب ونحوہما
لا یقبل قولہ کما لو استاجر شخصا للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ ثم ادعی تسلیم الاجرۃ لم یقبل قولہ قال المصنف وہذا تفصیل فی غایۃ الحسن فیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ
الاشباہ اگر متولی نے حقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اُسکا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو سعود نے فتوی دیا ہو اسکا کہ اگر متولی نے
دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف دینے سے اپنے وقف مین چنانچہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اُسکا قول مقبول ہو اور اگر اُسنے جامع مسجد کے
امام یا دربان اور مانند اُنکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اُسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کے واسطے بعوض
اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اُسکا قول مقبول نہین مصنف نے اپنے فتاوی مین کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی مین ہو تو اسی پر
عمل کرنا چاہیے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ مین اعتماد کیا ہو قلت وسیجی فی العاریۃ معزیا لاخی زادہ لو آجر القیم ثم عزل فقبض الاجرۃ للمنصوب فی
الاصح مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب العاریۃ مین بنقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی
منصوب کا حق ہو قول اصح مین اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کے واسطے تھا نہ اپنی ذات کے واسطے وہل یملک المعزول مصادقۃ المستاجر علی
التعمیر قیل نعم قال المصنف والذی ترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہو تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعضون نے کہا ہان مالک ہو مصنف نے کہا اور جو قول
میرے نزدیک راجح ہو وہ عدم ملک مصادقت ہو یعنی اگر متولی معزول کہے کہ مین نے مستاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف مجرا دینے کا اذن دیا تھا تو اسمین اختلاف ہو علما کا لیس للمتولی اخذ
زیادۃ علی ما قدر لہ الواقف اصلا جائز نہین متولی کو زیادہ لینا اسپر جو اسکے واسطے واقف نے مقرر کردیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ویجب صرف جمیع
ما یحصل من نماء وعوائد شرعیۃ وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہون اُن سب کا وقف کے مصارف شرعیہ مین صرف کرنا واجب ہو م
یہ اُس صورت مین ہو کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہو اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہو کذا فی الطحطاوی ویجب علی
الحاکم امر المرتشی برد الرشوۃ علی الراشی غب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجی فی الوصایا ومر ایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ
مسئلہ اور واجب ہو حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ مسائل بقیہ فتاوی مصنف سے

منقول ہین من کتا ہون لیکن کتاب الوصایا مین آویگا اور مذکور ہوچکا ہے کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہے تو آگاہ ہو جا مع طحطاوی نے کہا یہ شارح

نے استدراک کیا اُس قول کا کہ متولی کو وظیفہ واقف سے زیادہ لینا جائز نہین اور حالانکہ بین القولین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ عدم جواز در صورت مقرر

کردینے واقف کے ہے اور جواز اجرت مثل اُس صورت مین ہے جبکہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق مین مفصلاً مذکور ہے ولو وقف للفقراء قرابتہ لم یستحق مدعیہا

ولو ولیا لصغیر لابنیتہ علی فقرہ وقرابتہ مع بیان جہتہا فاذا قضی لہ استحقہ من حین الوقف علیہ فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا اپنے قرابت والے محتاجون پر

تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھ پھر جب قاضی کا حکم ہوگا

اُسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیہا سئل عمن شرط السکنی لزوجتہ فلانۃ بعد وفاتہ ما دامت عزبا فمات وتزوجت

وطلقت ہل ینقطع حقہا بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا لو وقف علی امہات اولادہ الا من تزوج او علی بنی فلان الا من خرج من ہذہ البلدۃ فخرج بعضہم ثم عاد او علی بنی فلان

ممن تعلم العلم فترک بعضہم ثم اشتغل بہ فلا شئ لہ الا ان شرط انہ لو عاد فلہ فلیحفظ خزانۃ المفتین اور فتاوی ابن نجیم مین ہے کہ سوال ہوا اُس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان

کی شرط کی اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد و بلا نکاح رہے پھر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہو جائیگا

اُسکا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہان نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہو جائیگا مین کہتا ہون اور یہی حکم ہے اپنی امہات اولاد پر وقف کریگا مگر جو ام ولد کہ نکاح

کرے اُسکے واسطے حق سکونت نہین یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اسپر نہین جو نکل گیا اِس شہر سے سو کوئی اُنمین سے شہر سے نکلا پھر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانے

کی اولاد پر جو اُنمین سے علم حاصل کرے سو اُنمین سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اِسکے پھر تحصیل علم مین مشغول ہوا تو اُسکے واسطے مال وقف سے کچھ نہین مگر یہ کہ واقف

نے یہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیطرف پھر عود کریگا تو وہ مستحق ہوگا تو اِس شرط سے البتہ حقدار ہوگا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانۃ المفتین وفی الوہبانیۃ قضی

بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فلہ غلۃ الاتی لا الماضی لو مستہلکۃ اور وہبانیہ مین ہے قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اُسکو آیندہ

کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہو گیا ہو مہم یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہین تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیہ ولہ ولد واحد فلہ النصف

والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹون پر اور اُسکا ایک ہی بیٹا ہے تو اُسکو نصف ملیگا اور باقی فقیرون کے واسطے ہے یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہے اور

اقل جمع وقف اور وصیت مین دو ہین لہذا بالمناصفہ ہو گیا کذا فی الحلبی وعلی ولدہ لہ الکل لانہ مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اُسکا ایک ہی بیٹا ہے تو

اُسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہوگا للمتولی الاقالۃ لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو مہم اقالہ اجارہ اُسوقت جائز ہے

جبکہ اُسنے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی البصیر فیہ ومحل جواز اقالہ اُسوقت تک ہے جبتک اجرت کو اُسنے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہین کذا فی

الاشباہ اجر بعوض معین صح وخصاہ بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہے اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے للمستاجر

غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس لہ الحفر الا باذنہ ویاذن لو خیرا او الا لامستاجر وقف کو جائز ہے درخت کا بونا بدون اذن متولی کے جبکہ درخت بونا زمین کو ضرر

نہ کرے اور اُسکو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہین مگر اذن سے اور متولی کھودنے کا اذن دے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو والا اذن نہ دے وما بناہ مستاجر او غرسہ فلہ ما لم ینوہ

للوقف والمتولی بنارہ وغرسہ للوقف ما لم یشہد انہ لنفسہ قبلہ اور مستاجر جو عمارت بنادے یا درخت بٹھائے وہ اُسی کا مملوک ہے جبتک اُسنے وقف کیواسطے اُسکی نیت

نہ کی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے جبتک کہ اُسنے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اُسپر شاہد نہ کیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کے واسطے ہے

ولو آجر لابنہ لم یجز خلافا لہما کعبدہ اتفاقا وہذا لو باشر بنفسہ فلو القاضی صح کذا الوصی بخلاف الوکیل اور اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہین امام

کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ حکم مذکور اُس وقت ہے جب متولی نے

بذات خود اجارہ دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اُسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہے

بخلاف وکیل کے کہ اسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہین وقف علی اصحاب الحدیث لایدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ
او لا بزازیۃ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین شافعی مذہب نہ داخل ہوگا جبکہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا
ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیۃ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث
واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اُسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر
مقدم رکھتا ہے مرسل حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب حنفی کے نزدیک حدیث مرسل
پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہر المحل اس مسئلہ کا وہ ہے جب واقف کو تخصیص محدثین
کی نیت نہو والا بلاشک اہل استحقاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور درصورت عدم نیت واقف گفتگو کا مقام ہے کہ چار دن
مذہب والے اہل حدیث مین بایں معنی کہ اُنکے اماموں نے موافق اپنے شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر
مقدم کرنا اُسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہی وجاز علی القبور والاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبرون اور کفنون پر نہ صوفیون اور
اندھون پر یہی قول صحیح تر ہے مگر بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اُسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جاے باطل ہے لیکن فتوی محمد کے قول پر ہے کہ قرات عند القبر
مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اسوقت جائز نہین جبکہ وہ طریقہ پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اسوقت مین وقف کرنا اُنپر قربت نہین اور اگر صوفیہ
طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور
محتاج بھی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی المنلا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم
الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنے جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو
دو فرزند اُسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونون تولیت مین شریک ہونگے اسی کا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود نے یون استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل
ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر ہے وفی النہر عن الاسعاف شرط لافضل اولادہ فاستویا فلاسنہم ولو احدہما اورع والآخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہی جوہرہ اور نہر الفائق
مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اُسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر عمر والے کو ملیگی اور ایک فرزند
زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اُسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوہرہ ہم یہ استدراک ہے قول سابق پر تو اشتراک
تولیت اسوقت ہوگا جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف
واللہ اعلم وکذا لو شرط للارشد ہم کما فی انفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کے مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنے جو شرط
افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ ای ناظر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ افتی الشیخ الاخ انہ ان ضم الیہ
لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنے ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا
بالاستقلال جائز ہے یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنے صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا
ناظر اسکی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اُسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر ہم نصب متولی اور ناظر اور وصی
ہر قاضی کو جائز نہین بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی موید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور فتاوی
موید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اُسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف للعمارۃ
الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر اُدھار کرنا عمارت کے واسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

الغلة الیه فی حیاته ولابینة لهم صدقوا بیمینهم لانکارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہین کہ ہم نے غلہ اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اُسکی زندگی مین اور اُنکا کوئی گواہ نہین تو اُنکی تصدیق ہوئی اُنکی قسم کے ساتھ بسبب اُنکے منکر ہونے ضمان کے لایجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلاً لکن یجوز الرجوع عن الموقوف علیه

المشروط کالمؤذن والامام والمعلم ان کانوا اصلح انتہی جوہرہ جائز نہین وقف کرکے پھرنا جبکہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جسپر مال وقف مشروط ہی جیسا کہ مؤذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہی اگرچہ وہ لائق تر ہون انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ م طحطاوی نے کہا شارح کی نقل مین خلل ہی صواب یہ ہی کہ جواز تغییر بشرط عدم صلاحیت ہی کذا فی الدرر المنتقی عن مؤید زادہ وکذا فی الخلاصة وفی جواہر الفتاوی شرط لنفسه ما دام حیاً ثم لولده فلان ما عاش ثم من بعده للاعفف الارشد

من اولاده فالها تنصرف للابن لا للواقف لان الکنایة تنصرف لاقرب المکنیات بمقتضی الوضع اور جواہر الفتاوی مین ہی واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر بعد اسکے عفیف تر اور ہوشیار تر کیواسطے اُسکی اولاد مین سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی وقف کی ولد کیطرف پھریگی نہ واقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ تصرف ہوتا ہی قریب تر ملنے کیطرف بمقتضاے وضع کے م کنایہ سے یہان مراد ہاے ضمیر ہی اور ضمیر کو کنایہ کہنا یہ اصطلاح کوفی ہی اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہی کذا فی الطحطاوی وکذلک مسائل ثلثة وقف علی زید وعمرو ونسله فالهاء لعمرو فقط اور اسیطرح مسائل ثلثہ مین اقرب کا اعتبار ہی پہلا مسئلہ یہ ہی کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اُسکی نسل پر تو ہاے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھریگی یعنی اسواسطے کہ وہی اقرب ہی نہ زید کیطرف پھریگی کہ وہ بعید ہی وقفت

علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا ہی اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کی طرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہی پوتے سے وعکسه وقفت علی بنی زید وعمرو ولم یدخل بنو عمرو لانه اقرب الی زید فیصرف

الیه هذا هو الصحیح اور بالعکس مسئلہ ثانی کے یہ قول ہی کہ وقف کیا مین نے ابناے زید اور عمرو پر تو ابناے عمرو وقف مین نہ داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ ابنی کا زید سے قریب تر ہی تو اسی کیطرف متصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہی م یہ راجع ہی اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کمال الدین کا قول ہی کہ مسئلہ اولی مین ہا ضمیر واقف کیطرف ہی نہ اُسکے ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفین للاخیر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولهم ینصرف الشرط الیهما هو الاصل قلنا ذلک

فی الشرط المصرح به والاستثناء بمشیئة الله تعالی واما فی الصفة المذکورة فی آخر الکلام فتنصرف الی ما یلیه نحو جاء زید وعمرو العالم الخ فلیحفظ اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ صفت بعد دو معطوفون کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہی ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات مین یہ ہی اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دونون معطوفون کیطرف پھرتی ہی اور یہی اصل ہی ہم کہتے ہین کہ دونون معطوفون کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا بمشیت اللہ مین ہی اور اس صفت مین جو آخر کلام مین مذکور ہو تو یہ اصل ہی کہ اپنے قریب کی طرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم مین عالم فقط عمرو کی صفت ہی انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م شرط مصرح کی یہ مثال ہی کہ (زینب طالق وہندان دخلت الدار) تو دخول دار دونون کی طلاق کی شرط ہی نہ فقط ہند کی اور استثنا کی یہ مثال ہی کہ (زینب طالق وہند انشاء اللہ) وفی المنظومة المحبیة ؎ والوصف بعد جمل اذا اتی ✤ یرجع للجمیع فیما ثبتا ✤ عند الامام الشافعی فیما ✤ ان کان ذا العطف بواو دائما

ان کان اذا عطفا بثم وقعا ✤ الی الاخیر باتفاق رجعا ✤ اور منظومہ محبیہ مین ہی اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہی اُس روایت مین جو امام شافعی سے ثابت ہی اگر معطوف بحرف واو ہوا ور اگر یہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی

ولو علی البنین وقفا یجعل ✤ فان فی ذاک البنات تدخل اور اگر وقف بیٹون پر مقرر ہوا تو اسمین بیٹیان بھی داخل ہونگی م اور اخوہ کے وقف مین اخوات داخل ہونگی کذا فی الظہیریة وقاضی خان اور شاید کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہو اناث پر واللہ اعلم ✤ وولد الابن کذاک البنت به یدخل فی ذریته ہمشیرگان ۱۲

بنت اور پوتا اور اسیطرح نواسی ذریت کے وقف مین داخل ہی م کذاک البنت اصل مین کذاک ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اسیطرح مجرور رہا کذا فی الحلبی ✤ ولو وقف الواقف علی الذریة ✤ من غیر ترتیب فبالسویة ✤ یقسم بین من علا والاسفل ✤ من غیر تفصیل لبعض فانقل

اگر وقف کیا ذریت پر بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ و سافلہ مین بدون زیادتی بعض کے بعض پر سواسی روایت کو نقل کرم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وقف
کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب اور بعید اسمین داخل ہین اور اولاد بنین اور بنات اسمین برابر ہین آزاد ہون یا مملوک اور مملوک کا حصہ اُسکا مولی لیگا۔ وتنقض القسمۃ
فی کل سنۃ * وتقسیم الباقی علی من علیہ * اور قسمت ٹوٹ جائیگی ہر سال اور باقی تقسیم ہوگا اُنپر جنکے واسطے معین کیا ہی واقف نے یعنے اگر واقف کی ذریت مین کوئی اور
لڑکا لڑکی پیدا ہو جو سال گذشتہ مین مستحق نہ تھے یا ذریت موجودہ مین سے کوئی مریگا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہی تو باقی تقسیم
ہوگا اور کل وقف ہی تو کل تقسیم ہوگا کذا فی الطحطاوی * ولو علی اولادہ ثم علی * اولاد اولادہ قد جعلا * وتفاقفالوا لیس فیہ نا ید خل * اولاد بنتہ علی ما نقل * اور
اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علمانے کہا ہی کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی اور ناتن داخل نہین ہوجب روایت منقولہ کے ہم یہی ظاہر الروایت ہی اور
واقعات اور ہنیہ اور ولوالجیہ اور تجنیس اور مزید مین اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی * بنی اولادی کذا اقاربی * واخوتی ولفظ آبائی احسب * یشترک الاناث
والذکور * فیہ وذاک واضح مسطور * بنی اولادی کے لفظ مین اسیطرح اقاربی اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمین اناث اور ذکور شترک ہین اور یہ دلیل واضح
اور مسطور ہی ہم یعنے اگر واقف نے کہا وقف علی آبائی یعنی مین نے باپون پر وقف کیا تو اسمین اُسکی مان اور باپ اور دادا دادی نانا نانی داخل ہونگے اسواسطے کہ
جمع مذکر اختلاط کے وقت مؤنث کو بھی شامل ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وممایکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرطہ ان من مات قبل
استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل لہ حظ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی اولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفۃ واجبۃ کما
افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ التاسعۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہی یعنی مصر مین وہ یہ ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر
علی الترتیب یعنی طبقۃً بعد طبقۃٍ وبطناً بعد بطنٍ اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اسکی اولاد مین سے قبل استحقاق کے مرجاے ولد چھوڑ کر تو اُسکا ولد اپنے
باپ کے قائم مقام ہو اگر اُسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اُس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اُسکا باپ زندہ رہتا اور یہ ولد استحقاق مین طبقۂ اولی کا شریک ہوگا
یا نہین علامہ سبکی نے شارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اسکی مخالفت کی ہی اور یہ مخالفت واجب ہی چنانچہ اسکو بیان کیا ہی ابن نجیم نے اشباہ کے نوین قاعدہ مین ہم اشباہ
مین حاصل سوال اور اپنا جواب مختار یون مذکور ہی کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر اُنکے بعد پر دتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقۃ بعد
طبقۃ وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیہ طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجاے تو اُسکا حصہ اُسکے ولد کو ملے اور جو مرجاے قبل داخل ہونیکے اِس وقف مین اور مستحق ہونے
اُسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پرپوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اُسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہی قاہرہ یعنی مصر مین انتہی طحطاوی نے
کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہی بلکہ اشباہ مین عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہی اور یہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزند دونون
مذکور ہی جو پوتا اپنے باپ کی زندگی مین مر گیا لکنہ ذکر بعد ورقتین ان بعضہم یعبر بین الطبقات بثم وبعضہم بالواو فبالواو یشارک بخلاف ثم فراجعہ متاملا مع شرح الوہبانیۃ فانہ
نقل عن السبکی وتعیین اخرین یحتاج الیہا ولم یزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقون کے بعد مذکور کیا ہی کہ بعضے وقف کرنے
والے طبقات اولاد مین بلفظ ثم تعبیر کرتے ہین اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہوگا سو مراجعت
کر اشباہ کیطرف غور کرکے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اُسنے سبکی سے دو اور صورتین نقل کی ہین جنکی طرف حاجت پڑتی ہی اور ہمیشہ علما حیران رہے ہین شروط
واقفین کے فہم مین مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا امام طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہ اسمین پایا کہ واو کی تعبیر مین قسمت منقوض ہوگی اور ثم مین
منقوض نہوگی اسمین مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہین اور یہ بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہی
سو صحیح نہین بلکہ دونون صورتون مین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلیٰ سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اسکو واضح کردیا ہی اور جو توضیح
اِس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اسکے حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصاً وقد اقتبت فیمن وقف علی اولاد الذکور دون الاناث فماتت مستحقۃ عن ولدین

ابوہما من اولاد الظہور بانہ ینتقل نصیبہا لہما لصدق کونہما من اولاد الظہور باعتبار ابیہما کما یعلم من الاسعاف وغیرہ اور اُس شخص کے حق مین جس نے
وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسے دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتوی مین نے دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونون ولد کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونون پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد مین سے ہین اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ
سے معلوم ہوتا ہے وفی الاسعاف والتاتارخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ماتناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد
ولدہ الذکور کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فہو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور من ولد الواقف فلیس من عقبہ انتہی اور اسعاف اور تاتارخانیہ مین ہے
کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندون پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ رہیگا جبتک اُنکی نسل باقی رہیگی ذکور سے نہ اناث سے
مگر اناث کی اولاد اُسوقت وقف مین داخل ہوگی جبکہ اناث کے ازواج واقف کے پوتون کی اولاد ہون جس شخص کا نسب واقف کیطرف راجع ہو بواسطہ
آبا کے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب مین داخل نہین انتہی کلام الاسعاف ہم قول اخیر قول اول
کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر دیکھی انہ فی الوصایا انہ لو اوصی لآلہ وجنسہ دخل کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ ولا یدخل
اولاد البنات وانہا لو اوصت الی اہل بیتہا او لجنسہا لا یدخل ولدہا الا ان یکون ابوہ من قومہا لان الولد انما ینسب لابیہ لا لامہ قلت وبہ علم جواب حادثۃ لو وقف علی
اولاد الظہور دون اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوہما من اولاد الظہور ہل ینتقل نصیبہا لہما فاجبت نعم ینتقل نصیبہا لہما لصدق کونہما من اولاد الظہر
باعتبار والدہما المذکور اور آگے آویگا کتاب الوصایا مین یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کے واسطے تو داخل ہوگا اِس وصیت
مین جو شخص کہ منسوب ہے اِسکی طرف اِسکے آباو اور اجداد کی جانب سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہل بیت
اور اپنے جنس کے واسطے تو عورت کا ولد وصیت مین نہ داخل ہوگا مگر اُس صورت مین داخل ہوگا جبکہ باپ اُسکا عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے
باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی مان کی طرف مین کہتا ہون اِس تقریر سے جواب اِس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر انمین سے
ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اسکے دونون لڑکون کیطرف منتقل ہوگا سو مین نے جواب دیا کہ ہان عورت کا حصہ
دونون کیطرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونون پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد ہین باعتبار اپنے والد مذکور کے ہم یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہوچکا

فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرہا یہ فصل ہے اُن مسائل مین جو متعلق ہین اولاد کے وقف سے منقول ہین درر وغیرہا سے ہم یہان عبارت درالمختار کی نسخ مین
مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عرب مین یون ہے (فیما یتعلق بوقف اولاد من ذکور وغیرہا) اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ مین (من الدرر وغیرہا) لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد
کیا کما لایخفی وجہہ وعبارۃ المواہب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم وثم جاز عند الثانی وبہ یفتی لجعلہ لولدہ ولکن یختص بالصلبی اور عبارت
مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنی ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف مین محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات مین پھر اسیطرح درجہ
بدرجہ تو جائز ہے ابویوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف کا اپنے ولد کیواسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے لیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنے
پوتے پر وتے کو نہ ملیگا ویعم الانثی مالم یقید بالذکر ادرونہ کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جبتک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو ہم ولد عورت کو اسواسطے عام
ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت مین بھی موجود ہے کذا فی الحلبی عن الدرر ویستقل بہ لو واحد فان انقرض الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان یکون حین الوقف
صلبی فیختص بولد الابن ولو انثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سو اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنے
مرگیا ہو تو وقف فقرا کے واسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اُسوقت جبکہ وقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن

عورت ہو نہ غیر ولد الابن کو نجملہ بطون کے اور نہ واقف کے نانی کو قول اصح مین یعنی اسواسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کیطرف بخلاف ولد الابن کے کذا

فی الدرر ولو زاد وولد ولدی فقط اقتصر علیہما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ مین نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص رہیگا ولو زاد البطن الثالث عم نسلہ

اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنے اگر یون کہا کہ وقفت علی ولدی و ولد ولدی و ولد ولد ولدی) کذا فی الدرر یعنی مین نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پو

پر اور اپنے پر پوتے پر تو غلہ اسکی نسل پر صرف ہوگا جبتک انمین تناسل باقی رہیگا نہ فقرا پر اسواسطے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو مذکور کیا تو بسبب کثرت وسائط کے تفاوت فاحش پایا گیا تو صفت

تخصیص کی مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی رہا تو سب کو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب مین موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اسمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الطحطاوی ویستوی

الابعد والاقرب الا ان یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتدا علی اولادی بلفظ الجمع و علی ولدی و ولد ولدی او ولد اولادی اور بطن ثانی کی زیادتی مین ابعد اور اقرب برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف

وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہے مگر یون کہے بلفظ جمع کہ ابتدا اسے وقف میرا اولاد میری یا یون کہے کہ وقف ہے میرے ولد پر اور میرے

اولاد کی اولاد پر ثم ترتیب پر دلالت کرتا اسطرح پر کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یون کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے کہ بطنا بعد بطن تو اسوقت اسی سے ابتدا

ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ولکن سماہم فمات احدہم صرف نصیبہ للفقراء ولو علی امرأتہ واولادہ ثم مات لم یختص ابنہا بنصیبہا اذا لم یشترط رد نصیب من مات

منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنی اولاد پر ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیرون کیواسطے ٹھہرایا کذا فی الدرر سو انمین سے ایک لڑکا مرگیا تو اسکا

حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر زوجہ مرگئی تو اسکا بیٹا اسکے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا جبکہ واقف نے اس شخص کا حصہ جو انمین سے

مرگیا اسکے ولد کیواسطے پھیر دینا شرط نہ کیا ہو شاح کو مناسب تھا کہ یون کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ تا کلام متناسب ہوتا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے زوجہ کے بعد استحقاق

اپنی اولاد کیواسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا درر مین ولد الزوجہ کہا اس سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہی اور جو لڑکا زوجہ کا اور شوہر سے

ہو اسکو وقف مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنی او علی اخوتی دخل الاناث علی الاوجہ وعلی بناتی لا یدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹون

یا اپنے بھائیون پر تو اسمین اناث بھی داخل ہین بقول معتبر یعنے بیٹیان اور بہنین بھی وقف مین داخل ہونگی یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے

بخلاف جمع اناث کے کہ مرد و قال علی بنی ولہ بنات فقط او قال علی بناتی ولہ بنون فالغلۃ للمساکین ویکون وقفا منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹون پر اور حالانکہ

اسکی بیٹیان ہین یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حالانکہ اسکے فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف

اسکی طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ من ولد

لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانتہ او ام ولدہ المعتقۃ لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل وطیہا فلو یحل فلا لاحتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ

اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مدت مین پیدا ہوا ابتدائے نموداری غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت

مین پیدا ہوا اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مبانیہ یا اسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے بسبب ثابت النسب ہونے والد کے بلا ثانت وطی

طلاقی بائن دی ہوئی ۱۲

اسکی ماں کے سوا اگر اسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہو یا زوجہ معتدہ رجعی ہو کذا فی الحلبی تو اکثر مدت کی ولادت مین داخل قسمت نہوگا بسبب احتمال

علوق ولد کے بعد نمود ہونے غلہ کے وتقسم منہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون

مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب انکے قول کے ملیگا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث وانثی مع الذکور ویرجع سہمہ للورثۃ

لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہے تو فرض کیا جائے مرد عورتون کے ساتھ اور عورت فرض کیجائے مردون کے ساتھ اور سہم شخص

مفروض کا اسکے وارثون کی طرف راجع ہو بسبب صحیح ہونے وصیت کے معدوم کیواسطے تو ضرور ہے اسکی فرضیت سے تا معلوم ہو کہ قدر غلہ موصی کے وارثون کیطرف

راجع ہوگا اور یہ مسئلہ غامض ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت انمین مختلط ہین تو بموجب اسکی

شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو انمین غلہ برابر تقسیم ہوگا بلا فرض کرنے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کیواسطے للذکر مثل حظ الانثیین اور حالانکہ وہان فقط ذکور ہین یا فقط اناث ہین تو عورتون کے ساتھ مرد اور مردون کے ساتھ عورتین فرض ہونگی اور وصیت انپر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم مفروض وارثون کیطرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف مین تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکلجاتا ہے تو اگر اُنکے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا مساکین کو ملیگا بخلاف وصیت کے اسواسطے کہ جب ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہونے مین وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ معدوم کے لیے وصیت نہین تو یہان فرض کرنا ضرور ہوا تا معلوم ہو جاوے کہ وارثون کیطرف کتنا راجع ہوگا کذافی الطحطاوی عن مواہب الرحمن وشرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات واحد منہم کان نصیبہ لنسلہ فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ جمیعہم ومنہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا مینے اپنے ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمین مرجائے تو اُسکا حصہ اُسکی نسل کیواسطے تو غلہ اُسکے تمام اولاد اور نسل کیواسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اُسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے بنا بر عمل کرنے شرط کے م توضیح اسکی در مین یون ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے والد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جبتک انمین تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اسکے والد کیواسطے شرط کیا تو غلہ اُسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مریگا اور اپنا ولد چھوڑیگا تو میت کا حصہ اُسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے تو ولد میت دو سہم پاویگا ایک سہم وہ جو واقف نے اسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونون حصون کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کردیا ولو قال وکل من مات منہم من غیر نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون جعلا اصل الغلۃ لا للفقراء مادام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ مین واقف نے کہا کہ جو ولد انمین سے بلا نسل مرجائے تو اسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہے درحالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہین یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنے غلہ کے مصرف مین صرف ہوگا فقیر ونکو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولدہ ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اُسکے ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد ولدہ الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور اُسکے ذکور اولاد کا یعنے عورتون کا نام عقب نہین مگر یہ کہ عورتون کے شوہر اُسکے پوتون کی اولاد ہون چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا والہ وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کے آل اور جنس اور اہل بیت جو شخص کہ اُسکا ہم نسب ہو اُسکے اقصاے والد کی طرف اسلام مین اور اقصاے والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتداے اسلام کو پایا خواہ اُسنے اسلام قبول کیا یا نہ کیا ہو اور ادراک اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہین اہل بیت مین مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہین لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور اُنکے سوا اور عورتون کی اولاد اہل بیت مین داخل نہین مگر جبکہ اُنکے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہون کذافی العالمگیریہ عن الظہیریہ وقرابتہ وارحامہ وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا وکذا من علا منہم او سفل عندہما خلافا لمحمد بعدہم منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہین جو اسکے ہم نسب ہون اُسکے اقصاے والد تک اسلام مین اُسکے ماں باپ کیطرف سے اُسکے والدین اور ولد صلبی کے سوا اُنکو قرابت نہین کہتے باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہین چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہین چنانچہ پوتا پوتی ناتی ناتن اُسکو بھی قرابت نہین کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمدؒ کے کہ اُنھون نے اُنکو بھی قرابت مین شمار کیا ہے م انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہین جو اسکے نفقہ مین ہون خواہ اُسکے گھر مین ہون یا نہون کذافی العالمگیریہ وان قید بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیرون کے ساتھ مقید کیا تو محتاجی وجود غلہ کے وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اُس دن محتاج ہوگا جب غلہ پایا گیا یہ قول ہے ہلال رحمہ اللہ کا وہو المجوز لاخذ الزکوۃ اور فقر سے مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا مجوز ہے م جسکو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف مین قاضی خان مین ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے اتنے ہون جنکی قیمت سو درم ہو وہ غنی ہے اُسکو زکوۃ وقف لینا حلال نہین کذافی العالمگیریہ فلو تاخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر شارک المفتقر وقت القسمۃ الفقیر وقت وجود الغلۃ لان

سلم یعنی فقیر وہ ہے جو زکوۃ لینا جائز ہو ۱۲

الصلات انما تملک حقیقۃ بالقبض و مرد الفقر والموت لایبطل ما استحقہ پھر اگر واقف کے صرف مین تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ سے سو غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا
تو شارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اُسکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوکہ نہین ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا مالداری
اور موت کا مبطل اس حق کا نہین جسکا وہ مستحق ہوچکا ہو غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہون نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہوگیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی
ہوا بعد کٹنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریہ اور یہان سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو فقیرون کا حق ہے تو چاہیے
کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیرون کا حق نہین ہوگیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہین ہوتا مگر قبض سے واما من ولد منہم لدون نصف حول بعد
مجی الغلۃ فلا حظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شئ لہ والحمل لا شئ لہ اور وقف مذکورین جو اہل قرابت مین لڑکا پیدا ہو کمتر چھ مہینے کی مدت مین
غلہ آنیکے بعد تو اُسکا حصہ نہین بسبب اُسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق نہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ
فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہین ہم یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف مین اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قید بصلاحہم
او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او من جاورہ منہم او من سکن مصر تقید الاستحقاق بہ عملا بشرطہ اور اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب
فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اُسکا مجاور رہے یا جو مصر مین مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر
عمل کرنے اُسکی شرط کے اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل الشر لیس بمتہتک صاحب ریبۃ ہو نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب
اور اہل عفاف و اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامہ فی الاسعاف ومن احوج حوادث زمانہ الی ماخفی من مسائل
الاوقاف فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان فی شرح مواہب الرحمن للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر
الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنین وعشرین وتسعمائۃ وہو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ
کا اسعاف مین ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کرین تو اُسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص
ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسیطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن مین جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت
پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا مین نو سو بائیس ہجری مین اور وہی اسعاف کے بھی مصنف ہین ہم یہانتک فروع اوقاف ذکر
ہوچکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہین واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو بمحل یہان مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا
خالی وقت سے نہین بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ مین تابع ہے شارح کا قول الاشباہ اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی و اربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف
دو گواہون کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلون مین مانع نہین ہم یعنی جسمین تعدد شہادت کا شرط ہے اسمین اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب
ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے دریافت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین مین لفظا اور معنی شرط ہے اسطرح پر کہ دونون کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت
مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اُسکا اعتبار ہے جسپر دونون شاہدون نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے
ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہین لیکن صاحبین کے نزدیک
ہزار پر گواہی مقبول ہے جبکہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونون نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے
کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عند ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجاے الا فی احدی و اربعین کے الا فی اثنین و اربعین
کہتا تا تفصیل آیندہ کے مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس صورتین مستثنی مذکور ہین قال فی زواہر الجواہر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح
المحال علیہ مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاہدین وانا اذکرہا سردا فاقول الاولی شہد احدہما ان علیہ الف درہم وشہد الآخر انہ اقر بالف درہم تقبل

شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ والنظائر مین کہا البتہ مصنف اشباہ نے اُس شرح مین جسپر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق مین چند مسائل کو ذکر
کیا ہے جسمین اختلاف شاہدین مضر نہین اور مین اُن مسائل کو شمار کرکے بلا دلیل ذکر کرتا ہون سو کہتا ہون پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم
ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ شہد احدہما بالجودۃ والآخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی
بالاقل ۲ دعوی کیا مدعی نے بقدر کر کے کھرے گیہون کا تو ایک نے کھرے ہونیکی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہون ہونیکی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول ہوگی
اور اقل پر حکم ہوگا م کر بضم اول و تشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار فقال احدہما نیسابوریۃ والآخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ وہی اجود یقضی بالبخاریۃ
۳- دعوے کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کھرے ہین تو دینار
بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الہبۃ والعطیۃ ۴- اگر دونون اختلاف کرین ہبہ و عطیہ مین الخامسۃ لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵- اگر اختلاف کرین
نکاح اور تزویج کے لفظ مین م بحر الرائق مین کہا کہ تطابق لفظی مین یہ شرط نہین کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اُسکے مرادف تو ہبہ و عطیہ کا اختلاف یا نکاح اور
تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہین انتہی حموی نے کہا تو اب استثنا کی حاجت نہین کہ واقع مین یہان اختلاف ہی نہین السادسۃ شہد احدہما انہ جعلہا صدقۃ موقوفۃ ابدا
علی ان لزید ثلث غلتہا ویشہد اخران لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶- ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اُسکا تہائی
غلہ ملے اور دوسرا گواہی دیتا ہے کہ زید کو اُسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی م اور ایسی ہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق
علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشہد احدہما بہ والاخران المشتری اقر بذلک تقبل ۷- مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے بیع الوفا
کی بیع کی تو ایک گواہ نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے م بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ ہر قول کا
یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل مین داخل ہے کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شہد احدہما انہا جاریتہ والآخر انہا کانت لہ تقبل ۸- ایک نے گواہی دی کہ وہ اُسکی
لونڈی ہے اب اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اُسکی لونڈی تھی تو قبول ہوگی التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالف قرض والآخر بالف ودیعۃ تقبل ۹- دعوی کیا
مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشر ادعی الابراء فشہد احدہما بہ
والآخر انہ وہبہ او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰- دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کردیا یا خیرات کیا
یا اُسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء مین داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الہبۃ فشہد احدہما بالبراءۃ والآخر بالہبۃ وانہ حللہ جاز- ۱۱ دعوی
کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اسکو دین ہبہ کردیا سو ایک نے برات کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الہبۃ فشہد احدہما بہا والآخر
بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲- دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی دیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کردیا تو ایک نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراء کی تو جائز ہے اور ابراء
ثابت ہوگا اور ضامنی باطل ہوجاویگی الثالثۃ عشرۃ شہد احدہما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والآخر علی اقرارہ بانہ اودع منہ ہذا العبد تقبل ۱۳- ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے
اقرار پر کہ اُسنے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اُسکے اس اقرار پر کہ اُسنے مدعی کا غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی م صورت اسکی یہ ہے ایک مرد نے غلام کا
دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پا دیگا اور یہی صحیح ہے مسئلہ آیندہ الرابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہ
غصب منہ والآخران فلانا اودع منہ ہذا العبد یقضی للمدعی ۱۴- ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے
اُسکا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہے تو مدعی کیواسطے حکم ہوگا الخامسۃ عشر شہد احدہما انہا ولدت منہ والآخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵- ایک نے گواہی دی کہ عورت اُسکا لڑکا جنی
اور دوسرے نے یہ کہ وہ اُس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی م صورت اُسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اُسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہون نے شہادت مذکور دی تو طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ حمل کو غالبًا ولادت لازم ہے تو گویا اُسنے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شہد احدہما انہ اقر ان الدار لہ والآخر انہ سکن فیہا تقبل

۱۶-ایکنے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اسمین ساکن تھا تو مقبول ہوگی م ہر چند سکونت باجارہ یا باعارہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک
اسمین اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعة عشرة شهد احدهما انها ولدت منه ذكرا وقال الآخر انثى تقبل
۱۷-ایکنے گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے م صورت اسکی یہ ہے کہ طلاق اُسکی مطلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنة عشرة
انكر اذن عبده فشهد احدهما على اذنه في الثياب والآخر في الطعام تقبل ۱۸-مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایکنے گواہی دی کپڑون کی تجارت کے
اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم مین اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب المأذون التاسعة عشرة اختلف
شاهدا الاقرار بالمال في كونه اقر بالعربية او بالفارسية تقبل بخلافه في الطلاق ۱۹-اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدون نے کہ اُسنے عربی زبان مین اقرار کیا یا فارسی مین
تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار مین اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شهد احدهما انه قال لعبده انت حر
والآخر انه قال آزادی تقبل ۲۰-ایکنے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی مین کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی مین آزادی یعنی تو آزاد ہے
تو مقبول ہے الحادية والعشرون قال لامرأته ان كلمت فلانا فانت طالق فشهد احدهما انها كلمته غدوة والآخر عشية طلقت ۲۱-زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے
سے بات کریگی تو تو طلاق ہے سو ایکنے گواہی دی کہ اُسنے اُس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانية والعشرون
ان طلقتك فعبدي حر فقال احدهما طلقها اليوم والآخر انه طلقها امس تقع الطلاق والعتاق ۲۲-زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دون تو میرا
غلام آزاد ہے سو ایکنے گواہی دی کہ اُسنے آج کے دن اُسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہونگے م اس مسئلہ
مین اور مسئلہ سابقہ مین مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثة والعشرون شهد احدهما انه طلقها ثلثا البتة والآخر انه طلقها ثنتين البتة يقضي بطلقتين
ويملك الرجعة ۲۳-ایکنے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج
رجعت کا مالک ہوگا م اگر لفظ البتہ کا شہادت سے تعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ
اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعة والعشرون شهد احدهما انه اعتق بالعربية والآخر بالفارسية تقبل ۲۴
ایکنے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان مین غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی مین تو مقبول ہے م یعنی شاہد نے عربی فارسی مین گواہی دی اور شاہد نے یہ
نہین کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کہ اسمین قول مولی کا عربی فارسی مین مذکور ہے الخامسة والعشرون اختلفا في مقدار المهر
يقضي بالاقل ۲۵-شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر مین تو اقل مہر پر حکم ہوگا م طحطاوی نے کہا جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق
اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئی مقدار مال مین تو گواہی مقبول نہین مگر نکاح مین مقبول ہے اور مہر مین مہر مثل کیطرف رجوع ہوگا اور
صاحبین نے کہا کہ نکاح مین بھی مقبول نہین انتہی تو اقل پر حکم کرنا اسکے منافی ہے السادسة والعشرون شهد احدهما انه وكله بخصومته مع فلان في دار سماه وشهد الآخر
انه وكله بخصومته فيه وفي شيء آخر تقبل في دار اجتمعا عليه ۲۶-گواہی دی ایکنے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے اُس گھر مین جسکا
وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اسی گھر کی خصومت مین اور دوسری چیز کی خصومت مین بھی تو گواہی مقبول ہوگی
اُس گھر کی وکالت مین جسپر دونون شاہد متفق ہوے السابعة والعشرون شهد احدهما انه وقفه في صحته والآخر بانه وقفه في مرضه قبلا ۲۷-ایکنے گواہی دی کہ واقف
نے اسکو وقف کیا اپنی صحت مین اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسکو اپنے مرض مین وقف کیا تو دونون مقبول ہین م طحطاوی نے کہا لیکن اسکی
تصریح نہوئی کہ وقف کل مین ہوگا یا ثلث مین اگر اسکا اتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہے مگر اسکو بنقل ثابت کرنا چاہیے
الثامنة والعشرون لو شهد شاهد انه اوصى عليه يوم الخميس وآخر يوم الجمعة جازت ۲۸-اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

تسلا وصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعة والعشرون ادعی مالا فشہد احدہما ان المحتال علیہ احال غریمہ بہذا و شہد الآخر انہ کفل عن غریمہ
بہذا المال تقبل ۲۹۔ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اُسکے دائن نے یہ مال اُتارا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے
مدیون کا ضامن ہوا بواسطے اس مال کے تو گواہی مقبول ہے غریم معنی دائن و مدیون دونوں کے بولا جاتا ہے سو یہاں غریم اول معنی دائن ہے اور غریم ثانی یعنی مدیون
ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اُتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوی کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے
دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے
گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خالد پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اُسپر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور
یہ صورت شیخ صالح کے کلام میں آگئے اوکی مگر اُسنے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی الثلثون شہد احدہما انہ باعہ کذا الی شہر و شہد الآخر بالبیع
ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰۔ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اُسکو بیچا ایک معینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیۃ والثلثون
شہد احدہما انہ باعہ بشرط الخیار ثلثۃ ایام ولم یذکر الآخر الخیار تقبل فیہما ۳۱۔ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونوں میں
مقبول ہے الثانیۃ والثلثون شہد واحد انہ وکلہ بالخصومۃ فی ہذہ الدار عند قاضی الکوفۃ والآخر عند قاضی البصرۃ جازت شہادتہما ۳۲۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی
کو اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے الثالثۃ والثلثون شہد انہ وکلہ بالقبض
والآخر انہ جریہ تقبل ۳۳۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسکو مسلط کیا تو مقبول ہے ہم تو لہ جراہ من التجریۃ بمعنی التسلیط کذا
فی الحلبی الرابعۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبض والآخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل ۳۴۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسکو
قبض کرنے پر مسلط کیا ہم یہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ کا فرق ہے الخامسۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ اوصی لہ بقبضہ فی حیوتہ
تقبل ۳۵۔ ایک نے گواہی دی کہ اُسکو اُسنے اُسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اُسکو اپنی زندگی میں اُسکے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے
ہم موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہیں اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہوجاتی ہے السادسۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بطلب دینہ
والآخر بتقاضیہ تقبل ۳۶۔ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اُسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو
مقبول ہے السابعۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر بطلبہ تقبل ۳۷۔ ایک نے گواہی دی کہ اُسکو وکیل کیا اُسکے قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے
نے کہا اُسکے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے الثامنۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ امرہ باخذہ او ارسلہ لیاخذہ تقبل ۳۸۔ ایک نے گواہی
دی کہ اُسنے اُسکو اُسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اُسکو اُسکے لینے کا امر کیا یا اُسکو بھیجا تا اُسکو لے تو مقبول ہے التاسعۃ والثلثون
اختلفا فی زمن اقرارہ فی الوقف تقبل ۳۹۔ دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار فی الوقف میں ہم اسمین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود
اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قول میں اور اگر فعل محض ہو جیسا نچہ غصب یا
قول مختلط بفعل ہو جیسا نچہ نکاح تو اسمین اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اُسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون اختلفا فی مکان اقرارہ تقبل ۴۰۔ شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے
الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ۴۱۔ گواہوں نے اختلاف کیا واقف کے وقف کرنے میں اُسکی صحت میں یا اُسکے مرض
میں ہم یہ مسئلہ شائیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہو گیا الثانیۃ والاربعون شہد احدہما بوقف علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء انتہی ۴۲۔ ایک
شاہد نے گواہی دی واقف کے وقف کرنیکی زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیروں پر ہوگا انتہی کلام الہبرکلت و زدت تفصیل ما علی ما ذکرہ المصنف

مسائل شہادة اختلفا فی تاریخ الرہن بان شہد احدہما انہ رہن یوم الخمیس و الآخر یوم الجمعۃ تسمع عندہما خلافا لمحمد جواہر الفتاوی شیخ صالح نے کہا مین کہتا ہون اور جو مسائل
معنف اشباہ اور بحرالرائق نے مذکور کیے اُنپر مین نے چند مسائل زیادہ کیے یعنے تیرہ مسئلے ازانجملہ یہ ہے کہ شاہدون نے تاریخ رہن مین اختلاف کیا سو ایک نے گواہی دی
کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمد کے کذافی الجواہر الفتاوی ومنہا واتفق الشاہدان علے
الاقرار بہ و احدہما اختلفا فقال احدہما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور ازانجملہ یہ کہ اگر شاہدون نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور
مکان مین اختلاف کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب فلان مکان مین تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان مین تھے تو مقبول ہے حم حلبی نے کہا یہ بکر ہی چالیسوین صورت
کے ساتھ طحطاوی نے کہا مگر دونون مین فرق ہے سو اسطے کہ چالیسوین وقف کے اقرار مین ہے اور یہان مال کے اقرار مین علاوہ اسکے وہان شاہدون نے یہ نہین کہا کہ ہم سب تھے سو تامل کر دو اسکا
مابعد سینتیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہو جائیگا ومنہا لو قال احدہما المسألۃ بحالہا کان ذلک بالغداۃ وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل وہما فی الوہبانیہ اور ازانجملہ یہ کہ ایک
نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہی یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہے یون کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور یہ دونون صورتین ولوالجیہ
مین مذکور ہین ومنہا شہد اعلی رجل انہ طلق امرأتہ واحد ہما یقول انہ عین منکوحۃ بنت فلان الآخر یقول عینہا انی اعلم و اشہد ان المرأۃ التی کانت لہ سوی ابنۃ فلان
قد طلقہا و اخرجہا من دارہ قبل ہذا التطلیق قال فخر الدین اذا شہد اعلی الطلاق الا انہ عین احدہما المرأۃ وذکر اسمہا ولم یعین الآخر التی ہی فی نکاحہ ولیس فی نکاحہ
غیر امرأۃ واحدۃ تصح الشہادۃ وہی فی جواہر الفتاوی اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی
عین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلاً طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ وہ مطلقہ بعینہا نہین مین تو مقرر جانتا ہون اور گواہی دیتا ہون کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید
کی بیٹی کے سوا اُسکو اُسنے طلاق دی اور اُسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اُسنے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اِس تطلیق کے یعنے جسمین ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذافی الطحطاوی
فخر الدین نے کہا جب کہ دونون نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اِسکا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اُس عورت کو جو
اُسکے نکاح مین تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح مین نہین سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہو گی یعنی اسواسطے کہ صاف معلوم ہو گیا کہ مطلقہ زید ہی کی
بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی مین ہے ومنہا ادعی ملکہ دارہ فشہد لہ احدہما انہا لہ وقال ملکہ وشہد الآخر انہا کانت ملکہ تقبل قنیۃ المفتی اور ازانجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک
کا دعوی کیا تو ایک نے گواہی دی کہ وہ گھر اُسی کا ہے یا یون بولا کہ اُسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اِسکا مملوک تھا تو مقبول ہے کذافی القنیۃ المفتی م جب زمانہ
گذشتہ مین اُسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بطور سابق اُسی کا مملوک ہیگا اُس وقت تک کہ ناقل شرعی اِسکو نقل کرے ومنہا ادعی الفین والف وخمسمأۃ فشہد احدہما بالالف
والآخر بالف وخمسمأۃ تقضی لہ بالالف اجماعا منیۃ اور ازانجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا اور شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایکہزار اور پانسو
کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہو گا کذافی المنیۃ المفتی اسواسطے کہ شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایکہزار اور دو ہزار کی گواہی کے اسواسطے کہ ہزار دو ہزار مین
بضمناً داخل ہے نہ صراحۃً اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذافی الطحطاوی ومنہا لو شہدان لہ علی ہذا الرجل الف درہم وشہد احدہما انہ قد قضاہ المطلوب منہا خمسمأتہ
والطالب ینکر ذلک فان شہادتہما علی الالف مقبولۃ ولوالجیہ اور ازانجملہ یہ کہ دونون شاہدون نے بالاتفاق اِسکی گواہی دی کہ مدعی کے اِس مرد پر ہزار درم ہین اور
ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ مین سے مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کیے ہین اور طالب اِسکا منکر ہے تو اِن گواہون کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذافی الولوالجیہ یعنی مدعی علیہ کو
چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنہا ادعی جاریۃ فی ید رجل وجاء بشاہدین فشہد احدہما انہا جاریتہ غصبہا منہ وشہد الآخر انہا جاریتہ ولم یقل
غصبہا منہ تقبل الشہادۃ مجمع الفتاوی اور ازانجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ مین اور مدعی دو شاہد لایا سو ایک شاہد نے
گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعی علیہ نے اِس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اِسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اُسنے اُس سے غصب
کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذافی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق گاہے مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ومنہا شہد البقرۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا تقبل عندہ خلافا لہما

جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ شاہدون نے گاے کے چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اُسکے رنگ مین تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہو بخلاف صاحبین کے
کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بکفالۃ والآخر بحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے
حوالہ دین کی تو کفالت مین گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ کمتر ہو کذا فی جامع الفصولین م یہ صورت ستائیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہی
ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وحدہا وشہد الآخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وہی فیہ ایضا اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے
گواہی دی کہ مثلاً زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کے بھی طلاق کا وکیل
کیا ہو تو زید اسی عورت کی طلاق مین وکیل ہوگا جس عورت پر دونون شاہد متفق ہوے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہو ومنہا شہد بالوکالۃ وزاد احدہما انہ
عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وہی فیہ ایضا اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کیا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا
وکالت سے تو شہادت وکالت مین مقبول ہوگی نہ معزول کرنے مین اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہو ومنہا ادعت ارضا شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا
عوضا عن الاستیمان شہد الآخر انہا تملکہا لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک لمشتریہ فکانہما شہدا انہ ملکہا اور ازانجملہ یہ کہ عورت نے ایک
زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اُس عورت کی مملوک ہو اسواسطے کہ اُسکے زوج نے وہ زمین اُسکو بعوض مہر کے دی ہو اور دوسرے
نے گواہی دی کہ اُس زمین کی عورت ہی مالک ہو اسواسطے کہ اُسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہو تو گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ ہر بائع اپنے
مشتری کی ملک کا مقر ہو تو گویا دونون شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہو م جب زوج نے زمین عوض مہر کے دی تو
زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارت ہو مہر سے کذا فی الطحطاوی وقیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا عوضا وشہد بالعقد وشہد الآخر باقرارہ بالملک فاختلف
المشہود بہ اما لو شہد احدہما ان زوجہا دفعہا عوضا والآخر باقرارہ انہ دفعہا عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والآخر باقرارہ وہی فی جامع الفصولین
انتہی کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبد اللہ الغزی اور قول ضعیف مین شہادت مذکورہ مردود ہو اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج
نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہو گیا یعنی اِس
جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اُسکے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا ازوج
کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اُسنے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونون شاہدون کے چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے
اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہو اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہو تمام ہوچکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا فی الاشباہ السکوت کالنطق الا
فی مسائل عد منہا سبعۃ وثلثین اشباہ مین ہو کہ سکوت نطق کے مانند ہو مگر چند مسائل مین شمار کیا ہو مسائل مذکورہ مین سے سینتیس کو م اولی یہ تھا کہ شارح
یون کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا چنانچہ اسطرح ہو بعض نسخ درالمختار مین اور یہ نقل بالمعنی ہو اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہو القاعدۃ الثانیۃ
عشر لا ینسب الی ساکت قول ثم قال لخرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے ۳۷ مسائل کو کتاب النکاح
کے باب الاولیا مین مفصل ذکر کیا ہو قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین الاولی مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ
قبول ورضی کقولہ لساکن دارہ اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمہ المسمی وذکرہ المولف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہو سکوت کرنا اجارہ مین قبول ورضامندی
ہو چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے والا اُٹھ جا اور پھر متاجر چپ رہا تو اسکو معین کرایہ
دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اِسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہو الثانیۃ سکوت المودع قبول دلالۃ قال المولف فی البحر سکوتہ عند
وضعہ بین یدیہ قبول دلالۃ انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہو بدلالت حال موصوف اشباہ نے

اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا جب ہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہی باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہا فی زواہر الجواہر
مسائل اور مسائل مذکورہ بزواہر الجواہر مین چند مسائل بڑھائے ہین منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا عند بیع زوجہا لما فی
البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی تقریب الزوجۃ انتہی وصحح قاضی خان انما تسمع فلیتامل عند الفتوی ازانجملہ ماتن کے اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ
کے بیع کرنے کے وقت سو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہی اسواسطے کہ بزازیہ مین
فتوی ہی عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ مین انتہی مافی البزازیہ اور قاضی خان نے تصحیح کی ہی کہ دعوی مذکور مسموع ہی تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کیوقت یعنی
مفتی کو مناسب ہی کہ خصمین کو نظر کرے اور جو اُنکے حق مین احوط ہو اُسکا فتوی دے کذا فی الطحطاوی قلت وزاد مافی تنفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف
المشتری فیہ زرعا وبناء اعزیناہ للبزازیۃ وہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ وترک آخر شارح
کہتا ہی مین کہتا ہون اور زیادہ کیا جاوے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر مین ہی یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کیوقت خرید کے مکان مین باعتبار
زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اِس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہی اور اسیطرح تنویر البصائر مین ذکر کیا ہی اسی کی طرف نسبت کر کے تو تعجب ہی جواہر
زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اُسنے ابتدا کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا ہم صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہی اپنے زوج کی بیع کرنے کے وقت اور
آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہی متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہی کہ اگر
عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہانتک کہ وہ جنی تو اُسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا مافی المحیط رجل زوج رجلا بغیر امرہ فہناہ القوم
وقبل التہنئۃ فہو رضی لان قبول التہنئۃ دلیل الاجازۃ اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہی جو محیط مین ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا بدون اُسکے امر کے سو اُسکو قوم
نے مبارکبادی دی اور اُسنے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہی نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہی ہم یہ مسئلہ مبنی ہی
ظاہر الروایہ پر اور بموجب روایت حسن کے جسپر فتوی ہی نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہی ورنہ یہ مسئلہ مستثنیات مین نہوگا ومنہا الوکالۃ
کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکرا لمولف فی بحرہ من بحث الاولیاء
اور ازانجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہی اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے
کہا کہ مین چاہتا ہون کہ تیرا نکاح کرون اپنی ذات سے سو وہ چپ ہی سو اُسنے اُس سے نکاح کر لیا تو جائز ہی ذکر کیا ہی اُسکو مولف نے اپنی کتاب بحر الرائق مین
اولیا کی بحث سے ہم یہان سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہی اور یہ غیر ہی ماتقدم کا کہ وہان وکیل کا سکوت مراد ہی ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی
الشہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاہد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد و
کان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال لہ سالتک لا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت
قد عدہ فی الاشباہ معزیا للشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد اور ازانجملہ سکوت اہل علم
اور صلاح کا قول کے برابر ہی شاہد کے تعدیل مین چنانچہ بحر الرائق کے کتاب الشہادت مین ہی کہا اور کفایت کرتا ہی سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا
سکوت اُسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط مین ہی کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اُسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی
اُسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اُس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا مین تجھ سے پوچھتا ہون تو مجھکو جواب نہین دیتا
تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہین کرتا شارح کہتا ہی مین کہتا ہون سکوت مزکی کو اشباہ مین شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادت
کیطرف نسبت کر کے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہان یہ البتہ ہی کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی مین اُسکے اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہی لہذا اُسکو

اُسکو زوائد مین شمار کیا ہم اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہو نکیف یکون فی تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح نفعہا من الزوائد انتہی طحطاوی نے کہا من الزوائد خبر ہی
یکون کی اور قول اُسکا نفعہ کا حذف کرنا اولی ہو خلاصہ مطلب یہ ہو کہ جب یہ مسئلہ اشباہ مین ہو تو فقط اہل علم او صلاح کی قید لگانے سے زوائد مین کیونکر ہوگا چونکہ عبارت
مذکور خالی تکلف سے نہ تھی لہذا مترجم نے نسخۂ صحیحہ مکتوبہ عرب پر اعتماد کیا واللہ اعلم ومنہا لو ان العبد خرج لصلوٰۃ الجمعۃ فراہ مولاہ فسکت حل لہ الخروج ایہا لان السکوت
بمنزلۃ الرضی کما فی جمعۃ البحر اور از انجملہ یہ کہ اگر غلام نماز جمعہ کیواسطے نکلا سو اُسکے مولی نے اُسکو دیکھا سو چپ رہا تو اُسکو نماز کیواسطے نکلنا حلال ہو اسواسطے کہ سکوت
بمنزلہ رضامندی کے ہو چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب الجمعہ مین مذکور ہو ومنہا ما فی القنیۃ بعد ان رقم بعلامۃ نع عت ولو زفت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب بما بعث الیہ
من الدنانیر وان کان الجہاز قلیلاً فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم مخینئذ یفتی بانہ اذا لم یجہز بما یلیق فلہ استرداد ما بعث والمعتبر ما یتخذ للزوج لا ما یتخذ لہا و
لو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شئ اور از انجملہ وہ مسئلہ ہو جو قنیہ مین مذکور ہی بعد علامت نع عت کے
اگرچہ زوجہ زوج کے پاس بھیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا اُن دنانیر کا جو اُسکے باپ یا چچا کیطرف بھیجے تھے جائز ہو اگر تھوڑا جہیز دیا ہو تو اسکو مطالبہ
کرنا اُس قدر جہیز کا جو اُنکے عرف مین مبعوث کے ساتھ لائق ہو درست ہو تو اِسوقت مین یہ فتوی ہو کہ جب زوجہ کے ولی نے جہیز مناسب حال نہ دیا تو زوج کو پھیر لینا
اِس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہو اور معتبر وہ جہیز ہو جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہو نہ وہ جہیز جو زوجہ کیواسطے ہوتا ہو اور اگر زوج نے سکوت کیا
بعد زفاف کے اتنی مدت کہ اُس سے عدم جہیز یا قلت جہیز کی رضامندی معلوم ہوگئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اُس مدت کے جائز نہین اگرچہ زوج کیواسطے کوئی چیز بنائی
گئی ہو وم نع علامت ہو قاضی عبد الجبار کی اور عت علامت ہو علاء الدین ترجمانی کی یعنے یہ مسئلہ قاضی عبد الجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہو اور یہان مقصود
بالذکر فقط سکوت بعد زفاف ہو حلبی نے فی عرفہم کے بعد ح ضبط کیا ہو یاے تحتیہ و حاء مہملہ حالانکہ یہ قنیہ کے رموز سے نہین کما لا یخفی علی ناظرہا اور نسخ کثیرہ مین فحینئذ ہو کذا فی
الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح مین مفصل مذکور ہو چکا ومنہا اذا ابراہ فسکت صح فلا یحتاج الی القبول کذا ذکرہ البرہان فی الاختیارات فی کتاب الاقرار از انجملہ
یہ کہ جب اُن نے مدیون کو دین سے بری کردیا سو مدیون چپ رہا تو ابرا صحیح ہو اور حاجت نہین قبول کرنے مدیون کی اسیطرح برہان نے اختیارات کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا ہو
ومنہا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن یکون مبطلاً فی احد الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وہی تعلم من الاشباہ اول القاعدۃ الحمد للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب اور از انجملہ
سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کے وقت رہن کو مبطل رہن ہوگا اور ایک روایت مین مبطل نہین ذکر کیا ہو اِسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارۃ معلوم ہوتا ہو اشباہ کے
اول قاعدہ سے سب تعریف اللہ ہی کو ہو جو غالب اور بخشنے والا ہو اور وہی دانا تر ہو ٹھیک بات کا م شیخ صالح مؤلف زواہر نے زوائد کے بعد حمد ربانی اداکی تالیف
کی توفیق پر بعضے علمانے چند مسائل اور زیادہ کیے ہین ۱- جسنے اپنا اسباب ایک مرد کے پاس رکھدیا اور چپ رہا پھر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر ٹھہریگا یعنی
امانت رکھوانے والا ۲- جب میت کے دو وصیون سے ایک وصی نے جنازہ اٹھانے کیواسطے قبرستان تک حمال کرایہ کیے اور دوسرا وصی حاضر اور ساکت ہو یا بعضے وارثون
نے کرایہ مقرر کیا و دونون وصیون کے سامنے اور وہ ساکت ہین تو جائز ہو اور یہ اجرت جمیع مال سے ہوگی بمنزلہ کفن کے ۳ م بدعت اور خلاف شرع دیکھکر ساکت رہنا رضامندی
کے مانند ہو بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اُسکے روکدینے پر قادر ہو اور اگر قادر نہو تو دل سے مکروہ جانے یعنی در صورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ جانیگا تو اُسوقت
مین اُسکا ثبوت رضامندی مین نہ شمار ہوگا ۴- زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات مین ساکت رہا پھر جب مرگیا تو بعض ترکہ خالد نے بیچا یا اُسکے دین کا تقاضا
کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہو اِن مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ۵- زوج اپنے گھر مین روئی لایا اور اُسکی زوجہ نے سوت کاتا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے
کپڑا بنا تو زوج اُسکے قیمت کا تاوان نہین بھر سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی مین شمار ہوگا ۶- زید نے آٹا گوندھا اور خالد نے اُسکی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری
کو پچھاڑا اور خالد نے اُسکو ذبح کیا تو زید کا سکوت امر کرنیکے مانند ہو باعتبار دلالت حال کے اور خالد اُسکا معین ہو نہ اُسکو اجرت ملیگی نہ اُسپر ضمان ہو اسی نقل مین
کذا فی الطحطاوی عن البیری م تو معلوم ہوا کہ ترین مسائل مین سکوت نطق کے مانند ہو باین تفصیل اشباہ کے مسائل ۳۷- اور تنویر البصائر کے ۳- اور زواہر الجواہر کے

۸- اور طحطاوی کے منقول و قول الاشباہ لایحلف المنکر فی احدی وثلثین مسئلة بیناها فی الشرح یہ قول ہو اشباہ کا کہ قسم نہ لیجائے منکر سے اکتیس مسئلوں میں ہمنے انکو شرح میں بیان
کیا ہی یعنی بحر الرائق میں قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسماة بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرحہ المحال علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف
عندہ فی الاشیاء التسعة وفی الخانیة انہ لایستحلف فی احدی وثلثین مسئلة بعضها مختلف فیہ وبعضها متفق علیہ فذکر سردا اختصار التسعة شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہی
جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہی کہا کہ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے اپنی شرح میں جسپر اشباہ میں حوالہ کیا ہی یوں کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار
کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزوں میں اور خانیہ میں ہی کہ منکر سے قسم نہیں لیجاتی اکتیس صورت میں بعضی اُنمیں مختلف فیہ ہیں اور بعضی متفق علیہ ہیں پھر اسنے
بطور شمار کے بلادلیل اختصار کیواسطے نو چیزوں کو ذکر کیا م اشیاء تسعہ میں تنویر وغیرہ میں یوں ذکر کیا ہی کہ تحلیف نہیں اُس نکاح میں جس کا انکار کیا زوج
یا زوجہ نے اور اُس رجعت میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور اُس ایلا میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار میں جبکا دعوے
لونڈی کرتی ہی اور رقیت اور نسب اور ولا میں اسطرح پر کہ مثلاً زید شخص مجہول پر دعوے کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہی یا بالعکس اور حد اور لعان میں حاصل یہ ہی کہ مسائل مذکورہ میں
فتوی ہی عدم تحلیف پر سوا حد کے کذا فی الطحطاوی فی تزویج البنت صغیرة او کبیرة وعندهما تستحلف الاب فی الصغیرة اور تحلیف نہیں تزویج بنت میں صغیرہ ہو یا کبیرہ اور
صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ میں م قولہ فی تزویج البنت عطف ہی تسعہ پر وفی تزویج المولی امتہ خلافا لهما اور مولی کے نکاح کردینے میں اپنی لونڈی کا بخلاف
صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصار فائدہ لایحلف اور دائن کے دعوی میں وصیت کرنیکا پھر مدعی علیہ نے اسپر انکار کیا تو قسم لیجائیگی م دائن نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعی علیہ کو
ادا کرنے دین کی وصیت کی ہی اور چاہتا ہی کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہی تو اسپر قسم نہیں وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوی میں وصی پر م بیان
وصیت تحقق ہی لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں اصل وصیت کا انکار ہی وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعوی کرنے میں دونوں صورتوں میں
وصی کے مانند ہم ایمن دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ فلانے کام کا وکیل ہی اور وہ اصل وکالت کا منکر ہی دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ وکالت تحقق ہی لیکن مدعی
کے دعوی کا منکر ہی کما مر فی المسئلتین المذکورتین وفیما اذا کان فی ید رجل شیء فادعاه رجلان کل الشراء منہ فاقر بہ لاحدهما وانکر الآخر لایحلف اور اس صورت میں جبکہ ایک مرد کے ہاتھ
میں ایک چیز ہی سو اسکا دو شخصوں نے دعوی کیا ہر شخص اس چیز کے خرید کرنیکا مدعی علیہ سے دعوی کرتا ہی سو اسنے ایک شخص کے خریدنے کا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنے کا انکار کیا تو
دوسرا شخص اس سے قسم نہ لیگا وکذا لو انکرهما فحلف لاحدهما فنکل وقضی علیہ لم یحلف للآخر اور اسطرح اگر مدعی علیہ نے دونوں کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کیواسطے اس سے
قسم لی گئی سو اُسنے قسم نہ کھائی اور اسپر حاکم کا حکم ہوگیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی الہبة مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدهما لایحلف للآخر اور نیز
اُس صورت میں جبکہ دو شخصوں نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اُسنے ایک کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجاویگی وفیما اذا ادعی کل منهما انہ رہنہ و
قبضہ فاقر بہ لاحدهما اور اس صورت میں جبکہ دو شخصوں میں سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ نے اس چیز کو رہن کیا ہی اور میں نے اسپر قبضہ کیا ہی سو اُسنے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا
اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او حلف لاحدهما فنکل لایحلف للآخر دعوی رہن مع القبض میں ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کھائی
تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی احدهما الرہن والتسلیم والآخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع لایحلف للمشتری اور اس صورت میں جبکہ ایک مدعی نے
رہن و تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم نہ لیجائیگی ولو ادعی احد
۲۲ هذین الاجارة والآخر الشراء فاقر بها وانکره لایحلف لمدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدة او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک
مدعی نے اگر اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کے واسطے قسم نہ لیجائیگی اور
اسکے مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونیکا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال م خرید کے مدعی سے انتظار کیواسطے
اُسوقت کہا جائیگا جبکہ اُسنے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہی اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت میں لف و نشر غیر مرتب کیا ہی وفیما اذا ادعی احدهما الصدقة

والقبض والآخر الشراء واقر لاحدہما لایحلف اور [21] اِس صورت مین جبکہ ایک مدعی نے کسی چیز کے صدقہ اور قبض کرنیکا دعوی کیا اور دوسرے نے اُسی چیز کے خرید کا دعوی کیا سو
مدعی علیہ نے ایک دعوی کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی کل منہما الاجارۃ فاقر لاحدہما اور [22] اِس صورت مین جبکہ
دو شخصون مین سے ہر ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او لکل لایحلف بخلاف مالو ادعی کل منہما علی
ذی الید الغصب منہ فاقر لاحدہما او یحلف للاحدہما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منہما الایداع فاقر بہ لاحدہما یحلف للثانی فکذا الاعارۃ ویحلف مالہ علیک کذا ولا قیمتہ وہی کذا او کذا
یا اجارہ کے دعوی مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی اور اُس نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کیواسطے قسم طلب نہوگی بخلاف اِسکے وہ صورت ہے کہ اگر ہر ایک نے
قابض پر غصب کا دعوی کیا سو اُسنے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کیواسطے اُس سے قسم طلب ہوئی سو اُسنے قسم نہ کھائی تو دوسرے مدعی سے قسم
لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے اُس سے قسم لیجائیگی اور یہی حکم ہے عاریت
دینے کا اور قسم یون لیجائیگی کہ مدعی کی تجھپر فلانی چیز نہین ہے اور نہ اُسکی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی اتنی ہے م قیمت کی قسم اسواسطے لیجائیگی کہ جب مدعی علیہ نے متنازع فیہ کا ایک
مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو اُسمین فوت کیا اور اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسیطرح کی قسم غصب مین تو ظاہر ہے نہ ودیعت اور استعارہ مین ہان مگر انکار سے
مودع اور مستعیر بھی در حکم غاصب ہوتا ہے وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لم یحلف وکیلہ اور [25] اِس صورت مین جبکہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل بیع کے عیب سے راضی ہوگیا
ہے اور وکیل اُسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہے تو وکیل سے غیر کے فعل کی کیونکر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیلہ لہ
فی النکاح اور [27] اِس صورت مین جبکہ مدعی علیہ انکار کرے کہ مین نے مدعی کو نکاح مین وکیل نہین کیا وفیما اذا اختلف الصانع والمستصنع فی المامور بہ لایمین علی واحد منہما
اور [28] اِس صورت مین جبکہ کاریگر اور کام بنوانے والا کام مین مختلف ہون یعنی صانع کہتا ہو کہ تو نے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ نہین مین نے
دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونون مین سے کسی پر قسم نہین م یہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ درصورت اختلاف فی المامور بہ صانع پر قسم نہین اور دوسری صورت یہ کہ
مستصنع پر قسم نہین وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انہ استصنعہ فی کذا فانکر لایحلف اور [30] اسیطرح اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اُسنے اِس سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد
منکر ہے تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی م باب السلم کے آخر مین معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع عمل مین متفق علیہ ہون تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اِسکو لے اور چاہے نہ لے تو
درصورت اختلاف یا انکار بطریق اولی اِسکو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہے الحادیۃ والثلثون لو ادعی انہ وکیل عن الغائب بقبض دینہ وبالخصومۃ فانکر لایستحلف المدیون
علی قولہ خلافا لہما کذا ذکرہ بعضہم وقال الحلوانی یستحلف فی قولہم جمیعا انتہی اکتیسوان [31] مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص نے کہ مین وکیل ہون شخص غائب کا اُسکا دین
لینے اور خصومت کیواسطے سو مدیون نے اِسکا انکار کیا تو اِس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے بعضے فقہانے اور حلوانی نے کہا
کہ امام اور صاحبین سب کے قول مین مدیون سے قسم لیجائیگی انتہی کلام الخانیہ وبہ علم ان ما فی الخلاصۃ تساہل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف
الا فی ثلث اور خانیہ کے اکتیس مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جو خلاصہ مین ہے سو تساہل اور قصور ہے اسواسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع مین اگر شخص اقرار کرے تو اقرار
اُسکو لازم ہوجاوے جب اُسکا انکار کرے تو اِس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ مین باوجود انکار کے قسم نہین م قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتون کو
مستثنیٰ کیا باوجود کثرت مسائل مذکورہ کے اب آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منہا الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یردہ بالعیب واراد البائع ان یحلفہ باللہ
ما یعلم ان الموکل رضی بالعیب لایحلف فاذا اقر الوکیل لزمہ ذلک ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز مین عیب پایا سو ارادہ
کیا کہ اِسکو بسبب عیب کے پھیرے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اُس سے قسم لے اللہ کی کہ وہ نہین جانتا ہے کہ اِسکا موکل عیب سے راضی ہوگیا ہے تو اِس سے قسم نہ لیجائیگی پھر
اگر وکیل رضا موکل کا اقرار کرے تو اِسکو بیع لازم ہوجاوے اور پھیرنے کا حق باطل ہو م یہ بعینہ خانیہ کا ۲۶ مسئلہ ہے الثانیۃ لو ادعی علی الآمر رضاہ لایحلف وان اقر
لزمہ ۲ مسئلہ اگر مدعی امر کرنیوالے پر دعوی کرے مامور کی رضامندی کا تو اِس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو اِسپر لازم ہوجاوے م ضمیر رضاہ کی مامور کیطرف راجع ہے

چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہوچکا اور احتمال ہے کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضائے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ مین یون ہے کہ لو ادعی الآمر رضاہ یعنی
اگر آمر رضائے مامور کا دعوی کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہوگیا غرض اسکی یہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل
براہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقر لزمہ انتہی ٣ قبض دین کے وکیل پر مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اسکو دین چھوڑ دیا اور اسنے وکیل سے قسم
طلب کی تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اسکو اقرار لازم ہو انتہی ما فی الخلاصۃ ھم اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضائے اقرار یعنی ترک
مخاصمت مدیون کے ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہین کہ اسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے وزدت علی الواحد والثلثین السابقۃ البائع اذا انکر قیام العیب
للحال لا یحلف عند الامام ولو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اور اکتیس مسائل سابقہ پر مین نے یہ مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع جب قیام عیب
فی الحال کا انکار کرے تو اس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اسکو لازم ہو چنانچہ مذکور رہو چکا خیار العیب مین ھم صورت اسکی یہ ہے کہ
مشتری نے دعوی کیا مثلاً کہ غلام فرش پر پیشاب کردیتا ہے اور بائع اسکا منکر ہے تو اسپر قسم نہ آویگی والشاہد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف ولو اقر بہ ضمن ما تلف بہا اور شاہد
جبکہ رجوع عن الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اس مال کا جو اسکی گواہی سے تلف ہوگیا والسارق اذا انکرہا لا یستحلف
للقطع ولو اقر بہا قطع وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ اتفاقاً
اور چور جب چوری کا انکار کرے تو قطع ید کیواسطے درصورت نکول اس سے قسم نہ لیجائیگی یعنے لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائیگی کذا فی الطحطاوی اور اگر
چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہین لیجاتی باپ سے صغیر کے مال مین اور نہ وصی سے یتیم کے مال مین اور نہ مسجد اور اوقاف
کے متولی سے یعنے درصورت دعوی خیانت باپ ورصی اور متولی پر قسم نہین مگر جبکہ انپر عقد کا دعوی ہو تو اب انسے قسم لیجائیگی انتہی کلام البحر یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی
پر اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی قلت وزدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر البصائر کے
مصنف نے کہا مین کہتا ہون اور مین نے چند مسائل زیادہ کیے صاحب بحر الرائق کے مذکورات پر الا دلی لو ادعی رجل شیأ دارا او استحلافہ فقال المدعی علیہ ہو لابنی الصغیر فلا تحلف
وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فاذا استحلف فنکل المدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدقہ المدعی کان کما قال وان کذبہ ضمن الوالد
قیمۃ الارض ولو خذ الارض من المدعی وتدفع للصبی وہذا بمنزلۃ ما لو اقر الغائب لم یظہر جحودہ ولا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فلذلک ہنا قلت وعلی الاول رجوع ہذہ الی
قول المصنف ولا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من لہ وفیہ تامل پہلا مسئلہ تنویر البصائر کا یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ
سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی فضلی مین ہے کہ اسپر قسم ہے سب کے قول مین پھر جب اس سے قسم
طلب ہوئی سو اسنے قسم نہ کھائی اور جسکا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جائیگی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائیگا اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے
مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا اور اگر اسنے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضمان دیگا مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین
مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اسکے ہے کہ اگر مدعی علیہ نے اس شخص غائب کے واسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب ظاہر نہین تو مدعی علیہ سے
قسم ساقط نہوگی تو اسیطرح یہان اقرار صغیر مین بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور قول اول کے موجب یعنے درصورت عدم یمین رجوع اس مسئلہ کا
مصنف بحر الرائق کے اس قول کیطرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہین اسواسطے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہے اور اسمین تامل
ہے (د) طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اس صورت مین ہے جب تحقق ہو جائے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہے اور یہان صغیر کا مال ہونا ثابت نہین مگر باپ کے اقرار
سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیۃ لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء قال فی النوازل ولو ان جار المشتری
لو احضر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقر ان الدار لابنہ الصغیر ولابنہ فلا یمین علی المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقتسام ار اخیرہ بعد ذلک

۲- اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری سنے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ گھر اسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہیں خرید پر تو مشتری پر قسم نہیں اسواسطے کہ اُسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے ہم غیر ولد سے بائع مراد ہے یعنے اگر قسم مشتری پر لازم ہو اور شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جاے اور صغیر کی ملک سے نکلجاے الثالثة لو کان فی ید رجل غلام او جارية او ثوب ادعاه رجلان فقدماه الی القاضی فاقر به لاحدهما ثم اراد الآخر تحليفه فان ادعی ملكا مرسلا او شراء من جهته لم يكن له ان يحلفه وان ادعی عليه الغصب فله تحليفه لانه لو اقر بالغصب يجب عليه الضمان كذا فی النوازل ۳- اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا ہے جسکا دو مردون نے دعوی کیا سو دونون مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اُسنے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اُسنے ملک مرسل یا اسکی خرید کرنیکا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اُسپر غصب کا دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا تو اُسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ہم اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اُسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اسکا اقرار دوسرے پر حجت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ دوسرا مقرلہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ کہ وجہ ملک اسمین بیان نہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے مالک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے سولھوین مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید اسمین زیادہ ہے الرابعة لو اشتری الاب لابنه الصغير دارا ثم اختلف مع الشفيع فی مقدار الثمن فالقول للاب بلا يمين كما فی كثير من كتب المذهب ۴- اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت مین تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب مین ہے یعنی قسم اسواسطے نہین کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا الخامسة لو ادعی السارق انه استهلك المسروق ورب المسروق انه قائم عنده فالقول للسارق لا يمين عليه ۵- اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول معتبر ہے اور اسپر قسم نہیں ہم یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو الليث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استهلك المسروق بعد ما قطعت يده هل يضمن قال لا ويستوی حكمه فيما استهلكه قبل القطع وبعد القطع قيل له فان قال السارق قد هلك قال صاحب المال لم يستهلك وهو عندك قائم هل يحلف قال يجب ان يكون القول قول السارق ولا يمين عليه فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جسنے مال مسروق کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اُسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکسان ہے استہلاک مال مین قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر اُنسے سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اسکو مستہلک نہیں کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجائیگی کہا ابو القاسم نے واجب یہ ہے کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ہم طحطاوی نے کہا یہان ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکسان ہے السادسة اذا وهب الرجل شيئا واراد الرجوع فادعی الموهوب له هلاك الموهوب فالقول قوله ولا يمين عليه كما فی الخانية وغيرها ۶- جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اسپر قسم نہیں کما فی الخانية وغيرها السابعة ادعی عليه انك وصی فلان الميت فانكر لا يحلف ۷- مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا وصی ہے سو اُسنے انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی م یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھوین مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعی عليه انك وكيل فلان فانكر انه وكيل فلان لا يحلف وهما فی البزازية ۸- مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اُسنے انکار کیا کہ مین فلانے کا وکیل نہیں تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور یہ دونون مسئلے بزازیہ مین ہین م یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواهب شرطت العوض وقال الموهوب له لم اشترط فالقول له بلا يمين ۹- واہب نے کہا کہ مین نے ہبہ بشرط عوض کے کیا اور موہوب نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ مین یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرة اشتری العبد شيئا فقال البائع انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول له بلا يمين ۱۰- غلام نے کوئی چیز خرید کی سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجھکو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا مین ماذون فی التجارة ہون تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادية عشرة اذا اشتری عبد من عبد فقال احدهما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذون لنا فالقول له بلا يمين ۱۱- جب کہ ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ مین محجور ہون اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونون ماذون فی التجارة ہین تو

قول معتبر اُسکا ہی جو مدعی ہی اذن کا بلا یمین اسواسطے کہ صدور بیع قرینہ ہی اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال برئتنی منہ فالقول
قولہ بلا یمین وکذا لو ادعی رجل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم واراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شئی یدعی علیہ ۱۲- قاضی نے یتیم کا مال بیچا سو مشتری نے
قاضی کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھکو اُس سے بری الذمہ کردیا ہی تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایک مرد نے اجارہ زمین یتیم کا دعوے
کیا قبل بھیجنے قاضی کے اور اُسنے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہی یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہی ہر چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ
عشرۃ لو طالب ابو الزوجۃ زوجہا بالمہر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا ولو اختلف لاب الزوج فی بکارتہا ولابنتہ للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم بذلک عن ابو یوسف
انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل کذلک ہہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۳- اگر
زوجہ کے باپ نے اُسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اُسکو جائز ہی اگر زوجہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اُسکی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہوں
زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اُسکی عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یوں ہی کہ اُس سے قسم لیجاے اور خصاف نے
ذکر کیا کہ اس سے قسم نہ لیجاے چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوی کرے کہ صاحب دین نے اُسکو دین معاف کردیا ہی اور وکیل اُسکا منکر ہو تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی
اسیطرح یہاں بھی قسم نہ لیجائیگی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل البیع او مات فالقول لہ بلا
یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی الفاہم ۱۴- خرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اِس
لونڈی کا زوج ہی یعنے اِس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اُسکا زوج میرا غلام ہی سو اُسنے اُسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مرگیا تو بائع کا قول
معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اِس کتاب کے خواص میں سے ہی اسیطرح مذکور ہی شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت فی حاشیتہا
للشیخ صالح زاد سبعۃ اخر فنقول شارح کہتا ہی میں کہتا ہوں اور شیخ صالح کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کیے ہیں سو ہم اُنکو بیان کرتے ہیں الخامسۃ عشرۃ ادعی
علیہ ذی الشاہد وقال ہو ادعی ہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵- اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اُسنے اِس گھر کا اپنی ذات کیواسطے
دعوی کیا تھا قبل اِس شہادت کے سو شاہد نے اِسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اِس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ
مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم اخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی ۱۶- جب ترکہ جماعت
معین کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہی میت کا لیکن اِس سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ
اسوقت میں اگر اُسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اُس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا ثم انکر
اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷- ایک مرد کے دوسرے مرد پر ہزار درہم ہیں سو اُسنے ہزار کا اقرار کیا
پھر اپنے اقرار کا منکر ہوگیا کیا اِس سے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ نہیں اور اِس سے تو نفس حق پر یعنی ہزار
درم ہونے پر قسم لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی والثامنۃ عشرۃ دفع لاخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی القول
لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان ہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸- ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونوں مختلف ہوے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے
قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنے قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجائیگی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہی اسواسطے کہ وہ سبب
ضمان کا مقر ہی یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی مدعی نے دعوے ودیعت سے غرض یہ ہی کہ اُس پر ضمان لازم نہ آوے اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہوجانے سے ودیعت امانت دار پر ضمان نہیں اور
قول قاضی بیان ہی حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعۃ عشرۃ رجل قدم رجلا للقاضی وقال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک
وارثا غیری ولہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ دعواہ فقال للابن استحلفہ بالعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہما ثم یحلفہ علی ما یدعی

لابيه من المال وقيل يتحلف على العلم الاول قول الامام والثاني قولهما وقال الحلواني الصحيح قول الثاني انه يحلف ولوالجيه ١٩- ایک مرد نے آیا ایک مدعی کو قاضی کے پاس اور کہا کہ فلان ابن فلان مرگیا اور اسنے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا میرے اور اس میت کا اس مدعی پر اتنا اور اتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اسکے دعوی کا انکار کیا تو مدعی کے بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجیے اسکی کہ وہ نہیں جانتا کہ مین اسکا بیٹا ہون اور وہ شخص نہیں مرگیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اسکی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قسم لیجائے علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اس سے قسم لیجائے کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص ابو یوسف کی اسکی مفید ہے کہ محمد انکے ساتھ نہیں اور انکو علی عبارت اسکے مخالف ہے یعنی وہان حلف لینا صاحبین کیطرف منسوب ہے انتہی م اکثر نسخ مین الصحیح قول الثانی باضافت ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو تخالف عبارتین کا نہ رہے ابو یوسف اور محمد دونون کا قول ٹھہر جائے واللہ اعلم ومنها العشرون ادعى عليه الف درهم فقال المدعى عليه للقاضي انه قد كان ادعى على هذه الدعوى عند قاضي بلد كذا ثم خرج من دعواه ذلك فابرائي عن هذه الدعوى فحلفه انه لم يبرأني منها فان حلف حلفت ماله على شيء اختلف فيه والصحيح انه يستحلف على دعواه ولوالجيه اور از انجملہ ٢٠- اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھپر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی نے اس دعوے سے نکل بھاگا تھا سو اسنے مجھکو بری الذمہ کردیا تھا اس دعوی سے سو آپ قاضی صاحب اس سے قسم لیجیے کہ اسنے مجھکو اس دعوی سے بری الذمہ نہین کردیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھائیگا تو مین یہ قسم کھاؤنگا کہ اسکا مجھپر کچھ نہیں اسمین روایت ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکے دعوے پر قسم لیجائیگی کذا فی الولوالجیہ م یعنی مدعی سے قسم لیجائیگی مدعا علیہ کے دعوی برات پر اسطرح پر کہ مین نے اسکو اپنے اس دعوے سے بری الذمہ نہین کیا تحدی نے کہا کہ مجھکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنها لو ان رجلا ادعى على رجل انه خرق ثوبه واحضر الثوب معه للقاضي واراد استحلافه على السبب لا يحلف على السبب اور از انجملہ ٢١- اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اسکا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اس سے قسم نہ لیجائیگی سبب پر م یعنی مدعا علیہ سے یون قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ مین نے اسکو نہیں پھاڑا اسواسطے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور اسنے اپنی ملک کی حالت مین پھاڑا پھر اسکو بیچڈالا تو استحلاف علی السبب مین حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجائیگی فائدہ قلت وبهذه مع قبلها صارت اثنين وخمسين مسئلة فليحفظ فائدہ مین کہتا ہون اور یہ زائد مسائل سابقہ کے ساتھ ملکر باون مسئلے ہوئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م جلبی نے کہا باون نہیں بلکہ اٹھاون ہوے ١٣ خانیہ کے البحر الرائق کے ٦- اور تنویر البصائر کے ١٤- اور زواہر الجواہر کے ٧- وقد افاد الامام الحلواني ان الجهالة كما تمنع قبول البينة تمنع الاستحلاف ايضا الا اذا اتهم القاضي وصي اليتيم او قيم الوقف ولا يدعي شيئا معلوما فانه يحلف نظرا للوقف واليتيم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جبکہ متہم کرے قاضی یتیم کے وصی کو یا وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نکرے تو اس سے قسم لیجائیگی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم قول الاشباه القاضي اذا قضى في مجتهد فيه نفذ قضاؤه الا في مسائل الخ اي فينقض فيها حكم الحاكم یہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اس امر مین جسمین اجتہاد مجتہدین مختلف ہے تو اسکا حکم جاری ہوجائیگا مگر چند مسائل مین الی آخرہ یعنی چند مسائل مستثنے مین حاکم کا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا م حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سواے اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہیں یہانتک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا اور فتاوی گازرونی مین شیخ شلبی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اس مسئلہ مین راجح نہیں تو اسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح نے اشباہ کے مسائل مستثنے کو بسبب کثرت کے نقل نہ کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس رض اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہ قول مخالف کتاب اور سنت کے معتبر نہوگا علاوہ اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح در ثابت ہے قال ابن المصنف الشيخ صالح بن محمد بن عبد الله في حاشيته عليها المسماة بزواهر الجواهر في التفسير على الاشباه والنظائر وقد ظفرت بمسائل اخر فزدتها تتميما للفائدة وقسمتها على ثلثة اقسام الاول ما لم يختلف فيه مشائخنا والثاني ما يختلفوا فيه والثالث ما لا نص فيه عن الامام

داختلف اصحابنا فیہ وتعارضت فیہ تصانیفہم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبد اللہ نے اپنے اشباہ کے حاشیہ مین جسکا نام زواہر الجواہر فی التفصیل الاشباہ والنظائر
ہے کہا اور البتہ مین نے چند مسائل اور بڑھائے ہین سو مین نے انکو بڑھایا ہے تا فائدہ پورا ہو جاے اور انکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمین ہمارے مشائخ یعنی امام اور انکے صاحبین مختلف
نہین ہین اور دوسری قسم وہ ہے جسمین وہ مختلف ہین اور تیسری قسم وہ ہے جسمین امام سے روایت صریح نہین اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اسمین مختلف ہین اور
انکی تصانیف اسمین متعارض ہین فمن القسم الاول اذا باع دارا وقبضها المشتری واستحقت منه وتعذر علی البائع ردها فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلها فی المواضع و
والاذرع والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض آخر ابطله والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمه بقیمته ذلک مع الثمن سو قسم اول سے یہ مسئلہ
ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق استرداد ہوا اُس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اُسکا پھیرنا متعذر رہا اور
قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اُسکے برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت مین چنانچہ عثمان بتی کا مذہب
ہے پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اِسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کردے مگر یہ کہ مشتری نے اسمین عمارت بنائی ہو یا درخت لگایا ہو تو
اُسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنہ حاکم قضی ببطلان شفعۃ الشریک ثم رفع لقاض آخر فانہ ینقضہ لمخالفتہ لنص الحدیث اور از انجملہ یہ کہ ایک قاضی
نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا بعد دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اُسکو باطل کردے کیونکہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہے ومنہ المحدود فی قذف اذا قضی لشیء بعد
ثبوتہ ثم رفع الحکم لقاض لایراہ ابطلہ اور از انجملہ یہ کہ جسپر قذف کی حد پڑی جبکہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اِسکے ثابت ہونیکے گواہی سے پھر اُسکا مرافعہ ہوا اُس قاضی کے
پاس جسکا یہ مذہب نہین ہے تو اُسکو باطل کردے ہم طحطاوی نے کہا اور ایک نسخہ مین بعد توبہ ہے بنا ہر تشناۃ فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے کے بعد قاضی
ہوکر حکم کرے ومنہ ما لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یرہ ینقضہ لانہ لیس من اہل الشہادۃ والقضاء فوقہا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر اندھا حکم کرے پھر اُسکا مرافعہ دوسرے
قاضی کے پاس ہو جو اُسکو جائز نہین جانتا تو اُسکو باطل کردے اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہین اور قاضی ہونا تو شہادت
سے بھی بالاتر ہے تم یہ دونون مسلون کی دلیل ہے ومنہ اذا حکم بشہادۃ الصبیان ثم رفع لآخر نقضہ لانہ کالمجنون وکذا اداء النائم فی نومہ اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکون کی گواہی سے
حکم کرے پھر اُسکا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اُسکو باطل کردے اسواسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جبکہ سوتا آدمی سونے کی حالت مین گواہی ادا کرے اور اس
کوئی حکم کرے لازم لابطال ہے ہم اگرچہ بعضون کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن یہ مخالف ہے نص قرآنی کے لہذا لازم لابطال ہے قال اللہ تعالی واستشہدوا شہیدین من
رجالکم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردونمین سے یعنے مسلمانون مین سے دو مرد گواہی مین شرط ہین حالانکہ اطفال کو رجال نہین کہتے ومنہ الحکم بشہادۃ النساء
وحدہن فی شجاج الحمام ورفع لآخر لاینفذہ اور از انجملہ حکم کرنا فقط عورتون کی گواہی سے سر کے زخمون مین حمام کے اندر اور اُسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اُسکو نہ جاری رکھے
باطل کردے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنہ الحکم باجارۃ المدیون فی دینہ لاینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اُسکے دین مین نافذ نہوگا ومنہ القضاء بخط
شہود اموات لاینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مردہ گواہون کے خط دیکھکر نافذ نہین ومنہ القضاء بجواز بیع الدراہم بالدنانیر نسیئۃ اور از انجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے
اُدھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب لابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنہ القضاء بشہادۃ
اہل الذمۃ فی الاسفار وفی الوصیۃ ثم رفع لمن لایراہ نقضہ اور از انجملہ حکم کرنا کفار ذمیون کی گواہی سے سفر اور وصیت مین پھر مرافعہ ہوا اُس قاضی کے پاس جسکا
یہ مذہب نہین تو اُسکو باطل کردے ومنہ اذا قضی بشیء فرفع الآخر فنقضہ ولم یبین وجہ النقض امضی نقضہ اور از انجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اُسکا
مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اُسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ صدر نقض مین اصل یہ ہے
کہ علی وجہ السداد ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا باع رجل من آخر عبدا او امۃ ومضی علی ذلک مدۃ ثم ظہر فیہ عیب لم یقر البائع بہ ولم تقم بہ بینۃ بانہ کان موجودا عند
فردہ القاضی علی البائع ثم رفع حکمہ لآخر فانہ یبطل الرد ویعیدہ للمشتری اور از انجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور اس

۴۷ [illegible]

رگئی پھر امین وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہین کرتا اُسپر گواہ بھی قائم نہین کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اُسکو بائع پر رد کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا
رے حاکم کے پاس تو وہ اُس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اُسکو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأة التی لم یدخل بہا ثم رفع لآخر ابطل
اول لمخالفتہ بنص وربائبکم اللاتی فی حجورکم الآیہ اور ازانجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اُس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اُسکے زوج نے صحبت نہین کی اور
ربت کے طلاق دی پھر اُسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہی اور حرام ہین تمھاری
بیٹیان جو تمھاری گودون مین ہین تمھاری اُن عورتون سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اُنسے صحبت نہ کی تو تمپر کچھ گناہ نہین ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابة علی
ن ثم اخذ الناس باحد قولیہم وترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروک لم ینقض عندہ خلافا للثانی اور قسم ثانی یعنے جسمین امام اور صاحبین مختلف ہین یہ مسئلہ ہی کہ جب صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم مختلف ہون دو قول پر پھر لوگون نے اُنکے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اُسکو نہ توڑے
ابو یوسف کے ومنہ اذا وطی ام امرأتہ وحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو سعة وان عالما لا یحل لہ المقام معہا لان القضاء
لا یحرم خلافا لابی حنیفة اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہین ہوئی کذا فی
الفصولین اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اُسکے مخالف اعتقاد رکھتا ہی تو حاکم ثانی اُسکو باطل نکرے پھر اگر
جاہل ہی تو وہ کشایش مین ہی یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اُسکو جائز ہی اور اگر عالم ہی تو اُسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہین اسواسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو حلال نہین
اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اُنکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم البطلان ہی کذا فی الطحطاوی وذکر الحاکم فی الملتقی فی رجل وطی ام امرأتہ
ان ذلک لا یحرمہا ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک مطلقا فالظاہر ان ذلک مذہبہ او قول الامام لمخالفة النص ولا تنکحوا او ہو اولی اور حاکم نے اُس
ملتقی مین ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہو گیا کہ وہ وطی اُسکی منکوحہ کو حرام نہین کردیتی پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس
ہوا تو تفریق کردے زوجین مین اور حاکم نے اُسکو مطلقاً ذکر کیا بلا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہرا یہ تفریق حاکم کا مذہب ہی یا امام کا قول ہی بسبب اُسکے
مخالف ہونے کے اس نص قرآنی کے کہ نہ نکاح کرو جو تمھارے باپون نے نکاح کیا عورتون سے اور نکاح سے یہان وطی مراد ہی یعنی اُس عورت سے قربت نکرو جس سے تمھارے
باپ نے قربت کی مگر نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہین ہوسکتی بلکہ اُس مسئلہ کی دلیل ہی جسکو جامع الفصولین مین اسطرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اب کا حکم
واسطے کیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اُسکی حرمت کتاب اللہ مین منصوص ہی کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا قضی بخلاف مذہبہ غلطا ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر امضاہ
امام وقال یقضہ لانہ غلط والغلط لیس مجتہد فیہ اور ازانجملہ جبکہ قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی
مرافعہ ہوا تو وہ اُسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اُسکو باطل کردے اسواسطے کہ وہ غلط ہی اور غلط مجتہد فیہ نہین م جامع الفصولین مین ہی کہ
المعتمد ... ک بالاجماع لیکن مراد یہ ہی کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق
... صحیح ہو اور اگر قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہو تو اُسکے نفاذ حکم مین ہمارے علماء سے دو روایتین ہین یعنی صحت اور
... بلکہ حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہی اور اگر عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہی اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے
... ن کے قول پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ومنہ المدیون اذا
... ثم رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ لنفذ ولم ینقض اور ازانجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اُسکا حبس
... رفات ہی سو اگر قاضی نے اُسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے
... رے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم

الثالث اذا حکم بالشاہد والیمین فی الاموال ثم رفع لحاکم تری خلافہ نقضہ عند الثانی عن الامام لا لاختلاف الآثار اور تیسری قسم سے یہ
حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات مین پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اُسکے خلاف ہی تو اس حکم کو باطل کر
اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعضے آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہین او
موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا اسواسطے کہ قسم ثالث وہ ہی جسمین امام سے روایت ہو حالانکہ اسمین ام
ہی مگر یہ کہ روایت سے روایت معتبر مراد رکھیے ومنہ او قضی القاضی لشہادۃ الاب لابنہ اولجدہ ثم رفع لآخر لا یراہ امضاہ عند الثانی ونقضہ عند محمد اور از
باپ کی گواہی پر اُسکے بیٹے یا دادا کے واسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اُسکے مخالف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری
اسکو باطل کرے ومنہ او تزوج الثانی بابنتہ من الزنی و حکم الحاکم بحلہ فی الکل ثم رفع لمن لا یراہ ابطلہ لانہ مما یستشنعہ الناس و کرہ فی شرح الطحاوی ال
نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اُسکے حلال ہونے کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا اُس حاکم کے پاس جسکا مذہب اُسکے مخالف ہی تو اسکو باطل کرد
لوگ معیوب جانتے ہین م لوگون سے اہل فضل مراد ہین اور مناسب یہ تھا کہ اسمین خلاف کو مذکور کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہی ومنہ جعل عتق
ولا وارث لہ ثم قضی القاضی بمیراثہ للمعتق ثم رفع لحاکم آخر نقضہ وجعل مالہ لبیت المال عند ابی یوسف وھو صحیح لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما
یلزم مولی الموالاۃ لانہ تحق بالعقد وھو قائم بہما فاستویا کالزوجیۃ فاغتنم ہذہ المقام فانہ من جواہر ہذہ الکتاب واللہ اعلم بالصواب والیہ ا
از انجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنے والا مر گیا اور اُسکا کوئی وارث نہین پھر قاضی نے اُسکی میراث غلام آزاد
دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کردے اور اسکا مال بیت المال کے واسطے ٹھہرادے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول
حدیث صحیح کے کہ میراث اُسی شخص کے واسطے ہی جس نے آزاد کیا یعنے غلام آزاد کے واسطے میراث نہین اور مولی العتاقہ پر مولی
لازم نہین آتا اسواسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہی اور عقد مذکور دونون مین قائم ہی تو دونون میراث
جیسے زوجیت زوجین مین برابر قائم ہی یعنی مطلق ارث مین نہ مقدار میں مین سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات
دانا تر ہی ٹھیک بات کا اور اسی کی طرف مرجع اور مآب ہی م مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپسمین عقد محبت منعقد کرین تو اگر
تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اسمین آزاد کرنے والا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہی اور غلام آز

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس ایام برکت انجام مین جلد دوم غایۃ الاوطار تر
رحمۃ اللہ علیہ کی جسکا مذہب تمام ہندوستان مین رائج ہی جسکا ترجمہ زبان
اقوال کے ساتھ کیا اور جسکا تکملہ بعد انتقال مولوی صاحب مرحوم افضل العلماء جناب
منشی نولکشور بعلو ہمتی جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع موصوف
کافہ مسلمی





